الجزءُ الثالث

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور پرہیزگار ہو تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (القرآن ۵۲/۲۴)

نزھۃ القاری

شرح

صحیح البخاری

(ضمیمہ)

فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ

سابق صدر شعبۂ افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا)

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور

الطبع الاوّل : ربیع الثانی ١٤٢١ھ / جولائی ۲۰۰۰ء
الطبع الثانی : رمضان المبارک ١٤٢٨ھ / دسمبر ۲۰۰۷ء
مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
قیمت : /= روپے (مکمل سیٹ)

Farid Book Stall®
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.fafidbookstall.com

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اُردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲۔٤۲۔۷۳۱۲۱۷۳۔۷۱۲۳٤۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲۔٤۲۔۷۲۲٤۸۹۹
ای۔میل : ***info@faridbookstall.com***
ویب سائٹ : ***www.faridbookstall.com***

فہرست مضامین

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری (جلد سوئم)

مضامین	صفحہ

118

مضامین	صفحہ

119

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب المناسک

حدیث ۸۹۶

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کَانَ الْفَضْلُ رَدِیْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَتْ اِمْرَأَۃٌ مِنْ خَثْعَمَ فَجَعَلَ الْفَضْلُ یَنْظُرُ اِلَیْہَا وَتَنْظُرُ اِلَیْہِ وَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْرِفُ وَجْہَ الْفَضْلِ اِلَی الشِّقِّ الْآخَرِ فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فَرِیْضَۃَ اللّٰہِ عَلٰی عِبَادِہٖ فِی الْحَجِّ اَدْرَکَتْ اَبِیْ شَیْخًا کَبِیْرًا لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَۃِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ قَالَ نَعَمْ وَذٰلِکَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، کہ فضل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھے، کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت آئی، فضل اسے دیکھنے لگے۔ اور وہ فضل کو دیکھنے لگی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیر دیتے تھے۔ اس نے عرض کیا، اللہ کا اس کے بندوں پر فریضہ حج ایسے وقت میں آیا کہ میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، سواری پر بیٹھ نہیں سکتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں، فرمایا کر سکتی ہو۔ اور یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

تشریحات ۸۹۶

کتاب المناسک اصیلی کی روایت ہے، دوسری روایتوں میں کتاب الحج ہے، اسی کو علامہ عینی نے لیا ہے۔ مناسک، مَنسِک کی جمع ہے، یہ مصدر میمی بھی ہے، اور ظرف مکان و زمان بھی، معنی میں مُتعبَّد کے، اس سے مراد حج میں تمام ادا کیے جانے والے امور ہیں، مَنسِک مذبح کے معنی میں بھی آتا ہے، اسی سے نَسیکہ ذبیحہ کے معنی میں ہے، نیز نُسُک کے معنی طاعت و عبادت اور اس کام کے ہیں، جو اللہ عزوجل کے تقرب کے لیے کیا جائے، نیز ہر وہ کام جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہو، اس کے مقابل ورع ہے جس کے معنی ہیں، ہر اس چیز سے بچنا جس سے شریعت نے منع کیا ہو، ناسک بمعنی عابد بھی آتا ہے، نیز نسیکہ کے اصلی معنی پگھلا کر صاف کی ہوئی چاندی کے ہیں، حج کے لغوی معنی قصد، ارادہ کرنے کے ہیں، اور شرعی معنی یہ ہے، بیت اللہ شریف کی تعظیم کے لیے مخصوص افعال کے ساتھ اس کی تعظیم کا قصد کرنا، اس کا سبب کعبہ شریف ہے، اور وقت ۹ رذوالحجہ سے لے کر بارہ ذوالحجہ تک ہے، اس کا لفظ حَج حا کے فتحے اور حِج حا کے کسرے کے ساتھ دونوں طرح ہے، عرف عام فتحے کے ساتھ ہے، بر بنائے قول صحیح حج ۹ھ میں فرض ہوا، ویسے اقوال یہ ہیں، ہجرت سے پہلے ہی فرض ہو چکا تھا، ۵ھ، ۶ھ، ۷ھ، ۸ھ، ۱۰ھ، امام قرطبی نے پہلے قول کو صحیح کہا ہے۔

---

[1] مناسک باب وجوب الحج و فضلہ ص ۲۰۵، ثانی المغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱، الاستیذان باب یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلو بیوتا غیر بیوتکم ص ۹۲۰، مسلم ابو داؤد، ترمذی، نسائی، فی الحج، ابن ماجہ مناسک۔

مناسب تو یہ تھا کہ حج سے پہلے روزے کو ذکر فرماتے، جیسا کہ حدیث بنی الاسلام علی خمس، میں ہے، مگر غالباً امام بخاری نے یہ لحاظ کرکے کہ حج اگرچہ عبادت بدنی بھی ہے، مگر زکوٰۃ کے ساتھ عبادت مالیہ ہونے اور نفس پر شاق ہونے میں شریک ہے، اس لیے حج کو روزے پر مقدم کیا، روزہ بھی نفس پر شاق ہے، مگر اتنا نہیں، جتنا زکوٰۃ اور حج ہے۔

تکمیل یوم نحر یعنی دسویں ذوالحجہ کو حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ سے واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا۔ راستے میں ایک جگہ رک گئے تاکہ اگر کسی کو کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لے، فضل خوبصورت تھے، اتنے میں قبیلہ خثعم کی ایک خاتون پوچھنے کے لیے حاضر ہوئیں، یہ بھی خوبصورت تھیں فضل انھیں دیکھنے لگے اور وہ فضل کو دیکھنے لگیں، ان کا حسن انھیں بھاگیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رخ انور موڑ کر ملاحظہ فرمایا کہ فضل ان خاتون کو دیکھ رہے ہیں، تو حضور نے اپنا دست مبارک پیچھے بڑھاکر فضل کی ٹھوڑی پکڑ کر ان کا چہرہ موڑ دیا، کہ انھیں دیکھیں نہیں، حضرت ابن عباس اس وقت موجود نہ تھے، انھیں تو رات ہی میں حضور نے منیٰ بھیج دیا تھا، حضرت فضل بن عباس سے سن کر وہ یہ حدیث بیان کر رہے ہیں، اس لیے یہ حدیث حضرت فضل کی ہوئی۔

مطابقت باب اس حدیث پر باب کا عنوان ہے، حج کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت، اس حدیث میں حج کی کوئی فضیلت مذکور نہیں، البتہ حج کا وجوب ثابت ہے، اور ہر واجب پر ثواب کا وعدہ ہے، تو ضمناً فضیلت بھی ثابت ہوگئی، پہلے جزء سے صراحۃً اور دوسرے جزء سے ضمناً مطابقت ہوئی۔

مسائل اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوئے، حج میں عورت اپنا منہ کھولے رہے گی، عورت کے چہرے کو بالقصد دیکھنا ممنوع ہے، جو آزاد مسلمان زاد وراحلہ پر قادر ہے، مگر بوجہ مرض یا ضعف سفر پر قدرت نہیں، مثلاً فالج زدہ، اپاہج، نابینا، اتنا بوڑھا کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا ہے، اس پر حج فرض ہے، خود نہیں جاسکتا ہے تو اسے فرض ہے کہ اپنی طرف سے حج کرنے کے لیے کسی کو بھیجے اور مرتے وقت اس کی وصیت کرجائے، یہ صاحبین کا مذہب ہے، اسے بھی بہت سے ائمہ نے اختیار فرمایا، مثلاً امام اسبیجابی، امام ابن ہمام وغیرہ، امام قاضی خان نے اسے صحیح کہا[۱]

اگرچہ مفتی بہ قول امام کا یہ ہے کہ اتنی صحت اور قوت کہ سفر کرسکے، وجوب کے شرائط میں سے ہے، اور ایسے بیمار اور کمزور پر حج فرض نہیں جو سفر نہ کرسکے، اور آیہ کریمہ، مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً، سے یہی ظاہر ہے، اور اس حدیث میں ان خاتون کو اپنے بوڑھے کمزور باپ کی طرف سے حج کی اجازت بطور وجوب نہیں بطور تطوع ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی معذور ہو تو دوسرا اس کی طرف سے حج کرسکتا ہے، یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہے، حضرت امام مالک اور امام لیث وغیرہ نے فرمایا کہ صحیح نہیں، امام مالک کا مذہب مشہور یہی ہے، دوسرا قول ان کا یہ ہے کہ بیٹا باپ کی طرف سے کرسکتا ہے، دوسرے کو جائز نہیں، تیسرا یہ کہ اگر مرگیا اور وصیت کرگیا تو صحیح ہے، ہمارے یہاں مطلقاً جائز ہے، زندہ ہو یا مرگیا ہو، وصیت کرگیا ہو یا نہ کرگیا ہو حتی کہ تندرست تھا اور حج نہیں کرسکا اور وصیت کے بغیر مرگیا تو بھی درست ہے، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حج بدل میں یہ ضروری نہیں، جو حج بدل کرے وہ پہلے حج کرچکا ہو، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خثعمیہ خاتون سے یہ نہیں دریافت فرمایا،

---

[۱] ردالمحتار ثانی ص ۱۴۳،

حدیث ۸۹۷

اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَرْکَبُ رَاحِلَتَہٗ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ ثُمَّ یُہِلُّ حِیْنَ تَسْتَوِیْ بِہٖ قَائِمَۃً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذوالحلیفہ میں اپنی سواری پر سوار ہوتے دیکھا جب اونٹنی حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی تو تلبیہ پڑھا۔

حدیث ۸۹۸

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ اِہْلَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذِی الْحُلَیْفَۃِ حِیْنَ اسْتَوَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوالحلیفہ سے تلبیہ کہتے، جب سواری حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی۔

کہ تو اپنا حج کر چکی ہے یا نہیں، اگر حج بدل کرنے والے کے لیے یہ ضروری ہوتا کہ وہ حج کر چکا ہو تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہلے ان سے دریافت فرماتے پھر اجازت دیتے یا نہ دیتے۔ اقول، اس میں کلام ہے کیونکہ یہ واقعہ مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے راستے میں پیش آیا تھا۔ یہ دلیل ہے کہ یہ خاتون اس وقت حج کرنے حاضر ہوئی تھیں، ہو سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے دریافت نہ فرمایا ہو۔ یہ تو اس حدیث سے استدلال پر کلام تھا، حکم یہی ہے کہ حج بدل کرنے والے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خود حج کر چکا ہو، اس کی دلیل وہ حدیث ہے، جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو کیا وہ دوسرے کی طرف سے حج کر سکتا ہے؟ تو فرمایا، اللہ کا قرض زیادہ لائق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔[۱] البتہ جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور اب تک نہ کیا ہو اسے حج بدل کے لیے بھیجنا مکروہ ہے، آمر کے لیے مکروہ تنزیہی اور مامور کے لیے تحریمی۔[۲] اور حدیث لاصرورۃ فی الاسلام کا محمل یہی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ جس نے خود اپنا حج نہ کیا ہو، اسے حج بدل کرنا درست نہیں، خواہ اس پر حج فرض ہو یا نہ ہو، کیونکہ جب یہ حدود حرم میں داخل ہوگا تو مکی کے حکم میں ہو جائے گا، اگر اسے اتنی قوت ہے، کہ عرفات جا سکتا ہے تو اس پر خود اپنی طرف سے حج فرض ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اسے جو قدرت حاصل ہوئی وہ دوسرے کے مال کی وجہ سے حاصل ہوئی، اس لیے اس پر لازم ہے کہ اسی کی طرف سے حج کرے، حج علی الفور واجب ہے، اور تاخیر گناہ ہے، یہی صحیح ہے، یہاں تک کہ باوجود قدرت کے کئی سال تاخیر کرے گا تو فاسق مردود الشہادۃ ہو جائے گا۔[۳]

فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

یہ حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے، یہ حضرت عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے، ان کی والدہ ام الفضل لبابۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، یہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے یا عمواس کے طاعون میں داخل بحق ہوئے، سنہ وصال ۱۸ھ ہے۔

---

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۲۷، [۲] رد المحتار ص ۲۴۱، [۳] درمختار ص ۱۴۰، [ع] مناسک باب قول اللہ تعالیٰ یاتوک رجالا وعلی کل ضامر ص ۲۰۵، [۵] ایضا۔

حدیث ۸۹۹

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی

مَعَهَا اَخَاهَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ فَاَعْمَرَهَا مِنَ التَّنْعِيْمِ وَحَمَلَهَا عَلٰى قَتَبٍ[1]

عبدالرحمٰن کو بھیجا تو انھوں نے ام المومنین کو تنعیم سے عمرہ کرایا اور انھیں ایک چھوٹے کجاوہ پر سوار کرایا،

ت ۲۸۰

وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ شُدُّوا الرِّحَالَ فِي الْحَجِّ فَاِنَّهُ اَحَدُ الْجِهَادَيْنِ[2]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، حج میں کجاوہ کسو اس لیے کہ وہ دو جہادوں میں سے ایک ہے۔

حدیث ۹۰۰

عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ حَجَّ اَنَسٌ عَلٰى رَحْلٍ وَلَمْ يَكُنْ شَحِيْحًا

ثمامہ بن عبداللہ بن انس نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کجاوے پر حج کیا اور وہ بخیل نہیں تھے اور

وَحَدَّثَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلٰى رَحْلٍ وَكَانَتْ زَامِلَتَهُ[3]

حدیث بیان فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کجاوے پر حج فرمایا، اور اسی میں سامان اور زاد راہ بھی تھا،

تشریحات ۸۹۷، ۸۹۸

ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مُحرم اگر سواری سے سفر کر رہا ہے۔ تو جب سواری سیدھی کھڑی ہو جائے تو تلبیہ شروع کرے، یہی امام مالک اور اکثر فقہاء کا مذہب ہے، اور اگر پیدل ہے تو جب چلنا شروع کرے تو تلبیہ کہے، امام شافعی فرماتے ہیں، کہ جب سواری چلنا شروع کرے تب تلبیہ کہے، اسی طرح پیدل چلنے والا بھی جب چلنا شروع کرے، مگر ہمارے یہاں یہ ہے کہ نمازِ احرام سے فارغ ہوتے ہی تلبیہ کہے، پوری بحث آگے آرہی ہے،

تشریحات ۸۹۹

امام عمرو بن دینار اور کچھ اور حضرات نے فرمایا کہ اہل مکہ اور جو لوگ مکے میں ہوں اگرچہ عارضی طور پر، ان کے عمرے کی میقات تنعیم ہی ہے، کہیں اور سے احرام باندھیں گے تو عمرہ صحیح نہ ہوگا، مگر جمہور فقہاء حتی کہ چاروں ائمہ مجتہدین کا مذہب یہ ہے، کہ جو لوگ مکے میں ہوں ان کی میقات حل ہے، وہ حرم کے باہر کہیں سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں خواہ تنعیم ہو خواہ جعرانہ یا اور کوئی جگہ، خاص تنعیم کی تخصیص نہیں، حضرت ام المومنین کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص تنعیم سے عمرہ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، چونکہ وہی سب سے قریب جگہ تھی اس لیے آسانی کے لیے وہیں سے عمرہ کرلیا، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سواری پر حج کرنا جائز ہے، بلکہ بہت سے علماء نے فرمایا کہ یہی افضل ہے،

تشریح ۲۸۰

اس تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے،

---

[1] باب الحج علی الرحل ص ۲۰۵، [2] ایضاً، [3] مناسک باب الحج علی رحل ص ۲۰۵،

حدیث ۹۰۱

عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَى

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ، ہم جہاد کو بہترین عمل جانتی ہیں،

الْجِهَادَ اَفْضَلَ الْعَمَلِ اَفَلَا نُجَاهِدُ قَالَ لَا لٰكِنَّ اَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ[۱]

کیا ہم جہاد نہ کریں، فرمایا تمھارے لیے بہترین جہاد حج مبرور ہے۔

حدیث ۹۰۲

سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا،

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ

جس نے اللہ کے لیے حج کیا، اور فحش اور گناہ نہیں کیا، وہ یوں لوٹے گا جیسے آج ہی اس کی

كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ[۲]

ماں نے جنا ہے۔

تشریحات ۹۰۰

رحل، یہ اونٹ کے لیے ویسے ہی ہے جیسے گھوڑے کے لیے زین، زاملہ، وہ اونٹ جس پر سامان لادا جائے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ حج واجب ہونے کے لیے عالیشان آرام دہ سواری شرط نہیں، بلکہ معمولی سواری کافی ہے، نیز حج عبادت ہے، اس کی ادائگی میں اظہار شان و شوکت اور تجمل و زینت نہیں چاہیے، اونٹ کی سواری میں آرام دہ اور شاندار ہودج ہوتا ہے، اسے نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا نہ عام صحابہ نے، حدیث کے ذکر سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہودج پر سفر کر سکتے تھے، مگر انھوں نے معمولی کجاوے پر سفر فرمایا، یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے کیا، بخل کی وجہ سے نہیں۔

تشریحات ۹۰۱

خطاب حضرت ام المومنین سے ہے، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے، مگر ایسا نہیں، یہ تمام عورتوں کے لیے ہے، افضل الجہاد سے ظاہر ہے کہ عورتوں کو بھی جہاد کی اجازت ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ خود یہی ام المومنین غزوۂ اُحُد میں شریک ہوئی تھیں، حضرت ام عطیہ برابر شریک ہوتی تھیں، مطلب یہی ہے کہ تمھارے لیے جہاد سے بہتر یہی ہے کہ حج کرو، یہ مطلب نہیں کہ عورتوں کو جہاد کرنا جائز ہی نہیں، یہ کیسے کہا جا سکتا ہے، جب کہ ہجوم عام کے وقت عورتوں پر بھی فرض ہے کہ وہ گھروں سے نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

---

[۱] باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶، الجہاد باب فضل الجہاد والسیر ص ۳۹۰، مسلم امارۃ نسائی حج جہاد،

[۲] مناسک باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶، ابواب العمرۃ باب قول اللہ عزوجل فلا رفث، وباب قول اللہ ولا فسوق ولا جدال ص ۲۴۵، مسلم، ترمذی، نسائی الحج ابن ماجہ، مناسک دارمی مناسک، مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۴۵۔

حدیث ۹۰۳

حَدَّثَنِیْ زَیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ اَنَّهٗ اَتٰی عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ فِیْ مَنْزِلِهٖ وَلَهٗ

زید بن جبیر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، ان کے

فُسْطَاطٌ وَّسُرَادِقٌ فَسَئَلْتُهٗ مِنْ اَیْنَ یَجُوْزُ اَنْ اَعْتَمِرَ قَالَ فَرَضَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

لیے خیمہ لگا تھا اور قناتیں تنی تھیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے دریافت کیا میں کہاں سے عمرے کا احرام باندھوں، تو انھوں نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِاَهْلِ نَجْدٍ مِّنْ قَرْنٍ وَّلِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ذَا الْحُلَیْفَةِ وَلِاَهْلِ الشَّامِ الْجُحْفَةَ۔[1]

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کے لیے نجد والوں کے واسطے قرن، اور مدینے والوں کے لیے ذو الحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ مقرر فرمایا۔

حدیث ۹۰۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ کَانَ اَهْلُ الْیَمَنِ یَحُجُّوْنَ وَلَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اہل یمن حج کرتے اور زاد راہ ساتھ نہیں رکھتے اور کہتے

یَتَزَوَّدُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ نَحْنُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ فَاِذَا قَدِمُوْا مَکَّةَ سَأَلُوا النَّاسَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ

ہم متوکل لوگ ہیں، اور جب مکہ آتے تو لوگوں سے مانگتے پھرتے، اس پر اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور

وَجَلَّ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی۔[2]

توشہ ساتھ رکھو اور اچھا توشہ پرہیزگاری ہے۔

تشریحات ۹۰۲

رَفَثٌ۔ نَصَرَ یَنْصُرُ، اور ضَرَبَ یَضْرِبُ، دونوں سے آتا ہے، پہلا افصح ہے۔ جماع اور دواعی کا ارتکاب۔ فِسْقٌ وفُسُوْقٌ، اللہ عز وجل اور رسول کی نافرمانی کرنا، ہر گناہ، حج مبرور کی علامت یہ ہے کہ دوران حج حاجی کسی سے جھگڑا لڑائی نہ کرے اور نہ کسی کو گالی دے اور نہ کسی گناہ کا ارتکاب کرے۔ اور نہ اپنی بیوی ہی سے جنسیات کی بات کرے۔

تشریح ۹۰۳

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آفاقی کو یہ جائز نہیں کہ میقات سے احرام باندھے بغیر آگے بڑھے، اگر میقات پر احرام نہیں باندھا اور آگے بڑھ گیا تو اس پر واجب ہے کہ پھر میقات پر لوٹے اور وہاں سے احرام باندھے اور تلبیہ کہے ورنہ اس پر دم واجب ہوگا۔

تشریح ۹۰۴

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ توکل یہ نہیں کہ آدمی ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے اور باوجود قدرت اور اسباب مہیا ہونے کے کچھ نہ کرے، اور ضرورت پر لوگوں سے سوال کرے، بلکہ یہ تقوی کے بھی منافی ہے۔ توکل یہ ہے کہ اپنی قوت اور طاقت بھر اسباب سے کام لے مگر اپنی کوشش اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے، بھروسہ صرف اللہ عز وجل پر کرے۔

---

[1] مناسک باب فرض مواقیت الحج والاحرام ص ۲۰۶۔ [2] مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، وَتَزَوَّدُوْا، ص ۲۰۶ ابوداؤد الحج نسائی سیر۔

حدیث ۹۰۵

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَّتَ لِاَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذَا الْحُلَیْفَۃِ وَلِاَہْلِ الشَّامِ الْجُحْفَۃَ وَلِاَہْلِ نَجْدٍ قَرْنَ الْمَنَازِلِ وَلِاَہْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمَ ہُنَّ لَہُنَّ وَلِمَنْ اَتٰی عَلَیْہِنَّ مِنْ غَیْرِہِنَّ مِمَّنْ اَرَادَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ وَمَنْ کَانَ دُوْنَ ذٰلِکَ فَمِنْ حَیْثُ اَنْشَأَ حَتّٰی اَہْلُ مَکَّۃَ مِنْ مَکَّۃَ۔[۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ اور اہل شام کے لیے جحفہ اور اہل نجد کے لیے قرن المنازل اور اہل یمن کے لیے یلملم میقات مقرر فرمائی ہے، یہ میقاتیں ان لوگوں کے لیے بھی ہیں اور دوسرے لوگ جو اس پر گزریں، ان کے لیے بھی جو بھی حج اور عمرے کا ارادہ کرے اور جو ان سے مکے کی طرف قریب ہو تو جہاں سے چلے وہیں سے احرام باندھے حتی کہ مکہ والے مکہ سے۔

حدیث ۹۰۶

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مُہَلُّ اَہْلِ الْمَدِیْنَۃِ ذُو الْحُلَیْفَۃِ وَمُہَلُّ اَہْلِ الشَّامِ مَہْیَعَۃُ وَہِیَ الْجُحْفَۃُ وَاَہْلِ نَجْدٍ قَرْنٌ، قَالَ ابْنُ عُمَرَ زَعَمُوْا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ وَلَمْ اَسْمَعْہُ وَمُہَلُّ اَہْلِ الْیَمَنِ یَلَمْلَمُ۔[۲]

سالم نے اپنے باپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، اہل مدینہ کے احرام باندھنے کی جگہ ذوالحلیفہ ہے، اور اہل شام کی مَہْیَعَہ یعنی جحفہ اور اہل نجد کی قرن، ابن عمر نے کہا لوگوں نے گمان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور میں نے نہیں سنا کہ اہل یمن کی یلملم ہے۔

۴ رَوَاہُ ابْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ مُرْسَلًا۔ — اس حدیث کو سفیان بن عیینہ نے عمرو بن دینار عن عکرمہ مرسلاً روایت کیا ہے،

یعنی پہلی والی روایت ورقاء عن عمرو بن دینار عن عکرمہ، ہے، انھوں نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بتایا ہے، مگر اسی حدیث کو سفیان بن عیینہ نے انھیں عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے اور اسے عکرمہ کا قول کہا ہے، امام سعید بن منصور اور طبری اور ابن ابی حاتم نے بھی ابن عیینہ سے اسی طرح روایت کیا ہے، مگر نسائی میں انھیں ابن عیینہ سے ابن عباس کا قول مروی ہے، ابن ابی حاتم نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ عکرمہ ہی کا قول ہے۔

[۱] باب مہل اہل مکۃ للحج والعمرۃ ص ۲۰۶، باب مہل اہل الشام ص ۲۰۶، باب مہل من کان دون ذالک ص ۲۰۶، باب مہل اہل الیمن ص ۲۰۷، مسلم، نسائی، الحج۔ [۲] مناسک باب مہل اہل نجد ص ۲۰۷، العلم باب ذکر العلم... ص ۲۵، ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، مسلم ص

حدیث ۹۰۷ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما فتح ھذان المصران

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب یہ دونوں شہر فتح ہو گئے تو یہاں کے باشندے عمر کے پاس

اتوا عمر فقالوا یا امیر المؤمنین ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حد لاھل

آئے اور عرض کیا، اے امیر المؤمنین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے قرن میقات مقرر فرمائی اور وہ ہمارے

نجد قرنا وھو جور عن طریقنا وان ان اردنا قرن شق علینا قال فانظروا

راستے سے ہٹا ہوا ہے، اگر ہم قرن جائیں تو ہم پر شاق ہے، ارشاد فرمایا، تمہارے راستے میں جو جگہ اس کے برابر

حذوھا من طریقکم فحد لھم ذات عرق۔[1]

ہو بتاؤ چنانچہ حضرت عمر نے ان کے لیے ذات عرق کو مقرر فرمایا۔

تشریحات ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷

ان تینوں احادیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے، مکہ معظمہ حاضری کے لیے آنے والوں کے واسطے ہر چہار طرف سے میقات ہے، اہل مدینہ کے لیے ذوالحلیفہ ہے، یہ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلے پر مکہ معظمہ کے راستے پر جانب جنوب ہے، اسے ابیار علی بھی کہتے ہیں، یہاں دو مسجدیں ہیں، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی ہیں، ایک بڑی جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر پڑھی تھی، جہاں سے آج بھی حجاج حج اور عمرے کا احرام باندھتے ہیں، دوسری چھوٹی موتس میں جہاں واپسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور قیام فرمایا تھا۔

اہل شام کی میقات جحفہ ہے، جس کا نام مہیعہ بھی ہے، اور یہی مصریوں اور بلاد مغرب سے آنے والوں کی بھی میقات ہے۔ یمن والوں کی میقات یلملم ہے، یہ ایک پہاڑ ہے، جو مکہ معظمہ سے تیس میل جانب جنوب ہے، اہل نجد کے لیے قرن المنازل ہے۔ یہ طائف اور عرفات کے درمیان ہے، اور اہل عراق کے لیے ذات عرق ہے، یہ ایک چھوٹا پہاڑ ہے، جو مکہ معظمہ سے دو دن کے فاصلے پر ہے،

دوسرے بلاد والے جس میقات سے گزریں وہی ان کی میقات ہے، اور اگر کسی کا راستہ دو میقاتوں کے درمیان ہو، تو قریب ترین میقات کی محاذات اس کی میقات ہے جیسے ہندوستانی حاجی جدہ ہو کر مکہ معظمہ جاتے ہیں، جو جحفہ اور یلملم کے درمیان ہے، یلملم جدہ سے قریب ہے اور جحفہ دور ہے، اس لیے ہندوستانیوں کے لیے میقات یلملم کی محاذات ہے، محاذات کا مطلب یہ نہیں کہ جب جہاز سمندر میں یلملم کی سیدھ میں پہنچ جائے تو میقات آ گئی، کیونکہ مکہ معظمہ یلملم سے جانب شمال ہے اور سمندر جانب جنوب، بلکہ مراد یہ ہے کہ جب جہاز جدہ جاتے ہوئے مکہ معظمہ کی سمت میں یلملم کی محاذات میں پہنچ جائے تو یہ میقات ہے۔ مثلاً علامہ بدر الدین محمود عینی نے لکھا ہے کہ یلملم مکہ معظمہ سے تیس میل کے فاصلے پر ہے، جو تقریباً پچاس کلو میٹر ہے، تو جب جہاز اس جگہ پہنچ جائے جہاں سے مکہ معظمہ کا فاصلہ پچاس کلو میٹر رہ جائے تو یہ ہندیوں کی میقات ہے، اور جو لوگ میقات اور حرم کے درمیان رہتے ہیں، ان کی میقات حل کی کوئی بھی جگہ ہے، ان پر واجب ہے کہ حرم میں داخل ہونے سے پہلے احرام باندھ لیں، اور جو لوگ حدود حرم میں ہیں، ان کی میقات حج کے

---

[1] مناسک باب ذات عرق لاھل العراق ص ۲۰۷۔

لیے حرم ہے، اور عمرے کیلئے حل کی کوئی بھی جگہ ہے، اور افضل تنعیم ہے، حدیث میں تو یہ ہے کہ، حتی اهل مكة من مكة، حتی کہ مکے والے مکے سے احرام باندھیں، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عمرے کے لیے بھی احرام مکے والے مکے ہی سے باندھیں گے، مگر یہ ام المومنین حضرت عائشہ والی حدیث سے ثابت ہے کہ مکے والے مکے کے بجائے تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں یا کسی اور جگہ سے جو حدود حرم سے باہر ہو، اس پر اتفاق ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا صحیح ہے، اور ہمارے یہاں یہی افضل بھی ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس، ابن مسعود، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ مروی ہے، امام مالک، امام احمد وغیرہ میقات سے احرام افضل کہتے ہیں، کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے لوگوں کو اس سے منع فرمایا کہ گھر سے احرام باندھ کر آئیں، ہمارے یہاں یہ ممانعت اس پر محمول ہے کہ احرام کی قیود کی پابندی ذرا دشوار ہے، سفر میں وہ بھی اُس زمانے میں اس کا نباہنا بہت مشکل ہے۔

عراق والوں کے لیے ذات عرق خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمائی ہے، علامہ عینی نے متعدد احادیث سے اسے ثابت فرمایا ہے اور یہاں جو مذکور ہے، اس کا محل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ حدیث نہیں پہنچی تھی، اس لیے اجتہاد فرمایا، اور ان کا یہ اجتہاد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہوا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پہلا کمال نہیں جلد ثانی میں قرآن مجید کے ساتھ بیس موافقات مذکور ہو چکے ہیں،

شبہ اور جواب یہاں "مصران" سے مراد کوفہ اور بصرہ ہیں، کوفہ اور بصرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ تھے، کوفہ ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا، اور بصرہ ۱۴ھ میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہ کہنا کیسے درست ہے، کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے، اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ ان شہروں کے فتح ہونے سے مراد ان زمینوں کا فتح ہونا ہے جن پر یہ آباد ہیں، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ یہ سب علاقے میری امت فتح کرے گی، جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے،

زویت لی الارض فرأیت مشارقها ومغاربها سیبلغ ملك امتی ما زوی لی، [۲]	زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تو میں نے اس کے تمام مشرق اور تمام مغرب کو دیکھا، اور بہت جلد میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا جتنی میرے لیے سمیٹی گئی ہے

جیسے اس وقت تک شام بھی فتح نہیں ہوا تھا، مگر اس کی بھی میقات مقرر فرما دی تھی

هنّ لهنّ علامہ قرطبی نے فرمایا، هنّ جمع مؤنث غائب کی ضمیر ہے، جو ذوی العقول کے لیے آتی ہے، مگر کبھی غیر ذوی العقول میں بھی استعمال ہوتی ہے، اور یہ دس اور اس سے کم کے لیے استعمال ہوتی ہے، دس سے زیادہ کے لیے ھا آتی ہے، جیسے ارشاد ہے،

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ،	بیشک مہینوں کا شمار اللہ کے نزدیک بارہ ہے، ان میں سے چار حرام ہیں، ان میں ربعہ ئم اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۱۴۲، [۲] مسلم ثانی الفتن ص ۳۹۰ - ابوداؤد فتن ص ۲۳۸ - ترمذی ثانی - فتن ص ۴۰ ابن ماجہ فتن ص ۲۹۲ - مسند امام احمد رابع ص ۱۲۳ - مسند امام احمد خامس ص ۲۷۸ - ص ۲۸۴

حدیث ۹۰۸

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ فَصَلّٰی بِہَا وَکَانَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُمَرَ یَفْعَلُ ذَالِکَ، عـہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کے سنگستان میں اونٹنی بٹھائی اور وہاں نماز پڑھی اور حضرت عبد اللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حدیث ۹۰۹

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَخْرُجُ مِنْ طَرِیْقِ الشَّجَرَۃِ وَیَدْخُلُ مِنْ طَرِیْقِ الْمُعَرَّسِ وَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا خَرَجَ اِلٰی مَکَّۃَ یُصَلِّیْ فِیْ مَسْجِدِ الشَّجَرَۃِ وَاِذَا رَجَعَ صَلّٰی بِذِی الْحُلَیْفَۃِ بِبَطْنِ الْوَادِیْ وَبَاتَ حَتّٰی یُصْبِحَ عـہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مدینے سے) شجرہ کے راستے سے باہر تشریف لے جاتے اور معرس کے راستے سے مدینے آتے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ جاتے تو مسجد شجرہ میں نماز پڑھتے تھے، اور جب لوٹتے تو ذوالحلیفہ میں نالے کے بیچ میں نماز پڑھتے تھے، وہیں رات بھر رہتے یہاں تک کہ صبح کرتے،

حدیث ۹۱۰

حَدَّثَنِیْ عِکْرَمَۃُ اَنَّہٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنَّہٗ

عکرمہ نے یہ حدیث بیان کی کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا

منہا کی ھا، کا مرجع، الشہور، ہے، جو بارہ ہیں، اور فیہن کا مرجع، اربعۃ ہے، جو دس سے کم ہے، یہ بھی غیر ذوی العقول ہے۔ اسی کے مطابق ھن اور لھن کا مرجع پہلے ذکر شدہ بلاد ذوالحلیفہ، جحفہ وغیرہ ہیں۔ اگرچہ غیر ذوی العقول ہیں، لھن سے مراد ان بستیوں کے باشندے ہیں، اسی کے مطابق ایک روایت لھم بھی ہے،

تشریح ۹۰۸-۹

مدینہ طیبہ سے واپسی میں یہاں رات کو قیام فرمایا، اسے معرس کہتے ہیں، یہاں بھی مسجد بنی ہوئی ہے اور یہ نماز نفل تھی،

عـہ مناسک باب ص ۲۰۷، مسلم، ابوداؤد، نسائی الحج، عـہ مناسک باب خروج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی طریق الشجرۃ ص ۲۰۷

120

سَمِعَ عُمَرَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَادِي الْعَقِيْقِ يَقُوْلُ أَتَانِي

انھوں نے کہا، کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وادی عقیق میں یہ فرماتے

اللَّيْلَةَ آتٍ مِنْ رَبِّي فَقَالَ صَلِّ فِي هٰذَا الْوَادِي الْمُبَارَكِ وَقُلْ عُمْرَةٌ فِي حَجَّةٍ۔ عہ

ہوئے سنا، آج رات میرے پروردگار کی جانب سے ایک آنیوالا میرے پاس آیا اور کہا اس وادی میں نماز پڑھو اور کہو عمرہ حج میں ہے۔

حدیث ۹۱۱ حَدَّثَنَا سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور جب

وَسَلَّمَ أَنَّهُ أُرِيَ وَهُوَ فِي مُعَرَّسٍ بِذِي الْحُلَيْفَةِ بِبَطْنِ الْوَادِي قِيْلَ لَهُ إِنَّكَ بِبَطْحَاءَ

ذوالحلیفہ کے قریب بطن وادی میں معرس میں تھے، تو دکھایا گیا، کہا گیا، آپ برکت والے سنگستان میں ہیں

مُبَارَكَةٍ وَقَدْ أَنَاخَ بِنَا سَالِمٌ يَتَوَخَّى الْمُنَاخَ الَّذِي كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُنِيْخُ يَتَحَرَّى مُعَرَّسَ

ہمارے ساتھ سالم نے تلاش کر کے اس جگہ اونٹ بٹھایا جہاں ان کے والد عبد اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ

تشریح ۹۰۹ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جاتے تو ذوالحلیفہ میں جہاں درخت ہے، وہاں قیام فرماتے اور نماز پڑھتے، پھر آگے بڑھتے۔ اور واپسی میں اس سے نیچے نالے کے پیٹ میں اترتے اور وہاں رات گزارتے اور صبح کو مدینہ طیبہ واپس تشریف لاتے۔ دونوں جگہ مسجدیں بنی ہوئی ہیں، پہلی جگہ سے آج بھی عموماً حجاج احرام باندھتے ہیں، دوسری جگہ کو معرس کہتے ہیں، یہ تعریس کا اسم ظرف ہے، تعریس کے معنی رات کے پچھلے حصے میں اترنے، پڑاؤ کرنے کے ہیں، اور یہ اس جگہ کا نام ہے۔

تشریحات ۹۱۰ یہ آنے والے جبرئیل امین تھے، جیساکہ بیہقی کی روایت میں ہے، نماز سے مراد احرام کی نماز ہے، عمرۃٌ فی حجۃٍ کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ حج کے ساتھ ہے، فی معنی میں، مع کے ہے، یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، وادی عقیق، اس میدان کا نام ہے، جس میں ذوالحلیفہ بھی ہے، اس لیے کہ اس پر اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ میں رات بسر فرمائی تھی، اور یہیں سے احرام باندھا تھا، تو اگر وادی عقیق ذوالحلیفہ کے علاوہ کوئی اور میدان ہو تو تعارض رکھا ہوا ہے، بات یہ ہے کہ "عقیق" اس بڑے میدان کو کہتے ہیں، جو سیلاب کے پانی سے خود بخود بن جائے، ذوالحلیفہ جہاں ہے، وہ اس عہد میں اسی قسم کا میدان تھا، جسے اہل مدینہ وادی عقیق کہتے تھے۔

عہ مناسک باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العقیق واد مبارک ص ۲۰۷، المزارعۃ باب ص ۳۱۴ ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، ابوداؤد حج ابن ماجہ مناسک۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو اسفل من المسجد الذی ببطن

علیہ وسلم کے پڑاؤ کو ڈھونڈ کر اونٹ بٹھاتے تھے، اور یہ جگہ وادی میں جو مسجد ہے، اس سے نیچے ہے، اترنے

الوادی بینہم وبین الطریق وسط من ذالک۔ عہ

والوں اور راستے کے درمیان بیچوں بیچ۔

حدیث ۹۱۲ ان صفوان بن یعلیٰ اخبرہ ان یعلیٰ قال لعمر ارنی النبی صلی اللہ

صفوان بن یعلیٰ نے خبر دی کہ یعلیٰ نے حضرت عمر سے کہا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر

تعالیٰ علیہ وسلم حین یوحی الیہ قال فبینما النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالجعرانۃ

وحی آتی ہو تو مجھے دکھایئے۔ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے اور حضور

ومعہ نفر من اصحابہ جاءہ رجل فقال یا رسول اللہ کیف تری فی رجل احرم

کے ساتھ صحابہ تھے، کہ ایک شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اس کے بارے میں کیا رائے عالی ہے، جس نے

بعمرۃ وھو متضمخ بطیب فسکت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساعۃ فجاءہ الوحی

عمرے کا احرام باندھا ہو اور وہ خوشبو میں لت پت ہو، اس سوال پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوڑی

فاشار عمر الی یعلیٰ فجاء یعلیٰ وعلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثوب قد اظل

دیر خاموش رہے، اتنے میں حضور پر وحی آنے لگی، حضرت عمر نے یعلیٰ کو اشارہ کیا، تو یعلیٰ آئے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

بہ فادخل راسہ فاذا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محمر الوجہ وھو یغط

علیہ وسلم پر کپڑا تانا ہوا تھا، جس سے سایہ کیا گیا تھا، یعلیٰ نے اپنا سر کپڑے کے اندر کیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تشریحات ۹۱۱

اُریَ، یعنی خواب میں دکھایا گیا، بینھم وبین الطریق، علامہ عینی نے فرمایا کہ بینھم کی ضمیر کا مرجع معرسین ہے، یعنی قیام کے لیے اترنے والے، مطلب یہ ہے کہ جہاں عام طور پر لوگ اب قیام کرتے ہیں، اس جگہ اور راستے کے بیچ میں وہ جگہ ہے، جہاں سالم اور ان کے والد قیام کرتے تھے، ان کے بیان کے مطابق یہی وہ جگہ ہے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ واپس ہوتے ہوئے رات بسر فرمائی تھی، چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس کا ذوق تھا، کہ خاص وہ جگہ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا ہے، محفوظ رکھیں اس لیے انھوں نے اس پر خصوصی توجہ دی اور یاد رکھا، صرف اسی جگہ نہیں پورے سفر میں ایسی تمام مخصوص جگہوں کو انھوں نے خاص توجہ دیکر یاد رکھا، اور مدۃ العمر ان جگہوں کو تلاش کر کے وہیں قیام فرماتے جیساکہ مفصل جلد ثانی میں از صفحہ ۵۹ ھ لغایت ۶۰ ھ مذکور ہو چکا ہے۔

عہ المناسک باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العقیق واد مبارک ص ۲۰۸، مزارعۃ باب ص ۳۱۴، ثانی الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۱، مسلم، نسائی الحج۔

ثُمَّ سُرِّیَ عَنْهُ فَقَالَ أَيْنَ الَّذِي سَأَلَ عَنِ الْعُمْرَةِ فَأُتِيَ بِرَجُلٍ فَقَالَ اغْسِلِ

تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے انور سرخ ہو گیا ہے، اور خراٹے جیسی آواز نکل رہی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ کیفیت فرو ہوئی

الطِّيبَ الَّذِي بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَانْزِعْ عَنْكَ الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ

تو فرمایا جس نے عمرے کے بارے میں سوال کیا تھا، کہاں ہے؟ اب اس شخص کو لایا گیا۔ تو فرمایا تیرے بدن یا کپڑے پر جو خوشبو

فِي حَجِّكَ فَقُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَادَ الْإِنْقَاءَ حِينَ أَمَرَهُ أَنْ يَغْسِلَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ نَعَمْ۔ عہ

ہے اس کو تین مرتبہ دھو دے اور جبہ اتار ڈال۔ اور عمرے میں وہ کر جو حج میں کرتا ہے۔ (ابن جریج نے) عطاء سے پوچھا کہ تین بار دھونے سے خوب اچھی طرح صاف کرنا ہی مراد ہے نہ؟ فرمایا ہاں۔

ت ۲۸۱

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَشُمُّ الْمُحْرِمُ الرَّيْحَانَ وَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا محرم خوشبودار پھول سونگھ سکتا ہے، اور آئینہ دیکھ

يَنْظُرُ فِي الْمِرْآةِ وَيَتَدَاوَى بِمَا يَأْكُلُ الزَّيْتَ وَالسَّمْنَ عہ

سکتا ہے اور جو روغن مثلاً زیتون کا تیل اور گھی کھاتے ہیں، اس سے علاج کر سکتا ہے۔

ت ۲۸۲

وَقَالَ عَطَاءٌ يَتَخَتَّمُ وَيَلْبَسُ الْهِمْيَانَ۔ عہ

اور امام عطاء نے فرمایا محرم انگوٹھی پہنے اور ہمیان باندھے۔

تشریحات ۹۱۲

جعرّانہ، یہ طائف اور مکہ معظمہ کے درمیان مکہ معظمہ کے قریب ایک جگہ ہے جہاں ۸ھ میں غزوۂ حنین کے اموالِ غنیمت تقسیم فرمائے تھے اور یہیں سے عمرے کا احرام باندھا تھا، یہ حل میں ہے، یہاں سے تین سو انبیاء کرام نے عمرہ کیا ہے، بحمدہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ اس متبرک مقام سے بھی عمرہ کرتے ہیں، اور اسے بڑا عمرہ کہتے ہیں،

واصنع فی عمرتک اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ حج میں جیسے طواف اور طواف کے بعد نماز اور سعی ہے، اور جو دعائیں اس موقع پر پڑھی جاتی ہیں، ویسے ہی عمرے میں بھی ہے، مگر اس میں کوئی جدید افادہ نہیں یہ تو سارا عرب جانتا تھا، اس موقع کے مناسب مطلب یہ ہے، کہ جیسے حج کے احرام میں خوشبو لگانا اور سلا ہوا کپڑا پہننا منع ہے، جیسا کہ قبل اسلام سارا عرب کرتا تھا، ویسے ہی عمرے کے احرام میں بھی یہ چیزیں ممنوع ہیں، کیونکہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں عمرے میں خوشبو لگانے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کو ممنوع نہیں جانتے تھے۔ اس پر دلیل مسلم کی وہ روایت ہے، جو بطریق سفیان عن عمرو بن دینار مروی ہے،

عہ المناسک باب غسل الخلوق ص ۲۰۸، ابواب العمرۃ باب یفعل فی العمرۃ ما یفعل فی الحج ص ۲۴۱، ثانی فضائل القرآن باب نزل القرآن بلسان قریش ص ۷۴۵، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی الحج۔ عہ عہ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸۔
لہ اول الحج ص ۳۷۳۔

ت	وَطَافَ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَقَدْ حَزَمَ عَلٰى بَطْنِهٖ بِثَوْبٍ. عـہ
۲۸۳	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے احرام کی حالت میں اپنے پیٹ پر کپڑا باندھے ہوئے طواف کیا۔
ت	وَلَمْ تَرَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا بِالتُّبَّانِ بَأْسًا قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ يَعْنِيْ
۲۸۴	اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانگیہ پہننے میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری)
	لِلَّذِيْنَ يَرْحَلُوْنَ هَوْدَجَهَا. عـہ
	نے کہا، یعنی ان لوگوں کے لیے جوان کے ہودج کو کستے تھے۔

جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا، حج میں کیا کرتے تھے؟ تو اس نے عرض کیا، ان کپڑوں کو اتار دیتا تھا اور خوشبو دھو دیتا تھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو حج میں کرتے تھے عمرے میں بھی کرو۔

تشریحات ۲۸۱ محرم خوشبو دار پھول سونگھ سکتا ہے، اتنے حصے کو امام بیہقی اور امام دار قطنی نے موصولاً روایت کیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عمر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ یہ ہے کہ ممنوع ہے، یہی احناف کا مذہب ہے کہ مکروہ ہے۔ محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے، اسے امام ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جامع میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا، اور علاج والے حصے کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

جس روغن یا تیل میں خوشبو نہ ہو اسے احرام کی حالت میں بطور دوا استعمال کر سکتے ہیں، داخلی طور پر بھی اور خارجی طور پر بھی۔

تشریح ۲۸۲ اس تعلیق کے پہلے جز کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، اور دوسرے جز کو امام دار قطنی نے۔ اس پر اتفاق ہے کہ احرام کی حالت میں انگوٹھی پہننا اور ہمیانی کمر پر باندھنا جائز ہے۔

تشریح ۲۸۳ اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصولاً روایت فرمایا۔ نافع سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے کپڑا باندھا نہیں تھا، بلکہ اسے تہبند کے نیچے گھرس لیا تھا۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے عطاء اور طاؤس سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ اپنی کمر عمامے سے باندھے ہوئے ہیں۔ اسی میں ہے کہ ابن علیہ نے مسلم بن جندب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ احرام کی حالت میں اپنے اوپر کپڑا مت باندھ۔ اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے پا پیادہ حج کیا، اور حضور نے ارشاد فرمایا، اپنی کمر پر تہبند باندھ لو، اور اس طرح چلو کہ دوڑنے سے کم ہو۔ ان سب روایات کی روشنی میں احکام یہ منقح ہوئے، اس میں کوئی حرج نہیں کہ چادر کے کنارے تہبند میں گھرس لیے جائیں۔ مگر چادر کے کناروں کو گرہ دینا یا تہبند ہی میں گرہ دینا ممنوع ہے۔ اس میں بظاہر حرج نہیں کہ کمر پر کوئی کپڑا باندھ لیا جائے۔ البتہ تہبند کو کمر بند یا رسی سے کسنا مکروہ ہے۔

عـہ مغاسلث باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸۔ عـہ ایضاً ص ۲۰۸، الغسل باب من تطیب ثم اغتسل ص ۴۱، مسلم، ابو داؤد، نسائی الحج۔

حدیث ۹۱۳

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

سعید بن جبیر (شہید) نے فرمایا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیتون کا تیل لگاتے تھے،

يَدَّهِنُ بِالزَّيْتِ فَذَكَرْتُهُ لِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ مَا تَصْنَعُ بِقَوْلِهِ حَدَّثَنِي الْاَسْوَدُ

میں نے ابراہیم نخعی سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا، ان کی بات کو کیا کرے گا، مجھ سے اسود نے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ الطِّيْبِ فِيْ مَفَارِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام المومنین حضرت عائشہ سے یہ حدیث بیان کی ہے، وہ فرماتی ہیں، میں مشک کی چمک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ ع

وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں، حالانکہ حضور احرام کی حالت میں تھے،

حدیث ۹۱۴

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كُنْتُ اُطَيِّبُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ

تشریح ۴۸۲

اس اثر کو امام سعید بن منصور نے قاسم بن محمد سے موصولاً روایت کیا ہے، کہ ام المومنین نے حج کیا، اور ان کے ساتھ کچھ خادم تھے، جو ان کے ہودج کریم کو اونٹ کی پیٹھ پر باندھتے، کھولتے اور اتارتے اس میں کبھی کبھی ان کے جسم کا وہ حصہ کھل جاتا جس کا دیکھنا ناپسندیدہ ہے تو انھیں حکم دیا کہ جانگیہ پہنا کریں، یہ ام المومنین کا اجتہاد تھا، ورنہ احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننا مطلقاً منع ہے، اس میں جانگیہ بھی داخل ہے یہی اکثر کا مذہب ہے،

تشریحات ۹۱۳

یہ حدیث جلد ثانی باب الغسل میں گذر چکی ہے، یہ حدیث ام المومنین سے متعدد طریقوں سے مروی ہے، امام ابو جعفر طحاوی نے آٹھ طریقوں سے اس کی تخریج فرمائی ہے، حضرت ابن عمر نے یہ فرمایا تھا، کہ مجھے پسند نہیں کہ احرام کی حالت میں میرے جسم یا کپڑے سے خوشبو اٹھ رہی ہو، اس پر حضرت ابراہیم نخعی نے وہ فرمایا،

ما تصنع اس میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ضمیر مجرور متصل کا مرجع حضرت ابن عمر ہوں، اب مطلب یہ ہوا کہ ابن عمر کی بات کو لے کر کیا کروگے، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل یہ ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ "بقولہ" کی ضمیر مجرور کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں، جو معہود فی الذہن ہیں، اب مطلب یہ ہوا کہ ابن عمر کی بات تم نے بتائی، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل کو کیا کروگے، کہ احرام کی حالت میں مشک چمک رہا تھا، حضور کا عمل لائق اتباع ہے، نہ کہ اس کے مخالف ابن عمر کا قول،

رہ گیا یہ شبہ کہ حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد مذکور نہیں، صرف عمل مذکور ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تقریر بمنزلہ قول ہی ہے، دوسرا جواب یہ ہے، کہ یہاں قول ویسے ہی ہے، جیسے اردو میں بات ہے، اس کا اطلاق بکثرت عمل پر بھی ہوتا ہے،

ع مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، الغسل باب من تطیب ثم اغتسل ص ۴۱، مسلم، ابوداؤد، نسائی الخ۔

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاِحْرَامِہٖ حِیْنَ یُحْرِمُ وَلِحِلِّہٖ قَبْلَ اَنْ یَّطُوْفَ بِالْبَیْتِ، عہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب احرام باندھتے، تو حضور کو خوشبو لگاتی اور طواف سے پہلے احرام کھولتے وقت خوشبو لگاتی۔

حدیث ۹۱۵

عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُہِلُّ مُلَبِّدًا۔ عہ

سالم اپنے والد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لبیک کہتے ہوئے اس حالت میں سنا کہ حضور کے بال کسی چیز کی آمیزش سے جمائے ہوئے تھے۔

کہ جیسے کسی کے رہنے سہنے، کھانے پینے کے ٹھاٹھ باٹھ کا تذکرہ ہو تو کہا جاتا ہے، اس کی کیا بات ہے۔

مسائل اس حدیث سے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہ نے استدلال فرمایا کہ احرام کے وقت خوشبو بدن اور کپڑوں میں لگانا مسنون ہے، احرام کے پہلے والی خوشبو اگر باقی رہے اور اس کی لپٹیں اٹھ رہی ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ ایسی خوشبو نہ ہو کہ اس کا رنگ کپڑے پر ظاہر ہو۔

تشریحات ۹۱۴ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو رمی جمار اور قربانی کر کے بال اتروانے کے بعد جماع کے علاوہ تمام ممنوعات احرام جائز ہو جاتے ہیں، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت سے پہلے احرام کھول دیا۔

کنت اطیب علامہ ابن حاجب نے فرمایا، کان، تکرار چاہتا ہے، اور یہاں حضرت ام المومنین نے صرف ایک بار حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ کان اگرچہ اصل وضع کے لحاظ سے تکرار چاہتا ہے، مگر جب کہ کوئی قرینہ عدم تکرار پر ہو جیسا کہ بعض محققین[ل] نے تصریح کی ہے۔

تشریحات ۹۱۵ اِہْلَال، کا مادہ "ہَلّ" ہے، چلّانے کے معنی میں، اہلال، کے لغوی معنی آواز بلند کرنے کے ہیں، یہاں اس کے معنی بلند آواز سے تلبیہ کہنے کے ہیں، تلبید کا مصدر مجرد سے "لُبُوْدٌ" آتا ہے، چمٹنے کے معنی میں، تلبید کے معنی کسی لیسدار چیز سے چپکانا، یہاں مراد یہ ہے کہ بالوں میں کوئی لیسدار چیز ڈال کر جما دینا تاکہ منتشر نہ ہوں، امام شافعی اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ احرام کے وقت تلبید مستحب ہے، ابن بطال نے کہا کہ جمہور علماء نے فرمایا کہ اگر کوئی تلبید کرے تو اس پر واجب ہے کہ احرام کھولتے وقت سر کو مونڈے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی کیا تھا، اور حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عہ مناسک باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸، عہ مناسک باب من اہل ملبدا ص ۲۰۸، ثانی اللباس باب التلبید ص ۸۷۷، مسلم الحج، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، مناسک مسند امام احمد جلد ثانی ص ۱۲۱، ل عمدۃ القاری تاسع ص ۱۵۷۔

حدیث ۹۱۶

سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا يَقُوْلُ مَا اَهَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ عِنْدِ الْمَسْجِدِ يَعْنِىْ مَسْجِدَ ذِى الْحُلَيْفَةِ۔ عہ

سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد یعنی ذوالحلیفہ ہی کی مسجد سے احرام باندھا تھا۔

یہی حکم دیتے تھے، ہمارے یہاں تلبید ممنوع ہے۔ اس لیے کہ امام ترمذی[ش] اور امام ابن ماجہ[سے] نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ ایک صاحب نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! حاجی کون ہے، تو فرمایا، الشَّعِثُ التَّفِلُ، جس کا بال پراگندہ ہو اور بدن بے خوشبو۔ تلبید کے بعد بال جمے رہنے کی وجہ سے پراگندہ نہ ہو پائیں گے۔ البتہ عورتوں کو تلبید کی اجازت ہے، جیسے سر چھپانے کی اجازت ہے۔

تشریحات ۹۱۶

امام مسلم[سے]، امام ابوداؤد[ش]، امام ابن ماجہ[ش] نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث میں یہ بیان کیا ہے، کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا، تو اعلان عام فرمایا، جس پر لوگ اکٹھے ہو گئے، جب بیدا پر آئے تو احرام باندھا، نیز ابوداؤد[ش] اور نسائی[ش] میں حضرت انس کی جو حدیث بطریق حضرت حسن بصری ہے، اس میں بھی یہ ہے کہ جب کوہ بیدا پر آئے تو لبیک پکارا، اس کے علاوہ اور احادیث میں بھی ہے۔ اسی کے ازالے کے لیے حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ بیدا پر احرام باندھنے کا جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں، حضور نے ذوالحلیفہ ہی میں احرام باندھا تھا، جب سواری سیدھی کھڑی ہو گئی اس وقت ــ

احرام کا وقت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہاں سے احرام باندھا تھا، اس بارے میں تین اقوال ہیں، اول، نماز احرام سے فارغ ہوتے ہی فوراً بلا تاخیر اسی جگہ جہاں نماز پڑھی تھی، دوم یہاں سے اٹھ کر جب سوار ہوئے اور جب سواری حضور کو لے کر سیدھی کھڑی ہو گئی اس وقت، سوم، آگے بڑھ کر جب بیدا پر پہنچے اس وقت۔ ان تینوں اقوال میں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تطبیق دی ہے، ابوداؤد[ش] اور شرح معانی الآثار[ف] میں ہے،

کہ حضرت سعید بن جبیر شہید نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

عہ مناسک باب الاہلال عند مسجد ذی الحلیفۃ ص ۲۰۸، مسلم الحج، ابوداؤد مناسک[ش]، ترمذی الحج نسائی[ش] ثانی تفسیر سورۃ آل عمران ص ۱۲۴، [ش] مناسک باب ما یوجب الحج ص ۲۱۴، [سے] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۴، [ش] مناسک باب صفۃ حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۶۲، [ش] باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۲، [ش] اول مناسک باب وقت الاحرام ص ۲۴۷، [ش] ثانی المناسک باب العمل فی الاہلال ص ۱۷، [ش] اول مناسک باب وقت الاحرام ص ۲۴۶، [ف] مناسک الحج باب الاہلال من این ینبغی ان یکون ص ۳۰۶۔

حدیث ۹۱۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ محرم کون کون سا کپڑا پہنے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کرتا، پاجامے، عمامے، ٹوپیاں اور موزے نہ

احرام کے بارے میں صحابہ کے درمیان جو اختلاف ہے، اس پر مجھے تعجب ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا میں سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے، جب مسجد ذوالحلیفہ میں احرام کی دو رکعتیں پڑھ چکے تو اسی مجلس میں حج اپنے اوپر واجب فرمایا۔ یعنی حج کی نیت کرلی اور ان دو رکعتوں سے فارغ ہوتے ہی بلند آواز سے تلبیہ کہا، اسے بہت سے لوگوں نے سنا اور یاد رکھا، اس کے بعد سوار ہوئے، جب ناقہ مبارکہ حضور کو لے کر کھڑی ہوگئی تو تلبیہ کہا، اسے کچھ لوگوں نے جانا، وجہ یہ ہے کہ لوگ خدمت اقدس میں باری باری حاضر ہوتے تھے، کچھ لوگوں نے تلبیہ اس وقت سنا، جب سواری کھڑی ہو چکی تھی، تو ان لوگوں نے کہا کہ جب سواری سیدھی کھڑی ہوگئی اس وقت حضور نے احرام باندھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آگے بڑھے، جب بیداء کی بلندی پر چڑھے تو پھر تلبیہ کہا، اس وقت کچھ لوگ آکر ملے تو انھوں نے کہا کہ بیداء پر احرام باندھا، اور خدا کی قسم حضور نے اپنے نماز کی جگہ ہی احرام باندھ لیا تھا، پھر جب سواری سیدھی کھڑی ہوگئی تو تلبیہ پڑھا، اور جب بیداء پر چڑھے تو بھی تلبیہ کہا،

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں جہاں احرام کا دوگانہ پڑھا تھا، وہیں احرام باندھ کر تلبیہ پڑھا تھا، مگر وہاں پر مجمع موجود نہ تھا، چند افراد تھے، جنھوں نے سنا، پھر سواری کے کھڑی ہونے کے بعد بھی تلبیہ کہا، اسے ان لوگوں نے سنا، جو بعد میں حاضر ہوئے اور یہ سمجھا کہ اب احرام باندھا تھا، مگر اس وقت بھی سب لوگ حاضر نہ تھے، مجمع اتنا کثیر تھا کہ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے بیداء پر چڑھنے کے بعد دیکھا تو حضور کے آگے پیچھے، دائیں بائیں حد نظر تک آدمی ہی آدمی تھے، جب حضور نے بیداء پر چڑھنے کے بعد تلبیہ کہا تو اب ان لوگوں نے سنا جو پہلے موجود نہ تھے، اس وقت قریب تھے، تو انھوں نے یہ بیان کیا کہ بیداء پر احرام باندھا، اسی کے مطابق ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ احرام دوگانے کے بعد فوراً باندھا جائے۔ البتہ امام اوزاعی، عطاء، قتادہ کا قول یہ ہے کہ بیداء پر چڑھنے کے بعد مستحب ہے،

بیداء، ذوالحلیفہ کے متصل ایک پہاڑ ہے، یہ بھی ذوالحلیفہ ہی کا ایک حصہ ہے،

تشریحات ۹۱۷

لا یلبس ، سوال تھا کہ محرم کیا پہنے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں نہ پہنے، اس لیے کہ اس میں اختصار بھی ہے، اور مخاطب کے سمجھنے میں آسانی بھی، اس لیے اسی کو ارشاد فرمایا،

القمیص اس سے مراد ہر سلا ہوا کپڑا ہے، خواہ کرتا ہو، خواہ جبہ یا کچھ اور، اس معنی کے لحاظ سے پائجامہ اس میں داخل ہے، مگر کرتے سے مقصود بدن کے اوپر کے حصے کا چھپانا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا وہم ہو سکتا تھا کہ پائجامہ اس سے مستثنیٰ ہو، اس لیے اسے علیحدہ بیان فرمایا۔ عمامے اور ٹوپیوں کی ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ سر کھلا رہے۔ اس لیے سر پہ رومال یا چادر بھی ڈالنا ممنوع ہے، نعل چپل

وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ اِلَّا اَحَدٌ لَا يَجِدُ نَعْلَيْنِ

پہنے، ہاں اگر کسی کے پاس چپل نہیں، تو موزے پہن لے۔ اور انھیں کعب

فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَلْيَقْطَعْهُمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ وَلَا تَلْبَسُوا مِنَ الثِّيَابِ شَيْئًا مَسَّهُ

کے نیچے سے کاٹ لے۔ اور ایسے کپڑے بھی مت پہنو جسے زعفران یا ورس لگے ہوا ہو،

زَعْفَرَانٌ اَوْ وَرْسٌ قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَأْسَهُ وَلَا يَتَرَجَّلُ وَلَا يَحُكُّ جَسَدَهُ

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا، محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور کنگھی نہیں کر سکتا، اور نہ اپنا بدن کھجلا سکتا ہے، اور

وَيُلْقِي الْقَمْلَ مِنْ رَأْسِهٖ وَجَسَدِهٖ فِي الْاَرْضِ۔ [ع]

جوئیں اپنے سر اور بدن سے زمین پر پھینک سکتا ہے۔

کی طرح ہوتا تھا، جس میں نیچے تلوا ہوتا تھا اور اوپر صرف تسمہ ہوتا تھا، جس کی وجہ سے پاؤں کا اوپر والا حصہ کھلا رہتا تھا، موزوں کی ممانعت سے مقصود یہی ہے کہ پاؤں کا اوپری حصہ کھلا رہے، اسی لیے بدرجہ مجبوری موزوں کی اجازت دی تو یہ شرط کر دی کہ، کعب کے نیچے کاٹ دے، کعب پاؤں کے ٹخنے کو بھی کہتے ہیں، اور بیچ قدم کے اس جوڑ کو بھی کہتے ہیں، جہاں چپل کا تسمہ ہوتا ہے، یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے، کیونکہ یہاں احتیاط اسی میں ہے، اور وضو میں ٹخنے مراد ہیں، کیونکہ وہاں احتیاط کا تقاضا یہی ہے، مراد یہ ہے، کہ موزہ وسط قدم سے لے کر ایڑیوں کی دیواروں سمیت کاٹ کر پہنے، اس کو اسفل اس اعتبار سے فرمایا، کہ موزوں کا اگلا حصہ وہ ہے، جو انگلیوں پر رہتا ہے، تو وہی اعلیٰ ہوا، اور اس کا متقابل اسفل،

ورس تل کے مانند ایک گھاس ہے، جس سے کپڑے رنگتے تھے، یہ یمن سے آتی تھی، زعفران کی طرح ورس میں بھی خوشبو ہوتی ہے، اس لیے ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا احرام کی حالت میں ممنوع ہے، ہاں اگر دھو دیا گیا کہ خوشبو زائل ہو گئی ہو، تو عورتیں احرام کی حالت میں بھی پہن سکتی ہیں، جیسا کہ شرح معانی الآثار میں بعض طرق سے خود ابن عمر ہی کی حدیث میں آیا ہے۔

اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ غَسِيْلًا، مگر یہ کہ دھویا ہوا ہو،

رہ گئے مرد تو انھیں زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مطلقاً ممنوع ہے، اگرچہ احرام کی حالت میں نہ ہو، اس لیے احرام کی حالت میں بھی ممنوع ہوگا، زعفران اور ورس کی طرح کسی خوشبودار رنگ سے رنگا ہوا کپڑا پہننا احرام میں منع ہے، جیسے مالاگیری رنگ،

ع المناسک باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹، العلم باب من اجاب السائل اکثر مما سألہ ص ۲۵، الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ فی القمیص الخ ص ۵۳، العمرۃ باب ما ینھی من الطیب للمحرم ص ۲۴۸، باب لبس الخفین اذا لم یجد نعلین ص ۲۴۸، ثانی اللباس باب لبس القمیص ص ۸۶۲، باب البرانس ص ۸۶۳، باب السراویل ص ۸۶۳، باب العمائم ص ۸۶۴، باب التزعفر للرجال ص ۸۶۹، باب النعال السبتیۃ ص ۸۷۰، مسلم الحج، ابو داؤد مناسک، ترمذی الحج، نسائی مناسک ابن ماجہ مناسک، دارمی مناسک، مؤطا حج، مسند امام احمد ثانی ص ۳۔ لے اول الحج باب ما یلبس الثوب الذی مسہ ورس الخ ص ۳۱۳،

حدیث ۹۱۸

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان اسامۃ کان ردف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من عرفۃ الی المزدلفۃ ثم اردف الفضل من المزدلفۃ الی منیٰ قال فکلاھما قال لم یزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبی حتی رمی جمرۃ العقبۃ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ اسامہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عرفہ سے مزدلفہ تک سوار رہے، اس کے بعد مزدلفہ سے منی تک فضل رہے، ان دونوں نے بتایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل تلبیہ پڑھتے رہے یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ پر کنکری ماری،

ت ۲۸۵

ولبست عائشۃ الثیاب المعصفرۃ وھی محرمۃ وقالت ولا تلثم ولا تبرقع ولا تلبس ثوبا بورس ولا زعفران عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے احرام کی حالت میں کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہنا، اور فرمایا عورت احرام کی حالت میں منہ کپڑے سے نہ چھپائے اور نہ برقعہ اوڑھے، نہ ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنے،

تکمیل ابواب العمرۃ میں یہ زائد ہے،

ولا تنتقب المرأۃ المحرمۃ ولا تلبس القفازین، — اور احرام والی عورت نہ منہ پر نقاب ڈالے اور نہ دستانے پہنے

عورت کی تخصیص اس وجہ سے فرمائی، کہ چہرے پر نقاب عورتیں ڈالتی تھیں اور دستانے پہنتی تھیں، ورنہ مردوں کو بھی یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں،

حضرت امام بخاری نے جو فرمایا، کہ محرم سر دھو سکتا ہے، البتہ کنگھا نہیں کر سکتا، یہ درست ہے، مگر بدن کھجلا سکتا ہے، مگر اس طرح کہ بال ٹوٹنے کا اندیشہ نہ رہے، ظاہر ہے کہ بدن کے اکثر حصے پر بال نہیں، وہاں کھجلانے میں کوئی خدشہ نہیں، اور جہاں بال ہیں، وہاں احتیاط سے کھجلائے، یوں ہی جوئیں کو بدن سے جدا کر کے زمین پر پھینکنا ممنوع ہے، اس پر صدقہ واجب ہے، البتہ پھینکنے میں گناہ نہیں،

تشریح ۹۱۸ اس پر ہمارا اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتفاق ہے، حاجی احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کہتا رہے جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری مارتے ہی بند کر دے، مگر امام احمد فرماتے ہیں کہ جب تک کل کنکریاں نہ مار لے نہ بند کرے، اس حدیث

عہ مناسک باب الرکوب والارتداف فی الحج ص ۲۰۹، باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸، عہ باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹،

ت	وَقَالَ جَابِرٌ فَلَا اَرَی الْمُعَصْفَرَ طِیْبًا ۔ عہ
۲۸۶	اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں کسم سے رنگے ہوئے کپڑے کو خوشبو دار نہیں جانتا۔
ت	وَلَمْ تَرَ عَائِشَۃُ بَأْسًا بِالْحُلِیِّ وَالثَّوْبِ الْاَسْوَدِ وَالْمُوَرَّدِ وَالْخُفِّ لِلْمَرْأَۃِ ۔ عہ
۲۸۷	اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا احرام کی حالت میں عورت کو زیور اور کالا اور گلابی کپڑا اور موزہ پہننے میں حرج نہیں جانتی تھیں،
ت	وَقَالَ اِبْرَاھِیْمُ لَا بَاْسَ اَنْ یُّبَدِّلَ ثِیَابَہٗ ۔ سہ
۲۸۸	اور امام ابراہیم نخعی نے فرمایا، اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنے کپڑے تبدیل کرے۔
حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ انْطَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ بَعْدَ مَا تَرَجَّلَ وَادَّھَنَ وَلَبِسَ اِزَارَہٗ وَرِدَاءَہٗ ھُوَ وَ
۹۱۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالوں میں کنگھا کرنے اور تیل لگانے کے بعد مدینہ سے چلے، اور اپنا تہبند پہنا اور چادر اوڑھی حضور نے بھی

کے الفاظ دونوں کے محتمل ہیں۔ ہماری دلیل وہ حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں، میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بغور دیکھتا رہا، حضور مسلسل تلبیہ کہتے رہے، یہاں تک کہ جمرۃ العقبہ پر پہلی کنکری ماری۔

تشریحات ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۵ پہلی تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ بیہقی میں یہ ہے، کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کسم سے ہلکا گلابی رنگا کپڑا پہنتی تھیں،

دوسری تعلیق کو امام شافعی اور امام مسدد نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

تَلَثَّمُ، باب تفعل سے ہے اس کا مادہ لثام ہے، صرف منہ کو کپڑے سے چھپانے کو کہتے ہیں، اس طرح کہ آنکھیں اور پیشانی کھلی رہے، اصل میں تتلثم، تھا، ایک تا، کو تخفیفاً حذف کر دیا، احرام کی حالت میں عورت کو منہ چھپانا منع ہے، جیسا کہ حدیث گذر چکی ہے، حضرت ام المومنین کا کسم سے رنگا ہوا کپڑا پہننا اس بنیاد پر تھا کہ وہ کسم کو خوشبو نہیں شمار کرتی تھیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال تھا، یا اس بنا پر تھا کہ ہلکا رنگ ہونے کی وجہ سے کپڑے میں خوشبو نہیں رہتی تھی، کسم میں خوشبو ہے، اسی لیے کسم سے رنگا ہوا کپڑا احرام میں پہننا ممنوع ہے،

تشریح ۲۸۸ اسے امام ابوبکر نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا، نیز یہ بھی کہ عکرمہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تنعیم میں اپنا لباس تبدیل فرمایا۔

عہ عہ سہ مناسک باب ما یلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹، لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۱۶۵،

أَصْحَابُهُ فَلَمْ يَنْهَ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَرْدِيَةِ وَالْأُزُرِ أَنْ تُلْبَسَ إِلَّا الْمُزَعْفَرَةَ الَّتِي
اور حضور کے اصحاب نے بھی، سوائے اس زعفرانی رنگ کی چادر کے جس سے بدن رنگین ہو،
تَرْدَعُ عَلَى الْجِلْدِ فَأَصْبَحَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكِبَ رَاحِلَتَهُ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الْبَيْدَاءِ
کسی چادر اور تہبند سے منع نہیں فرمایا۔ صبح تک ذو الحلیفہ میں رہے اپنی سواری پر سوار ہوئے،
أَهَلَّ هُوَ وَأَصْحَابُهُ وَقَلَّدَ بُدْنَهُ وَذَالِكَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ فَقَدِمَ
جب بیداء پر چڑھے، تو تلبیہ پکارا، حضور نے بھی اور صحابہ نے بھی اور حضور نے اپنے اونٹ کو قلادہ پہنایا، اور
مَكَّةَ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعَى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ
چھبیس ذو قعدہ کو ہوا، اور چار ذوالحجہ کو مکہ آ گئے، بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا اور مروہ کے
وَلَمْ يَحِلَّ مِنْ أَجْلِ بُدْنِهِ لِأَنَّهُ قَلَّدَهَا ثُمَّ نَزَلَ بِأَعْلَى مَكَّةَ عِنْدَ الْحَجُوْنِ وَهُوَ مُهِلٌّ
درمیان سعی کی، اپنے اونٹ کو چونکہ قلادہ پہنایا تھا، اس لیے احرام نہیں کھولا، اس کے بعد مکے کے بالائی
بِالْحَجِّ وَلَمْ يَقْرَبِ الْكَعْبَةَ بَعْدَ طَوَافِهِ بِهَا حَتَّى رَجَعَ مِنْ عَرَفَةَ وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ
حصے میں حجون کے قریب قیام فرمایا، اور حضور حج کا احرام باندھے ہوئے تھے اور طواف کے بعد کعبے کے قریب نہیں گئے، جب عرفہ سے
يَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يُقَصِّرُوْا مِنْ رُءُوْسِهِنَّ ثُمَّ يَحِلُّوْا وَذَالِكَ لِمَنْ
واپس ہوئے تو گئے اور اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کریں، اس کے بعد اپنے سروں کے بال کتر دیں، پھر
لَمْ يَكُنْ مَعَهُ بُدْنَةٌ قَلَّدَهَا وَمَنْ كَانَتْ مَعَهُ امْرَأَتُهُ فَهِيَ لَهُ حَلَالٌ وَالطِّيْبُ وَالثِّيَابُ۔ [ع]
احرام کھول دیں مگر وہی لوگ جن کے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوں، اور جسکے ہمراہ اس کی زوجہ ہو وہ اسکے لیے حلال ہے اور خوشبو اور کپڑے بھی،

تشریحات ۹۱۹

تردع اس کے معنی ہیں، رنگ بدن کو لگے، کسی خوشبودار چیز سے رنگا ہو اکپڑا اس حالت میں کہ اس سے خوشبو کی لپٹ اٹھ رہی ہو یا وہ رنگ جسم کو رنگین کردے پہننا منع ہے، اگر اسے دھو دیں، کہ نہ خوشبو باقی رہے، نہ رنگ بدن کو رنگین کرے، تو جائز ہے، مگر زعفران کسم کا رنگ مردوں کو ممنوع ہے، اس لیے مرد احرام میں بھی نہ پہنے، عورتیں پہن سکتی ہیں،

بذی الحلیفۃ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شنبہ کو بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے نکلے تھے، رات ذوالحلیفہ میں گذاری، اور وہیں دوسرے دن احرام باندھا، اور وہاں سے چلے اس روایت میں اجمال اور اختصار ہے،

علی البیداء ابھی ابوداؤد اور شرح معانی الآثار کے حوالہ سے خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد گزرا کہ حضور

ع مناسک باب مایلبس المحرم من الثیاب ص ۲۰۹۔

حدیث ۹۲۰

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ الظُّهْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ وَسَمِعْتُهُمْ يَصْرُخُوْنَ بِهِمَا جَمِيْعًا۔ عہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں چار رکعت ظہر پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت، اور میں نے ان کو سنا کہ حج اور عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ بلند آواز سے کہتے تھے۔

حدیث ۹۲۱

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ تَلْبِيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ۔ عہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلبیہ یہ تھی، حاضر ہوں اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، حاضر ہوں، بیشک تمام حمد اور کل نعمت تیرے ہی لیے ہے، اور ملک تیرے ہی لیے ہے، تیرا کوئی شریک نہیں،

تشریحات ۹۲۰

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں احرام کے دوگانے کے بعد احرام باندھ لیا تھا،

وھو مھل بالحج تحقیق یہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، جیسا کہ علامہ عینی اور امام ابن ہمام نے بدلائل قاہرہ ثابت فرمایا ہے، اس لیے حضرت ابن عباس کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے سے فارغ ہو چکے تھے اور اب حج کا احرام باندھے ہوئے وہاں مقیم تھے،

یعنی یوں تلبیہ کہتے تھے، اللھم لبیک بحجۃ وعمرۃ الخ۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عام صحابہ نے قران کیا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ تلبیہ بلند آواز سے کہنا سنت ہے، نیز یہی ثابت ہوا کہ قران افضل ہے،

تشریحات ۹۲۱

تلبیہ، باب تفعیل کا مصدر ہے، لبیک لبیک پڑھنے کے معنی میں، جیسے ھلّل کے معنی، لاالٰہ الا اللہ پڑھا، سبّح کے معنی سبحان اللہ پڑھا، لَبَّيْكَ۔ سیبویہ نے کہا، یہ تثنیہ ہے، نون اضافت کی وجہ سے گر گیا، اور فراء نے کہا، یہ مفعول مطلق ہے، جس کے فعل کا حذف کرنا تخفیف کی بنا پر واجب ہے، اس کی اصل تھی اُلَبُّ لَبَّيْنِ لَكَ اَيْ اِلْبَابًا بَعْدَ اِلْبَابٍ، اور یہ تثنیہ اپنے حقیقی معنوں میں نہیں تکثیر اور مبالغہ پر دلالت کرنے کے لیے ہے، مطلب یہ ہوا، بار بار حاضر ہوں، اب

عہ مناسک باب رفع الصوت بالاھلال ص ۲۱۰، الجہاد باب الارتداف فی الغزو والحج ص ۴۱۹، باب الخروج بعد الظہر ص ۲۱۴، عہ مناسک باب التلبیۃ ص ۲۱۰ مسلم ابو داؤد نسائی الج،

حدیث ۹۲۲

عَنْ اَبِیْ عَطِیَّۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَيْفَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُلَبِّیْ لَبَّیْکَ اللّٰہُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ ؎

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، میں جانتی ہوں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ کیسے تلبیہ پڑھتے تھے، لبیک اللھم لبیک الخ

عرف میں کسی بلانے والے کے جواب میں بولا جاتا ہے، یعنی حاضر ہوں، حاضر ہوں،

علامہ عبدالبر نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انھیں حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لیے پکارو، عرض کیا، اے رب میری آواز پوری دنیا میں نہیں پہنچے گی، فرمایا تم پکارو اور سب تک پہنچانا میرے ذمے ہے، تو حضرت ابراہیم نے پکارا، اے لوگو! تم پر بیت عتیق کا حج فرض کیا گیا، اسے آسمان وزمین کے مابین جو بھی تھے، سب نے سنا کیا نہیں دیکھتے کہ انتہائی دور کے لوگ بھی لبیک کہتے ہیں، اسے عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی حاتم اپنی اپنی تفسیروں میں اپنی اپنی سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجاہد اور عطاء، عکرمہ اور قتادہ سے اور احمد بن منیع نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے، بطریق ابن جریج حضرت ابن عباس سے یہ بھی ہے کہ لوگوں نے اپنے آباء واجداد کی پیٹھ اور ماؤں کے پیٹ میں لبیک کہا، سب سے پہلے اہل یمن نے لبیک کہا، اس دن سے قیامت تک جو بھی حج کی سعادت حاصل کرے گا، اس نے اس دن حضرت ابراہیم کی پکار کو قبول کیا تھا،

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ عزوجل کے حکم سے پکارا تھا، تو ان کی پکار حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی منادی تھی، اس لیے حاجی لبیک اللّٰھم الخ کہتا ہے، علامہ ابن منیر نے لکھا کہ تلبیہ سے یہ اظہار مقصود ہے کہ اللہ عزوجل نے بندوں کو اپنے خصوصی کرم سے نوازا ہے کہ انھیں اپنی بارگاہ میں بلایا ہے، حجاج وفد کی صورت میں اس کی بارگاہ میں حاضر ہیں، احرام کے لیے حج یا عمرے یا دونوں کی نیت کے ساتھ ذکر الٰہی رکن ہے، خواہ لبیک کہے، خواہ الحمد للہ، سبحان اللہ، الحمد للہ خاص لبیک کے کلمات مسنون ہیں، اس میں کمی نہ کرے، زیادتی مستحسن ہے، مگر جو زیادتی ہو ان کلمات کے بعد ہو،

حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے زائد یہ کلمات منقول ہیں،

لَبَّیْکَ اللّٰہُمَّ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ فِیْ یَدَیْکَ وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْکَ وَالْعَمَلُ، امام ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ زیادتی منقول ہے، لَبَّیْکَ مَرْغُوْبًا وَمَرْھُوْبًا اِلَیْکَ وَالنَّعْمَاءُ وَالْفَضْلُ الْحَسَنُ،

تشریحات ۹۲۲

اس حدیث کے کچھ اجزا پہلے مذکور ہو چکے ہیں، یہ حدیث ہماری دلیل ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، نیز یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ احرام کے لیے خاص تلبیہ کے کلمات ضروری نہیں، تحمید، تسبیح، تکبیر بھی کافی ہے، دوسرے ابواب میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے نحر فرمایا تھا،

ع مناسک باب الاھلال ص ۲۱۰، ۱؎ فتح الباری ثالث ص ۳۲۵، ۲؎ مسلم اہل الحج باب التلبیہ وصفتہا ص ۳۷۶، ۳؎ فتح الباری ثالث ص ۳۲۵

حدیث ۹۲۳

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ مَعَہٗ بِالْمَدِیْنَۃِ الظُّھْرَ اَرْبَعًا وَّالْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ بَاتَ بِھَا حَتّٰی اَصْبَحَ ثُمَّ رَکِبَ حَتَّی اسْتَوَتْ بِہٖ عَلَی الْبَیْدَاءِ حَمِدَ اللّٰہَ وَسَبَّحَ وَکَبَّرَ ثُمَّ اَھَلَّ بِحَجٍّ وَّعُمْرَۃٍ وَّاَھَلَّ النَّاسُ بِھِمَا فَلَمَّا قَدِمْنَا اَمَرَ النَّاسَ فَحَلُّوْا حَتّٰی کَانَ یَوْمُ التَّرْوِیَۃِ اَھَلُّوْا بِالْحَجِّ قَالَ وَنَحَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَدَنَاتٍ بِیَدِہٖ قِیَامًا وَّذَبَحَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ کَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ بَعْضُھُمْ ھٰذَا عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں ظہر چار رکعت پڑھی اور ہم حضور کے ساتھ تھے، اور عصر دو رکعت ذو الحلیفہ میں پڑھی، یہیں رات بھر رہے، جب صبح ہوئی تو سوار ہوئے، جب بیداء پر چڑھے تو اللہ کی حمد کی تسبیح کی اور تکبیر پڑھی، اس کے بعد حج اور عمرے کے ساتھ لبیک پڑھا اور سب لوگوں نے دونوں کے لیے لبیک کہا، جب ہم (مکہ) آئے تو لوگوں کو حکم دیا کہ احرام کھول دیں، جب یوم ترویہ آیا تو لوگوں نے حج کا احرام باندھا، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اونٹوں کو نحر کیا اس حال میں کہ اونٹ کھڑے تھے، اور مدینے میں دو سانولے مینڈھے ذبح کیے، ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا، بعضوں نے کہا یہ ایوب نے ایک شخص سے اور اس نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ابوداؤد[1] میں ہے کہ یہ اونٹ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے، کہ پہلے مجھے نحر فرمائیں، اسی میں[1] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیس اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے، پھر مجھے حکم دیا، اور میں نے نحر کیا، محدث ابن بطال نے کہا، کہ کل ستر اونٹ تھے، ایک قول یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سو قربانی کے اونٹ لے گئے تھے، اور تریسٹھ اپنے ہاتھوں سے نحر فرمایا، اپنی عمر مبارک کی مقدار، اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اونٹ میں افضل بلکہ سنت نحر ہے اور اسے ذبح کرنا مکروہ ہے، نیز یہ بھی سنت ہے، کہ بایاں پاؤں باندھ کر کھڑا کر کے نحر کریں، اسی میں آسانی ہے،

قال بعضھم علامہ عینی نے فرمایا، ایک قول یہ ہے کہ اس بعض سے، اسماعیل بن علیہ مراد ہیں، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ حماد بن سلمہ ہوں،

عہ مناسک باب التحمید والتسبیح والتکبیر ص ۲۱۰، باب من نحر بیدہ ص ۲۳۱، باب نحر البدن قائما ص ۲۳۱، دو طریقے سے، مسلم الصلوٰۃ، ابوداؤد الحج الاضاحی، نسائی الصلوٰۃ، لہ مناسک باب الھدی اذا عطب قبل ان یبلغ محلہ ص ۲۴۵، ۲ لہ ایضاً

ت ۲۸۹

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ أَمَرَ بِرَاحِلَتِهِ فَرُحِلَتْ ثُمَّ رَكِبَ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ قَائِمًا ثُمَّ يُلَبِّي حَتَّى يَبْلُغَ الْحَرَمَ ثُمَّ يُمْسِكُ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذَا طُوًى بَاتَ بِهِ حَتَّى يُصْبِحَ فَإِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ اغْتَسَلَ وَزَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ ذَالِكَ۔ عہ

نافع نے کہا، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سواری کو تیار کرنے کا حکم دیتے۔ اور جب وہ تیار ہوتی تو اس پر سوار ہوتے، جب وہ سیدھی کھڑی ہو جاتی تو سیدھے ہو کر قبلہ کی طرف منھ کرتے پھر لبیک پڑھتے رہتے، یہاں تک کہ حرم پہنچ جاتے جب ذوطوی میں پہنچے تو بند کر دیتے یہیں رات گذارتے صبح کو نماز فجر کے بعد غسل کرتے۔ اور ابن عمر کا گمان یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔

حدیث ۹۲۴

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى مَكَّةَ ادَّهَنَ بِدُهْنٍ لَيْسَ لَهُ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ ذِي الْحُلَيْفَةِ فَيُصَلِّي ثُمَّ يَرْكَبُ فَإِذَا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَائِمَةً أَحْرَمَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔ عہ

نافع نے کہا، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مکہ جانے کا ارادہ کرتے تو بے خوشبو کا تیل لگاتے پھر مسجد ذوالحلیفہ میں آکر نماز پڑھتے۔ اس کے بعد سوار ہوتے۔ جب ان کی سواری کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھتے، پھر فرماتے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا ہے۔

تشریح ۲۸۹ اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بطریق ابو الربیع عن حماد عن ایوب ذکر کیا ہے، اور ابونعیم نے مستخرج میں بطریق عباس الدوری عن معمر موصولا روایت کیا ہے۔

قائما سے مراد یہ ہے کہ سواری پر سیدھے بیٹھ کر تلبیہ کہتے، یہ مراد نہیں کہ سواری پر کھڑے ہو کر تلبیہ پڑھتے، کیونکہ اونٹ کی پیٹھ پر چڑھنے کے بعد کھڑا ہونا دشوار ہے، اور نہ یہ کہیں مروی کہ احرام کے لیے لبیک کھڑے ہو کر کہتے۔

ثم یمسک لبیک بند کرنے سے یہ مراد نہیں کہ وہ اب تلبیہ کہنے کو ناجائز جانتے تھے، بلکہ مراد یہ ہے کہ پڑاؤ کے بعد دوسرے کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے تلبیہ موقوف کر دیتے تھے، اس لیے کہ عمرے میں تلبیہ طواف شروع کرنے کے پہلے تک کہی جائے گی، اور حج میں جمرۃ العقبہ کی رمی کے پہلے پہلے تک۔ ذوطوی باب مکہ کے پاس اس کے نیچے تنعیم کے راستے میں ایک جگہ ہے، یہاں

عہ مناسک باب الاہلال مستقبل القبلۃ ص ۲۱۰، عہ ایضاً۔

حدیث ۹۲۵

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام مجاہد نے کہا، ہم لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھے،

فَذَكَرُوا الدَّجَّالَ أَنَّهُ قَالَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

لوگوں نے دجال کا ذکر چھیڑ دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا،

لَمْ أَسْمَعْهُ وَلٰكِنَّهُ قَالَ أَمَّا مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ إِذِ انْحَدَرَ فِي الْوَادِيْ

اس پر ابن عباس نے کہا میں نے اسے نہیں سنا ہے، مگر حضور نے یہ فرمایا ہے، گویا میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں،

يُلَبِّيْ۔ عـه

جب وہ نالے میں اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں،

تشریح ۹۲۴

کچھ کنوئیں ہیں، ان سے غسل کرنا مستحب ہے،

احرام سے پہلے بدن یا بالوں میں تیل لگانا سنت ہے، اگرچہ تیل خوشبودار ہو کپڑے میں بھی خوشبو مل لیں، مگر ایسی خوشبو نہ ہو جس کا جرم باقی رہے، ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کا ارادہ فرماتے تو بہترین خوشبودار تیل لگاتے،

تشریحات ۹۲۵

تکمیل، کتاب الانبیاء میں ہے، اس کی آنکھوں کے درمیان کافر ک، ف، ر، لکھا ہوگا، اس میں اور کتاب اللباس میں یہ ہے، ہاں میں نے یہ سنا ہے، لیکن ابراہیم تو اپنے صاحب (یعنی خود حضور) کو دیکھو لیکن موسیٰ علیہ السلام تو گندم گوں گھونگھریالے بال والے انسان ہیں، جو سرخ اونٹ پر سوار ہیں جس کی نکیل درخت کے چھال کی ہے، گویا میں انھیں دیکھ رہا ہوں جب وہ نالے میں لبیک کہتے ہوئے اتر رہے ہیں، علامہ مہلّب محدث نے کہا، اس حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بعض راویوں کا وہم ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے، اب ان کے حج کرنے کا کیا سوال، یہ اصل میں عیسیٰ تھا، جسے کسی راوی نے موسیٰ سے بدل دیا، علامہ عینی نے اس کے رد میں فرمایا، کتاب الانبیا اور کتاب اللباس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے، کیا یہ بھی وہم ہے، تمام انبیائے کرام زندہ ہیں، حدیث معراج میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں، پھر حج کرنے میں کیا اشکال ہے، اس عالم میں کوئی مکلف نہیں، مگر پھر بھی انبیائے کرام اور انھیں کی طرح اولیائے عظام نماز، حج، ذکر کرتے ہیں، یہ تلذذ وامتنان ہے،

أَهَلَّ تَكَلَّمَ بِهٖ وَاسْتَهْلَلْنَا وَأَهْلَلْنَا الْهِلَالَ	أَهَلَّ کے معنی ہے کلام کیا اور اِسْتَهْلَلْنَا اور أَهْلَلْنَا الْهِلَالَ
كُلُّهُ مِنَ الظُّهُوْرِ وَاسْتَهَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ	یہ سب ظہور سے ہے، اور اِسْتَهَلَّ الْمَطَرُ کے معنی ہیں، بادل
السَّحَابِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَهُوَ مِنْ	سے بارش نکلی، اور آیہ کریمہ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ماخوذ

عـه مناسک باب التلبیۃ اذا انحدر فی الوادی ص ۲۱۰، ذکر الانبیاء باب قول اللہ عز وجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا، ص ۴۷۳، ثانی اللباس باب الجعد ص ۸۷۷، مسلم الایمان، مسند امام احمد جلد اول ص ۲۷۷، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۳۶،

اِسْتِھْلَالِ الصَّبِیِّ، ہے، پیدائش کے وقت بچہ کے رونے سے،

تشریحات

اھلال کا لفظ احادیث میں بار بار آتا ہے، حسب عادت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے لغوی معنی بیان فرما رہے ہیں، کہ اھل، استھل کا مادہ ھلال ہے، اس سے جتنے الفاظ بنتے ہیں، سب کے معنی میں ظہور ضرور ہوتا ہے، اھل بمعنی تکلم میں دل کی بات ظاہر ہوتی ہے، جب اس کا معنی تلبیہ کہنا ہوتا ہے تو احرام ظاہر ہوتا ہے، استھل المطر میں بادل سے پانی ظاہر ہوتا ہے، مَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ، میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذبح کرنے والے مشرک ہیں، استھل الصبی، نومولود بچہ رو یا، اس سے اس کا زندہ پیدا ہونا ظاہر ہوتا ہے، علامہ عینی نے فرمایا، کلمہ مِنَ الظھور، کو بعد میں ذکر کرنا مناسب تھا،

توضیح باب

یہاں باب کا عنوان ہے، حائضہ اور نفاس والی عورت کیسے احرام باندھے، بعینہٖ یہی باب ص ۴۶ پر امام بخاری قائم کر چکے ہیں، لیکن وہاں نفساء نہیں، اور باب الحج والعمرہ، زائد ہے، حاصل دونوں بابوں کا ایک ہی ہے، بتانا یہ چاہتے ہیں کہ احرام کے وقت غسل مسنون ہے، غسل سے حائضہ یا نفاس والی پاک ہوگی نہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غسل کرے گی یا نہیں، حدیث سے ثابت ہوا کہ غسل کرے گی، اس غسل سے پاک تو نہ ہوگی، مگر سنت ادا ہو جائے گی،

اس باب کے تحت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ۲۲۴ لائے ہیں، جو کتاب الحیض جلد ثانی پر درج کی جا چکی ہے، یہ حدیث امام بخاری الفاظ مختلفہ کے ساتھ بارہ جگہ لائے ہیں، جن کی تفصیل جلد ثانی ص ۲۲۹ پر کی جا چکی ہے، کتاب الحیض اور یہاں کے متن میں تھوڑا سا فرق ہے، وہاں ہے، فمنا من اھل بعمرۃ و منا من اھل بحج، ہم میں سے بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا، یہاں یہ ہے، فاھللنا بعمرۃ، ہم نے عمرے کا احرام باندھا، وہاں شرکا کے بارے میں تفصیل تھی، مگر اپنے بارے میں ابتداء میں کچھ ذکر نہیں فرمایا تھا، مگر درمیان میں ہے، لَمْ اُھْلِلْ اِلَّا بِعُمْرَۃٍ، میں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، وہاں کے سیاق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ مکہ معظمہ حاضری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے صرف عمرے کا احرام باندھا ہے اور قربانی کے جانور نہیں لایا ہے، وہ احرام کھول دے اور جو قربانی کا جانور لایا ہے وہ قربانی کرنے سے پہلے احرام نہ کھولے اور جس نے صرف حج کا احرام باندھا ہے، وہ اپنا حج ادا کرے، اور یہاں کے سیاق سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مکہ معظمہ پہنچنے سے پہلے ہی غالباً احرام باندھنے کے فوراً بعد فرمایا تھا، وہاں ارشاد کی تین شقیں ہیں، اور یہاں صرف ایک ہے، کہ جس کے ساتھ ہدی ہو وہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے، یہاں یہ زاید ہے،

قالت فطاف الذین کانوا اھلوا بالعمرۃ بالبیت وبین الصفا والمروۃ ثم حلوا ثم طافوا طوافا آخر بعد ان رجعوا من منی واما الذین جمعوا الحج والعمرۃ فانما طافوا طوافا واحدا	ام المومنین نے فرمایا، جن لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، انھوں نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کے درمیان طواف کیا اس کے بعد احرام کھول دیا، پھر منیٰ سے لوٹنے کے بعد ایک اور طواف کیا، اور جن لوگوں نے حج اور عمرے کو جمع کیا تھا، انھوں نے صرف ایک طواف کیا،

عہ مناسک باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱،

ت قَالَہٗ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، عہ

۲۹۰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ ابن عمر نے کہا۔

حدیث قَالَ جَابِرٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

۹۲۶ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کو حکم دیا کہ اپنے

عَلِیًّا اَنْ یُّقِیْمَ عَلٰی اِحْرَامِہٖ وَذَکَرَ قَوْلَ سُرَاقَۃَ، عہ

احرام پر رہیں، اور سراقہ کا قول ذکر کیا۔

تشریحات

وانا حائض۔ اس سے ان حضرات نے استدلال فرمایا ہے، جو کہتے ہیں کہ طواف صحیح ہونے کے لیے طہارت شرط ہے۔ کیوں کہ ام المومنین نے فرمایا، وانا حائض، یہ نہیں فرمایا کہ میں مسجد میں نہیں جا سکتی تھی۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ طواف صحیح ہونے کیلئے یعنی فرض اور وجوب ادا ہونے کے لیے طہارت شرط نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم میں مطلق فرمایا گیا۔ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ۔ اور بیت عتیق کا طواف کرو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ اور مطلق کی تقیید خبر واحد سے جائز نہیں۔ البتہ حدیث کی وجہ سے حکم یہ ہے کہ اگر بغیر طہارت کے طواف کرے گا تو دم واجب ہوگا۔ اگر بغیر وضو طواف کرے گا تو بکری وغیرہ۔ اور اگر حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں طواف کیا تو اونٹ اور اگر پاک ہونے تک مکہ معظمہ میں رہا تو دوبارہ طواف کرنا واجب ہے۔

الا طوافا واحدا جو لوگ کہتے ہیں کہ قارن پر صرف ایک طواف اور سعی ہے۔ ان کی دلیل یہی ہے۔ مگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حج اور عمرہ ساتھ ساتھ کیا۔ اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کی۔ اور حضرت ابن عمر سے ایسا ہی مروی ہے، اور ان دونوں نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے عمرے اور حج کے لیے دو طواف کیے، نیز حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت علی کے بارے میں یہی مروی ہے، یہی احناف کا مذہب ہے۔

تشریحات ۲۹۰ ۹۲۶

توضیح باب۔ یہاں باب یہ ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احرام کے مثل احرام باندھا، تعلیق میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ ہوا ہے کہ کچھ لوگوں نے اس طرح احرام باندھا ہے، اور اب اس طرح احرام باندھنا صحیح ہے یا نہیں، اس سے امام بخاری بالکل خاموش ہیں، احادیث جو ذکر کی ہیں، ان سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ صحیح ہے، مگر جمہور علما اور احناف کے یہاں یہ صحیح نہیں، اور یہ اس سال کے ساتھ خاص تھا۔

عہ مناسک باب من اھل کاھلال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۱، عہ ایضاً، باب عمرۃ التنعیم ص ۲۳۹ و ۲۴۰، الشرکۃ باب الاشتراک فی الھدی ص ۱۳۴۰، ثانی مغازی باب بعث علی الی الیمن ص ۶۲۴، التمنی باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ص ۱۰۷۳، مسلم نسائی الحج ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد ۳ ابع ص ۱۷۵۔

ت ۲۹۱

وَزَادَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا أَهْلَلْتَ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاهْدِ وَامْكُثْ حَرَامًا كَمَا أَنْتَ، عـه

اور محمد بن بکر نے ابن جریج سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا، (ان دعلی) سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، کاہے کا احرام باندھا ہے۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، قربانی کے جانور ساتھ رکھو اور جیسے ہو ویسے ہی احرام میں رہو،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تعلیق کو خود امام بخاری نے مغازی[1] میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت علی یمن سے حج کرنے کے لیے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا، کاہے کا احرام باندھا ہے، میرے ساتھ تمھاری اہلیہ بھی ہیں، تو عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے تو ارشاد فرمایا، احرام باقی رکھو، اس لیے کہ ہمارے ساتھ ہدی ہے،

تشریح ۹۲۶ یہ حدیث باب عمرۃ التنعیم میں مفصل یوں ہے، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا کسی کے ساتھ ہدی نہیں تھی، اور علی یمن سے آئے ان کے ساتھ ہدی تھی، علی نے کہا، میں نے اس کا احرام باندھا ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اجازت دیدی، کہ اسے عمرہ کر دیں، طواف کریں، پھر بال کتروائیں اور احرام کھول دیں مگر جس کے ساتھ ہدی ہو وہ احرام نہ کھولے، اس پر لوگوں نے کہا، ہم اس حالت میں منیٰ جائیں گے، کہ ہمارے ذکر منی سے ٹپک رہے ہوں، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ہوئی، تو فرمایا، اب جو بات ہوئی ہے، اگر پہلے سامنے آئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور نہ لاتا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا، اور عائشہ کو حیض آگیا، انھوں نے حج کے سارے ارکان ادا کیے، البتہ طواف نہیں کیا، جب وہ پاک ہوگئیں اور طواف زیارت بھی کر لیا تو عرض کیا، یا رسول اللہ سب لوگ حج اور عمرہ دونوں کر کے جارہے ہیں، اور میں صرف حج کر کے، تو عبد الرحمٰن بن ابو بکر کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ تنعیم جائیں، اب ام المومنین نے حج کے بعد ذو الحجہ میں عمرہ کیا، اور سراقہ بن مالک بن جعشم نے عقبہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس وقت ملاقات کی جب حضور رمی کر رہے تھے، اور عرض کیا، کیا یہ آپ حضرات کے لیے خاص ہے یا رسول اللہ! فرمایا، نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے،

تشریح ۲۹۱ پہلی روایت مکی بن ابراہیم، تلمیذ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج عن عطاء عن جابر کی ہے، انھیں ابن جریج ہی سے عن عطاء عن جابر جو روایت اس حدیث کی محمد بن بکر نے کی ہے، اس میں یہ سوال وجواب زائد ہے، یعنی مکی بن ابراہیم کی روایت میں اختصار ہے، اور محمد بن بکر کی روایت میں تفصیل ہے، اس تفصیل کے مطابق یہ حدیث مسند ہے، مگر امام بخاری نے جس طرح ذکر فرمایا ہے، وہ بہرحال تعلیق ہے، اسے اسماعیلی اور ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے،

عـه مناسک باب من اهل بما اهل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۱۱، [1] مغازی باب بعث علی الی الیمن۔ ص ۶۲۴

حدیث ۹۲۷

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْيَمَنِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ قَالَ بِمَا اَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْلَا اَنَّ مَعِيَ الْهَدْيَ لَاَحْلَلْتُ۔ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نے پوچھا کس کا احرام باندھا ہے، عرض کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس کا باندھا ہے، تو ارشاد فرمایا، اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا۔

حدیث ۹۲۸

عَنْ اَبِي مُوسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْمِي بِالْيَمَنِ فَجِئْتُ وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ فَقَالَ بِمَا اَهْلَلْتَ فَقُلْتُ اَهْلَلْتُ كَاِهْلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ هَدْيٍ قُلْتُ لَا فَاَمَرَنِي اَنْ اَطُوفَ بِالْبَيْتِ فَطُفْتُ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ اَمَرَنِي فَاَحْلَلْتُ فَاَتَيْتُ امْرَاَةً مِنْ قَوْمِي فَمَشَطَتْنِي

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے یمن میری قوم میں بھیجا، اس کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور حضور بطحاء میں فروکش تھے، مجھ سے فرمایا، کس کا احرام باندھا ہے، میں نے عرض کیا، جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندھا ہے، پوچھا کیا تمہارے ساتھ ہدی ہے، میں نے عرض کیا، نہیں، تو فرمایا میں بیت اللہ کا طواف کروں، میں نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ کا طواف کرلیا، پھر مجھے حکم دیا، تو میں نے احرام کھول دیا اور اپنی قوم کی ایک عورت

تشریحات ۹۲۸

وَهُوَ بِالْبَطْحَاءِ ، بارش کے پانی بہنے کا راستہ، بطحاء الوادی، نالے میں جو سنگریزے رہ جاتے ہیں، یہاں مراد وادی مُحَصَّب ہے، جسے حَصْبَہ بھی کہتے ہیں، خیف بنی کنانہ کا حصہ ہے، یہ حرم شریف سے پورب منیٰ کے راستے میں حجون جنت المعلیٰ سے پہلے اسی سے متصل دونوں پہاڑوں کے بیچ کی جگہ ہے، مسجد حرام سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔

اِلَى امْرَاَةٍ مِنْ قَوْمِي علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ خاتون ان کی بھتیجی تھیں، ایوب بن عائذ کی روایت میں، امْرَاَةٌ مِنْ قَيْسٍ، ہے، اور قیس ان کے والد کا نام ہے، مراد یہ ہے کہ قیس یعنی اپنے والد کی نسل سے کسی عورت نے ان کے بالوں میں کنگھا کیا تھا، یا دھویا تھا،

فَقَدِمَ عُمَرُ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی سال کا واقعہ ہے، حالانکہ ایسا نہیں، مسلم اور نسائی میں تفصیل ہے میں اسی

عہ مناسک باب من اھل کاھلال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مسلم، ترمذی، حج، ے اول حج باب جواز تعلیق الاحرام ص ۴۰۱، ے ثانی الحج باب التمتع ص ۱۵،

اَوْ غَسَلَتْ رَاْسِیْ. فَقَدِمَ عُمَرُ فَقَالَ اِنْ نَّاْخُذْ بِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ یَاْمُرُنَا بِالتَّمَامِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ وَاِنْ نَّاْخُذْ بِسُنَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّہٗ لَمْ یَحِلَّ حَتّٰی نَحَرَ الْھَدْیَ، عہ

کے پاس آیا۔ اس نے مجھے کنگھا کیا یا میرے سر کو دھویا، جب عمر کا زمانہ آیا اور وہ حج کے لیے آئے تو فرمایا اگر ہم کتاب اللہ کو لیں تو اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے، پورا کرنے کا۔ ارشاد ہے، حج اور عمرے کو پورا کرو۔ اور اگر ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو حضور نے جب تک قربانی نہیں کر لی تھی، احرام نہیں کھولا تھا۔

کے مطابق فتویٰ دیتا تھا، جب عمر کی خلافت کا دور آیا، تو ایک صاحب نے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، اپنا بعض فتویٰ رہنے دو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد امیر المومنین نے حج میں کیا نئی بات پیدا کی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ اے لوگو! میں نے ایک مسئلہ بتایا تھا، اب رک جاؤ، امیر المومنین تشریف لانے والے ہیں۔ وہ جو فرمائیں وہی مانا۔ جب حضرت عمر آئے تو میں نے ان سے ذکر کیا، تو فرمایا، ہم اللہ کی کتاب پر عمل کرتے ہیں، اللہ عز وجل نے ہمیں پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت اختیار کرتے ہیں، حضور نے جب تک حج نہیں کر لیا احرام نہیں کھولا۔

نسائی میں یہ زیادہ ہے، میں حضرت ابو بکر کی خلافت میں یہ فتویٰ دیتا تھا۔ کہ (ایک سال) میں موسم حج میں کھڑا تھا، کہ ایک صاحب آئے اور یہ بتایا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ امیر المومنین نے حج میں کیا نئی بات ایجاد کی ہے، خود بخاری ہی میں باب الذبح قبل الحلق، میں اختصار کے ساتھ مذکور ہے۔

اس کی توجیہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی شارحین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق توجیہیں کی ہیں، اس خادم کے نزدیک جو توجیہ سب سے قوی اور عمدہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم حج کو فسخ کر کے عمرہ کرنے سے منع فرماتے تھے، کیونکہ حج فسخ کر کے عمرے کی اجازت صرف حجۃ الوداع کے ساتھ خاص تھی، اس خصوصیت کا علم عام لوگوں کو نہیں تھا، اس لیے لوگ ان کے عہد میں بھی کیا کرتے تھے، مسلم و نسائی کی روایت کے ظاہر الفاظ اسی کو بتاتے ہیں، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

فکنت افتی الناس بذالک، میں لوگوں کو یہی بتاتا تھا،

ذالک، کا اشارہ مذکور کی جانب ہے، اور مذکور یہی ہے کہ انھوں نے حج فسخ کر کے عمرہ کیا اور احرام کھول دیا۔ اسی کو فاروق اعظم نے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کے خلاف ہے، کیونکہ ارشاد یہ ہے، وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ، اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو، یعنی جب حج کا احرام باندھ لیا ہے، تو اسے فسخ نہ کرو پورا کرو،

دوسری توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے، کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ بے اعتدالیاں ملاحظہ کیں جس کی وجہ سے

عہ المناسک باب من اھل بما اھل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۱، باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، باب الذبح قبل الحلق ص ۲۳۳، مغازی باب بعث موسیٰ الی الیمن ص ۶۲۳، باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱، مسلم، نسائی حج، مسند امام احمد اول ص ۳۹ رابع ص ۴۱۰،

ت ۲۹۲	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا اَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالُ وَذُو
	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ حج کے مہینے شوال اور ذوقعدہ اور
	الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ۔ عـہ
	دس ذوالحجہ ہیں۔

اس کو سختی سے روکا۔ جیسا کہ شعبہ ہی کی روایت دوسرے طریقے سے یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا،

کرھت ان یظلوا معرسین بھن فی الاراک ثم یروحون فی الحج یقطر رؤسھم۔ — مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ لوگ عورتوں کے ساتھ جھاڑی میں ہمبستری کریں اور پھر حج کے لیے اس حال میں چلیں کہ سر ٹپک رہے ہوں،

غالباً انھیں وجوہ کی بنا پر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمتع سے منع فرماتے تھے، علامہ نووی نے فرمایا کہ دونوں حضرات تمتع کو مکروہ تنزیہی جانتے تھے۔ مگر پھر مکروہ تنزیہی کے ارتکاب پر اتنی سختی کا مار اکرتے تھے۔ سمجھ میں نہیں آتی،

احرام معلق ان احادیث سے ثابت ہوا کہ احرام معلق اور اسی کے مثل احرام مطلق درست ہے، یعنی یوں احرام باندھنا کہ مثلاً زید نے جس کا احرام باندھا ہے۔ اسی کا میں نے بھی باندھا ہے۔ اب زید نے جس کا احرام باندھا ہوا ای کا یہ بھی پابند ہو گیا، اور اگر زید نے مطلق احرام باندھا تھا، نہ عمرے کی تعیین کی تھی نہ حج کی، تو اسے اختیار ہے کہ اس احرام کو جس کا چاہے کر دے' زید کی پابندی لازم نہیں، یہ حضرت امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب ہے، جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا، علامہ رافعی نے یہ نقل کیا کہ اس پر احرام مطلق کی بھی صورت میں زید کی پابندی لازم ہے۔ اس کے خلاف جائز نہیں، یہی احناف کا بھی مذہب ہے، اور احادیث میں جو وارد ہے، وہ اس سال کے لیے خاص تھا، ہماری اور جمہور کی دلیل یہ ہے، کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے،

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ۔ — اللہ کے لیے حج اور عمرے کو پورا کرو،

تشریحات ۲۹۲ اس اثر کو ابن جریر اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ بیان کیا ہے، نیز امام حاکم نے بھی اور یہ بھی فرمایا کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا،

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ، — حج کے چند معلوم مہینے ہیں،

یہ اثر اس کی تفسیر ہے کہ یہ چند مہینے کیا ہیں، ذوالحجہ پورا ہے یا صرف اس کے دس دن، امام اعظم، امام شافعی، امام احمد وغیرہ اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ صرف دس ذوالحجہ تک اشہر حج ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس اثر سے ثابت ہے، امام مالک وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ پورا ذوالحجہ ہے، اگرچہ حج پورے مہینے میں نہیں ہوتا، اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ جو لوگ اشہر حج میں عمرہ جائز نہیں جانتے وہ پورے ذوالحجہ کو اشہر الحج میں داخل مانتے ہیں، وہ پورے ذوالحجہ میں عمرہ کو ممنوع کہتے ہیں، ان میں سے جو لوگ دس ہی ذوالحجہ تک مانتے ہیں، وہ دس ذوالحجہ کے بعد عمرہ جائز مانتے ہیں،

عـہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ، اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ ص ۲۱۱، ـلہ مسلم اول، حج، باب جواز تعلیق الاحرام ص ۴۰۲،

ت ۲۹۳ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَا يُحْرِمَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، سنت یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں ہی

بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ، عہ

احرام باندھا جائے۔

ت ۲۹۴ وَكَرِهَ عُثْمَانُ اَنْ يُحْرِمَ مِنْ خُرَاسَانَ اَوْ كَرْمَانَ عہ

اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان یا کرمان سے احرام باندھنے کو مکروہ جانا۔

حدیث ۹۲۹ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا

قاسم بن محمد نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا، انھوں نے فرمایا، ہم

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَلَيَالِي الْحَجِّ وَحُرُمِ الْحَجِّ فَنَزَلْنَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے مہینوں، حج کے دنوں، حج کی پابندیوں کے ساتھ (مدینے سے)

بِسَرِفَ قَالَتْ فَخَرَجَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مَعَهٗ هَدْيٌ فَاَحَبَّ

نکلے، اور سرف میں ٹھہرے، یہاں پہنچ کر حضور اپنے اصحاب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا جس کے ساتھ قربانی کے جانور

امام شافعی وغیرہ اشہر الحج کا مطلب یہ بتاتے ہیں، کہ ان مہینوں سے پہلے اگر کوئی حج کا احرام باندھے تو حج صحیح نہ ہوگا، اسی وقت صحیح ہوگا، جب انھیں مہینوں میں احرام باندھے، احناف اور امام مالک، امام احمد فرماتے ہیں، کہ شوال سے پہلے بھی حج کا احرام درست ہے، اور اس احرام سے حج صحیح ہے، ان مہینوں کے حج کے لیے ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ حج قران اور تمتع صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ عمرہ بھی اشہر حج میں ہو، یعنی شوال سے پہلے نہ ادا کیے ہوں، اور اگر عمرہ پہلے ادا کر لیا تو نہ قران ہوا نہ تمتع۔

تشریحات ۲۹۳ اس اثر کو امام الائمہ ابن خزیمہ حاکم اور دارقطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے، امام حاکم نے فرمایا کہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اشہر حج سے پہلے احرام صحیح نہیں، ان کے نزدیک سنت سے مراد مشروعیت ہے، جمہور اور احناف کے نزدیک حج کا احرام ان مہینوں سے پہلے بھی درست ہے، اور سنت سے مراد اس کا معنی متعارف ہے، کہ اس میں اجر ہے، یعنی حج کا جو ثواب ہے، وہ تو بہر حال حاصل ہوگا، خواہ ان مہینوں سے پہلے احرام باندھے، مگر ان مہینوں میں باندھنے پر مزید ثواب ہے، کہ ان مہینوں میں احرام باندھنے کی سنت ادا کی۔

تشریحات ۲۹۴ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے، احمد بن سیار نے تاریخ مرو میں روایت کیا، کہ جب عبد اللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خراسان فتح کر لیا، تو اس کے شکریے میں نیشاپور سے احرام باندھ کر حج کے لیے گئے، جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ہوئے تو انھوں نے ملامت کی، یہ ملامت اس بنا پر تھی کہ اتنے دور دراز مقام سے احرام باندھ کر سفر کرنے میں بہت دشواری ہے، اور احرام کی پابندیاں نبھانا مشکل۔

عہ عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۵ ص ۲۱۱،

اَنْ یَّجْعَلَهَا عُمْرَةً فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْیُ فَلَا. قَالَتْ فَالْآخِذُ بِهَا وَالتَّارِكُ

نہ ہوں، اور وہ پسند کرتا ہے کہ اسے عمرہ کردے تو وہ ایسا کرلے اور فرمایا، جس کے ساتھ ہدی ہو وہ ایسا نہ کرے

لَهَا مِنْ اَصْحَابِهٖ قَالَتْ فَاَمَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجَالٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ

ام المومنین نے فرمایا، صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے ایسا کیا۔ اور کچھ لوگوں نے نہیں کیا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے

فَكَانُوْا اَهْلَ قُوَّةٍ وَّكَانَ مَعَهُمُ الْهَدْیُ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الْعُمْرَةِ قَالَتْ فَدَخَلَ

علیہ وسلم اور بہت سے صحابہ قوی تھے۔ اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے، یہ لوگ صرف عمرہ نہیں کر سکتے تھے۔

عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِیْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكِ يَا هَنْتَاهُ قُلْتُ

ام المومنین نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بعد میرے پاس تشریف لائے۔ اور میں رو رہی تھی تو پوچھا، اے

سَمِعْتُ قَوْلَكَ لِاَصْحَابِكَ فَمُنِعْتُ الْعُمْرَةَ قَالَ وَمَا شَاْنُكِ قُلْتُ لَا اُصَلِّیْ قَالَ فَلَا

بگلی کیوں رو رہی ہے، میں نے عرض کیا، صحابہ سے حضور نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ میں نے سنا۔ مگر میں عمرے سے روک دی گئی

يَضُرُّكِ اِنَّمَا اَنْتِ امْرَاَةٌ مِّنْ بَنَاتِ اٰدَمَ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْكِ مَا كَتَبَ عَلَيْهِنَّ فَكُوْنِیْ فِیْ

ہوں، دریافت فرمایا، کیا بات ہے، میں نے عرض کیا، میں اس حالت میں ہوں، کہ نماز نہیں پڑھتی، فرمایا، کوئی

حَجَّتِكِ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّرْزُقَكِيْهَا قَالَتْ فَخَرَجْنَا فِیْ حَجَّتِهٖ حَتّٰى قَدِمْنَا مِنًى فَطَهُرْتُ ثُمَّ

حرج نہیں، تو بھی آدم کی بیٹیوں میں سے ایک ہے، جو سب کے لیے مقدر ہے، وہ تیرے لیے بھی ہے، تم

خَرَجْتُ مِنْ مِّنًى فَاَفَضْتُ بِالْبَيْتِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ فِی النَّفْرِ الْاٰخِرِ حَتّٰى نَزَلَ

حج کرو، اللہ عزوجل جلد ہی تمھیں عمرہ بھی عطا فرمائے گا، ام المومنین نے فرمایا، ہم حضور کے ساتھ حضور کے حج میں

الْمُحَصَّبَ وَنَزَلْنَا مَعَهٗ فَدَعَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَكْرٍ فَقَالَ اخْرُجْ بِاُخْتِكَ مِنَ

نکلے، جب میں منیٰ پہنچی تو پاک ہوگئی، اور منیٰ سے آکر بیت اللہ کا طواف کیا، اس کے بعد اخیر گروہ میں منیٰ سے ہم چلے، حضور

تشریحات ۹۲۹

یہ حدیث جلد ثانی ص ۳۰۹ تا ص ۳۱۲ پر مذکور ہو چکی ہے، یہاں کچھ مزید ابحاث کے لیے ہم نے ذکر کیا ہے، جلد ثانی میں مفصل گذر چکا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تمتع کیا تھا، اس حدیث میں یہاں یہ ہے، کہ ام المومنین نے عرض کیا، فمنعت العمرۃ، میں عمرے سے معذور ہو گئی ہوں، اگر ام المومنین نے قران کیا ہوتا تو اس موقع پر عمرے کے ساتھ حج کو بھی ضرور ذکر فرماتیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی حج کا احرام نہیں باندھا تھا۔ ام المومنین کا ارشاد، فافضت بالبیت، میں منیٰ واپس ہو کر پاک ہو گئی اور منیٰ سے چل کر بیت اللہ آئی، اس کی دلیل یہ ہے، کہ حضرت ام المومنین نے طواف زیارت اپنے وقت پر کر لیا تھا، جیسا کہ مسلم میں بھی ہے۔

لہ اول الحج باب بیان وجوہ الاحرام ص ۳۸۷۔

الحرم فلتھل بعمرۃ ثم افرغا ثم ائتیا ھاھنا فانی انظرکما حتی تاتیانی قالت

محصب میں آکر اترے ہم بھی حضور کے ساتھ وہیں اترے۔ اب عبد الرحمن بن ابو بکر کو بلایا، اور فرمایا، اپنی بہن کو حرم سے

فخرجنا حتی اذا فرغت وفرغ من الطواف ثم جئتہ بسحر فقال ھل فرغتم قلت

باہر لے جاؤ تاکہ عمرے کا احرام باندھے، دونوں عمرے سے فارغ ہو کر یہاں آؤ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ ام المومنین نے

نعم فاذن بالرحیل فی اصحابہ فارتحل الناس فمر متوجھا الی المدینۃ۔ قال ابو

فرمایا، ہم گئے۔ جب میں اور وہ یعنی عبد الرحمن طواف سے فارغ ہو گئے، تو صبح کے وقت خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو پوچھا تم لوگ فارغ

عبد اللہ یضر من ضار یضیر ضیرا ویقال ضار یضور ضورا او ضر یضر ضرا عـہ

ہو گئے، میں نے عرض کیا، جی۔ تو اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان فرمایا، لوگوں نے کوچ کیا، اور مدینے کی طرف چلے،

حتی اذا فرغت وفرغ یہاں تک کہ جب میں اور عبد الرحمن طواف سے فارغ ہو گئے۔ پھر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، تم دونوں فارغ ہو گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اس وقت عمرہ کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ حج سے فراغت کے بعد ذو الحجہ میں عمرہ کرنا صحیح ہے۔

قبل حج عمرہ

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متمتع اپنے عمرے سے فارغ ہو کر حج سے پہلے مزید عمرے کر سکتا ہے یا نہیں، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے انوار البشارۃ میں فرمایا، اب یہ سب حجاج (قارن متمتع، مفرد) کوئی بھی ہو کہ منیٰ جانے کے لیے مکہ معظمہ میں آٹھویں تاریخ کا انتظار کر رہے ہیں، ایام اقامت میں جس قدر ہو سکے، نرا طواف بے اضطباع و رمل و سعی کرتے رہیں، باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہتر عبادت ہے، اور ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں دو رکعت نماز پڑھیں،

مقام اس کا مقتضی تھا کہ اگر اس وقت عمرے کی اجازت ہوتی تو اسے بھی ضرور ذکر فرماتے، جیسا کہ حج سے فراغت کے بعد خصوصی ہدایت فرمائی[۱]۔ لباب میں یہی ہے، کہ متمتع کو ان ایام میں عمرہ ممنوع ہے، اگر کرے گا، دم واجب ہوگا، مگر اسے نقل کر کے علامہ شامی منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں[۲]۔

قال شارحہ والظاھر انہ یجوز لہ الاتیان بالعمرۃ حینئذ لانہ غیر ممنوع منھا لکراھتھا فی الازمنۃ المخصوصۃ وانما کرھت العمرۃ للمکی فی اشھر الحج لان الغالب انہ یحج فیبقی	لباب کے شارح نے کہا، ظاہر یہ ہے کہ ان دنوں اسے عمرہ کرنا جائز ہے، کیونکہ عمرہ مخصوص دنوں میں ممنوع ہے، اور یہ ایام ان میں نہیں، مکی کو اشہر حج میں عمرہ اس لیے ممنوع ہے کہ غالب یہ ہے کہ وہ حج کرے گا، اگر اشہر حج میں

عـہ المناسک باب قول اللہ تعالیٰ الحج اشہر معلومات ص ۲۱۱-۲۱۲۔ مناسک باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، ثانی اضاحی باب الاضحی للمسافر والاضحیۃ ص ۸۳۲، مسلم الحج نسائی طہارت۔ ابن ماجہ مناسک۔ ۱ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۶۶۰۔ ۲ ایضاً ص ۷۰۴۔ ۳ علی ھامش البحر جلد ثانی ص ۳۵۹-۶۰۔

حدیث ۹۳۰

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ

اسود نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، انھوں نے فرمایا، ہم نبی

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرٰی اِلَّا اَنَّہُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَیْتِ فَاَمَرَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور ہم یہی جانتے تھے کہ یہ حج ہے جب مکہ آئے تو ہم لوگوں نے طواف کیا، نبی صلی اللہ تعالیٰ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَکُنْ سَاقَ الْھَدْیَ اَنْ یَّحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَّمْ یَکُنْ

علیہ وسلم نے حکم دیا، جو قربانی کا جانور ساتھ نہ لایا ہو، وہ احرام کھول دے، ایسے لوگوں نے احرام کھول دیا، ازواج مطہرات

سَاقَ الْھَدْیَ وَنِسَاءُہٗ لَمْ یَسُقْنَ فَاَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَۃُ فَحِضْتُ فَلَمْ اَطُفْ بِالْبَیْتِ

قربانی کے جانور نہیں لائی تھیں، اس لیے انھوں نے بھی احرام کھول دیا، حضرت عائشہ نے کہا مجھے حیض آگیا تھا، اس لیے میں نے

فَلَمَّا کَانَتْ لَیْلَۃُ الْحَصْبَۃِ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَۃٍ وَّحَجَّۃٍ وَّاَرْجِعُ اَنَا

بیت اللہ کا طواف نہیں کیا، جب لیلۃ الحصبہ آئی تو میں نے عرض کیا، سب لوگ حج اور عمرے کے ساتھ لوٹ رہے ہیں اور میں

بِحَجَّۃٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَیَالِیَ قَدِمْنَا مَکَّۃَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْھَبِیْ مَعَ اَخِیْکِ اِلَی التَّنْعِیْمِ

صرف حج کے ساتھ، تو فرمایا جب ہم مکہ آئے تھے، تو تم نے طواف نہیں کیا تھا، میں نے عرض کیا، نہیں، فرمایا اپنے بھائی کے ساتھ

متمتعا مسیئا، عمرہ کرے گا تو گھر جانے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا،

اور اس خادم کے نزدیک بھی یہی ظاہر ہے۔ مگر اختلاف علماء سے بچنا اولیٰ ہے، غالباً اسی وجہ سے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے سکوت فرمایا، سرف پہنچ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان مذکور فرمایا، تو بہت سے صحابہ کرام نے اس حج کے احرام کو عمرے سے بدل دیا، اس سے ایک نئی بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ عمرے کا احرام باندھ کر اسے حج سے یا حج کا باندھ کر عمرے سے بدلنا درست ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضور کے سامنے صحابہ نے ایسا کیا۔

جواب یہ ہے کہ یہ اس مبارک عہد میں صرف حجۃ الوداع کے شرکاء کے لیے خاص تھا، ابو داؤد[1]، نسائی[2]، ابن ماجہ[3] میں ہے، بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ، حج کا فسخ کرنا ہمارے ساتھ خاص ہے، یا ہمیشہ کے لیے ہے، فرمایا، صرف تم لوگوں کے لیے خاص ہے، نیز انھیں میں سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا، حج فسخ کر کے عمرہ کرنا انھیں لوگوں کے خاص تھا، جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،

---

[1] اول، مناسک، باب فسخ الحج ص ۲۵۲، [2] الحج ثانی باب اباحۃ فسخ العمرۃ ص ۲۲، [3] مناسک باب من قال کان فسخ الحج لھم خاصۃ ص ۲۲۰،

فَاَھِلِّی بِعُمْرَۃٍ ثُمَّ مَوْعِدُکِ کَذَا وَکَذَا وَقَالَتْ صَفِیَّۃُ مَا اُرَانِی اِلَّا حَابِسَتَکُمْ فَقَالَ عَقْرٰی

تنعیم جاکر عمرے کا احرام باندھو پھر فلاں فلاں جگہ ملنا، اور صفیہ نے کہا، میں اس حال میں ہوں کہ آپ لوگوں کو

حَلْقٰی اَوَمَا طُفْتِ یَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلٰی قَالَ لَا بَاْسَ اِنْفِرِیْ قَالَتْ عَائِشَۃُ فَلَقِیَنِی

روکنے والی ہوں، فرمایا عقری حلقی، کیا یوم نحر کو طواف نہیں کیا تھا، انھوں نے عرض کیا کر لیا تھا، تو فرمایا کوئی حرج نہیں کوچ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ مُصْعِدٌ مِّنْ مَّکَّۃَ وَاَنَا مُنْھَبِطَۃٌ عَلَیْھَا اَوْ اَنَا

کرو، حضرت عائشہؓ نے فرمایا، مجھ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات اس حالت میں ہوئی کہ حضور مکہ سے اوپر چڑھ

مُصْعِدَۃٌ وَھُوَ مُنْھَبِطٌ مِّنْھَا۔ عہ

رہے تھے، اور میں اتر رہی تھی یا میں چڑھ رہی تھی اور حضور اتر رہے تھے۔

توضیح باب

یہاں باب کا عنوان یہ ہے، تمتع، قران، اور تنہا حج کرنے اور جس کے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوں، ان کو حج فسخ کرنے کا بیان۔ حج کرنے کی چار صورتیں ہیں۔ اول، افراد یعنی میقات سے صرف حج کا احرام باندھا جائے، اس طرح حج کرنے والے کو مُفرِد کہتے ہیں، مُفرِد مکہ معظمہ پہنچ کر حج کے لیے طواف قدوم اور سعی کریگا، اور احرام کے ساتھ رہے گا، حتیٰ کہ دس کو رمی کرے، اس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں یا نہ ہوں، بہر صورت حکم ایک ہے۔ دوم قران یعنی میقات سے حج کے ساتھ عمرے کا بھی احرام باندھے، اس طریقے سے حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں۔ قارن مکہ معظمہ حاضر ہوکر پہلے عمرہ کرے گا، پھر حج کے لیے طواف قدوم اور سعی کرے گا۔ اس کا عمرہ ادا ہوگیا، مگر چونکہ حج باقی ہے، اس لیے یہ بھی احرام کے ساتھ رہے گا، اور ایام نحر میں قربانی کے بعد احرام سے باہر ہوگا۔ خواہ اس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں خواہ نہ ہوں۔ مُفرِد پر قربانی واجب نہیں۔ مگر قارن پر واجب ہے۔ سوم تمتع یعنی حج کے مہینوں میں میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھنا اور اسی سال حج کرنا۔ حج کے لیے آٹھویں ذوالحجہ کو حرم سے احرام باندھنا۔ ایسے حاجی کو مُتمتع کہتے ہیں، اور اگر اس کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تو عمرے سے فارغ ہوتے ہی احرام کھول دے اور آٹھ تک بے احرام کے رہے۔ آٹھ کو حج کا احرام باندھے۔ اس پر بھی قربانی واجب ہے، چہارم۔ وہ متمتع جس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں، یہ عمرے سے فارغ ہونے کے بعد بھی احرام کے ساتھ رہے گا، اور قربانی کرنے کے بعد احرام سے فارغ ہوگا۔

اس باب سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ حج کی یہ چاروں صورتیں جائز ہیں یا نہیں۔ یا کچھ جائز ہیں اور کچھ ممنوع۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنی کوئی رائے نہیں ظاہر فرمائی۔ اس کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں، ان سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ وہ ان چاروں صورتوں کو جائز مانتے ہیں۔ ان چاروں طریقوں کے جواز پر ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے۔ البتہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک قران، تمتع اور افراد سے افضل ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں ثابت فرمایا ہے، نیز اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ افراد کو دونوں سے افضل مانتے ہیں، بعض احادیث سے

عہ مناسک باب التمتع والقران والافراد ص ۲۱۲، باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت ص ۲۳۷
مسلم الحج ابوداؤد نسائی الحج، مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۲۲،

یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے افراد ہی کیا تھا، امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمتع افضل ہے، اس لیے کہ تمتع کا ذکر قرآن مجید میں ہے، ارشاد ہے،

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ تو جو شخص حج کرنے تک عمرے سے فائدہ حاصل کرے،

باب کا دوسرا جز یہ ہے، جس کے ساتھ قربانی کے جانور نہ ہوں، اس کا حج کو فسخ کرنا، یعنی حج کو عمرے سے بدلنا، یہ صرف حجۃ الوداع کے شرکاء کے لیے تھا، جیساکہ گزر چکا، اب جائز نہیں، مگر چونکہ احادیث میں اس کا ذکر ہے، تو امام بخاری نے اس کے مناسب باب قائم فرمایا ہے،

تشریحات ۹۳۰

لا نری الا انہ الحج، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالحلیفہ میں صرف حج کا احرام باندھا تھا، سرف پہنچ کر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ اسے عمرہ کر دے۔ اور طواف وسعی کے بعد احرام کھول دے، اور جس کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں وہ احرام نہ کھولے، امہات المومنین کے ساتھ قربانی کے جانور نہ تھے، اس لیے انھوں نے بھی عمرے کر لیے، اس سے ظاہر کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی عمرے کی نیت کر لی مگر حیض آجانے کی وجہ سے اسے فسخ کرنا پڑا،

جلد ثانی صفحہ ۲۲۸ پر ہم نے جو لکھا ہے، اس کا مفاد یہ ہے کہ ام المومنین نے ذوالحلیفہ ہی سے عمرے کا احرام باندھا تھا مگر جیساکہ ہم ابھی قاسم بن محمد کی روایت کے تحت بتائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سرف پہنچ کر وہ اعلان فرمایا،

اس اعلان سے پہلے سب کا احرام حج کا تھا، اس اعلان کے بعد جن کے ساتھ ہدی نہ تھی، انھوں نے عمرے کی نیت کر لی، اور ام المومنین نے بھی یہی کیا، کہ صرف عمرے کا احرام باندھا، جسے عذر کی وجہ سے ادا نہ کر پائیں اور اسے کھول کر پھر حج کا احرام باندھا، اب بھی حضرت ام المومنین متمتع ہی رہیں،

تطبیق

حضرت عروہ سے حضرت ام المومنین کی جو حدیث مروی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں، فمنا من اھل بعمرۃ و منا من اھل بحج وعمرۃ ومنا من اھل بالحج، ہم میں سے کچھ لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا، اور کچھ لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا اور کچھ لوگوں نے صرف حج کا، بعض میں ہے، فاھللنا بعمرۃ، ہم نے عمرے کا احرام باندھا، بعض میں ہے، اھللت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فکنت ممن تمتع، حجۃ الوداع میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا، میں نے تمتع کیا تھا، اور حضرت قاسم کی روایت میں ہے، لا نریٰ الا انہ الحج، ہم یہی جانتے تھے کہ یہ حج ہے، اور یہی اسود کی بھی روایت میں ہے، حضرت قاسم کی روایت میں بعد میں ہے، کہ سرف پہنچ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ ہدی نہ ہو اور وہ پسند کرے تو اسے عمرہ کر دے اور جس کے ساتھ ہدی ہو وہ نہ کرے، حضرت عروہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالحلیفہ ہی سے کچھ لوگوں نے عمرے کا بھی احرام باندھ لیا تھا، اور حضرت قاسم اور حضرت اسود کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ ذوالحلیفہ میں سب نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، سرف پہنچ کر حضور نے اسے عمرے سے بدلنے کا حکم دیا، اس تعارض کی دو توجیہ ہے، ایک یہ کہ ہوا یہی ذوالحلیفہ میں سب نے صرف حج کا احرام باندھا، اور سرف پہنچنے کے بعد حضور کے حکم سے بعد اسے کچھ لوگوں نے عمرے بدیل کر دیا، انھیں میں ام المومنین بھی تھیں، اخیر میں چونکہ کچھ لوگوں نے حج کو عمرے سے بدل دیا کچھ لوگوں نے

حدیث ۹۳۱

عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ شَھِدْتُ عُثْمَانَ وَ

علی بن حسین مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا، میں عثمان اور علی کے پاس حاضر ہوا اور

عَلِیًّا وَّ عُثْمَانُ یَنْھٰی عَنِ الْمُتْعَۃِ وَاَنْ یُّجْمَعَ بَیْنَھُمَا فَلَمَّا رَاٰی عَلِیٌّ اَھَلَّ بِھِمَا لَبَّیْكَ

عثمان متعہ سے اور حج اور عمرہ کو ایک ساتھ جمع کرنے سے منع فرماتے تھے، جب علی نے یہ دیکھا، تو دونوں کا ساتھ ساتھ

بِعُمْرَۃٍ وَّ حَجَّۃٍ قَالَ مَا کُنْتُ لِاَدَعَ سُنَّۃَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ اَحَدٍ ؏

احرام باندھا۔ اور کہا۔ لبیک بعمرۃ وحجۃ۔ اور کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کسی کے کہنے سے نہیں چھوڑوں گا۔

حج کے ساتھ عمرے کو شامل کرلیا۔ کچھ لوگوں نے حج ہی باقی رکھا۔ اور ام المومنین نے بھی عمرے سے بدل دیا تھا، تو انجام کار کی حکایت کرتے ہوئے وہ فرمایا، جو حضرت عروہ کی حدیث میں ہے۔ اس روایت میں کہیں مذکور نہیں، کہ ذوالحلیفہ ہی سے ہم نے ایسا کیا تھا، اس لیے اب یہ حضرت قاسم کی روایت کے معارض نہیں، کہ ہم جب مدینہ سے نکلے تو صرف حج جانتے تھے، دوسرے یہ کہ جب مدینے سے نکلے تھے تو صرف حج جانتے تھے۔ اور صرف حج ہی کا ارادہ تھا کیونکہ ایام جاہلیت میں اشہر حج میں عمرے کو سخت برا جانتے تھے۔ مگر جب ذوالحلیفہ پہنچے اور حضور نے وہ اعلان فرمایا تو ذوالحلیفہ ہی سے یہ حال تھا، کہ کچھ لوگوں نے حج اور عمرے دونوں کا اور کچھ لوگوں نے صرف حج کا۔ اور کچھ لوگوں نے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا، اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے، جس میں یہ مذکور ہے، کہ وادی عقیق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا، کہ فرماؤ۔ حجۃ فی عمرۃ مابہ سرف پہنچ کر فرمایا، کہ جس نے صرف حج کا احرام باندھا، اور اس کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں، وہ اسے عمرے سے بدل دے، اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ حکم صرف ان لوگوں کے لیے تھا، جنھوں نے میقات سے فقط حج کا احرام باندھا تھا، وقد بقی الخبایا فی زوایا الکلام وانی لست بصدد طول الکلام۔ والعلم بالحق عند الملک المنعام العلام جل مجدہ،

تطوفنا اس سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہیں، خود ام المومنین مراد نہیں، کیونکہ وہ حیض کی وجہ سے طواف نہیں کرسکتی تھیں، جیسا کہ آگے خود ہی فرمایا، فحضت ولم اطف بالبیت، مجھے حیض آگیا تھا اور میں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا،

الی التنعیم جو لوگ مکہ معظمہ کے باشندے ہوں یا مکہ معظمہ میں مقیم ہوں، ان کے لیے افضل یہ ہے کہ تنعیم سے عمرے کا احرام باندھیں، اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کو اس کا حکم دیا اور اس میں آسانی بھی ہے کیونکہ یہ حرم کی سب سے قریب حد ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرہ فرمایا ہے، یہاں سے کرے تو بھی بہتر ہے،

ما اری الا حابستکم حج سے فراغت کے بعد طواف وداع کرنے سے پہلے حضرت صفیہ کو حیض آگیا، اس پر انھوں نے یہ کہا، میں اس حال میں ہوں جس سے میرا گمان ہے کہ آپ حضرات کو کچھ دنوں کے لیے روک دوں گی، میں نے طواف وداع نہیں کیا ہے، تو جب تک پاک ہوکر طواف وداع نہ کرلوں گی، آپ لوگوں کو میری وجہ سے رکنا پڑے گا، دوسری روایات میں یہ ہے کہ حضور اقدس

؏ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۲، مسلم نسائی، الحج، دارمی، مناسک، مسند امام احمد اول ص ۱۲۶،

حدیث ۹۳۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَالَ كَانُوْا يَرَوْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، اہل جاہلیت یہ عقیدہ رکھتے تھے، حج کے مہینوں

اَنَّ الْعُمْرَةَ فِيْ اَشْهُرِ الْحَجِّ اَفْجَرُ الْفُجُوْرِ فِي الْاَرْضِ وَيَجْعَلُوْنَ الْمُحَرَّمَ صَفَرًا وَيَقُوْلُوْنَ

میں عمرہ زمین کی برائیوں میں سب سے بڑی برائی ہے، اور محرم کو بھی صفر بنا لیتے تھے، اور کہتے تھے، جب اونٹ کے

اِذَا بَرَأَ الدَّبَرُ وَعَفَا الْاَثَرُ وَانْسَلَخَ صَفَرٌ حَلَّتِ الْعُمْرَةُ لِمَنِ اعْتَمَرَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى

پیٹھ کا زخم اچھا ہو جائے اور نشان مٹ جائے اور صفر ختم ہو جائے تو عمرہ کرنے والے کے لیے عمرہ جائز ہو گا،

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، انک حابستنا، تو ہمیں روکنا چاہتی ہے،

اس سے ثابت ہوا کہ طواف وداع واجب ہے، اگر واجب نہ ہوتا، تو یہ گمان صحیح نہ ہوتا کہ اس طواف کے لیے رکنا پڑے گا، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور حرام قطعی میں تعارض ہو تو حرام قطعی کو ترجیح ہو گی کیونکہ جلب منافع پر دفع ضرر مقدم ہے، اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مامور و ممنوع میں اگر تعارض ہو تو ان میں جو اقوی ہو گا اسے ترجیح ہو گی۔ اور اگر مساوی ہوں تو ممنوع کو۔

تشریحات ۹۳۱

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع سے منع فرماتے تھے۔ ان کی رائے یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمتع کی اجازت اس لیے تھی، کہ ابھی اعراب کی طرف سے پورا اطمینان نہ تھا، اس کا اندیشہ تھا کہ وہ اکیلے دوکیلے یا مختصر قافلے پر حملہ نہ کر دیں، اس اندیشے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی کتنے اعراب مرتد ہو گئے، حج کے لیے بڑے بڑے قافلے چلتے ہیں، وہ بھی ایام حج میں جو اشہر حج ہیں، اس لیے حج کے سفر میں خطرات نہیں، عمرہ اگر حج کے ساتھ نہ کرتے تو اس کے لیے دوسرے دنوں میں سفر کرنا پڑتا جو خطرے سے خالی نہیں تھا۔ یہ حضرت عثمان کا اجتہاد تھا، ورنہ حقیقت میں یہ بات نہ تھی، ابن ماجہ[1] میں ہے، کہ حضرت سراقہ نے جب پوچھا کہ ہمارا متعہ یعنی تمتع اسی سال کے لیے ہے یا ہمیشہ کے لیے، تو فرمایا نہیں، بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے، نیز مسلم[2] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔

دخلت العمرۃ فی الحج مرتین لا بل لابد الابد، — حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا، عمرہ حج میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو گیا،

تشریحات ۹۳۲

المحرم صفر، اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ کبھی کبھی محرم کے بجائے صفر کو شہر حرام کر دیتے، چونکہ ان کی عام گزر بسر لوٹ مار پر تھی، اس لیے انھیں یہ گراں گزرتا کہ مسلسل تین مہینے بیٹھے رہیں، اسی کو قرآن مجید نے، نسیئ، کہا ہے، ارشاد ہے، اِنَّمَا النَّسِيْءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ، نسی کفر میں زیادتی ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جیسے ہندوستان کے جیوتشی ہر تین سال کے بعد لوند لگاتے ہیں، اسی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی ہر چوتھے سال تیرہ مہینے کا کر دیتے تھے، اور اس زائد مہینے کا نام صفر الثانی رکھتے تھے، یہی نسیئ تھی، اس کی وجہ سے قمری اور شمسی سال میں تطابق ہو جاتا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ قمری سال ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے، اور شمسی سال تقریباً ۳۶۵ دن کا، ہر سال قمری مہینے میں دس دن

[1] مناسک باب التمتع بالعمرۃ بالحج ص ۲۲۰۔ [2] الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۶۔

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ صبیحۃ رابعۃ مھلین بالحج فامرھم ان یجعلوھا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ چار ذوالحجہ کی صبح کو مکہ معظمہ حج کا احرام باندھے ہوئے آئے تو حضور نے صحابہ کو حکم دیا کہ اسے

عمرۃ فتعاظم ذالک عندھم فقالوا یارسول اللہ ای الحل قال حل کلہ۔ عہ

عمرہ کر دیں، یہ ان لوگوں پر گراں گزرا۔ اور کہا یا رسول اللہ! کتنی چیزیں حلال ہیں، فرمایا سبھی چیزیں حلال ہیں،

تقریباً گھٹتا ہے، تین سال میں ایک مہینہ کم ہو جاتا ہے، چوتھا سال جب تیرہ مہینے کا کر دیا جائے گا تو دونوں سال مطابق ہو جاتے ہیں، مثلاً قمری ۱۴۰۷ھ کے شعبان اور ۱۹۸۷ء کے اپریل کی پہلی تاریخ ایک ہی دن بروز چہارشنبہ تھی، اور ۱۴۰۸ھ کے شعبان کی پہلی تاریخ دس دن پہلے ۲۱ مارچ ۱۹۸۸ء کو ہوئی اور امسال پہلی شعبان دس مارچ کو ہے، اور سال آئندہ ۱۴۱۰ھ کی پہلی شعبان ۲۸ یا ۲۷ فروری کو ہو گی، یہ تین سال ہوئے، ان تین سالوں میں قمری سال شمسی سال سے ایک ماہ گھٹ جائے گا، اب اگر کسی قمری مہینے کو مثلاً شعبان کو دو کر دیا جائے تو پھر پہلی شعبان پہلی اپریل کو پڑ جائے گی، اور دونوں میں تطابق ہو جائے گا، بعض علما نے کہا کہ زمانۂ جاہلیت میں جو نسیئی رائج تھی، وہ یہی تھی، جیسے ہندوستان میں لوند ہے، واللہ تعالیٰ اعلم،

نسیئی کا ضرر

چونکہ پورے عرب کا دستور تھا کہ شہر حرام میں لڑائی اور غارت گری بند رکھتے، شہر حرام میں لڑائی غارت گری سخت معیوب تھی، یہاں تک کہ جب حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واقعہ نخلہ میں قریش کے قافلے پر حملہ کر کے ان کے اموال کو غنیمت بنایا اور عمرو بن حضرمی کو قتل اور مغیرہ کے پوتے عثمان و نوفل کو گرفتار کر لیا، چونکہ یہ واقعہ ۳ رجب ۲ھ کو ہوا تھا، اس سال ۲۹ کی رویت ہو گئی تھی، جس کا علم حضرت عبد اللہ بن جحش کو نہیں تھا، رجب شہر حرام میں سے ہے، تو قریش نے آسمان سر پر اٹھا لیا، کہ شہر حرام کی بے حرمتی کی، قریش تو قریش مدینہ طیبہ میں مسلمانوں نے حضرت عبد اللہ بن جحش سے کہا تم نے شہر حرام میں لڑائی کی، اس کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل۔ (البقرہ ۲۱۷)	تم سے شہر حرام میں لڑائی کے بارے میں لوگ پوچھتے ہیں، فرما دو، اس میں لڑائی بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ اور مسجد حرام سے روکنا ہے اور اللہ کے ساتھ کفر ہے، (مگر) مسجد حرام کے باشندوں کو مسجد حرام سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے، اور فتنہ قتل سے بڑا ہے،

ایام حج میں ذوقعدہ، ذوالحجہ، محرم تین مہینے، شہر حرام پڑتے تھے، پورا عرب ان تین مہینوں میں بے خوف ہو کر اطمینان سے گھروں میں رہتا، اگر کہیں آنا جانا ہوتا تو جاتا آتا، لیکن ان غارت گری کے خوگروں کو مسلسل تین مہینے بجنت بیٹھے رہنا گراں گزرتا

عہ مناسک باب الاقران والتمتع والافراد ص ۲۱۲، ایام الجاھلیۃ ص ۵۴۰، مسلم، نسائی الحج، ابوداؤد مناسک، مسند امام احمد اول ص ۲۵۲، ۔ طبری ص ۱۲۷۵،

حدیث ۹۳۳

عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّھَا قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا شَانُ

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کیا، یا رسول اللہ آپ کی بات ہے کہ لوگوں نے عمرہ

النَّاسِ حَلُّوْا الْعُمْرَۃِ وَلَمْ تَحْلِلْ اَنْتَ مِنْ عُمْرَتِکَ قَالَ اِنِّیْ لَبَّدْتُ رَاسِیْ وَقَلَّدْتُ

کرکے احرام کھول دیا اور حضور نے اپنے عمرے کا احرام نہیں کھولا، فرمایا، میں نے اپنے بال جمالیے ہیں، اور قربانی کے جانوروں کے

ھَدْیِیْ فَلَا اَحِلُّ حَتّٰی اَنْحَرَ۔ عـہ

گلے میں پٹہ ڈال دیا ہے، اس لیے میں جب تک قربانی نہ کرلوں گا، احرام نہیں کھولوں گا۔

توجب جی میں آتا محرم کے بجائے صفر کو شہر حرام کر دیتے۔ اور محرم میں غارت گری کرنے لگتے، ایسا بھی ہوتا کہ بہت سے لوگوں کو نسیئی کی اطلاع نہ ہوتی اور وہ حفاظتی اقدام کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے غافل رہتے اور غارت گری کا نشانہ بنتے۔ بہت سے لوگ پہلے سے پروگرام بنائے رہتے کہ محرم میں فلاں جگہ جائیں گے، یا کہیں جائیں گے تو محرم میں واپسی کا ارادہ رکھتے، یہ لوگ ان غارتگروں کی زد میں آجاتے۔ اس لیے قرآن مجید نے بہت سختی کے ساتھ نسیئی کی تردید فرمائی، اور اسے کفر میں زیادتی اور گمراہ گردی ٹھہرائی۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو، باب عمرۃ التنعیم، میں مفصل مذکور ہے، اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا، کیونکہ اس میں یہ ارشاد مذکور ہے، لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اھدیت ولو لا معی الھدی لاحللت، جو بات بعد میں میرے سامنے آئی، اگر پہلے آئی ہوتی تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور احرام کھول دیتا۔ اس ارشاد سے یہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پہنچ کر جو طواف اور سعی کی تھی، وہ عمرے کی کی تھی، حج کی نہ تھی، ورنہ احرام کھولنا کیسے درست ہوتا، اسے لازم کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے قبل عمرے کی نیت کرلی تھی، اور تمام روایتیں اس پر متفق کہ ذوالحلیفہ میں حج کا احرام ضرور باندھا تھا، نیز اس سے بھی ظاہر کہ کسی روایت میں یہ مذکور نہیں کہ منیٰ جانے سے پہلے حج کا احرام باندھا ہو، حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں مذکور ہے کہ فرشتے نے وادی عقیق میں آکر یہ عرض کیا، قل عمرۃ فی حجۃ، سے قطعی طور پر ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ ہی میں عمرے اور حج دونوں کا احرام باندھا تھا، یہی قران ہے، اور صحابہ کرام کو عمرہ کرکے فراغت کا جو حکم دیا تھا۔ اس سے ظاہر کہ عامۂ صحابۂ کرام نے تمتع کیا تھا، اور فراغت کا حکم اصلاح کے قصد سے تھا کہ زمانۂ جاہلیت کا جو اعتقاد تھا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا بدترین برائی ہے، اس کا خوب واضح طور پر ازالہ ہو جائے۔

صبیحۃ رابعۃ یہ مکہ معظمہ پہنچنے کی تاریخ ہے، ابن سعد نے اپنے طبقات میں اور امام حاکم نے اکلیل میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنیچر کے دن جب کہ ذوالحجہ میں پانچ دن رہ گیا تھا، مدینے سے حج کے لیے نکلے، امام واقدی نے فرمایا کہ اتوار کی صبح کو مکہ

عـہ مناسک باب التمتع والقران ص ۲۱۳، باب فتل القلائد للبدن والبقر ص ۲۳۰، باب من لبد راسہ عند الاحرام ص ۲۳۳، ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص ۶۳۱ لباس باب التلبید ص ۸۷۷، مسلم حج، ابوداؤد مناسک نسائی مناسک ابن ماجہ مناسک، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۸۳۔

حدیث ۹۳۴

حَدَّثَنَا اَبُوْ جَمْرَۃَ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ الضُّبَعِیُّ قَالَ تَمَتَّعْتُ فَنَهَانِیْ

ابو جمرہ نصر بن عمران ضبعی نے کہا، میں نے تمتع کیا، تو کچھ لوگوں نے منع کیا، اب میں نے ابن عباس سے پوچھا

نَاسٌ فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَأَمَرَنِیْ فَرَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَأَنَّ رَجُلاً یَقُوْلُ لِیْ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ

تو مجھے حکم دیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک شخص کہہ رہا ہے، حج مبرور اور عمرہ مقبول۔ میں نے ابن عباس کو یہ بتایا تو فرمایا،

وَعُمْرَۃٌ مُتَقَبَّلَۃٌ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ سُنَّۃُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت، پھر فرمایا، میرے یہاں رک، میں اپنے مال میں سے ایک حصہ دوں گا، شعبہ

ثُمَّ قَالَ لِیْ أَقِمْ عِنْدِیْ وَأَجْعَلُ لَکَ سَهْمًا مِنْ مَالِیْ قَالَ شُعْبَۃُ فَقُلْتُ لِمَ قَالَ

نے پوچھا یہ نوازش کس بنا پر تھی، تو بتایا

لِلرُّؤْیَا الَّتِیْ رَأَیْتُ، عہ

اس خواب کی وجہ سے،

پہنچے۔ اتنی بات طے ہے کہ اس سال یکم ذوالحجہ جمعرات کو ہوئی، تو لامحالہ رویت چہارشنبہ کو ہوئی، اب اگر یہ رویت تیس کی تھی، تو اس سنیچر کو ۲۶ ذوقعدہ تھی۔ اور اگر رویت ۲۹ کی تھی تو ۲۵ ذوقعدہ،

ضروری تصحیح　نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۴۶۵ پر اس سال کے ذوالحجہ کی رویت کا دن دوشنبہ چھپ گیا ہے، صحیح چہارشنبہ ہے۔

تشریحات ۹۳۴　باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج، میں یہ حدیث یوں ہے، ابوجمرہ نے کہا، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمتع کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور ہدی کے بارے میں پوچھا، تو فرمایا، اس میں اونٹ ہے یا گائے ہے، یا بکری ہے یا شرکت ہے، (یعنی اونٹ اور گائے میں سات آدمی قربانی کر سکتے ہیں) ابوجمرہ نے کہا، گویا کچھ لوگوں نے اسے ناپسند کیا، تو میں سویا، الحدیث۔

مسند امام احمد اور مسلم میں ہے، کہ میں بیت اللہ کے پاس گیا تو سو گیا، اور ایک آنے والے نے کہا، عمرہ مقبول اور حج مبرور ہے، اس کے بعد حضرت ابن عباس کے پاس حاضر ہوا تو جو کچھ دیکھا تھا بتایا، تو حضرت ابن عباس نے اللہ اکبر، اللہ اکبر، ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت،

یہ واقعہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کا ہے، جیسا کہ امام مسلم نے ان سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے، ابن ابی حاتم نے ذکر کیا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمتع جائز نہیں جانتے تھے، صرف محصر کے لیے جائز جانتے تھے اور یہی تابعین میں علقمہ اور ابراہیم نخعی کا بھی مذہب ہے، جمہور امت کا مذہب یہ ہے کہ محصر اور غیر محصر سب کے لیے جائز ہے، اور

عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۸، مسلم حج، مسند امام احمد جلد اول ص ۲۴۱،

حدیث ۹۳۵ حدثنا ابو شہاب قال قدمت متمتعا مکۃ بعمرۃ

ابو شہاب نے کہا، میں تمتع کا احرام باندھ کر مکہ آیا، اور ہم ترویہ (آٹھویں ذوالحجہ)

فدخلنا قبل الترویۃ بثلثۃ ایام فقال لی اناس من اھل مکۃ تصیر الآن

سے تین دن قبل مکہ پہنچ گئے، تو مکہ کے کچھ لوگوں نے کہا، اب تمہارا حج مکی ہوگا، اب میں امام

حجتک مکیۃ فدخلت علی عطاء استفتیہ فقال حدثنی جابر بن عبد اللہ رضی

عطا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے فتوی پوچھوں، تو انھوں نے کہا، مجھ سے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی

اللہ تعالی عنھما انہ حج مع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوم ساق البدن معہ

اللہ تعالی عنہما نے حدیث بیان کی کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ اس دن حج کیا، جب قربانی

وقد اھلوا بالحج مفردا فقال لھم احلوا من احرامکم بطواف البیت وبین الصفا

کے جانور ہانک کر لائے تھے، اور لوگوں نے تنہا حج کا احرام باندھا تھا، ان سے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے

والمروۃ وقصروا ثم اقیموا حلالا حتی اذا کان یوم الترویۃ فاھلوا بالحج واجعلوا

فرمایا، بیت اللہ اور صفا اور مروہ کا طواف کر کے احرام سے باہر آجاؤ اور بال ترشوالو، اس کے بعد بغیر احرام کے

التی قدمتم بھا متعۃ فقالوا کیف نجعلھا متعۃ وقد سمینا الحج فقال افعلوا ما

ٹھہرے رہو، جب یوم الترویہ آجائے تو تم لوگ حج کا احرام باندھو، اور جو پہلے کر چکے ہو اسے تمتع بنالو، اس پر لوگوں نے

امرتکم فلولا انی سقت الھدی لفعلت مثل الذی امرتکم ولکن لا یحل منی حرام

عرض کیا اسے کیسے تمتع بنالیں اور ہم نے حج کا نام لیا ہے تو ارشاد فرمایا جو میں حکم دیتا ہوں کرو، اگر میں نے قربانی کا جانور نہ ہانکا

ہمارا مذہب یہ ہے کہ افراد سے تمتع افضل ہے۔

تشریحات ۹۳۵ یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی اس طویل حدیث کے چند اجزا ہیں، جسے امام مسلم[1] نے اپنی صحیح میں بہت تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جو صفحہ ۳۹۴ لغایت صفحہ ۴۰۰ پر پھیلی ہے، یہ حدیث پوری تفصیل کے ساتھ امام مسلم کے افراد میں سے ہے، یعنی اسے صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کے اہم مضامین کو متفرق طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے روایت کیا، اس حدیث میں خاص بات یہ ہے کہ متمتع کو عمرے سے فارغ ہونے کے بعد بال ترشوانے کا حکم دیا، اس میں دو فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ وہ بال جس نے انسان کے سر کی حفاظت کی اسے آرام پہنچایا، حج سے محروم نہ رہے، دوسرے حج کے احرام میں ان بالوں کی وجہ سے دھوپ کی تمازت سے کچھ بچاؤ رہے گا۔

[1] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ص ۳۹۴۔

حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ فَفَعَلُوْا، قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ اَبُوْشِھَابٍ لَیْسَ

ہوتا تو وہی کرتا جس کا تم کو حکم دیا ہے، لیکن ممنوعات احرام میرے لیے حلال نہیں. جب تک قربانی کے جانور اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائیں.

لَہٗ مُسْنَدٌ اِلَّا ھٰذَا، عہ

اب لوگوں نے یہی کیا. ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا، اس حدیث کے علاوہ ابو شہاب کی اور کوئی مسند نہیں،

حدیث ۹۳۶ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ قَالَ اخْتَلَفَ عَلِیٌّ وَّ عُثْمَانُ وَھُمَا بِعُسْفَانَ

سعید بن مسیب نے کہا، حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما عسفان میں تھے. یہیں دونوں نے

فِی الْمُتْعَۃِ فَقَالَ عَلِیٌّ مَا تُرِیْدُ اِلٰی اَنْ تَنْھٰی عَنْ اَمْرٍ فَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

تمتع کے بارے میں اختلاف کیا، حضرت علی نے ان سے کہا. کیا ارادہ ہے؟ کب تک اس کام سے منع کرو گے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَسَلَّمَ فَقَالَ عُثْمَانُ دَعْنِیْ عَنْکَ قَالَ فَلَمَّا رَاٰی ذٰلِکَ عَلِیٌّ اَھَلَّ بِھِمَا جَمِیْعًا، عہ

علیہ وسلم نے کیا ہے، تو حضرت عثمان نے کہا، مجھے چھوڑ دو. جب حضرت علی نے یہ دیکھا. تو حج اور عمرہ دونوں کی تلبیہ کہی ،

تشریحات ۹۳۶

عُسفان مکہ معظمہ کے قریب چھتیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے. اس حدیث میں متعہ سے مراد قران ہے، جس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل دلیل ہے. کہ انھوں نے حج اور عمرے دونوں کے ساتھ تلبیہ کہی. فقہی تمتع میں پہلے صرف عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے. اور صرف اسی کے لیے لبیک کہا جاتا ہے حج اور عمرہ دونوں کا نہیں. اس عہد میں لغوی معنی کا لحاظ کرتے ہوئے قران پر تمتع کا اطلاق کر دیتے تھے، تمتع کے معنی فائدہ حاصل کرنا ہے، چونکہ ایک ہی سفر میں ساتھ ساتھ دونوں ادا کرکے دو سفر کی صعوبت اٹھانے سے بچ جاتے ہیں. اس لیے قران کو بھی تمتع کہدیا کرتے تھے، یہ حدیث بھی ہماری دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا.

احادیث حج میں تطبیق

حجۃ الوداع کی احادیث ان صحابۂ کرام سے مروی ہیں، حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت سعید بن وقاص. حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبد اللہ، ام المومنین حضرت عائشہ. ام المومنین حضرت حفصہ. حضرت ابن عباس، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت اسماء بنت الصدیق، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضرت برا ابن عازب، حضرت بلال بن حارث، حضرت ابو ذر. حضرت مطلب بن ابی وداعہ. ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت ضباعہ بنت عبد المطلب، حضرت ابو ہریرہ، حضرت اسامہ. حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت سہل بن سعد ساعدی، حضرت ابو الفضل. عامر بن واثلہ. حضرت زید بن خالد جہنی، حضرت سائب بن خلاد. حضرت یعلیٰ بن امیہ، حضرت سراقہ بن جعشم. حضرت ام ولد شیبہ ایک صحابیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳. عہ مناسک باب التمتع والاقران ص ۲۱۳، مسلم اول الحج باب جواز التمتع ص ۴۰۲،

مگران میں تقریباً دس صحابہ کرام نے یہ تفصیل کہ یہ افراد تھا یا تمتع یا قران بیان فرمایا، اور یہ روایتیں بظاہر متعارض ہیں کسی میں افراد ہے، کسی میں تمتع کسی میں قران، ان سب پر سیر حاصل بحث امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمائی ہے۔ اور نا قابل انکار دلائل سے ثابت فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران فرمایا تھا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چونکہ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا، اس لیے ابتداء میں لبیک بالحج والعمرہ فرمایا، ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ درخت ذوالحلیفہ کے پاس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی کے بیٹھنے کے نشان کے قریب تھا۔ جب وہ حضور کو لے کر کھڑی ہوگئی، تو حضور نے لبیک بحجۃ وعمرۃ کہا، مگر کبھی صرف لبیک بعمرۃ کہا، کبھی فقط لبیک بحجۃ کہا، جیساکہ قارن کو اجازت ہے، بزار بالبزار کا مجمع تھا،

مسلم[۱] میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آگے پیچھے، دائیں بائیں جدھر بھی نظر کرتا تھا، حد نظر تک سوار اور پیادے ہی نظر آتے تھے، انسانوں کے اس ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں جس نے جو سنا روایت کر دیا، اس کے باوجود جس نے افراد یا تمتع کی روایت کی ہے، وہ بھی اخیر میں جاکر قران ہی کی طرف لوٹ آتی ہیں، اس لیے کہ یہ قطعی ہے، اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عمرہ بھی کیا اور حج بھی۔ اور سب روایتیں اس پر متفق ہیں کہ احرام صرف ایک بار ذوالحلیفہ میں باندھا تھا، اور حج سے فراغت سے پہلے احرام نہیں کھولا۔ حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے۔ ایک حدیبیہ کے سال۔ دوسرا عمرۃ القضا، تیسرا جعرانہ سے، چوتھا حج کے ساتھ[۲]۔ نیز حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک عمرہ حج میں قیامت تک کے لیے داخل ہوگیا[۳]۔ اس ارشاد کے بعد کس کی سمجھ میں بات آسکتی ہے کہ پھر حضور نے خود عمرہ نہ کیا ہوگا۔ خصوصاً اس صورت میں کہ زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد کو ختم کرنا تھا، کہ اشہر حج میں عمرہ بدترین برائی ہے، مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا۔ جب بیداء پر چڑھے تو فرمایا۔ میں نے حج کو عمرے کے ساتھ واجب کر دیا[۵]۔

اسی سے ان روایات کی تشریح ہو جاتی ہے، جن میں یہ ہے کہ صرف حج کا احرام باندھا تھا، حضرت انس کا حال یہ تھا کہ ایک بار ان سے بکیر نے کہا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ تو حضرت انس نے فرمایا، مجھ کو تم لوگ بچے جانتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔ لبیک بعمرۃ وحجۃ[۶]۔

قارن پر دو طواف ہیں

احناف کے یہاں قارن پر دو طواف ہیں اور دو سعی، ایک عمرے کی اور ایک حج کی، عام احادیث میں اس کی تفصیل نہیں، صحابہ کرام نے جستہ جستہ واقعات کو اپنی اپنی روایات میں بیان فرمایا ہے، اس سلسلے میں سب سے مفصل اور طویل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح باب حجۃ النبی صلی اللہ

---

[۱] مناسک باب الاحرام ص ۲۱۵ [۲] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۹۵، [۳] بخاری اول العمرۃ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۳۹، مسلم اول مناسک باب عدد عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹، ابن ماجہ باب کم اعتمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۲۲، [۴] بخاری مناسک باب التمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۰، [۵] مسلم اول مناسک باب بیان القارن لا تحلل الخ ص ۴۰۴، [۶] ایضاً باب فی الافراد والقران ص ۴۰۵، [۷] اول الحج ص ۲۹۵

تعالیٰ علیہ وسلم میں ذکر فرمایاہے، مگر اس میں بھی بہت سی تفصیلات رہ گئی ہیں، اسی وجہ سے یہ اختلاف پیدا ہوگیا کہ قارن پر دو طواف اور سعی ہے یا ایک ہی کافی ہے۔ اسلام کا پہلا حج ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانوں کا ہجوم عام نیا ولولہ، نیا جوش، جذبات کا تلاطم، اور سب کے مرکز عقیدت ایک ذات قدسی صفات، کس کو اس کے دربار عام میں باریابی کی آرزو نہ ہوگی، کون ایسا ہوگا جو اس کا کوشاں نہ ہوگا، عالم تصور میں دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر گرے پڑ رہے ہیں۔ اس عالم میں اس کی کہاں گنجائش کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال پر کوئی صاحب نظر رکھیں اور محفوظ کریں۔ جس نے جو دیکھا بیان کیا، اسی لیے اس سلسلے میں جس صحابی نے جو زائد بات کہی وہ مقبول ہے۔ نسائی[۱] میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

ان الناس غشوہ ، لوگوں نے حضور کو گھیر لیا تھا۔

جہاں عام روایتوں میں یہ ہے کہ صرف ایک طواف کیا وہیں دوسری احادیث ہیں عمرہ اور حج دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی مذکور ہے۔

امام نسائی[۲] نے اپنی سنن کبریٰ میں، ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے روایت کی، کہ میں نے اپنے باپ محمد بن حنفیہ کے ساتھ حج کیا۔ تو انھوں نے حج اور عمرہ جمع کیا، اور دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کی۔ اور مجھ سے حدیث بیان کی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اس حدیث کے ایک راوی حماد بن عبدالرحمٰن انصاری کو ازدی نے اگرچہ ضعیف کہاہے۔ مگر ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیاہے۔ اس لیے یہ حدیث حسن ضرور ہوئی۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں بطریق سیدنا امام اعظم، سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا، جب حج اور عمرے کا ساتھ ساتھ احرام باندھو، تو ان دونوں کے لیے دو طواف اور صفا و مروہ کے مابین دو سعی کرو۔

راوی حدیث منصور نے کہا، میں نے مجاہد سے ملاقات کی، وہ قارن کے لیے ایک ہی طواف کا فتویٰ دیتے تھے، میں نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو فرمایا، اگر میں نے یہ سنا ہوتا تو دو ہی طواف کا فتویٰ دیتا، اس کے بعد دو ہی طواف کا فتویٰ دونگا۔

نیز حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دارقطنی نے روایت کیا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو طواف فرمایا اور دو سعی کی، نیز امام مذہب امام اعظم نے حماد بن ابو سلیمان عن ابراہیم عن الصبی بن معبد روایت فرمایا، صبی بن معبد نے کہا، میں جزیرے سے قران کرکے چلا، سلمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے قریب سے گذرا، یہ عذیب میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، انھوں نے سنا کہ میں لبیک بحجۃ وعمرۃ معا کہتا ہوں، تو ایک نے کہا، یہ اپنے اونٹ سے بھی زیادہ بے راہ رو ہے، دوسرے نے کہا، فلاں فلاں سے بھی زیادہ، میں گزر گیا اور جب حج ادا کر چکا، تو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو میں نے سارا قصہ سنایا، انھوں نے دریافت فرمایا، پھر تو نے کیا کیا، میں نے عرض کیا، میں نے اپنے عمرے کے لیے ایک طواف اور ایک سعی کی، پھر لوٹ کر میں نے اپنے حج کے لیے ایسا ہی کیا اور احرام کی حالت میں رہا، اور حاجی جو کچھ کرتے ہیں میں نے بھی کیا، یہاں تک کہ حج کا آخری رکن بھی ادا کیا، یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تو نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی ہدایت پائی۔

---

[۱] ثانی الحج باب الطواف بین الصفا والمروۃ علی الراحلۃ ص ۱۴۱۔ [۲] یہ سب احادیث فتح القدیر باب القران سے لی گئی ہیں۔

حدیث ۹۳۷

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ تَمَتَّعْنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ قَالَ رَجُلٌ بِرَاْيِهٖ مَا شَاءَ۔ عہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تمتع کیا، اور قرآن نازل ہوا، (لیکن اب) ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

علاوہ ازیں امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں زیاد بن مالک سے روایت کیا، کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قارن کے بارے میں فرمایا، دو طواف اور دو سعی کرے گا، یہ اگرچہ ان حضرات کا ارشاد ہے۔ مگر اس کا تعلق عبادت سے ہے۔ جو شارع علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنے بغیر عقل سے نہیں مانا جاسکتا۔ اس لیے کہ یہ حکم میں مرفوع کے ہے، اب جب کہ ایک نہیں تین تین صحابہ کرام سے یہ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو طواف اور دو سعی کی، وہ بھی حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی مرتضیٰ اسد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے اخص الخواص سے تو اسے ان احادیث پر ترجیح ہوگی جن میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک طواف کیا، کیونکہ اس کا امکان ہے کہ اس انبوہ کثیر میں انھیں معلوم نہ ہو سکا ہو اور ان حضرات کے علم میں یہ بات آئی اس لیے اسے روایت کیا۔

تشریحات ۹۳۷ تمتعنا۔ اس میں دونوں احتمال ہیں کہ تمتع سے مراد فقہ کا مصطلح ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد قران ہو۔ دوسرے پر قرینہ یہ ہے کہ مسلم میں انھیں سے اسی حدیث کی روایتیں بطریق عبید اللہ بن معاذ اور محمد بن مثنیٰ اور اسحٰق بن ابراہیم آئی ہیں، ان میں یہ ہے۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع بین حج وعمرۃ۔ — رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج اور عمرے کو جمع فرمایا۔

یہ اپنے ظاہر مفہوم کے اعتبار سے قران پر دلالت کرتا ہے، اس تقدیر پر اس رجل سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونگے اور پہلی تقدیر پر رجل سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ وہ بھی اس تقدیر پر کہ ان کی ممانعت کی توجیہ وہ ہو جو ہم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے تحت ذکر کی ہے۔

تشریحات ۹۳۸ من قلد الھدی۔ ھدی۔ اس جانور کو کہتے ہیں، جو حرم میں قربانی کرنے کے لیے لے جائیں، یہ مندرجہ ذیل مخصوص جانور ہیں، اونٹ جو پانچ سال سے کم کا نہ ہو، گائے بھینس جو دو سال سے کم کے نہ ہوں۔ بھیڑ، بکری، دنبہ جو سال بھر سے کم کے نہ ہوں، البتہ بھیڑ اور دنبے کا وہ بچہ جو چھ مہینے کا ہو۔ مگر سال بھر والوں میں مل جائے وہ ہدی ہوسکتا ہے۔ مسنون یہ ہے کہ ہدی کے گلے میں رسی وغیرہ بٹ کر ہار ڈال دیا جائے تاکہ یہ شناخت رہے کہ یہ جانور ہدی ہیں، یہ بھی سنت ہے کہ اس جانور کے کوہان میں داہنے یا بائیں جانب اتنا ہلکا شگاف کردے جو گوشت تک نہ پہنچے۔

اگر احرام کی نیت کے ساتھ جانور ساتھ لیا تو وہ ہدی ہوگیا اور اگر اس کے گلے میں ہار ڈال دیا تو اگرچہ احرام کی نیت نہ ہو ہدی ہو گیا۔

عہ مناسک باب التمتع علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۱۳، مسلم الحج۔

حدیث ۹۳۸

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَۃِ الْحَجِّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حج کے تمتع کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔

فَقَالَ اَھَلَّ الْمُھَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ وَاَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ

مہاجرین اور انصار اور ازواج نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں احرام باندھا، اور ہم نے

الْوَدَاعِ وَاَھْلَلْنَا فَلَمَّا قَدِمْنَا مَکَّۃَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اجْعَلُوْا

بھی باندھا۔ جب مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے حج کے اس

اِھْلَالَکُمْ بِالْحَجِّ عُمْرَۃً اِلَّا مَنْ قَلَّدَ الْھَدْیَ طُفْنَا بِالْبَیْتِ وَبَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ وَاَتَیْنَا

احرام کو عمرہ کر دو، مگر وہ جس نے قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ ڈالا ہو، ہم نے بیت اللہ اور صفا اور مروہ

النِّسَاءَ وَلَبِسْنَا الثِّیَابَ وَقَالَ مَنْ قَلَّدَ الْھَدْیَ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَہٗ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ

کا طواف کیا۔ اور عورتوں کے پاس آئے اور کپڑے پہنے، اور فرمایا جن لوگوں نے ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالا ہو، وہ احرام سے

ثُمَّ اَمَرَنَا عَشِیَّۃَ التَّرْوِیَۃِ اَنْ نُّھِلَّ بِالْحَجِّ فَاِذَا فَرَغْنَا مِنَ الْمَنَاسِکِ جِئْنَا فَطُفْنَا بِالْبَیْتِ

باہر نہ ہوں، جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ اس کے بعد ترویہ کو دوپہر بعد ہمیں حکم دیا کہ حج کا احرام باندھیں، جب ہم

وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ فَقَدْ تَمَّ حَجُّنَا وَعَلَیْنَا الْھَدْیُ کَمَا قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ

مناسک سے فارغ ہوئے تو مکہ آئے، اور بیت اللہ کا اور صفا اور مروہ کا طواف کیا، اب ہمارا حج پورا ہو گیا اور ہم پر قربانی

الْھَدْیِ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلٰی اَمْصَارِکُمْ

کرنا ہے، جیسا کہ اللہ عز وجل نے فرمایا ہے، (جو حج کو عمرہ سے ملانے کا فائدہ حاصل کرے) تو اس پر قربانی کا جانور ہے۔ جو

الشَّاۃُ تَجْزِیْ فَجَمَعُوْا نُسُکَیْنِ فِیْ عَامٍ بَیْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ فَاِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَہٗ فِیْ کِتَابِہٖ وَسَنَّہٗ

میسر آئے۔ اور جو نہ پائے وہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے اور سات جب اپنے شہر لوٹے۔ بکری بھی کافی ہے، صحابہ نے دو

نَبِیُّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَاحَہٗ لِلنَّاسِ غَیْرَ اَھْلِ مَکَّۃَ قَالَ تَعَالٰی ذٰلِکَ لِمَنْ

نسک حج اور عمرے کو ایک سال میں جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اسے اتارا، اور اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لَّمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاَشْھُرُ الْحَجِّ الَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ کِتَابِہٖ

اسے مسنون فرمایا، اور اہل مکہ کے علاوہ اور لوگوں کے لیے جائز قرار دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ اس کے لیے ہے، جو مسجد حرام یعنی

اَنْ نُّھِلَّ بِالْحَجِّ تمتع کرنے والا نویں ذوالحجہ تک حج کا احرام باندھ سکتا ہے، افضل یہ ہے، کہ جتنے پہلے ہو سکے باندھے، اگرچہ آٹھویں

شَوَّالٌ وَّ ذُوالْقَعْدَۃِ وَ ذُوالْحِجَّۃِ فَمَنْ تَمَتَّعَ فِیْ ھٰذِہِ الْاَشْھُرِ فَعَلَیْہِ دَمٌ اَوْ صَوْمٌ وَ

مکے کا رہنے والا نہ ہو، اور حج کے مہینے جیسے اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا، شوال اور ذوقعدہ اور ذوالحجہ ہیں، ان مہینوں میں جو تمتع

الرَّفَثُ الْجِمَاعُ وَالْفُسُوْقُ الْمَعَاصِیْ وَالْجِدَالُ الْمِرَاءُ۔ عـہ

کرے اس پر دم یا روزہ ہے۔ رفث کے معنی جماع کے اور فسوق کے معنی گناہ اور جدال کے معنی جھگڑا کرنے کے ہیں،

حدیث ۹۳۹

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکے میں کدا والی گھاٹی

وَسَلَّمَ دَخَلَ مَکَّۃَ مِنْ کَدَاءٍ مِنَ الثَّنِیَّۃِ الْعُلْیَا الَّتِیْ بِالْبَطْحَاءِ وَخَرَجَ مِنَ الثَّنِیَّۃِ السُّفْلٰی۔ عـہ

سے داخل ہوئے جو بطحا میں ہے، اور نچلی گھاٹی سے واپس ہوئے،

ذوالحجہ سے پہلے ہو۔ اگر مکہ معظمہ میں ہے تو حرم میں احرام باندھے۔ بہتر یہ کہ مسجد حرام میں، اس سے بھی افضل یہ ہے کہ حطیم میں۔ البتہ یہ سنت ہے کہ آٹھویں کو آفتاب نکلنے کے بعد منیٰ کے لیے چلے تاکہ عرفات کی حاضری سے پہلے منیٰ میں پانچ وقت کی نمازیں میسر آجائیں۔ اگر آفتاب نکلنے سے پہلے ہی بلکہ رات ہی کو چلا گیا تو بھی جائز ہے۔ اور اب موٹروں کے سفر کی وجہ سے اکثر رات میں جانا ہوتا ہے،

علیہ الہدی تمتع اور قران کرنے والے پر شکرانے میں قربانی واجب ہے۔ اگرچہ ایک بکری یا گائے اونٹ کا ساتواں حصہ اور اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے واجب ہیں۔ تین ایام حج میں یعنی احرام باندھنے کے بعد پہلی شوال سے نویں تک اور سات بعد میں۔ احناف کے یہاں افضل یہ ہے کہ نویں سے پہلے پورے کرلے۔ پے در پے رکھنا ضروری نہیں، ناغہ کے ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔ سات ایام تشریق کے بعد حج سے فارغ ہو کر خواہ مکہ معظمہ ہی میں رکھے، خواہ راستے میں خواہ گھر آکر اور بہتر یہ ہے کہ گھر آکر رکھے۔ اور اگر نویں تک تین روزے پورے نہیں کیے، تو اب قربانی ہی واجب ہے۔ اور اگر ناداری یا جانور نہ ملنے کی وجہ سے قربانی نہ کی تو اب دو دم واجب ہوگئے، ایک تمتع کا دوسرے وقت پر قربانی نہ کرنے کا جرمانہ،

سنۃ نبیہ اس سے ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام کا اعتقاد یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ وہ جو چیز چاہیں مشروع فرمادیں، جو چیز چاہیں جس کے لیے چاہیں جائز فرمادیں یا حرام فرمادیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سَنَّ اور اباح کی اسناد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کر رہے ہیں،

غیر اھل مکۃ یہاں اہل مکہ سے مراد میقات میں رہنے والے ہیں، ان کے لیے صرف افراد ہے، قران اور تمتع نہیں، یہ صرف میقات سے باہر والوں کے لیے ہے۔

عـہ المناسک باب قول اللہ عزوجل، فما استیسر من الھدی ص ۲۱۳-۲۱۳، عـہ مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، مسلم الحج ابوداؤد، نسائی مناسک،

حدیث ۹۴۰

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا جَاءَ اِلٰى مَكَّةَ دَخَلَهَا مِنْ اَعْلَاهَا وَخَرَجَ مِنْ اَسْفَلِهَا عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے تو اس کے بالائی حصے سے داخل ہوئے اور نشیبی حصے سے باہر ہوئے۔

حدیث ۹۴۱

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَخَرَجَ مِنْ كُدًى مِنْ اَعْلٰى مَكَّةَ، قَالَ هِشَامٌ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ عَلٰى كِلَيْهِمَا مِنْ كَدَاءٍ وَكُدًى وَاَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى وَكَانَ اَقْرَبَهُمَا اِلٰى مَنْزِلِهِ، عہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے اور کدیٰ مکے کے بالائی حصے سے واپس ہوئے، ہشام نے کہا اور عروہ کداء اور کدی دونوں سے داخل ہوتے تھے اور زیادہ تر کدیٰ سے داخل ہوتے اور یہ ان کے گھر سے قریب تھا۔

حدیث ۹۴۲

حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ مِنْ كَدَاءٍ وَكَانَ عُرْوَةُ يَدْخُلُ مِنْهُمَا كِلَيْهِمَا وَكَانَ اَكْثَرُ مَا يَدْخُلُ مِنْ كُدًى اَقْرَبُهُمَا اِلٰى مَنْزِلِهِ، قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَدَاءٌ وَكُدًى مَوْضِعَانِ، سہ

عروہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال کداء سے داخل ہوئے، اور عروہ کداء اور کدیٰ دونوں سے داخل ہوتے اور زیادہ تر کدیٰ سے داخل ہوتے۔ جو ان کے گھر سے زیادہ نزدیک تھا اور ابو عبداللہ (امام بخاری) نے فرمایا، کداء اور کدیٰ دو جگہیں ہیں۔

تشریحات ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲

کداء مکہ معظمہ کے پورب ایک گھاٹی ہے، جس سے اترنے کے بعد جنت المعلیٰ قبرستان پڑتا ہے، اور کدیٰ مکہ معظمہ کے نچلے حصے میں باب شبیکہ کے پاس ایک گھاٹی ہے، علامہ قرطبی نے کہا، ان دونوں کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ اکثر یہ کہتے ہیں کہ علیا کداء فتح اور مد کے ساتھ ہے اور سفلی کدیٰ ضمے اور قصر کے ساتھ،

کان عروۃ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام احوال میں پیروی مستحسن ہے، بلکہ باعث اجر و ثواب ہے، مگر عروہ اپنی آسانی کے لیے اس کے خلاف کرتے تھے، اس میں کوئی حرج نہیں، یوں بھی یہ سنن زوائد میں سے ہے، اس کا چھوڑنا گناہ

عہ باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔ عہ مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴ مسلم ابوداؤد۔ نسائی مناسک۔ سہ مناسک باب من این یخرج من مکۃ ص ۲۱۴، ثانی مغازی باب دخول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعلیٰ مکۃ ص ۶۱۴۔ مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔

حدیث ۹۴۳

عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے دریافت کیا، یارسول اللہ، حضور مکے میں اپنے گھر

اَیْنَ تَنْزِلُ فِیْ دَارِکَ بِمَکَّۃَ فَقَالَ ھَلْ تَرَکَ عَقِیْلٌ مِّنْ رِّبَاعٍ اَوْ دُوْرٍ وَکَانَ عَقِیْلٌ

پر کہاں قیام فرمائیں گے. فرمایا، کیا عقیل نے کچھ جائداد اور گھر چھوڑا؟ ابو طالب کی میراث عقیل اور طالب کو ملی،

وَّرِثَ اَبَا طَالِبٍ ھُوَ وَطَالِبٌ وَلَمْ یَرِثْہُ جَعْفَرٌ وَّلَا عَلِیٌّ شَیْئًا لِاَنَّھُمَا کَانَا مُسْلِمَیْنِ

جعفر اور علی کو ان کی میراث نہیں ملی، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے، اور عقیل اور طالب کافر تھے، حضرت عمر بن خطاب

وَکَانَ عَقِیْلٌ وَّطَالِبٌ کَافِرَیْنِ فَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ لَا یَرِثُ الْمُؤْمِنُ الْکَافِرَ

فرماتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوگا، ابن شہاب زہری نے کہا. اللہ عزوجل کے

قَالَ ابْنُ شِھَابٍ وَکَانُوْا یَتَاَوَّلُوْنَ قَوْلَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا

اس ارشاد کے معنی لوگ یہی بتاتے تھے، کہ فرمایا، بیشک جو لوگ ایمان لائے

وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ

اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا، اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی،

بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ الآیۃ

یہی ایک دوسرے کے اولیاء ہیں،

نہیں. اس پر عمل موجب ثواب،

حکمت

مکہ معظمہ کے بالائی حصے کدا سے داخل ہونے میں حکمت یہ تھی کہ اس کے سامنے ہی بیت اللہ ہے، اس پر نظر پڑتے ہی نیچے اترنے میں یک گونہ اس کی تعظیم کا اظہار ہے، راستہ بدلنے میں یہ فائدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ دونوں راستے برکت حاصل کریں اور شاہد ہو جائیں،

تشریحات ۹۴۳

ابو طالب کے چار بیٹے تھے، سب سے بڑا طالب، پھر عقیل، پھر جعفر پھر علی، یہ عجیب بات ہے کہ یہ سب ایک دوسرے سے دس سال بڑے تھے، جب ابو طالب مرے تو حضرت علی اور حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسلمان تھے مگر طالب اور حضرت عقیل ابھی کافر تھے، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضور کے گھر بار

عـہ مناسک باب توریث دور مکۃ و بیعھا ص ۲۱۶، الجھاد باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ولھم مال ص ۴۳۰، ثانی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، مسلم الحج ابوداؤد نسائی ابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۰۱-۲۰۲،

پر حضرت عقیل نے قبضہ کر لیا، اسی طرح بنی عبد المطلب میں جن حضرات نے ہجرت کی سب کی جائداد اور گھر بار پر انھیں کا قبضہ ہوا جیسا کہ دوسرے ہجرت کرنے والوں کی جائداد کا حشر ہوا، حضرت عقیل حدیبیہ کے کچھ پہلے یا بعد میں مسلمان ہوئے، ۸ھ میں ہجرت کی، اور غالباً جب حضرت عقیل ہجرت کرکے مدینہ آنے لگے تو سب کچھ بیچ دیا، مگر علامہ عینی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ یہ گھر حضرت عقیل کی اولاد کے پاس رہا، انھوں نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کے ہاتھ ایک لاکھ دینار میں بیچا، اس پر حضرت امام زین العابدین یہ فرماتے تھے کہ اسی وجہ سے شعب ابی طالب میں سے اپنا حصہ ہم نے چھوڑ دیا، اس تقدیر پر، ھل ترک عقیل من رباع او دور، کا مطلب یہ ہوگا کہ ہماری ہجرت کے بعد سب پر قبضہ کرکے اپنی ملک بنالیا ہے اب ہمارا کچھ نہ رہا،

فاکہی نے کہا، کہ یہ گھر ہاشم کا تھا، ان کے بعد عبد المطلب کو وراثت میں ملا، پھر عبد المطلب نے اسے اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا، حضرت عبد اللہ کے حصے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہتے تھے، اسی میں ولادت پاک ہوئی، اس پر عقیل نے قبضہ کر لیا۔

اثبات باب یہاں باب یہ ہے مکہ کے گھروں میں میراث جاری ہونا اور ان کی خرید و فروخت ہونا، اور خاص مسجد حرام میں سب لوگوں کا حق برابر ہے، حسب عادت یہاں بھی امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ ظاہر نہیں فرمایا ہے، مگر اس کے بعد والے باب میں انھوں نے فرمایا، گھروں کو عقیل کی طرف منسوب کیا گیا، یعنی اس سے معلوم ہوا، یہ گھر اب عقیل کی ملک تھے، اور فرمایا، مکہ کے گھروں میں میراث جاری ہوگی، ان کی خرید و فروخت ہوگی، یہ اس پر نص ہے کہ امام بخاری مکہ معظمہ کے گھروں میں مالکانہ تصرف جائز جانتے تھے،

علماء کا اس میں اختلاف ہے، کہ مکہ معظمہ کے گھروں میں مالکانہ تصرف درست ہے یا نہیں، امام عطاء، امام مجاہد، امام مالک اسحٰق ابو عبید اور امام اعظم اور امام محمد کا یہی قول ہے، کہ مکہ معظمہ کی اراضی اور مکانات نہ بیچنا جائز ہے نہ کرایہ پر دینا جائز، ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مکے کے گھروں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز نہیں۔[۱] بیہقی کی روایت یہ ہے، مکۃ مناخ لا تباع رباعھا ولا تواجر بیوتھا، مکہ معظمہ حاجیوں کے پڑاؤ کے لیے ہے، اس کی زمین اور گھر نہ بیچا جائے نہ کرایہ پر دیا جائے، شرح معانی الآثار[۲] ہی میں ہے کہ علقمہ بن نضلہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر و عثمان کے زمانے میں مکے کے گھر نہ بیچے جاتے نہ کرائے پر دیئے جاتے۔ انھیں کھلا چھوڑ دیا جاتا، جو ضرورت مند ہوتا ٹھہرتا، اور جسے ضرورت نہ ہوتی دوسرے کو ٹھہراتا، مگر ائمۂ احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام شافعی اور دوسرے بہت سے ائمہ اعلام کا مذہب یہ ہے، کہ مکے کے گھروں کو بیچنا اور کرایہ پر دینا جائز ہے، ان کی مستدل یہ حدیث زیر بحث ہے، کہ حضرت عقیل نے جب ان گھروں پر قبضہ کر لیا تو ان کی ملک ہو گیا، حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ھل ترک لنا عقیل من رباع او دور، کیا عقیل نے ہمارے لیے کچھ جائداد یا گھر چھوڑا؟ یہ دلیل ہے کہ ان مکانات پر حضرت عقیل کی ملکیت صحیح ہے، امام طحاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے،

---

[۱] شرح معانی الآثار باب بیع ارض مکۃ و اجارتھا ص ۲۲۳، [۲] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۲۹، [۳] باب بیع دور مکۃ و اجارتھا ص ۲۲۳،

حدیث ۹۴۴

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَدِ یَوْمَ النَّحْرِ وَھُوَ بِمِنًی نَحْنُ نَازِلُوْنَ غَدًا بِخَیْفِ بَنِیْ کِنَانَۃَ حَیْثُ تَقَاسَمُوْا عَلَی الْکُفْرِ یَعْنِیْ بِذٰلِکَ الْمُحَصَّبَ وَذٰلِکَ اَنَّ قُرَیْشًا وَ کِنَانَۃَ تَحَالَفَتْ عَلٰی بَنِیْ ھَاشِمٍ وَبَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَوْ بَنِی الْمُطَّلِبِ اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْھُمْ وَلَا یُبَایِعُوْھُمْ حَتّٰی یُسْلِمُوْا اِلَیْھِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں یوم النحر کی صبح کو فرمایا ہم کل خیف بنی کنانہ میں اتریں گے، جہاں لوگوں نے کفر پر جمے رہنے کی قسم کھائی تھی۔ یعنی محصب میں، اس کا واقعہ یہ ہے کہ قریش اور کنانہ نے آپس میں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب یا بنی مطلب کے خلاف حلف اٹھایا تھا کہ ان سے شادی بیاہ نہیں کریں گے اور خرید و فروخت نہیں کریں گے جب تک یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے حوالہ نہ کر دیں،

فکان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں یہ ہے اور مغازی اور مسند امام احمد میں ہے، ثم قال لا یرث المومن الکافر و لا یرث الکافر المومن، اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کافر اور کافر مومن کا وارث نہ ہوگا،

حضرت اسامہ نے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی سنا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی کہیں یہ روایت کیا کہیں وہ، خود کتاب[1] الفرائض میں انھیں سے اتنا حصہ مروی ہے اور وہاں بھی یہ ہے، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الحدیث۔ البتہ بجائے مومن کے دونوں جگہ مسلم ہے۔

قال ابن شہاب یعنی سورہ انفال کی بہترویں آیت جو متن کے ساتھ مذکور ہے۔ امام زہری نے فرمایا کہ یہ حضرات اس کا معنی یہی بتاتے تھے۔ کہ مہاجر انصار کے وارث ہیں اور وہ رشتہ دار جو ایمان نہیں لائے یا ہجرت نہیں کی وہ مہاجرین کے وارث نہیں۔ آگے فرمایا۔ اور جو لوگ ایمان لائے مگر ہجرت نہیں کی، ان کی ولایت تمھیں حاصل نہیں، مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں رشتۂ مواخاۃ (بھائی ہونے کا) قائم فرمایا تھا۔ اسی بنیاد پر ایک مہاجر انصار کی اور ایک انصار مہاجر کی میراث پاتا تھا، جب آیۂ کریمہ "وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ" نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہوگیا، اور اب وراثت رشتہ پر الاقرب فالاقرب، کی ترتیب پر مبنی ہے۔ مگر وہ حکم باقی رہا کہ مومن

عہ مناسک باب نزول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکۃ ص ۲۱۶، دو طریقے سے، بنیان الکعبۃ ـ باب تقاسم المشرکین ص ۵۴۶۔ مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴، توحید باب فی المشیئۃ والارادۃ ص ۱۱۱۴ مسلم الحج، مسند، امام احمد جلد ثانی ص ۲۳۷، [1] ثانی باب لا یرث المسلم الکافر ص ۱۰۰۱،

کافر کا اور کافر مومن کا وارث نہیں ہوسکتا،

تشریحات ۹۴۴ بخاری کی یہاں کی روایت میں نیز مسند امام احمد میں، من الغد یوم النحر ہے۔ یعنی یوم النحر کی صبح کو فرمایا، اور مغازی میں بطریق معمر حضرت اسامہ والی روایتوں میں فی حجتہ ہے۔ مگر جہاد اور مغازی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں، حین ارادحنینا۔ ہے۔ کہ جب حنین کا ارادہ فرمایا، مگر حنین جاتے ہوئے اس سوال کا کوئی محل نہیں، ہاں حضرت اسامہ کی حدیث مغازی میں جو بطریق محمد بن ابوحفصہ ہے۔ اس میں، زمن الفتح۔ ہے۔ فتح مکہ کے وقت اس سوال کا موقع تھا، ہوسکتا ہے۔ دونوں موقعوں پر یہ سوال ہوا ہو۔ وہ جواب ارشاد فرمایا ہو،

خیف بنی کنانہ خیف نشیبی چھوٹے میدان کو کہتے ہیں، جہاں سے برسات کا پانی بہے۔ اس کا دوسرا نام مُحصّب اور ابطح بطحا بھی ہے۔ کنانہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجداد میں پندرہویں پشت میں ہیں، ان کے صاحبزادے نضر ہیں، اور ان کے مالک اور ان کے فہر۔ گزر چکا کہ صحیح یہ ہے کہ قریش فہر ہی کا لقب ہے۔ اور ایک قول یہ ہے۔ کہ نضر کا، مگر نضر کی نسل صرف مالک سے اور مالک کی صرف فہر سے چلی۔ اس لیے دونوں کا مآل ایک ہی نکلا[۱]، کہ جو فہر کی نسل سے ہے۔ وہی قریشی ہے۔ اور جو ان کی نسل سے نہیں کنانی ہے یعنی نضر کے بھائیوں کی اولاد بنی کنانہ ہے۔

تقاسموا اہل مکہ نے جب یہ دیکھا کہ ہماری پوری مزاحمت کے باوجود دن بدن لوگ داخل اسلام ہوتے جارہے ہیں، عمر اور حمزہ جیسے لوگ بھی مسلمان ہوگئے، حبشہ میں انھیں پناہ مل گئی اور ہمارے نمائندے وہاں سے ناکام واپس ہوئے تو سنہ نبوی میں قریش اور کنانہ نے خیف بنی کنانہ میں جمع ہوکر یہ معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی بیاہ خرید و فروخت میل جول بند کردیا جائے۔ کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے، جب تک یہ لوگ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمارے حوالے نہ کردیں۔ منصور بن عکرمہ نے یہ معاہدہ لکھا، جسے کعبے پر آویزاں کردیا گیا، منصور کا ہاتھ شل ہوگیا۔ اس کے بعد مجبور ہوکر ابوطالب بنی ہاشم اور بنی مطلب کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے آئے، تین سال تک یہ ظالمانہ بائیکاٹ جاری رہا، یہ لوگ صرف ایام حج میں باہر نکلتے۔ یہ تین سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محصورین نے انتہائی سختی اور اذیت میں گزارا، حکم خداوندی سے دیمک نے پورے معاہدے کو چاٹ لیا، صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطالب کو بتایا، یہ مکے کے رؤسا سے ملے اور کہا۔ اگر یہ غلط ہوگا، تو ہم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمھیں دیدیں گے، تمھیں اختیار ہوگا، چاہو گے تو قتل کردوگے، جب دیکھا گیا تو جو کچھ ابوطالب نے کہا تھا صحیح نکلا، انھیں جفا پیشوں میں کچھ ایسے بھی انسانیت دوست تھے جو ابتدا ہی سے اسے ناپسند کرتے تھے، جیسے مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابوالبختری بن ہاشم اور زہیر بن ابوامیہ، انھوں نے ابوطالب کا ساتھ دیا اور ظالموں کو لعنت و ملامت کی پھر ہتھیار لگاکر شعب ابی طالب میں گئے، اور ان مظلوموں کو نکال لائے،

پہلی محرم سنہ نبوی سے یہ مقاطعہ سنہ نبوی تک رہا[۲]۔ آج جب کہ پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہوچکا ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار دیوانے ہمرکاب ہیں، خیف بنی کنانہ کے اس میدان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نزول اجلال فرمانا اس کا اعلان تھا کہ باطل مٹ کے رہتا ہے اور حق غالب ہوکر رہتا ہے،

---

[۱] زرقانی علی المواہب اول ص ۶۷، [۲] عمدۃ القاری تاسع بحوالہ ابن سعد ص ۲۲۰،

حدیث ۹۴۵

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں ، کہ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُخَرِّبُ الْکَعْبَۃَ ذُوالسُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبَشَۃِ، عہ
فرمایا کعبے کو دو چھوٹی پتلی پتلی پنڈلیوں والا حبشی برباد کرے گا،

بنی عبد المطلب امام بخاری نے بطریق ابو الیمان شعیب سے جو روایت کی ہے. اس میں شک راوی ہے، حضرت ابو ہریرہ نے بنی عبد المطلب کہا تھا یا بنی المطلب، بعد میں بطور استدراک سلامہ کی روایت ذکر کی جو عقیل اور یحیٰ بن الضحاک عن الاوزاعی ہے، اس میں دونوں نے بنی المطلب بلا شک کہا ہے، امام بخاری نے فرمایا یہی اشبہ ہے یعنی بالصواب، کیونکہ حضرت عبد المطلب حضرت ہاشم کے صاحبزادے ہیں، تو جو بنی عبد المطلب ہوں گے. وہ بنی ہاشم ضرور ہوں گے اب بنی ہاشم کے بعد بنی عبد المطلب کہنا توضیح کے سوا اور کچھ نہیں، مطلب، ہاشم کے بھائی تھے، ان سے بھی نسل تھی، یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حامی تھے. ان سے بھی مقاطعہ تھا. اس لیے بنی مطلب ہی زیادہ موزوں ہے،

تشریحات ۹۴۵

سویقتین، سُوَیْقَۃٌ کا تثنیہ ہے، یہ ساق کی تصغیر ہے، اس میں تا، تحقیر کے لیے ہے تانیث کی نہیں، اسلیے کہ ساق خود مؤنث ہے، انسان کے اعضا میں جو دو دو ہیں سب مؤنث ہیں، سوائے صدغ، حاجب، مرفق، خد کے، اسی وجہ سے میں نے اس کا ترجمہ چھوٹی چھوٹی، پتلی پتلی پنڈلیوں والا کیا ہے تاکہ صیغے کی تصغیر اور تا، کی تحقیر ظاہر ہو جائے، حبشیوں کی پنڈلیاں چھوٹی اور پتلی ہوتی ہیں، یہاں یہ بتانا ہے کہ یہ شخص کمزور وحقیر ہو گا ، کعبے کی تخریب اور بربادی کی احادیث بکثرت ہیں، جو متعدد صحابہ کرام سے مروی ہیں، بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے، کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے مقابلے کے لیے فوج بھیجیں گے، جو انھیں پسپا کرے گی، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، علامہ قرطبی نے فرمایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد جب قرآن سینوں اور مصاحف سے اٹھا لیا جائے گا، جب یہ ہو گا،

مِنَ الْحَبَشَۃِ یہ حبش کی جمع ہے، اہل لغت نے کہا کہ حبشۃ صحیح نہیں، احبش، حبشان صحیح ہے کیونکہ حبشۃٌ، فعلۃ کے وزن پر ہے، اور اس وزن پر فاعل کی جمع آتی ہے، حابش کوئی کلمہ نہیں، علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے، کیونکہ جب افصح العرب کے کلام میں وارد ہے، تو اس کے صحیح ہونے بلکہ فصیح ہونے میں کیا کلام، حبشی، کوش بن حام بن نوح کی اولاد ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حبشیوں میں خیر نہیں، بھوکے ہوں تو چوری کریں گے، اور پیٹ بھرے ہوں گے تو بدکاری کریں گے ...... ان میں دو خوبیاں ہیں، کھانا کھلانا اور لڑائی میں جی جان سے لڑنا، لہ

عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۶، باب ھدم الکعبۃ ص ۲۱۷، مسلم فتن نسائی حج، مسند امام احمد ثانی ص ۴۱۷، .... لہ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۳۲،

حدیث ۹۴۶ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رمضان کے روزے کے فرض ہونے سے

قَبْلَ اَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ

پہلے لوگ عاشورا کا روزہ رکھتے اور یہ وہ دن تھا کہ کعبے کا پردہ بدلا جاتا تھا، جب اللہ نے رمضان کو

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ اَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ اَنْ

فرض فرمایا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اس دن روزہ رکھنا چاہے رکھے، اور جو اسے چھوڑنا چاہے

يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ، عہ

چھوڑ دے،

مطابقت یہاں باب کا عنوان یہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان، اللہ نے عزت والے گھر کعبے کو لوگوں کے لئے بقا کا سبب بنایا ہے، اور عزت والے مہینے اور ہدی کو اور ان کے گلے کے ہار کو اور یہ اس لیے کہ تم جان لو کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے اللہ سب کو جانتا ہے، اور بلاشبہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔ (مائدہ، ۹۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک وقت آئے گا کہ کعبہ جو بقا کا سبب ہے برباد ہوگا، اور زوال سبب مستلزم ہے زوال مسبب کو تو جب کعبہ نہ رہے گا تو پھر عالم بھی باقی نہ رہے گا، اس کے بعد بہت جلد قیامت آجائے گی،

تشریحات ۹۴۶ مطابقت باب میں جو آیہ کریمہ مذکور ہے اس میں کعبے کو، البیت الحرام، عزت والا گھر، فرمایا ہے، اس حدیث میں مذکور ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا تھا، جو اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ہے،

یوم عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ قبل اسلام ہی سے ایک متبرک دن تھا، کیونکہ ایام جاہلیت میں بھی لوگ اس دن روزہ رکھتے تھے، جب اسلام آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا، یہ روزہ فرض تھا یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سنت تھا، رمضان کا روزہ فرض ہونے کے بعد اب اس پر اجماع ہے کہ مستحب ہے،

تستر فیہ الکعبۃ کعبہ مقدسہ کی عظمت و جلالت کے اظہار کے لیے قدیم دستور ہے کہ کعبے پر غلاف چڑھایا جاتا، سب سے پہلے کس نے چڑھایا، اس بارے میں اتنے اقوال ہیں کہ کسی ایک کی ترجیح سب میں تطبیق طول عمل ہے، ۱۔ امام محمد بن اسحٰق نے اپنی سیرت میں ذکر کیا ہے، تبع آخر تبان اسعد ابوکرب یمن کے بادشاہ نے سب سے پہلے چڑھایا، جو بت پرست تھا، یہ مکہ کی طرف چلا عسفان اور امج کے درمیان ہذیل بن مدرکہ کے کچھ آدمی ملے اور انھوں نے کہا، مکہ دولت کی کان ہے، اس کے

عہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۷، الصوم باب صیام یوم عاشورا ص ۲۶۸، مسلم الصوم، مسند امام احمد جلد سادس ص ۲۴۴، لہ بخاری باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴،

ساتھ دو حبر تھے، انھوں نے تبع کو بتایا کہ یہ لوگ تمھیں تباہ کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ مکے پر جس نے بھی چڑھائی کی وہ ہلاک ہوگیا ہے، اس نے پوچھا، پھر میں کیا کروں، ان دونوں نے کہا، وہاں کے لوگ جو کرتے ہیں، تم بھی کرو۔ تبع مکہ معظمہ حاضر ہوا اور طواف کیا، سر منڈایا، اور خوب قربانی کی، لوگوں کو کھلایا، چھ دن وہاں رہا، اس کو خواب میں دکھایا گیا کہ کعبے پر غلاف چڑھائے، اس نے چمڑے کا غلاف ڈالا، پھر دکھایا گیا کہ اس سے بھی اچھا تو اس نے معافر کا غلاف ڈالا، پھر دکھایا گیا کہ اس سے بھی اچھا تو اس نے ملاء اور وصائل کا غلاف ڈالا (یہ سب اس زمانے کے کپڑوں کی قسمیں تھیں) ویسے ملاء دوہری چادر کو اور وصیلہ یمن کی ایک قسم کی دھاری دار چادر کو کہتے ہیں، ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ قصہ نو سو سال قبل اسلام کا ہے، ایک حدیث میں ہے جو اگرچہ ضعیف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تبع کو بُرا مت کہو، وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ مغائص الجوھر فی انساب حمایر۔ میں ہے کہ تبع زبور کے مذہب تھا،

۲ ـ امام ابوبکر بن ابو شیبہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلے کعبے پر غلاف عدنان بن اُدو نے چڑھایا، بلاذری نے کہا کہ انھوں نے چمڑے کا غلاف چڑھایا تھا،

۳ ـ محدث ابن بطال نے امام ابن جریج سے نقل کیا، بعض علما کا گمان ہے کہ سب سے پہلے سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چڑھایا،

امام واقدی نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت میں کعبے پر چمڑے کے غلاف چڑھائے جاتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمنی کپڑوں کا غلاف چڑھایا، پھر حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یمنی قسم کے ریشمیں کپڑے کا چڑھایا، جسے قبطیہ کہا جاتا ہے، پھر حجاج نے دیبا کا چڑھایا، امام عبدالرزاق نے کہا، کہ ابن جریج سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قباطی کا غلاف چڑھایا کرتے تھے، اور بہت سے لوگوں نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء ثلثہ قباطی اور یمنی سفید چادروں کا غلاف چڑھاتے تھے۔ اور سب سے پہلے دیبا کا غلاف عبدالملک بن مروان نے چڑھایا، اس وقت کے فقہا نے اسے پسند فرمایا اور فرمایا، اس سے زیادہ مناسب اور کوئی غلاف نہیں، زبیر بن بکار نے کہا، سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر نے دیبا کا غلاف چڑھایا، امام دارقطنی نے مؤتلف میں لکھا ہے، کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب بچپنے میں غائب ہوگئے تھے، تو ان کی والدہ نتیلہ بنت حبان نے منت مانی کہ میرا بچہ مل جائے گا تو کعبے پر دیبا کا غلاف چڑھاؤں گی، ان کے ملنے پر انھوں نے سب سے پہلے دیبا کا غلاف چڑھایا، مگر یہ وقتی اور انفرادی بات تھی، دیبا کے غلاف چڑھانے کا سلسلہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شروع کیا، پھر عبدالملک بن مروان نے اسے باقی رکھا اور یہی سلسلہ اب تک چلا آرہا ہے، مصر کے عبیدیین رُفاض سفید دیبا کا چڑھاتے تھے، پھر سلطان محمود بن سبکتگین نے زرد دیبا کا چڑھایا، پھر ناصر عباسی نے ہرے دیبا کا، پھر سیاہ دیبا کا چڑھایا، اور اب یہی رنگ باقی ہے، سلطان صالح اسماعیل بن ناصر نے ۷۵۰ھ میں قاہرہ کے قریب ایک گاؤں غلاف کعبہ کے لیے وقف کیا، جس کی آمدنی سے غلاف تیار ہوتا رہا، اور اب نجدی اپنی حکومت کے صرفے سے تیار کرتے ہیں،

تشریحات ۹۴

مطابقت، گزر چکا کہ یہاں باب کا عنوان آیۂ کریمہ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ الآیۃ۔ ہے، اللہ نے عزت والے گھر کعبے کو لوگوں کے قیام کا سبب بنایا، اسے لازم کہ جب تک

لہ مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۴۰۔

حدیث ۹۴۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یاجوج و
قَالَ لَیُحَجَّنَّ الْبَیْتُ وَلَیُعْتَمَرَنَّ بَعْدَ خُرُوْجِ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
ماجوج کے نکلنے کے بعد بھی بیت اللہ کا حج اور عمرہ کیا جائے گا اور عبد الرحمٰن نے شعبہ سے جو روایت کی ہے
عَنْ شُعْبَۃَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُحَجَّ الْبَیْتُ وَالْاَوَّلُ الْاَکْثَرُ وَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ سَمِعَ
اس میں یہ ہے، جب تک بیت اللہ کا حج نہیں چھوڑا جائے گا قیامت نہیں آئے گی۔ (امام بخاری نے کہا) پہلی
قَتَادَۃُ عَبْدَ اللّٰہِ وَسَمِعَ عَبْدُ اللّٰہِ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔
روایت اکثر ہے، اور حضرت امام بخاری نے کہا۔ قتادہ نے عبد اللہ سے اور عبد اللہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی ہے

حدیث ۹۴۸ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ مَعَ شَیْبَۃَ عَلَی الْکُرْسِیِّ فِی الْکَعْبَۃِ فَقَالَ لَقَدْ
حضرت ابو وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں شیبہ کے ساتھ کرسی پر کعبے میں بیٹھا، تو شیبہ نے کہا،
جَلَسَ ہٰذَا الْمَجْلِسَ عُمَرُ فَقَالَ لَقَدْ ہَمَمْتُ اَنْ لَّا اَدَعَ فِیْہَا صَفْرَاءَ وَلَا بَیْضَاءَ اِلَّا
یہاں عمر بیٹھے اور فرمایا۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے، کہ اس میں جتنا زرد اور سفید ہے، سب کو بانٹ دوں، میں نے کہا، آپ کے
قَسَمْتُہٗ قُلْتُ اِنَّ صَاحِبَیْکَ لَمْ یَفْعَلَا قَالَ ہُمَا الْمَرْءَانِ اَقْتَدِیْ بِہِمَا۔ عـہ،
دو ساتھیوں نے ایسا نہیں کیا، تو فرمایا، ان دونوں کی میں بھی اقتدا کروں گا۔

کعبہ اور انسان رہیں گے۔ حج ہوتا رہے گا، اور یہی اس حدیث کا مطلب ہے، کہ قیامت تک حج ہوتا رہے گا، قیامت اس وقت آئے گی جب حج بند ہو جائے گا،

والاول الاکثر امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ یہ جو فرمایا کہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی حج و عمرہ ہوتے رہیں گے۔ اس کا مفاد بھی یہی ہے، کہ قیامت تک حج و عمرہ بند نہ ہوں گے۔ مگر پہلی روایت اکثر راویوں سے مروی ہے۔ دونوں روایتیں قتادہ سے مروی ہیں، مگر دوسری صرف شعبہ نے روایت کیا ہے۔ قتادہ کے دوسرے تلامذہ نے یہ الفاظ نہیں روایت کئے، اور پہلی قتادہ کے متعدد تلامذہ سے مروی ہے،

تشریح قتادہ مدلس ہیں، اور مدلس کا عنعنہ امام بخاری کے یہاں مقبول نہیں، جب تک کہ سماع ثابت نہ ہو، اور اس حدیث کی سند میں عنعنہ ہے، اس کے لیے امام بخاری نے فرمایا کہ قتادہ نے اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن عتبہ سے حدیث سنی ہے اور انھوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

عـہ مناسک باب قول اللہ تعالیٰ وجعل اللّٰہ الکعبۃ البیت الحرام ص ۲۱۷، عـہ المناسک باب کسوۃ الکعبۃ ص ۲۱۷ ثانی الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۰، مسلم الحج ابوداؤد وابن ماجہ مناسک مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۱۰۔

۹۴۹ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

قَالَ كَاَنِّيْ بِهٖ اَسْوَدُ اَفْحَجُ يَقْلَعُهَا حَجَرًا حَجَرًا عہ

ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا۔

۹۴۸ زمانہ جاہلیت میں نقد سونا چاندی کعبے پر نذر کرتے تھے جو کعبے میں جمع رہتی تھی۔ اس کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
تشریحات عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ جمع ہے اس کو تقسیم کردوں تو حضرت شیبہ نے وہ کہا۔

مطابقت: اس حدیث پر یہ باب ہے۔ کعبے کے لباس کا بیان۔ اسکے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کعبے پر غلاف چڑھانے کا حکم کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس غلاف کا کیا حکم ہے، آیا اسے کعبے پر رہنے دیا جائے یا اسے اتار کر نقراء اور مساکین پر تقسیم کر دیا جائے ان دونوں معنوں میں سے کسی کے ساتھ حدیث کو مطابقت نہیں۔ علامہ عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا۔ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لا اخرج حتی اقسم مال الکعبۃ۔ میں اس وقت تک باہر نہیں جاؤنگا جب تک کعبے کا مال تقسیم نہ کرلونگا۔ اور مال کا اطلاق لباس پر خود حدیث میں آیا ہے۔ ارشاد ہے هل لك من مالك الا ما لبست فابليت او تصدقت فامضيت۔ تیرے لئے صرف وہ ہے جو تونے پہنا اور پرانا کرلیا۔ آخر حدیث تک اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک اندر جو جمع ہے وہ اور باہر جو غلاف ہے سب کو تقسیم نہ کرلوں گا۔ یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اب باب کے دونوں اجزا سے مطابقت ہو گئی۔ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کعبے پر غلاف ڈالنا جائز ہے۔ کیونکہ اگر جائز نہ ہوتا تو وہ کعبے کا مال نہ ہوتا۔ ڈالنے والے کی ملک رہتا۔ اور یہ بھی کہ خلیفۃ المسلمین سلطان اسلام کو یہ حق حاصل ہے کہ کعبے کے پرانے غلاف فقراء و مساکین کو دیدے اور یہ امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ بہت ایسا کرتے ہیں۔ کہ باب کے ضمن میں جن الفاظ سے حدیث درج کرتے ہیں وہ باب کے مناسب نہیں ہوتی مگر دوسرے طرق سے جو الفاظ مروی ہوتے ہیں ان سے مطابقت ہو جاتی ہے۔

۹۴۹ تشریحات

بہٖ۔ اس ضمیر کا مرجع یا تو بیت اللہ ہے۔ اور قرینہ حالیہ ہے اور متعلق ہے ملتبس محذوف کے۔ یا اس کا مرجع قلع ہے اس پر بھی قرینہ حالیہ ہے۔ علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ ضمیر مبہم ہے۔ بعد کا جملہ اس کی تفسیر اور تمیز ہے جیسے آیۃ کریمہ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ میں هُنَّ ہے۔ اس حدیث کا اگلا حصہ محذوف ہے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ جسے ابو عبیدہ نے غریب الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ فرمایا۔ کعبے کا زیادہ سے زیادہ طواف کرو قبل اس کے کہ تمہارے اور کعبے کے مابین کچھ حائل ہو جائے۔ گویا میں اس حبشی گنجے یا چپٹے سر، کھرچی ہوئی پنڈلیوں والے کو دیکھ رہا ہوں جو اس پر بیٹھا ہے اور اسے ڈھا رہا ہے[۲]

عہ مناسک باب ہدم الکعبۃ ص ۲۱۷ [۱] مسلم جلد ثانی ص ۷۰ کتاب الزہد۔ [۲] عمدۃ القاری ص ۲۳۸۔

حدیث ۹۵۰ — عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حضرت عابس بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تشریحات ۹۵۰ یہ حدیث مختلف الفاظ اور کچھ زیادتی اور کمی کے ساتھ حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت عروہ حضرت اسلم حضرت عبداللہ بن سرجس، سوید بن غفلہ، عابس بن ربیعہ، سے مروی ہے۔ امام حاکم نے اپنے مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا۔ انھوں نے جب طواف کرنا چاہا تو حجر اسود کی طرف منہ کیا اور فرمایا۔ میں قطعی طور پر جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ کسی کو نقصان پہنچاتا ہے نہ فائدہ۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تیرا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھے ہوتا تو تیرا بوسہ نہیں لیتا۔ یہ کہہ کر اس کا بوسہ لیا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین بلاشبہ یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی پہنچاتا ہے۔ حضرت عمر نے پوچھا۔ کیسے؟ تو فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کو شستہ زبان ہوگی۔ جس نے اس کا توحید کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کے بارے میں گواہی دے گا۔ اس لئے امیر المومنین وہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی۔ اب حضرت عمر نے فرمایا۔ اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی قوم سے جس میں ابوالحسن تم نہ ہو۔

اسے ارزقی نے تاریخ مکہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے اخیر کے الفاظ یہ ہیں

اعوذ باللہ ان اعیش فی قوم لست فیھم۔ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی قوم میں زندگی گزاروں جس میں تم نہ ہو۔

اس حدیث کے ایک راوی۔ ابوہارون عمارہ بن جوین ضعیف ہیں۔ مگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کے نافع اور ضار ہونے کی دلیل میں جو حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس کی تائید دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ امام احمد[۲] امام ابن ماجہ[۳]، امام دارمی، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا واللہ قیامت کے دن اللہ عزوجل حجر اسود کو اس طرح اٹھائے گا کہ اس کو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے کلام کرے گا جس نے حق کے ساتھ اسے بوسہ دیا ہے اس کے لئے گواہی دے گا۔

امام احمد[۴] امام ترمذی[۵] نے انھیں سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حجر اسود جب جنت سے آیا تھا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ بنی آدم کی گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔ مسند امام احمد میں ہے کہ اہل شرک کی گناہوں نے۔ مسند امام احمد[۶] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان دونوں رکن (رکن یمانی ورکن حجر اسود) کا چومنا گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

۱؎ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۴۰ ۲؎ مسند امام احمد اول ص ۳۰۷ ۳؎ مناسک باب استلام الحجر ص ۲۱۷ ۴؎ مسند امام احمد جلد اول ص ۳۰۷، ۳۲۹
۵؎ الحج باب فی فضل الحجر الاسود ص ۱۰۱ ۶؎ ثانی ص ۳ ص ۱۱

أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ

حجر اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دیا پھر کہا میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان

ان احادیث سے یہ ثابت ہوا کہ حجر اسود نفع دیتا ہے جس نے ایمان کے ساتھ اس کا بوسہ لیا ہے۔ اس کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا۔ کیا یہ معمولی نفع ہے؟ بوسہ دینے والوں کی گناہوں کو مٹاتا ہے۔ کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟۔

ابن ماجہ[1] میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا۔

مَنْ فَاوَضَهُ فَإِنَّمَا يُفَاوِضُ يَدَ الرَّحْمٰنِ ۔ جس نے اس کا بوسہ لیا وہ رحمٰن کے ید قدرت کا بوسہ لیتا ہے

امام ابو عبید[2] غریب الحدیث میں اور جندی فضائل مکہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رکن اسود یقیناً زمین میں اللہ عزوجل کا ید رحمت ہے (اس کے ذریعہ) اللہ اپنے بندوں سے مصافحہ فرماتا ہے جیسے ایک شخص اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔

نیز حکم بن ابان[3] عن عکرمہ عن ابن عباس کی حدیث میں ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت نہیں پائی۔ اور حجر اسود کا بوسہ لے لیا تو اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بیعت کی۔

کیا ایک بندے کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کچھ ہو سکتی ہے اور کیا یہ نفع پہنچانا نہیں؟ رہ گیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ ارشاد۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ انھیں یہ حدیثیں نہیں پہنچی تھیں۔ اور ابھی لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے بت پرستی سے قریب العہد تھے۔ عہد جاہلیت میں بتوں کے بارے میں یہ اعتقاد تھا کہ یہ مستقل بالذات نافع اور ضار ہیں اس کا اندیشہ تھا کہ کہیں یہی اعتقاد بد حجر اسود کے بارے میں مسلمانوں میں نہ پیدا ہو جائے۔ اس کے ازالے کیلئے وہ فرمایا۔ مگر جب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بتایا تو تسلیم فرما لیا۔ اس لئے اب ان کے اس ارشاد کو دلیل بنا کر یہ کہنا کہ حجر اسود نفع ضرر نہیں پہنچاتا، درست نہیں۔

افادہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ امتی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کا اتباع لازم ہے۔ اگرچہ اس کی علت اور سبب معلوم نہ ہو۔ اسی میں سلامتی ہے۔ بلکہ ہر حکم شرعی کی علت معلوم کرنے کی کوشش آدمی کو گمراہ بھی کر سکتی ہے جب انسان اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ارشاد اور عمل کی کنہ جاننے کی عادت ڈال لے گا تو اگر کچھ ارشادات و اعمال کی کنہ نہ جان سکے گا۔ تو اس میں اسے شک اور تردد ہو سکتا ہے۔ اور یہی گمراہی کی بنیاد ہے۔ ایک انسان دوسرے انسان کی باتوں کی کنہ جاننے سے عاجز ہے۔ پھر وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال کی کنہ بھی ضرور جان لے۔ یہ ممکن نہیں۔ ہمارا کام صرف اطاعت اور اتباع ہے اسباب اور کنہ

---

[1] المناسک باب فضل الطواف ص ۲۱۸ [2] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۴۰ [3] ایضاً۔

وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُكَ

پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھے ہوتا کہ وہ تیرا بوسہ لیتے تھے تو میں بھی

مَا قَبَّلْتُكَ ؏

تیرا بوسہ نہ لیتا

جاننے کے نہ ہم مکلف اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔

احکام | اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حجر اسود کو بوسہ دینا سنت ہے۔ اگر بھیڑ کی وجہ سے بوسہ نہ دے سکے۔ تو اس پر ہاتھ رکھ کر ہاتھ کو بوسہ دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس کی طرف اشارہ کر کے ہاتھ کو چوم لے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کعبہ مقدسہ کے دوسرے حصوں کا بھی بوسہ دینا حسن ہے۔ علامہ زین الدین استاذ علامہ عینی نے فرمایا۔ اماکن شریفہ اور صلحاء مشائخ کے ہاتھ اور پاؤں بہ نیت تبرک چومنا بھی حسن ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کی مبارک ناف پر بوسہ دیا تھا۔ لائیے میں اسے بوسہ دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آثار اور ان کی آل کی برکت حاصل کرنے کیلئے حضرت ابو ہریرہ نے ان کی مبارک ناف کا بوسہ لیا

حضرت ثابت بنانی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دست مبارک پکڑ کر چھوڑتے نہیں تھے جب تک اسے بوسہ نہ دے لیتے کہتے یہ وہ ہاتھ ہے۔ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک چھوا ہے۔

حضرت امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار پر انوار اور منبر اقدس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟ فرمایا۔ کوئی حرج نہیں؟ حضرت امام احمد نے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کرتا دھو کر اس کا پانی پیا جب اہل علم کی تعظیم کا یہ حال ہے تو صحابہ کرام کے مزارات[1] اور انبیاء کرام کے آثار کی تعظیم و تکریم کیوں ممنوع ہو گی۔ مجنوں نے لیلیٰ کے بارے میں کتنا اچھا کہا ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلیٰ	میں لیلیٰ کے دیار میں گزرتا ہوں
اقبل ذا الجدار و ذا الجدار	تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں
وما حب الدیار شغفن قلبی	ان دیار کی عمارتوں نے میرا دل نہیں لبھایا ہے
ولکن حب من سکن الدیار	میرے دل کو اس نے لبھایا ہے جو ان دیار میں رہتا ہے

امام محب الطبری نے فرمایا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کے بوسے سے مستنبط کیا جاتا ہے کہ جس کے بوسہ دینے میں اللہ کی

؏ مناسك باب ما ذکر فی الحجر الاسود ص۲۱۷ باب الرمل فی الحج والعمرة ص۲۱۸ مسلم الحج ابوداؤد مناسك ترمذی، الحج نسائی ابن ماجه دارمی مناسك۔ موطا امام مالك الحج مسند امام احمد جلد اول ص۲۶

[1] ہمارے یہاں جو عینی کا نسخہ ہے۔ اس میں۔ مقادیر الصحابہ ہے غالباً یہ کاتب کی غلطی ہے۔ اس کے کوئی معنی نہیں۔ صحیح مقابر ہے۔ منہ۔

تعظیم ہے۔ اس کا بوسہ دینا جائز ہے۔ کیونکہ اگر اس کے مندوب ہونے پر کوئی حدیث نہیں آئی ہے تو کراہت کی بھی کوئی حدیث نہیں میں نے اپنے جد کریم محمد بن ابوبکر کی بعض تعلیقات میں دیکھا ہے کہ انھوں نے امام ابو عبداللہ محمد بن ابو الصیف سے نقل کیا کہ انھوں نے بعض بزرگوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ جب قرآن مجید دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے۔ جب حدیث کے اجزاء دیکھتے تو بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبریں دیکھتے تو بوسہ دیتے۔ جس میں اللہ کی تعظیم ہو اسے بوسہ دینے میں کچھ بعد نہیں[۱] واللہ اعلم۔

اقول و باللہ التوفیق۔ ایسے افراد ایسے مقامات ایسی چیزوں کی تعظیم و تکریم جو اللہ عزوجل کے محبوب اور اس کی پسندیدہ منتخب ہیں۔ حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے کیونکہ ان کی تعظیم و تکریم صرف اس وجہ سے ہے کہ یہ اللہ عزوجل کے محبوب اور اس کے منتخب ہیں تو یہ تعظیم اللہ عزوجل کے حسن انتخاب کی ہوئی۔ اور یہ بلاشبہ اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے۔ اسی کو قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

۱ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۔ ج ۳۱	اللہ نے جن چیزوں کو محترم کیا ہے جو ان کی تعظیم کرے تو یہ اس کے رب کے حضور بہتر ہے۔
۲ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ ج ۳۲	اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ اس کے دل کی پرہیزگاری ہے۔

بزرگان دین کے مزارات طیبہ سے جو روحانی و جسمانی فیوض لوگوں کو پہنچتے ہیں۔ وہ اس کی دلیل ہیں کہ یہ کسی اللہ عزوجل کے محبوب بندے کا مزار ہے اور اس کی دلیل ہے کہ جب بندے میں محیر العقول تصرف ہے۔ تو جس معبود برحق کے یہ محبوب ہیں جس کی عطا و دین سے انھیں یہ قوت حاصل ہے۔ وہ کتنی عظیم قدرت والا ہوگا۔ اسی علاقے سے بزرگان دین اور ان کے مزارات طیبہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے شعائر سے ہیں۔

بوسۂ قبر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فرمایا۔ قبروں کا بوسہ لینا نہ چاہئے[۲] بعض علماء اجازت دیتے ہیں۔ اور بعض روایات بھی نقل کرتے ہیں۔ کشف الغطا میں ہے۔ در کفایۃ الشعبی اثرے در تجویز بوسہ قبر والدین را نقل کردہ و گفتہ دریں صورت لاباس بہ است۔ و شیخ اجل در شرح مشکوٰۃ بورود آں در بعضے اشارت کردہ بے تعرض بجرح آں۔ (کفایۃ الشعبی میں،، ایک اثر،، والدین کی قبر کے بوسہ دینے کے جائز ہونے کے بارے میں نقل کیا ہے اور کہا ہے۔ کہ اس صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اور شیخ اجل نے شرح مشکوٰۃ میں ان بعض کے درود کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اس پر جرح کے تعرض کے بغیر) مگر جمہور علماء مکروہ جانتے ہیں۔ تو اس سے احتراز ہی چاہئے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔ مسح نہ کند قبر را بدست و بوسہ نہ دہد آں را (قبر پر ہاتھ نہ پھیرے اور بوسہ نہ دے) کشف الغطا میں ہے۔ کذلک فی عامۃ الکتب مدارج النبوۃ میں ہے۔ در بوسہ قبر والدین روایت فقہی می کنند و صحیح آنست کہ لایجوز است[۳] (والدین کی قبر کو بوسہ دینے کے بارے میں فقہی روایت نقل کرتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔)

---

۱ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۴۱ ۲ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ص ۱۶۳ ۳ ایضاً ص ۱۸۰

ث ۲۹۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحُجُّ كَثِيرًا وَلَا يَدْخُلُ ؎

اور حضرت ابن عمر حج بہت کرتے تھے اور کعبے کے اندر نہیں جاتے تھے۔

حدیث ۹۵۱ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَصَلَّى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا۔ تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور مقام ابراہیم

خَلْفَ الْمَقَامِ رَكْعَتَيْنِ وَمَعَهُ مَنْ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ

کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی اور حضور کے ساتھ کچھ لوگ تھے جو حضور کو لوگوں سے چھپائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے

اور عوام کے سامنے تو ہرگز ہرگز نہ چاہئے۔ کیونکہ وہ اپنی کم عقلی سے کہیں سجدہ نہ سمجھنے لگیں یا سجدہ کرنے لگیں۔ یا غلط پروپیگنڈہ کریں کہ فلاں قبر کو سجدہ کرتا تھا۔

تشریح ۲۹۵ اس اثر کو حضرت سفیان ثوری نے اپنی جامع میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ یہ اس کے معارض نہیں جو کتاب الصلوٰۃ میں گزرا کہ حضرت ابن عمر جب کعبے میں داخل ہوتے۔ الحدیث۔ اکثر یہی ہوتا کہ اندر نہ جاتے۔ کبھی کبھار جاتے بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں ثابت ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر اندر تشریف لے گئے مگر حجۃ الوداع میں جانے کی کوئی روایت نہیں۔ علماء نے یہی لکھا ہے۔ مگر ابوداؤد[۱] اور ترمذی[۲] اور ابن خزیمہ اور حاکم نے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس سے خوش وخرم باہر تشریف لے گئے اور جب لوٹے تو غمگین تھے۔ اور فرمایا میں کعبے کے اندر گیا مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے اپنی امت کو مشقت میں ڈال دیا۔ اور ام المومنین صرف حجۃ الوداع میں ساتھ تھیں۔ فتح مکہ میں ساتھ نہ تھیں۔ امام بیہقی نے اس پر جزم فرمایا اور یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے کہ قصہ وہی فتح مکہ کا ہو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مدینہ طیبہ آکر بیان فرمایا ہو۔ ظاہر کے خلاف ہے۔ اور اب تو نجدی حکومت نے عوام پر کعبہ بند ہی کر دیا۔

تشریحات ۹۵۱ یہ واقعہ عمرۃ القضاء کا ہے جو سنہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا تھا۔ اور یہ صاحب خود حضرت عبداللہ بن ابواوفی تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ساتھ ساتھ رہنے والوں میں خود حضرت عبداللہ بن ابواوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس روایت میں سعی کا ذکر نہیں

؎ مناسک باب من لم یدخل الکعبۃ ص۲۱۷ ؂ مناسک باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۲۷۷ ؂ باب فی دخول الکعبۃ ص۱۰۶۔

أَدَخَلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْکَعْبَۃَ قَالَ لَا ءٍ

پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تھے ؟ تو بتایا کہ نہیں ۔

حدیث ۹۵۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ أَبٰی أَنْ یَّدْخُلَ الْبَیْتَ وَ

جب مکہ تشریف لائے تو بیت اللہ کے اندر اس حالت میں جانے سے انکار کر دیا کہ

فِیْہِ الْآلِھَۃُ فَأَمَرَ بِھَا فَأُخْرِجَتْ فَأَخْرَجُوْا صُوْرَۃَ إِبْرَاھِیْمَ وَ

اس میں معبودان باطل موجود ہیں ان کے نکالے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم

إِسْمٰعِیْلَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ فِیْ أَیْدِیْھِمَا الْأَزْلَامُ فَقَالَ رَسُوْلُ

اور حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں نکالیں ان کے ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے اس پر

مگر ابواب العمرہ کی روایت میں ہے۔ اس موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبے میں نہیں گئے۔ کیونکہ اس میں تصویریں تھیں۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ تمام تصویروں کو مٹا دو۔ انھوں نے کپڑا بھگو کر سب کو مٹا دیا اس کے بعد اندر تشریف لے گئے[۱]

تشریحات ۹۵۲ کتاب الانبیا کی ایک روایت میں یہ ہے۔ ان تصویروں کے مٹائے جانے کا حکم دیا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیت اللہ کے اندر تشریف لے گئے تو اس میں حضرت ابراہیم اور حضرت مریم کی تصویر پائی۔ تو فرمایا۔ سنو! یہ مشرکین سن چکے ہیں کہ فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر ہو۔ یہ ابراہیم کی تصویر بنی ہوئی ہے اور انھیں پانسے سے کیا غرض۔

ازلام زلم۔ کی جمع ہے۔ تیر۔ مشرکین نے فال کے سات تیر بنا لئے تھے۔ ایک پر۔ لکھا تھا۔ **نعم**۔ دوسرے پر **لا**۔ تیسرے پر **منھم**۔ چوتھے پر **من غیرھم**۔ پانچویں پر **مُلصَق**۔ چھٹے پر **العقل**۔ ساتویں پر **فضل العقل**۔ یہ تیر کعبے کے خادم کے پاس رہتے تھے۔ مشرکین جب کہیں جانے کا یا بیاہ کرنے کا ارادہ کرتے۔ یا انھیں اور بھی کوئی ضرورت ہوتی تو یہ خادم پانسہ پھینکتا۔ اگر نعم نکلتا تو وہ کام کرتے اگر لا۔ نکلتا تو نہیں کرتے۔ اور اگر کسی کے نسب میں شک ہوتا تو ان تین تیر کا پانسہ پھینکتے جن پر **منھم**۔ **من غیرھم**۔ **مُلصَق**۔ ہوتا۔ اگر

---

[۱] باب من لم یدخل الکعبۃ ۲۱۷

[۱] ابواب العمرۃ باب متی یحل المعتمر۔ ثانی مغازی باب عمرۃ القضاء صہ ۶۱ ابوداؤد مناسک نسائی۔ ابن ماجۃ مناسک۔ مسند امام اعظم۔ جز رابع صہ ۲۵۳ [۵] مسند امام احمد جلد ثالث صہ ۳۵۶

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَمَا وَاللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ مشرکین کو مارڈالے سنو بخدا یہ جانتے ہیں کہ ان دونوں حضرات

أَنَّهُمَا لَمْ يَسْتَقْسِمَا بِهَا قَطُّ فَدَخَلَ الْبَيْتَ فَكَبَّرَ فِيْ نَوَاحِيْهِ وَ

نے ان تیروں سے کبھی فال نہیں نکالی ہے اس کے بعد بیت اللہ میں داخل ہوئے اور اس کے تمام گوشوں

لَمْ يُصَلِّ فِيْهِ ؏

میں تکبیر پڑھی اور اس میں نماز نہیں پڑھی۔

حدیث ۹۵۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ

منہم نکلتا تو کہتے اس کا نسب درست ہے اور اگر من غیرھم نکلتا تو کہتے یہ اس قوم کا نہیں اس کا حلیف ہے۔ اور اگر ملصق نکلتا تو کہتے کہ اس کا اس قوم سے نہ نسب ہے نہ اس کا حلیف ہے۔ اور اگر کوئی جرم کرتا اور اس میں اختلاف ہوتا کہ اس کی دیت (مالی تاوان) کس پر ہے تو بقیہ دونوں تیر سے کام لیتے۔ ایک فریق کو متعین کر کے پانسہ ڈالتے اگر اس کے نام پر عقل والا تیر آجاتا تو اس پر دیت لازم کر دیتے اور دوسرے فریق کو بری۔ اور اگر ان سے دیت کی پوری رقم وصول نہ ہوتی اور اختلاف ہوتا کہ کون ادا کرے تو پھر فضل العقل والا تیر پھینکتے جس کے نام پر گرتا وہ ادا کرتا۔ اس کی تفصیل میں اور بھی اقوال ہیں۔ میں نے تعارف کیلئے یہ ایک ذکر کر دیا ہے۔ یہ توہم پرستی تھی جہالت تھی بلکہ نسب اور دیت کے معاملے میں ظلم۔ اس لئے اسلام نے اسے سختی سے منع فرما دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔ مائدہ ۳۔ تم پر حرام کیا گیا ہے۔ پانسوں سے قسمت کا حال معلوم کرنا۔

قَدْ عَلِمُوْا یعنی مشرکین کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام پانسے کے تیروں سے قسمت کا حال نہیں معلوم کیا کرتے یہ انھیں متوارث روایات کے ذریعہ معلوم تھا جو ان کے آباء و اجداد سے چلی آرہی تھی۔ یا جو لوگ دین ابراہیمی پر تھے ان کے ذریعہ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبے میں نماز پڑھی ہے۔ اور حضرت ابن عباس کے علم میں یہ بات نہیں آئی اس لئے وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی

تشریحات ۹۵۳ یثرب۔ زمانۂ جاہلیت میں مدینہ طیبہ کا نام یثرب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر طیبہ رکھا۔ اب مدینہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ بعض شعراء اب بھی یثرب کہدیتے ہیں۔ اگر کسی شعر

؏ مناسک باب من کبر فی نواحی الکعبۃ ص۲۱۸ الانبیاء باب قول اللہ عز وجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ص۴۷۳ ثانی مغازی باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص۶۱۴ مسند امام احمد اول ص۲۳۳

۵ عمدۃ القاری تاسع ص۲۴۷

قدم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ فقال

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ (مکہ) آئے۔ تو مشرکین نے

المشرکون انہ یقدم علیکم وفد وھنتھم حمی یثرب

کہا۔ تمہارے یہاں ایک وفد آرہا ہے۔ جنھیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔

فامرھم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یرملوا الاشواط

اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ تین پھیروں میں رمل

الثلثۃ وان یمشوا ما بین الرکنین ولم یمنعہ ان یامرھم

کریں اور دونوں رکن کے درمیان معمول کے مطابق چلیں۔ لوگوں کی آسانی کے

ان یرملوا الاشواط کلھا الا الابقاء علیھم ؎

خیال سے تمام پھیروں میں رمل کا حکم نہیں فرمایا۔

میں ہو تو اسے۔ طیبہ۔ پڑھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری سے قبل یہ شہر وبائی تھا جب مہاجرین بیمار پڑ گئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اس کا بخار جحفہ منتقل کردے تو یہ دار الشفار بن گیا۔

ان یرملوا رمل کے معنی ہیں۔ اکڑ کر سینہ تان کر معتاد رفتار اور دوڑنے کے درمیان شانہ ہلاتے ہوئے چلنا۔ اور یہ ہر اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی ہو خواہ عمرے کا طواف ہو خواہ حج کا۔ اور یہ صرف تین ابتدائی پھیروں میں ہے طواف کے بقیہ چار پھیروں میں نہیں۔

ابوداؤد[1] میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء میں جعرانہ سے عمرہ کیا تو بیت اللہ کے طواف میں لوگوں نے رمل کیا۔ اور چادروں کو اپنی بغلوں کے نیچے کر کے بائیں مونڈھوں پر ڈال لیا۔ اسے اضطباع کہتے ہیں۔ اس کا مادہ ضبع ہے۔ باب افتعال میں جاکر اضطباع ہو گیا۔ افتعال کی تا کو فاکلمے کے ضاد ہونے کی وجہ سے طا سے بدل دیا۔ چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈالی جائے گی۔ جس طواف میں رمل ہے اس میں اضطباع بھی مسنون ہے۔ قریش حطیم میں کعبے کے شمال میں تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ رکن یمانی سے آگے بڑھے

ع مناسک باب کیف کان بدء الرمل ص۲۱۸ ثانی مغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۱ مسلم الحج ابوداؤد نسائی مناسک۔

[1] ابوداؤد مناسک۔ باب الاضطباع فی الطواف ص۲۵۹۔

حدیث ۹۵۴ عن سالم عن ابیه قال رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حین یقدم مکة اذا استلم الرکن الاسود اول ما یطوف یخب ثلثة اشواط من السبع ع۵

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے اور رکن اسود کا بوسہ لیا۔ تو میں نے حضور کو دیکھا شروع طواف میں سات پھیروں میں سے تین پھیروں میں دُلکی دوڑے۔

حدیث ۹۵۵ عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه قال

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور ان کی نظروں سے اوجھل ہوئے تو انھوں نے یہ پھبتی کسی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہرن ہیں۔ رکنین سے کعبے کے دونوں جنوبی گوشے مراد ہیں۔ غربی اور شرقی۔ پہلا رکن یمانی ہے۔ اور دوسرا رکن اسود ہے۔ کبھی تغلیباً دونوں کو یمانیین بھی کہا جاتا ہے۔

تشریحات ۹۵۴ یخب کا مصدر خبٌّ ہے۔ دوڑتے وقت گھوڑے کا کبھی اگلی ٹانگوں پر کھڑا ہونا کبھی پچھلی پر جسے دُلکی چال کہتے ہیں سنت یہی ہے کہ مسجد حرام میں جاتے ہی سب سے پہلے حجر اسود کا بوسہ لے اور طواف کرے اور اگر اس طواف کے بعد سعی بھی کرنی ہے۔ تو اضطباع کے ساتھ طواف کرے اور تین پہلے پھیروں میں رمل بھی کرے۔ بعد کے چار پھیروں میں رمل نہ کرے اس کے پہلے والی حدیث میں جو ہے کہ جب رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان ہوتے تو معمول کے مطابق چلتے۔ یہ عمرۃ القضا کا قصہ ہے اور منسوخ ہے۔ حجۃ الوداع میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پورے پھیرے میں رمل کیا اضطباع اور رمل صرف تین طوافوں میں ہے۔ عمرے کے طواف میں اور طواف قدوم میں جبکہ اس کے بعد سعی کی نیت ہو۔ اگر اس طواف کے بعد سعی کرے گا۔ تو طواف افاضہ میں سعی ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر اس وقت سعی نہ کی تو طواف افاضہ کے بعد سعی کرے۔ اب اس طواف میں بھی اضطباع اور رمل ہے۔

تشریح ۹۵۵ اس حدیث کی سند میں ابتدا میں محمد بلا نسبت ہے۔ امام بخاری کے شیوخ میں محمد نام کے چار چار افراد ہیں۔ ایک محمد بن یحییٰ ذُہلی۔ امام حاکم نے فرمایا۔ یہی مراد ہیں۔ دوسرے محمد بن رافع جبانی نے یہ حکایت کی کہ یہ مراد ہیں تیسرے محمد بن سلام۔ ابو علی۔ ابن السکن نے حکایت کی کہ یہ مراد ہیں چوتھے محمد بن عبداللہ

ع۵ مناسک باب استلام الحجر الاسود ص۲۱۸ مسلم حج۔ نسائی مناسک۔

سَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَةَ اَشْوَاطٍ وَمَشٰى اَرْبَعَةً

نے (طواف کے) تین پھیروں میں سعی اور رمل فرمایا۔ اور چار میں معمول کے

فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ؏۵

مطابق چلے۔ حج میں بھی اور عمرے میں بھی۔

حدیث ۹۵۶ اَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

اسلم نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکن کو

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ لِلرُّكْنِ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّي لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ

مخاطب کرکے فرمایا۔ سن واللہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے

لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

نہ نفع دیتا ہے نہ ضرر۔ اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ

بن نمیر۔ ابونعیم نے مستخرج میں نقل کیا کہ یہ مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ محمد بن سلام ہیں۔ ابوذر کے نسخے میں نسبت کے ساتھ ہے۔ اور ابن السکن نے اسے نقل کیا ہے۔ سند میں اس قسم کا ابہام بھی عیب ہے جسے، تدلیس کہتے ہیں۔ مگر یہاں اس کا امکان ہے کہ یہ حدیث ان چاروں سے سنی ہو اس لئے کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۹۵۶ ۲ ؍ ۱ ایضاً۔ باب مفاعلت سے ماضی مطلق کا صیغہ جمع متکلم ہے اس کا مصدر مراءاۃ ہے جس کا مادہ رویت ہے۔ اس کا ترجمہ ہے۔ ہم نے دکھایا۔ یعنی ہم مشرکین کو دکھا رہے تھے کہ ہم قوی اور طاقت ور ہیں۔ کمزور نہیں۔ یہ امام قاضی عیاض کی رائے ہے۔ ابن مالک نے کہا کہ یہ ریاء سے ہے۔ یعنی ہم کمزور تھے مگر مشرکین کو رمل کرکے یہ دکھا رہے تھے۔ کہ طاقتور ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہی طریق صواب پر ہے۔ اور اس خادم کی رائے یہ ہے کہ امام قاضی عیاض کی رائے اقرب الی الصواب ہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام حقیقت میں کمزور نہیں تھے اگر واقعی کمزور ہوتے تو قریش انھیں مکے میں آنے دیتے۔ ۹ اور یہ حقیقت میں ریا نہیں جو ممنوع ہے۔ کیونکہ ریا کے معنی یہ ہیں کہ بجائے رضائے الٰہی کے لوگوں کو دکھانے کیلئے کثرت سے عبادت کی جائے اور تنہائی میں کم، یا خوب بنا سنوار کر کی جائے اور تنہائی میں بے پرواہی سے' تاکہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ بڑا عبادت گزار ہے۔ اور یہاں یہ نہیں۔ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے اللہ کی رضا کے لئے اپنی قوت دکھا رہے تھے۔

؏۵ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸

وَسَلَّمَ اِسْتَلَمَكَ مَا اسْتَلَمْتُكَ فَاسْتَلَمَهُ ثُمَّ قَالَ وَمَالَنَا وَلِلرَّمَلِ

وہ تجھے بوسہ دیتے ہیں تو میں تجھ کو بوسہ نہیں دیتا۔ یہ کہہ کر اسے بوسہ دیا۔ پھر فرمایا

اِنَّمَا كُنَّا رَأَيْنَا بِهِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ اَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ شَيْءٌ

ہمیں رمل کی کیا ضرورت ہم نے مشرکین کو دکھایا تھا اور اللہ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اس کے

صَنَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نُحِبُّ

بعد فرمایا۔ جو کام رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا ہے اس کے چھوڑنے کو

اَنْ نَتْرُكَهُ ع۱

ہم پسند نہیں کرتے ۔

حدیث ۹۵۷ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے سختی اور آسانی

قَالَ مَا تَرَكْتُ اسْتِلَامَ هٰذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ فِيْ شِدَّةٍ وَّلَا رَخَاءٍ مُنْذُ

کی حالت میں ان دونوں رکنوں کا بوسہ لینا نہیں چھوڑا۔ جب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا قُلْتُ

ان کا بوسہ لیتے دیکھا ہے (عبید اللہ کہتے ہیں) کہ میں نے نافع سے پوچھا۔ کیا ابن عمر دونوں رکنوں

لِنَافِعٍ اَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمْشِيْ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ قَالَ اِنَّمَا كَانَ يَمْشِيْ

کے درمیان معمول کے مطابق چلتے تھے تو انھوں نے بتایا۔ ہاں دونوں رکنوں کے درمیان

لِيَكُوْنَ اَيْسَرَ لِاسْتِلَامِهِ ع۲

معمول کے مطابق چلتے تھے تاکہ بوسہ لینے میں آسانی ہو۔

تشریحات ۹۵۷

مطابقت۔ یہاں باب یہ ہے۔ حج اور عمرے دونوں میں رمل۔ اور حدیث میں رمل کا کوئی تذکرہ نہیں۔ اقول۔ اس حدیث کے اس جملے سے۔ کہ ان دونوں رکنوں کے مابین معمول کے مطابق چلتے تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ بقیہ حصوں میں معمول کے مطابق نہیں چلتے تھے۔ یہی رمل ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسلک یہی تھا۔ کہ رکن یمانی اور رکن اسود کے درمیان رمل نہیں۔

ع۱ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ صـ۲۱۸ ع۲ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ صـ۲۱۸ مسلم نسائی الحج ۔

حدیث ۹۵۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ طَافَ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلے اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ عَلٰی بَعِيْرِہٖ
تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے اونٹ پر سوار ہوتے ہوئے طواف فرمایا۔ اور

يَسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ ع
رکن کا اپنے عصا سے بوسہ لیتے تھے

ت ۲۹۶ عَنْ أَبِي الشَّعْثَاءِ أَنَّہٗ قَالَ مَنْ يَتَّقِيْ شَيْئًا مِّنَ الْبَيْتِ
ابوالشعثاء نے کہا۔ کون ہے؟ جو بیت اللہ کے کسی حصہ سے پرہیز کرے

وَكَانَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ فَقَالَ لَہُ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّہٗ
اور معاویہ سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے۔ اس پر ان سے ابن عباس نے کہا کہ

تشریحات ۹۵۸ محجن۔ اس لاٹھی کو کہتے ہیں۔ جس کا سرا ٹیڑھا ہو۔ یا وہ خود ٹیڑھی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سواری پر طواف فرمایا۔ اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے علیل رہے ہوں۔ جیسا کہ ابوداؤد میں ہے۔ اور یہی وجہ وجیہ ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ سب لوگ دیکھیں اور جو پوچھنا چاہیں پوچھیں۔ جیسا کہ اسی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ لوگ حضور پر ٹوٹے پڑ رہے تھے اگر سواری پر نہ ہوتے تو طواف دشوار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی عذر ہو تو سواری پر طواف درست ہے۔ یوں ہی بھیڑ کی وجہ سے اگر ہاتھ بھی حجر اسود تک نہ پہنچتا ہو تو لکڑی وغیرہ سے اسے مس کرکے لکڑی کو بوسہ دے۔ اسی میں حضرت ابن عباس ہی سے دوسری روایت میں ہے۔ کہ پھر عصا کو بوسہ دیتے۔ بلا عذر سواری پر طواف مکروہ ہے۔

تشریحات ۲۹۶ استلام کے معنی پتھر چھونے اور اسے بوسہ دینے کے ہیں۔ اس کا مادہ سَلِمَۃٌ ہے۔ جس کے معنی پتھر کے ہیں۔ استلام عام ہے اور تقبیل خاص ہے۔ استلام لکڑی یا ہاتھ سے چھونے کو بھی کہتے ہیں۔ کعبے کے چار رکن یعنی کونے ہیں۔ شرقی جنوبی کو رکن اسود کہتے ہیں اسی میں حجر اسود ہے۔ غربی جنوبی کو یمانی کبھی تغلیبا دونوں کو یمانیین کہا جاتا ہے۔ غربی شمالی کو شامی۔ شرقی شمالی کو عراقی۔ کبھی تغلیبا ان دونوں کو شامیین بھی کہہ دیتے ہیں۔ رکن اسود میں دو فضیلت ہے۔ یہ قواعد ابراہیم پر بھی ہے اور اس میں حجر اسود بھی ہے۔ اس لئے

ع ۵ مناسک باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ باب من اشار الی الرکن ص ۲۱۹ باب التکبیر عند الرکن ص ۲۱۹ مسلم الحج ابوداؤد ابن ماجہ مناسک۔ ۵ مناسک باب الطواف الواجب ص ۲۵۹

لا نستلم هذين الركنين فقال له ليس شيء من البيت مهجورا

ہم ان دونوں رکنوں (عراقی شامی) کو بوسہ نہیں دیتے۔ تو معاویہ نے ان سے کہا بیت اللہ کا

وكان ابن الزبير يستلمهن كلهن ع

کوئی حصہ چھوڑنے کے لائق نہیں۔ اور ابن زبیر سب ارکان کو بوسہ دیتے تھے۔

حدیث ۹۵۹

عن الزبير بن عربي قال سأل رجل ابن عمر رضي

زبیر بن عربی نے کہا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمر

الله تعالى عنهما عن استلام الحجر فقال رأيت رسول الله

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حجر اسود کو بوسہ دینے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ میں نے

صلى الله تعالى عليه وسلم يستلمه ويقبله وقال أرأيت

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے اور بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے

إن زحمت أرأيت إن غلبت قال اجعل أرأيت باليمن رأيت

اور اس شخص نے کہا۔ فرمائیے اگر میں بھیڑ میں پڑ جاؤں۔ فرمائیے اگر میں دبا دیا جاؤں تو فرمایا۔

اس کی تقبیل ہے۔ اور ممکن نہ ہو تو استلام۔ رکن یمانی قواعد ابراہیم پر ہے۔ اس میں صرف ایک فضیلت ہے۔ اس لئے اس کا صرف استلام ہے۔ ہاتھ سے چھوکر ہاتھ کو بوسہ دے لے۔ تقبیل یا لکڑی سے چھونا نہیں۔ رکن عراقی اور شامی چونکہ حقیقت میں رکن نہیں بلکہ درمیان بیت اللہ پر ہیں اس لئے نہ ان کا بوسہ لینا ہے اور نہ چھونا ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔

حضرت معاویہ کا مذہب یہی تھا۔ کہ سب کو بوسہ دینا چاہئے۔ رہ گئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو چونکہ انھوں نے کعبے کا وہ حصہ جو قریش نے حطیم میں چھ یا سات ہاتھ چھوڑ دیا تھا کعبے کی جدید تعمیر میں شامل کر کے رکن عراقی اور شامی کو بھی قواعد ابراہیم پر بنایا تھا۔ اس لئے اسے بھی وہ فضیلت مل گئی جو رکن یمانی کو حاصل تھی اس لئے وہ ان دونوں ارکان کا بھی استلام کیا کرتے تھے۔

یہ دو تعلیقیں ہیں۔ پہلی مھجورا تک۔ اسے امام احمد اور امام ترمذی امام حاکم نے حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور بعد والی کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۹۵۹

یہ سائل راوی حدیث زبیر بن عربی ہی تھے۔ جیسا کہ مسند ابوداؤد طیالسی میں ہے۔ سالت ابن عمر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا کہ بہرحال حجر اسود کا بوسہ لیا جائے۔ یہ بوسہ لینے

ع مناسک باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین ص ۲۱۸

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ عــه

ارائیت کو یمین میں رکھ - میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا استلام کرتے ہوئے اسے بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔

حدیث ۹۶۰ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ طَافَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلٰى بَعِيْرٍ كُلَّمَا أَتَى

نے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا ۔ جب کبھی رکن (اسود) کے پاس

الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ عــه

آتے تو حضور کے ہاتھ میں کچھ ہوتا اس سے اس کی طرف اشارہ فرماتے اور تکبیر کہتے

حدیث ۹۶۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ ذَكَرْتُ لِعُرْوَةَ

محمد بن عبدالرحمن نے کہا میں نے عروہ سے اس کا تذکرہ کیا۔

قَالَ فَأَخْبَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنَّ أَوَّلَ شَيْءٍ بَدَأَ بِهِ حِيْنَ قَدِمَ النَّبِيُّ

تو انھوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ نے مجھے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ آئے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَوَضَّأَ ثُمَّ طَافَ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ عُمْرَةً

تو سب سے پہلے وضو کیا پھر طواف فرمایا پھر یہ عمرہ نہ ہوا

میں کبھی کبھی زخمی ہو جاتے مگر چھوڑتے نہ تھے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا بھیڑ ہو تو بوسہ نہ لے۔ اس کے لئے نہ کسی اور کو ایذا دے اور نہ خود ایذا اٹھائے۔

تشریحات ۹۶۰ یہ حدیث ابھی گزری ہے۔ وہاں عبیداللہ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ یہاں عکرمہ سے۔ وہاں محجن کی تصریح ہے۔ یہاں بشی ابہام ہے۔ یہاں کبّر زائد ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر طواف کے پھیرے پر تکبیر مستحب ہے۔

تشریحات ۹۶۱ ذکرت لعروۃ۔ عروہ سے کیا ذکر کیا۔ وہ بخاری میں نہیں۔ مگر مسلم میں مفصل مذکور ہے۔ محمد بن عبدالرحمن کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے ایک عراقی نے یہ کہا کہ عروہ سے یہ پوچھو کہ ایک شخص نے حج کا احرام باندھا اور وہ

عــه مناسک باب تقبیل الحجر ط۱۹-۲۱۸ ترمذی الحج۔ نسائی مناسک۔

عــه مناسک باب التکبیر عند الرکن ص۲۱۹

ثُمَّ حَجَّ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ مِثْلَهٗ ثُمَّ حَجَجْتُ مَعَ اَبِی الزُّبَیْرِ فَاَوَّلُ

اس کے بعد ابو بکر اور عمر نے حج کیا اسی طرح۔ پھر میں نے اپنے باپ زبیر کے ساتھ حج کیا تو انھوں

شَیْءٍ بَدَءَ بِهِ الطَّوَافُ ثُمَّ رَاَیْتُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارَ

نے بھی سب سے پہلے طواف کیا۔ پھر مہاجرین اور انصار ایسا ہی کرتے تھے۔

یَفْعَلُوْنَهٗ وَقَدْ اَخْبَرَتْنِیْ اُمِّیْ اَنَّهَا اَهَلَّتْ هِیَ وَاُخْتُهَا وَالزُّبَیْرُ

میری ماں (حضرت اسماء) نے مجھے خبر دی کہ انھوں نے اور ان کی بہن (عائشہ) اور زبیر

وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ بِعُمْرَةٍ وَّکُلَّمَا مَسَحُوا الرُّکْنَ حَلُّوْا ؏

اور فلان اور فلان نے عمرے کا احرام باندھا۔ تو جب رکن چھو لیا تو احرام سے باہر ہو گئے

حدیث ۹۶۲ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔۔ کہ

طواف کر چکا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں۔ اگر وہ یہ کہیں کہ۔ باہر نہیں ہوا۔ تو ان سے کہو ایک شخص یہ کہتا ہے میں نے عروہ سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ جو شخص حج کا احرام باندھے وہ پورا حج ادا کئے بغیر احرام سے باہر نہ ہوگا میں نے کہا ایک شخص یہ کہتا ہے تو انھوں نے فرمایا۔ اس نے غلط کہا۔ وہ عراقی میرے سامنے آیا اور پوچھا کہ انھوں نے کیا فرمایا۔ میں نے اسے بتایا کہ وہ فرماتے ہیں کہ احرام سے باہر نہیں ہوا۔ تو اس نے کہا ان سے کہو۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دیتا ہے کہ حضور نے یہ کیا اور اسماء اور عائشہ کا کیا حال ہے کہ انھوں نے ایسا کیا۔ اب میں عروہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو بتایا انھوں نے پوچھا کون ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا وہ میرے پاس آکر کیوں نہیں پوچھتا۔ میرا گمان یہ ہے کہ وہ عراقی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ اس نے جھوٹ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کیا۔ حضرت عائشہ نے خبر دی (پوری حدیث) مسلم میں حضرت عثمان اور حضرت معاویہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اضافہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے بھی سب سے پہلے طواف کیا اور جب تک پورا حج نہیں کر لیا احرام نہیں کھولا۔ اخیر میں یہ ہے۔ پھر میں نے اخیر میں جسے ایسا کرتے دیکھا وہ ابن عمر ہیں۔ ابن عمر ان کے پاس ہیں ان سے یا اور ان لوگوں سے جو پہلے کے ہیں۔ یہ کیوں نہیں پوچھتا۔ یہ سب لوگ جب مکہ میں قدم رکھتے تو سب سے پہلے طواف کرتے اور احرام نہیں کھولتے۔

وقد اخبرتنی امی اس حصے کا مطلب یہ ہے کہ ہاں جب صرف عمرے کا احرام باندھتے تو رکن کے مس کے بعد احرام سے باہر ہو جاتے۔ یہاں مس رکن۔ سے مراد طواف سعی اور حلق سب ہے۔ کیونکہ یہ عادت مستمرہ تھی۔ کہ یہ سب مسلسل کرتے وقفہ نہ ہوتا۔ اسلئے یہ عمرے سے فراغ سے کنایہ ہے

تشریحات ۹۶۲ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز واجب ہے۔ یہ نماز مقام ابراہیم

؏ مناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ص ۲۱۹

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا طاف فی الحج او العمرۃ
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آکر حج یا عمرے میں جو پہلا طواف کرتے اس میں
اول مایقدم سعی ثلثۃ اطواف ومشی اربعۃ ثم سجد سجدتین
تین طواف میں سعی کرتے اور چار میں معمول کے مطابق چلتے اس کے بعد دو رکعت نماز
ثم یطوف بین الصفا والمروۃ عہ
پڑھتے۔ پھر صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے۔

حدیث ۹۶۳

اخبرنی عطاء اذ منع ابن ہشام النساء الطواف
ابن جریج نے کہا مجھے عطار نے خبر دی کہ جب ابن ہشام نے عورتوں کو مردوں

کے پاس پورب جانب پڑھے۔ نماز سے پہلے آیۂ کریمہ "واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی۔ اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ پڑھے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھے۔ اگر طواف کے بعد سعی ہے تو ملتزم سے پلٹنے سے پہلے پڑھے۔ ورنہ ملتزم سے پلٹنے کے بعد۔ اگر مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو مسجد حرام میں کہیں بھی پڑھ سکتا ہے مقام ابراہیم کے بعد اس نماز کے لئے سب سے افضل جگہ کعبہ کے اندر ہے۔ پھر حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے پھر حطیم میں کسی بھی جگہ۔ پھر کعبے کے قریب تر پھر مسجد حرام پھر حدود حرم۔ سنت یہ ہے کہ اگر وقت کراہت نہ ہو تو طواف کے بعد بلا تاخیر بلا فصل پڑھے۔ اس کے بعد یہی حدیث ہے جس میں سعی کے بجائے یخبّ ہے۔ سعی کے معنی دوڑنے کے ہیں اور خبب کے معنی دلکی دوڑ لگانا ہے۔ دونوں کا ماحصل ایک ہے۔ یعنی رمل کرتے تھے۔ اخیر میں یہ زائد ہے۔

انہ کان یسعی بطن المسیل اذا طاف بین الصفا والمروۃ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب صفا اور مروہ کا طواف کرتے تو نالے کے پیٹ میں دوڑتے۔

صفا سفید رنگ کی ایک چھوٹی پہاڑی تھی۔ اور مروہ سیاہ رنگ کی۔ ان دونوں کے بیچ میں نشیب تھا۔ اس نشیب میں بارش کا پانی بہتا تھا۔ اس کے دونوں کناروں کے اوپر سبز نشان لگائے ہوئے ہیں جنھیں میلین اخضرین کہتے ہیں۔ ان میں مروہ کی جانب جو بازار کی سمت ہے یہاں پہلے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھر تھا۔

تشریحات ۹۶۳ اس ابن ہشام سے مراد ابراہیم بن ہشام بن اسماعیل بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ جو ہشام بن عبدالملک بادشاہ وقت کا ماموں تھا۔ جیسا کہ کلبی نے کہا ہے۔ اسے ہشام بادشاہ نے مدینہ طیبہ کا والی بنایا تھا۔ ہشام نے اسے امیر الحاج بنادیا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہاں ابن ہشام سے اس کا بھائی محمد بن ہشام مراد ہے جو مکہ معظمہ کا والی تھا۔

عہ مناسک باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ص ۲۱۹

مَعَ الرِّجَالِ قَالَ كَيْفَ تَمْنَعُهُنَّ وَقَدْ طَافَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

کے ساتھ طواف کرنے سے روک دیا تو انھوں (عطار) نے کہا۔ تو کیسے عورتوں کو روکتا ہے حالانکہ ازواج

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الرِّجَالِ قُلْتُ بَعْدَ الْحِجَابِ أَوْ قَبْلُ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مردوں کے ساتھ طواف کیا ہے۔ میں نے پوچھا حجاب کے بعد یا پہلے؟

إِيْ لَعَمْرِي لَقَدْ أَدْرَكْتُهُ بَعْدَ الْحِجَابِ قُلْتُ كَيْفَ يُخَالِطُهُنَّ الرِّجَالُ

فرمایا مجھے اپنی جان کی قسم میں نے حجاب، کے بعد ہی کا زمانہ پایا ہے۔ میں نے کہا مرد ان کے

قَالَ لَمْ يَكُنْ يُخَالِطُهُنَّ كَانَتْ عَائِشَةُ تَطُوفُ حَجْرَةً مِّنَ الرِّجَالِ

ساتھ کیسے ملے جلے رہتے۔ فرمایا مرد ان کے ساتھ ملے جلے نہیں رہتے۔ حضرت عائشہ مردوں سے

لَا تُخَالِطُهُمْ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ انْطَلِقِي نَسْتَلِمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ

الگ رہ کر طواف کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک عورت نے عرض کیا۔ اے ام المومنین چلئے حجر اسود کا بوسہ

قَالَتِ انْطَلِقِي عَنْكِ وَأَبَتْ يَخْرُجْنَ مُتَنَكِّرَاتٍ بِاللَّيْلِ فَيَطُفْنَ مَعَ

لیں۔ تو فرمایا تم جاؤ۔ ام المومنین نے انکار کر دیا۔ ازواج مطہرات رات میں طواف کیلئے اس طرح

الرِّجَالِ وَلٰكِنَّهُنَّ كُنَّ إِذَا دَخَلْنَ الْبَيْتَ قُمْنَ حِينَ يَدْخُلْنَ وَأُخْرِجَ

جاتیں کہ پہچانی نہیں جاتیں۔ اور مردوں کے ساتھ طواف کرتیں۔ ہاں جب کعبے کے اندر جانا چاہتیں

الرِّجَالُ وَكُنْتُ آتِي عَائِشَةَ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهِيَ مُجَاوِرَةٌ

تو باہر کھڑی رہتیں اور مرد نکال دیئے جاتے۔ اور میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس وقت میں

فائدہ:- حضرت ابراہیم نخعی سے روایت کیا کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے روکا تھا ایک شخص کو دیکھا کہ عورتوں کے ساتھ طواف کر رہا ہے تو اسے کوڑا مارا۔ ابن عیینہ سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جس نے عورتوں اور مردوں کو علیحدہ علیحدہ طواف کا حکم دیا وہ خالد بن عبداللہ قسری تھا جو عبدالملک بن مروان سفاک کے عہد میں مکہ کا حاکم تھا۔ کاشکہ اسی پر عمل درآمد رہا ہوتا تو بہت اچھا رہتا۔ طواف میں خصوصاً طواف زیارت میں مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ جانے کتنے کے حج کے مردود ہونے کا سبب بن جاتا ہے۔ ابتداء اسلام میں اتنی بھیڑ نہ تھی تو یہ آسان تھا کہ عورتیں مردوں کے گھیرے سے باہر رہ کر طواف کر سکیں اب طواف زیارت میں تو وہ حال ہوتا ہے کہ مسجد حرام کے نیچے اوپر کے دونوں برآمدوں میں لوگ طواف کرتے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم ہند سیدی وسندی مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قدس سرہ جب پہلی بار ۱۳۶۶ھ میں

فِیْ جَوْفِ ثَبِیْرٍ قُلْتُ مَا حِجَابُهَا قَالَ هِیَ فِیْ قُبَّةٍ تُرْکِیَّةٍ لَهَا غِشَاءٌ

عبید بن عمیر بھی ہوتے تھے۔ اور وہ ثبیر پہاڑ کے اندر قیام پذیر تھیں۔ میں نے پوچھا ان کا پردہ کیا تھا۔ فرمایا۔ وہ ترکی

وَمَا بَیْنَنَا وَبَیْنَهَا غَیْرُ ذٰلِكَ وَرَأَیْتُ عَلَیْهَا دِرْعًا مُوَرَّدًا۔ ع۵

گول خیمے میں تھیں جس پر پردہ ٹنگا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ گلابی رنگ کا پیرہن پہنے ہوئے تھیں

حدیث ۹۶۴ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ وَهُوَ یَطُوْفُ بِالْکَعْبَةِ بِإِنْسَانٍ رَبَطَ یَدَهٗ

طواف کرتے ہوئے ایک ایسے شخص پر گذرے جو چمڑے کے تسمے یا دھاگے یا کسی اور چیز سے

اِلٰی اِنْسَانٍ بِسَیْرٍ اَوْ بِخَیْطٍ اَوْ بِشَیْءٍ غَیْرِ ذٰلِكَ فَقَطَعَهُ النَّبِیُّ صَلَّی

اپنا ہاتھ دوسرے شخص کے ساتھ باندھے ہوئے (طواف کر رہا تھا۔ تو حضور نے اسے کاٹ دیا پھر

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ ثُمَّ قَالَ قُدْ بِیَدِهٖ ع۵

فرمایا۔ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر لے چل۔

حج کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ تو علماء مکہ معظمہ سے مشورہ کے بعد نجدی حکومت کے سامنے یہ تجویز رکھی مگر منظور نہ ہوئی اس وقت دستور یہی تھا کہ جب عورتیں کعبہ مقدسہ کے اندر جانا چاہتیں تو مردوں کو باہر کر دیا جاتا مگر بعد میں یہ پابندی ختم ہو گئی اور اب تو ایام حج میں سوائے نجدی حکومت کے افراد اور ان کے خصوصی مہمانوں کے کسی کو داخلہ نصیب ہی نہیں۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔

تشریحات ۹۶۴ اس کے بعد والے باب میں اور کتاب ایمان والنذور کی پہلی روایت میں، بزمام او غیرہ۔ ہے اور دوسری روایت میں بخزامة فی انفه۔ خزامہ اونٹ کی نکیل کو کہتے ہیں۔ سب روایات کا حاصل یہ نکلا کہ ایک اپنی ناک میں اونٹ کی نکیل کی طرح رسی وغیرہ لگائے ہوئے تھا۔ اور دوسرا اسے ہاتھ میں لئے ہوئے آگے آگے چل رہا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ رائج تھا کہ وہ یہ منت مانا کرتے کہ اگر یہ کام ہو جائے گا تو اس طرح حج کریں گے۔

ع۵ مناسك باب طواف النساء مع الرجال ص۲۱۹ ع۵ مناسك باب الكلام فی الطواف ص۲۱۹ باب اذا رأی سیرا او شیئا یکره فی الطواف ص۲۲۰ ثانی ایمان و النذور باب النذر فیما لا یملك ص۹۹۱ ۔ دو طریقے سے ابوداؤد الایمان والنذور ۔ نسائی، الایمان والنذور، والحج۔

۲۹۷ ت

وَقَالَ عَطَاءٌ فِي مَنْ يَطُوْفُ فَتُقَامُ الصَّلٰوةُ أَوْ يُدْفَعُ عَنْ

اور امام عطار نے کہا۔ کوئی طواف کر رہا ہے اور نماز ہونے لگی یا اپنی جگہ سے ڈھکیل

مَكَانِهِ إِذَا سَلَّمَ يَرْجِعُ حَيْثُ قُطِعَ عَلَيْهِ فَيَبْنِيْ وَيُذْكَرُ نَحْوُهُ

دیا گیا۔ تو سلام پھیرنے کے بعد لوٹے تو جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے کرے اور اسی کے مثل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ عہ

ابن عمر اور عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

۲۹۸ ت

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہر سات پھیرے ہر دو رکعت

لِكُلِّ أُسْبُوْعٍ رَكْعَتَيْنِ عہ

پڑھتے تھے۔

مسند امام احمد[۱] میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے بتایا کہ ہم نے یہ منت مانی تھی کہ اسی طرح جڑے ہوئے کعبہ جائیں گے۔ فرمایا الگ ہو جاؤ یہ نذر نہیں۔ نذر وہ کام ہے جس سے اللہ کی رضا طلب کی جائے۔ طبرانی[۲] میں ہے کہ بشر کہتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا مال اور اولاد واپس کر دیا پھر دیکھا کہ یہ اور ان کے صاحبزادے طلق ایک رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔ دریافت فرمایا یہ کیا ہے تو بتایا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ میرے مال اور اولاد کو واپس کر دے گا تو اسی طرح حج کروں گا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رسی کاٹ دی اور فرمایا تم دونوں حج کرو۔ یہ شیطان کا کام ہے۔

احکام۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کرنے کی حالت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سنت ہے۔ ممنوع نہیں دنیوی بات طواف میں ممنوع ہے۔ ہاں بضرورت بقدر ضرورت اجازت ہے۔ منت صرف طاعات کی ہوتی ہے۔ جو چیز شرعاً ممنوع ہو یا مباح ہو اس کی منت صحیح نہیں۔

تشریحات ۲۹۷ یہاں باب یہ ہے۔ جب طواف میں رک جائے۔ یعنی مسلسل نہ کر سکے اور کچھ دیر رکنا پڑے خواہ شرعی ضرورت سے خواہ دنیوی ضرورت سے تو کیا کرے اس باب کے مناسب امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں ملی۔ اس لئے اقوال رجال سے کام لیا۔ امام عطار کا قول ذکر فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اثنار طواف اگر کوئی دینی یا دنیوی ضرورت

عہ مناسک باب إذا وقف في الطواف ص۲۲۰ عہ مناسک باب صلی النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لسبوعہ رکعتین ص۲۲۰ [۱] جلد ثانی ص۱۸۳ [۲] عمدۃ القاری تاسع ص۳۹۴

ت ۲۹۹ وَقَالَ اِسْمٰعِيلُ بْنُ اُمَيَّةَ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ اِنَّ عَطَاءً يَقُوْلُ تُجْزِئُهٗ

اور اسماعیل بن امیہ نے کہا میں نے امام زہری سے کہا کہ عطاء کہتے ہیں کہ طواف کے

الْمَكْتُوْبَةُ مِنْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ فَقَالَ السُّنَّةُ اَفْضَلُ لَمْ يَطُفِ النَّبِيُّ

دوگانے کے قائم مقام فرض نماز ہو جائے گی۔ تو امام زہری نے فرمایا۔ سنت پر عمل کرنا افضل ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبُوْعًا قَطُّ اِلَّا صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ع ۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی طواف کے سات پھیرے پورے کئے تو دو رکعت پڑھی ہے۔

در پیش ہو جو ناگزیر ہو تو طواف چھوڑ کر اسے پوری کرے پھر جہاں سے طواف چھوڑا تھا وہیں سے کرے ابتدا سے نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طواف فاسد نہ ہوا۔ مثلاً نماز باجماعت شروع ہوئی یا کسی نے اسے ہٹا دیا۔ اسی کے مثل نماز جنازہ ہے اور فطری حوائج مثلاً پیشاب پاخانہ یا وضو ٹوٹ گیا۔ امام عطاء کے ارشاد کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کو، امام سعید بن منصور نے اور حضرت عبد الرحمن بن ابوبکر کے اس ارشاد کو امام عبد الرزاق استاذ الاستاذ امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔

تشریح ۲۹۸ اس اثر کو امام عبد الرزاق نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک طواف کو دوسرے کے ساتھ ملانے کو مکروہ جانتے تھے۔ اور ہر سات پھیرے پر دو رکعت پڑھتے تھے دو طواف کو ملاتے نہیں تھے۔

تشریحات ۲۹۹ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر فرمایا ہے صحیح یہ ہے کہ طواف کی دوگانہ کے عوض فرائض کافی نہیں۔ امام زہری کے ارشاد سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر مواظبت فرمائی ہے کبھی ترک نہیں فرمایا۔ اور مواظبت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے امام ابو القاسم تمام بن محمد رازی نے اپنے فوائد میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر طواف کے سات پھیروں پر دو رکعت مسنون فرمائی ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ سنت یہی جاری رہی کہ طواف کے ہر سات پھیرے پر دو رکعت ہے۔ ان کے عوض دوسری نفل نماز اور فرض کافی نہیں۔ نیز اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ امام احمد[۱] امام مسلم[۲] نے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مقام ابراہیم پر پہنچے تو۔ آیہ کریمہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى تلاوت فرمائی۔ یعنی مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔ اور دو رکعت پڑھی۔ پہلی رکعت میں۔ قل یا ایہا الکافرون اور دوسری میں قل ھو اللہ احد۔ پڑھی۔ اس کے بعد رکن اسود کے پاس آئے اس کا استلام کیا اور صفا کی جانب گئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ نماز حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے تھی اس آیت میں امر ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی

ع ۵ ایضا [۱] مسند جلد ثالث صفحہ ۳۲۰ [۲] اول، باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفحہ ۳۹۵

ت ۳۰

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف کا دوگانہ سورج نکلنے سے پہلے

مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ وَطَافَ عُمَرُ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَرَكِبَ حَتّٰى

پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز صبح کے بعد طواف کیا اور سوار ہوگئے

صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ بِذِيْ طُوًى عـہ

ذو طوی میں جاکر دو رکعتیں پڑھیں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی قول ایک یہی ہے۔ کہ واجب ہے۔ مگر ان کا اصح قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ علامہ زین الدین نے فرمایا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ طواف فرض میں واجب اور نفل میں سنت ہے۔

تشریحات ۳۰ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ جن اوقات میں نفل نمازیں مکروہ ہیں۔ ان میں طواف کا دوگانہ بھی مکروہ ہے۔ مثلاً صبح صادق سے سورج نکلنے کے بیس منٹ بعد تک۔ دوپہر میں ضحوۂ کبریٰ سے زوال تک نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں جو منقول ہے۔ اس کے معارض انھیں سے دوسری روایت بھی ہے۔ ابن منذر[۱] نے نافع سے تخریج کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما صبح صادق کے بعد طواف کرتے تو جب تک آفتاب طلوع نہ ہو جاتا طواف کا دوگانہ نہیں پڑھتے۔ اور جب عصر بعد طواف کرتے تو جب تک سورج ڈوب نہیں جاتا دوگانۂ طواف نہ پڑھتے شرح معانی الآثار[۲] میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز صبح کے وقت آئے تو طواف کیا اور نماز نہیں پڑھی۔ مگر سورج نکلنے کے بعد۔ پھر ان سے بدرجہا اعلم و افقہ ان کے والد حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ انھوں نے سورج نکلنے کے بعد ذو طوی میں جاکر پڑھی۔ اور کثیر صحابہ کرام کے ساتھ یہ ہوا۔ کسی نے اس پر انھیں ٹوکا نہیں۔ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں اور امام ابو جعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں تخریج کی ہے

مسند امام احمد[۳] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں ہم نماز صبح کے بعد طواف نہیں کرتے جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا اور نہ عصر کے بعد کرتے جب تک سورج غروب نہ ہو جاتا فرماتے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ سورج شیطان کی سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے۔ سنن سعید بن منصور میں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ انھوں نے صبح کے بعد طواف کیا اور فارغ ہوکر بیٹھے رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔

عـہ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۰

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۷۹ [۲] اول مناسک باب الصلوٰۃ للطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۳۶

[۳] جلد ثالث ص ۳۹۳ ۔

حدیث ۹۶۵ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ نَاسًا
عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ کچھ لوگوں نے

طَافُوْا بِالْبَيْتِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ ثُمَّ قَعَدُوْا اِلَى الْمُذَكِّرِ حَتّٰى
نماز صبح کے بعد بیت اللہ کا طواف کیا پھر واعظ کے پاس بیٹھ گئے۔ جب سورج

اِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَعَدُوْا حَتّٰى
نکل آیا تو کھڑے ہوئے نماز پڑھنے لگے اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا بیٹھے رہے۔ جب وہ

اِذَا كَانَتِ السَّاعَةُ الَّتِيْ يُكْرَهُ فِيْهَا الصَّلٰوةُ قَامُوْا يُصَلُّوْنَ عـہ
وقت آیا جس میں نماز مکروہ ہے تو نماز پڑھنے کھڑے ہوئے

حدیث ۹۶۶ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ
نافع سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا میں نے نبی صلی اللہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ نماز ذوطوی میں آکر پڑھی اور کثیر ہمراہ رہنے والے صحابہ نے اس پر سکوت فرمایا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ نماز مسجد حرام کے باہر بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

تشریحات ۹۶۵ یہاں باب یہ ہے۔ نماز صبح اور نماز عصر کے بعد طواف۔ اور اس باب میں جتنے آثار اور احادیث لائے ہیں ان میں کسی میں طواف کے بارے میں کوئی حکم نہیں۔ سب میں نماز طواف یا مطلق نماز کے بارے میں احکام ہیں۔ اور چونکہ نماز کا طواف کے بعد فوراً بلا تاخیر پڑھنا لازم بھی نہیں۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ جب نماز کا حکم معلوم ہو گیا تو طواف کا بھی معلوم ہو گیا۔ اسی لئے علامہ عینی کو باب میں عبارت یہ بنانی پڑی۔ حکم الصلوٰۃ عقیب الطواف بعد صلوٰۃ الصبح والعصر۔ نماز صبح اور عصر کے بعد طواف کے بعد والی نماز کا حکم۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کا بھی مختار یہی تھا کہ اوقات مکروہہ میں نماز طواف ممنوع ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ کہ انھوں نے فرمایا۔ نماز فجر اور عصر کے بعد اگر طواف کرنا چاہے تو کرے۔ البتہ نماز کو موخر کرے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ یا نکل آئے۔ تو ہر سات پھیرے پر دو رکعت پڑھے۔ ان لوگوں پر انکار اس وجہ سے فرمایا کہ انھوں نے سورج طلوع ہوتے ہی پڑھنا شروع کر دیا۔ اتنے بلند ہونے کا انتظار نہیں کیا۔ کہ وقت کراہت جاتا رہے۔ حضرت ام المومنین کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں کو کچھ دیر اور ٹھہرنا چاہئے تھا۔ یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔

تشریح ۹۶۶ یہ ارشاد اپنے اطلاق سے نماز طواف کو بھی شامل۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت کہ نماز طواف بھی ان اوقات میں ممنوع ہے۔

عـہ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۰

تعالیٰ علیہ وسلم ینہی عن الصلوٰۃ عند طلوع الشمس وعند
تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور آفتاب نکلتے وقت اور ڈوبتے وقت نماز سے منع

غروبہا۔
فرماتے تھے۔

حدیث ۹۶۷
حدثنی عبد العزیز بن رفیع قال رأیت عبد اللہ بن
حضرت عبد العزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت عبد اللہ بن
الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یطوف بعد الفجر ویصلی رکعتین
زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ وہ فجر کے بعد طواف کرتے اور دو رکعتیں پڑھتے
قال عبد العزیز رأیت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اور عبد العزیز نے کہا میں نے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ
یصلی رکعتین بعد العصر ویخبر ان عائشۃ حدثتہ ان النبی
عصر بعد دو رکعتیں پڑھتے اور یہ خبر دیتے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یدخل بیتہا الا صلاھما۔
حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کبھی ان کے گھر میں آئے تو انھیں پڑھا۔

تشریح ۹۶۷
اس کی پوری بحث جلد ثالث مواقیت الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔ یہاں امام بخاری کا مقصود یہ ہے۔ کہ چونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عصر کے بعد نفل پڑھا کرتے تھے۔ اسے ممنوع نہیں جانتے تھے تو نماز طواف بھی بدرجہ اولیٰ جائز جانتے تھے۔ اور فجر کے بعد طواف کا جواز تو ان کے عمل سے بصراحت ظاہر ہے غالباً امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اوقات مکروہہ میں نماز طواف کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ کوئی رائے نہیں ظاہر کر سکے۔ مگر جو اصول شرع سے واقف ہیں۔ ان پر ظاہر ہے کہ اب بھی ترجیح ممانعت کو ہوگی۔ کیونکہ مبیح اور محرم دونوں جمع ہوں۔ تو ترجیح محرم ہی کو ہوتی ہے۔

ع ۱ مناسک باب الطواف بعد الصبح والعصر ص ۲۲۱
ع ۲

حدیث ۹۶۸

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ اسْتَاذَنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب

الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منیٰ کی راتوں میں حاجیوں کو پانی پلانے کیلیے

اَنْ یَّبِیْتَ بِمَکَّۃَ لَیَالِیَ مِنٰی مِنْ اَجْلِ سِقَایَتِهٖ فَاَذِنَ لَهٗ ؎

مکے میں رات گذارنے کی اجازت طلب کی تو حضور نے اجازت دے دی۔

تشریحات ۹۶۸ اس حدیث پر یہ باب ہے۔ سقایۃ الحاج۔ حاجیوں کو پانی پلانے کا بیان۔ سقایۃ۔ سقی یسقی کا مصدر بھی ہے۔ اور اس برتن کو بھی کہتے ہیں جس میں پانی جمع کیا جائے۔ آیہ کریمہ۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ۔ میں مصدر ہے۔ اور۔ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ۔ میں پانی پینے کا یا غلہ ناپنے کا برتن مراد ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد کریم قصی بن کلاب کو جب ان کے خسر حُلَیل سے حرم کی تولیت ملی تو انھوں نے دار الندوہ قائم کیا۔ جہاں باہمی مشورہ ہوتا تھا۔ شادی بیاہ کی تقریبات اسی میں سرانجام پاتیں یہیں سے جمع ہو کر قافلے باہر جاتے تھے۔ انھوں نے رفادہ کی ابتداء کی یعنی حجاج کی میزبانی، منیٰ اور عرفات میں حجاج کو مفت کھانا تقسیم کرنا سقایہ یعنی ان کے لئے پانی مہیا کرنا۔ علاوہ ازیں حجابت۔ کعبے کی کلید برداری۔ لواء یعنی لڑائیوں میں علمبرداری پہلے ہی سے تھی۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اس زمانے کے دستور کے مطابق یہ سارے عہدے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار کو دیدیئے۔ اور اپنی بقیہ پانچ اولاد۔ عبدمناف عبدالعزیٰ عبد بن قصی، تخمر اور برہ کو کچھ نہیں دیا۔ عبدالدار نااہل تھا۔ جب عبدمناف کے صاحبزادے ہاشم جوان ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائیوں کو اس پر آمادہ کیا۔ کہ عبدالدار کی اولاد سے حرم کے یہ سارے مناصب لے لئے جائیں۔ بنی عبدالدار نے انکار کیا جس کے نتیجے میں دونوں طرف جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بالآخر اس پر صلح ہوئی کہ عبدالدار سے سقایہ اور رفادہ لیکر بنی عبدمناف کو دے دیا جائے۔ جب تک چاہ زمزم حضرت عبدالمطلب نے کھودا نہیں تھا۔ سقایہ کا یہ انتظام تھا کہ چرمی حوضوں میں پانی بھر کر کعبے کے صحن میں رکھدیا جاتا جسے حجاج استعمال کرتے۔ اور جب حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کھود لیا تو منقیٰ خرید کر زمزم میں بھگو کر حاجیوں کو پلاتے تھے حضرت عبدالمطلب کے بعد سقایہ کا منصب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی انھیں کے پاس باقی رکھا۔

نویں گیارہویں بارہویں راتیں منیٰ میں گزارنی سنت ہے۔ ان راتوں کو منیٰ کے علاوہ کہیں اور گزارنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ

؎ مناسک باب سقایۃ الحاج ص ۲۲۱ باب ھل یبیت اصحاب السقایۃ بمکۃ لیالی منیٰ ص ۲۳۵

حدیث ۹۶۹

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلَى السِّقَايَةِ

علیہ وسلم سقایہ کے پاس آئے اور پینے کے لئے مانگا تو عباس نے

فَاسْتَسْقٰى فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا فَضْلُ اذْهَبْ إِلٰى أُمِّكَ فَأْتِ رَسُوْلَ

کہا اے فضل اپنی ماں کے پاس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ مِنْ عِنْدِهَا فَقَالَ اسْقِنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے پاس سے شربت لاؤ تو فرمایا مجھے (یہی) پلاؤ

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُمْ يَجْعَلُوْنَ أَيْدِيَهُمْ فِيْهِ قَالَ اسْقِنِيْ فَشَرِبَ

انھوں نے عرض کیا اس میں لوگ اپنا ہاتھ ڈال دیتے ہیں۔ فرمایا (یہی) پلاؤ۔ تو حضور نے اسی

مکہ میں بھی۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاجیوں کو پانی پلانے کیلئے ان دنوں مکہ معظمہ رہنے کی اجازت دے دی۔ آج بھی جن کے سپرد یہ کام ہو وہ جاسکتا ہے۔ وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

تشریحات ۹۶۹ گزر چکا کہ قصی بن کلاب کے عہد سے یہ دستور تھا کہ چرمی حوضوں میں پانی بھر کر منقی ڈال دیا جاتا اور یہ حوض کعبے کے صحن میں رکھے رہتے حجاج اسے پیتے۔ سقایہ سے یہی چرمی حوض مراد ہے۔ حجاج اس حوض میں ہاتھ ڈال ڈال کر پیتے تھے۔ اس لئے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں پہنچے اور پینے کے لئے طلب فرمایا۔ تو حضرت عباس نے یہ پسند نہ فرمایا کہ حضور یہ پیئیں۔ اپنے بڑے صاحبزادے حضرت فضل کو حکم دیا۔ کہ گھر جاکر صاف ستھرا شربت اپنی والدہ سے مانگ کر لاؤ۔ مگر رحمت عالم نے اپنے لئے امتیاز پسند نہ فرمایا۔ اور جو سارے حجاج پیتے تھے وہی پیا۔

لولا ان تغلبوا یعنی اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اگر میں نیچے اتر کر خود اپنے ہاتھ سے پانی کھینچ کر پیوں تو میری اتباع میں تمام حجاج یہی کرنے لگیں گے۔ جس کے نتیجے میں تم کو مغلوب ہو کر ہٹنا پڑے گا۔ تو میں خود پانی کھینچ کر پیتا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میرے اس عمل کو بہانہ بنا کر ظالم حکام تم سے اس منصب جلیل کو چھین نہ لیں۔ یہ مخصوص سقایہ، سقایہ عباس کے نام سے مشہور تھا اور عرصے تک باقی رہا۔ امام طاؤس نے کہا۔ سقایۃ العباس سے پینا تمام حج سے ہے۔ امام عطا نے کہا۔ یہ اتنا میٹھا ہوتا کہ ہونٹ چپک جاتا۔ سائب بن عبد اللہ نے امام مجاہد سے کہا۔ کہ سقایۃ العباس سے پیو۔ یہ سنت ہے۔ اگر سقایہ آج بھی ہوتا تو اس سے پینا ضرور سنت ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عباس نے خود ایک ڈول کھینچ کر دیا جسے حضور نے پیا اور جو بچا اسے اپنے اوپر ڈال لیا۔ حدیث میں ہے۔ کہ چاہ زمزم میں جھانکو اس میں جھانکنا نفاق دور کرتا ہے۔ مگر اب چاہ زمزم نیچے کر دیا گیا ہے۔ مشینوں سے زمزم نکال کر ٹینکوں میں ٹھنڈا کر کے نلوں تک پہنچتا ہے۔ اور اب انھیں نلوں سے میسر ہوتا ہے۔ حجاج کی خواب

مِنْهُ ثُمَّ أَتَى زَمْزَمَ وَهُمْ يَسْقُونَ وَيَعْمَلُونَ فِيهَا فَقَالَ اعْمَلُوا فَإِنَّكُمْ

کو پیا۔ پھر زمزم کے پاس آئے اور آل مطلب پانی کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو فرمایا اسے جاری رکھو

عَلَى عَمَلٍ صَالِحٍ ثُمَّ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُغْلَبُوا لَنَزَلْتُ حَتَّى أَضَعَ الْحَبْلَ

تم لوگوں کا یہ کام اچھا ہے۔ پھر فرمایا۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم مغلوب ہو جاؤ گے تو میں اترتا اور رسی

عَلَى هٰذِهٖ يَعْنِي عَاتِقَهُ وَأَشَارَ إِلَى عَاتِقِهٖ ؏

اس پر رکھتا۔ کاندھے کی طرف اشارہ فرمایا

حدیث ۹

عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

امام ابو عامر شعبی سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میں

قَالَ سَقَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ

نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پینے کے لئے زمزم دیا۔ تو حضور نے اسے

کثرت ہونے لگی ہے اس کے پیش نظر یہ ضروری بھی تھا۔

تشریحات ۹ کھڑے ہو کر پانی وغیرہ پینے سے احادیث میں ممانعت آئی ہے۔ مسلم اور ترمذی میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا قتادہ نے کہا۔ اور کھانا۔ تو فرمایا یہ اور برا ہے۔ نیز مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے زجر فرمایا۔ نیز اسی میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی کھڑے ہو کر ہرگز نہ پیئے اور جو بھول جائے تو جو پیا ہوا سے قے کرے۔ ترمذی میں سیدنا جارود بن ابو المعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔

اس کے برخلاف بعض احادیث سے اجازت ثابت ہوتی ہے۔ مگر وہ یا تو عذر پر محمول ہے یا کسی خاص پانی کے بارے میں وارد ہے جیسے زمزم شریف یا وضو کا بچا ہوا پانی۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زمزم شریف کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ لیکن اگر عکرمہ کی روایت صحیح ہے تو ثبوت مشکل ہے کیونکہ ان کا بیان ہے کہ حضور اس وقت اونٹ پر تھے تو اب کھڑے ہو کر پینے کا سوال ہی نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے کھڑے ہو کر زمزم شریف پینے کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ چونکہ بیر زمزم کے اردگرد منڈیر بنا دی گئی تھی۔ اور پانی پلانے والے اندر سے پلاتے تھے۔ جس کی وجہ سے بیٹھ کر پینا ممکن نہ تھا۔ مگر ان تعلیلات سے قطع نظر مطلقاً زمزم شریف کھڑے ہو کر پینے کی روایا

؏ مناسک باب سقایۃ الحاج ص ۲۲۱ ؎ ثانی الاشربۃ۔ باب الشرب قائماً ص ۸۴۳ ؎ ثانی الاشربۃ۔ باب النهی عن الشرب قائماً ص ۱۰۱

فشرب وهو قائم قال عاصم فحلف عكرمة ما كان يومئذ

کھڑے کھڑے پیا۔ عاصم نے کہا عکرمہ نے قسم کھائی ہے کہ حضور اس دن

الا على بعير

اونٹ پر تھے

حدیث ۹۸۱ — عن نافع ان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما اراد

نافع سے روایت ہے کہ جس سال حجاج نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

الحج عام نزل الحجاج بابن الزبير رضی الله تعالیٰ عنهما فقيل

کا محاصرہ کیا تھا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حج کا ارادہ کیا تو ان سے عرض کیا گیا۔ کہ ان

له ان الناس كائن بينهم قتال فانا نخاف ان يصدوك فقال

لوگوں میں لڑائی ہونے والی ہے۔ اور ہمیں اندیشہ ہے کہ آپ کو روک دیں۔ تو فرمایا

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة۔ اذن اصنع كما صنع

تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بہترین نمونۂ عمل ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں ویسے ہی

رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم انی اشهدكم انی قد

کروں گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (حدیبیہ کے سال) کیا تھا۔ میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں

بکثرت ہیں اس لئے یہ مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔

علامہ نووی نے یہ فرمایا کہ ممانعت کی احادیث کراہت تنزیہہ پر محمول ہیں۔ اس کے برعکس جن احادیث سے جواز ثابت ہوتا ہے وہ بیان جواز پر۔ صحابہ کرام میں حضرت فاروق اعظم اور ان کے صاحبزادے اور حضرت ابن عباس حضرت ابو ہریرہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ تھا کہ کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۹۸۱ عام نزل الحجاج۔ مشہور مروانی سفاک عبدالملک بن مروان کے حکم سے مشہور زمانہ خونخوار حجاج بن یوسف ثقفی نے ذوالحجہ ۷۲ھ کی چاند رات نور دیدہ حواری رسول اللہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مکہ معظمہ میں محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ مسلسل پانچ ماہ سترہ دن رہا۔ بالآخر سترہ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ کو انھیں شہید کر ڈالا۔

ع مناسك باب سقاية الحاج ص۲۲۱ ثانی الاشربة باب الشرب قائما ص۸۴۰ مسلم ترمذی الاشربة — نسائی الحج۔ ابن ماجة الاشربة۔

اَوْجَبْتُ عُمْرَۃً ثُمَّ خَرَجَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِظَاھِرِ الْبَیْدَاءِ قَالَ مَا

کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کرلیا۔ اس کے بعد نکلے جب بیداء پہنچے تو کہا۔ حج اور عمرہ دونوں

شَانُ الْحَجِّ وَالْعُمْرَۃِ اِلَّا وَاحِدٌ اُشْھِدُکُمْ اِنِّیْ قَدْ اَوْجَبْتُ حَجَّۃً مَّعَ

کا حال یکساں ہے میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنے عمرے کے ساتھ حج واجب کرلیا

عُمْرَتِیْ وَاَھْدٰی ھَدْیًا اِشْتَرَاہُ بِقُدَیْدٍ وَلَمْ یَزِدْ عَلٰی ذٰلِکَ فَلَمْ

اور قربانی کے جانور ساتھ لئے جنھیں قدید سے خریدا تھا۔ اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ نہ

یَنْحَرْ وَلَمْ یَحِلَّ مِنْ شَیْءٍ حَرُمَ مِنْہُ وَلَمْ یَحْلِقْ وَلَمْ یُقَصِّرْ حَتّٰی

قربانی کی نہ بال مونڈا نہ ترشوایا اور نہ احرام سے باہر ہوئے۔ جب

سر کاٹ کر عبدالملک کے پاس بھیجا اور نعش مبارک الٹی سولی پر چڑھا دیا[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ واقعہ اسی سال کا ہے۔ حجاج نے اپنی فوج کے ساتھ حرم کے باہر حج کے ارکان ادا کئے۔ البتہ وہ اور اس کے فوجی طواف زیارت نہیں کرسکے۔ عبدالملک نے حجاج کو لکھا کہ حج کی ادائیگی میں عبداللہ بن عمر کی اقتدا کرنا[2]

باب من اشتری ھدیہ من الطریق وقلدھا۔ میں عام نزل الحجاج۔ کے بجائے۔ عام حج الحروریۃ ہے۔

گزر چکا کہ حروریہ خوارج کو کہتے ہیں۔ یہ کوفے کے قریب ایک گاؤں حرورار کی طرف منسوب ہے۔ چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف خوارج کا اجتماع اسی گاؤں میں ہوا تھا۔ اسی لئے خوارج کو حروریہ کہتے ہیں۔ حج حروریہ ۶۴ھ کے حج کو کہتے ہیں۔ جس سال یزید مرا ہے۔ اس وقت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت قائم بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے عام حج الحروریہ کے ساتھ۔ فی عھد ابن الزبیر۔ کہنا درست نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کہ ہوسکتا ہے کہ۔ حروریۃ سے۔ راوی کی مراد۔ حجاج ہی ہو۔ کیونکہ خلیفہ برحق پر خروج کئے ہوئے تھا۔ ہوسکتا ہے کہ واقعہ دوبار ہوا ہو۔ اس پر ہندوستانی مطبوعہ بخاری کے حاشیہ پر یہ اعتراض کردیا کہ پھر۔ فی عھد ابن الزبیر۔ کہنا درست نہیں۔ اقول یہاں تمام شارحین سے تسامح ہوا ہے۔ ۶۴ھ کے ایام حج سے بہت پہلے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت قائم ہو چکی تھی۔ یزید ربیع الاول ۶۴ھ میں مرا ہے۔ اس کے بعد شام کو چھوڑ کر تمام بلاد اسلامیہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت قبول کرلی تھی اور ۶۴ھ کے حج کے موقع پر کوئی خطرہ نہ تھا اور اس سال حضرت عبداللہ بن زبیر کی امارت میں امن وامان کے ساتھ حج ہوا۔ اسی طرح ۶۳ھ کے

---

[1] بدایہ نہایہ جلد ثامن ص ۳۲۹ و ص ۲۳۲ [2] ایضاً ص ۳۲۹

كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ فَنَحَرَ وَحَلَقَ وَرَأَى أَنْ قَدْ قَضَى طَوَافَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ

یوم نحر ہوا تو قربانی کی اور سر مونڈا۔ ان کی رائے یہ تھی حج اور عمرے دونوں کے طواف، طواف اول

بِطَوَافِهِ الْأَوَّلِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ كَذَلِكَ فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

سے ادا ہو گئے۔ اور ابن عمر نے فرمایا۔ ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے کیا۔

حدیث ۹۷۲ قَالَ عُرْوَةُ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا

عروہ نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ میں نے

حج میں بھی کوئی اندیشہ نہ تھا کیونکہ مسلم بن عقبہ نے اواخر ذوالحجہ ۶۳ھ میں مدینہ طیبہ کا محاصرہ کیا اور ۲۷ ذوالحجہ کو جنگ ہوئی۔ پھر یہ لشکر اوائل محرم میں مکہ معظمہ گیا کہنا یہ ہے کہ ۶۳ھ اور ۶۴ھ کے ایام حج میں مکہ معظمہ پر کوئی لشکر حملہ آور نہ ہوا تھا۔ جو شورش تھی وہ دوسرے شہروں کے لئے تھیں۔ غالبا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو عرض کی گئی وہ دوسرے بلاد کی شورشوں اور لشکروں کے کوچ کی خبروں کی بنا پر کی گئی خلاصہ یہ ہوا کہ اگر عام حج الحروریہ سے مراد ۶۴ھ ہے تو اس سال ایام حج تک حضرت عبداللہ بن زبیر کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اس لئے عام حج الحروریہ اور۔ فی زمن ابن الزبیر۔ میں کوئی تخالف نہیں۔ اور اگر اس سے ۶۳ھ مراد ہو تو بھی مکہ معظمہ پر حضرت عبداللہ بن زبیر کا تسلط تام تھا تو اسے زمن الزبیر کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر باب اذا احصر المعتمر۔ کی روایت کی یہ تصریح۔ لیالی نزل الجیش بابن الزبیر۔ متعین کر رہا ہے کہ یہ واقعہ ۷۳ھ ہی کا ہے۔

فقیل له یہ عرض کرنے والے ان کے دونوں صاحبزادے سالم اور عبداللہ تھے۔ جیسا کہ باب اذا احصر المعتمر میں تصریح ہے۔

کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کہ صلح کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ نے وہیں حدیبیہ میں قربانیاں کیں اور احرام کھول دیا اور اس عمرے کی قضا میں سال آئندہ عمرہ ادا فرمایا۔

تشریحات ۹۷۲ سورہ بقرہ آیت (۱۵۸) میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ — صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں

ــہ مناسک باب طواف القارن ص۲۲۲ من اشتری الھدی من الطریق ص۲۲۹ ایضا ص۲۳۱ باب المحصر ص۲۴۳ باب من قال لیس علی المحصر بدل ص۲۴۴

أرأیت قول اللہ تعالیٰ۔ إن الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن

عرض کیا۔ اللہ کے اس ارشاد کے بارے میں کیا فرماتی ہیں۔ کہ صفا اور مروۃ بلا شبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں تو جو

حج البیت أو اعتمر فلا جناح علیہ أن یطوف بہما۔ فو اللہ ما علی

بھی بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر ان دونوں کا طواف کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ کیا بخدا ایسا ہی ہے

أحد جناح أن لا یطوف بالصفا والمروۃ قالت بئسما قلت یا ابن

کہ صفا اور مروہ کا طواف نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ فرمایا اے بھتیجے تو نے غلط بات کہی۔

أختی إن ھذہ لو کانت کما أولتہا علیہ کانت لا جناح علیہ أن

اگر اس آیت کا معنی وہی ہوتا جو تو نے بیان کیا ہے۔ تو ارشاد خداوندی یہ ہوتا۔ کہ ان دونوں کا طواف نہ

لا یطوف بہما ولکنہا أنزلت فی الأنصار کانوا قبل أن یسلموا یہلون

کرنے پر کوئی گناہ نہیں یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ مسلمان ہونے سے پہلے یہ لوگ

لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونہا عند المشلل فکان من أہل

مناۃ طاغیہ کے پاس احرام باندھتے جس کی وہ پرستش کرتے تھے جو مشلل کے پاس تھا۔ جو یہاں سے

فمن حج البیت أو اعتمر فلا جناح علیہ أن یطوف بہما۔ بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرنے والے پر ان دونوں کا طواف کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

اس آیت سے بظاہر یہ متبادر ہوتا ہے۔ کہ صفا اور مروہ کی سعی کرنا مباح ہے۔ فرض و واجب تو دور ہے مستحب بھی نہیں۔ اس لئے یہ کہنے سے کہ فلاں کام کرنے میں گناہ نہیں۔ عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے حضرت عروہ نے اسی کے مطابق یہی سمجھا تھا حالانکہ حدیث میں ہے کہ فرمایا۔ اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی۔ سعی کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر سعی فرض فرمائی ہے۔ اس سے سعی کی فرضیت یا کم از کم وجوب ضرور ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عروہ نے اپنا یہ شبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے جواب یہ ارشاد فرمایا۔ کہ انصار زمانۂ جاہلیت میں مناۃ مشہور بت کے پاس جو قُدَید کے قریب مُشَلَّل میں ہے۔ حج کا احرام باندھتے تھے۔ اور صفا اور مروہ کی سعی کو گناہ جانتے تھے۔ انصار کرام جب اسلام سے مشرف ہو گئے تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ ہمارا یہ طریقہ تھا۔ اب کیا ارشاد ہے۔ تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ چونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ صفا اور مروہ کی سعی ہمارے لئے گناہ ہے۔ ان کے اس عقیدے کے ازالے کے لئے فرمایا گیا۔ کہ صفا اور مروہ کی سعی میں کوئی گناہ نہیں جیسا کہ تم اعتقاد رکھتے تھے۔ ام المومنین یہ افادہ فرمانا چاہتی ہیں۔ کہ یہ تعریض ہے اور تعریض میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے اباحت

25

يَتَحَرَّجُ اَنْ يَّطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا اَسْلَمُوْا سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ

احرام باندھ لیتا وہ صفا اور مروہ کا طواف کرنے میں حرج جانتا۔ جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا كُنَّا

تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ۔ ہم صفا اور مروہ

نَتَحَرَّجُ اَنْ نَطُوْفَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

کا طواف کرنے میں حرج جانتے تھے۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ کی

مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ الْآيَة۔ قَالَتْ عَائِشَةُ وَقَدْ سَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نشانیوں میں سے ہیں۔ پوری آیت۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ اور بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطَّوَافَ بَيْنَهُمَا فَلَيْسَ لِاَحَدٍ اَنْ يَّتْرُكَ الطَّوَافَ

نے ان دونوں کے مابین طواف کو مسنون فرمایا ہے تو اب کسی کو جائز نہیں کہ ان دونوں کا طواف چھوڑے

پر استدلال درست نہیں۔ مزید توضیح کے لئے ام المومنین نے فرمایا۔ کہ اگر اباحت مقصود ہوتی تو یہ ارشاد ہوتا۔ کہ طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ یہ نہیں ارشاد ہوتا کہ طواف کرنے میں گناہ نہیں۔ عرف کا محاورہ یہی ہے کہ اگر کسی فرض یا واجب کے کرنے کو کوئی گناہ سمجھے تو یہی کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ جیسے کسی کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور وہ صاحب ترتیب ہے اس پر فرض ہے کہ عصر سے پہلے پہلے ظہر کی قضا پڑھ لے مگر وہ اپنی بے علمی سے یہ خیال کرتا ہے۔ یہ جائز نہیں۔ اس نے کسی عالم سے دریافت کیا تو عالم نے جواب دیا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا اس ماحول میں یہ مطلب نہیں کہ اس شخص پر عصر سے پہلے ظہر پڑھ لینا فرض نہیں۔ بلکہ حرج نہیں اس کے خیال کو زائل کرنے کے لئے ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص جو صاحب ترتیب نہ ہو اور اس کی نماز ظہر قضا ہو جائے اور وہ یہ خیال کرے کہ عصر سے پہلے پہلے ظہر پڑھ لینا مجھ پر فرض ہے۔ اگر نہیں پڑھوں گا تو گنہگار ہوں گا۔ اس نے کسی عالم سے پوچھا تو عالم نے فرمایا۔ اگر نہ پڑھو تو کوئی گناہ نہیں اس کا مطلب ضرور یہ ہوا کہ اس پر عصر سے پہلے پہلے ظہر پڑھنا فرض یا واجب نہیں۔ اس کو حضرت ام المومنین یہ فرماتی ہیں۔ کہ اگر صفا مروہ کے مابین سعی فرض یا واجب نہ ہوتی تو یہ فرمایا جاتا۔ کہ ان دونوں کی سعی نہ کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔ مگر چونکہ انصار کرام کے زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد فاسد کا ازالہ مقصود ہے۔ اس لئے یہ فرمایا۔ کہ جو ان کی سعی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں جیسا کہ تمہارا زمانہ جاہلیت میں گمان تھا۔

لمناۃ الطاغیۃ مناۃ۔ یہ مشہور بت کا نام ہے۔ یہ ایک چٹان تھی۔ جسے بانی بت پرستی عمرو بن لحی خزاعی نے مشلل میں سمندر کی جانب نصب کیا تھا۔ یہ انصار بنی غطفان اور ہُذَیل کا خاص بت تھا۔ جو مدینہ طیبہ سے سات میل کے فاصلے پر قدید کے قریب تھا۔ طاغیہ۔ طغیان سے ہے۔ اس کے معنی سرکشی کرنے والے کے ہیں۔ اور عرف میں بت کو بھی کہتے ہیں۔ قدید۔ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک شہر تھا۔ مشلل۔ قدید کے قریب سمندر کی جانب ایک گاؤں کا نام ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ اس پہاڑ کا نام ہے جس سے

بَيْنَهُمَا ثُمَّ اَخْبَرْتُ اَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الْعِلْمَ
امام زہری نے کہا۔ اس کے بعد میں نے ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کو اس کی خبر دی تو انھوں
مَا كُنْتُ سَمِعْتُهُ لَقَدْ سَمِعْتُ رِجَالًا مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ يَذْكُرُوْنَ
نے کہا۔ یہ بات میں نے نہیں سنی میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے کہ جو لوگ مناۃ کے پاس
اَنَّ النَّاسَ اِلَّا مَنْ ذَكَرَتْ عَائِشَةُ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ كَانُوْا
احرام باندھتے تھے۔ جن کا تذکرہ حضرت عائشہ نے کیا ہے ان کے علاوہ سب صفا اور مروہ کا طواف
يَطُوْفُوْنَ كُلُّهُمْ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَلَمَّا ذَكَرَ اللّٰهُ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَ
کرتے تھے۔ جب اللہ عزوجل نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا اور
لَمْ يَذْكُرِ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ فِي الْقُرْآنِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نَطُوْفُ
صفا اور مروہ کے طواف کا ذکر نہیں کیا۔ تو لوگوں نے عرض کیا۔ ہم صفا اور مروہ کا طواف

اتر کر قدید جاتے ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ وہ گھاٹی ہے جو قدید کے اوپر ہے۔ ان سب اقوال میں تنافی نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ مشلل کی آبادی اسی گھاٹی میں رہی ہو جو اس پہاڑ میں ہے جس سے اتر کر قدید جاتے تھے۔

ثم اخبرت اس کے قائل امام زہری ہیں۔ ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام یہ بڑے عابد و زاہد تابعی بزرگ تھے۔ ان کا راہب قریش خطاب تھا۔ یہ عہد فاروقی میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں واصل بحق ہوئے۔

ان کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو کچھ حضرت ام المومنین سے سنا وہ صحیح ہے۔ مگر میں نے نہیں سنا۔ میں نے اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں ام المومنین کے علاوہ دوسرے اہل علم سے جو سنا ہے وہ یہ ہے۔ جو لوگ مناۃ کے پاس احرام باندھتے تھے وہ لوگ بھی زمانہ جاہلیت میں صفا و مروہ کی سعی کرتے تھے۔ مگر جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ حج (۲۹) اور بیت عتیق کا طواف کریں۔

جس سے معلوم ہوا کہ حج میں بیت اللہ کا طواف فرض ہے۔ اور صفا و مروہ کی سعی کا حکم نہیں دیا۔ تو ان لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا بات ہے۔ صفا و مروہ کی سعی کا تذکرہ نہیں فرمایا کیا یہ گناہ ہے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور فرمایا گیا انکو شبہ کے ازالے کیلئے فرمایا گیا۔ کہ گناہ نہیں۔ اس کے ازالے کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ سعی فرض یا واجب نہیں۔ جس کا کرنے والا گنہگار نہ ہو۔ اخیر میں ابو بکر بن عبد الرحمن نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ کہ دونوں فریقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہو۔

ان هذا العلم یہاں العلم معرف باللام اکثر کی روایت ہے۔ کشمیہنی کی روایت اِنَّ هٰذَا لَعِلْمٌ۔ ہے۔ علم پر لام تاکید اور علم نکرہ۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ بیشک یہ علم ہے جسے میں نے نہیں سنا۔ یعنی یہ اپنے اپنے علم کی بات ہے۔ حضرت ام المومنین کو اس کا علم تھا انھوں نے بیان فرمایا۔ مگر میں نے کسی سے اب تک نہیں سنا۔ حاصل دونوں روایتوں کا ایک ہی ہے۔

بالصفا والمروۃ وان اللہ انزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل

کرتے تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کو نازل فرمایا اور صفا اور مروہ کا ذکر نہیں کیا

علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالیٰ ۔ ان

تو کیا اگر ہم صفا اور مروہ کا طواف کریں تو کوئی حرج ہے؟ اب اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا۔ صفا اور

الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ۔ الآیۃ ۔ قال ابو بکر فاسمع ھذہ

مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں ۔ (پوری آیت) ابو بکر نے کہا۔ سن یہ آیت دونوں

الآیۃ نزلت فی الفریقین کلیھما فی الذین کانوا یتحرجون ان یطوفوا

فریق کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ ان لوگوں کے بارے میں بھی جو زمانہ جاہلیت میں صفا اور مروہ

شبہ اور حل | اگر یہاں یہ شبہ وارد ہے کہ حضرت ابو بکر بن عبدالرحمن کی تقریر کے مطابق دو فریق کہاں ہوئے ۔ ایک ہی فریق رہے ۔ اقول و باللہ التوفیق ۔ یہاں بخاری میں اجمال ہے اور وہ بھی درجہ ابہام تک ہے مسلم میں ہے ۔ کہ ابو بکر بن عبدالرحمن نے کہا۔ میں نے بہت سے اہل علم سے سنا ہے ۔ کہ اہل عرب میں سے جو لوگ صفا و مروہ کے مابین طواف نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان دونوں پتھروں کے مابین طواف جاہلیت کے کاموں میں سے ہے ۔ اور دوسرے لوگ جو انصار میں سے تھے ۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو صرف بیت اللہ کے طواف کا حکم ہوا ہے اور صفا مروہ کی سعی کا حکم نہیں ہوا ہے ۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ان دونوں گروہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ۔ اس سے قطع نظر خود بخاری کی روایت میں بنظر دقیق دیکھنے سے دو فریق صاف صاف معلوم ہوتے ہیں۔ البتہ ۔ ان الناس الا ماذکرت عائشۃ ۔ کی تقریر عام شراح کی روش سے ہٹ کر ہوگی۔ وہ یہ کہ ۔ ان الناس الا ماذکرت عائشۃ من کان یھل لمناۃ ۔ میں ۔ من کان یھل لمناۃ ماذکرت ۔ میں مذکور ما کا بیان ہے ۔ اب ترجمہ یہ ہوگا ۔ ام المومنین نے جن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے یعنی وہ لوگ جو مناۃ کے پاس سے احرام باندھتے تھے ۔ ان کے ماسوا سب لوگ صفا مروہ کی سعی کرتے تھے ۔ مگر جب بیت اللہ کے طواف کا حکم نازل ہوا ۔ تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کیا صفا مروہ کی سعی میں کوئی گناہ ہے ۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ۔ اب ابو بکر بن عبدالرحمن کا یہ فرمانا کہ دونوں فریق کے بارے میں نازل ہوئی صحیح ہے ۔ جیسا کہ بعد میں خود انھوں نے تفصیل فرمائی ہے ۔

اشکال اور جواب | اس توجیہ پر یہ اشکال ہے کہ ۔ ما ۔ غیر ذوی العقول کے لئے ہے ۔ اس لئے اس کا بیان من نہیں ہو سکتا۔

جواب | ما کبھی ذوی العقول کے لئے بھی آتا ہے ۔ اگرچہ مجازاً ہی سہی ۔ قرآن مجید میں بھی اور احادیث میں بھی آیا ہے ارشاد ہے ۔ والسماء وما بنھا ۔ قسم ہے آسمان کی اور جس نے اسے بنایا ۔ اور ارشاد ہے ۔ ونفس وما سواھا ۔ اور جان کی قسم اور جس نے اسے ٹھیک بنایا ۔ اس کے بعد حدیث آرہی ہے جس میں ہے ۔ الحمس قریش وما ولدت ۔ حمس قریش

فِی الْجَاهِلِیَّةِ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَالَّذِیْنَ یَطُوفُوْنَ ثُمَّ تَحَرَّجُوْا اَنْ

کے طواف کو گناہ جانتے تھے اور ان لوگوں کے بارے میں بھی جو زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔ مگران کے

یَّطَّوَّفُوْا بِهِمَا فِی الْاِسْلَامِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ اللّٰهَ اَمَرَ بِالطَّوَافِ بِالْبَیْتِ

طواف کو عہد اسلام میں حرج جاننے لگے تھے۔ اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کے طواف کا تذکرہ کیا

وَلَمْ یَذْکُرِ الصَّفَا حَتّٰی ذَکَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا ذَکَرَ الطَّوَافَ بِالْبَیْتِ ع۵

اور صفا کا نہیں کیا۔ یہاں تک کہ بعد میں ان دونوں کے طواف کا بھی تذکرہ فرمایا۔

اور ان کی اولاد ہے۔

احکام احناف کے یہاں صفا مروہ کی سعی واجب ہے۔ فرض نہیں۔ اس کے ترک سے دم واجب ہے۔ اور دم سے انجبار ہو جاتا ہے۔ حضرت امام مالک امام شافعی، امام احمد وغیرہ کے یہاں فرض ہے۔ اس کو اگر کسی نے ترک کیا تو جب تک ادا نہیں کرے گا۔ بری الذمہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر سعی نہ کی اور گھر لوٹ آیا تو بھی فرض ہے کہ مکہ معظمہ جا کر اسے ادا کرے اور تاخیر کی وجہ سے دم دے۔ اور اگر سعی کے بغیر جماع کر لیا۔ تو حج فاسد ہو گیا۔ اس پر اس حج کی قضا واجب ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد[۱]، دار قطنی[۲] اور بیہقی[۳] نے صفیہ بنت شیبہ سے اور حبیبہ بنت تجزئہ سے روایت کیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے ہیں کچھ لوگ حضور کے آگے ہیں اور حضور ان کے پیچھے اس طرح سعی فرما رہے ہیں۔ کہ تیزی سے دوڑنے کی وجہ سے تہبند گھٹنوں کے گرد چکر کھا رہا ہے اور فرما رہے ہیں اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی۔ سعی کرو اس لئے کہ اللہ نے تم پر سعی فرض فرمائی۔ یہ حدیث فرضیت پر نص ہے احناف یہ کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف وجوب ثابت ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سعی نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت یا مستحب ہے۔ یہ حضرت ابن عباس اور ابن سیرین اور عطار کا قول ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ ان کی دلیل آیۂ کریمہ کا اگلا حصہ ہے کہ فرمایا۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ۔ اور اگر کوئی شخص کوئی نیکی اپنی طرف سے کرے تو اللہ بہترین صلہ دینے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس کا تعلق صفا مروہ کی سعی سے ہے۔ اس لئے یہ اس کے نفل ہونے پر دلیل ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ کہ اس کا تعلق حج اور عمرے سے ہے۔ سعی سے نہیں۔ کیونکہ اگر اس کا تعلق سعی سے مانیں گے تو لازم آئے گا کہ حج اور عمرے کے بغیر صرف صفا مروہ کی سعی بطور نفل مشروع ہو۔ حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ حج اور عمرے کے بغیر تنہا سعی مشروع نہیں۔

ع۵ مناسک باب وجوب الصفا والمروۃ ص ۲۲۲-۳ نسائی الحج۔

۱ جلد سادس ص ۴۲۲ ۲ عمدۃ القاری تاسع ص ۲۸۸ ۳ ایضا۔

حدیث ۳۰۱ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا السَّعْيُ مِنْ دَارِ بَنِي عَبَّادٍ إِلَى زُقَاقِ بَنِي أَبِي حُسَيْنٍ ؏

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ سعی، بنی عباد کے گھر سے بنی ابو حسین کی گلی تک ہے۔

حدیث ۹۷۳ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ فَقُلْتُ لِنَافِعٍ أَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَمْشِي إِذَا بَلَغَ الرُّكْنَ الْيَمَانِيَ قَالَ لَا إِلَّا أَنْ يُزَاحَمَ عَلَى الرُّكْنِ فَإِنَّهُ كَانَ لَا يَدَعُهُ حَتّٰى يَسْتَلِمَهُ۔ ؏

عبید اللہ بن عمر سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا۔ میں نے نافع سے پوچھا کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب رکن یمانی تک پہنچتے تو معمول کے مطابق چلتے۔ نافع نے کہا۔ نہیں (رمل کرتے تھے) مگر یہ کہ رکن پر بھیڑ ہو تو معمول کے مطابق چلتے۔ وہ کسی حال رکن یمانی کا استلام نہیں چھوڑتے تھے

حدیث ۹۷۴ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ

عاصم نے کہا۔ کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

تشریح ۳۰۱ اس تعلیق کے ہم معنی امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے بنی عباد کا دروازہ جانب صفا پہلی میل کے پاس تھا۔ اور بنی ابو حسین کی گلی دوسرے میل کے پاس۔ اس لئے اس کا حاصل وہی ہوا کہ صفا مروہ کے درمیانی نشیب کے دونوں کناروں پر جو سبز میل نصب ہیں وہاں سعی کریں۔ یعنی ذرا تیز چلیں۔ پوری سعی میں دوڑنا ممنوع ہے۔

تشریحات ۹۷۳ باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ۔ میں اس حدیث کا ابتدائی حصہ گزر چکا۔ یہ حصہ وہاں مذکور نہیں تھا۔ اس حصہ سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی مذہب یہی ہے کہ رمل طواف کے پورے پھیروں میں ہے۔ رکن یمانی اور رکن اسود کا مابین مستثنیٰ نہیں۔ مگر وہ چونکہ رکن یمانی کے استلام کو ضروری جانتے تھے۔ اس لئے اگر بھیڑ ہوتی تو استلام کے لئے تھوڑی دیر رمل ترک کر دیتے۔ اور یہی محمل ہے اس روایت کا۔ جو۔ باب الرمل فی الحج والعمرۃ۔ میں گزری۔ کہ نافع نے بتایا کہ وہ رکن یمانی اور رکن اسود کے مابین معمول کے مطابق اس لئے چلتے تھے کہ استلام کے لئے اس میں آسانی ہو۔

تشریحات ۹۷۴ باب بدء الرمل۔ میں اس کی تفصیل گزر چکی۔ سعی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کے عہد سے

؏ المناسک باب ماجاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص ۲۲۳ ۔ ؏ ایضاً

اللہ تعالیٰ عنہ اکنتم تکرھون السعی بین الصفا والمروۃ فقال

کیا آپ لوگ صفا مروہ کی سعی کو برا جانتے تھے۔ تو فرمایا۔

نعم لانھا کانت من شعائر الجاھلیۃ حتی انزل اللہ تعالیٰ۔ ان الصفا

ہاں اس لئے کہ وہ جاہلیت کے شعار سے تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ

صفا مروہ بلاشبہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس لئے جو حج یا عمرہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں کہ

ان یطوف بھما ع

ان دونوں کا طواف کرے۔

حدیث ۹۷۵ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال انما سعی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبیت وبین الصفا والمروۃ

تعالیٰ علیہ وسلم نے بیت اللہ اور صفا مروہ کے درمیان سعی اس لئے کی تاکہ مشرکین

لیری المشرکین قوتہ عہ

کو اپنی قوت دکھائیں۔

مشروع ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو مناسک ادا کرنے کا حکم ہوا تو شیطان سعی کے وقت آیا۔ اور حضرت ابراہیم سے آگے بڑھنا چاہا۔ تو حضرت ابراہیم نے (دوڑ لگائی) اور اس سے آگے ہو گئے۔ نیز یہ اصل میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے۔ خود بخاری ہی میں ہے کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ سب سے زیادہ قریب پہاڑ صفا پر چڑھیں۔ اور میدان میں نظر ڈالی کہ کوئی ہے؟ مگر کوئی نظر نہ آیا۔ تو اتریں اور جب نالے کے پیٹ میں پہنچیں تو کرتے کا دامن اٹھا لیا۔ پوری قوت سے دوڑنے لگیں۔ اس طرح نالہ پار کیا اور مروہ پر آئیں۔ سات بار ایسا ہی کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے لوگ صفا مروہ کے درمیان

عہ مناسک باب ما جاء فی السعی بین الصفا والمروۃ ص ۲۲۳ ثانی تفسیر سورۂ بقرۃ باب قولہ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ ص ۶۳۶ مسلم الحج۔ ترمذی تفسیر نسائی مناسک۔ عہ ایضا۔ لے اول ص ۲۹۷ لے اول الانبیاء باب یزفون النسلان فی المشی ص ۴۷۵

حدیث ۹۷۹ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ نبی

أَهَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ بِالْحَجِّ وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور صحابہ نے حج کا احرام باندھا نبی صلی اللہ

لَيْسَ مَعَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَدْيٌ غَيْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم اور طلحہ کے سوا ان میں سے کسی کے پاس قربانی کا جانور نہیں تھا۔ اور

وَطَلْحَةَ وَقَدِمَ عَلِيٌّ مِنَ الْيَمَنِ وَمَعَهُ هَدْيٌ فَقَالَ أَهْلَلْتُ بِمَا

علی یمن سے آئے اور ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے۔ اور انھوں نے

أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

کہا تھا میں نے اس کا احرام باندھا ہے۔ جس کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہے۔ اور نبی صلی اللہ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمْرَةً وَيَطُوفُوا ثُمَّ يُقَصِّرُوا

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے عمرہ کر لیں اس کے بعد بال ترشوالیں اور احرام کھول لیں

وَيَحِلُّوا إِلَّا مَنْ كَانَ مَعَهُ الْهَدْيُ فَقَالُوا نَنْطَلِقُ إِلَى مِنًى وَذَكَرُ أَحَدِنَا

مگر وہ لوگ جن کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں۔ اس پر لوگوں نے کہا ہم اس حالت میں منیٰ جائیں

يَقْطُرُ مَنِيًّا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوِ اسْتَقْبَلْتُ

گے کہ ہمارے ذکر منی ٹپکاتے ہوں؟ اس کی خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا جو میں نے بعد میں جانا

سعی کرتے ہیں۔ اقول و باللہ التوفیق۔ یہاں دو باتیں ہیں۔ ایک طواف میں رمل یہ تو مشرکین کو اپنی قوت دکھانے کے لئے تھا۔ دوسرے صفا اور مروہ کے مابین سعی یہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے۔

تشریحات ۳۰۲ تا ۳۰۵ پہلی تعلیق کو امام سعید بن منصور نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ دوسری کو امام مسلم نے۔ اس تعلیق کے راوی عبدالملک کون ہیں علامہ کرمانی نے کہا۔ کہ یہ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج ہیں۔ علامہ عسقلانی نے فرمایا۔ یہ عبدالملک بن ابوسلیمان ہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ دونوں احتمال یکساں ہے۔ مگر مسلم میں یہ حدیث عبدالملک بن ابوسلیمان العرزمی سے مروی ہے۔ تیسری تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور چوتھی تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الوضو باب غسل الرجلین فی النعلین ص۲۸ میں ذکر کیا ہے۔ اور نزہۃ القاری جلد اول ص۵۰۸ پر مذکور ہے۔

مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ وَلَوْلَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ وَ

اگر پہلے جانتا تو قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا۔ اور اگر میرے ساتھ ہدی نہ ہوتی تو احرام کھول دیتا۔ اور عائشہ

حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَکَتِ الْمَنَاسِکَ کُلَّهَا غَیْرَ اَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَیْتِ

کو حیض آگیا انھوں نے حج کے تمام ارکان ادا کیے سوا بیت اللہ کے طواف

فَلَمَّا طَهُرَتْ طَافَتْ بِالْبَیْتِ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَنْطَلِقُوْنَ بِحَجَّةٍ وَّ

کے۔ جب پاک ہوگئیں تو طواف کیا۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ لوگ حج اور عمرہ دونوں کے

عُمْرَةٍ وَّاَنْطَلِقُ بِحَجٍّ فَاَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ بَکْرٍ اَنْ یَّخْرُجَ مَعَهَا

ساتھ جا رہے ہیں اور میں صرف حج کے ساتھ جاؤں ہؤ عبدالرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ

اِلَی التَّنْعِیْمِ فَاعْتَمَرَتْ بَعْدَ الْحَجِّ ۱؎

انہیں تنعیم تک لے جاؤ۔ انھوں نے حج کے بعد عمرہ کیا

ت ۳۰۲ سُئِلَ عَطَاءٌ عَنِ الْمُجَاوِرِ یُلَبِّیْ لِلْحَجِّ فَقَالَ کَانَ ابْنُ عُمَرَ

امام عطاء سے پوچھا گیا جو مکہ میں مقیم ہو وہ حج کا احرام کب باندھے۔ تو فرمایا۔ ابن عمر

رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا یُلَبِّیْ یَوْمَ التَّرْوِیَةِ اِذَا صَلَّی الظُّهْرَ وَاسْتَوٰی

رضی اللہ تعالیٰ عنہما یوم ترویہ کو جب ظہر پڑھ لیتے۔ اور سواری پر بیٹھ جاتے

عَلٰی رَاحِلَتِهٖ ۲؎

تو لبیک پڑھتے۔

ثبوت باب | امام بخاری نے ان تعلیقات پر یہ باب باندھا ہے۔ کہ حاجی جب منی جانے لگے تو بطحا یا کہیں اور سے احرام باندھے۔ اس کا مفاد یہ ہے کہ مکی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ خاص مسجد حرام سے احرام باندھے۔ پہلی تعلیق میں ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سواری پر سیدھے بیٹھ جاتے تو تلبیہ پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سواری پر مسجد حرام میں نہیں بیٹھے ہوں گے کہیں باہر سوار ہوتے ہوں گے۔ اس لئے ثابت کہ مسجد حرام کے باہر سے تلبیہ پڑھنا شروع کرتے۔ دوسری تعلیق میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ

۱؎ المناسک باب تقضی الحائض المناسک کلها ص ۲۲۲-۳ ۲؎ مناسک باب الاہلال من البطحاء و غیرها للمکی ص ۲۲۴

۳۰۳ ت

وَقَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدِمْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَحْلَلْنَا حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ وَجَعَلْنَا مَكَّةَ بِظَهْرٍ لَبَّيْنَا بِالْحَجِّ ؏

اور عبدالملک نے عطا سے اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آئے اور ہم نے احرام کھول دیا۔ یہاں تک کہ یوم ترویہ آیا اور ہم نے مکے کو پیٹھ پیچھے کردیا تو حج کیلئے لبیک کہا

۳۰۴ ت

وَقَالَ اَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَهْلَلْنَا مِنَ الْبَطْحَاءِ ؏

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے بطحا سے (حج) کیلئے تلبیہ کہا۔

۳۰۵ ت

وَقَالَ عُبَيْدُ بْنُ جُرَيْجٍ لِابْنِ عُمَرَ رَأَيْتُكَ اِذْ كُنْتَ بِمَكَّةَ اَهَلَّ النَّاسُ اِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ وَلَمْ تُهِلَّ اَنْتَ حَتّٰى يَوْمِ التَّرْوِيَةِ فَقَالَ لَمْ اَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهِلُّ حَتّٰى تَنْبَعِثَ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ ؏ ۔

اور عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا۔ اور لوگ تو چاند دیکھتے ہی لبیک کہنے لگتے ہیں اور آپ جب مکہ میں رہتے ہیں تو لبیک نہیں کہتے جب تک یوم ترویہ نہ آجائے تو فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلبیہ کہتے نہیں دیکھا جب تک کہ سواری حضور کو لیکر کھڑی نہ ہو جائے

تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ہم جب مکے کو پیٹھ پیچھے کر لیتے تو تلبیہ پڑھتے۔ یہ اس پر نص ہے کہ مسجد حرام بلکہ مکہ معظمہ کے بھی باہر جاکر احرام باندھتے۔ تیسری تعلیق میں تصریح ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم نے بطحا سے تلبیہ کہا اور چوتھی تعلیق کو بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عمل سے مطابقت ہے۔ جیساکہ گزر چکا۔ البتہ ان کے استدلال میں خفا ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یوم ترویہ لبیک پڑھنے سے اس پر استدلال کیا ہے۔ کہ یوم ترویہ حج کا احرام باندھنا مسنون ہے۔

؏ ؏ ؏ مناسک باب الاہلال من البطحاء وغیرھا للمکی ص ۲۲۴

حدیث ۹۷۷

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ رُفَيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ عَقَلْتَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ صَلَّى الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ يَوْمَ التَّرْوِيَةِ قَالَ بِمِنًى قُلْتُ وَأَيْنَ صَلَّى الْعَصْرَ يَوْمَ النَّفْرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ ثُمَّ قَالَ افْعَلْ كَمَا يَفْعَلُ أُمَرَاؤُكَ ؏

عبدالعزیز بن رفیع نے کہا میں نے حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا آپ کو حضور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ یاد ہو تو مجھے بتائیے کہ حضور نے ترویہ کے دن ظہر اور عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا۔ منیٰ میں۔ میں نے پوچھا یوم نفر عصر کہاں پڑھی تھی؟ فرمایا ابطح میں۔ اس کے بعد حضرت انس نے فرمایا۔ تیرے حکام جیسا کرتے ہیں ویسا کر۔

حدیث ۹۷۸

عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ خَرَجْتُ إِلٰى مِنًى يَوْمَ التَّرْوِيَةِ فَلَقِيْتُ

عبدالعزیز نے کہا۔ ترویہ کے دن میں منیٰ چلا۔ تو حضرت انس سے ملاقات ہوئی

حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۲۷ ذوقعدہ کو ذوالحلیفہ میں احرام باندھا تھا۔ علامہ ابن بطال محدث نے اس کی تقریر یہ کی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات پر احرام باندھ کر حج کے افعال شروع فرما دیئے۔ افعال حج کے افتتاح اور تلبیہ میں کوئی فصل نہیں فرمایا نہ تاخیر فرمائی۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ افعال حج کے افتتاح اور تلبیہ میں فصل نہیں چاہیئے مکی اگر منی جانے سے پہلے حج کا احرام باندھے گا تو فصل لابدی ہوگا۔ اس لئے اسے چاہیئے کہ یوم ترویہ جب حج کیلئے سفر شروع کرے تو احرام باندھے۔

گزر چکا کہ ہمارے یہاں یوم ترویہ سے پہلے بھی حج کا احرام باندھ سکتے ہیں۔ اور محدث ابن بطال نے جو کچھ فرمایا اس میں کلام کی بہت گنجائش ہے۔

تشریحات ۹۷۷-۹۷۸ ان احادیث کے بموجب احناف کا مذہب یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ کو آفتاب نکلنے کے بعد منی چلیں۔ ظہر عصر مغرب عشا فجر منی میں پڑھیں اور افضل یہ ہے کہ مسجد خیف میں ادا کریں۔ اگر امام صحیح العقیدہ سنی ہو تو اس کی اقتدا میں باجماعت پڑھیں۔ ورنہ اکیلے یا اپنے احباب کے ساتھ اپنی جماعت کریں۔ اس وقت دونوں حرم کی مساجد اور مسجد خیف اور مسجد نمرہ اور مشعر حرام کے امام نجدی بدمذہب ہیں۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے کسی کی نماز صحیح۔ ان کے

؏ مناسک باب این یصلی الظہر یوم الترویۃ ص۲۲۴ باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح ص۲۳۷ مسلم الحج ابوداؤد مناسک ترمذی نسائی الحج۔

أَنَسًا وَإِذَا هُوَ رَاكِبٌ عَلَى حِمَارٍ فَقُلْتُ أَيْنَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ گدھے پر جارہے تھے۔ میں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آج کہاں ظہر پڑھی

هَذَا الْيَوْمَ الظُّهْرَ قَالَ انْظُرْ حَيْثُ يُصَلِّي أُمَرَاؤُكَ فَصَلِّ عـــہ

تھی۔ فرمایا۔ دیکھ تیرے حکام جہاں پڑھیں وہاں تو بھی پڑھ

حدیث ۹۷۹ حَدَّثَنَا سَالِمٌ قَالَ سَمِعْتُ عُمَيْرًا مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ عَنْ

سالم نے کہا میں نے عمیر ام الفضل کے غلام سے سنا کہ ام الفضل

أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ شَكَّ النَّاسُ يَوْمَ عَرَفَةَ فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

نے کہا کہ عرفہ کے دن لوگوں کو شک ہو گیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزہ سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَابٍ فَشَرِبَهُ عـــہ

ہیں یا نہیں۔ تو میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شربت بھیجا تو حضور نے اسے پی لیا۔

پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے۔ اگر نجدی اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھو گے تو جماعت کا ثواب کیا ملے گا۔ نماز قضا کرنے کا وبال ہوگا۔ تم گئے تھے جماعت کا ثواب حاصل کرنے اور ہوا یہ کہ نماز بھی گئی۔

كما يفعل أمراؤك اس وقت کے حکام یہی کرتے تھے کہ یوم ترویہ کی ظہر منیٰ میں پڑھتے تھے۔ اسی لئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں ہدایت فرمائی۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ منیٰ زوال کے بعد جائیں یا رات میں جائیں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تہائی رات کو جاتی تھیں علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اہل مکہ کی عادت یہ ہے کہ عشا پڑھ کر جاتے ہیں۔ آجکل بہت سے حجاج سات ہی کو منیٰ پہنچ جاتے ہیں۔ اور آٹھویں کی شب میں جانے کا تو رواج عام پڑ گیا ہے۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۹۷۹ دوسرے ابواب میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ کچھ لوگوں نے میرے پاس اس میں اختلاف کیا کہ نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج یوم عرفہ روزے سے ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ روزے سے ہیں کچھ لوگوں نے کہا روزے سے نہیں۔ تو میں نے ایک پیالہ دودھ بھیجا اور حضور اپنے اونٹ پر سوار تھے

عـــہ مناسك باب اين يصلي الظهر يوم التروية ص ۲۲۴۔ عـــہ مناسك باب صوم يوم عرفه ص ۲۲۵ باب الوقوف على الدابة بعرفة ص ۲۲۵ الصوم باب صوم يوم عرفة ص ۲۶۷ ثانى الاشربة باب من شرب وهو واقف على بعيره ص ۸۴۰۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ الصوم۔

حدیث ۹۸۰

عَنْ سَالِمٍ قَالَ كَتَبَ عَبْدُ الْمَلِكِ اِلَى الْحَجَّاجِ اَنْ لَّا يُخَالِفَ

سالم نے کہا۔ عبد الملک نے حجاج کو لکھا۔ کہ حج کے معاملے میں ابن عمر کی مخالفت

ابْنَ عُمَرَ فِى الْحَجِّ فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ وَاَنَا مَعَهٗ يَوْمَ عَرَفَةَ حِيْنَ

مت کرنا۔ عرفہ کے دن سورج ڈھلتے ہی ابن عمر آئے اور حجاج کے خیمے کے

زَالَتِ الشَّمْسُ فَصَاحَ عِنْدَ سُرَادِقِ الْحَجَّاجِ فَخَرَجَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ

پردوں کے پاس بلند آواز سے پکارا۔ اس پر حجاج نکلا اور وہ کسم سے رنگی ہوئی چادر

تو حضور نے پی لیا۔

یہاں عمیر کو حضرت ام الفضل کا غلام بتایا ہے۔ مگر دوسری روایتوں میں عبد اللہ بن عباس کا غلام بتایا گیا۔ اس کا امکان ہے کہ یہ دونوں کے غلام رہے ہوں۔ یا ہو سکتا ہے ان میں سے کسی ایک کے تھے۔ مگر چونکہ ماں اور بیٹے کا معاملہ ایک ہی ہے اس لئے دوسرے کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

یوم عرفہ کا روزہ | مسلم[1]، ابوداؤد[2]، ترمذی[3] اور ابن ماجہ[4] میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے گمان ہے کہ عرفے کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ بیہقی میں ام المومنین حضرت صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفے کے روزے کو ہزاروں کے برابر بتاتے اس سے کچھ لوگوں کو خیال ہوا کہ آج حج کے موقع پر عرفات میں بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا ہوگا۔ مگر سفر میں چونکہ روزہ رکھنا دشوار ہے۔ اور خود حضور نے ارشاد فرمایا[5] لیس من البر الصیام فی السفر۔ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ تو دوسرے حضرات کو خیال ہوا کہ روزے سے نہیں۔ ہمارے یہاں مستحب یہ ہے کہ حاجی عرفات میں یوم عرفہ روزہ نہ رکھے۔ اسی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا ہے۔ نیز وقوف اور دعا وغیرہ میں آسانی۔

امام عطا نے فرمایا کہ جو اس دن روزہ نہ رکھے تا کہ کما حقہ اعمال حج ادا کر سکے تو اسے روزے کا ثواب ملے گا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسے مکروہ کہتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے[6] کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اس کے باوجود ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ عرفات میں روزہ رکھتے تھے۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی ایک روایت ہے[7]۔

تشریحات ۹۸۰ | اس سے معلوم ہوا کہ عرفہ کے دن نماز ظہر میں تعجیل سنت ہے۔ سورج ڈھلتے ہی فوراً بلا تاخیر امام پہلے جمعہ

[1] اول الصیام باب النهی عن صوم الدهر ص۳۶۸ [2] اول الصیام باب فی صوم الدهر ص۳۲۹ [3] الصوم باب فی فضل صوم یوم عرفة ص۹۳ [4] الصیام باب صیام یوم عرفة ص۱۲۵ [5] بخاری اول الصوم باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ظلل علیه واشتد الحر ص۲۶۱ مسلم ابوداود۔ ترمذی نسائی ابن ماجة۔ موطا امام مالک۔ دارمی۔ الصوم۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۳۵۲ [6] ابوداود باب فی صوم یوم عرفة بعرفة ص۳۳۰ [7] عمدة القاری تاسع ص۳

مُعَصْفَرَةٌ فَقَالَ مَالِكٌ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ الرَّوَاحَ إِنْ كُنْتَ

اوڑھے ہوئے تھا۔ اور کہا کیا بات ہے اے ابو عبدالرحمن! تو ابن عمر نے فرمایا۔ چلنا ہے۔ اگر تو سنت پر

تُرِيدُ السُّنَّةَ قَالَ هٰذِهِ السَّاعَةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْظِرْنِي حَتّٰى

عمل کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نے کہا ابھی۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا تھوڑی دیر انتظار کرو کہ میں اپنے

أُفِيضَ عَلٰى رَأْسِي ثُمَّ أَخْرُجَ فَنَزَلَ حَتّٰى خَرَجَ الْحَجَّاجُ فَسَارَ

سر پر پانی بہالوں پھر آتا ہوں۔ ابن عمر اتر گئے۔ یہاں تک کہ حجاج نکلا اور میرے اور

بَيْنِي وَبَيْنَ أَبِي فَقُلْتُ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَاقْصُرِ الْخُطْبَةَ وَ

میرے والد ماجد کے درمیان چلا۔ میں نے اس سے کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو خطبہ مختصر

عَجِّلِ الْوُقُوفَ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَلَمَّا رَأٰى ذٰلِكَ عَبْدُ اللّٰهِ

کر اور وقوف میں جلدی کر۔ یہ سن کر وہ عبداللہ کی جانب دیکھنے لگا۔ جب عبداللہ نے یہ دیکھا تو فرمایا

قَالَ صَدَقَ ؎

اس نے سچ کہا۔

کی طرح دو خطبہ پڑھے پھر ظہر کی نماز اور سنتیں پڑھے بغیر متصلاً عصر کی نماز۔ اس کے بعد وقوف کرے۔ ہمارے یہاں حج میں تین خطبے ہیں۔ ایک ساتویں ذوالحجہ کو مسجد حرام میں۔ جس میں منیٰ جانے اور منیٰ سے عرفات جانے کی تعلیم ہو دوسرا یوم عرفہ قبل نماز ظہر۔ اس میں وقوف عرفہ اور مزدلفہ جانے وہاں وقوف کرنے رمی جمرات قربانی، حلق یا قصر اور طواف زیارت کے احکام بیان ہونے چاہیئے۔ تیسرا گیارہ ذوالحجہ کو منیٰ میں جس میں اللہ عزوجل کی حمد اور شکر ہو کہ اس نے حج ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور شریعت کے اتباع اور اوامر کی پابندی اور نواہی سے اجتناب کا بیان ہونا چاہیئے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں چار خطبے مسنون ہیں۔ ساتویں کو حرم میں۔ نویں کو عرفہ میں۔ دسویں کو منیٰ میں۔ بارہویں کو بھی منیٰ میں۔ امام مالک کے یہاں بھی تین خطبے ہیں اس تفصیل کے ساتھ۔ ساتویں کو حرم میں صرف ایک خطبہ نماز ظہر کے بعد دوسرا عرفات میں بعد زوال اس کے درمیان خطیب بیٹھے گا۔ تیسرا گیارہ کو۔ امام احمد سے بھی اصح روایت یہی ہے۔ کہ تین خطبے ہیں مگر تفصیل یہ ہے۔ ساتویں ذوالحجہ کو ان کے یہاں کوئی خطبہ نہیں۔ بلکہ پہلا عرفات میں بعد زوال۔ پھر دس اور گیارہ کو منیٰ میں۔

ابن حزم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر کے دوسرے دن یکشنبہ کو خطبہ دیا۔ ابو داؤد میں ہے۔ کہ حضور اقدس

؎ مناسک باب التهجير بالرواح يوم عرفة ص۲۲۵ باب قصر الخطبة بعرفة ص۲۲۵ نسائی۔ ۲ اول مناسک باب ای یوم یخطب بمعنی ص۳۶۹۔

ت ۳۰۶ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر امام کے ساتھ نماز نہ پاتے تو بھی

الْإِمَامِ جَمَعَ بَيْنَهُمَا
جمع فرماتے۔

حدیث ۹۰۸۲ أَخْبَرَنِي سَالِمٌ أَنَّ الْحَجَّاجَ بْنَ يُوسُفَ عَامَ نَزَلَ بِابْنِ
مجھے سالم نے خبر دی جس سال حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ

الزُّبَيْرِ سَأَلَ عَبْدَ اللّٰهِ كَيْفَ نَصْنَعُ فِي الْمَوْقِفِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ سَالِمٌ
تعالیٰ عنہما کا محاصرہ کیا تھا حجاج نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا یوم عرفہ موقف

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے وسط میں خطبہ دیا ابن حزم نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوشنبہ یوم الاکارع کو بھی خطبہ دیا جس میں رشتہ داروں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی۔ ابن قدامہ نے کہا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مروی ہے کہ پورے عشرہ میں خطبہ دیتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ابن عبدالزبیر سے یہ مروی ہے۔

علیہ ملحفۃ معصفرۃ ملحفۃ۔ بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ معصفرۃ۔ کسم سے رنگی ہوئی چونکہ کچھ صحابہ کسم کو خوشبو نہیں مانتے ان کی بنا پر احرام کی حالت میں کسم سے رنگین کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ کسم سے رنگا ہوا کپڑا مردوں کو پہننا جائز مانتے ہیں۔ یہ ان کے لئے مؤید ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمر نے اس پر حجاج کو ٹوکا نہیں۔

تشریحات ۳۰۶ اس تعلیق کو امام ابراہیم حربی نے مناسک میں اور ابن منذر نے موصولا ذکر کیا ہے احناف کا مذہب یہ ہے۔ کہ عرفات میں حاجی اگر امام کے ساتھ نماز پڑھے تو ظہر اور عصر کو ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھے اور اگر امام کے ساتھ نماز نہ پائے تو ظہر اپنے وقت میں اور عصر اپنے وقت میں پڑھے۔ اور مزدلفہ میں بہر صورت مغرب اور عشار ایک ساتھ عشار کے وقت میں پڑھے۔ خواہ امام کے ساتھ پڑھے یا علیحدہ۔

تشریحات ۹۰۸۲ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ قصہ ۷۳ھ کا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ یہ واقعہ ۷۲ھ کا ہے۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن زبیر مکہ معظمہ میں محصور تھے۔ جمادی الآخرہ ۷۳ھ میں وہ شہید ہو چکے تھے[1] حجاج نے طواف زیارت کے علاوہ وہ تمام ارکان ادا کئے جو بیرون حرم ادا کئے جاتے ہیں۔ طواف زیارت سے محروم رہا۔ یہ پہلا منحوس سال تھا۔ کہ اجتماعی طور پر حج نہ کیا جا سکا۔ صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے ذاتی وجاہت کی بنا پر

ع مناسک باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ ص ۲۲۵ ۔ [1] بدایہ نہایہ جلد سابع ص ۳۲۹

إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ السُّنَّةَ فَهَجِّرْ بِالصَّلٰوةِ يَوْمَ عَرَفَةَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ

میں کیا کروں۔ تو سالم نے کہا اگر تو سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو سورج ڈھلتے ہی نماز پڑھ لے

عُمَرَ صَدَقَ إِنَّهُمْ كَانُوْا يَجْمَعُوْنَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي السُّنَّةِ

تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ صحابہ مسنون طریقے کے مطابق ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھتے

فَقُلْتُ لِسَالِمٍ أَفَعَلَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَالِمٌ

تھے (زہری) نے سالم سے پوچھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ تو سالم نے کہا تم لوگ

فَهَلْ تَتَّبِعُوْنَ فِي ذٰلِكَ إِلَّا سُنَّتَهُ ؏

اس معاملے میں حضور ہی کی سنت کی پیروی کرتے ہو۔

بَابُ التَّعْجِيْلِ إِلَى الْمَوْقِفِ۔	قَالَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَيُزَادُ فِي هٰذَا الْبَابِ هَمْ
موقف کی طرف جلدی جانے کا بیان۔	ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا اور اس باب میں یہی مالک عن

هٰذَا الْحَدِيْثُ حَدِيْثُ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ وَلٰكِنِّي أُرِيْدُ أَنْ

ابن شہاب والی حدیث زیادہ کی جاسکتی ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس میں غیر مکرر حدیث

أُدْخِلَ فِيْهِ غَيْرَ مُعَادٍ۔

ذکر کروں۔

اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پورا حج کیا۔ مشرکین تک ایام حج میں لڑائی بند کر دیتے اور اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ دوش بدوش مناسک حج ادا کرتے۔ مگر سفاک عبدالملک اور اس کے درندہ صفت سالار حجاج نے مسلمان ہوتے ہوئے نہ حرم کی حرمت کا پاس کیا نہ شہر حرام کا نہ حج کا۔

انتباہ ابوذر کے علاوہ اکثر نسخوں میں یہ زائد ہے

تشریح اس عبارت میں هَمْ۔ فارسی لفظ ہے یا عربی ہی ہے۔ اس کے معنی ایضاً نیز بھی۔ کے قریب قریب ہے۔ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ابھی حضرت ابن عمر اور حجاج والی مذکور حدیث سے ثابت ہے کہ وقوف میں جلدی ہونی چاہئے۔ اسے اس باب میں ذکر کیا جاسکتا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی حدیث ذکر کروں جو پہلے

؏ ایضاً۔

حدیث ۹۸۲ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا عرفہ کے دن میرا
أَضْلَلْتُ بَعِيرًا لِي فَذَهَبْتُ أَطْلُبُهُ يَوْمَ عَرَفَةَ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
ایک اونٹ غائب ہو گیا میں اسے تلاش کرنے کے لئے گیا تو میں نے نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا بِعَرَفَةَ فَقُلْتُ هٰذَا وَاللّٰهِ مِنَ
دیکھا کہ عرفہ میں وقوف کئے ہوئے ہیں تو میں نے کہا یہ تو واللہ حمس میں سے
الْحُمْسِ فَمَا شَأْنُهُ هٰهُنَا عہ
ہیں۔ یہاں کیوں ہیں۔؟

کہیں مذکور نہ ہو۔ لیکن انھیں ایسی کوئی حدیث نہیں ملی۔ جو ان کے شرط پر اس مدعا کی مثبت ہو۔ اس لئے یہ باب حدیث سے خالی رہ گیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضرت امام بخاری احادیث کو مکرر لاتے ہیں۔ تو اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً تبدیل سند زیادتی معنی وغیرہ اور جو تکرار ان فوائد سے بھی خالی ہو وہ بہت کم اور بلا قصد ہے۔

تشریحات ۹۸۲-۹۸۳ ۲ الحُمْس۔ احمس کی جمع ہے۔ اس کا مادہ حمس ہے اور حماسہ ہے۔ کسی معاملہ میں سخت ہونا۔ احمس کے معنی ہوئے۔ دین میں سخت۔ حمس ان مخصوص قبائل کا نام ہے جو اپنے آپ کو مناسک حج میں دوسروں سے ممتاز اور مستثنیٰ سمجھتے تھے۔ یہ عرفات نہیں جاتے۔ مزدلفہ ہی میں رہ جاتے۔ یہ لوگ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے۔ دوسرے لوگ اپنے کپڑوں میں پہلا طواف نہیں کر سکتے تھے یا تو حمس انھیں کپڑے دیں۔ یا ننگے کریں اور نہ حرم کے باہر والے حرم میں وہ کھانا کھا سکتے تھے جو حرم کے باہر سے لائے ہیں۔ حالت احرام میں گوشت نہیں کھاتے اور نہ کمبل کے خیمے میں رہتے۔ جب مکہ واپس آتے تو اپنے کپڑے اتار دیتے۔ حمس میں کون کون قبائل داخل تھے۔ تتبع کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قریش اور قریش کے حلفاء اور بنو خزاعہ۔ بنو کنانہ۔ بنو عامر بن صعصعہ ثقیف۔ لیث بن بکر۔ اور جدیلہ قریش۔

موقف سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نویں کو عرفات میں وقوف فرمایا کرتے تھے۔ اور یہی طریقہ جاری رہا۔ مگر بعد میں ان لوگوں نے اپنی امتیازی شان باقی رکھنے کے لئے عرفات جانا چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ کہا۔ ہم اہل حرم ہیں۔ ہم حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ مزدلفہ حدود حرم میں ہے۔ اور عرفات حدود حرم کے باہر۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظمہ قیام کے ایام میں حج فرمایا کرتے تھے۔ اور بالہام خداوندی، حمس کی عادت کے خلاف عرفہ جا کر موقف ابراہیم میں وقوف فرمایا کرتے۔ اسی کو جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا۔ یہ واقعہ قبل ہجرت کا ہے۔

عہ المناسک باب الوقوف بعرفۃ صـ ۲۲۶ مسلم۔ نسائی۔ الحج

126

حدیث ۹۸۳ قَالَ عُرْوَةُ كَانَ النَّاسُ يَطُوفُونَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عُرَاةً إِلَّا

حضرت عروہ نے کہا۔ زمانۂ جاہلیت میں حمس کے علاوہ بقیہ لوگ ننگے طواف

الْحُمْسَ وَالْحُمْسُ قُرَيْشٌ وَمَا وَلَدَتْ وَكَانَ الْحُمْسُ يَحْتَسِبُونَ

کرتے تھے۔ اور حمس قریش اور ان کی اولاد ہیں۔ اور حمس کے مرد دوسرے مردوں کو حمس

عَلَى النَّاسِ يُعْطِي الرَّجُلُ الرَّجُلَ الثِّيَابَ يَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطِي

کی عورت دوسری عورتوں کو ثواب کا کام سمجھ کر کپڑے دیتی تو دوسرے مرد اور عورت

الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ الثِّيَابَ تَطُوفُ فِيهَا فَمَنْ لَمْ تُعْطِهِ الْحُمْسُ طَافَ

ان کپڑوں میں طواف کرتے۔ اور جسے حمس کپڑے نہیں دیتے وہ ننگا طواف کرتا

امام المغازی ابن اسحاق امام الائمہ ابن خزیمہ اسحق بن راہویہ استاذ امام بخاری نے قدرے اختلاف اور زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کہ قریش نے وقوف عرفات چھوڑ دیا تھا۔ اور مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے اور کہتے ہم حمس ہیں۔ حرم سے باہر نہیں جائیں گے۔ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ زمانہ جاہلیت میں میرا ایک جانور غائب ہو گیا۔ ڈھونڈھا تو عرفات میں ملا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگوں کے ساتھ اونٹ پر عرفات میں وقوف کئے ہوئے ہیں۔ جب میں مشرف باسلام ہوا تو میں نے جانا کہ حضور کا یہ وقوف بتوفیق ایزدی تھا۔

وما ولدت قریش کی کسی عورت کو اگر دوسرے قبیلے والا پیغام دیتا تو قریش یہ شرط کرتے کہ اس عورت سے جو اولاد ہوگی وہ ہمارے دین پر ہوگی۔ اس طرح قریشی عورتوں سے جو بچے پیدا ہوتے وہ بھی حمس میں داخل ہو جاتے اگرچہ ان کے باپ غیر قریشی ہوں۔ اس دستور کے مطابق بنو کنانہ ثقیف۔ بنو خزاعہ۔ لیث بن ابو بکر۔ بنو عامر بن صعصعہ، غزوان وغیرہ کے وہ افراد جو قریشی ماؤں کے بطن سے تھے۔ حمس میں داخل ہو گئے۔

اس سے ظاہر ہو گیا کہ بنیادی طور پر حمس قریش ہی تھے۔ بقیہ مذکورہ بالا قانون کی وجہ سے داخل ہوئے۔

عرفات یہ جمع مونث سالم کے وزن پر ضرور ہے۔ مگر جمع نہیں۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی واحد نہیں۔ اور نہ اس کا صدق متعدد پر ہے۔ جیسے اذرعات ہے۔ یہ شام میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کی شراب مشہور تھی۔ عرفہ اس کا واحد نہیں۔ کیونکہ یہ اور عرفات دونوں ہم معنی ہیں۔ ایسا نہیں کہ وہاں کے چند ٹکڑوں کا نام الگ الگ عرفہ ہوں اور ان سب کے مجموعے کا نام عرفات ہو۔ قرآن مجید میں اسے کسرہ اور تنوین کے ساتھ استعمال فرمایا ہے۔ اس کے باوجود اس کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے۔ قاضی بیضاوی وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ غیر منصرف ہے۔ علیت اور تانیث کی وجہ سے۔ اور اس پر جو تنوین ہے وہ تمکن کے لئے نہیں۔ جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے کیلئے ہے اور غیر منصرف پر کسرہ اس وقت نہیں آتا۔ جبکہ تنوین تمکن کا آنا غیر منصرف ہونے کی وجہ سے ممنوع ہو اور اس کے عوض کچھ نہ ہو۔ جیسے اضافت اور الف لام۔ یہی وجہ ہے کہ الف لام

بِالْبَيْتِ عُرْيَاناً وَكَانَ يُفِيضُ جَمَاعَةُ النَّاسِ مِنْ عَرَفَاتٍ وَتُفِيضُ

اور لوگ عرفات جاکر لوٹتے مگر حمس (عرفات نہیں جاتے) مزدلفہ جاتے اور وہیں

الْحُمْسُ مِنْ جَمْعٍ۔ قَالَ وَأَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ هٰذِهِ

سے لوٹتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ یہ آیت

الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْحُمْسِ۔ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ

حمس ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد تم لوگ بھی وہیں سے واپس

قَالَ كَانُوا يُفِيضُونَ مِنْ جَمْعٍ فَدُفِعُوا إِلَى عَرَفَاتٍ ع٥

لو لو جہاں سے اور لوگ لوٹتے ہیں۔ عروہ نے کہا یہ جمع ہی سے لوٹتے تھے تو ان کو عرفات بھیجا گیا

اور اضافت کے ساتھ کسرہ آتا ہے۔ جیسے حسرت بالاحسد وباحسد کم۔ عرفات کی تنوین تمکن اگرچہ بغیر عوض ہے مگر غیر منصرف ہونے کی وجہ سے نہیں گئی ہے۔ بلکہ تنوین مقابلہ کی موجودگی کی وجہ سے گئی ہے تاکہ دو تنوینوں کا اجتماع لازم نہ آئے زمخشری وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب نہیں۔ علمیت تو ہے مگر اور کوئی دوسرا سبب نہیں۔ اگر ہوتی تو تانیث ہوتی وہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس کی تار مطولہ جمع مونث سالم کی علامت ہے۔ تار تانیث نہیں۔ اور تار کو مقدر یوں نہیں مانا جاسکتا کہ جمع مونث سالم کا صیغہ مونث کے ساتھ خاص ہے۔ اگر اس میں تار تانیث مقدر مانیں گے تو دو علامت تانیث کا اجتماع لازم آئے گا یہی وجہ ہے کہ اگر مومنات صالحات، کسی عورت کا نام رکھ دیا جائے تو بھی وہ منصرف ہی رہیں گے۔ لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ کسی کا نام رکھ دیا گیا تو اب یہ جمع کہاں رہ گئے کہ اس کی تا جمع مونث سالم کی ہو۔ اور تار کی تقدیر پر دو علامت تانیث کا اجتماع لازم آئے گا۔ یہ سب بحث اس صورت میں ہے کہ عرفات کو جمع مانا جائے مگر حقیقت میں یہ جمع نہیں۔ واحد ہے۔ اور جب یہ واحد ہے۔ تو نہ اس کی تار جمع مونث سالم کی تار ہوئی اور نہ اس کی تنوین تنوین مقابلہ اس لئے دونوں فریق کی اپنی اپنی نکتہ آفرینی ساقط۔ اب اگر اسے مکان کا نام مانیں تو منصرف اور بقعہ کا نام مانیں تو غیر منصرف علمیت اور تانیث معنوی کی وجہ سے قرآن مجید میں بتاویل اسم مکان منصرف ہے۔ هٰذَا مَاظَهَرَلِي وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ رَبِّي وَعِلْمُهُ جَلَّ مَجْدُهُ أَتَمُّ وَأَحْكَمُ۔ یہ اسم مرتجل ہے منقول نہیں۔ اس لئے کہ منقول کے لئے منقول عنہ لازم ہے۔ اور اس کا سوائے اس مبارک خطے کے نام کا اور کوئی استعمال نہیں۔ اس کا مرتجل ہونا اسی کا مؤید ہے جو ہم نے لکھا۔ کیونکہ اب یہ لفظاً بھی واحد ہوا۔ اور معنیً بھی۔ زیادہ سے زیادہ جمع کے وزن پر ہوا۔ مگر جمع ہونے کے لئے صرف وزن کافی نہیں۔ اس کے لئے واحد ہونا بھی لازم اور کثیر پر صدق بھی یہاں دونوں منتفی۔

ع٥ المناسک باب الوقوف بعرفۃ ص۲۲۶

حدیث ۹۸۴

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ سُئِلَ أُسَامَةُ
عروہ بن زبیر نے کہا۔ کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا

وَأَنَا جَالِسٌ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ
اور میں وہاں بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عرفات سے چلے تو کس رفتار

فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ حِينَ دَفَعَ قَالَ كَانَ يَسِيرُ الْعَنَقَ فَإِذَا وَجَدَ
سے چلے فرمایا۔ معمول کے مطابق چلتے اور جب کشادگی ملتی تو اونٹنی کچھ دوڑاتے۔

عرفات کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ حضرت آدم اور حوا علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دنیا میں نزول کے بعد یہیں ملاقات ہوئی اور ایک نے دوسرے کو پہچانا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس کی شناخت کرائی گئی جب عرفات پہنچے تو وحی کے مطابق پاکر اسے پہچان لیا۔ حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں ساتھ لے کر حج کے مشاعر دکھاتے دکھاتے جب یہاں پہنچے اور اسے دکھایا تو حضرت ابراہیم نے فرمایا میں نے پہچان لیا۔ عرف بلندی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے پہاڑوں کو اعراف کہا جاتا ہے یہاں متعدد پہاڑ ہیں اس لئے اسے عرفات کہتے ہیں۔

وقوف عرفہ وقوف عرفہ ہی حج کا سب سے اہم رکن اور فرض ہے۔ وقوف کا وقت نویں ذوالحجہ کے زوال کے وقت سے لے کر دسویں کی فجر کے طلوع ہونے تک ہے۔ ان اوقات میں کسی وقت بھی عرفات پہنچ گیا۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے فرض ادا ہو گیا۔

غروب آفتاب تک وقوف واجب ہے اگر سورج ڈوبنے سے پہلے حدود عرفات سے نکل گیا تو دم واجب ہے عرنہ کا نشیب چھوڑ کر پورا عرفات موقف ہے جہاں تک ہو سکے جبل رحمت کے قریب جہاں سیاہ پتھر کے فرش لگے ہیں۔ وقوف کرے۔ امام کے داہنے بائیں۔ سامنے سے افضل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ موقف اعظم میں جاکر شریک ہو۔ مسجد نمرہ شریف میں امام کے پیچھے نمازیں پڑھیں اگرچہ امام فاسق ظالم ہو۔ بشرطیکہ ایسا بد مذہب نہ ہو جس کی بد مذہبی حد کفر تک پہنچی ہوئی ہو۔ علامہ عینی[۱] نے لکھا۔

فيه الصلوٰة خلف الفاجر من الولاة مالم تخرجه بدعته عن الاسلام
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ والی فاجر فاسق کے پیچھے نماز پڑھی جائے جب تک اس کی بد مذہبی اسے اسلام سے خارج نہ کر دے

تشریحات ۹۸۴

حجۃ الوداع۔ یہ اسلام کا دوسرا حج ہے ۹ھ میں پہلا حج حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ہوا تھا۔ دوسرا حج ۱۰ھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ وداع۔ کے معنی رخصت کرنے کے ہیں۔ اس حج میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے امت کو رخصت فرمایا تھا۔ اس لئے اس کا نام حجۃ الوداع پڑا۔ صاف صاف

---

[۱] عمدۃ القاری تاسع ص ۲۰۲

فَجْوَةً نَصَّ قَالَ هِشَامٌ وَالنَّصُّ فَوْقَ الْعَنَقِ ع۵

ہشام نے کہا۔ نص، عنق، سے اوپر ہے

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ فَجْوَةٌ مُتَّسِعٌ وَالْجَمْعُ فَجَوَاتٌ وَفِجَاءٌ وَكَذٰلِكَ

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ فجوۃ کے معنی کشادہ جگہ کے ہیں۔ اس کی جمع فجوات اور فجاء آتی ہے ایسے ہی

رَكْوَةٌ وَرِكَاءٌ وَمَنَاصٍ لَيْسَ حِيْنَ فِرَارٍ۔

رکوۃ کی رکاء اور قرآن مجید میں جو فرمایا۔ ولات حین مناص۔ اس کے معنی ہیں کہ فرار کا وقت نہیں۔

فرمایا تھا۔ لعلی لا القاکم بعد عامی ھذا۔ اس سال کے بعد تم سے میری ملاقات نہ ہوگی۔ اس کا دوسرا نام حجۃ البلاغ ہے۔ اس حج کے خطبات میں امت کو بہت اہم اور بنیادی پیغامات پہنچائے تھے۔ ارشاد فرمایا تھا۔ ھل بلغت۔ اس کا تیسرا نام حجۃ الاسلام بھی ہے۔ اسلام کے بعد یہ پہلا حج تھا۔ جس میں کوئی مشرک شریک نہ ہوا تھا۔ عنق، معمول کے مطابق چلنے کو کہتے ہیں نص۔ پوری قوت سے دوڑنا۔ چونکہ سورج ڈوبنے کے بعد عرفہ سے چلتے ہیں۔ اور مزدلفہ وہاں سے تین میل ہے۔ عرفات کا سارا مجمع ساتھ تھا۔ جلد وہاں پہنچ کر مغرب اور عشا ساتھ ساتھ پڑھنی ہے۔ اس لئے جب موقع ملتا تو اونٹنی کو دوڑا دیتے۔ ورنہ جیسے ممکن ہوتا چلتے۔ مزدلفہ سے منیٰ کی واپسی میں سکون و وقار کے ساتھ راستہ طے فرمایا۔ البتہ وادی محسّر میں پوری قوت سے جانور کو دوڑاتے۔ جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ وادی محسّر ہی وہ جگہ ہے جہاں ابرہہ کی فوج کے ہاتھی رک گئے تھے۔ مہاوتوں نے بہت کوشش کی مگر آگے نہ بڑھے۔ یہیں کنکریوں سے ابرہہ کا پورا لشکر تباہ و برباد ہوا تھا۔ چونکہ یہ جگہ نزول عذاب کی تھی اس لئے وہاں تیزی سے گزر گئے۔

ہدایت عام حجاج نہ ان دل آویز باتوں سے واقف ہوتے ہیں۔ نہ انھیں اس سے دلچسپی ہوتی ہے۔ اور جنھیں واقفیت بھی ہے۔ وہ تن آسانی کے لئے موٹروں سے سفر کرتے ہیں۔ حالانکہ بہ نسبت موٹر کے پیدل منیٰ آنے میں آسانی بھی ہے۔ اور وقت کی بچت بھی۔ صبح کا سہانا ٹھنڈا وقت ہوتا ہے۔ بہت آرام کے ساتھ راستہ طے ہو جاتا ہے۔ اس میں دو اہم فائدے ہیں۔ ایک وادی محسر میں دوڑ کی سنت نصیب ہوتی ہے۔ دوسرے مسنون وقت پر رمی ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھیڑ بھی کم ہوتی ہے۔ پھر آدمی ہمت کرے تو اسی دن قربانی کر کے احرام کھول کر طواف زیارت بھی کر سکتا ہے۔ اس [illegible] کو اس کے رب عزوجل نے یہ توفیق دی کہ مزدلفہ سے منیٰ پیدل آیا۔ فالحمد علیٰ ذٰلک

مناص اس حدیث میں۔ نصّ۔ آیا ہے۔ اس کے مناسب قرآن مجید میں ۔ لات حین مناص ہے اس لئے

ع۵ مناسک باب السیر اذا دفع من عرفۃ ص۲۲۶ الجہاد باب السرعۃ فی السیر ص۴۲۱ ثانی مغازی باب حجۃ الوداع ص۶۳۳ مسلم الحج ابوداؤد نسائی ابن ماجۃ۔ مناسک موطا امام مالک۔

ا؎ الحج باب فی الافاضۃ من عرفات ص۱۰۸

حدیث ۹۸۵ عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى
نافع نے کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمع (مزدلفہ) میں مغرب اور عشاء

عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِجَمْعٍ غَيْرَ أَنَّهُ يَمُرُّ بِالشِّعْبِ
ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اور وہ اس گھاٹی میں بھی جاتے جس سے

الَّذِي أَخَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُ فِيهِ
رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے۔ اور وہاں قضاء حاجت کرتے اور

فَيَنْتَفِضُ وَيَتَوَضَّأُ وَلَا يُصَلِّي حَتّٰى يُصَلِّيَ بِجَمْعٍ ؎
وضو کرتے اور نماز نہیں پڑھتے۔ جمع میں آکر پڑھتے۔

حدیث ۹۸۶ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا ثُمَّ رَدِفَ
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ اس کے بعد

حسب عادت امام بخاری نے لفظ مناص کی تفسیر فرمادی کہ مناص کے معنی فرار کے ہیں۔ اگرچہ نقض اور مناص۔ کے مادے الگ الگ ہیں۔ نقض۔ مضاعف ہے۔ اور مناص اجوف وادی اس کا مصدر نوصٌ ہے۔ مناص۔ مصدر میمی بھی ہے۔ اور اسم ظرف بھی۔ مصدر کے معنی فرار کے ہیں۔ اور اسم ظرف کے معنی فرار کی جگہ۔ کے ہیں۔

بعض لوگوں نے حضرت امام بخاری پر یہ بدگمانی کی ہے کہ انھیں وہم ہوگیا ہے۔ کہ مناص اور نقض کا مادہ ایک ہی ہے اس لئے اسے ذکر کیا ہے۔ یہ۔ ان بعض الظن اثم۔ کی قبیل سے ہے۔ حضرت امام بخاری کی جلالت شان اس سے منزہ ہے کہ وہ ایسا رکیک وہم کریں۔

تشریحات ۹۸۵ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ افضل یہ ہے کہ مزدلفہ پہونچنے سے پہلے راستے میں کہیں رک کر ضروریات سے فارغ ہولے۔ مگر راستے میں کہیں مغرب کی نماز نہ پڑھے۔ افضل یہ ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے درمیان راستے میں باوضو رہے۔ حتی کہ اگر وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کرلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع تمام امور میں موجب خیر ہے۔ حتی کہ فطری عادات وضروریات میں بھی۔

تشریحات ۹۸۶ جلد اول کتاب الوضو ص۴۵۲ پر اس حدیث کا ابتدائی حصہ ذکر کیا جاچکا ہے۔ کہ عرفات سے واپسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت اسامہ سوار تھے۔ جب اس بائیں گھاٹی پر پہنچے جو مزدلفہ کے قریب

؎ مناسک باب النزول بین عرفۃ وجمع ص۲۲۶ مسلم الحج۔

اَلْفَضْلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَدَاۃَ جَمْعٍ قَالَ

فضل سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے سوار ہوئے۔ جمع کی صبح کو فضل رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کُرَیْبٌ فَاَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنْ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تک جمرہ نہیں پہونچے۔

اَلْفَضْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَزَلْ یُلَبِّیْ

برابر لبیک پکارتے رہے

حَتّٰی بَلَغَ الْجَمْرَۃَ ؏ہ

حدیث ۹۸۷

اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ جُبَیْرٍ مَوْلٰی وَالِبَۃَ الْکُوْفِیْ قَالَ

والبہ کوفی کے مولیٰ حضرت سعید بن جبیر (شہید) نے خبر دی کہ مجھ سے حضرت ابن عباس

حَدَّثَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ دَفَعَ مَعَ النَّبِیِّ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ہے تو اونٹ بٹھایا۔ اور پیشاب فرمایا۔ پھر تشریف لائے تو میں نے وضو کا پانی ڈالا۔ ہلکا وضو فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ نماز تو فرمایا۔ نماز تیرے آگے ہے۔ اس کے بعد سوار ہوئے یہاں تک کہ مزدلفہ آئے۔ اور پورا وضو کیا۔ اس کے بعد اقامت ہوئی۔ تو مغرب پڑھی۔ پھر سب نے اپنی اپنی جگہ اونٹ بٹھایا اس کے بعد عشار کی نماز ہوئی۔ ان دونوں نمازوں کے مابین کوئی نماز نہ پڑھی اس کے بعد یہ حصہ ہے۔ جو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۹۸۷ والبہ۔ بنی اسد کی ایک شاخ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر اس قبیلے کے غلام تھے۔ انھیں حجاج نے ۹۵ھ میں شہید کر ڈالا۔ لوگوں کو مزدلفہ پہنچنے کی جلدی مچی تھی۔ اس لئے اونٹوں کو ڈانٹ ڈپٹ رہے تھے ان پر کوڑے برسا رہے تھے۔ رحمت عالم کو گوارا نہ ہوا۔ لوگوں کو تنبیہ فرمائی جلدی نہ مچاؤ جانوروں کو نہ ستاؤ۔ جانوروں کو دوڑانا نیکی نہیں۔ بھیڑ میں جانوروں کو دوڑانا خطرناک بھی ہے۔

اس حدیث میں بالایضاع۔ آیا ہے۔ اس کے معنی دوڑانے کے ہیں۔ اور قرآن کریم میں اسی کا صیغہ جمع مذکر۔ لَاَوْضَعُوْا آیا ہے۔ ارشاد ہے۔

؏ہ مناسک باب النزول بین عرفۃ وجمع ص ۲۲۶۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ عَرَفَۃَ فَسَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

کے ساتھ (عرفات سے) یوم عرفہ چلے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَاءَہٗ زَجْرًا شَدِیْدًا وَضَرْبًا بِالْاِبِلِ فَاَشَارَ

سخت ڈانٹ ڈپٹ اور اونٹوں پر مارسنی تو اپنے کوڑے سے اشارہ فرمایا

بِسَوْطِہٖ اِلَیْھِمْ وَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ عَلَیْکُمْ بِالسَّکِیْنَۃِ فَاِنَّ الْبِرَّ

اے لوگو! سکون کے ساتھ چلو دوڑنا نیکی

لَیْسَ بِالْاِیْضَاعِ اَوْضَعُوْا اَسْرِعُوْا خِلَالَکُمْ مِنَ التَّخَلُّلِ

نہیں۔ اوضعوا کے معنی اسرعوا ہے خلالکم تخلل بینکم سے ہے اور

بَیْنَکُمْ وَفَجَّرْنَا خِلَالَھُمَا بَیْنَھُمَا۔

فجرنا خلالھما میں خلالھما کے معنی بینھما کے ہے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان

حدیث ۹۸۸ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّ لَاَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ توبہ ۴۷

اگر وہ تم میں نکلتے تو سوائے اس کے اور کچھ نہ ہوتا کہ تمہیں نقصان زیادہ ہوتا اور تمہارے مابین فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے۔

اس لئے امام بخاری نے حسب عادت کریمہ اوضعوا اور خلالکم کی تفسیر فرمائی۔ کہ اوضعوا کے معنی اسرعوا ہے یعنی دوڑتے اور خلال کے معنی درمیان ہے۔ جیسے تخلل کے معنی درمیان کی خالی جگہ ہے۔ ایک اور آیت میں ہے۔

وَفَجَّرْنَا خِلٰلَھُمَا نَھَرًا۔ کہف ۳۲ اور ہم نے ان دونوں باغوں کے درمیان نہر بہائی۔

اس آیت میں بھی خلال کے معنی درمیان کے ہیں اسے بھی امام بخاری نے واضح فرمادیا۔

تشریحات ۹۸۸ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوا کہ مزدلفہ میں ایک اذان ایک اقامت سے مغرب اور عشاء اس طرح ملا کر پڑھی جائے کہ دونوں کے مابین مغرب کی سنت موکدہ بھی نہ پڑھی جائے یہی ہمارا مذہب ہے۔ سنتوں کے بارے میں البتہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عشاء کے فرض کے بعد پڑھے۔ اور اس حدیث میں یہ ہے کہ نہ ان

ع مناسک امر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالسکینۃ عند الافاضۃ ص ۲۲۷

عَنۡهُمَا قَالَ جَمَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بَيۡنَ الۡمَغۡرِبِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع میں مغرب اور عشاء ملاکر پڑھا۔ ہر ایک ایک اقامت

وَالۡعِشَاءِ بِجَمۡعٍ كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا بِاِقَامَةٍ وَّلَمۡ يُسَبِّحۡ بَيۡنَهُمَا وَلَا

سے اور ان دونوں کے درمیان نفل نہیں پڑھی اور نہ ان دونوں میں سے کسی کے

عَلٰى اِثۡرِ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُمَا ؎

بعد

حدیث ۹۸۹

حَدَّثَنِيۡ اَبُوۡ اَيُّوۡبَ الۡاَنۡصَارِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان فرمائی

اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ فِيۡ حَجَّةِ الۡوَدَاعِ

کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مزدلفہ میں

الۡمَغۡرِبَ وَالۡعِشَاءَ بِالۡمُزۡدَلِفَةِ ؎

مغرب اور عشاء ملاکر پڑھی۔

دونوں کے درمیان نفل پڑھی اور نہ ان کے بعد۔ دونوں کے درمیان نہ پڑھنے کی بات تو قطعی ہے کیونکہ راوی موجود تھے انھوں نے خود دیکھا۔ اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ عشاء کے بعد بھی وہاں فوراً نہیں پڑھی۔ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ رات میں کسی وقت پڑھی ہو۔ اس لئے یہ ہمارے مذہب کے معارض نہیں۔ اور حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں نہ اذان کا ذکر ہے نہ اقامت کا اور نہ نفل پڑھنے اور نہ پڑھنے کا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ مغرب کے لئے بھی اذان و اقامت کہلائی۔ اور عشاء کے لئے بھی۔ نیز یہ کہ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ نیز یہ کہ دونوں نمازوں کو ملاکر نہیں پڑھا۔ بلکہ ان کے درمیان کھانا تناول فرمایا۔ اس کے برخلاف حضرت جابر کی حدیث طویل جو مسلم[۱] اور ابن ماجہ[۲] میں ہے۔ اس میں یہ ہے۔ ولم یسبح بینهما۔ مغرب اور عشا کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔ اسی طرح خود حضرت جابر سے مصنف ابن ابی شیبہ[۳] میں جو روایت ہے اس میں یہ تصریح ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع

؎ مناسک باب من جمع بینهما ولم یتطوع ص۲۲۷ ابوداؤد الحج نسائی الحج الصلوٰۃ۔ ؎ مناسک باب من جمع بینهما ولم یتطوع ص۲۲۷ [۱] اول الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۳۹۸۔ [۲] مناسک باب حجۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۲۸ [۳] فتح القدیر ثانی ص۳۷۷ ۔

حدیث ۹۹۰

سمعت عبد الرحمن بن یزید یقول حج عبد اللہ فاتینا

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

المزدلفۃ حین الاذان بالعتمۃ او قریبا من ذلک فامر رجلا فاذن

نے حج کیا اور مزدلفہ عشا کی اذان کے وقت پہنچے یا اس کے قریب تو ایک شخص کو حکم دیا تو اس نے اذان

و اقام ثم صلی المغرب و صلی بعدھا رکعتین ثم دعا بعشائہ

اور اقامت کہی پھر مغرب پڑھی۔ اور اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی پھر کھانا منگایا اور

فتعشی ثم امر اری فاذن و اقام قال عمرو ولا اعلم الشک

تناول فرمایا پھر حکم دیا۔ میں گمان کرتا ہوں تو اس نے اذان اور اقامت کہی۔ عمرو بن خالد نے کہا یہ شک

میں مغرب اور عشا ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھی۔ اسی طرح مسلم[1] میں ہے۔ کہ حضرت سعید بن جبیر شہید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ جمع پہنچے تو انھوں نے ہمیں مغرب اور عشا ایک اذان اور ایک اقامت سے پڑھائی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جگہ ہمیں ایسے ہی نماز پڑھائی تھی۔ اور امام ابو الشیخ[2] نے انھیں حضرت سعید بن جبیر شہید ہی سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ مزدلفہ میں مغرب اور عشا ایک اقامت سے پڑھی۔ ابو داؤد[3] میں اشعث بن سلیم عن ابیہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر مزدلفہ پہنچنے کے بعد کسی کو اذان اور اقامت کا حکم دیا۔ اور تین رکعت مغرب پڑھی۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ نماز۔ پھر عشا پڑھی۔ اس سے فارغ ہو کر کھانا طلب فرمایا اور کھایا۔ اشعث بن سلیم نے یہ بھی کہا۔ کہ میرے باپ کے مثل علاج بن عمرو نے بھی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے ہی پڑھا ہے۔ ان سب کے معارض مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے۔ مغرب اور عشاء دو اذان اور دو اقامت سے پڑھی۔ اب جبکہ احادیث میں تعارض ہے تو احناف نے فرمایا۔ کہ عرفات میں تقاضائے مصلحت یہی ہے کہ ظہر و عصر ایک اقامت سے پڑھی جائے۔ اس لئے کہ وہاں عصر وقت سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس کا خدشہ ہے کہ عوام ظہر پڑھتے ہی منتشر ہو جائیں تو اس لئے عصر کے لئے اقامت کہلائی جائے۔ اور یہاں مزدلفہ میں جمع تاخیر ہے یعنی مغرب عشا کے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے اس کا ذرہ برابر تو ہم بھی نہیں کہ لوگ یہ تصور کریں کہ ابھی عشا نہیں پڑھی جائے گی۔ اس لئے ہم نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ان روایات کی ترجیح دی۔

---

[1] اول الحج باب الافاضہ من عرفات الی المزدلفۃ ص۴۱۶ [2] فتح القدیر ص۳۷۷ ج۲ [3] اول المناسک باب الصلوٰۃ بجمع ص۲۶۷

الا من زھیر ثم صلی العشاء رکعتین فلما طلع الفجر قال ان

زہیر کو ہوا۔ اس کے بعد عشار کی دو رکعت پڑھی۔ اور جب فجر چمکی تو فرمایا۔ کہ نبی

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یصلی ھذہ الساعۃ الا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوائے اس نماز کے اور وہ بھی اس جگہ کے اور اس

ھذہ الصلوۃ فی ھذا المکان من ھذا الیوم قال عبد اللہ ھما

دن کے اور کوئی نماز اس وقت نہیں پڑھتے تھے۔ عبد اللہ نے فرمایا۔ یہ دونوں

صلوتان تحولان عن وقتھا صلوۃ المغرب بعد ما یاتی الناس

نمازیں اپنے وقتوں سے ہٹا دی گئی ہیں۔ مغرب کی نماز لوگوں کے مزدلفہ پہنچنے

المزدلفۃ و الفجر حین یبزغ الفجر قال رأیت النبی صلی اللہ

کے بعد اور فجر جب صبح صادق چمکے۔ فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

تعالیٰ علیہ وسلم یفعلہ ؏

ایسا کرتے دیکھا ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے۔ اس پر بھی ہمارا عمل ہے۔ اگر کوئی مغرب اور عشا ملا کر نہ پڑھے اور درمیان میں کھائے پیئے تو وہ دونوں کو دو اذان اور دو اقامت سے پڑھے۔ اور مغرب کی سنتیں مغرب کے بعد اور عشا کی سنتیں عشا کے بعد پڑھے۔

تحولان عن وقتھا آج مغرب کا وقت بدل دیا گیا ہے۔ بجائے غروب شفق سے پہلے کے غروب شفق کے بعد کر دیا گیا ہے۔ اور فجر وقت معتاد کے بجائے اول وقت میں پڑھی جائے گی۔ یعنی ہمیشہ اسفار میں پڑھی جاتی تھی اب ابتدائے وقت تغلیس میں پڑھی جائے گی۔ تاکہ وقوف کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت مل سکے۔ اس کے بعد باب متی یصلی الفجر بجمع میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے اتنی جلد نماز پڑھی کہ کوئی کہتا فجر طلوع ہوئی کوئی کہتا نہیں ہوئی۔

وقوف مزدلفۃ اس کا وقت طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے مابین ہے۔ اور یہ ہمارے یہاں واجب ہے فرض نہیں۔ اس لئے کہ اس کا ثبوت خبر احاد سے ہے۔ کسی قطعی الثبوت قطعی الدلالت نص سے نہیں۔ نیز ابھی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کمزور اہل کو رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا۔ اگر فرض ہوتا تو یہ کبھی نہ کرتے۔ وجوب کی دلیل

؏ المناسک باب من اذن واقام لکل واحدۃ منھما ص۲۲۷ باب متی یصلی الفجر بجمع ص۲۲۸ نسائی

حدیث ۹۹۱

قَالَ سَالِمٌ وَّكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُقَدِّمُ ضَعَفَةَ أَهْلِهِ فَيَقِفُوْنَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ بِالْمُزْدَلِفَةِ بِلَيْلٍ فَيَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ مَا بَدَا لَهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُوْنَ قَبْلَ أَنْ يَقِفَ الْإِمَامُ وَ قَبْلَ أَنْ يَدْفَعَ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ مِنًى لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقْدَمُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِذَا قَدِمُوْا رَمَوُا الْجَمْرَةَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ أَرْخَصَ فِيْ أُولٰئِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سالم نے کہا اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے کمزور اہل و عیال کو پہلے بھیج دیتے جو مشعر حرام کے پاس مزدلفہ میں رات میں وقوف کرتے اور جتنا ان کا جی چاہتا اللہ کا ذکر کرتے۔ پھر امام کے وقوف اور امام کی واپسی سے پہلے لوٹتے۔ کچھ تو منیٰ آجاتے نماز فجر کے لئے اور کچھ اس کے بعد اور جس وقت منیٰ آتے تو جمرہ پر کنکری مارتے اور ابن عمر فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اس بارے میں اجازت دی ہے۔

حدیث ۹۹۲

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

یہ حدیث ہے۔ عروہ بن مضرس کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں (مزدلفہ) کے موقف میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میں جبل طَیْ سے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اپنی سواری کو بے دم کر دیا اپنے آپ کو تھکا دیا۔ ان پہاڑوں میں سے کوئی پہاڑ ایسا نہیں۔ جہاں میں نے وقوف نہ کیا ہو۔ تو فرمایا۔ جو ہمارے ساتھ یہ نماز پالے۔ یعنی نماز فجر مزدلفہ میں اور اس کے پہلے عرفہ ہو آیا ہو خواہ رات میں خواہ دن میں۔ تو اس کا حج پورا ہو گیا[۱] حج کی تکمیل کو وقوف مزدلفہ پر بھی موقوف فرمایا۔ یہ دلیل وجوب ہے۔ مگر چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے مفید فرضیت نہیں۔

ع مناسک باب من قدم ضعفة أهله بليل ص ۲۲۸ مسلم۔ الحج۔ ۱؎ الاربعة فی الحج۔

قَالَ بَعَثَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ جَمْعٍ بِلَیْلٍ عہ

مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمع سے رات ہی میں بھیج دیا تھا۔

حدیث ۹۹۳ أَخْبَرَنِی عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ أَبِی یَزِیْدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا یَقُوْلُ أَنَا مِمَّنْ قَدَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

میں تھا جنھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزدلفہ کی رات میں اپنے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْمُزْدَلِفَۃِ فِی ضَعَفَۃِ أَہْلِہٖ عہ

اہل خانہ کے کمزور لوگوں میں (منیٰ) پہلے بھیج دیا تھا۔

حدیث ۹۹۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ مَوْلٰی أَسْمَاءَ عَنْ أَسْمَاءَ أَنَّہَا نَزَلَتْ

حضرت اسماء کے غلام عبداللہ نے حدیث بیان کی کہ وہ جمع کی

لَیْلَۃَ جَمْعٍ عِنْدَ الْمُزْدَلِفَۃِ فَقَامَتْ تُصَلِّی فَصَلَّتْ سَاعَۃً ثُمَّ

رات میں مزدلفہ کے قریب اتریں اور کھڑی ہوگئیں اور دیر تک نماز پڑھتی رہیں

قَالَتْ یَا بُنَیَّ ہَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ لَا فَصَلَّتْ سَاعَۃً ثُمَّ قَالَتْ

پھر فرمایا۔ اے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا میں نے عرض کیا نہیں پھر دیر تک نماز پڑھی اور

یَا بُنَیَّ ہَلْ غَابَ الْقَمَرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَتْ فَارْتَحِلُوْا فَارْتَحَلْنَا فَمَضَیْنَا

فرمایا اے بیٹے کیا چاند ڈوب گیا میں نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا کوچ کرو تو ہم نے کوچ کیا اور

تشریحات ۹۹۳ یہ حدیث صحاح ستہ میں پانچ طریقے سے مروی ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ بھیڑ سے بچانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کے کچھ چھوٹے بچوں اور اپنی بعض ازواج مطہرات اور سامان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بھی صبح کے وقت مزدلفہ سے منیٰ بھیج دیا تھا اور یہ ہدایت فرمادی تھی کہ جب تک سورج نہ نکل آئے کنکری مت مارنا۔

عہ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص ۲۲۸

عہ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص ۲۲۸۔ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ کلھم فی الحج۔

حَتّٰی رَمَتِ الْجَمْرَۃَ ثُمَّ رَجَعَتْ فَصَلَّتِ الصُّبْحَ فِیْ مَنْزِلِھَا

چلے یہاں تک کہ انھوں نے جمرہ پر کنکری ماری۔ اس کے بعد لوٹیں اور صبح کی نماز اپنی قیام گاہ پر پڑھی۔ میں نے

فَقُلْتُ لَھَا یَا ھَنْتَاہُ مَا اُرَانَا اِلَّا قَدْ غَلَّسْنَا قَالَتْ یَا بُنَیَّ اِنَّ رَسُوْلَ

ان سے عرض کیا۔ اے حضور میرا گمان ایسا ہے کہ ہم بہت بھور میں چل دیئے تو فرمایا اے بیٹے رسول اللہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِلظُّعُنِ عــہ

صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

حدیث ۹۹۵

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ

قاسم بن محمد ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرتے ہیں

تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ نَزَلْنَا الْمُزْدَلِفَۃَ فَاسْتَاْذَنَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کہ انھوں نے فرمایا۔ ہم مزدلفہ میں اترے تو سودہ نے نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم سے اجازت

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَوْدَۃُ اَنْ تَدْفَعَ قَبْلَ حَطْمَۃِ النَّاسِ وَکَانَتْ

طلب کی کہ لوگوں کی بھیڑ سے پہلے چلدیں اور وہ سست عورت تھیں۔ حضور

اِمْرَاَۃً بَطِیْئَۃً فَاَذِنَ لَھَا فَدَفَعَتْ قَبْلَ حَطْمَۃِ النَّاسِ وَاَقَمْنَا حَتّٰی

نے انھیں اجازت دے دی اور وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے ہی چلدیں اور ہم صبح تک

اَصْبَحْنَا نَحْنُ ثُمَّ دَفَعْنَا بِدَفْعِہٖ فَلَاَنْ اَکُوْنَ اِسْتَاْذَنْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ

رکے رہے۔ پھر حضور کے ساتھ چلے۔ کاشکہ میں نے بھی رسول اللہ صلے اللہ تعالی علیہ وسلم

تشریحات ۹۹۴

ظُعُنْ۔ ظعینہ کی جمع ہے۔ اس کے معنی عورت کے ہیں۔ اس ہودج کو بھی کہتے ہیں جس میں عورت ہو اسی طرح اس اونٹ کو بھی جس پر عورت سوار ہو۔ ظُعُنْ اونٹ کے معنی میں ہے۔ بَطِیْئَۃٌ۔ بدن بھاری ہو جانے کی وجہ سے چلنے پھرنے میں سست ہو جانے والی عورت کے ہیں۔ اس کے پہلے جو روایت ہے اس میں ہے ثقیلۃً ثَبِطَۃً۔ بھاری بدن سست تھیں۔

یہ احادیث ہماری دلیل ہیں کہ وقوف مزدلفہ فرض نہیں واجب ہے۔ ورنہ عورتوں اور کمزوروں کو وقوف سے پہلے منی ہرگز نہ بھیجتے۔ فرض ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا مثلاً وقوف عرفہ طواف زیارت فرض ہے۔ بھیڑ ہو بیمار ہو کچھ بھی ہو ادا کئے بغیر ادا

عــہ مناسک باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل ص۲۲۸۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد مناسک موطا امام مالک الحج مسند امام احمد۔

كما استاذنت سودة احب الى من مفروح به ؏

سے سودہ کی طرح اجازت لے لی ہوتی تو مجھے ہر خوشی سے زیادہ خوشی ہوتی۔

حدیث ۹۹۶ عن عبد الرحمن عن عبد الله قال ما رأيت النبي

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے نبی

صلى الله تعالى عليه وسلم صلى صلوة بغير ميقاتها الا صلوتين

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ کوئی بھی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھتے ہوں سوائے

جمع بين المغرب والعشاء وصلى الفجر قبل ميقاتها ؏

دو نمازوں کے مغرب اور عشاء کو جمع فرمایا اور فجر وقت معتاد سے پہلے پڑھی

حدیث ۹۹۷ عن عبد الرحمن بن يزيد قال خرجت مع عبد الله

عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا۔ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الى مكة (الى ان قال) ثم وقف حتى اسفر ثم قال لو ان امير

کے ساتھ مکہ گیا۔ حضرت ابن مسعود نے مزدلفہ میں فجر پڑھ کر وقوف کیا۔ جب خوب اجالا ہوگیا

نہیں ہوں گے۔ اور کوئی کتنا ہی کمزور ہو اس پر ان دونوں کا ادا کرنا لازم ہے۔

تشریحات ۹۹۶ قبل میقاتہا سے یہ مراد نہیں کہ فجر کو صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پڑھی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ عادت کریمہ تھی کہ اذان کے بعد سنتیں پڑھ کر کچھ دیر لیٹتے یا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات چیت کرتے رہتے جب بلال حاضر ہوکر عرض کرتے تو مسجد میں تشریف لے جاتے۔ اور آج مزدلفہ میں صبح صادق ہوتے ہی فوراً بلا تاخیر پڑھی۔ کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ مزدلفہ میں بھی فجر کی نماز وقت سے پہلے صحیح نہیں خود حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہی حدیث انھیں عبدالرحمٰن بن یزید سے دوسرے طریقے سے خود بخاری ہی میں ہے کہ فرمایا۔ ثم صلى الفجر حين طلع الفجر قائل يقول طلع الفجر و قائل يقول لم يطلع۔ پھر حضرت عبداللہ نے فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوگئی۔ کوئی کہتا فجر طلوع ہوگئی ہے کوئی کہتا نہیں ہوئی۔

تشریحات ۹۹۷ ابھی گزری ہوئی حدیث ۹۹۶ کا یہ تتمہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لیکر طلوع آفتاب تک ہے۔ سنت یہ ہے کہ جب آفتاب نکلنے میں دو رکعت پڑھنے کی مقدار رہ جائے تو مزدلفہ سے روانہ ہو جائیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ دس ذوالحجہ کو صرف جمرۃ العقبہ پر کنکری مارنا ہے

؏ مناسک باب من قدم ضعفة اهله بليل ص ۲۲۸ مسلم الحج۔ ابوداؤد مناسک۔ نسائی۔ الصلوٰۃ۔ الحج ؏ مناسک باب متى يصلى الفجر بجمع ص ۲۲۸

المومنین افاض الآن اصاب السنۃ فما ادری اقولہ کان

توفرمایا کاش امیرالمومنین اسی وقت چل دیتے تو سنت کے مطابق کرتے۔ عبدالرحمن نے کہا میں نہیں جانتا

اسرع ام دفع عثمان فلم یزل یلبی حتی رمی جمرۃ العقبۃ

کہ ان کا یہ ارشاد پہلے ہوا یا حضرت عثمان کا کوچ کرنا۔ حضرت ابن مسعود مسلسل لبیک پڑھتے رہے یہاں تک کے

یوم النحر عـه

یوم النحر جمرۃ العقبہ پر کنکری ماری

حدیث ۹۹۸ سمعت عمرو بن میمون یقول شهدت عمر صلی

عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا

بجمع الصبح ثم وقف فقال ان المشرکین کانوا لا یفیضون حتی

انھوں نے جمع میں صبح کی نماز پڑھی اس کے بعد وقوف فرمایا۔ پھر فرمایا۔ مشرکین سورج نکلنے سے پہلے

تطلع الشمس ویقولون اشرق ثبیر وان النبی صلی اللہ تعالیٰ

مزدلفہ سے نہیں چلتے تھے اور کہتے تھے ثبیر چمک اوٹھ اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت

علیہ وسلم خالفهم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس عـه

فرمائی پھر حضرت عمر آفتاب نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے چلے

اور یہ بھی کہ جب تک کنکری نہ ماری جائے تلبیہ پڑھتے رہیں۔ پہلی کنکری پر بند کر دیں۔

تشریحات ۹۹۸ ثبیر۔ یہ مزدلفہ کا وہ پہاڑ ہے جو منیٰ جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پڑتا ہے۔ یہ مکہ معظمہ کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہے محمود بن حسن نے کہا عرب میں خاص حجاز میں چار پہاڑوں کا نام ثبیر ہے۔ یہ منصرف ہے مگر یہاں چونکہ منادی معرفہ مفرد ہے اس لئے ضمہ پر مبنی ہے۔ ابن ماجہ میں یوں ہے۔ اَشْرِقْ ثَبِیْرُ کَیْ مَا نُغِیْرُ اے ثبیر چمک اوٹھ تاکہ ہم چلیں۔ یہ اَغَارَ الْفَرَسُ اِغَارَۃَ الثَّعْلَبِ سے ہے گھوڑا لومڑی کی طرح بھاگا۔ محدث ابن تین نے کہا کہ بعض لوگوں نے دونوں را کے سکون کے ساتھ یاد رکھا ہے۔ سجع کے لئے۔

ثم افاض اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی ضمیر مستتر فاعل کا مرجع حضرت عمر ہوں۔ اب یہ عطف ہوگا۔ ان المشرکین لا یفیضون حتی تطلع الشمس پر۔ مگر اس میں بُعد ہے۔ ترکیب کا مقتضی یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضور اقدس

عـه مناسک باب متی یصلی الفجر بجمع ص ۲۲۸ عـه مناسک باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔

حدیث ۹۹۹

أَخْبَرَنَا أَبُو جَمْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ

ابو جمرہ نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تمتع

عَنْهُمَا عَنِ الْمُتْعَةِ فَأَمَرَنِي بِهَا وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْيِ فَقَالَ فِيهَا جَزُورٌ

کے بارے پوچھا تو انھوں نے مجھے اس کا حکم دیا اور ان سے ہدی کے بارے

أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْكٌ فِي دَمٍ ؏

پوچھا تو فرمایا اونٹ یا گائے یا بکری یا جانور میں شرکت۔

حدیث

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَسُوقُ بَدَنَةً فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ لَهَا

نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ ہانک رہا ہے تو فرمایا اس پر سوار ہو جا تو اس نے کہا

بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا فَقَالَ إِنَّهَا بَدَنَةٌ فَقَالَ ارْكَبْهَا وَيْلَكَ فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ ؏

یہ قربانی کا اونٹ ہے پھر فرمایا سوار ہو جا تو اس نے عرض کیا یہ قربانی کا اونٹ ہے پھر فرمایا اس پر سوار ہو جا تیرے لئے خرابی ہو دوسری یا تیسری بار

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوں۔ اب یہ دخالفہم پر معطوف ہوگا۔ دوسری روایتوں سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ ترمذی میں فافاض ہے۔ امام ثوری کی روایت میں۔ فخالفہم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وافاض ہے۔ طبرانی کی روایت میں وان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرہ ذالک فنفر قبل طلوع الشمس۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورج نکلنے سے پہلے ہی مزدلفہ سے چلے تھے۔ اس پر سب سے واضح دلیل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل ہے جو مسلم وغیرہ میں مذکور ہے اس میں غیر مبہم طور سے ہے فدفع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اسفر کل شئ قبل طلوع الشمس۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب ہر چیز روشن ہوگئی تو طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے چلے۔

تشریح ۹۹۹ حدیث ۱۹۱۲ کا ایک جز ہے۔ اس کے بعد یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اسے (تمتع) کو ناپسند جانا۔ اس کے بعد میں سویا تو دیکھا کہ ایک شخص پکار رہا ہے۔ یہ حج مبرور ہے اور عمرہ مقبول ہے۔ میں نے حاضر ہو کر حضرت ابن عباس کو سنایا تو فرمایا۔ اللہ اکبر حضرت ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے

تشریحات ۱۰۰۰ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بطریق ہمام بن منبہ میں ہے بدنۃ مقلدۃ یعنی اس کے گلے میں ہار پڑا ہوا تھا۔ پھر وہ شخص سوار ہو گیا۔ مسند امام احمد میں اور بخاری میں ہے کہ

ع مناسک باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۲۲۸ ع مناسک باب رکوب البدن ص ۲۲۹ باب تقلید النعل ص ۲۳۰ الوصایا باب هل ینتفع الواقف بوقفہ ص ۳۸۵ ثانی۔ الادب باب قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ مسلم الحج۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۵۴ سے ۹۸ جلد ثانی ص ۲۷۸

حدیث ۱۰۰۱

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلًا یَسُوْقُ بَدَنَۃً فَقَالَ ارْکَبْہَا قَالَ اِنَّہَا بَدَنَۃٌ فَقَالَ ارْکَبْہَا قَالَ اِنَّہَا بَدَنَۃٌ قَالَ ارْکَبْہَا ثَلٰثًا ؏

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کا اونٹ ہانک رہا ہے تو فرمایا اس پر بیٹھ جا۔ اس نے کہا کہ قربانی کا اونٹ ہے فرمایا اس پر بیٹھ جا اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے تو فرمایا اس پر بیٹھ جا تین بار۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس پر سوار ہو کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا ہے اور اس اونٹ کی گردن میں چپل ہے۔

۱۰۰ بدنۃ | کا مادہ بَدَنٌ ہے۔ موٹے بدن والا ہونا ڈیل والا ہونا۔ بَدَنَۃٌ موٹے جسم والا جانور۔ اور عرف میں وہ اونٹ اور گائے جو مکہ معظمہ میں قربانی کے لئے لے جائیں۔ اس کی جمع بُدْنٌ ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰہَا لَکُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰہِ۔ حج۔ اور موٹے جسم والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صرف اونٹ ہی بدنہ ہے اور ہمارے یہاں اونٹ اور گائے دونوں ہیں۔

ویلک | اور دوسری روایتوں میں ویحک ہے۔ یہ دونوں کلمے زجر و توبیخ کے لئے ہیں۔ مگر کبھی کبھی شفقت و رحم کے لئے بولتے ہیں۔ جیسے۔ لا اُمَّ لَکَ لا اَبَ لکَ قاتلکَ اللّٰہ وغیرہ۔ زمانۂ جاہلیت میں حرم میں قربانی کے لئے جو اونٹ لے جاتے اس پر سوار ہونے کو از راہ احترام حرام جانتے تھے جیسے بَحِیْرَہ اور سائبہ سے کسی قسم کے نفع کو حرام جانتے تھے۔ اور یہ شخص تھک گئے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر شفقت اور زمانۂ جاہلیت کے اس اعتقاد اور رسم کو ختم کرنے کیلئے انہیں حکم دیا کہ سوار ہو جاؤ۔ مگر پشتہا پشت سے رائج اور بچپن سے دل میں راسخ بات آسانی سے نہیں نکلتی۔ اس لئے انہوں نے جواب میں وہ عرض کیا۔ مگر جب حضور نے زجر فرمایا تو سوار ہو گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا تیر بے خطا کا اثر رکھتی ہے انہیں تو برباد ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے یہ عہد کرا لیا کہ میں غضب و جلال میں اگر کسی مسلمان کو کوئی سخت بات کہدوں تو اسے اس کے لئے رحمت بنا دینا۔ اس لئے یہ کلمات سبب رحمت ہوتے ہیں۔ مسند امام احمد[1] میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔

؏ مناسک باب رکوب البدن ص ۲۲۹ ۔ الوصایا۔ باب الواقف ینتفع بوقفہ ص ۳۸۳ ثانی۔ الادب۔ باب فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ مسلم۔ ترمذی۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۲۴۶

[1] جلد ثانی ص ۳۱۶-۱۷

حدیث ۱۰۰۲

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدٰى فَسَاقَ مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ وَبَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهَلَّ بِالْعُمْرَةِ ثُمَّ أَهَلَّ بِالْحَجِّ فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ کا تمتع کیا اور قربانی کا جانور ساتھ لیا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور ذو الحلیفہ سے لیا۔ ابتدار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کے ساتھ عمرے کا تمتع کیا۔ لوگوں میں کچھ وہ تھے

اللھم انی اتخذ عندک عھدا لن تخلفینہ	اے اللہ میں تجھ سے عہد لیتا ہوں اس کے خلاف نہ کرنا
انما انا بشر فای المومنین اذیتہ او شتمتہ	میں انسان ہوں جس مسلمان کو ایذا دوں یا برا کہوں یا کوڑا
او جلدتہ او لعنتہ فاجعلھا لہ صلوۃ و زکوۃ	ماروں یا اس پر لعنت کروں اسے اس کے لئے رحمت
و قربۃ تقربہ بھا یوم القیامۃ۔	تزکیہ اور ذریعہ قربت کردے قیامت کے دن۔

یہ عام شراح کا جواب ہے اور اپنی جگہ درست بھی ہے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جب انھوں نے تعمیل حکم فرمایا تو غضب کے مورد ہی نہ رہے۔ اس سے بھی واضح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ویلک یا ویحک دعار ہلاکت کے طور پر نہیں فرمایا بلکہ محبت آمیز زجر و عتاب کے طور پر ازراہ ترحم کہا تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے موقعہ پر قربانی کے لئے جو جانور لے جاتے ہیں۔ ان سے بضرورت انتفاع جائز ہے۔ یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ ہمارے یہاں اگر حالت، اضطرار کی حد تک پہنچ جائے تو سوار ہونے کی اجازت ہے۔ مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بطریق معروف اس پر سوار ہو جا۔ اگر تو مضطر ہے تو وہ بھی اس وقت تک کہ دوسری سواری نہ ملے۔

تشریحات ۱۰۰۲

تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ تمتع کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میقات پر صرف عمرے کا احرام باندھا جائے اور مکہ معظمہ پہونچ کر عمرہ کرکے احرام کھول دیا جائے۔ پھر حج کا احرام باندھا

---

[1] اول۔ الحج۔ باب رکوب البدن ص ۲۲۶

بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى فَسَاقَ الْهَدْيَ وَمِنْهُمْ

جنھوں نے قربانی کا جانور ساتھ لیا تھا اور کچھ وہ تھے جنھوں نے نہیں لیا تھا۔ جب نبی صلی اللہ

مَنْ لَمْ يُهْدِ فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَالَ

تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آگئے تو لوگوں سے فرمایا۔ جو قربانی کا جانور ساتھ لایا ہے وہ احرام سے باہر

لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى فَإِنَّهُ لَا يَحِلُّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتَّى

نہیں ہوگا جب تک حج ادا نہ کرلے اور جس نے قربانی کا جانور ساتھ نہیں لیا ہے

يَقْضِيَ حَجَّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطُفْ بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا

وہ بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کا بھی۔ اور بال

وَالْمَرْوَةِ وَلْيُقَصِّرْ وَلْيَحْلِلْ ثُمَّ لِيُهِلَّ بِالْحَجِّ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا فَلْيَصُمْ

کترے اور احرام کھول دے اس کے بعد حج کا احرام باندھے گا اور جو

ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ فَطَافَ حِينَ قَدِمَ

قربانی کا جانور نہ پائے وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے اور سات جب اپنے اہل میں واپس آئے

جائے۔

حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میقات ہی سے حج کا احرام باندھا تھا۔ بعد میں عمرے کا ارادہ فرمایا۔ نیز اس حدیث سے متبادر ہوتا ہے کہ پہلے عمرے کا احرام باندھا پھر حج کا۔ یہ بھی واقعہ کے خلاف ہے اس کی شارحین نے کئی توجیہیں کی ہیں۔ سب سے عمدہ توجیہ وہ ہے جو علامہ نوہانے کی ہے۔ انھوں نے لکھا۔ کہ اس حدیث میں تمتع کے معنی لغوی ہیں۔ یعنی فائدہ حاصل کیا۔ مراد یہ ہے کہ پہلے صرف حج کا احرام باندھا۔ پھر عمرے کا۔ یعنی بعد میں قران کرلیا۔ اس طرح حج اور عمرے کو ایک ساتھ ایک سفر میں کرکے یہ فائدہ حاصل فرمایا۔ کہ دو سفر اور دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ مناسک ادا کرنے کی مشقت سے بچ گئے۔ ایک ہی سفر میں حج اور عمرے دونوں ادا ہو گئے۔ اور بہت سے اعمال مشترک ادا ہو گئے۔ اور بعد میں جو ہے۔ فاهل بالعمرة ثم اهل بالحج۔ یہاں اَهَلَّ کے معنی احرام باندھنے کے نہیں۔ بلکہ بآواز بلند تلبیہ کہنے کے ہیں۔ سب کو معلوم تھا کہ صرف حج کا احرام باندھا ہے تو بلند آواز سے عمرے کے ساتھ لبیک کہا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ عمرے کا بھی ارادہ فرمایا ہے۔ اس توہم کی گنجائش تھی کہ لوگ یہ سمجھ بیٹھیں کہ اب صرف عمرے ہی کا ارادہ ہے حج کا احرام فسخ کر دیا تو حج کے ساتھ لبیک کہہ کر اسے رفع فرما دیا۔

دوسرا اشکال اور حل اب یہ اشکال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قران کیا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انکار فرمایا اور کہا کہ نہیں حضور مفرد تھے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت

مَكَّةَ وَاسْتَلَمَ الرُّكْنَ أَوَّلَ شَيْءٍ ثُمَّ خَبَّ ثَلٰثَةَ أَطْوَافٍ

ابن عمر جب مکہ آئے تو طواف کیا۔ سب سے پہلے رکن کا بوسہ لیا پھر تین پھیروں میں دوڑے اور

وَمَشٰى أَرْبَعًا فَرَكَعَ حِيْنَ قَضٰى طَوَافَهُ بِالْبَيْتِ عِنْدَ الْمَقَامِ

چار میں معمول کے مطابق چلے اور جب بیت اللہ کا طواف کر چکے تو مقام کے پاس دو

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَانْصَرَفَ فَأَتَى الصَّفَا فَطَافَ بِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ سَبْعَةَ أَطْوَافٍ ثُمَّ

رکعت نماز پڑھی۔ اور سلام پھیرا۔ پھر وہاں سے چلے اور صفا مروہ کا طواف کیا۔ اس کے بعد بھی احرام

لَمْ يَحِلَّ مِنْ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ حَتّٰى قَضٰى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَدْيَهُ يَوْمَ

نہیں کھولا۔ جب تک حج پورا ادا نہیں کر لیا اور یوم نحر میں قربانی نہیں کر لی اور منی

النَّحْرِ وَأَفَاضَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَرُمَ مِنْهُ وَفَعَلَ

سے چل کر مکہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ اب احرام میں جتنی چیزیں حرام تھیں سب حلال ہوگئیں

مِثْلَ مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَهْدٰى

اور جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ اور ان لوگوں نے جنھوں نے ہدی ساتھ رکھی

وَسَاقَ الْهَدْيَ مِنَ النَّاسِ ـــ وَعَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ

تھی انھوں نے بھی کیا۔ عروہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس سے انکار فرمایا ہے۔ کہ ابتدا میں ذوالحلیفہ میں قران نہیں کیا تھا۔ صرف حج کا احرام باندھا تھا۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ان توجیہات سے۔ اس حدیث میں خود جو خلجان ہے اور دوسری احادیث سے جو تعارض ہے وہ تو دور ہوگیا مگر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور جو احادیث مروی ہیں کہ حضور نے تمتع کیا تھا اس سے اب بھی تعارض رہا۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابن عمر سے اس قسم کی تمام مرویات میں۔ تمتع۔ لغوی معنی میں ہے۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں تحقیق فرمائی ہے۔

فتمتع الناس دوسری احادیث میں جو تفصیلات مذکور ہو چکیں ان کو سامنے رکھ کر اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو قران فرمایا مگر صحابہ نے تمتع کیا۔ وہ اس تفصیل کے ساتھ کہ پہلے میقات سے صرف حج کا احرام باندھا پھر مقام سرف پر پہنچنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے حج کو فسخ کر کے عمرے سے بدل دیا تھا۔ اس طرح صحابہ کرام متمتع ہو گئے۔

وعن عروۃ عن عروۃ معطوف ہے۔ عن سالم بن عبداللہ پر اور یہ امام زہری کا مقولہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ تَمَتُّعِہٖ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ

وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمتع کے بارے میں اسی کے مثل روایت کرتے ہیں جیسی مجھے سالم عن ابن عمر

فَتَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَہٗ بِمِثْلِ الَّذِیْ اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ

عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ لوگوں نے حضور کے ساتھ تمتع کیا۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؏

۳۰۷ — وَقَالَ نَافِعٌ کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِذَا اَہْدٰی

اور نافع نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب مدینے سے قربانی

مِنَ الْمَدِیْنَۃِ قَلَّدَہٗ وَاَشْعَرَہٗ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ یَطْعَنُ فِیْ شِقِّ سَنَامِہٖ

کا جانور ساتھ لیتے تو ذوالحلیفہ میں اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور اشعار کرتے اس کے بائیں کوہان

حضرت سالم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت کی ہے کہ صحابۂ کرام میں سے جو حضرات قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے انھوں نے بھی ویسا ہی کیا جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ یعنی عمرہ کرنے کے بعد بھی احرام نہیں کھولا۔ اور طواف زیارت کرنے کے بعد ہی مکمل طور سے احرام سے باہر ہوئے۔ اسی کے مثل عروہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت کیا ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

یہاں بعض نسخوں میں فعل مثل ما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد۔ یوں ہے۔ باب من اہدی و ساق الہدی من الناس وعن عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ الخ یہ نسخہ ابن الوقت کی طرف منسوب ہے۔ مگر یہ نسخہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ۔ من اہدی۔ فعل مثل ما فعل۔ میں پہلے فعل کا فاعل ہے۔ فعل اور فاعل کے درمیان۔ لفظ باب کا فصل۔ کیا معنی اس صورت میں لازم آئے گا کہ اس فعل کا فاعل محذوف ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام مسلم نے بھی اسی طرح اس کی تخریج کی ہے جیسے ہم نے یہاں نقل کیا ہے کہ درمیان میں باب نہیں

تشریحات ۳۰۷ — اس تعلیق کو امام مالک نے مؤطا میں مسند ذکر فرمایا ہے۔ البتہ اس میں یہ ہے کہ دو چپلوں کا ہار پہناتے پھر بائیں کوہان میں اشعار کرتے دائیں بائیں کوہان کا اختلاف اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی ایک طرف کے کوہان کو اشعار کے لئے مخصوص نہیں جانتے تھے۔ کبھی داہنے میں اشعار کرتے کبھی بائیں میں۔ اسی وجہ سے روایتوں میں اختلاف ہے۔ اشعار کے معنی علامت بنانے کے ہیں۔ یہ شعور سے بنا ہے۔ شَعَرَ یَشْعُرُ سے جس کے معنی جاننے کے ہیں شرعاً

؏ مناسک باب من ساق البدن معہ ص۲۲۹ مسلم۔ حج۔ ابوداؤد۔ نسائی مناسک

الايمن بالشفرة و وجهها قبل القبلة باركة ؏

میں چھری سے زخم لگاتے اور اسے بیٹھا کر قبلہ رو کرتے۔

حدیث ۱۰۰۲ عن المسور بن مخرمة و مروان قالا خرج النبي صلى

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اشعار کے معنی ہیں۔ قربانی کے لئے حرم میں جو جانور لے جایا جائے۔ اس کی کوہان پر ہلکا زخم لگا دینا کہ خون نکل آئے۔ اس میں جانور کو ایذا پہنچانا ضرور ہے مگر جب شریعت نے اس کا حکم دیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ افضل یہ ہے کہ بائیں کوہان میں زخم لگائے۔ داہنے میں بھی جائز ہے۔ اور دونوں مروی ہے۔ زخم بہت ہلکا لگائے۔ اتنا کہ چمڑے سے بیر کر گوشت تک نہ پہونچے۔ کوہان کی لمبائی میں زخم لگائے۔ اور خون کو کوہان پر مل دے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار کو مکروہ فرمایا۔ یہ اس بنا پر ہے کہ عوام جب مذہبی امور کو انجام دینے پر آتے ہیں تو جوش میں بے اعتدالیاں کرنے لگتے ہیں جمروں پر صرف کنکری مارنے کا حکم ہے۔ مگر میں نے خود دیکھا ہے کہ جوش میں آکر لوگ چھتری تک پھینک دیتے ہیں۔ کچھ نہیں ملتا تو چپلیں مارتے ہیں۔ اسی طرح حضرت امام کے عہد میں لوگ اشعار میں حد سے آگے بڑھ گئے تھے۔ اجازت تو صرف اتنی تھی کہ چمڑے میں ہلکا سا زخم لگائیں اتنا گہرا ہر گز نہ لگائیں کہ گوشت تک پہونچ جائے۔ مگر لوگ گہرا گہرا زخم لگانے لگے جو جانور کو بلا وجہ ایذا رسانی پہونچانا تھی۔ اس کو حضرت امام نے مکروہ فرمایا جیسا کہ مقدمہ میں مفصل ہم نے بیان کیا ہے۔ ان جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈالنے اور اشعار کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے پہچانا جائے کہ یہ جانور حرم کی قربانی کے ہیں۔ اگر بھیڑ میں مل جائیں تو آسانی سے شناخت ہو سکے۔ کوئی چوری نہ کرے۔ پانی اور چراگاہ سے نہ ہانکے۔ گم ہو جائے تو کوئی اسے اپنی ملکیت نہ بنائے۔ ہار اور پٹہ ٹوٹ کر گر بھی سکتا ہے مگر اشعار باقی رہے گا۔

اونٹ میں بالاتفاق اشعار سنت یا مستحب ہے۔ اسی طرح اس گائے میں جس کے کوہان ہو۔ وہ گائیں جن میں کوہان نہ ہو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں اشعار نہیں۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم گائے میں بھی اشعار کرتے تھے بکری میں بالاتفاق اشعار نہیں۔ بکری کمزور بھی ہوتی ہے دوسرے اس کے بال اشعار کو چھپالیں گے

توضیح باب یہاں عنوان ہے کہ جو ہدی کو ذو الحلیفہ میں اشعار کرے اور پٹہ ڈالے پھر احرام باندھے۔ اس سے امام بخاری دو افادے کرنا چاہتے ہیں۔ ایک یہ کہ پہلے ہدی کو اشعار اور پٹہ ڈال لے۔ پھر احرام باندھے۔ دوسرے یہ کہ اگر ہدی ساتھ ہے تو میقات ہی سے اشعار بھی کرے اور پٹہ بھی ڈال دے۔ امام مجاہد کا قول یہ ہے کہ پہلے احرام باندھے پھر اشعار کرے

تشریحات ۱۰۰۲ حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن نوفل بن وہیب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ ان کا نسب کلاب پر جا کر نسب نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت فاروق اعظم اور عمرو بن عوف۔ مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ سے احادیث سنی ہیں۔ ہجرت کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔

؏ مناسک۔ باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ص ۲۲۹

اللّٰہُ تعالٰی علیہ وسلم زمن الحدیبیۃ فی بضع عشرۃ مأۃ من

ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام کے ساتھ حدیبیہ کے زمانے میں مدینے سے نکلے جب

اصحابہ حتی اذا کانوا بذی الحلیفۃ قلد النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ

ذوالحلیفہ پہونچے تو نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے قربانی کے اونٹوں کو پٹہ

وسلم الھدی واشعرہ واحرم بالعمرۃ ع

پہنایا اور اشعار فرمایا اور عمرے کا احرام باندھا۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ ۶۴ھ میں جبکہ یزید پلید کے حکم سے حصین بن نمیر نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ٹھیک اس دن جس دن یزید پلید کے مرنے کی خبر مکہ معظمہ پہونچی۔ یہ حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ منجنیق کا پتھر آکر لگا اور شہید ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پڑھائی۔

مروان بن حکم | اس کا باپ حکم بن ابی العاص بن امیہ، حضرت عثمان ذوالنورین کا چچا تھا۔ حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدترین اعداء میں ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اس نے کلمہ ضرور پڑھا اور پھر مدینہ طیبہ آیا۔ مگر اس کے دل سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت نہیں نکل سکی۔ یہ کبھی حجرۂ مبارک میں جھانکتا[۱] کبھی حضور کی رفتار کی نقل کرتا۔ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا تھا حضور کے اثنار تکلم میں ہکلانے لگا۔ حضور کو جلال آگیا فرمایا۔ ایسا ہی ہو جا۔ جس کے نتیجے میں وہ زندگی بھر ہکلاتا رہا[۲]۔ ان شرارتوں کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے طائف جلا وطن کر دیا تھا۔

ایک روایت کے مطابق مروان کی پیدائش ۲ھ میں ہوئی ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ بھی اپنے باپ کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا ہوگا اس روایت کے مطابق یہ خیال ہوتا ہے کہ اسے صحبت نصیب ہوئی۔ مگر سیر و مغازی کے مسلم الثبوت ثقہ مستند امام ابن سعد نے اسے تابعین کے طبقہ اولیٰ[۳] میں رکھا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے الاکمال میں صاف فرمایا۔ فلم یر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ مروان ۲ھ میں پیدا ہوا تھا تو ابن سعد اور صاحب مشکوٰۃ کی تحقیق کے بموجب حکم جب مدینہ آیا تھا تو مروان کو مکہ معظمہ میں چھوڑ دیا تھا۔ مدینہ نہیں لایا تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مروان کی ماں نے ہجرت نہیں کی تھی[۴]۔ بلکہ ایک قول یہ ہے کہ جب مروان پیدا ہوا تو اس کی ماں نے اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ تحنیک فرما دیں[۵]۔ اس قول کی بنا پر اس کی ولادت زیادہ سے زیادہ فتح مکہ کے موقع پر ہوئی۔ یعنی رمضان ۹ھ میں۔ اسی لئے

ع مناسک باب من اشعر وقلد الھدی بذی الحلیفۃ ثم احرم ص ۲۲۹۔ باب اشعار البدن ص ۲۳۰۔ تعلیقاً ثانی مغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸۔ ابوداؤد۔ جہاد۔ نسائی۔ الحج۔ موطا امام مالک۔ رج۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۲۳ ۔ ۱ بخاری ثانی۔ اللباس باب الترجل ص ۸۸۰

۲ اصابہ اول ص ۳۴۳ ۳ البدایہ والنہایہ جلد ثامن ص ۲۵۷

۴ اصابہ جلد ثالث ص ۴۷۷ ۵ اصابہ جلد ثالث ص ۴۷۷

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کسی نے بھی اس کے صحابی ہونے پر جزم نہیں فرمایا۔[۱] اگر اس کی ولادت ۲ھ یا ۴ھ میں ہوئی ہوتی۔ اور فتح مکہ کے بعد اپنے باپ کے ساتھ مدینہ طیبہ آیا ہوتا تو اس کے صحابی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ استیعاب میں ایک قول یہ بھی مذکور ہے کہ یہ طائف میں پیدا ہوا۔[۲] اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اس کا باپ جلا وطن کر کے طائف بھیجا گیا تھا اسی وقت پیدا ہوا۔ اس لئے اب رویت کا سوال ہی نہیں۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ یہ نعّان ہر جمعے کو منبر پر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا کہتا تھا۔ اس پر امام حسن مجتبیٰ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنے نبی کی زبان سے تیرے باپ حکم پر اس وقت لعنت کی جب تو اس کے صلب میں تھا۔[۳] اس پر تمام ارباب سیر کا اتفاق ہے۔ کہ مروان نے سن تمیز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا۔[۴]

مروان انتہائی ذہین فطین چالاک مکار، سیاست و تدبیر کا ماہر، جنگ و جدال میں یکتا تھا۔ واقعہ حرہ میں مسلم بن عقبہ اسی کی تدبیر کی بدولت اہل مدینہ پر غالب آیا۔ اس نے خفیہ کہلا دیا۔ کہ تم مدینہ طیبہ کے مشرقی سمت اترو۔ اور صبح ہی کو پوری قوت سے حملہ کردو۔ سورج تمہاری پشت پر ہوگا اور اہل مدینہ کی آنکھوں کے مقابل یہی وہ بدذات ہے جو حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا باعث ہے۔ جو اسلام میں سیکڑوں قیامتوں کی بنیاد ہے اسی بدباطن نے حضرت طلحہ کو تیر سے شہید کیا جبکہ یہ ان کے ساتھیوں میں شامل تھا۔ یہی وہ مبتدع ہے جس نے عید کی نماز سے پہلے خطبے کی بدعت ایجاد کی۔[۵]

گذر چکا کہ مکہ معظمہ کا محاصرہ اٹھا لینے کے بعد حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا تھا کہ یہاں کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ شام چلو تمہاری بیعت کرادوں گا مگر حضرت عبداللہ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور اسے تہدید آمیز بہت سخت جواب دیا۔[۶] دوسری طرف حضرت عبداللہ بن زبیر نے مروان اور تمام بنی امیہ کو مدینے سے نکال دیا۔ مروان سب کو لیکر دمشق پہونچا اور جب یزید کے بیٹے نے اپنے آپ کو امور سلطنت سے علیحدہ کر لیا۔ تو اہل شام نے مروان کو تخت پر بٹھایا اس شرط کے ساتھ کہ تیرے بعد بادشاہ یزید کا دوسرا لڑکا ابو خالد ہوگا۔ مروان نے اپنی مکاری اور جنگجوئی سے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور جب دیکھ لیا کہ اب شام اور مصر مطیع ہو گیا ہے۔ تو اس نے بجائے ابو خالد کے اپنے بیٹے عبدالملک کو ولیعہد بنا دیا۔ مروان نے ابو خالد کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ اور طرح طرح ابو خالد کی تذلیل کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے ابو خالد کو۔ ابن الاست الرطبۃ۔ کہہ دیا۔ اے بھیگے چوتڑ والی عورت کے بیٹے۔ ابو خالد نے اپنی ماں سے شکایت کی۔ اس کی ماں نے اس سے کہا۔ دیکھو کسی سے مت کہنا۔ مروان جب اندر آیا تو ابو خالد کی ماں سے پوچھا کہ ابو خالد نے کچھ کہا ہے تو اس نے انکار کیا۔ رات میں جب مروان سو گیا تو ابو خالد کی ماں نے اس کی گردن پر تکیہ رکھ کر اپنی کنیزوں کی مدد سے اس کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ جب یہ مر گیا تو سب چیخنے چلانے لگیں کہ امیر المومنین اچانک مر گئے۔ تین رمضان ۶۵ھ میں یہ واقعہ ہوا مروان کی بیعت بروز دوشنبہ نصف ذو قعدہ ۶۴ھ میں ہوئی تھی۔ کل نو مہینے اٹھارہ دن اس کی بادشاہت رہی۔[۷]

ان سب کے باوجود محدثین اسے حدیث میں متہم نہیں جانتے۔ اسی لئے امام بخاری نے بھی اس کی روایت لی ہے۔ اس نے بہت

---

۱ اصابہ جلد ثالث ص۴۷۷ ۲ جلد ثالث ص۴۲۵ ۳ بدایہ نہایہ ثامن ص۲۵۸ ۴ الاستیعاب جلد ثالث ص۴۲۵ اصابہ جلد ثالث ص۴۷۷ ۵ بخاری اول باب الخروج الی المصلی ص۱۳۱ ۶ بدایہ نہایہ جلد ثامن ص۲۲۶ ۷ یہ ساری تفصیل بدایہ نہایہ جلد ثالث سے لی گئی ہے۔

حدیث ۱۰۰۴ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

سے صحابۂ کرام سے روایت کی ہے مثلاً حضرت عمر حضرت عثمان غنی حضرت علی حضرت زید بن ثابت حضرت عبدالرحمٰن بن الاسود اور بُسرہ بن صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور اس سے حضرت امام زین العابدین، عبدالملک عروہ بن زبیر سعید بن مسیب ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ اسے حضرت معاویہ نے دوبار مدینہ طیبہ کا والی بنایا اور معزول کیا۔[۱]

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ بعض روایتوں میں اس کی تصریح بھی ہے۔ یہاں بضع عشر مأۃ ہے۔ یعنی ایک سو دس سے کچھ اوپر بضع۔ تین سے لے کر نو تک پر بولا جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ ایک سو پندرہ تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک سو چودہ تھے۔ اس موقعہ پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ستر اونٹ ستر آدمیوں کی طرف سے قربانی کے لئے ساتھ لئے تھے ایک روایت کی بنا پر مروان صلح حدیبیہ کے وقت تک پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر بالفرض پیدا بھی ہوا تھا تو اس پر اتفاق ہے کہ صلح حدیبیہ کے لشکر میں شامل نہیں تھا۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس نے کسی اور سے سن کر بیان کیا ہے اس لئے یہ حدیث بروایت مروان مرسل ہوئی۔ وہ بھی تابعی کی جس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مروان نے کسی تابعی سے سنا ہے اسی وجہ سے تابعی کی حدیث مرسل بہت سے محدثین کے نزدیک مجروح ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے جو صحابی ہیں اس لئے یہ حدیث صحیح متصل ہوئی۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص حج یا عمرے کا قصد کرے اور اپنے ساتھ قربانی کے جانور بھی رکھے وہ اپنی میقات پر جانور کو قلادہ پہنا دے یا اشعار کر دے اور احرام باندھ لے۔ اور اگر حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو یونہی حرم میں ذبح کے لئے جانور بھیجے تو جانور کو قلادہ وغیرہ پہنا دے۔ مگر اس پر یہ واجب نہیں ہے کہ جبتک جانور ذبح نہ ہولیں گھر پر احرام باندھے رہے جیسا کہ ۹ھ میں جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا تو ان کے ساتھ اپنی قربانی کے جانور بھیجے مگر احرام نہیں باندھا۔

تشریحات ۱۰۰۴ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارہ۔ تابعیہ خاتون ہیں۔ بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کثیر احادیث کی راویہ ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ام المومنین کی خاص پروردہ اور ان کی ربیبہ ہیں۔ ۱۰۳ھ میں واصل بحق ہوئیں۔[۲]

زیاد بن ابی سفیان حارث بن کلدہ ثقفی کی باندی سمیہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ سمیہ عبید کی زوجہ تھیں۔ اسی کے فراش میں زیاد پیدا ہوا۔ اسی لئے اس کو پہلے زیاد بن عبید کہتے تھے۔ یہ عرب کے مشہور دانشوروں میں ایک ہے۔ مشہور ہے۔ دُہاۃ عرب چار ہیں۔ معاویہ، عمرو بن عاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن ابیہ، یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے فارس کا گورنر تھا اور حضرت امام

---

[۱] اصابہ جلد ثالث ص ۴۷۷ [۲] اکمال

قلائد بدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیدی ثم قلدھا واشعرھا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کے قلادے میں نے اپنے ہاتھوں سے بٹے تھے۔ پھر حضور نے انھیں اونٹوں کی گردنوں

واھداھا فما حرم علیہ شئ کان احل لہ ؏

میں ڈالا اور انھیں اشعار کیا اور حرم کی جانب بھیجا۔ اور جو چیزیں حلال تھیں کوئی بھی حضور پر حرام نہیں ہوئیں۔

حدیث ۱۰۰۵ عن عروۃ وعن عمرۃ بنت عبد الرحمن ان عائشۃ قالت

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے قربانی

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یھدی من المدینۃ فافتل

کے جانور (حرم) میں بھیجتے تو میں ان کی ہدی کے قلادے بٹتی۔ اس کے بعد حضور ان چیزوں سے نہیں بچتے

قلائد ھدیہ ثم لا یجتنب شیئا مما یجتنب المحرم ؏

جن سے محرم بچتا ہے۔

حدیث ۱۰۰۶ عن عمرۃ بنت عبد الرحمن انھا اخبرتہ ان زیاد بن ابی

عمرہ بنت عبدالرحمن نے خبردی کہ زیاد بن ابوسفیان نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سفیان کتب الی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ان عبد اللہ بن عباس

کو لکھا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مصالحت کے بعد بھی اس نے حضرت معاویہ کی حکومت تسلیم نہیں کی مگر حضرت معاویہ نے بالآخر اسے رام کرلیا۔ اور اسے اپنا بھائی بنالیا۔ بہت سے لوگوں نے یہ گواہی دی کہ حضرت ابوسفیان نے یہ اقرار کیا ہے کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اس کے بعد جب تک بنی امیہ کی حکومت تھی اسے زیاد بن سفیان کہا جاتا تھا۔ جب بنی امیہ کا زوال ہوگیا تو زیاد بن ابیہ یا زیاد بن سمیہ کہا جانے لگا۔ اسی پر طنز کرتے ہوئے یزید بن ربیعہ بن مفرغ حمیری نے کہا ہے[۱]

الا ابلغ معاویۃ بن صخر	مغلغلۃ من الرجل الیمانی	معاویہ بن صخر کو ایک یمنی شخص کی جانب سے سچی بات پہنچادو
اتغضب ان یقال ابوک عف	وترضیٰ ان یقال ابوک زان	اگر یہ کہا جائے کہ تیرا باپ پاکدامن ہے تو تو ناراض ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ بدکار ہے تو تو خوش ہوتا ہے۔
فاشھد ان رحمک من زیاد	کرحم الفیل من ولد الاتان	میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا رشتہ زیاد سے ایسا ہی ہے جیسے ہاتھی کا

؏ مناسک۔ باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ص۲۳۰ باب اشعار البدن ص۲۳۰ مسلم۔ ابوداؤ۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی الحج ؏ مناسک باب فتل القلائد للبدن ص۲۳۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ کلھم فی المناسک [۱] البدایۃ والنہایہ جلد ثامن ص۹۵

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَنْ أَهْدٰى هَدْيًا حَرُمَ عَلَيْهِ مَا يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ

جو حرم میں قربانی کا جانور بھیجے اس پر وہ سب چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی پر حرام ہیں۔ جب تک کہ

حَتّٰى يُنْحَرَ هَدْيُهٗ قَالَتْ عَمْرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا

ہدی کو نحر کر دیا جائے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ابن عباس

لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

نے جو کہا ہے ویسا نہیں۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدی

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيَّ ثُمَّ قَلَّدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کے قلادے بٹے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے انھیں ان کی گردن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ ثُمَّ بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِيْ فَلَمْ يَحْرُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

میں ڈالا۔ پھر انھیں میرے والد کے ساتھ بھیجا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْءٌ أَحَلَّهُ اللّٰهُ لَهٗ حَتّٰى نُحِرَ الْهَدْيُ ؏

ایسی چیز حرام نہ ہوئی جو اللہ نے ان کے لئے حلال کی ہو۔ یہاں تک کہ ہدی کو نحر کیا گیا۔

رشتہ گدھی کے پیچھے سے۔

یہی وہ ستمگر ہے جس نے حضرت حجر بن عدی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے قتل پر حضرت معاویہ کو اکسایا اسی کا بیٹا عبیداللہ وہ رسوائے زمانہ ظالم ہے جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرایا۔

اسی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے زیاد سے یزید کو ولی عہد بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو اس نے اسے قبول نہیں کیا اور عبید بن کعب نمیری کو بھیجا کہ وہ حضرت معاویہ کو سمجھا دیں کہ اس سے باز رہیں جس کی وجہ سے امیر معاویہ نے اس تحریک کو اس وقت روک دیا جب ۵۳ھ میں زیاد مرگیا تو یہ تحریک شروع کی۔[۱]

مشہور صحابی حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی سمیہ کے بطن سے تھے۔ اس طرح یہ زیاد کے اخیافی بھائی ہوئے سمیہ کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں کہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو مگر علامہ عبدالبر[۲] نے فرمایا کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ قریش اور ثقیف کا ہر ہر فرد حجۃ الوداع کے وقت تک مسلمان ہو چکا تھا اور سب حجۃ الوداع میں شریک تھے۔ اس کے

؏ مناسک باب من قلد القلائد بیدہ ص ۲۳۰ ۔ الوکالۃ باب الوکالۃ فی البدن ص ۳۱۱ ۔ مسلم ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ۔

[۱] ایضاً ص ۹۷ [۲] الاستیعاب جلد رابع ص ۳۴۰

حدیث ۱۰۰۷

عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ کُنْتُ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ۔ میں

اَفْتِلُ قَلَائِدَ الْغَنَمِ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَبْعَثُ بِہَا ثُمَّ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بکری کے ہار بٹتی تھی ۔ حضور اسے بھیجتے اور پھر بغیر احرام

یَمْکُثُ حَلَالًا ؎

کے رہتے ۔

حدیث ۱۰۰۸

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ۔ میں

فَتَلْتُ لِہَدْیِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْنِی الْقَلَائِدَ قَبْلَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدی کے لئے ہار بٹتی تھی قبل

اَنْ یُّحْرِمَ ؎

اس کے کہ حضور محرم ہوں ۔

حدیث ۱۰۰۹

عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَہَا مِنْ عِہْنٍ کَانَ عِنْدِیْ ؎

اپنے اون سے ہدی کے ہار میں بٹتی تھی

عموم میں اسے بھی داخل کیا جا سکتا ہے ۔

تشریحات ۱۰۰۷/۸/۹ ان سب احادیث کا حاصل یہ نکلا ۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی کبھی مدینہ طیبہ سے حرم میں قربانی کیلئے جانور بھیجتے تھے ۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے گلے میں ہار ڈالنے کے لئے خود ہار بٹتی تھیں ۔ ان ہاروں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان جانوروں کے گلے میں ڈالتے تھے ۔ اور انھیں مکہ معظمہ بھیجتے ۔ مگر ہدی ۔ بھیجنے کے بعد احرام کی حالت میں نہیں رہتے ۔ یہ ہدی بکری بھی تھی اور ہار اون سے بنا تھا ۔ مطلب یہ ہوا کہ ہدی کے لئے اونٹ ہی ضروری نہیں ۔ اونٹ

؎ مناسک باب تقلید الغنم ص ۲۳۰ ۔ دو طریقے سے ؎ ایضاً مسلم ۔ ابوداؤد ۔ مناسک ۔ ؎ مناسک باب القلائد من عہن ص ۲۳۰ ۔ مسلم ۔ نسائی ۔

ث ۳۰۸ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا يَشُقُّ مِنَ الْجِلَالِ إِلَّا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کوہان کی جگہ کے سوا اور کہیں سے جُل نہیں پھاڑتے تھے۔ اور

مَوْضِعَ السَّنَامِ وَإِذَا نَحَرَهَا نَزَعَ جِلَالَهَا مَخَافَةَ أَنْ يُفْسِدَهَا الدَّمُ

جب اسے نحر کرتے تو جُل اتار لیتے تاکہ خون سے خراب نہ ہو جائے۔

ثُمَّ يَتَصَدَّقُ بِهَا عـه

پھر صدقہ کر دیتے

حدیث ۱۰۱ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ

عمرہ بنت عبد الرحمن نے کہا۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا فرماتی تھیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَمْسٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْقَعْدَةِ لَا نُرَى إِلَّا الْحَجَّ

جب ذو قعدہ میں پانچ دن رہ گئے تھے نکلا ہم صرف حج جانتے تھے

گائے بکری کوئی بھی قربانی کا جانور ہو سکتا ہے۔ اور ہار کے لئے کوئی تخصیص نہیں کہ فلاں چیز کا ہو۔ کسی بھی چیز کا ہو سکتا ہے بعض حضرات نے فرمایا تھا کہ ہدی کا ہار صرف نباتات کا ہونا ضروری ہے۔ اون کا نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث سے ان کا قول ساقط ہوگیا

تشریحات ۳۰۸ اس اثر کو امام مالک نے دو حصے کر کے اپنی مؤطا میں سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے نیز امام بیہقی نے بھی۔ جِلال۔ جُل۔ کی جمع ہے۔ وہ کپڑا جو جانور کی پیٹھ پر ڈالا جائے تاکہ وہ سردی اور گرمی سے محفوظ رہے موضع سنام پر جُل کے پھاڑنے کا فائدہ یہ تھا کہ اشعار دکھائی دے اس سے ثابت ہوا کہ جل کی طرح رسی وغیرہ کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔

تشریحات ۱۰۱ لخمس بقين من ذي القعدة۔ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہفتے کے دن نماز ظہر پڑھ کر مدینہ طیبہ سے نہضت فرمائی تھی۔ اس روایت کی بنا پر ۲۶ ذوقعدہ تھی۔ اسے لازم ہے کہ رویت تیس کی ہوئی۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ اس سال جمعرات کو پہلی تھی۔ حضرت ام المومنین نے یہ حدیث مہینہ گزرنے کے بعد بیان فرمائی ہے۔ اس لئے تیقن کے ساتھ یہ فرما رہی ہیں کہ ذو قعدہ میں پانچ دن رہ گئے تھے۔

عـه مناسک باب الجلال للبدن صـ۲۳۰

فلما دنونا من مکۃ امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یکن

جب مکہ کے قریب ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے ساتھ

معہ ھدی اذا طاف وسعی بین الصفا والمروۃ ان یحل قالت فدخل

قربانی کے جانور نہ ہوں وہ جب طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر لے تو احرام کھول دے۔ ام المومنین

علینا یوم النحر بلحم بقر فقلت ما ھذا قال نحر رسول اللہ صلی اللہ

نے فرمایا۔ یوم نحر ہمارے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ تو میں نے پوچھا کیا ہے یہ؟ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم عن ازواجہ ع

تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کی طرف سے قربانی کی ہے۔

لا نری الا الحج اس سے مراد یہ ہے کہ جب مدینے سے نکلے تھے اور جب تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمرے کے احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس وقت تک ہمارا یہی گمان تھا کہ صرف حج کرنا ہے۔ ورنہ دوسری روایتیں خود عمرہ ہی سے ہیں۔ کہ ام المومنین نے فرمایا۔ فمنا من اھل بالحج و منا من اھل بالعمرۃ و منا من اھل بھما۔ ہم میں سے کچھ لوگوں نے صرف حج کا احرام باندھا۔ کچھ نے صرف عمرے کا۔ کچھ نے دونوں کا۔ جلد ثانی میں مفصل بحث گزر چکی کہ ام المومنین نے تمتع کیا تھا جسے لازم کہ عمرے کا احرام باندھا تھا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دم قران اور تمتع میں بھی گائے کے اندر سات کی شرکت جائز ہے۔ اس روایت میں نحر وارد ہے۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ گائے کو بھی نحر کرنا درست ہے۔ اس قدر تو درست ہے کہ اگر گائے کو نحر کیا تو وہ حلال ہو جائے گی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اونٹ میں نحر مستحب ہے اور ذبح کرنا مکروہ۔ گائے وغیرہ دوسرے جانوروں میں ذبح مستحب ہے اور نحر مکروہ۔ اس حدیث کے دوسرے طرق میں ذبح وارد ہے[۱] بعض میں ضحی بھی ہے[۲] اس لئے تمام طرق میں تطبیق کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس روایت میں نحر کے معنی ذبح کرنے کے ہیں۔ یا قربانی کرنے۔ نحر قربانی کے معنی میں قرآن مجید میں وارد ہے فصل لربک وانحر۔ اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

ع مناسک باب ذبح الرجل البقر ص ۲۳۱۔ باب۔ واذ بوأنا لابراہیم مکان البیت ص ۲۳۱۔ الجہاد۔ باب الخروج آخر الشہر ص ۴۱۲۔ مسلم۔ نسائی۔ الحج۔ [۱] باب واذ بوأنا لابراہیم ص ۲۳۲ [۲] باب کیف کان بدء الحیض۔ ص ۴۳

حدیث ۱۰۱۱

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یَنْحَرُ فِی الْمَنْحَرِ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ مَنْحَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما منحر میں نحر کرتے تھے۔ عبید اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منحر میں۔

حدیث ۱۰۱۲

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یَبْعَثُ بِہَدْیِہٖ مِنْ جَمْعٍ مِّنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ حَتّٰی یُدْخَلَ بِہٖ مَنْحَرَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِیْہِمُ الْحُرُّ وَالْمَمْلُوْکُ عہ

نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی قربانی کے جانوررات کے آخر ہی میں مزدلفہ سے حاجیوں کے ساتھ جن میں آزاد اور غلام سبھی ہوتے بھیج دیتے تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قربان گاہ میں داخل کر دیے جائیں۔

حدیث ۱۰۱۳

عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَذَکَرَ الْحَدِیْثَ. قَالَ وَنَحَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ سَبْعَۃً

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سات اونٹوں کو نحر فرمایا۔ اس حالت میں کہ

تشریح ۱۰۱۱/۱۲ اس حدیث میں منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر فاروق کا قول اور نافع نے جو کہا تھا۔ فی المنحر۔ اس کی تفسیر ہے۔ نافع کا قول نہیں۔ اس کی دلیل کتاب الاضاحی کی روایت ہے۔ اس میں ہے یعنی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریح ۱۰۱۳ یہ حدیث گزر چکی ہے۔ وہاں مبہم تھا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے

عہ مناسک، باب النحر فی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۳۱۔ ثانی۔ الاضاحی۔ باب الاضحی بالمنحر والمصلی ص ۸۳۲

عہ مناسک باب النحر فی منحر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲۳۱

بُدْنٍ قِيَامًا وَضَحّٰى بِالْمَدِيْنَةِ كَبْشَيْنِ اَمْلَحَيْنِ اَقْرَنَيْنِ مُخْتَصَرًا عـہ

وہ کھڑے تھے۔ اور مدینے میں چتکبرے سینگ والے دو مینڈھوں کی قربانی فرمائی۔

حدیث ۱۰۱۴

اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ لَيْلٰى اَخْبَرَهٗ اَنَّ عَلِيًّا اَخْبَرَهٗ اَنَّ

عبدالرحمن ابن ابی یعلیٰ نے خبر دی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں خبر دی کہ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يَّقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ وَاَنْ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ وہ حضور کے اونٹوں کے پاس رہیں اور ان سب کے گوشت اور

يَّقْسِمَ بُدْنَهٗ كُلَّهَا لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا عـہ

کھالیں اور جھل تقسیم کر دیں۔ اور اس کے ٹکڑے اور بوٹی کرنے کی اجرت میں اس میں سے کچھ نہ دیں۔

ت ۳۰۹

وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ شکار کی جزا اور نذر کی قربانی سے نہ کھایا جائے۔

لَا يُؤْكَلُ مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالنَّذْرِ وَيُؤْكَلُ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ عـہ

اس کے علاوہ بقیہ قربانیوں سے کھایا جائے۔

ت ۳۱۰

وَقَالَ عَطَاءٌ يَاْكُلُ وَيُطْعِمُ مِنَ الْمُتْعَةِ للعـہ

اور عطار نے کہا۔ تمتع کی قربانی سے کھائے بھی اور کھلائے بھی۔

اور یہاں سات کی تعیین ہے اس کی پوری بحث وہیں مذکور ہے۔

تشریح ۱۰۱۳ اس کے بعد والی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو اونٹ حرم میں قربانی کے لئے پیش فرمایا تھا۔

تشریح ۳۰۹/۳۱۰ پہلی تعلیق کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اور دوسری تعلیق کو امام عبدالرزاق اور امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ جرمانے اور فدیے اور کفارے میں جو جانور ذبح کئے جائیں ان کا گوشت مالک کو کھانا جائز نہیں۔ اسی طرح منت کا بھی۔ بقیہ کا کھانا جائز ہے۔

عـہ مناسک باب من نحر بیدہ ص ۲۳۱۔ باب التحمید و التسبیح و التکبیر قبل الاہلال ص ۲۱۰۔ باب النحر قائمۃ ص ۲۳۱ ابوداؤد۔ مناسک۔ عـہ مناسک باب لا یعطی الجزار من الہدی شیئاً ص ۲۳۲۔ باب یتصدق بجلال البدن ص ۲۳۲۔ باب الجلال للبدن ص ۲۳۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ مناسک۔ ابن ماجہ۔ اضاحی۔ عـہ مناسک باب واذ بوّأنا لابراہیم ص ۲۳۲۔

للعـہ ایضاً

حدیث ۱۰۱۵

حَدَّثَنَا عَطَاءٌ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ہم قربانی

يَقُوْلُ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُوْمِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلٰثِ مِنًى فَرَخَّصَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى

کا گوشت منیٰ کے تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ پھر نبی

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوْا وَتَزَوَّدُوْا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا قَالَ قُلْتُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اجازت دی اور ارشاد فرمایا۔ کھاؤ اور زاد راہ بناؤ تو ہم نے کھایا اور زاد راہ بنایا

لِعَطَاءٍ أَقَالَ حَتّٰى جِئْنَا الْمَدِيْنَةَ قَالَ لَا عہ

ابن جریج نے امام عطار سے پوچھا کیا حضرت جابر نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مدینے آئے۔ کہا۔ نہیں۔

حدیث ۱۰۱۶

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب نے

رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُرْتُ قَبْلَ أَنْ أَرْمِيَ قَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے رمی سے پہلے طواف زیارت کر لیا ہے۔ فرمایا

تشریحات ۱۰۱۵

ابتدا میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ جمع رکھنا ممنوع تھا۔ بعد میں اس کی اجازت ہو گئی کہ جتنے دنوں چاہیں قربانی کا گوشت رکھیں۔ یہ قربانیاں گھر پر ہوں یا ایام حج میں منیٰ میں ہوں سب کے لئے اجازت ہے۔ ایام حج کی قربانی کے لئے یہ حدیث نص ہے اور گھروں پر کی جانے والی قربانیوں کے بارے میں بھی نص صریح ہے۔ امام مسلم امام ترمذی امام نسائی امام ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن بُریدہ عن ابیہ سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا اب زیارت کیا کرو۔ میں نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع کیا تھا۔ اب جب تک چاہو رکھو۔ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں۔ ایک حصہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے۔ ایک حصہ اپنے اعزہ و اقربا کے لئے۔ ایک حصہ فقراء کے لئے۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

تشریحات ۱۰۱۶

یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ان کے چار تلامذہ حضرت عطار حضرت عکرمہ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت طاؤس سے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عطار مروی ہے۔ چند ابواب کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث آرہی ہے اس میں یہ زائد ہے کہ سائل نے یہ عرض کیا لم أشعر۔ مجھے معلوم نہیں

عہ مناسک باب و اذ بوأنا لابراھیم صـ۲۳۲۔ مسلم۔ اضاحی۔ نسائی۔ الحج۔

لَا حَرَجَ قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَذْبَحَ قَالَ لَا حَرَجَ قَالَ ذَبَحْتُ قَبْلَ اَنْ

کوئی حرج نہیں۔ اس نے عرض کیا۔ میں نے ذبح سے پہلے سر منڈا لیا ہے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اس نے عرض کیا میں نے

اَرْمِیَ قَالَ لَا حَرَجَ ؏

رمی سے پہلے ذبح کر لیا ہے۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۱۰۱۸ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تھا۔ طحاوی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد میں ارشاد فرمایا۔ تعلموا مناسککم فانھن من دینکم۔ حج کے ارکان سیکھو اس لئے کہ یہ تمہارے دین سے ہے۔ اس حدیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمی، قربانی، حلق، طواف زیارت میں ترتیب ضروری نہیں۔ تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا لازم کہ اس پر دم بھی واجب نہیں۔ اس کے برخلاف خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا[۱] جس نے اپنے حج کے ارکان میں کچھ آگے یا پیچھے کیا تو وہ اس کے لئے خون بہائے اور ظاہر ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ اور کوئی اس حدیث کے صحیح معنیٰ کو نہیں جان سکتا۔ اس لئے علماء نے لاحرج کو رفع اثم پر محمول کیا۔ چونکہ اسلام کا پہلا حج تھا۔ لوگ مناسک اور ان کی ترتیب کو کما حقہ جانتے نہ تھے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر تنگی نہیں فرمائی اور ارشاد فرمادیا کہ چونکہ تم نے جو کچھ کیا لاعلمی میں کیا اس لئے تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یا لاحرج سے مراد یہ ہے کہ تمہارا حج فاسد نہیں ہوا فرض ادا ہو گیا۔ اور ترتیب بدلنے سے جو نقصان پیدا ہوا وہ لاعلمی کے عذر کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ اسی لئے اخیر میں فرمایا کہ مناسک سیکھو۔

نیز سائل کے سوال سے ظاہر ہے کہ اسے اس کا احساس ہوا کہ میں نے غلطی کی ہے۔ اسی لئے اس نے سوال کیا۔ اگر غلطی کا احساس نہ ہوتا تو سوال کیوں کرتا۔ اور یہ احساس اس بنا پر ہوا ہوگا کہ اس کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس ترتیب سے یہ افعال ادا کئے ہیں میں نے اس کے خلاف کیا۔ مگر چونکہ پہلا موقعہ تھا۔ اس لئے درگزر فرمادیا۔

امام ابن ہمام نے یہاں یہ بھی افادہ فرمایا کہ محصر کے لئے ارشاد ہے۔ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ اور اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک ہدی اپنی جگہ نہ پہونچ جائے تو جب محصر کو جو حج یا عمرے کا ارادہ فسخ کر چکا۔ قربانی سے پہلے سر منڈانا جائز نہیں تو جو حج یا عمرہ کر رہا ہے اسے قربانی سے پہلے بدرجہ اولیٰ قصر یا حلق جائز نہ ہوگا۔

تشریحات ۱۰۱۸ یہ یوم نحر کی رمی کے بارے میں سوال تھا۔ یوم نحر صرف جمرۃ العقبہ کی رمی ہے اس کا وقت دسویں کی صبح صادق سے لیکر گیارہویں کی صبح صادق طلوع ہونے تک ہے۔ مگر آفتاب نکلنے کے بعد سے زوال تک مسنون ہے اور

؏ مناسک باب الذبح قبل الحلق ص ۲۳۲ [۱] عمدۃ القاری جلد عاشر ص ۵۹ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ۔ شرح معانی الآثار اول۔ مناسک باب من قدم من حجہ نسکا ص ۳۶۰۔

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَمَيْتُ بَعْدَ مَا أَمْسَيْتُ

سے سوال کیا گیا۔ سائل نے عرض کیا۔ کہ میں نے شام ہونے کے بعد رمی کی ہے۔ فرمایا کوئی

فَقَالَ لَا حَرَجَ فَقَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ أَنْ أَنْحَرَ قَالَ لَا حَرَجَ ع

حرج نہیں۔ اب اس نے عرض کیا میں نے قربانی سے پہلے سر مونڈا لیا فرمایا کوئی حرج نہیں

حدیث ۱۰۱۸

قَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ حَلَقَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ ع

علیہ وسلم نے اپنے حج میں سر اقدس منڈایا۔

زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک مباح۔ گیارہویں شب غروب آفتاب سے لیکر طلوع فجر تک اور دسویں کو طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک مکروہ ہے۔

تشریحات ۱۰۱۸ فی حجتہ سے حجۃ الوداع مراد ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں سر اقدس منڈایا تھا۔ اور یہ شرف حضرت معمر بن عبد اللہ عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا تھا۔ علامہ نووی نے فرمایا یہی صحیح اور مشہور ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر[۱] میں روایت کیا۔ حضرت معمر کہتے ہیں کہ یوم نحر وہ بیٹھ کر سر اقدس کے بال صاف کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے چہرے میں نظر ڈالی۔ اور فرمایا اے معمر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کان کی لو پر تجھے قابو دے دیا ہے اور تیرے ہاتھ میں استرہ ہے۔ انھوں نے عرض کیا یہ مجھ پر اللہ کا فضل اور احسان ہے بعض لوگوں نے کہا کہ اس موقعہ پر حضرت خراش بن امیہ بن ربیعہ نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ انھوں نے حدیبیہ کے موقعہ پر یہ خدمت انجام دی تھی جیساکہ علامہ ابن عبد البر نے استیعاب[۲] میں تحریر فرمایا ہے

ترمذی[۳] میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ قربانی کرنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلاق کو اپنے سر اقدس کا داہنا حصہ دیا انھوں نے اسے صاف کیا۔ تو اسے ابو طلحہ کو دیا۔ پھر بایاں حصہ دیا انھوں نے اسے صاف کیا۔ تو حکم دیا کہ اسے تقسیم کر دے۔ اور یہی مسلم[۴] میں بھی بطریق سفیان بن عیینہ ہے مگر مسلم[۵] ہی میں بطریق حفص بن غیاث اور عبد الاعلیٰ جو روایت ہے

ع مناسک باب الذبح قبل الحلق ص ۲۳۳۔ باب اذا رمی بعد ما امسی ص ۲۳۴ ابوداؤد۔ نسائی ابن ماجہ۔ مناسک۔ ع مناسک باب الحلق و التقصیر۔ ص ۲۳۳ ثانی البخاری ص ۲۳ ۔

۱ عمدۃ القاری عاشر ص ۶۳ ۲ جلد اول ص ۴۲۸ ۳ اول۔ الحج۔ باب بای جانب الراس یبدأ فی الحلق ص ۱۱۱ ۴ اول الحج باب بیان ان السنۃ یوم النحر ان یرمی ص ۴۲۱ ۵ ایضاً

حدیث ۱۰۱۹

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ تو لوگوں نے

وَالْمُقَصِّرِيْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْمُحَلِّقِيْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِيْنَ

عرض کیا اور ترشوانے والوں پر یا رسول اللہ۔ فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے عرض کیا اور

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِيْنَ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ رَحِمَ اللّٰهُ

ترشوانے والوں پر بھی یا رسول اللہ۔ تو فرمایا اور ترشوانے والوں پر بھی۔ اور لیث نے کہا مجھ سے نافع نے بیان کیا۔ رحم اللہ

الْمُحَلِّقِيْنَ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ وَقَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ قَالَ فِي الرَّابِعَةِ

المحلقین ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ لیث نے کہا عبید اللہ نے کہا کہ نافع نے بیان کیا کہ چوتھی بار

وَالْمُقَصِّرِيْنَ ؏

والمقصرین فرمایا۔

حدیث ۱۰۲۰

عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس میں یہ ہے کہ تقسیم کرنے کے لئے داہنی طرف کے موئے اقدس عطا فرمائے تھے صاحب منعم اور محب طبری نے اسے ترجیح دی کہ داہنی جانب کے موئے مبارک تقسیم فرمائے اور بائیں طرف کے حضرت ابو طلحہ کو عطا فرمایا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

تبرک بنانا حجۃ الوداع کے موقعہ پر موئے مبارک تقسیم فرمانا اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینا اشارۃً حکم دینا تھا کہ اسے رکھو اور اس سے برکت حاصل کرو۔ اللہ عزوجل کا فضل و کرم ہے کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود موئے مبارک اب تک ہزاروں محفوظ ہیں جس کی زیارت سے مسلمان شرف اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں ایک موئے مبارک ایسا بھی ہے جس کے اخذ و مناولت کی متصل سند حضرت ابو طلحہ تک موجود ہے۔

تشریحات ۱۰۱۹ صحیح یہی ہے کہ یہ ارشاد صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بھی فرمایا تھا اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کچھ صحابہ نے سر منڈایا اور کچھ حضرات نے ترشوایا۔ تو وہ فرمایا

؏ مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص ۲۳۳ مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ مناسک۔ ۵ عمدۃ القاری عاشر ص ۶۳

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا
نے کہا — اے اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے — تو لوگوں نے عرض کیا

وَالْمُقَصِّرِیْنَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّقِیْنَ قَالُوْا وَالْمُقَصِّرِیْنَ قَالَھَا
اور ترشوانے والوں کو بھی۔ فرمایا اے اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے لوگوں نے عرض کیا اور ترشوانے والوں کو بھی۔

ثَلَاثًا قَالَ وَلِلْمُقَصِّرِیْنَ عہ
اسے تین بار کہا۔ اور ترشوانے والوں کو بھی۔

حدیث ۱۰۲۱
عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

قَالَ حَلَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ وَقَصَّرَ
تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام میں سے کچھ افراد نے سر منڈایا اور

بَعْضُھُمْ عہ
کچھ افراد نے ترشوایا۔

حدیث ۱۰۲۲
عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنْ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے

مسلم میں حضرت ام الحصین کی حدیث میں ہے کہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ احرام کھولتے وقت سر منڈانا افضل ہے۔ اور ترشوانا بھی جائز ہے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ بال رکھنے کو پسند کرتے تھے اور سر منڈانے کو ناپسند۔ چونکہ منڈانے میں تذلل زیادہ ہے۔ اس لئے یہ افضل ہوا۔ یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ رہ گئیں عورتیں تو انھیں سر منڈانا جائز نہیں۔ یہ ان کے لئے بمنزلہ مثلہ کے ہے۔ احادیث میں ممانعت بھی آئی ہے۔ وہ صرف بال ترشوائیں گی۔ پورے سر کے بالوں میں سے ایک ایک پورا یعنی انگلی کی ایک گرہ کے برابر کتروائیں۔ مرد بھی اگر بال کتروائیں تو وہ بھی اتنا ہی کتروائیں۔

تشریحات ۱۰۲۲ مسلم میں یہ زائد ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَروہ پر تھے۔ امام نووی نے فرمایا۔ یہ اس عمرے میں ہوا تھا جو حضور نے جعرانہ سے کیا تھا۔ اس لئے کہ عمرۃ القضاء میں حضرت معاویہ ابھی ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے اور حجۃ الوداع

عہ مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص ۲۳۳۔ مسلم۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔ عہ مناسک باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ص ۲۳۳۔ ترمذی۔ الحج۔ مسلم۔ الحج

مُعَاوِيَةَ قَالَ قَصَّرْتُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت معاویہ سے روایت کیا۔ انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا موئے مبارک جوڑے تیر کے پھل

بِمِشْقَصٍ عہ

سے تراشا

حدیث ۱۰۲۳ أَخْبَرَنِي كُرَيْبٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ أَمَرَ أَصْحَابَهُ

وسلم مکہ آئے اور اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ

أَنْ يَطُوفُوا بِالْبَيْتِ وَبِالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ يَحِلُّوا وَيَحْلِقُوا أَوْ يُقَصِّرُوا عہ

بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرلیں پھر احرام کھول دیں سر منڈالیں یا ترشوالیں

ت ۳۱۱ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ

عَنْهُمْ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ سہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو رات تک مؤخر فرمایا۔

میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں بال صاف کرائے تھے۔

تشریحات ۳۱۱ اس تعلیق کو امام ابوداؤد، امام ترمذی، نسائی، اور ابن ماجہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث پر شدید اشکال یہ ہے کہ خود ام المومنین سے ابوداؤد میں یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دن کے آخری حصہ میں (طواف زیارت) کے لئے یوم نحر ظہر پڑھ کر گئے پھر منیٰ لوٹ آئے۔ علاوہ ازیں مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یوم نحر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف زیارت کے لئے گئے اور منیٰ آکر ظہر پڑھی مسلم وغیرہ میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر سوار ہوئے اور بیت اللہ کی طرف گئے اور ظہر مکہ میں پڑھی۔ اگرچہ ان تینوں احادیث میں جزئی تعارض

عہ مناسک باب الحلق و التقصیر عند الاحلال ص ۲۳۳۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ مناسک مسند امام احمد جلد ۷ ابع عہ مناسک باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ ص ۲۳۳۔ سہ مناسک باب الزیارۃ یوم النحر ص ۲۳۳

لہ عمدۃ القاری عاشر ص ۹۰ سہ اول الحج۔ باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ص ۴۲۲

ت ۳۱۲ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي حَسَّانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى

حضرت ابن عباس سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ الْبَيْتَ أَيَّامَ

منیٰ کے دنوں میں بیت اللہ کی زیارت کیا کرتے

مِنًى عـہ

تھے

ت ۳۱۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُ طَافَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک طواف

طَوَافًا وَاحِدًا ثُمَّ يَقِيلُ ثُمَّ يَأْتِي مِنًى يَعْنِي يَوْمَ النَّحْرِ وَرَفَعَهُ

کیا پھر قیلولہ کرتے پھر منیٰ آتے یعنی یوم النحر۔ اور عبدالرزاق

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عـہ

نے اسے مرفوع کیا۔ انھوں نے کہا۔ ہم سے عبید اللہ نے یوں حدیث بیان کی۔

ہے۔ مگر اس سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے طواف سے فارغ ہو کر منیٰ واپس آگئے تھے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم نحر قربانی کے بعد طواف زیارت کے لئے گئے اور واپس آکر ظہر عصر مغرب عشاء منیٰ میں پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر سوئے اور دوبارہ طواف کے لئے گئے۔ نیز اوسی میں ہے کہ ایام منیٰ میں روزانہ رات میں طواف کرتے تھے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دنوں متعدد طواف کئے مگر اَخَّرَ الزِّيَارَةَ کا ظاہر معنی اس کے مساعد نہیں اس لئے دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ دن کے آخر حصے میں طواف فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تشریحات ۳۱۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس حدیث پر محدثین نے کچھ کلام کیا مگر اس کی شاہد مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ایک حدیث مرسل ہے کہ امام طاؤس کے صاحبزادے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منیٰ کے دنوں میں ہر رات طواف کے لئے جاتے تھے۔

تشریح ۳۱۳ تعلیق مذکور کے راوی ابو نعیم فضل بن دکین نے یہ کہا ہے کہ امام عبدالرزاق نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم نحر منیٰ سے مکہ معظمہ گئے۔ پھر لوٹے اور

عـہ مناسک باب الزیارۃ یوم النحر صـ ۲۳۳ عـہ مناسک باب الزیارۃ یوم النحر صـ ۲۳۳

ظہر منیٰ میں پڑھی ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

تطبیق ابھی گزرا کہ مسلم میں حضرت جابر کی حدیث طویل میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر ظہر مکے میں پڑھی علامہ نووی نے ان دونوں میں یہ تطبیق دی کہ مکہ معظمہ میں ظہر پڑھ کر منیٰ واپس ہوئے تو دوبارہ صحابۂ کرام کی درخواست پر ظہر پڑھائی۔ یہ دوسری ظہر نفل ہوئی۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور اگر متنفل ہوں تو بھی مفترض کو اقتدار کرنی صحیح ہے جیساکہ بطن نخلہ میں صلوٰۃ خوف میں ایک روایت ہے کہ دونوں گروہ کو پوری پوری نماز پڑھائی۔

البتہ حضرت ام المومنین کی اس حدیث سے جو ابوداؤد میں ہے۔ اب بھی تعارض ہے اور تعدد سے دور بھی نہیں ہوسکتا۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ منیٰ میں ظہر پڑھنے کے بعد آخر دن میں (طواف) کے لئے گئے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طواف زیارت خود پہلے کیا کہ پھر بعد ظہر آخر دن میں ازواج مطہرات کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ گئے کہ یہ بھی طواف زیارت کرلیں۔ مکہ پہنچتے پہنچتے رات ہوگئی۔ رات ہی میں ازواج مطہرات نے طواف کیا۔ اسی کو تعلیق میں فرمایا کہ طواف زیارت کو رات تک مؤخر فرمایا یعنی ازواج مطہرات کے طواف کو۔

طواف زیارت اسے طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔ حج کا دوسرا رکن ہے بغیر اس کو کئے حج ادا نہ ہوگا۔ اور نہ عورت سے قربت حلال ہوگی۔ اس کا وقت وقوف عرفہ کے بعد دسویں ذوالحجہ کو طلوع فجر سے لے کر عمر بھر ہے۔ واجب یہ ہے کہ جمرۃ العقبہ کو کنکری مارنے کے بعد جن پر قربانی واجب ہے وہ قربانی کرکے بال اتروا کر طواف کریں اور یہ طواف ایام تشریق میں کریں یعنی کم از کم چار پھیرے اور مسجد حرام میں حطیم کے باہر سے کریں اس طرح کہ کعبہ بائیں طرف ہو۔ ان واجبات میں سے کسی کے ترک سے دم لازم آئے گا۔ اگرچہ بھول کر چھوڑا ہو اگرچہ لاعلمی کی وجہ سے چھوڑا ہو۔ البتہ بلاقصد چھوڑنے پر گناہ نہیں اور بالقصد چھوڑنے پر گناہ بھی ہے سنت یہ ہے کہ دسویں ذوالحجہ کو کرے مگر گیارہویں بارہویں تک مؤخر کرنے میں حرج نہیں۔

۱۰۲۴ عَنْ عِیْسَی بْنِ طَلْحَةَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا حَدَّثَهُ اَنَّهُ شَهِدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْطُبُ یَوْمَ النَّحْرِ فَقَامَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَقَالَ كُنْتُ اَحْسِبُ اَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا ثُمَّ قَامَ اٰخَرُ فَقَالَ كُنْتُ اَحْسِبُ اَنَّ كَذَا قَبْلَ كَذَا حَلَقْتُ قَبْلَ اَنْ اَنْحَرَ نَحَرْتُ قَبْلَ اَنْ اَرْمِیَ وَاَشْبَاهُ ذٰلِكَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ قَالَ لَهُنَّ

حدیث عیسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ وہ اسوقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے جب حضور یوم نحر خطبہ دے رہے تھے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں گمان کرتا تھا کہ ایسا ایسے کے پہلے ہے پھر دوسرے صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں گمان کرتا تھا کہ یہ کام اس کام سے پہلے ہے میں نے قربانی سے پہلے سر منڈا لیا ہے اور رمی سے پہلے قربانی کرلی ہے اور اس کے مثل اسپر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کرو اور کوئی حرج

تشریحات ۱۰۲۴ اس کے پہلے والی روایت میں یہ زائد ہے وقف فی حجۃ الوداع اور بعد والی روایت میں علی ناقتہ۔ اور کتاب العلم میں عند الجمرۃ زائد ہے۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جمرہ (عقبہ) کے پاس اپنی اونٹنی پر سوار تشریف فرما تھے۔

یَخْطُبُ یَوْمَ النَّحْرِ یوم النحر کوئی خطبہ اعمال حج میں ہمارے یہاں مشروع نہیں۔ یوم النحر کے بارے میں جو احادیث میں خطب یا یخطب وارد ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں نے مختلف سوالات کئے جنکے جوابات ارشاد فرمائے یا کوئی اہم بات بیان فرمادی۔ آگے آرہا ہے کہ جمرات کے درمیان چاشت کے وقت خطبہ دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گزری کہ ایک صاحب نے یہ دریافت کیا کہ میں نے شام کے بعد رمی کی ہے۔ اور جو لوگ یوم نحر خطبے کے مشروع ہونے کے قائل ہیں وہ بعد ظہر خطبہ کو مسنون بتاتے ہیں۔ پھر اس سوال کا کیا محل رہا۔ اگرچہ علامہ عینی نے توجیہ کی ہے کہ مسا کا اطلاق بعد زوال پر بھی ہوتا ہے۔ مگر ظاہر کے خلاف ضرور ہے۔ اس لئے اسلم یہی ہے کہ کہا جائے۔ یوم نحر کوئی خاص خطبہ اعمال حج میں سے نہیں۔ بضرورت سلطان امیر الحاج کسی دن بھی کسی وقت بھی عوام کو ارشاد و تلقین کرسکتا ہے۔

اشباہ ذلک مثلاً رمی سے پہلے طواف زیارت کرلیا۔ یا سعی طواف سے پہلے کرلی، وغیرہ وغیرہ۔

كُلِّهِنَّ فَمَا سُئِلَ يَوْمَئِذٍ عَنْ شَيْءٍ اِلَّا قَالَ اِفْعَلْ وَلَا حَرَجَ ؏۵

نہیں۔ سب کے لئے یہی فرمایا اُسدن جو بھی سوال ہوا سب کے جواب میں یہی فرمایا۔ کرلو اور کوئی حرج نہیں۔

حدیث ۱۰۲۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَيُّ

وسلم نے یوم نحر کو خطبہ دیا فرمایا اے لوگو! یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض

يَوْمٍ هٰذَا قَالُوْا يَوْمٌ حَرَامٌ فَقَالَ فَاَيُّ بَلَدٍ هٰذَا قَالُوْا بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ

کیا یوم حرام ہے پھر دریافت فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا شہر حرام ہے۔

فَاَيُّ شَهْرٍ هٰذَا قَالُوْا شَهْرٌ حَرَامٌ قَالَ فَاِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَ

پوچھا یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ماہ حرام ہے اس کے بعد فرمایا

ترتیب یہ ہے کہ مزدلفہ سے واپسی کے بعد سب سے پہلے جمرۃ العقبہ کی رمی کرے، پھر قربانی پھر حلق پھر طواف زیارت پھر سعی۔ اب ترتیب بدلنے کی عقلا متعدد صورتیں ہیں۔ مگر احادیث میں جو صورتیں وارد ہیں وہ یہ ہیں۔ اول۔ حلق قبل ذبح۔ ثانی حلق قبل رمی۔ ثالث قربانی قبل رمی۔ رابع طواف زیارت قبل رمی۔ خامس سعی قبل طواف۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ شام کے بعد رمی کی۔ اس میں ہو سکتا ہے کہ اس رمی سے پہلے قربانی حلق طواف زیارت کر چکا ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ کچھ بھی نہ کیا ہو۔ یا کچھ کیا ہو اور کچھ نہ کیا ہو۔ ہمارے یہاں ترتیب بدلنے پر دم ہے۔ اس پر مفصل بحث گزر چکی۔

تشریحات ۱۰۲۵ توجیہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں یہ ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کونسا دن ہے؟ کونسا شہر ہے کونسا مہینہ ہے؟ تو صحابہ کرام نے جواب میں عرض کیا کہ یوم حرام شہر حرام ماہ حرام ہے۔ مگر کتاب العلم میں حضرت ابو بکرہ کی جو حدیث گزری ہے اور یہاں بھی اس کے بعد مذکور ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ ان تینوں سوالوں کے جواب میں حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ و رسولہ اعلم۔ اس کے بعد حضور نے سکوت فرمایا یہانتک کہ حاضرین کو گمان ہوا کہ ان کا کچھ اور نام رکھیں گے۔ اس کے بعد فرمایا۔ کیا یہ یوم النحر نہیں کیا یہ شہر حرام نہیں کیا یہ بلد حرام نہیں تو حاضرین نے عرض کیا بلی

؏۵ المناسک۔ باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ ص ۲۳۴۔ مزید دو طریقے سے۔ العلم۔ باب السوال والفتیا عند رمی الجمار ص ۲۳۔

أَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا
یقین جانو تمہارے خون تمہارے مال تمہاری آبرو تم میں سے ہر ایک پر اسی طرح حرام ہے جیسے
فِي شَهْرِكُمْ هٰذَا فَأَعَادَهَا مِرَارًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ
تمہارا یہ دن تمہارے اس شہر تمہارے اس مہینے میں حرام ہے۔ اسے کئی مرتبہ دہرایا
اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهَا لَوَصِيَّتُهُ
پھر سر اقدس اٹھایا اور کہا اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا ابن عباس نے
إِلَى أُمَّتِهِ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ
کہا اس ذات کی قسم جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ امت کیلئے وصیت ہے (اس خطبے میں یہ بھی فرمایا) حاضر
بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ عہ
غائب کو پہنچا دے۔ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم میں بعض بعض کی گردن مارے۔

۱۰۲۶ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ زَيْدٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
حدیث جابر بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا

جی حضور ہے۔
اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی حدیث میں اختصار ہے۔ یا یہ کہ اخیر میں جو بلی ہے اس کی تفسیر فرمادی۔

یوم حرام یہ ارشاد بطور مجاز مرسل ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ دن وہ ہے جسمیں قتال غارتگری حرام ہے یا مبالغہ ہے، حرام بمعنی قابل احترام ہے۔ یعنی یہ دن ایسا قابل احترام ہے کہ اس میں قتال وغیرہ اس کی بے ادبی ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ حدیث کے بقیہ حصوں کی تفسیر جلد اول حدیث ۵۷ اور حدیث ۷۹ کے تحت ہو چکی ہے

تشریحات ۱۰۲۶ ابواب العمرہ میں اس خطبے کے کچھ الفاظ کریمہ مذکور ہیں۔ محرم کیلئے فرمایا جو شخص چپل نہ پائے وہ موزے پہن لے۔ اور جو تہبند نہ پائے وہ پائجامہ پہن لے۔ احناف کے یہاں حج کے موقع پر تین خطبے ہیں۔ اول ذوالحجہ کی ساتویں تاریخ کو بعد نماز ظہر مسجد حرام میں۔ دوسرے عرفات میں بعد زوال نماز ظہر سے پہلے۔ تیسرے گیارہ ذوالحجہ کو بعد نماز ظہر۔
احادیث میں ان تاریخوں کے علاوہ اور دنوں میں بھی خطبے مذکور ہیں۔ یہ خطبے اعمال حج میں سے نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً جن پیغامات کو ضروری جانا امت کو پہنچا دیا۔ تیئس ۲۳ سال کی کدوکاوش کا ثمرہ نظروں کے سامنے تھا

عہ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۴۔ ثانی۔ الفتن۔ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفارا ص ۱۰۴۸ اخیر کا جز ترمذی فتن۔

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ بِعَرَفَاتٍ عه

انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرفات میں خطبہ دیتے سُنا۔

حدیث ۱۰۲۷ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى أَتَدْرُونَ أَيَّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّ هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ أَفَتَدْرُونَ أَيَّ بَلَدٍ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ أَتَدْرُونَ أَيَّ شَهْرٍ هٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ بَلَدٌ حَرَامٌ قَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اسکے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا یہ یوم حرام ہے کیا تم لوگ جانتے ہو یہ کونسا شہر ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا شہر حرام ہے فرمایا کیا جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا ماہ حرام ہے بیشک اللہ نے تمھارے خون تمھارے مال تمھاری آبرو تم پر

حدنظر تک پھیلے ہوئے انسانوں کا جم غفیر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موجود تھا۔ جو سراپا تسلیم و انقیاد تھا۔ اور معلوم ہوچکا تھا کہ اب پھر ان سے ملاقات نہ ہوگی۔ اس لئے وقفہ وقفہ کیساتھ ہدایت و ارشاد تبلیغ و تہذیب کا کام جاری تھا۔ احادیث میں ان خطبوں کے جو الفاظ منقول ہیں انھیں دیکھ لیجئے ان میں اعمال حج کا کوئی ذکر نہیں۔ مثلا یوم نحر کا یہی خطبہ دیکھ لیں اس میں حج کے کسی عمل کا تذکرہ نہیں۔ بخلاف ان تینوں خطبوں کے ان میں اعمال حج کی تعلیم و تلقین ہے۔

تشریحات ۱۰۲۷ ان تمام احادیث سے اس خطبے کے دن اور جگہ کی تعیین ہوگئی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر جمرات کے درمیان جمرۃ العقبہ کے قریب وہ فرمایا تھا۔ رافع بن عمرو مزنی سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ منیٰ میں جب چاشت کا وقت خوب ہوگیا تھا۔ تو خطبہ دے رہے تھے۔

عه مناسک۔ باب الخطبة ایام منی ص ۲۳۴۔ ابواب لعمرۃ۔ باب لبس الخفین للمحرم ص ۲۴۸ باب اذا لم یجد الازار فلیلبس السراویل ص ۲۴۹۔ ثانی۔ اللباس۔ باب السراویل ص ۸۶۳۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ الحج نسائی۔ الحج۔ الزینة۔ ابن ماجه۔ الحج۔

شَھْرِکُمْ ھٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ ھٰذَا وَقَالَ ھِشَامُ بْنُ الْغَازِ اَنَا نَافِعٌ عَنِ

ایسے ہی حرام فرمائی ہے۔ جیسے اس دن کی حرمت اس مہینے کی اور اس شہر میں ہے۔ ہشام بن غاز

ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ وَقَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

نے کہا ہم کو نافع نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ نبی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ النَّحْرِ بَیْنَ الْجَمَرَاتِ فِی الْحَجَّۃِ الَّتِیْ حَجَّ بِھٰذَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حج کیا اسمیں یوم نحر جمرات کے مابین کھڑے ہوئے اور فرمایا

وَقَالَ ھٰذَا یَوْمُ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ فَطَفِقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ

یہ حج اکبر کا دن ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمانے لگے اے اللہ گواہ رہ

سَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ وَوَدَّعَ النَّاسَ فَقَالُوْا ھٰذِہٖ حَجَّۃُ الْوَدَاعِ عہ

اور لوگوں کو رخصت فرمایا اس پر لوگوں نے کہا یہ حجۃ الوداع ہے۔

یوم الحج الاکبر | حج اکبر سے کیا مراد ہے اسمیں علماء کے چند اقوال ہیں۔ اول حج اکبر سے مراد حج ہے اس کے بالمقابل عمرہ حج اصغر ہے۔ اور یوم نحر سے مراد دسویں ذوالحجہ ہے۔ ثانی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سال حج کیا صرف اسی حج کا نام حج اکبر ہے۔ ثالث۔ یوم عرفہ ہے۔ رابع حج کے کل ایام مراد ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی اہم بات متعدد دنوں تک ہوتی ہے مگر اس کو یوم فلاں سے تعبیر کرتے ہیں۔ جیسے یوم یمامہ یوم قادسیہ، یوم یرموک، خامس۔ قران حج اکبر ہے۔ اور افراد حج اصغر۔ ان سب میں راجح اور صحیح پہلا قول ہے۔ اس کی تائید قرآن مجید اور احادیث صحیحہ تو یہ سے ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖۤ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ۔ (توبہ ۳)

اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ یہ منادی اسلام کے پہلے حج کے موقعہ پر یوم نحر کو ہوئی تھی جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت میں ۹ھ میں ہوا تھا۔ نیز اس حدیث کا ظاہر بھی اسکا مؤید ہے۔

وقال ھشام بن الغاز | یہ تعلیق ہے جسے ابوداؤد نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔

عہ مناسک۔ باب الخطبۃ ایام منی ص ۲۳۵۔ ثانی۔ المغازی۔ باب حجۃ الوداع ص ۶۳۲۔ الادب۔ باب قول الرجل ویلک ص ۹۱۱ الحدود۔ باب ظھر المؤمن حمی ص ۱۰۰۳۔ الدیات۔ باب قول اللہ ومن احیاھا ص ۱۰۱۴ الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ترجعوا کفارا ص ۱۰۴۸ مسلم۔ ایمان۔ ابوداؤد۔ السنۃ۔ نسائی۔ محاربۃ۔ ابن ماجہ۔ فتن۔ لہ اول مناسک باب یوم الحج الاکبر ص ۲۶۸

۳۱۴ **ت** وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَمَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ضُحًى وَّرَمٰى بَعْدَ ذٰلِكَ بَعْدَ الزَّوَالِ عہ

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم نحر کو چاشت کے وقت رمی کی اور اس کے بعد زوال کے بعد۔

۱۰۲۸ **حدیث** عَنْ وَبَرَةَ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَتٰى أَرْمِي الْجِمَارَ قَالَ إِذَا رَمٰى إِمَامُكَ فَارْمِهِ فَأَعَدْتُّ عَلَيْهِ الْمَسْأَلَةَ قَالَ كُنَّا نَتَحَيَّنُ فَإِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ رَمَيْنَا عہ

وبرہ نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا میں کب رمی جمار کروں تو انھوں نے فرمایا جب تیرا امام رمی کرے اسوقت تو بھی کر۔ میں نے دوبارہ سوال کیا تو فرمایا ہم انتظار کرتے رہتے جب سورج ڈھل جاتا تو رمی کرتے۔

۱۰۲۹ **حدیث** عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ أَنَّهُ حَجَّ مَعَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَرَآهُ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الْكُبْرٰى بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ وَّجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَّسَارِهِ وَمِنًى عَنْ يَّمِيْنِهِ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَقَامُ الَّذِيْ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ سہ

عبد الرحمان بن یزید سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت (عبد اللہ) بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا تو انھیں دیکھا کہ بڑے جمرہ پر سات کنکری سے رمی کر رہے ہیں اور انھوں نے بیت اللہ کو بائیں اور منیٰ کو دائیں کیا پھر فرمایا یہ انکے رمی کرنیکی جگہ ہے جن پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے سہ

تشریحات ۳۱۴ اس تعلیق کو امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۰۲۸، ۲۹ یہی جمہور کا مذہب ہے۔ کہ یوم نحر رمی کا مسنون وقت چاشت ہے۔ اور ایام تشریق میں رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔ آجکل بعض ناخدا ترس جاہلوں کے فتویٰ دینے سے کچھ حجاج بارہویں کو بھی قبل زوال رمی کر کے مکہ معظمہ چلدیتے ہیں۔ یہ سنت کے خلاف ہے۔ اور ہمارے اصل مذہب مفتی بہ راجح کے بھی۔ اس دن قبل زوال رمی کی روایت ضعیف ہے۔ اور روایت ضعیف پر فتویٰ دینا عمل کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے اگر تیرہویں کو بھی منیٰ میں رہا اور یہی افضل ہے تو تیرہویں کی بھی رمی واجب ہے آجکی رمی کا وقت صبح سے لے کر آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ مگر قبل زوال مکروہ ہے۔

عہ مناسک۔ باب رمی الجمار ص ۲۳۵۔ عہ مناسک باب رمی الجمار ص ۲۳۵۔ ابوداؤد۔ مناسک سہ مناسک۔ باب رمی الجمار بسبع حصیات ص ۲۳۵۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسک۔ ترمذی الحج۔ نسائی۔ المناسک۔ ابن ماجہ المناسک۔ باب مستحبات وقت الرمی ص ۲۰۴۔

۱۰۳۰ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ الْحَجَّاجَ يَقُوْلُ عَلَى الْمِنْبَرِ

حدیث سلیمان اعمش نے کہا۔ میں نے حجاج کو سنا وہ منبر پر کہہ رہا تھا وہ سورۃ جسمیں

السُّوْرَةُ الَّتِيْ تُذْكَرُ فِيْهَا الْبَقَرَةُ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ يُذْكَرُ فِيْهَا آلُ

بقرہ کا ذکر ہے۔ اور وہ سورۃ جسمیں آل عمران کا ذکر ہے اور وہ سورۃ جسمیں نساء کا ذکر ہے۔

عِمْرَانَ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ تُذْكَرُ فِيْهَا النِّسَاءُ قَالَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ

تو میں نے ابراہیم (نخعی) سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے کہا مجھ سے عبدالرحمٰن بن

لِاِبْرَاهِيْمَ فَقَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ يَزِيْدَ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ ابْنِ

یزید نے حدیث بیان کی کہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمرۃ العقبہ

مَسْعُوْدٍ حِيْنَ رَمٰى جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ فَاسْتَبْطَنَ الْوَادِيْ حَتّٰى اِذَا

کی رمی کی تو یہ ان کے ساتھ تھے وہ وادی کے پیٹ میں آئے جب

۱۰۳۰ **تشریحات** اس حدیث کی امام بخاری نے اکھٹے چار طریقوں سے تخریج کی ہے۔ پہلے بطریق محمد بن کثیر کہ لوگ وادی کے اوپر سے رمی کرتے ہیں۔ بقیہ طرق کے مضامین ان دونوں طریقوں میں آگئے ہیں۔ جمرۃ اس ستون کو کہتے ہیں جس کو کنکری ماری جاتی ہے۔ یہ تین ہیں۔ مکہ معظمہ سے منیٰ جاتے ہوئے سب سے پہلے جمرۃ العقبہ ہے۔ یہ سب سے بڑا بنا ہوا ہے۔ اس لئے اسے جمرۃ الکبریٰ بھی کہتے ہیں۔ پھر بیچ کا ہے۔ اسکا طول بھی درمیانی ہے۔ اور دونوں کے بیچ میں پڑتا بھی ہے۔ اس لئے اسے الجمرۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔ تیسرا اخیر کا مسجد خیف کے قریب یہ ان دونوں سے چھوٹا بنا ہوا ہے۔ اسے الجمرۃ الصغریٰ بھی کہتے ہیں۔

فاستبطن الوادی یعنی وہ اس جمرے کے قریب جو نالہ ہے اس کے نشیب میں اترے۔ اس زمانے میں وہاں ایک درخت تھا اس کے مقابل ہو کر رمی کی۔ اس رمی میں یہی سنت ہے کہ جمرہ سے پانچ ہاتھ کے فاصلے پر وادی میں کھڑے ہو کر رمی کریں۔ البتہ جمرہ صغریٰ میں یہ ہے کہ اوپر چڑھ کر رمی کریں۔ یہ بہ نسبت جمرۃ عقبہ کے اونچی جگہ پر ہے۔ اب نہ وہ نالہ ہے نہ درخت۔ اب ہموار راستہ اور سڑک بن گئی ہے۔ اب یہ کرے کہ پانچ ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر رمی کرے۔ اور اگر بھیڑ کی وجہ سے یہ نہ ہو سکے تو جتنی دور سے ہو سکے مارے مگر یہ خیال رکھے کہ کوئی کنکری تین ہاتھ سے زائد دوری پر نہ گرے۔

فذکرت ذٰلک بعض تابعین کا قول ہے کہ سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء نہیں کہنا چاہئے بلکہ یہ کہنا چاہئے۔ سورۃ اللتی تذکر فیہا البقرۃ مثلاً حجاج نے اسی کو بیان کیا تو حضرت سلیمان اعمش نے حضرت ابراہیم نخعی استاذ سیدنا امام اعظم سے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرہ فرمایا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حج کے اہم مناسک سورۃ بقرہ

حَاذِیٰ بِالشَّجَرَۃِ اِعْتَرَضَهَا فَرَمٰی بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ مَعَ کُلِّ
درخت کے مقابل ہو گئے تو اس کے سامنے ہوئے اور سات کنکری ماری ہر کنکری
حَصَاۃٍ ثُمَّ قَالَ مِنْ هٰهُنَا وَالَّذِیْ لَآ اِلٰهَ غَیْرُهٗ قَامَ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ
پر تکبیر کہتے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہیں وہ کھڑے
عَلَیْهِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ عہ
ہوئے تھے جن پر سورۃ بقرہ نازل ہوئی ہے۔

حدیث ۱۰۳۱ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّهٗ کَانَ
سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (مسجد خیف سے) قریب
یَرْمِی الْجَمْرَۃَ الدُّنْیَا بِسَبْعِ حَصَیَاتٍ یُکَبِّرُ عَلٰی اِثْرِ کُلِّ حَصَاۃٍ ثُمَّ
والے جمرے پر سات کنکری مارتے اور ہر کنکری کے پیچھے تکبیر پڑھتے پھر آگے بڑھ جاتے یہاں
یَتَقَدَّمُ حَتّٰی یُسْهِلَ فَیَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَۃِ فَیَقُوْمُ طَوِیْلًا وَّیَدْعُوْ
تک کہ ہموار زمین پر پہونچ جاتے تو قبلہ رو دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے
وَیَرْفَعُ یَدَیْهِ ثُمَّ یَرْمِی الْوُسْطٰی ثُمَّ یَاْخُذُ ذَاتَ الشِّمَالِ فَیُسْهِلُ وَ
اس کے بعد وسطیٰ پر رمی کرتے پھر بائیں ہاتھ چلتے اور ہموار زمین پر پہنچتے تو قبلہ رو

میں مذکور ہیں اس لئے اس موقعہ پر سورہ بقرہ ذکر فرمایا۔

تشریحات ۱۰۳۱ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ اسے امام بخاری نے اکٹھے ہی تین طریقوں سے روایت کیا ہے اسی حدیث کے مطابق عمل ہے کہ گیارہ بارہ کو رمی کی۔ ابتداً اس جمرے سے کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ رمی کرنے کے بعد جمرہ سے کچھ آگے بڑھ جاؤ اور دعا میں ہاتھ یوں اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں قبلہ کو رہیں حضور قلب سے حمد درود دعا استغفار میں کم سے کم بیس آیتیں پڑھنے کی قدر مشغول رہو۔ ہو سکے تو پون پارہ یا سورہ بقرہ پڑھنے کی مقدار۔ اس کے بعد ہی جمرہ وسطیٰ پر کریں۔ پھر جمرہ عقبہ پر مگر جمرہ عقبہ پر رمی کے بعد فوراً واپس ہو جائیں ٹھہریں نہیں۔ اسی طرح بارہ کو جسے یوم النفر الاول اور یوم الرؤس بھی کہتے ہیں۔ رمی کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ معظمہ واپس ہو سکتا ہے اور افضل یہ ہے کہ تیرہویں کو بھی بعد زوال رمی کرکے واپس ہو۔ مگر عام طور پر لوگ بارہ ہی کو واپس ہو جاتے ہیں۔ تھوڑی جماعت کا منی میں رہنا مشکل ہے۔

جمرۃ الدنیا | دنیا دُنُوٌّ سے اسم تفضیل مونث فُعْلٰی کے وزن پر ہے۔ یعنی جو مسجد خیف سے بہ نسبت

عہ مناسک۔ باب یکبر مع کل حصاۃ ص ۲۳۵۔

يَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ ثُمَّ يَدْعُو وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ وَيَقُومُ طَوِيلًا ثُمَّ

ہو کر دعا کرتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے اور دیر تک کھڑے رہتے اس کے بعد جمرۃ العقبہ وادی

يَرْمِي جَمْرَةَ ذَاتِ الْعَقَبَةِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي وَلَا يَقِفُ عِنْدَهَا ثُمَّ

کے نشیب سے رمی کرتے اور یہاں ٹھہرتے نہیں رمی کرتے ہی پلٹ جاتے اور کہتے

يَنْصَرِفُ وَيَقُولُ هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ ایسے ہی کرتے تھے۔

حدیث ۱۰۳۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أُمِرَ النَّاسُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ مکہ معظمہ سے

أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ [عـه]

واپسی کے وقت اخیر کام بیت اللہ کا طواف ہو البتہ حیض والی پر تخفیف کی گئی ہے۔

حدیث ۱۰۳۳ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ حَدَّثَهُ

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان سے حدیث

دوسرے جمرات کے زیادہ قریب ہے، اس کو جمرہ اولی بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا جمرہ ہے، یہ مسجد خیف سے ۱۲۵۴ ذراع ہے۔ اس سے دوسرا ۸۷۵۔ اور اس سے جمرہ عقبہ ۲۰۸ ذراع [لے] ہے۔ جمرۃ کے معنی وہ جگہ جہاں کنکریاں اکھٹی ہوں۔

فیسھل:۔ اس کا مادہ سہل ہے جسکے معنی نرم برابر زمین کے ہیں فیسھل کے معنی یہ ہوئے نرم اور برابر زمین پر آئے۔

جمرۃ العقبۃ:۔ عقبہ کے معنی پہاڑ کی گھاٹی کے ہیں۔ یہاں ایک پہاڑ کی گھاٹی ہے جہاں انصار کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اس لئے اسے جمرۃ العقبہ کہتے ہیں۔ جس جگہ انصار نے بیعت کی تھی وہاں مسجد بنی ہوئی ہے۔ یہ جمرہ منی کے حدود سے باہر مکہ معظمہ کی اخیر سرحد [۵۲] پر ہے۔ اس کا نام جمرہ کبری جمرہ قصوی جمرہ اخیرہ بھی ہے۔

تشریحات ۱۰۳۲ یہ حدیث الفاظ کے کچھ تغیر اور اختصار کیساتھ کتاب الحیض میں گزر چکی ہے۔ اور آگے چند حدیث کے بعد آرہی ہے۔ اس پر مفصل گفتگو جلد ثانی ص۶-۲۵۹ پر ہو چکی ہے۔ ہمارے یہاں میقات سے باہر والے پر طواف وداع واجب ہے۔ جسپر طواف وداع واجب ہے اگر چھوڑ دیگا تو اسپر دم واجب ہے، حائضہ اور نفاس والی کو طواف وداع معاف ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما پہلے یہ فتوی دیتے تھے کہ یہ طواف حائضہ اور نفاس والی پر بھی واجب ہے وہ رکی رہیں جب پاک ہو جائیں تو طواف کرکے واپس ہوں مگر جب انھیں یہ حدیث ملی تو رجوع فرما لیا۔

تشریحات ۱۰۳۳ محصب۔ منی اور مکہ معظمہ کے درمیان جنت المعلی قبرستان کے قریب مکہ معظمہ کی طرف ایک میدان ہے جسے البطح۔ بطحاء اور خیف بھی کہتے ہیں۔ یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ حصباء کنکری کو کہتے ہیں

عه المناسك۔ باب اذا رمی الجمرتین یقوم ص ۲۳۶ عـه المناسك۔ باب طواف الوداع ص ۲۳۶ لے رد المحتار ثانی ص ۱۸۵ لغایة

۵۲ ایضا

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ وَ
بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء
اَلْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ ثُمَّ رَقَدَ رَقْدَۃً بِالْمُحَصَّبِ ثُمَّ رَکِبَ اِلَی الْبَیْتِ
محصب میں پڑھی پھر تھوڑی دیر سوئے اس کے بعد سوار ہو کر بیت اللہ
فَطَافَ بِہٖ ع۵
گئے اور اس کا طواف کیا۔

حدیث ۱۰۳۴ عَنْ عِکْرِمَۃَ اَنَّ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ
عکرمہ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنْ اِمْرَأَۃٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَھُمْ تَنْفِرُ
اس عورت کے بارے میں سوال کیا جس نے طواف زیارت کر لیا پھر اس کو حیض آگیا فرمایا وہ
قَالُوْا لَا نَاْخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ قَالَ اِذَا قَدِمْتُمُ الْمَدِیْنَۃَ
گھر واپس جا سکتی ہے اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کی بات نہیں مانیں گے اور زید کی بات

سیلاب میں کنکریاں بہ کر یہاں جمع ہو جاتی ہیں اس لئے اسے محصب کہتے ہیں۔ زوال کے بعد رمی کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منی سے نہضت فرمائی اور ظہر سے لیکر عشاء تک کی نمازیں محصب میں آکر پڑھیں۔ پھر تھوڑی دیر سوئے اور طواف وداع فرمایا۔ اور یہی سنت ہے۔ مگر اب محصب میں سڑکیں بن گئی ہیں تھوڑا سا میدان باقی ہے، موٹروں کی وجہ سے لوگ سیدھے مکہ معظمہ چلے آتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی دشوار بات نہیں۔ محصب میں موٹر رکوا کر اتر لیں۔ اور پھر عشاء بعد ایک ہلکی نیند لے کر پیدل مکہ معظمہ آئیں تو بیشمار برکات حاصل ہونگی۔

عام حجاج کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب لاکھ کے برابر ہے اسے کیوں چھوڑیں ان غریبوں کو یہ نہیں معلوم کہ سنت نبوی کی پیروی میں جو اجر و برکت ہے وہ چھوڑنے میں نہیں۔ آخر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نمازیں مسجد حرام میں کیوں نہیں پڑھیں۔

تشریحات ۱۰۳۴ حضرت زید بن ثابت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہلے یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ اور نفاس والی پر بھی طواف وداع واجب ہے۔ اسے چھوڑنا جائز نہیں۔ اسے مکہ معظمہ میں ٹھہرنا واجب ہے۔ وہ پاکی کے بعد طواف وداع کر کے واپس ہوگی۔ مگر جب ان لوگوں کو حضرت صفیہ والی حدیث پہنچی تو رجوع فرما لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اخیر وقت تک یہی مذہب رہا کہ حائضہ طواف وداع

ع۵ المناسک۔ طواف الوداع ص ۲۳۶۔ باب من صلی العصر بالابطح ص ۲۳۷

نفسلوا فقدموا المدینۃ فسئلوا فکان فی من سألوا ام سلیم رضی

نہیں چھوڑیں گے حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مدینہ جانا تو پوچھنا یہ لوگ عہ

اللہ تعالی عنہا فذکرت حدیث صفیۃ رضی اللہ تعالی عنہا

مدینہ آئے تو جنلوگوں سے پوچھا تھا انہیں حضرت ام سلیم بھی تھیں انھوں نے ام المومنین حضرت صفیہ کی حدیث ذکر کی

حدیث ۱۰۳۵ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت انما کان منزلا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا ابطح کو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

ینزلہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لیکون اسمح لخروجہ

نے اس لئے منزل بنایا تھا کہ واپسی میں

تعنی الابطح عہ

آسانی ہو۔

حدیث ۱۰۳۶ عن ابن عباس قال لیس التحصیب بشئ انما

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا محصب میں اترنا سہ

ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

کچھ نہیں یہ ایک منزل ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اترتے تھے۔

کئے بغیر واپس نہ ہوگی۔ ان کی دلیل وہی حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا امر الناس ان یکون آخر عھدھم بالبیت۔ غالبا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت صفیہ والی حدیث نہیں پہنچی۔

حدیث صفیہ اس سے مراد وہ حدیث ہے جسمیں مذکور ہے کہ یوم نفر ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کو حیض آگیا۔ مگر چونکہ وہ طواف افاضہ کر چکی تھیں اس لئے انھیں طواف وداع کئے بغیر واپسی کی اجازت مل گئی۔

تشریحات ۱۰۳۵، ۳۶ اس پر تو اتفاق ہے کہ محصب میں اترنا مناسک حج سے نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب بھی ہے یا نہیں صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے۔ اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ یہ مناسک میں داخل نہیں۔

عہ المناسک۔ باب اذا حاضت المرأۃ بعد ما افاضت ص ۲۳۷۔ عہ المناسک۔ باب المحصب مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ الحج۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۹۰

سہ المناسک۔ باب المحصب ص ۲۳۶۔ مسلم، ترمذی۔ نسائی۔ الحج۔

۱۰۳۷ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یَبِیْتُ

حدیث نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ذو طوی میں

بِذِیْ طُوًی بَیْنَ الثَّنِیَّتَیْنِ ثُمَّ یَدْخُلُ مِنَ الثَّنِیَّۃِ الَّتِیْ بِاَعْلٰی

دونوں گھاٹیوں کے درمیان رات بسر کرتے پھر کے میں اس گھاٹی سے داخل ہوتے

مَکَّۃَ وَکَانَ اِذَا قَدِمَ مَکَّۃَ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا لَمْ یُنِخْ نَاقَتَہٗ اِلَّا عِنْدَ

جو کہ کے بالائی حصے میں ہے اور جب مکہ حج و عمرہ کے لئے آتے تو اپنی اونٹنی مسجد کے

بَابِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیَاْتِی الرُّکْنَ الْاَسْوَدَ فَیَبْدَاُ بِہٖ ثُمَّ یَطُوْفُ

دروازے ہی پر بٹھاتے اس کے بعد مسجد کے اندر آتے اور رکن اسود کے پاس آتے

سَبْعًا ثَلٰثًا سَعْیًا وَاَرْبَعًا مَشْیًا ثُمَّ یَنْصَرِفُ فَیُصَلِّیْ سَجْدَتَیْنِ

پھر سات طواف کرتے تین سعی کے ساتھ اور چار معتاد رفتار سے پھر لوٹتے اور دو رکعت

ثُمَّ یَنْطَلِقُ قَبْلَ اَنْ یَّرْجِعَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَیَطُوْفُ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃِ

نماز پڑھتے پھر اپنے ڈیرہ پر واپس ہونے سے پہلے صفا و مروہ کے درمیان طواف کرتے

وَکَانَ اِذَا صَدَرَ عَنِ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَۃِ اَنَاخَ بِالْبَطْحَاءِ الَّتِیْ بِذِی

اور جب حج یا عمرے سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کے اس میدان میں اونٹنی بیٹھاتے

الْحُلَیْفَۃِ الَّتِیْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُنِیْخُ بِہَا

جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھایا کرتے تھے۔

۱۰۳۸ سُئِلَ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنِ الْمُحَصَّبِ فَحَدَّثَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ

حدیث عبید اللہ سے محصب کے بارے میں پوچھا گیا تو عبید اللہ نے ہم سے

نَافِعٍ قَالَ نَزَلَ بِہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعُمَرُ

حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عمر

۱۰۳۷

تشریحات :- اس حدیث کے اجزا متفرق طور پر گزر چکے ہیں اور سب کی تشریح ہو چکی ہے۔

۱۰۳۸

تشریحات امام ترمذی[۱] نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں روایت کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ابطح میں منزل کرتے تھے۔ حضرت ابو رافع مولیٰ رسول اللہ

ع۵ المناسک۔ باب النزول بذی طوی ص ۲۳۷ ۱ اول حج باب نزول الابطح ص ۱۱۲

اِبْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ وَعَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ

اور ابن عمر یہاں منزل کرتے تھے۔ اور نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر مُحَصَّب میں

کَانَ یُصَلِّی بِھَا یَعْنِی الْمُحَصَّبَ الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ اَحْسِبُہٗ قَالَ

ظہر اور عصر پڑھتے تھے اور میں گمان کرتا ہوں کہ مغرب بھی۔ خالد نے کہا

وَالْمَغْرِبَ قَالَ خَالِدٌ لَا اَشُکُّ فِی الْعِشَاءِ وَیَھْجَعُ ھَجْعَۃً وَیَذْکُرُ

عشاء میں مجھے کوئی شک نہیں اور ایک نیند لیتے اور بیان کرتے

ذٰلِکَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عہ

کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

حدیث ١٠٣٩ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہٗ کَانَ

نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ

اِذَا اَقْبَلَ بَاتَ بِذِی طُوًی حَتّٰی اِذَا اَصْبَحَ دَخَلَ وَاِذَا نَفَرَ مَرَّ

جب وہ مکہ معظمہ آتے تو ذوطوی میں رات بسر کرتے جب صبح ہوتی تو داخل ہوتے اور

بِذِی طُوًی وَّبَاتَ بِھَا حَتّٰی یُصْبِحَ وَکَانَ یَذْکُرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

جب واپس ہوتے تو ذوطوی میں سے گزرتے اور وہاں رات بھر رہتے اور ذکر کرتے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِکَ عہ

تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے۔

حدیث ١٠٤٠ قَالَ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منی سے چلتے وقت یہ حکم نہیں دیا تھا کہ ابطح میں منزل کروں گا۔ میں آیا اور میں نے وہاں خیمہ تان دیا۔ حضور تشریف لائے اور اسمیں جلوہ فرما ہوئے۔

تشریحات ١٠٣٩ ذوطوی مکہ معظمہ کے زیریں حصے میں مکہ معظمہ اور تنعیم کے مابین ایک جگہ کا نام ہے۔

اس حدیث کا جز پہلے گزر چکا۔

تشریحات ١٠٤٠ کتاب البیوع اور التفسیر میں مجنہ کا اضافہ ہے اور کرھُوا کی جگہ تاثموا ہے۔ البیوع میں ذلک کی جگہ من التجارۃ بنھا ہے۔ یعنی ان بازاروں میں تجارت کو گناہ جانا۔ اور التفسیر میں

عہ المناسک۔ باب النزول بذی طوی ص ٢٣٧۔ عہ المناسک۔ باب من نزل بذی طوی اذا رجع من مکۃ ص ٢٣٨ ھ عمدۃ القاری جلد عاشر ص ١٠١

عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْمَجَازِ وَعُكَاظُ مَتْجَرُ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا جَاءَ الْإِ
ذوالمجاز اور عکاظ لوگوں کی تجارت گاہیں تھیں جب اسلام آیا تو لوگوں نے اسے برا
سْلَامُ كَأَنَّهُمْ كَرِهُوا ذٰلِكَ حَتّٰى نَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا
جانا یہاں تک کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ (ایام حج میں)
فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ عہ
اللہ کا فضل تلاش کرو۔

فی المواسم ۔ ہے یعنی ایام حج میں تجارت کو برا جانا۔ بیوع میں اخیر کا حصہ یہ ہے۔ قرأ ابن عباس کذا۔ یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرأت ۔ فی مواسم الحج کی زیادتی کیساتھ ہے۔ ابن عیینہ کی روایت میں اسواقا فی الجاھلیۃ ہے۔ ایام جاہلیت میں اہل عرب شہر حرام میں چار میلے یا بازار لگاتے تھے۔ عکاظ، ذوالمجاز، مجنہ، حباشہ۔

عکاظ :۔ ایک ہموار سطح میدان تھا جسمیں نہ کوئی پہاڑ تھا اور نہ کوئی نشان ٹیلہ وغیرہ۔ اسمیں بڑی بڑی چکیوں کے پاٹ کیطرح انصاب تھے۔ جو اونٹ کے خون سے لت پت رہتے تھے۔ اسکے جائے وقوع میں تین قول ہیں۔ محمد بن حبیب نے کہا کہ نجد کے بالائی حصے میں عرفات کے قریب تھا، دوسروں نے کہا کہ یہ صنعا کے راستے میں قرن المنازل سے ایک منزل اور طائف سے ایک برید کے فاصلے پر طائف کے ملحقات میں تھا۔ ابوعبید نے کہا کہ یہ نخلہ اور طائف کے درمیان تھا۔ اسکے قریب ایک گاؤں عُتق نامی تھا۔ یہ بازار عام فیل کے پندرہ سال بعد لگنا شروع ہوا۔ اور ۱۲۹ھ میں جب مختار بن عوف کی سرکردگی میں خارجیوں کی سورش شروع ہوئی تو بند ہوگیا۔ یہ بازار ذوقعدہ کی پہلی تاریخ سے بیس تک رہتا عکاظ میں اہل عرب اکٹھے ہوکر مفاخرت کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اس بازار میں شریک ہوئے ہیں اور یہیں قیس بن ساعدہ کا کلام سُنا۔

ذوالمجاز :۔ عرفات سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر موقف کی داہنی طرف لگتا تھا۔ عکاظ کے بعد ۲۱ ذوقعدہ سے اخیر ماہ تک لگتا تھا۔

مجنّۃ :۔ مکہ معظمہ سے ایک برید کے فاصلے پر مر الظہران کے اطراف میں لگتا تھا۔ یہ شامہ و طفیل دو پہاڑوں کے درمیان ہے بہت پر فضا باغوں سے بھری ہوئی جگہ ہے۔ یہ پہلی ذوالحجہ سے آٹھ تک لگتا اس کے بعد لوگ حج کیلئے چلے جاتے۔

حُبَاشَہ :۔ مکہ معظمہ سے چھ منزل کے فاصلے پر یمن کیطرف رجب کے مہینے میں آٹھ دن لگتا تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس بازار میں تشریف لے گئے اور کپڑا خریدا۔ یہ تہامہ کے بازاروں میں سب سے بڑا بازار تھا۔

کرھوا ذلك :۔ گزر چکا کہ دوسری روایتوں میں تاثموا ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ کراہت اس حد تک تھی کہ اسے لوگوں نے گناہ گمان کیا، اسکا سبب یہ تھا کہ لوگوں نے یہ سمجھا کہ ایام حج صرف عبادت کیلئے ہے، ان ایام میں عرفات اور مکہ معظمہ کے قریب سوائے عبادت کے تجارت وغیرہ نہیں کرنی چاہئے۔ یہ رہبانیت تھی اسلئے ارشاد فرمایا گیا کہ مال اور ضروریات زندگی اللہ کا فضل ہے۔ ان ایام میں اور ان مقامات میں بھی اللہ کا فضل حاصل کرنے کی کوئی ممانعت نہیں۔

عہ المناسك۔ باب التجارۃ ایام الموسم صہ ۲۰۳۔ البیوع۔ باب الاسواق التی کانت فی الجاھلیۃ ص ۲۸۲۔ ثانی۔ التفسیر سورۃ البقرۃ۔ باب قولہ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم ص ۶۴۸

۱۰۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ وُجُوبِ الْعُمْرَةِ وَفَضْلِهَا

عمرے کا واجب ہونا اور اسکی فضیلت

۳۱۵	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَيْسَ اَحَدٌ اِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَّعُمْرَةٌ
ت	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہر شخص پر ایک حج اور ایک عمرہ ہے
۳۱۶	وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّهَا لَقَرِيْنَتُهَا فِيْ كِتَابِ
ت	اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ عمرہ کتاب اللہ میں

عُمْرَہ : واجب ہے یا سنت مؤکدہ، دونوں قول ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ عمرے کی نیت سے احرام اسکے لئے شرط ہے۔ بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی اسکے رکن ہیں۔ اور احرام کھولنے کے لئے حلق یا تقصیر فرض ہے عمرہ کرنیوالے کے ساتھ اگر قربانی کے جانور نہیں تو سعی کے بعد سر منڈاکر یا بال کترواکر احرام کھولدے۔ اور اگر اسکے ساتھ قربانی کے جانور بھی ہیں تو احرام نہ کھولے۔ دسویں ذوالحجہ کو قربانی کرکے احرام کھولے۔ یوم عرفہ، یوم نحر، ایام تشریق کے علاوہ پورے سال میں عمرہ ہو سکتا ہے۔ رمضان میں افضل ہے۔ حدیث میں ہے۔ عمرة فی رمضان تعدل حجة رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے حجة معی یعنی میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ ملا علی قاری اپنے رسالہ "الادب فی رجب" میں لکھا ہے کہ۔ رجب میں عمرہ سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تجدید کعبہ سے ستائیس رجب کو فارغ ہوئے تو شکرانے میں اونٹ ذبح کئے اور اہل مکہ کو حکم دیا کہ عمرہ کریں اسی وقت سے رجب میں عمرہ کرنے کی رسم چلی آرہی ہے۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے کئے ہیں۔

تشریحات ۳۱۵، ۱۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ دارقطنی اور حاکم نے بھی اخیر میں اس زیادت کے ساتھ۔ من استطاع الی ذٰلک سبیلا فمن زاد علی ذٰلک فھو تطوع وخیر۔ جو ان کے راستے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور جو ایک سے زیادہ کرلے وہ اس کے لئے نفل اور بہتر ہے۔ امام بخاری نے جب عمرے کی فرضیت اور وجوب کے لئے کوئی روایت نہیں پائی یا اپنی شرط کے مطابق نہیں پائی تو وجوب کی دلیل میں ان دو تعلیقوں کو پیش کیا۔ ظاہر ہے کہ یہ ان حضرات

لہ نسائی ص ۱۵۱ -

اللّٰہِ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔

حج کے ساتھ مذکور ہے فرمایا حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو۔

حدیث ۱۰۴۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَجُّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ

کا اجتہاد اور اپنا اپنا فتویٰ ہے۔

ہمارے یہاں سنت ہے۔ ہماری دلیل ترمذی[1] کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمرے کے بارے میں سوال کیا گیا، کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا نہیں۔ تم لوگ عمرہ کرو افضل ہے امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا۔ منذری نے اس پر یہ جرح کی کہ اسمیں حجاج بن ارطاۃ ہے۔ جو قابل احتجاج نہیں علامہ عینی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے جس سے اس کا ضعف منجبر ہو گیا اور یہ حدیث لائق احتجاج ہو گئی۔

نیز حضرت[2] طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابو ہریرہ[3] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بالفاظ مختلفہ مروی ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج جہاد ہے اور عمرہ نفل۔

حضرت ابن عباس کے استدلال کا ہمارے علما نے یہ جواب دیا۔ کہ ارشاد یہ ہے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ۔ اللہ کیلئے حج اور عمرہ پورا کرو۔ اتمام پورا کرنا یہ بتا رہا ہے کہ شروع کر چکا ہے۔ اسلئے اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ شروع کرنے کے بعد حج اور عمرے کو ضرور پورا کرو۔ یہ ہمارے مذہب کے کب منافی ہے۔ جس طرح حج نفل کے احرام باندھ لینے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح عمرہ اگرچہ سنت ہے مگر جب کوئی اس کا احرام باندھ لے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ابتدا ہی سے واجب ہے۔

تشریحات ۱۰۴۱ کفارۃ لما بینھما بار بار گزر چکا کہ اس قسم کے ارشادات سے مراد گناہ صغیرہ ہیں۔

حج مبرور حج مبرور کی متعدد تفسیریں منقول ہیں۔ اول۔ وہ حج ہے جسمیں احرام باندھنے کے بعد سے اتمام تک کوئی گناہ نہ ہوا ہو۔ دوم۔ وہ حج ہے جسمیں نہ ریا ہو نہ سمعہ نہ رفث ہو نہ فسوق نہ جدال۔ سوم وہ حج ہے جس کے بعد حاجی گناہوں سے آلودہ نہ ہو۔ چہارم مسند امام احمد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا حج مبرور کیا ہے تو فرمایا۔ زیادہ سے زیادہ سلام کرنا۔ کھانا کھلانا۔ اچھی بات کرنی۔

---

[1] اول۔ الحج۔ باب العمرۃ واجبۃ ھی ام لا ص ۱۱۲ - [2] ابن ماجہ۔ المناسک۔ باب العمرۃ ص ۲۲۱

[3] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۰۸

الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ ؏

اور حج مبرور کی جزا جنت ہی ہے۔

بَابُ مَنِ اعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

جس نے حج سے پہلے عمرہ کیا

حدیث ۱۰۴۲ اَنَّ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ

عکرمہ بن خالد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حج کرنے سے پہلے عمرے کے بارے

الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ قَالَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

میں دریافت کیا تو فرمایا کوئی حرج نہیں عکرمہ نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

تَعَالٰى عَنْهُمَا اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ ؏

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا۔

بَابُ كَمِ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ص ۲۳۸ ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے۔

حدیث ۱۰۴۳ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ فَاِذَا

امام مجاہد نے کہا میں اور عروہ بن زبیر مسجد (نبوی) میں داخل ہوئے تو دیکھا

نرم لہجہ میں کلام کرنا، تخجم۔ وہ حج جو مقبول ہو۔ اس خادم کے نزدیک پانچواں قول راجح ہے۔ اسلئے کہ۔ مبرور۔ بِرّ کا اسم مفعول ہے۔ کہا جاتا ہے۔ بَرَّہٗ۔ جب کسی کے ساتھ بھلائی کی جائے۔ اسی سے بَرَّ ابوالدیہ ہے۔ اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ بَرَّ اللّٰهُ عَمَلَهٗ تو مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ نے اس کے عمل کو قبول کرلیا۔ حج کا قبول فرمالینا بندے کے ساتھ اللہ عزوجل کا احسان ہے۔ بقیہ اقوال کا حاصل یہ ہے کہ ان میں کچھ حج کے مبرور ہونے کے اسباب ہیں اور کچھ علامتیں۔

تشریحات ۱۰۴۲ عمرہ سنت ہے اور حج فرض۔ اور دونوں کی ادائیگی کی جگہ مکہ معظمہ۔ فرض کی ادائیگی اہم، تو اب بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسے مکہ معظمہ جانے کی استطاعت ہے وہ پہلے حج ادا کرے۔ حج ادا کئے بغیر عمرہ نہ کرے۔ اسی نکتے کو سامنے رکھکر حضرت عکرمہ نے سوال کیا تھا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج ادا کرنے سے پہلے عمرہ کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کبھی بعض موانع کیوجہ سے ایام حج میں سفر نہیں ہو پاتا اور دوسرے ایام میں ہو جاتا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ جسے توفیق ہو وہ حج سے پہلے عمرہ کرلے۔

تشریحات ۱۰۴۳ ان احادیث سے اور حدیث و سیر کی دوسری کتابوں پر نظر کرنے سے یہی ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے۔ ایک حدیبیہ کے سال۔ دوسرا سال آئندہ عمرۃ القضاء

؏ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ کلھم فی الحج۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۴۶۔
؏ ابوداود۔ مناسک۔

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ

کہ عبد اللہ بن عمر حجرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب بیٹھے تھے۔ اور کچھ لوگ مسجد میں

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَإِذَا أُنَاسٌ يُصَلُّوْنَ فِي الْمَسْجِدِ صَلٰوةَ الضُّحٰى

نماز چاشت پڑھ رہے تھے امام مجاہد نے کہا ہم نے عبد اللہ بن عمر سے ان

قَالَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كَمِ اعْتَمَرَ

لوگوں کی نماز کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بدعت ہے۔ پھر ان سے پوچھا نبی صلی اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ إِحْدٰهُنَّ فِي رَجَبٍ

تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے ہیں تو فرمایا چار۔ ان میں سے ایک رجب میں

فَكَرِهْنَا أَنْ نَرُدَّ عَلَيْهِ قَالَ وَسَمِعْنَا اسْتِنَانَ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ

ہم نے یہ پسند نہیں کیا کہ ان کی بات رد کر دیں۔ اور ہم نے حجرے میں حضرت عائشہ کے مسواک

فِي الْحُجْرَةِ فَقَالَ عُرْوَةُ يَا أُمَّاهْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَلَا تَسْمَعِيْنَ مَا يَقُوْلُ

کرنے کو سنا تو عروہ نے عرض کیا اے ماں، اے ام المومنین! آپ سنتی نہیں ابو عبد الرحمٰن

أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ مَا يَقُوْلُ قَالَ يَقُوْلُ إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کیا کہتے ہیں دریافت فرمایا کیا کہتے ہیں عرض کیا کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمُرَاتٍ إِحْدٰهُنَّ فِي رَجَبٍ قَالَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے ہیں۔ ان میں سے ایک رجب میں کیا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا

يَرْحَمُ اللّٰهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ مَا اعْتَمَرَ عُمْرَةً إِلَّا وَهُوَ شَاهِدُهٗ

ابو عبد الرحمٰن پر اللہ رحم کرے حضور نے جو بھی عمرہ کیا ہے اس میں وہ حاضر تھے

وَمَا اعْتَمَرَ فِي رَجَبٍ قَطُّ ؏

اور حضور نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا۔

تیسرا حنین کے غنائم تقسیم کرتے وقت جعرانہ سے۔ چوتھا حج کے ساتھ، اور ایک حج کیا ہے۔ ان چار عمروں میں سے تین حج سے پہلے اور ایک حج کے ساتھ۔ اور صحیح یہ ہے کہ حج کے پہلے والے تینوں عمرے ذوقعدہ میں کئے ہیں۔ رجب اور شوال میں کوئی عمرہ نہیں کیا ہے۔ رجب میں عمرے کرنے کا قول حضرت ابن عمر رضی اللہ

؏ ایضا ثانی۔ المغازی۔ باب عمرۃ القضاص ص ۶۱۰۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداود۔ صلوۃ۔ موطا امام مالک۔ حج۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۱۵۵۔

حدیث ۱۰۴۴ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَا اعْتَمَرَ

عروہ بن زبیر نے کہا میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا تو فرمایا

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَجَبٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا ہے۔

حدیث ۱۰۴۵ عَنْ قَتَادَۃَ سَأَلْتُ اَنَسًا کَمِ اعْتَمَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعًا عُمْرَۃُ الْحُدَیْبِیَۃِ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ حَیْثُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے تو فرمایا چار ایک عمرۃ الحدیبیہ ذو قعدہ

صَدَّہُ الْمُشْرِکُوْنَ وَعُمْرَۃٌ فِی الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ حَیْثُ

میں جب مشرکین نے روکا تھا اور ایک عمرہ سال آئندہ ذو قعدہ میں جبکہ مشرکین سے صلح

صَالَحَہُمْ وَعُمْرَۃُ الْجِعْرَانَۃِ اِذْ قَسَمَ غَنِیْمَۃً اُرَاہُ حُنَیْنٍ قُلْتُ کَمْ

ہوئی تھی اور عمرہ جعرانہ جب حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی میں نے کہا اور حج

حَجَّ قَالَ وَاحِدَۃً ؏۵

کتنے کئے تو فرمایا ایک۔

حدیث ۱۰۴۶ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُوْقًا وَّعَطَاءً وَّمُجَاهِدًا فَقَالُوْا

ابو اسحٰق نے کہا میں نے مسروق اور عطاء اور مجاہد سے پوچھا تو ان تینوں نے بتایا

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَّحُجَّ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج کرنے سے پہلے عمرہ کیا ہے۔

تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ مگر یہ ان کا نسیان ہے۔ مسلم میں ہے کہ جب حضرت ام المومنین نے ابن عمر کی تردید کی تو وہ چپ رہے اور نہ ہاں کہا نہ نہیں۔ اسی طرح جس نے شوال کا قول کیا ہے اسے بھی شبہ ہو گیا۔ جعرانہ کا عمرہ اوائل ذو قعدہ میں کیا تھا۔ اسی کو بعض حضرات نے شوال میں کہد یا۔ حدیبیہ کے موقع پر اگرچہ عمرہ نہیں کر سکے تھے حدیبیہ ہی سے واپس آگئے تھے۔ مگر عمرہ کی نیت سے نکلے تھے۔ اس لئے اسے بھی ایک شمار کر لیا۔

؏۵ ایضاص ۲۳۹۔ ثانی۔ المغازی۔ باب غزوۃ الحدیبیہ ص ۵۹۷ مسلم الحج۔ ابوداود مناسک ترمذی الحج
۵؎ اول۔ الحج۔ باب بیان عدد عمر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۴۰۹

قَالَ وَسَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

اس نے کہا اور میں نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

ذِي الْقَعْدَةِ قَبْلَ اَنْ يَّحُجَّ مَرَّتَيْنِ

علیہ وسلم نے حج سے پہلے دو بار ذوقعدہ میں عمرہ کیا۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِيْ رَمَضَانَ ص ۲۳۹

رمضان میں عمرہ

حدیث ۱۰۴۷ عَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يُخْبِرُنَا

عطا سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا وہ ہمیں خبر

بدعۃ لوگ مسجد میں اجتماع کے ساتھ نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ اس طرح نماز چاشت پڑھنے کو انھوں نے بدعت کہا، ورنہ گزر چکا کہ نماز چاشت فتح مکہ کے موقعہ پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی اور صحابہ کو پڑھنے کا حکم بھی دیا۔

وھو شاھدہ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب بھی عمرہ کیا۔ ابن عمر اسوقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر وہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ رجب میں عمرہ فرمایا۔

حیث صالحھم یعنی صلح حدیبیہ کے مطابق سال آئندہ عمرہ کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ اسوقت صلح فرمائی تھی۔

اربعا مغازی میں یہ زائد ہے۔ سوائے اس عمرہ کے جو حج کے ساتھ کیا تھا۔ سب کے سب ذوقعدہ میں کئے۔ اخیر میں یہ ہے۔ اور ایک اپنے حج کے ساتھ۔

مرتین حضرت براء نے جو فرمایا کہ دو عمرے کئے ان سے یا تو حدیبیہ والا عمرۃ القضا مراد ہے۔ اسلئے کہ جعرانہ والا رات میں چپکے سے کیا تھا۔ جس کا علم سب کو نہیں تھا۔ یا یہ کہ ان کی مراد عمرۃ القضا اور جعرانہ والا ہے اسلئے کہ حدیبیہ والے سال میں عمرہ نہیں کر پائے تھے۔ حدیبیہ ہی سے قربانی کر کے احرام کھول کر چلے آئے تھے، اور حج والا عمرہ حج کیساتھ تھا اسلئے اسے علٰحدہ شمار نہیں کیا۔ حضرت براء کی مراد یہ ہے کہ صرف عمرہ دو کئے۔

تشریحات ۱۰۴۷ باب حج النساء میں ہے کہ یہ خاتون ام سنان تھیں۔ اور اخیر میں کچھ زیادتی کے ساتھ یہ ہے: رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔ صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ ابوطلحہ اور انکے بیٹے نے حج کر لیا، اور مجھے چھوڑ دیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ام سلیم رمضان میں عمرہ حج کے برابر ہے۔

يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِامْرَأَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ

دیتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کی ایک خاتون سے فرمایا ابن عباس

سَمَّاهَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَنَسِيتُ اسْمَهَا مَا مَنَعَكِ

نے ان کا نام لیا تھا میں بھول گیا کیا وجہ ہے کہ تونے ہمارے ساتھ حج نہیں کیا۔ انھوں نے عرض

أَنْ تَحُجِّيْ مَعَنَا قَالَتْ كَانَ لَنَا نَاضِحٌ فَرَكِبَهُ أَبُوْ فُلَانٍ وَّابْنُهُ لِزَوْجِهَا

کیا ہمارے پاس ایک پانی بھرنے والا اونٹ تھا اسپر ابو فلاں اور اس کا لڑکا سوار ہوکر

وَابْنِهَا وَتَرَكَ نَاضِحًا نَّنْضَحُ عَلَيْهِ قَالَ فَإِذَا كَانَ رَمَضَانُ اعْتَمِرِيْ فِيْهِ

حج کے لئے گئے (اپنے شوہر اور اپنے لڑکے کیلئے کہا) اور ایک آب کش اونٹ چھوڑ دیا جسپر ہم پانی لاتے یہ سنکر ارشاد

فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ أَوْ نَحْوًا مِّمَّا قَالَ عه

فرمایا جب رمضان آئے تو عمرہ کرلینا کیونکہ رمضان میں عمرہ حج ہے۔ یا اسکے ہم معنی اور کوئی لفظ فرمایا۔

۱۰۴۸ **حدیث** أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ أَبِيْ بَكْرٍ رَّضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ

حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يُّرْدِفَ عَائِشَةَ وَيُعْمِرَهَا

تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ عائشہ کو اپنے ساتھ

مِنَ التَّنْعِيْمِ عه

سوار کریں اور تنعیم سے عمرہ کرادیں۔

لے حجۃ یہ ارشاد رمضان میں عمرہ کرنے کی ترغیب کے لئے ہے۔ جیسے سورۂ اخلاص کے بارے میں فرمایا کہ وہ تہائی قرآن کے برابر ہے، اور یہی ظاہر ہے۔

تشریحات ۱۰۴۸ اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ جو مکے کا باشندہ ہو یا مکے میں مقیم ہو اور عمرہ کرنا چاہے تو اسے واجب ہے کہ حرم سے باہر جاکر احرام باندھے تاکہ ایک گونہ سفر پایا جائے۔ دوسرا یہ کہ اس کے لئے سب سے موزوں جگہ تنعیم ہے، بلکہ بہت سے حضرات نے فرمایا کہ اس صورت میں تنعیم سب سے افضل ہے۔ لیکن علامہ عینی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حل یکساں ہے۔ اولاً یہ قطعی نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ

عه ایضا۔ باب حج النساء ص ۲۵۰ ۔ مسلم الحج۔ نسائی الحج، الصوم،

عه ایضا۔ الجهاد۔ باب ارداف المرأۃ خلف اخیها ص ۴۱۹ ۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی الحج، نسائی الحج۔ ابن ماجه۔ مناسک۔

بَابُ اَجْرِ الْعُمْرَۃِ عَلٰی قَدْرِ النَّصَبِ ص۲۴۰

مشقت کی مقدار عمرے کا اجر ہے

حدیث ۱۰۴۹ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَا قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَصْدُرُ النَّاسُ بِنُسُكَيْنِ وَاَصْدُرُ بِنُسُكٍ فَقِيْلَ لَهَا اِنْتَظِرِىْ فَاِذَا طَهُرْتِ فَاخْرُجِىْ اِلَى التَّنْعِيْمِ فَاَهِلِّىْ ثُمَّ ائْتِيْنَا بِمَكَانِ كَذَا وَلٰكِنَّهَا عَلٰى قَدْرِ

قاسم بن محمد اور اسود نے کہا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ سب لوگ دو عبادت کرکے جا رہے ہیں اور میں صرف ایک عبادت کرکے لوٹوں گی تو ان سے فرمایا گیا انتظار کرو جب پاک ہو جاؤ تو تنعیم جاؤ اور وہاں سے عمرے کا احرام باندھو پھر فلاں جگہ آنا لیکن اس کا

تعالیٰ علیہ وسلم نے تنعیم سے عمرہ کرنیکا حکم دیا تھا۔ کیونکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن سے یہ فرمایا تھا کہ اپنی بہن کو سوار کراؤ اور حرم سے باہر لے جاؤ۔ فرماتی ہیں کہ حضور نے نہ جعرانہ کا نام لیا تھا نہ تنعیم کا۔ مگر چونکہ حل کی سب سے قریب جگہ تنعیم تھی۔ اس لئے میں نے تنعیم سے احرام باندھا۔ یہی ہماری دلیل ہے۔ کہ مکی کے عمرے کے لئے احرام کی جگہ پورا حل ہے۔ تنعیم یا جعرانہ کی تخصیص نہیں۔ مگر تنعیم سے عمرہ کرنا افضل ہے کیونکہ حضرت ام المومنین نے یہاں سے عمرہ کیا تھا۔

تشریحات ۱۰۴۹ فقیل لها۔ دوسری روایتوں میں ہے۔ فقال لها النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انتظری۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت ام المومنین نے یہ عرض طہارت سے پہلے کی تھی۔ گزر چکا کہ وہ یوم نحر کو پاک ہو گئی تھیں۔ تو لازم کہ یوم نحر سے پہلے یا یوم نحر ہی کو پاک ہونے سے قبل عرض کیا تھا۔

علی قدر یہ شک راوی نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور تنویع کے لئے بسبیل مانعۃ الخلو ہے۔ نفقتك یعنی عبادت میں بطریق مشروع جتنا زیادہ صرف ہوگا اور جتنی زیادہ مشقت ہوگی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ اس کی دلیل دار قطنی اور حاکم کی روایت ہے کہ فرمایا۔ ان لك من الاجر علی قدر نصبك ونفقتك ۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں کبھی کبھی وقت اور جگہ کی خصوصیت کی بنا پر کم خرچ اور کم محنت پر ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جیسے شب قدر میں عبادت اور مسجد حرام اور مسجد نبوی میں نماز

نَفَقَتِكِ أَوْ نَصَبِكِ ؎۵
ثواب خرچ اور مشقت کی مقدار ہے ۔

کبھی عبادت کی نوعیت کی بنا پر ثواب زیادہ ہوتا ہے ۔ جیسے فرض اور واجب کی ادائیگی میں کہ بہ نسبت نفل کے زیادہ ثواب ہے ۔ مثلاً ایک روپئے زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے بہ نسبت صدقۂ نافلہ کے ۔ اب ارشاد کا حاصل یہ نکلا کہ اگر کسی عبادت میں وقت ، جگہ اور نوعیت کی خصوصیت نہ ہو تو خرچ اور محنت کی کثرت سے ثواب کی کثرت ہوگی ۔

بَابُ مَتٰى يَحِلُّ الْمُعْتَمِرُ

عمرہ کرنیوالا کب احرام سے باہر ہوگا

ص ۲۴۱

توضیح باب : سلف میں اختلاف تھا کہ معتمر (عمرہ کرنیوالا) کب احرام سے فارغ ہوگا ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہ تھا ۔ طواف کے بعد احرام سے باہر ہو جاتا ہے ۔ بعض حضرات کا مذہب یہ تھا کہ حرم میں داخل ہوتے ہی احرام سے باہر ہو جاتا ہے ۔ اور اب اس پر اجماع ہے کہ جبتک سعی نہ کرلے احرام سے باہر نہ ہوگا ۔ اس لئے امام بخاری نے ضرورت محسوس کی کہ اس عنوان کا باب باندھیں ۔ حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں کیا ۔ بلکہ جو احادیث لائے ہیں ان میں سے کچھ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طواف وسعی کئے بغیر احرام سے باہر نہ ہوگا ۔ اور کچھ سے یہ کہ صرف طواف کرنے سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے ۔ اس باب کے تحت چار احادیث لائے ہیں ، اور ایک تعلیق ۔ جو حضرت جابر کی طویل حدیث کا جز ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اسے (حج) کو عمرہ کردیں ۔ اور طواف کریں پھر سر ترشوالیں اور احرام کھول دیں ۔ یہ تعلیق بظاہر اس پر دلالت کرتی ہے کہ صرف طواف کر لینے کے بعد احرام کھول دیں ۔ مگر احادیث میں بکثرت طواف سے مراد بیت اللہ کے طواف کے ساتھ صفا مروہ کی سعی بھی ہے ۔ اور یہی معنی یہاں متعین ہے ۔ تاکہ احادیث میں تطابق ہو جائے ۔ بلکہ خود حضرت جابر کا فتویٰ ہے کہ وہ عورت کے قریب نہ جائے ۔ جبتک کہ وہ صفا و مروہ کی سعی نہ کرلے جو اسی باب میں بھی حضرت ابن عمر کی حدیث کے بعد مذکور ہے ۔ پھر حضرت عبد اللہ بن ابو اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جسمیں عمرۃ القضاء کا تذکرہ ہے ۔ جو پہلے گزر چکی ہے ۔ اسمیں یہ ہے کہ ہم نے اور حضور نے بیت اللہ کا طواف کیا

؎۵ مسلم ، نسائی ، الحج ۔

۱۰۵۰ قَالَ فَحَدِّثْنَا مَا قَالَ لِخَدِیْجَةَ قَالَ بَشِّرُوْا خَدِیْجَةَ بِبَیْتٍ فِی الْجَنَّةِ

حدیث اسماعیل نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ سے عرض کیا حضرت خدیجہ کے بارے

مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِیْهِ وَلَا نَصَبَ ع۵

میں کیا فرمایا ہے بیان کیجئے تو کہا حضور نے حضرت خدیجہ کے بارے میں فرمایا خدیجہ کو جنت میں موتی کا ایسے محل کی بشارت دو جسمیں نہ شور و غل ہوگا نہ کوئی تکلیف۔

۱۰۵۱ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ مَوْلٰی اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ کَانَ یَسْمَعُ

حدیث حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے غلام عبد اللہ نے یہ حدیث بیان کی کہ

اور صفا و مروہ کے مابین سعی کی۔

پھر حضرت ابن عمر کی وہ حدیث لائے ہیں جو کتاب الصلوٰۃ[1] میں گزر چکی ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ ہم نے حضرت ابن عمر سے پوچھا کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا ہے مگر صفا مروہ کی سعی نہیں کی ہے کیا یہ اپنی عورت سے قربت کر سکتا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ آئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی پھر صفا مروہ کی سعی کی، اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات نمونۂ عمل ہے۔

پھر حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے جسمیں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کر کے احرام کھول۔ پھر اسماء بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث لائے۔ حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے آخر میں ہے

تشریحات ۱۰۵۰ قال ۔ یہ قائل اس حدیث کے راوی اسماعیل ہیں۔ جیسا کہ مناقب کی روایت میں ہے کہ اسماعیل نے کہا۔ قلت لعبد اللہ بن ابی اوفی ۔ قصب ۔ جو فدار موتی کو کہتے ہیں۔

تشریحات ۱۰۵۱ حجون ۔ پہلے حا رحطی پھر جیم ۔ یہ مکہ معظمہ سے پورب ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ مکہ معظمہ کا قبرستان ہے۔ امام واقدی نے روایت کیا ہے کہ قصیّ بن کلاب جب مرے تو انھیں یہاں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد سے اہل مکہ اپنے مردے یہیں دفن کرتے۔ حجون[2] اصل اس حصے کا نام ہے جسمیں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مزار پاک ہے۔ یہ مکہ معظمہ میں جاتے ہوئے جنت المعلیٰ کے بائیں واقع ہے۔ یہ محصّب سے متصل جانب شرق ہے۔ دونوں چونکہ قریب قریب ہیں اس لئے حضرت اسماء نے فرمایا۔ ہم رسول اللہ کے ساتھ یہاں اترے تھے۔

فاعتمرت انا : اس پر دو شبہے ہیں۔ ایک یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج سے فراغت کے بعد عمرہ کیا تھا۔ دوسرے یہ کہ حضرت زبیر اپنے ساتھ قربانی کا جانور لائے۔ عمرہ کر کے انھوں نے احرام

ع۵ مناقب ۔ باب تزویج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدیجة ص ۵۳۹ مسلم ۔ فضائل صحابہ ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۵۵ ۔ [2] عمدة القاری عاشر ص ۱۳۱ [1] نزهة القاری ثانی ص ۳۸۵-۸۶ ۔

30

اَسْمَاءَ تَقُوْلُ كُلَّمَا مَرَرْتُ بِالْحَجُوْنِ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ	
انھوں نے حضرت اسماء کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں جب کبھی حجون سے گزرتی تو اللہ کے	
لَقَدْ نَزَلْنَا مَعَهٗ هٰهُنَا وَنَحْنُ يَوْمَئِذٍ خِفَافٌ قَلِيْلٌ ظَهْرُنَا	
رسول پر درود بھیجتی ہم یہاں حضور کیساتھ اترے تھے اور ہم اس دن ہلکے پھلکے تھے ہماری	
قَلِيْلَةٌ اَزْوَادُنَا فَاعْتَمَرْتُ اَنَا وَاُخْتِيْ عَائِشَةُ وَالزُّبَيْرُ	
سواری کم تھی ہمارے زادراہ تھوڑے تھے۔ میں نے اور میری بہن عائشہ اور زبیر اور	
وَفُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَلَمَّا مَسَحْنَا الْبَيْتَ اَحْلَلْنَا ثُمَّ اَهْلَلْنَا	
فلاں فلاں نے عمرہ کیا جب ہم نے بیت اللہ کو چھولیا تو احرام سے باہر	
مِنَ الْعَشِيِّ بِالْحَجِّ ع۵	
ہوگئے اس کے بعد شام کو حج کا احرام باندھا۔	

کھولا نہیں تھا۔

اس کا حل یہ ہے کہ حضرت ام المومنین محصب ہی سے عمرہ کرنے گئی تھیں۔ اگرچہ بعد میں حضرت اسماء یہ کہاں فرما رہی ہیں کہ ہم نے ساتھ ساتھ عمرہ کیا تھا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ کبھی اکثر کے کردار کو جمع کے صیغے سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض اس میں پورے طور سے شریک نہ ہو۔ اسی کے مطابق حضرت اسماء نے فرمایا کہ طواف کے بعد ہم نے احرام کھولدیا۔

مسحنا البیت | اس سے مراد بیت اللہ کا طواف ہے۔ چونکہ طواف کی ابتداء حجر اسود کے استلام سے ہوتی ہے اس لئے طواف کو مسح سے تعبیر فرمایا۔ یہ تعبیر الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ معتمر بیت اللہ کا طواف کرتے ہی احرام کھولدے ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت اسماء نے فرمایا۔ ہم نے بیت اللہ کا طواف کیا اور احرام کھولدیا۔ لیکن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صریح ارشاد اور عمل موجود ہے کہ عمرے میں صفا مروہ کی سعی کے بعد احرام کھولنا چاہئے تو اس کے مقابلے میں حضرت اسماء کا فعل کبھی بھی لائق ترجیح نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں جب ایک بات سب کو معلوم ہوتی ہے تو بیان کرنے والا اس میں اختصار کر دیا کرتا ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے زید نے زنا کیا اور سنگسار کیا گیا۔ حالانکہ سنگسار کرنے کے لئے زانی کا محصن ہونا شرط ہے۔ اور یہ تمام اہل علم کو معلوم ہے۔ اس لئے اسے چھوڑ دیا گیا، اسی طرح چونکہ سب کو معلوم تھا کہ عمرہ میں صفا و مروہ کی سعی سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں اسلئے اسے اختصار کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ اب مسحنا البیت۔ فرغنا عن العمرۃ سے کنایہ ہوا۔

ع۵ مسلم۔ الحج

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ أَوِ الْغَزْوِ

جب حج یا عمرے یا غزوہ سے لوٹے تو کیا پڑھے ص ۲۴۲

حدیث ۱۰۵۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَفَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ يُكَبِّرُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِّنَ الْأَرْضِ ثَلٰثَ تَكْبِيرَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کسی غزوہ یا حج یا عمرے سے واپس ہوتے تو ہر ٹیلے پر تین تکبیریں پڑھتے۔ پھر کہتے۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مُلک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پہ

تشریحات ۱۰۵۲ یہ حدیث اس کی اصل ہے کہ مسلمان علماء اور حجاج کے استقبال یا وداع کے وقت جو نعرۂ تکبیر پڑھتے ہیں مستحسن ہے۔ اور نعرۂ رسالت کی اصل مسلم کی حدیث ہجرت ہے۔ اسمیں یہ ہے۔

فصعد الرجال والنساء فوق البیوت وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق ینادون یا محمد یارسول اللہ یا محمد یارسول اللہ۔

مرد اور عورتیں مکانوں کی چھت پر چڑھ گئے بچے اور خادم راستوں میں پھیل گئے۔ یہ پکارتے تھے۔ یا محمد یا رسول اللہ۔ یا محمد یا رسول اللہ۔

نام نامی کے ساتھ ندا جس طرح ماں باپ اوستاد کو نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔ یوں ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نام لے کر پکارنا بے ادبی ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔ پکارنا ہے تو خطابات والقابات کیسا تھ پکارے۔ مثلاً یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ۔ یوں نہ پکارے یا محمد یا احمد۔ ارشاد ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (النور ۶۳) — اے ایمان والو! رسول کو یوں نہ پکارو جیسے تم میں سے بعض بعض کو پکارتے ہیں۔

جلالین میں اس کی تفسیر یہ ہے:

۱؎ ص ۴۱۹

شَیْئٍ قَدِیْرٌ آئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا
قادر ہے ہم لوٹ رہے ہیں توبہ کر رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں اور اپنے پروردگار

حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ
کی حمد کر رہے ہیں اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے

وَحْدَہٗ عہ
اس نے سب ٹولیوں کو شکست دی۔

بَابُ اِسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِیْنَ وَالثَّلٰثَۃِ عَلَی الدَّابَّۃِ

آنیوالے حاجیوں کا استقبال کرنا اور تین کو جانور پر سوار کرنا ص ۲۴۲

حدیث ۱۰۵۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بان تقولوا یا محمد بل قولوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ۔ یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔
یعنی نام لیکر نہ پکارو۔ ایسے کلمات سے پکارو جو عظمت شان پر دال ہوں۔ اس کے تحت صاوی میں ہے:

واستفید من الآیۃ انہ لایجوز نداء النبی بغیر مایفید التعظیم لافی حیاتہ ولابعد وفاتہ فبھذا یعلم ان من استخف بجنابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فھو کافر ملعون فی الدنیا والآخرۃ۔

اس آیت سے یہ افادہ ہوا کہ نبی کو ہمیشہ ایسے ہی کلمات کیساتھ پکارا جائے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہوں۔ ایسے الفاظ سے بھی ندا جائز نہیں جنمیں تعظیم نہ ہو۔ حیات ظاہری میں بھی اور بعد وصال بھی۔ اسی سے معلوم ہوا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کو ہلکا ظاہر کرے وہ کافر ہے۔ دنیا اور آخرت میں ملعون ہے۔

مگر ہجرت اس آیت کے نزول سے بہت پہلے ہوئی ہے۔ اس وقت ممانعت نہ تھی اور نہ چند روز پہلے ایمان لانے والے صحابہ کرام اس ادب سے واقف تھے۔

تشریحات ۱۰۵۳ حاج۔ اگرچہ واحد ہے لیکن معنًی جمع کے معنی میں ہے۔ اس لئے اس کی صفت القادمین لانا درست ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے: سٰمِرًا تَھْجُرُوْنَ۔ مومنون (۶۷)
اس آیت میں سٰمِرًا لفظ واحد ہے۔ مگر معنًی جمع ہے۔ اسی وجہ سے جمع کی ضمیر لائے ہیں۔ حاج کی جمع حجاج اور حواج آتی ہے۔ کہتے ہیں۔ رجال حجاج۔ نساء حواج۔

عہ ایضاً ثانی۔ الدعوات۔ باب الدعاء اذا اراد سفرا او رجع ص ۹۴۴۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداود۔ الجہاد۔ نسائی۔ السیر۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ اِسْتَقْبَلَهٗ اُغَیْلِمَةُ بَنِیْ عَبْدِ
جب مکہ تشریف لائے تو بنی عبد المطلب کے بچوں نے حضور کا استقبال کیا حضور نے
الْمُطَّلِبِ فَحَمَلَ وَاحِدًا بَیْنَ یَدَیْهِ وَآخَرَ خَلْفَهٗ عه
ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

بَابُ الدُّخُوْلِ بِالْعَشِیِّ

دوپہر کے بعد گھر آنا ص ۲۴۲

۱۰۵۴ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر سے
عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَطْرُقُ اَهْلَهٗ لَیْلًا كَانَ لَا یَدْخُلُ اِلَّا غُدْوَةً اَوْ عَشِیَّةً
واپسی میں رات میں اپنے اہل کے پاس نہیں آتے جب بھی آتے صبح کو یا شام کو آتے عه

اغیلمة جوہری نے کہا یہ غلمۃ۔ غلام کی جمع کی تصغیر ہے۔ داودی نے کہا یہ الف کے فتحہ کے ساتھ غلام کی جمع ہے ان بچوں میں فضل بن عباس اور قثم بن عباس بھی تھے۔ ان میں سے ایک کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے۔ اور ایک کو پیچھے بٹھا لیا لہ

توضیح باب امام بخاری نے القادمین۔ کہہ کے یہ افادہ کرنا چاہا ہے کہ حاجی حج کے لئے مکہ معظمہ جائے تو اہل مکہ بھی استقبال کر سکتے ہیں۔ اور گھر واپس آئے تو اہل وطن بھی استقبال کر سکتے ہیں۔ اگرچہ حدیث صرف پہلے جز پر صراحۃً دلالت کرتی ہے۔ مگر اس سے دوسرا جز بھی مستفاد ہوتا ہے۔ جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا ممنوع ہے۔ اونٹ پر دو آدمی تو معمول کے مطابق بیٹھتے ہی ہیں۔ تین کا بیٹھنا بظاہر جانور کی قوت سے زائد ہے۔ امام بخاری نے افادہ فرمایا کہ اگر جانور اس کی طاقت رکھتا ہو کہ تین آدمیوں کا بوجھ برداشت کر سکے تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کمزور ہو تو ممنوع ہے۔

عه ایضًا۔ ثانی۔ اللباس۔ باب الثلثة علی الدابة ص ۸۹۲ نسائی۔ الحج

عه مسلم۔ جهاد۔ نسائی۔ عشرة النساء

لہ باب حمل صاحب الدابة غیرہ بین یدیه ۸۸۲

بَابُ لَا يَطْرُقُ اَهْلَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ ص ۲۴۲

جب مدینہ پہنچو تو رات میں اپنے اہل میں مت جاؤ

۱۰۵۵ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ
حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَطْرُقَ اَهْلَهُ لَيْلًا عه
علیہ وسلم نے اپنے اہل کے پاس رات میں آنے سے منع فرمایا۔

بَابُ مَنْ اَسْرَعَ نَاقَتَهُ اِذَا بَلَغَ الْمَدِيْنَةَ ص ۲۴۲

جو اپنی سواری تیز کردے جب مدینہ پہنچے

۱۰۵۶ اَخْبَرَنِيْ حُمَيْدٌ اَنَّهُ سَمِعَ اَنَسًا يَقُوْلُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۱۰۵۵، ۱۰۵۴ کتاب النکاح میں یہ حدیث یوں ہے۔ کہ فرمایا جب تم لمبی مدت تک غائب رہو تو اپنے اہل کے پاس رات میں نہ آؤ۔ مسلم[1] میں اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ہے۔ لِئَلَّا يَخُوْنَهُمْ اَوْ يَطْلُبَ عَثَرَاتِهِمْ اس نیت سے رات میں نہ آؤ کہ ان کی خیانت پکڑو اور ان کی لغزشوں پر مطلع ہو۔ مگر مسلم میں ہے کہ حضرت سفیان نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ یتخونھم اور یلتمس عثراتھم۔ حدیث ہے یا کسی راوی کا ادراج ہے اسی وجہ سے امام بخاری نے حدیث میں اسے ذکر نہیں فرمایا۔ البتہ باب کے عنوان میں اضافہ فرمادیا۔

کتاب النکاح ہی میں دوسری حدیث میں جو حضرت جابر ہی سے مروی ہے یہ ہے لکی تمتشط الشعثۃ وتستحد المغیبۃ۔ تاکہ پراگندہ بال والی کنگھی کرلے اور استرہ استعمال کرلے۔ یہی حدیث میں صبح یا شام کو آنے کا حکم ہے اور دوسری میں رات میں آنے سے ممانعت ہے، ان سب کا حاصل یہ ہے کہ بغیر اطلاع اچانک گھر نہ آجاؤ۔ اتنی دیر پہلے اطلاع دیدو کہ عورت نہا دھو کر صاف ستھری ہو جائے۔

تشریحات ۱۰۵۶ بطریق حارث بن عمیر جو روایت ہے۔ اسمیں مِنْ حُبِّهَا۔ زائد ہے۔ یعنی مدینہ طیبہ کی محبت کی وجہ سے سواری کو تیز کر دیتے۔ اس روایت میں درجات المدینۃ ہے۔ درجاتٌ

عه ایضاً۔ ثانی۔ النکاح۔ باب لایطرق اهله لیلا اذا اطال الغیبۃ ص ۷۸۸، مسلم۔ الجہاد۔ نسائی عشرۃ النساء۔

[1] ثانی۔ الامارۃ۔ باب کراهیۃ الطرق لیلا ص ۱۴۴۔

تعالیٰ علیہ وسلم اذا قدم من سفر فابصر درجات المدینۃ اوضع ناقتہ وان کانت دابۃ حرکھا ع⁵

علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جب مدینے کے گھروں کو دیکھ لیتے تو اپنی اونٹنی کو تیز کردیتے۔ اور اگر اور کوئی جانور ہوتا تو اسے ایڑ لگاتے۔

باب قول اللہ وأتوا البیوت من ابوابھا ۲۴۲

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ کہ اپنے گھروں میں انکے دروازوں سے داخل ہو۔

۱۰۵۷ عن ابی اسحٰق قال سمعت البراء یقول نزلت ھذہ الآیۃ فینا کانت الانصار اذا حجوا فجاؤا لم یدخلوا من قبل ابواب

حدیث حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے انصار۔ حج کرکے جب واپس ہوتے تو اپنے گھروں کے دروازوں سے

دوحۃ کی جمع ہے۔ اس کے معنی اونچے راستے کے بھی ہیں اور گھروں کے بھی ہیں۔ مستملی کی روایت میں۔ دوحات ہے۔ یہ دوحۃ کی جمع ہے اس کے معنی گھنے سایہ دار بڑے درخت کے ہیں۔ اور بطریق قتیبہ جو روایت ہے اسمیں۔ جدرات ہے۔ یعنی مینے کی دیواروں کو دیکھتے۔ مسلم کی روایت سے اسکی تائید ہوتی ہے۔ اسمیں یہ ہے کہ حضرات انس کہتے ہیں حتی اتینا جدر المدینۃ نمشینا الیھا۔

تشریحات ۱۰۵۷ انصار ہی کی تخصیص نہیں۔ حمس۔ یعنی قریش بنی عامر بن صعصعہ۔ ثقیف اور خزاعہ کے علاوہ تمام عرب احرام باندھنے کے بعد اور حج سے واپسی پر گھر کے دروازوں سے گھروں میں آمد ورفت نہیں کرتے بلکہ اگر خیمہ ہوتا تو پچھت کا پچھلا حصہ اٹھا کر اندر جاتے اور باہر نکلتے اور اگر مٹی کا گھر ہوتا تو پچھواڑے نقب لگا لیتے یا سیڑھی سے اندر جاتے اور اسے نیکی خیال کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو دروازے سے کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے۔ حضور کو دیکھکر قطبہ بن عامر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دروازے سے اندر آگئے۔ لوگوں نے دربار رسالت میں ان کی شکایت کی تو حضور نے ان سے بازپرس فرمائی۔ انھوں نے عرض کیا، حضور کو ایسا کرتے دیکھا تو میں نے بھی کیا۔ فرمایا میں حمس ہوں۔ انھوں نے عرض کیا میں بھی حمس ہوں۔ میرا دین وہی ہے جو حضور کا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی [1] اس کے برخلاف یہ بھی مروی ہے[2] کہ خود حمس کی عادت تھی۔

ع⁵ باب فضائل المدینۃ۔ ص ۲۵۳ ۔ [1] عمدۃ القاری عاشر ص ۷ ۔ ۱۳۶ بحوالہ صحیح ابن خزیمہ وحاکم وابن جریر [2] ایضا

بُیُوْتِہِمْ وَلٰکِنْ مِنْ ظُهُوْرِهَا فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَدَخَلَ

داخل نہیں ہوتے پچھواڑے سے داخل ہوتے۔ انصار کے ایک صاحب لوٹے

مِنْ قِبَلِ بَابِہٖ فَکَاَنَّہٗ عُیِّرَ بِذٰلِكَ فَنَزَلَتْ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

تو دروازے سے گھر میں چلے گئے اس کی وجہ سے ان پر طعن کیا گیا تو یہ آیت

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا[۶]

نازل ہوئی نیکی یہ نہیں کہ اپنے گھروں میں پچھیت سے آؤ لیکن نیک وہ ہے جو اللہ سے ڈرے گھروں میں دروازوں سے آؤ۔

بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ ص ۲۴۲

سفر عذاب کا ٹکڑا ہے

۱۰۵۸ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا سفر عذاب کا ٹکڑا ہے تمھیں کھانے پینے، سونے سے

طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَنَوْمَهٗ فَاِذَا قَضٰى نَهْمَتَهٗ فَلْيُعَجِّلْ اِلٰى اَهْلِهٖ[۹]

روک دیتا ہے۔ جب اپنی حاجت پوری کرلو تو جلدی سے اپنے اہل میں لوٹ آؤ۔

۱۰۵۸ تشریحات اس کے بالمقابل حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ مروی[۱] ہے کہ فرمایا۔ سفر کرو صحتمند رہو گے۔ رزق پاؤ گے۔ محدث ابن بطال نے فرمایا دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ سفر میں محنت و مشقت لازم ہے۔ اور یہ ذریعہ صحت اور حصول رزق ہے۔

---

[۶] ایضاً۔ ثانی۔ التفسیر۔ باب قولہ لیس البر بان تاتوا البیوت من ظہورہا ص ۶۴۸

[۹] ایضاً الجہاد۔ باب السرعۃ فی السیر ص ۴۲۱ - ثانی - الاطعمہ، باب ذکر الطعام ص ۸۱۶ مسلم، الامارۃ، دارمی، الاستیذان، موطا امام مالک، الاستیذان، مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۶

[۱] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الْمُحْصَرِ وَجَزَاءُ الصَّيْدِ ص۲۴۳

محصر اور شکار کی جزا کا بیان

۳۱۷ قَالَ عَطَاءُ الْاِحْصَارُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَّحْبِسُهٗ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ حَصُوْرًا لَّا يَاْتِي النِّسَاءَ

ت امام عطا نے فرمایا ہر چیز کا احصار اس سے روکنا ہے۔ ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ حصور وہ ہے جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔

تشریحات ۳۱۷ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان حج یا عمرے کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ کے قصد سے چلتا ہے مگر کوئی شرعی ایسی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ حج اور عمرہ کر نہیں پاتا۔ جیسے دشمن نے روک دیا۔ قید کر دیا، بیمار ہو گیا اور یہ اندیشہ ہو کہ حج یا عمرہ کرے گا تو مرض بڑھ جائے گا یا دیر میں اچھا ہوگا۔ یا مر جائے گا۔ یا اخراجات کے لئے جو رقم تھی وہ چوری چلی گئی، یا عورت شوہر یا محرم کے ساتھ تھی۔ شوہر یا محرم کا انتقال ہو گیا۔ ان کو محصر کہتے ہیں۔ یہ احصار باب افعال کا اسم مفعول ہے۔

محصر کا حکم محصر جہاں روکا جائے وہاں سے قربانی کا جانور حرم میں بھیجدے۔ اور جس کے ہاتھ بھیجے اس سے دن تاریخ وقت ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی کرنا۔ اس وقت کے بعد یہ احرام سے باہر ہو گیا۔ اگرچہ حلق یا قصر نہ کرے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ کرلے۔ اب اگر صرف حج کا احرام تھا، یا صرف عمرے کا۔ تو ایک جانور بھیجنا کافی ہے۔ اور اگر قارن ہے تو دو بھیجے۔ ان قربانیوں کا حرم میں ہونا ضروری ہے حرم کے باہر نہیں ہو سکتیں اور اس کی قضا اس پر واجب ہے۔ اگر احرام صرف عمرے کا تھا تو صرف ایک عمرہ کافی ہے۔ اور اگر حج کا تھا تو ایک حج اور ایک عمرہ ضروری ہے۔ اور اگر قارن تھا تو ایک حج اور دو عمرے کرے۔ والتفصیل فی مطولات الفقہ ۔ ارشاد ہے:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ (بقرہ ۱۹۶)

اور اگر راستے میں روک لئے جاؤ تو جو قربانی کا جانور میسر ہو اس کی قربانی کرو اور قربانی کا جانور جب تک اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ سر نہ منڈاؤ۔

بَابُ إِذَا أُحْصِرَ الْمُعْتَمِرُ[۲۴۳]

جب عمرہ کرنیوالے کو روک دیا جائے

۱۰۵۹ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد[۱] اور اصحاب سنن اربعہ[۲] نے حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے :

مَنْ كُسِرَ أَوْ عَرِجَ فَقَدْ حَلَّ وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ أُخْرَىٰ جسکی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہوگیا وہ احرام سے باہر ہوگیا اور اسپر دوسرا حج عکرمہ نے کہا کہ میں نے ابن عمر اور ابو ہریرہ سے ذکر کیا تو ان دونوں نے کہا اس نے سچ کہا۔

ابو داؤد اور ابن ماجہ میں۔ او مرض۔ زائد ہے۔ امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں اسے روایت کر کے فرمایا۔ حضرت ابن مسعود اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور علقمہ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، مجاہد، نخعی، عطا اور مقاتل بن حبان سے مروی ہے کہ ان لوگوں نے فرمایا، کہ دشمن، بیماری اور ہڈی ٹوٹنے سے احصار ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا۔ جس چیز سے ایذا پہنچے احصار ہے۔

لا یاتی النساء حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا۔

وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ اور سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور ہمارے خاصوں میں سے نبی ہوگا۔

حصور کے معنی میں بعض لایعنی روایتیں بھی آئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ ان کا عضو تناسل تنکے کے برابر تھا۔ عنین تھے۔ وغیرہ وغیرہ اور یہ عیب ہے۔ ہر نبی ہر عیب سے پاک ہوتا ہے۔ نیز بوجہ عدم قوت عورتوں کی طرف رغبت نہ ہونا۔ کوئی کمال اور مدح نہیں۔ اور اللہ عزوجل نے مدح میں یہ ذکر فرمایا ہے۔ اسکے ازالے کے لئے امام بخاری نے حصور کے یہ معنی بیان فرمائے کہ وہ عورتوں کے قریب نہیں جاتے۔ اسکا حاصل یہ ہے کہ انھیں جماع پر قدرت تھی مگر وہ پاکدامن، عفت مآب، معصوم تھے۔ گناہ کے قریب نہیں جاتے تھے۔ جیسا کہ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شہادت کیوجہ سے شادی نہ ہو سکی۔ اب حصور کے معنی یہ ہوئے کہ مدت العمر عورت سے الگ رہے، کبھی قریب نہیں گئے۔

اس باب میں امام بخاری نے کوئی حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ انکی شرط پر کوئی حدیث انھیں نہیں ملی ہوگی۔

تشریحات ۱۰۵۹ اس حدیث میں امام بخاری نے اپنے شیخ کا نام بغیر نسبت کے صرف محمد لیا ہے۔ امام بخاری کے مشائخ میں محمد نام کے بہت سے حضرات ہیں۔ امام حاکم نے اس پر جزم فرمایا کہ یہ ذہلی ہیں۔ کیونکہ بعض نسخوں میں وھو الذھلی ہے۔ ابو مسلم نے کہا کہ یہ محمد بن مسلم وراد ہیں۔ کلاباذی نے ابو سعید سے نقل کیا کہ یہ

---

[۱] مسند جلد ثالث ص ۴۵۰ ، [۲] ابو داؤد مناسک باب الاحصار ص ۲۵۷ ۔ ترمذی۔ الحج ۔ باب فی الذی یھل بالحج فیکسر او یعرج ص ۱۱۳۔ نسائی مناسک باب فیمن احصر بعدو ص ۲۸ ۔ ابن ماجہ المناسک باب المحصر ۳۲۴

قد احصر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم فحلق راسه
وسلم کو (عمرہ) کرنے سے روک دیا گیا تو حضور نے سر منڈایا اور
وجامع نساءه ونحر هديه حتى اعتمر عاما قابلا
عورتوں سے ہمبستری فرمائی اور اپنی قربانی ذبح فرمائی اور سال آئندہ عمرہ فرمایا

باب الاحصار فی الحج

حج میں احصار کا بیان ۲۴۳

۱۰۶۰ اخبرنی سالم قال کان ابن عمر رضی الله تعالی عنهما
حدیث سالم نے کہا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کیا تمھیں رسول اللہ

ابو حاتم محمد بن ادریس رازی ہیں۔ علامہ عینی نے ایک قول یہ بھی نقل فرمایا کہ ہو سکتا ہے یہ محمد بن اسحٰق الصنعانی ہوں
فقال عکرمہ نے کہا۔ پس ابن عباس نے فرمایا۔ یہ اصل میں ایک طویل حدیث کا جز ہے جسے مفصل ابن سکن نے کتاب الصحابہ میں روایت کی ہے۔ یحییٰ بن کثیر نے کہا کہ میں نے عکرمہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ نے کہا کہ میں نے حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکے بارے میں پوچھا جو احرام کی حالت میں روکدیا جائے تو انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لنگڑا ہو جائے یا جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا جو روکدیا جائے تو وہ حل میں رہتے ہوئے اسکا بدلہ دے۔ عکرمہ نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو فرمایا۔ انھوں نے سچ کہا۔ اور ابن عباس سے بیان کیا تو انھوں نے وہ فرمایا جو یہاں مذکور ہے۔ چونکہ اسکا ابتدائی حصہ امام بخاری کی شرط پر نہیں تھا، اس لئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔ اب یہ فقال فحدثتہ ابن عباس پر معطوف ہوگا۔ میں نے حضرت ابن عباس سے وہ حدیث بیان کی تو فرمایا اس لئے کہ اسکی سند میں یحییٰ بن ابی کثیر عن عکرمہ ہے۔ اسکے بارے میں اختلاف ہے۔ نیز عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمہ بخاری کی شرط پر نہیں۔ اگرچہ فی نفسہ یہ حدیث صحیح ہے۔ عبد اللہ بن رافع ثقہ ہیں۔ نیز ابھی گزرا کہ حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام احمد نے اپنی مسند میں اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے

تشریحات ۱۰۶۰ یہ حدیث پوری گزر چکی ہے۔ یہاں صرف ایک مسئلہ واضح کرنے کے لئے ہم نے ذکر کیا ہے کہ حج اور عمرہ کے احرام میں یہ شرط صحیح ہے یا نہیں۔ کہ میرا احرام وہیں تک ہے جہاں تو مجھے روکدے۔ ظاہری یہ کہتے ہیں کہ یہ شرط واجب ہے۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ مستحب ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ جائز ہے۔ امام مالک اور امام اعظم نے فرمایا کہ یہ شرط صحیح نہیں لغو ہے اس شرط کے مجوزین یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت ضباعہ بنت الزبیر بن عبد المطلب کو حضور اقدس صلی اللہ

يَقُوْلُ اَلَيْسَ حَسْبُكُمْ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کافی ہے اگر کوئی حج سے روک دیا جائے تو

اِنْ حُبِسَ اَحَدُكُمْ عَنِ الْحَجِّ فَطَافَ بِالْبَيْتِ وَالصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ثُمَّ

بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرلے اور ہر چیز سے حلال ہو جائے

حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى يَحُجَّ عَامًا قَابِلًا فَيُهْدِىْ اَوْ يَصُوْمُ اِنْ لَمْ يَجِدْ هَدْيًا

پھر سال آئندہ حج کرے اور جانور قربان کرے یا روزہ رکھے اگر قربانی کا جانور نہ پائے۔

بَابُ النَّحْرِ قَبْلَ الْحَلْقِ فِى الْحَصْرِ

احصار میں سر منڈانے سے پہلے قربانی کرنا ص ۲۴۳

۱۰۶۱ عَنِ الْمِسْوَرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ

حدیث حضرت مسور رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شرط کی اجازت دی تھی۔ احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کے لئے خاص تھا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب یہی تھا کہ یہ شرط درست نہیں۔ جیسا کہ نسائی[1] اور دار قطنی[2] میں ہے کہ سالم نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اشتراط کا انکار کرتے تھے۔ اور فرمایا۔ تم کو تمہارے نبی کی سنت کافی ہے۔ انھوں نے شرط نہیں کی۔

امام اعظم نے فرمایا۔ جو مکہ معظمہ پہنچ جائے وہ محصر نہیں۔ اگرچہ حج کا احرام باندھ کر گیا ہو۔ وہ عمرہ کرکے احرام کھول دے۔ یہ اس کے مثل ہے جسکا حج فوت ہوگیا ہو۔ وہ بعد میں جب موقع ہو حج کرے۔ محصر وہ ہے جو مکہ معظمہ نہ پہنچ سکے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا بھی حاصل یہی ہے۔ کہ فرمایا کہ بیت اللہ اور صفا مروہ کا طواف کرکے احرام کھولدے۔ اور سال آئندہ حج کرے۔

تشریحات ۱۰۶۱ یہ حدیث ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو کتاب الاشتراط میں مفصل آئے گی۔ یہاں صرف یہ بتانے کے لئے ہم نے اسے ذکر کیا ہے کہ محصر بالحج صرف اس سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے کہ قربانی کا جانور حرم میں پہونچکر ذبح ہو جائے۔ اس کے لئے یہ شرط نہیں کہ ایام نحر میں ذبح ہو کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔ بقرہ (۱۹۶) جبتک ہدی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے اپنے سروں کو نہ منڈاؤ۔

[1] ثانی۔ مناسک۔ باب ما یفعل من حبس عن الحج ولم یکن اشترط ص ۳۰ [2] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۶

قَبْلَ اَنْ یَّحْلِقَ وَ اَمَرَ اَصْحَابَہٗ بِذٰلِكَ

وسلم نے سر منڈانے سے پہلے قربانی کی اور اپنے صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا۔

بَابُ لَیْسَ عَلَی الْمُحْصِرِ بَدَلٌ

محصر پر بدل نہیں

۳۱۸ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِنَّمَا الْبَدَلُ عَلٰی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا بدل اسیر

مَنْ نَقَصَ حَجَّہٗ بِالتَّلَذُّذِ فَاَمَّا مَنْ حَبَسَہٗ عُذْرٌ اَوْ غَیْرُ ذٰلِكَ

ہے جس نے اپنے حج کو تلذذ کے لئے نقصان پہنچایا ہو لیکن جسے عذر وغیرہ نے روکا ہو

فَاِنَّہٗ یَحِلُّ وَلَا یَرْجِعُ وَاِنْ کَانَ مَعَہٗ ھَدْیٌ وَّھُوَ مُحْصَرٌ نَحَرَہٗ اِنْ

وہ احرام کھولدے اور اس پر بدل نہیں اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہے اور وہ روکدیا گیا تو

اسمیں ایام نحر کی قید نہیں۔ کہ ہدی ایام نحر میں اپنے ٹھکانے پہنچے۔ اسلئے یوم نحر سے پہلے ہی اگر ہدی اپنے ٹھکانے پہنچ جائے تو احرام کھولنا جائز ہوگا۔ مگر امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ یوم نحر میں ہدی اپنے ٹھکانے پہنچے۔ البتہ محصر بالعمرہ کے لئے بالاتفاق یہ شرط نہیں کہ یوم نحر میں ہدی اپنے ٹھکانے پہنچے۔

تشریحات ۳۱۸ اس تعلیق کو امام محمد بن اسحٰق راہویہ نے اپنی تفسیر میں موصول کیا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا فتویٰ ہے۔

من نقص دوسرے نسخے میں نقض ہے۔ یعنی توڑا۔ تلذذ۔ سے یہاں مراد جماع ہے۔ عذر سے مراد ہر وہ سبب ہے جس کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکے خواہ دشمن ہو یا بیماری ہو۔ یا نفقے کا چوری ہو جانا ہو۔ اور یہاں حج سے مراد حج نفل ہے جیسا کہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ انھوں نے فرمایا اگر حج اسلام ہو تو اس پر قضا ضروری ہے۔ اور اگر فرض نہ ہو تو اس پر قضا نہیں۔ امام اعظم نے فرمایا۔ کہ حج نفل ہو یا فرض۔ احصار کی وجہ سے نہ کر سکا تو اس پر اس کی قضا ہے۔ اس لئے کہ احرام کے بعد حج نفل بھی واجب ہو جاتا ہے۔

محصر ہدی کہاں ذبح کرے یہ مسئلہ صحابہ اور ان کے بعد بھی مختلف فیہ ہے۔ کہ محصر ہدی کہاں ذبح کرے۔ حل میں کافی ہے یا حرم میں بھیجنا ضروری ہے۔ ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ حرم میں ذبح ہو

كَانَ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ وَاِنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّبْعَثَ بِهٖ

اس کی قربانی کردے۔ اگر ہدی حرم میں بھیجنے کی استطاعت نہ ہو تو۔ اور اگر

لَمْ يَحِلَّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ۔

اس کی استطاعت ہو تو احرام نہ کھولے یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانے پہنچ جائے۔

ت ۳۱۰۹ قَالَ مَالِكٌ وَّغَيْرُهٗ يَنْحَرُ هَدْيَهٗ وَيَحْلِقُ فِىْ اَىِّ مَوْضِعٍ

امام مالک وغیرہ نے فرمایا جس جگہ بھی ہو قربانی کردے اور سر منڈادے

كَانَ وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِاَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

اور اس پر قضا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

اختلاف کی بنیاد اس پر قائم ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سال اپنے قربانی کے جانور حل میں ذبح فرمائے تھے یا حرم میں۔ امام عطا امام اسحٰق نے فرمایا کہ حرم میں ذبح فرمائے تھے۔ اور دوسرے حضرات نے فرمایا کہ حل میں۔

تشریحات ۳۱۹ امام مالک کا یہ ارشاد ان کے موطا[۵۲] میں مذکور ہے۔ البتہ والحدیبیۃ لیس من الحرم امام مالک کا قول نہیں۔

وغیرہ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ وغیرہ سے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔ کیونکہ انھوں نے کتاب الام میں فرمایا ہے کہ حدیبیہ حرم سے نہیں اس پر علامہ عینی نے تعقب فرمایا کہ خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔ جب ایسا ہے تو کس کی عقل میں یہ بات آئے گی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حل میں قربانی کریں گے۔ جبکہ ہدی کے بارے میں صاف صاف ارشاد ہے۔

هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ مائدہ (۹۵) اسکے بدلے قربانی کا جانور ہے جو کعبہ تک پہنچے۔

والحدیبیۃ یہ خواہ امام مالک کا ارشاد ہو یا امام شافعی کا یا امام بخاری کا یا کسی کا ہو متفق علیہ نہیں۔ گزر چکا کہ امام عطا اور امام ابن اسحٰق کا قول ہے کہ حدیبیہ کا کچھ حصہ حرم میں ہے۔

نیز امام ابو جعفر طحاوی[۵۳] نے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیمہ حل میں تھا۔ اور نماز پڑھنے کی جگہ حرم میں تھی۔ نیز امام بیہقی[۵۴] نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

اس صورت حال میں جبکہ محصر ہدی حرم میں بھیج سکتا ہے۔ اس پر اجماع ہے کہ حرم ہی میں ذبح کی جائے گی۔ پھر کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ حرم میں ذبح پر قدرت ہوتے ہوئے حل میں ہدی ذبح کر دیں گے۔

---

[۵۱] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۰، [۵۲] کتاب الحج ص ۱۴۸، [۵۳] شرح معانی الآثار اول۔ مناسک۔ باب الھدی صد عن الحرم ص ۳۶۲

[۵۴] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۴۹۔

اَصْحَابُهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ نَحَرُوْا وَحَلَقُوْا وَحَلُّوْا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ
صحابہ نے حدیبیہ میں قربانی کی اور سر منڈایا اور پورے طور سے احرام کھول دیا
الطَّوَافِ وَقَبْلَ اَنْ يَّصِلَ الْهَدْيُ اِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يُذْكَرْ اَنَّ النَّبِيَّ
قبل اس کے کہ طواف کریں اور ہدی بیت اللہ تک پہنچے پھر یہ مذکور نہیں کہ نبی
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ اَحَدًا اَنْ يَّقْضِيَ شَيْئًا وَّلَا يَعُوْدُوْا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو کچھ قضا کرنے یا اعادہ کرنے کا حکم
لَهُ۔ وَالْحُدَيْبِيَةُ خَارِجٌ مِّنَ الْحَرَمِ۔
دیا ہو۔ اور حدیبیہ حرم سے خارج ہے۔

محصر پر قضا ہے ہمارے یہاں احصار عمرے سے ہو یا حج سے۔ احصار زائل ہو جانے کے بعد اس کی قضا واجب ہے۔ حج کے بارے میں حضرت حجاج بن عمرو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث گزر چکی کہ فرمایا وعلیہ حجۃ اخری۔ پھر خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث گزری کہ انھوں نے فرمایا حتی یحج عامًا قابلًا۔ رہ گیا عمرہ تو ہمارے یہاں اس کی بھی قضا ہے۔ کیوں کہ احرام کے بعد اس کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب ہوگئی اور اس نے عمرہ ادا کیا نہیں تو بری الذمہ کیسے ہوگا۔ نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔ محصر عن الحج کے بارے میں فرمایا کہ وہ سال آئندہ حج کرے اور اس کے پہلے فرمایا سنۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے سے روکے گئے۔ اسی پر قیاس کرکے حج کی قضا کا حکم دیا تو اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عمرے کی قضا نہ کی ہوتی تو یہ قیاس کیسے درست ہوتا۔ علاوہ ازیں سال آئندہ ۷ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عمرہ فرمایا اس کا نام ہی عمرۃ القضاء ہے۔ اعلان عام فرمادیا تھا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے۔ ان میں سے جتنے زندہ ہیں وہ سب چلیں کوئی رہ نہ جائے۔ جیسا کہ امام حاکم نے اکلیل میں روایت کیا ہے[1]۔ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ عمرۃ القضیہ ۷ھ کے ذو قعدہ میں ہوا تھا۔ حضور نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ اس عمرے کی قضا میں جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روک دیا تھا سب عمرہ کریں۔ علامہ محمد بن عبدالباقی نے فرمایا کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

قضاءً لعمرتهم اللتي صدهم المشركين عنها بالحديبية۔ — اپنے اس عمرے کی قضا جس سے مشرکین نے حدیبیہ میں روک دیا تھا۔

تمام شرکاء حدیبیہ کو عمرۃ القضا میں شرکت کا حکم دینا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اسے قضاء

[1] زرقانی علی المواہب ثانی۔ ص ۲۵۴ - [2] ایضا

بَابُ الْاِطْعَامِ فِي الْفِدْيَةِ نِصْفُ صَاعٍ [۲۴۴]

فدیئے میں نصف صاع کھانا کھلانا ہے۔

۱۰۶۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ

حدیث عبد اللہ بن معقل نے کہا میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَسَاَلْتُهُ عَنِ الْفِدْيَةِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِيَّ خَاصَّةً

میں بیٹھا تھا تو میں نے فدیئے کے بارے میں پوچھا فرمایا خاص میرے بارے میں

وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةً حُمِلْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نازل ہوا ہے۔ اور یہ تم سب کو عام ہے مجھے اس حالت میں لاکر رسول اللہ صلی اللہ

لعمس بہم الخ فرمایا۔ اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ نے حدیبیہ میں چھوٹے ہوئے عمرے کی قضا میں عمرۃ القضا کیا۔ ظاہر ہی ہے۔ تاویل کا باب وسیع ہے۔ مگر جب درایت کا بھی مقتضی یہی ہے کہ قضا واجب ہو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث میں قضا بمعنی ادا ر ما فات کے معنی کو ترجیح ہوگی۔

تشریحات ۱۰۶۲ یہ حدیث باختلاف الفاظ یہیں پانچ طریقوں سے مروی ہے۔ چار طریقوں میں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے اور ایک طریقے میں عبد اللہ بن مَعقِل سے۔ یہ قصہ صلح حدیبیہ کا ہے۔ جیسا کہ یہیں باب النسک شاۃ میں تصریح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مَعقِل نے کوفے کی مسجد میں حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ جیسا کہ مغازی میں ہے۔ قصہ یہ ہوا۔ کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر گیسو تھے اور اس میں جوئیں پڑ گئیں وہ بھی اتنی کثرت سے کہ جوئیں ان کے چہرے، بھنوؤں، داڑھی پر گرتی رہتی تھیں۔ ان کے کاٹنے سے اتنی تکلیف تھی کہ وہ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا میں اندھا ہو جاؤں گا۔ اسوجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا سر منڈا دیا اور انھیں فدیئے کا حکم دیا۔ عام روایتوں میں تخییر ہے کہ چاہے تو روزہ رکھے چاہے چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا قربانی کرے۔ مگر ہم نے حضرت عبد اللہ بن معقل کی جو روایت لی ہے۔ اس میں ترتیب ہے۔ امام واحدی کی اسباب نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایک روایت ایسی ہے جسمیں بھی ترتیب ہے۔ مگر راجح عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کی روایت ہے جسمیں ترتیب نہیں تخییر ہے۔ کیونکہ یہی نص قرآنی کے مطابق ہے۔ ارشاد ہے:

وَالْقُمَّلُ يَتَنَاثَرُ عَلٰى وَجْهِيْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أُرٰى الْوَجَعَ بَلَغَ بِكَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا کہ جوئیں میرے چہرے پر گر رہی تھیں حضور نے

مَا أَرٰى أَوْ مَا كُنْتُ أُرٰى الْجَهْدَ بَلَغَ بِكَ مَا أَرٰى تَجِدُ شَاةً فَقُلْتُ لَا

فرمایا میں نہیں جانتا تھا کہ تیری تکلیف اس حد تک پہنچی ہوئی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں

قَالَ فَصُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةَ مَسَاكِيْنَ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ نِصْفُ

یا حضور نے وجع کے بجائے جہد فرمایا (فرمایا) کیا بکری کی استطاعت ہے میں نے عرض کیا

صَاعٍ عہ

نہیں تو فرمایا تین دن روزہ رکھ یا چھ مسکینوں کو غلہ دے ۔ ہر مسکین کو آدھا صاع ۔

بَابُ وَإِذَا اَصَادَ الْحَلَالُ فَاَهْدٰى لِلْمُحْرِمِ الصَّيْدَ اَكَلَهُ

جب غیر محرم شکار کرکے محرم کو ہدیہ دے تو کھالے ص ۲۴۵

ت ۳۲۰ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَّاَنَسٌ بِالذَّبْحِ بَأْسًا وَّهُوَ غَيْرُ الصَّيْدِ

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما احرام کی حالت میں ذبح کرنے

ففدية من صيام او صدقة او نسك (بقرہ ۱۹۶) تو اس پر فدیہ ہے، روزہ یا صدقہ یا قربانی
اور یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہے کہ اگر بضرورت سر منڈایا ہے تو اسے اختیار ہے ان تینوں میں سے جو
چاہے فدیہ دے۔ ہاں اگر بلا ضرورت منڈایا تو فدیئے میں قربانی واجب ہے۔ جبکہ چوتھائی یا اس سے زائد
منڈایا ہو۔ اگر چوتھائی سے کم منڈایا تو صدقہ ہے۔

نصف صاع حضرت عبد اللہ بن معقل کی روایت میں لکل مسکین نصف صاع اور حضرت عبد الرحمن
بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت میں فرقا بین ستة مساكين ہے۔ یعنی چھ مسکینوں کو ایک فرق دے۔ جلد ثانی ص ۷۹
پر گزر چکا کہ فرق تین صاع حجازی ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔

تشریحات ۳۲۰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو امام عبد الرزاق نے موصولا ان الفاظ میں ذکر کیا
ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس نے مجھے اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام ابو بکر بن ابو شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ صیاح بجلی کہتے ہیں۔ میں نے حضرت

عہ ابواب المحرج ص ۲۴۴۔ پانچ طریقے سے اکٹھے۔ ثانی المغازی۔ باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸ ص ۶۰۲ دو طریقے سے تفسیر سورہ
بقرہ۔ باب قولہ فمن کان منکم مریضا او اذی من راسه ص ۶۴۸۔ الطب۔ باب الحلق من اذی ص ۸۵۰۔ النذور
باب کفارات الیمین ص ۹۹۲۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی تفسیر۔ نسائی۔ مناسک۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔ مسند امام احمد جلد
رابع ص ۲۴۲۔

نحو الابل والغنم والبقر والدجاج والخیل ۔
میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے یعنی شکار کے علاوہ اور جانور جیسے اونٹ، بکری، گائے، مرغی، گھوڑا ۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ محرم ذبح کرسکتا ہے کہ نہیں ۔ ان دونوں تعلیقوں سے باب کو کوئی تعلق نہیں
وھو غیر الصید یہ حضرت امام بخاری کی توجیہ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ محرم اگر شکار ذبح کرے گا
تو اس پر جزا واجب ہے ۔

تفسیر یقال عدل مثل فاذا کسرت قلت عِدل فھو زنۃ ۔ ذلك قیاما قواما
یعدلون یجعلون لہ عدلا ۔ عدل ۔ عین کے فتحے کے ساتھ مثل کے معنی میں ہے ۔ اور عِدل کسرے
کے ساتھ ہموزن کے معنی میں ہے ۔ قیاما ۔ کے معنی قواما ہیں ۔ یعدلون ۔ کے معنی ہیں کہ اس کے مثل
ٹھہراتے ہیں ۔

اس کے پہلے والے باب کے ضمن میں سورہ مائدہ کی آیہ کریمہ لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ الآیۃ ۔ نقل
فرمائی تھی ۔ اس میں یہ بھی ہے ۔

جَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ (مائدہ ۔ ۹۵) جو شخص قصداً کسی شکار کو مار ڈالے تو اسکا بدلہ یہ ہے کہ مقتول جانور کے مثل دے جسکا فیصلہ دو ثقہ آدمی کریں

اس آیۃ کریمہ کے بعد ہے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا ۔ یا اس کے برابر روزے ۔ امام بخاری نے حسب عادت
اس کی تفسیر فرمائی کہ ۔ عدل ۔ عین کے فتحے اور کسرے دونوں کے ساتھ ہے ۔ اول کے معنی مثل کے ہیں
اور دوسرے کے ہم وزن ہم مقدار کے ہیں ۔ آگے قرآن مجید میں ہے ۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ۔ (مائدہ ۔ ۹۷) اللہ نے کعبہ کو عزت والا گھر لوگوں کے قیام کا سبب بنایا

تو قیما ۔ کی تفسیر فرمائی کہ یہ قواما کے معنی میں ہے ۔ یعنی جس پر لوگوں کی بقا اور نظام ہو اسطرح قرآن مجید ہیں
میں متعدد جگہ یَعْدِلُوْنَ ۔ آیا ہے ۔ اس کی بھی تفسیر فرمادی کہ اس کے معنی یہ ہیں ۔ کافر اپنے رب کا برابر ٹھہراتے

لطیفہ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جب گرفتار ہو کر حجاج بن یوسف کے پاس لائے گئے تو اس نے پوچھا
مجھے کیا سمجھتے ہو ۔ فرمایا ۔ انت القاسط العادل ۔ تو قاسط و عادل ہے ۔ قسط کے معنی بھی عدل و انصاف
کے ہیں ۔ اس پر تمام دربار حیرت زدہ رہ گیا ۔ کہ یہ دربار کے باہر حجاج کو کیا کیا کہتے ، اور اب جان کے ڈر سے عادل ،
منصف کہہ رہے ہیں ۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے ۔ حجاج نے اپنی فطری چالاکی سے بھانپ لیا ۔
اس نے درباریوں سے کہا ۔ تم لوگ سمجھے بھی کہ اس نے مجھے کیا کہا ہے ۔ اس نے مجھے جہنمی اور کافر کہا ہے ۔ قرآن مجید
میں ہے :

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (جن ۔ ۱۵) اور ظالم جہنم کے ایندھن ہوں گے ۔

۱۰۶۳ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ انْطَلَقَ اَبِي عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ فَاَحْرَمَ

حدیث عبداللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میرے باپ حدیبیہ کے سال

اَصْحَابُهُ وَلَمْ يُحْرِمْ وَحُدِّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ

چلے ان کے ساتھیوں نے احرام باندھا اور انھوں نے نہیں باندھا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَدُوًّا يَغْزُوهُ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا

وسلم سے بیان کیا گیا کہ کوئی دشمن حملہ کرنا چاہتا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے

اَنَا مَعَ اَصْحَابِهِ يَضْحَكُ بَعْضُهُمْ اِلَى بَعْضٍ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِحِمَارِ

حضرت ابو قتادہ نے کہا میں صحابہ کے ساتھ تھا کہ یک بیک صحابہ ایک دوسرے کو دیکھکر

وَحْشٍ فَحَمَلْتُ عَلَيْهِ فَطَعَنْتُهُ فَاَثْبَتُّهُ وَاسْتَعَنْتُ بِهِمْ فَاَبَوْا

ہنسنے لگے اب میں نے دیکھا کہ ایک گورخر سامنے ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے نیزہ

اَنْ يُعِينُونِي فَاَكَلْنَا مِنْ لَحْمِهِ وَخَشِينَا اَنْ نُقْتَطَعَ فَطَلَبْتُ النَّبِيَّ

بھونک کر گرا دیا۔ ان لوگوں سے میں نے مدد چاہی تو لوگوں نے منع کر دیا اب ہم نے اسکا گوشت

اور فرمایا۔

ثم الذین کفروا بربھم یعدلون ۔ انعام (۱) پھر کافر اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

اب لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ اور ماننا پڑا کہ اللہ کے شیر گردن پر تلوار ہوتے ہوئے بھی حق ہی کہتے ہیں۔

تشریحات ۱۰۶۳ یہ حدیث بخاری میں آٹھ طریقوں سے مذکور ہے اور ہر روایت میں کچھ کچھ زیادتی ہے۔ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ غزوۂ حدیبیہ کے موقعہ پر چونکہ مقصود عمرہ کرنا تھا اس لئے صحابہ کرام نے احرام باندھ لیا تھا مگر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور راستے میں عسفان میں آکر ملے تھے۔ اس لئے انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا[۱] حضرت ابو قتادہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے چپل درست کر رہے تھے کہ گورخر نظر آیا۔ صحابہ کرام ایک دوسرے کو دیکھکر ہنسنے لگے۔ حضرت ابو قتادہ نے سر اٹھایا اور گورخر کو دیکھا۔ انھوں نے اپنے گھوڑے پر جس کا نام جراد تھا، زین کسی اور سوار ہوئے مگر کوڑا اور نیزہ لینا بھول گئے، لوگوں سے مانگا مگر کسی نے نہیں دیا۔ اس پر انھیں غصہ آیا اور گھوڑے سے اتر کر کوڑا اور نیزہ لیا۔ اور گورخر کا شکار کر لیا۔ اب لوگوں سے کہا کہ آؤ اسے اٹھائے چلو، مگر کوئی آمادہ نہ ہوا۔ سب نے انکار کر دیا۔ یہ خود ہی اٹھا لائے۔ کچھ لوگوں نے اسے کھایا اور لوگوں نے نہیں کھایا۔ مگر دغدغہ سب کو رہا۔ انھوں نے ایک اگلی ران چھپالی اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو سارا ماجرا سنایا۔ دریافت فرمایا، تم لوگوں نے بتایا تو نہیں تھا، اس کی طرف اشارہ تو نہیں

[۱] شرح معانی الآثار اول۔ الحج۔ باب الصید الذی یذبحہ الحلال فی الحل ص ۳۳۰

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْفَعُ فَرَسِي شَأْوًا وَأَسِيرُ

کھایا اور ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں ہم بچھڑ نہ جائیں اب میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

شَأْوًا فَلَقِيتُ رَجُلًا مِنْ بَنِي غِفَارٍ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ قُلْتُ أَيْنَ

کی تلاش شروع کی کبھی گھوڑے کو تیز دوڑاتا کبھی معمولی رفتار سے چلاتا رات میں میری

تَرَكْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِتَعْهِنَ وَهُوَ

ملاقات بنی غفار کے ایک شخص سے ہوئی میں نے پوچھا تو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑا

قَائِلُ السُّقْيَا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَهْلَكَ يَقْرَءُونَ عَلَيْكَ

اس نے بتایا میں حضور سے تعہن میں جدا ہوا تھا اور حضور کا ارادہ سقیا میں قیلولہ فرمانے کا تھا

کیا تھا، لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کھاؤ (اور دریافت فرمایا) اس کا کچھ حصہ تمہارے پاس ہے؟ عرض کیا اگلی ران ہے۔ حضور نے اسے لیا اور تناول فرمایا۔ اور دوسرے حضرات نے بھی کھایا۔

عام الحدیبیۃ | مگر امام واقدی نے روایت کیا کہ واقعہ عمرۃ القضا میں ہوا تھا۔

ان عدوا یغزوہ | اس سے مراد یہ ہے کہ خبر ملی کہ عرب کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ منذری نے کہا کہ حضرت ابو قتادہ کو اہل مدینہ نے اس خبر کے ملنے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اطلاع کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اسی لئے انھوں نے احرام نہیں باندھا تھا۔

ان نقتطع | چونکہ شکار کا گوشت الگ کرنے اور اسے بھوننے، پکانے، کھانے میں کافی وقت صرف ہوگیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل چلتے رہے۔ اور کافی دور نکل گئے تھے۔ مگر اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ حضرت ابو قتادہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

فخشوا ان یقتطعھم العدو دونک آپکے اصحاب کو اندیشہ ہے کہ دشمن انکو حضور سے علیحدہ نہ کردیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں میں منافات نہیں۔

بتعھن | تعھن ایک جگہ کا نام ہے۔ اسمیں مندرجہ ذیل لغات ہیں (۱) تا کو فتحہ عین ساکن ہا ہوز مکسور (۲) اسی تفصیل کیساتھ تا کو کسرہ (۳) تا، اور ہا کو فتحہ (۴) تا، اور عین کو ضمہ اور ہا رمشدد (۵) اسی تفصیل کیا تھ تا کو کسرہ۔ مگر اصحاب حدیث عین کو ساکن پڑھتے ہیں۔ تعہن سقیا سے تین میل کے فاصلے پر ایک چشمے کا نام ہے۔ سقیا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان، فرع کے ملحقات میں ایک بستی کا نام ہے۔ فرع۔ ایک شہر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ غفاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں نے حضور کو تعہن میں چھوڑا ہے۔ اور حضور سقیا پہنچکر قیلولے کا ارادہ رکھتے تھے۔

ان اھلك | اہل سے ازواج مطہرات بھی مراد ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حدیبیہ میں ساتھ تھیں۔ اور اصحاب بھی جیسا کہ دوسری روایتوں میں وارد ہے۔

السَّلَامَ وَرَحْمَةَ اللهِ اِنَّهُمْ قَدْ خَشُوْا اَنْ يَّقْتَطَعُوْا دُوْنَكَ فَانْتَظِرْ
(میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی) اور عرض کیا یا رسول اللہ! حضور کے
هُمْ۔ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَصَبْتُ حِمَارَ وَحْشٍ وَّعِنْدِيْ مِنْهُ
متعلقین سلام عرض کرتے ہیں۔ اور انھیں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ بچھڑ نہ جائیں انکا انتظار

یہیں[1]۔ باب لایعین المحرم الحلال یقتل الصید۔ میں ہے۔ وکنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالقاحۃ۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ قاحہ میں تھے۔ قاحۃ مدینہ طیبہ سے تین منزل کے فاصلے پر، سُقیا سے ایک میل پہلے ہے۔ یعنی گورخر کے تسکار کا قصہ قاحہ میں پیش آیا تھا اس میں یہ بھی ہے کہ میں ایک ٹیلے کی آڑ سے گیا اور گورخر کو زخمی کر دیا۔

اسی کے بعد[2]۔ باب لایشیر المحرم الی الصید لکی یصطادہ الحلال۔ میں ہے۔ خرج حاجا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حج کے ارادے سے نکلے۔ ابھی روایت گزری کہ یہ واقعہ حدیبیہ یا عمرۃ القضا کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اور درایت کا بھی یہی تقتضی ہے۔ اس لئے کہ حج کے موقعہ پر بے پناہ مجمع تھا۔ کسی دشمن کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اور نہ کسی کی ہمت تھی۔ کہ مدینہ طیبہ کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا
علامہ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ۔ حاجا۔ مجاز ہے معتمرا سے اور اسمیں کوئی بعد نہیں۔ دونوں میں قدر مشترک حاضری بیت اللہ ہے۔ آگے ہے۔

فصرف طائفۃ منھم ابوقتادہ فقال خذوا ساحل البحر حتی نلتقی فاخذوا ساحل البحر فلما انصرفوا۔ احرموا کلھم الا ابو قتادۃ۔

حضور نے ایک گروہ کو جسمیں ابو قتادہ بھی تھے۔ ساحل سمندر کی طرف بھیجا اور فرمایا ہم سے آکے مل لینا۔ یہ لوگ ساحل کیطرف سے چلے اور جب واپس ہوئے تو سب نے احرام باندھ لیا سوائے ابوقتادہ کے۔

اس گروہ کو ساحل سمندر کے راستے سے روانہ کرنے میں دو حکمتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ گزر چکا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا گیا تھا کہ کوئی دشمن مدینہ طیبہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ دشمن ساحل بحری کی طرف کا رہا ہو۔ تحقیق حال اور مرعوب کرنے کے لئے ادھر بھیجا ہو۔ دوسرے گزر چکا کہ انھیں زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا، ہو سکتا ہے۔ یہ وصولی اسی طرف کرنی تھی، یا دونوں مقصد رہا ہو۔

الا ابوقتادۃ اس پر دو شبہہ ہے۔ اول یہ کہ راوی خود حضرت ابوقتادہ ہیں۔ تو انھیں فرمانا چاہئے تھا الا انا مگر میں نے۔ اور یہی شبہہ اس کے پہلے بھی ایک جگہ وارد ہے۔ کہ فرمایا۔ فیھم ابوقتادۃ۔ علامہ عینی نے یہ جواب عطا فرمایا کہ اسمیں۔ تجرید۔ ہے۔ دوسرا شبہہ یہ ہے کہ یہاں۔ احرموا کلھم الا ابوقتادۃ لم یحرم

[1] ص ۲۴۶ [2] ص ۲۴۶

فَاَصْلَحْتُهٗ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوْا وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ ع۵

فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک گورخر حاصل کیا ہے اور میرے پاس اس کا کچھ بچا ہوا ہے۔ حضور نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ حالانکہ لوگ احرام باندھے ہوئے تھے

میں مستثنیٰ بالا کلام موجب میں واقع ہے۔ اس لئے مستثنیٰ کو نصب ہونا چاہئے۔ اور بجائے ابو قتادہ کے ابا قتادۃ ہونا چاہئے تھا۔ اور یہی کشمیہنی کی روایت ہے۔ اور مسلم کی بھی۔ مگر اکثر کی روایت الا ابو قتادۃ رفع کے ساتھ ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ مذہب اکثر متاخرین بصریین کا ہے۔ مگر قرآن کریم میں مستثنیٰ بالا مرفوع کلام موجب میں ہونے کے باوجود وارد ہے۔ ارشاد ہے
فَشَرِبُوا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۔ اور حدیث میں۔ وکل امتی معافیٰ الا المجاھرون۔ یہاں دونوں جگہ مستثنیٰ بالا کلام موجب میں ہے اور مرفوع ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے۔ الا معنی میں لکن کے استدراک کیلئے ہے۔ یعنی سب نے پیا البتہ تھوڑے لوگوں نے نہیں پیا۔
ہر امتی کی بخشش ہوگی۔ لیکن علانیہ گناہ کرنے والوں کی نہ ہوگی۔ اسی کے مطابق یہاں بھی ہے، کہ سب نے احرام باندھ لیا تھا۔ لیکن ابو قتادہ نے نہیں باندھا تھا۔
کوفیوں نے کہا کہ اس قسم کے مواقع پر الا حرف عطف ہے۔ اس کا مابعد ماقبل پر معطوف۔ اس لئے اس کا وہی اعراب ہے جو ماقبل کا ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ یہ اس کے مذہب کے اعتبار سے ہے۔ جس نے علی بن ابو طالب کو درست کہا ہے۔
اسی روایت میں یہ بھی ہے۔ رأوا حُمُرَ وَحْشٍ۔ جمع کے ساتھ یعنی گورخروں کو لوگوں نے دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا ریوڑ تھا۔ آگے ہے۔ فعقر منھا اتانا۔ یعنی ایک مادہ کا شکار کیا۔ اخیر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا۔ کیا تم نے انھیں حکم دیا تھا یا اشارہ کیا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا، نہیں۔ تو فرمایا۔ کھاؤ۔

مابقی من لحمہا | کتاب الہبہ میں ہے۔ فرحنا وخبأت العضد معی۔ ہم خوش ہوئے اور میں نے بازو اپنے ساتھ چھپا لیا۔ آگے ہے۔ حضور نے اسے تناول فرمایا یہاں تک کہ ہڈی رہ گئی۔ کتاب الجہاد میں ہے۔ کہ۔ ومعنا رجلہ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اور ہم نے حضور کے لئے دست اٹھا رکھا ہے۔ ان سب میں کوئی تعارض نہیں۔ ہوا یہ ہوگا کہ اگلی کسی ٹانگ کی ران بچائی ہوگی۔ اسپر رجل بھی صادق ہے ... بھی اور ذراع بھی۔

ع۵ ایضاً۔ باب اذا رای المحرمون صیدا فضحکوا ص ۲۴۵۔ باب لا یعین المحرم الحلال فی قتل الصید ص ۲۴۶ باب لا یشیر المحرم الی الصید ص ۲۴۶۔ الھبۃ۔ باب من استوھب من اصحابہ شیئا ص ۳۴۹۔ الجہاد۔ باب اسم الفرس والحمار ص ۴۰۰۔ ثانی۔ المغازی۔ باب غزوۃ حدیبیۃ ص ۵۹۷ اول الجزء۔ الاطعمۃ۔ باب تعرق العضد ص ۸۱۔ مسلم۔ الحج۔ ابو داؤد۔ المناسک۔ ترمذی۔ نسائی۔ الحج۔ ابن ماجہ۔ مناسک۔

بَابُ اِذَا اَھْدٰی لِلْمُحْرِمِ حِمَارًا وَّحْشِیًّا حَیًّا لَمْ یَقْبَلْ

محرم کو اگر کوئی زندہ گورخر ہدیہ کرے تو قبول نہ کرے ص ۲۴۶

۱۰۶۴	عَنِ الصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ اللَّیْثِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ
حدیث	حضرت صعب بن جثامہ لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اور
	اَھْدٰی لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِمَارًا وَّحْشِیًّا وَّ
	صحابہ ابواء یا ودّان میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسائل: ۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ (۱) احرام کی حالت میں شکار جائز نہیں۔ (۲) محرم کو یہ جائز نہیں کہ شکار کا پتہ کسی غیر محرم کو بتائے یا شکار کی جانب اشارہ کرے۔ (۳) غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے (۴) محرم کا کیا ہوا شکار مردار کے حکم میں ہے۔ (۵) گورخر، جنگلی گدھا جسے ہمارے دیار میں گھنڑ روج اور بعض علاقوں میں سانبھر کہتے ہیں، حلال ہے۔ اس کے جواز پر سارے ائمہ کا اتفاق ہے مگر دیوبندی اسے حرام کہتے ہیں۔ کٹک کے مناظرے میں اس پر دو گھنٹے تک انھوں نے بحث کی اور اخیر دم تک نہیں مانے (۶) شکار کو دھاردار آلے سے زخمی کیا اور مرگیا، ذبح پر قدرت نہ ہوسکی تو وہ حلال ہے، زخم کہیں بھی لگا ہو۔ (۷) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی اجتہاد درست اور اس پر عمل بھی جائز تھا کیونکہ اس بارے میں کوئی حکم نہیں تھا کہ اگر حل میں غیر محرم شکار کرے تو محرم کو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ صحابہ کرام نے اپنے اجتہاد سے عمل فرمایا۔

تشریحات ۱۰۶۴ حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوسفیان کے بھانجے انکی بہن فاختہ یا زینب کے صاجزادے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں وفات پائی ہے۔ ودّان میں رہائش پذیر تھے۔ فارس کے دارالسلطنت اصطخر کی فتح میں شریک تھے۔ اس فتح کے موقعہ پر کسی نے اڑا دیا کہ دجّال نکل آیا۔ اس پر حضرت صعب نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جبتک لوگ اسے بھول نہیں جائیں گے۔ یہ قریش کے حلیف تھے اور محلم بن جثامہ کے بھائی تھے [۱]۔ الواء۔ فُرُع کے مضافات میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔ مدینہ کی طرف سے جُحفہ سے اس کا فاصلہ تینتیس ۳۳ میل ہے۔ اس کو ابواء اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سیلاب کا پانی جمع ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہاں اکثر وبا رہتی ہے۔ یہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فوت ہوئی تھیں اور یہیں مزار پاک ہے

[۱] اصابہ جلد ثانی ص ۱۸۴-۵

هُمْ بِالْاَبْوَاءِ اَوْ بِوَدَّانَ فَرَدَّ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَاٰى مَا فِيْ وَجْهِهٖ قَالَ

کی خدمت میں انھوں نے گورخر کا ہدیہ پیش کیا۔ حضور نے اسے واپس فرما دیا جب ان کے

اِنَّا لَمْ نَرُدَّهٗ عَلَيْكَ اِلَّا اَنَّا حُرُمٌ عه

چہرے پر مایوسی کا اثر دیکھا۔ فرمایا۔ ہمنے صرف اس وجہسے واپس کیا ہے کہ ہم احرام کی حالت میں ہیں۔

بَابُ مَا يَقْتُلُ الْمُحْرِمُ مِنَ الدَّوَابِّ ص ۲۴۶

محرم کن جانوروں کو مار سکتا ہے

حدیث ۱۰۶۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

وَدَّان ۔ ابواء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بہت بڑی بستی کا نام ہے۔ حضرت صعب بن جثامہ یہیں رہتے تھے۔ یہ راوی کا شک ہے۔ اور اغلب یہ ہے کہ یہ شک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوا ہے۔

انہ اھدی بخاری کی روایت میں نہ زندہ کا لفظ ہے نہ مذبوح کا۔ مگر امام بخاری نے اپنے طور پر یہ سمجھا کہ زندہ ہی پیش کیا ہوگا۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپس فرمایا۔ ورنہ حضرت ابو قتادہ والی روایت سے تعارض لازم آئیگا۔ مگر بہت سی روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ مذبوح تھا اور اسکا ایک ٹکڑا پیش فرمایا تھا۔ بعض روایتوں میں سرین ہے اور بعض میں پاؤں۔ اسی سے وہ لوگ دلیل لاتے ہیں کہ جو کہتے ہیں کہ محرم کو شکار کھانا مطلقاً منع ہے۔ اگرچہ غیر محرم نے شکار کیا ہو۔ اور ذبح کیا ہو مگر جب یہ حدیث خود مضطرب ہے تو حضرت ابو قتادہ کی حدیث کے معارض نہیں۔

لم نردہ کشمیہنی کی روایت۔ لم نُرْدُدْهُ۔ فکّ ادغام کے ساتھ ہے۔ مضاعف مضموم العین جب حالت جزم میں ہو تو اس میں چار لغات ہیں۔ فتحہ۔ کیونکہ یہ اخف الحرکات ہے۔ عین کی متابعت میں ضمہ۔ کسرہ اس لئے کہ ساکن کو جب حرکت دیجاتی ہے تو کسرے ہی کی دیجاتی ہے۔ اور فک ادغام اس بنا پر کہ یہی اصل ہے۔ یہ اسوقت ہے جبکہ اخیر میں ھا نہ لاحق ہو۔ اور اگر ھا لاحق ہو تو کسرہ چھوڑ کر تینوں صورتیں جائز ہیں۔

تشریحات ۱۰۶۵/۶۶ دَوَابّ۔ دَابَّةٌ کی جمع ہے۔ اور منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ دَابَّةٌ دَبَّ يَدِبُّ کا اسم فاعل ہے اور اسمیں ھا مبالغہ کی ہے۔ یا معنی وصفی سے معنی اسمی کیطرف منتقل کرنے کے لئے ہے۔ زمین پر چلنے والا ہر جانور دابہ ہے۔ حتی کہ رینگنے والے کیڑے مکوڑے بھی۔ مگر عرف عام میں چوپائے کو کہتے ہیں۔ جیسے گھوڑا، خچر وغیرہ اور کبھی اس چوپائے کو کہتے ہیں جو سواری کے کام آئے۔ ان پانچ چیزوں

عه ایضاً۔ الهبة۔ باب قبول هدية الصيد ص ۳۵۰۔ مسلم۔ ترمذی۔ الحج۔ نسائی۔ ابن ماجه۔ مناسك

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِنَ الدَّوَابِّ لَیْسَ عَلَی

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ جانوروں کے مار ڈالنے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں۔

الْمُحْرِمِ فِیْ قَتْلِہِنَّ جُنَاحٌ - ح - حَدَّثَتْنِیْ اِحْدٰی نِسْوَۃِ النَّبِیِّ

دوسری سند کے ساتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک زوجہ سے روایت ہے کہ محرم انھیں

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مار ڈالے دوسری سند کے ساتھ ہے۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے فرمایا کہ رسول اللہ

یَقْتُلُ الْمُحْرِمُ - ح - قَالَتْ حَفْصَۃُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَاحَرَجَ عَلٰی مَنْ قَتَلَہُنَّ الْغُرَابُ

پانچ جانوروں کو کوئی قتل کر دے تو کوئی حرج نہیں

وَالْحِدَاءُ وَالْفَارَۃُ وَالْعَقْرَبُ وَالْکَلْبُ الْعَقُوْرُ عہ

کوّا، چیل، چوہا، بچھو، کٹکھنا کُتّا۔

۱۰۶۶ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ کُلُّہُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں۔ انھیں حرم میں بھی

فَاسِقٌ یُقْتَلْنَ فِی الْحَرَمِ الْغُرَابُ وَالْحِدَاءَۃُ وَالْعَقْرَبُ وَالْفَارَۃُ وَالْکَلْبُ الْعَقُوْرُ

مارا جائے۔ کوّا، چیل، بچھو، چوہا، اور کٹکھنا کُتّا۔ عہ

میں معنی عرفی کے لحاظ سے صرف کُتّا دابہ ہے۔ اور معنی لغوی کے اعتبار سے چوہا، بچھو بھی۔ مگر کوّا اور چیل کسی معنی کے اعتبار سے دابہ نہیں۔ انھیں تغلیباً دواب میں شمار فرمایا۔ اسی لئے ہم نے انکا ترجمہ جانور کیا کہ سب کو شامل ہو جائے۔

فاسق: فسق کے معنی خروج کے ہیں۔ یعنی نکلنے کے ہیں۔ فاسق کو فاسق اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شریعت کی پابندی سے خارج ہو جاتا ہے۔ مگر اسے لازم ہے سرکش ہونا۔ اور حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ چھیڑ خانی کے بغیر صرف ایذا پہنچانے کے لئے حملہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ انحصار انھیں پانچ میں نہیں اور بھی جانور ان میں داخل ہیں۔ سانپ تو بحکم حدیث داخل ہے۔ بقیہ مندرجہ ذیل قیاس سے۔ ان پانچ

عہ مسلم۔ نسائی۔ الحج عہ مسلم الحج

۱۰۶۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَارٍ بِمِنًی نَزَلَتْ عَلَیْہِ وَالْمُرْسَلٰتِ وَاِنَّہٗ لَیَتْلُوْھَا وَاِنِّیْ لَاَتَلَقَّاھَا مِنْ فِیْہِ وَاِنَّ فَاہُ لَرَطْبٌ بِھَا اِذْ وَثَبَتْ عَلَیْنَا حَیَّۃٌ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوْھَا فَابْتَدَرْنَاھَا فَذَھَبَتْ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وُقِیَتْ شَرَّکُمْ

حدیث حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہم لوگ منیٰ کے ایک غار میں تھے کہ سورۂ والمرسلت نازل ہوئی حضور اس کی تلاوت فرما رہے تھے اور میں اسے حضور کے دہن مبارک سے سن کر پڑھ رہا تھا حضور کا دہن پاک اس سے تر تھا کہ اچانک ہم پر ایک سانپ کودا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مار ڈالو ہم اس کی طرف بڑھے کہ وہ بھاگ گیا تو

جانوروں کے قتل کی علت ان کا فاسق ہونا ہے۔ اور مندرجہ ذیل جانور بھی فاسق ہیں۔ اسلئے حالت احرام اور حرم میں ان کا بھی قتل مباح ہے۔ مثلاً چھپکلی، گرگٹ، کھٹمل، مچھر، مکھی وغیرہ خبیث موذی جانور

تشریحات ۱۰۶۷ تفسیر میں ہے۔ کہ وہ سانپ اپنی بل میں گھس گیا۔ یہاں باب یہ ہے کہ محرم کن جانوروں کو مارے اور حدیث میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کہ یہ حضرات محرم تھے۔ منیٰ میں ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ محرم رہے ہوں۔ عام طور پر حجاج دس ذی الحجہ کو رمی اور قربانی کر کے احرام کھول دیتے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں تو تصریح ہے کہ دس ذوالحجہ کو احرام کھول دیا۔ اور اغلب یہی ہے کہ صحابہ کرام نے بھی ورنہ کم از کم حضرت عبد اللہ بن مسعود راوی حدیث نے بھی ضرور احرام کھول دیا تھا۔

جواب: اس حدیث کی اس روایت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعہ احرام کی حالت میں ہوا تھا مگر اسماعیلی نے بطریق نمیر عن حفص بن غیاث اس میں تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ عرفہ کی رات میں ہوا تھا۔ اسوقت یہ سبھی حضرات احرام میں تھے۔ یہ غار اب بھی محفوظ ہے۔ اور اس کی زیارت کیجاتی ہے۔

مسائل: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سانپ کا احرام کی حالت میں خاص حرم میں قتل کرنا جائز ہے اسی پر قیاس کر کے تمام موذی جانوروں کا بھی قتل جائز ہے، جیسے چھپکلی، گرگٹ، مچھر، کھٹمل، پسو، مکھی وغیرہ اس سے ثابت ہوا کہ سانپ کو دیکھتے ہی اسے قتل کر دینا چاہیے۔ بعض احادیث سے گھروں کے سانپ کا استثنیٰ ظاہر ہو رہا ہے۔ وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ پہلے انھیں متنبہ کیا جائے، پھر بھی گھر نہ چھوڑیں تو اسے بھی قتل کر دیا جائے۔

بعض نے فرمایا کہ یہ صرف مدینہ طیبہ کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کماوقیتم شرھا ۔ قال ابوعبداللہ انما اردنا بھذا ان منی

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جیسا کہ تم لوگ اسکے شر سے بچ گئے۔ ابوعبداللہ

من الحرم وانھم لم یروا بقتل الحیۃ باسا

(امام بخاری) نے فرمایا۔ اس حدیث کے ذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ منی حرم سے ہے اور انلوگوں کے یہاں سانپ کے مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جانا

۱۰۶۸ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا زوج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال للوزغ فویسق

عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھپکلی فاسق ہے۔ اور میں نے

نے فرمایا۔ مدینے میں کچھ جن ہیں جو مسلمان ہو گئے ہیں[۱]۔ امام مالک نے فرمایا۔ مدینے کی تخصیص نہیں ہر آبادی کا یہی حکم ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ سانپ کو جہاں دیکھو قتل کر دو۔ خواہ آبادی میں ہوں، گھر میں ہوں، جنگل میں ہو کیونکہ حدیث میں مطلقاً ان کے قتل کا حکم ہے۔

۱۰۶۸ **تشریحات** وزغ گرگٹ کو بھی کہتے ہیں اور چھپکلی کو بھی۔ امام نووی[۲] نے فرمایا قال اھل اللغۃ الوزغ وسام ابرص جنس فسام ابرص کبارہ۔ وزغ اور سام ابرص ایک جنس ہے۔ اور سام ابرص ان کے بڑے کو کہتے ہیں۔ علامہ دمیری[۳] نے لکھا۔ دویبۃ معروفۃ وھی وسام ابرص جنس مشہور چھوٹا سا جانور ہے۔ یہ اور چھپکلی ایک جنس ہے علامہ[۴] کرمانی نے فرمایا۔ وزغ ایک جانور ہے جس کے پاؤں ہوتے ہیں اور وہ گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے۔ ابن اثیر[۵] نے کہا کہ یہ چھپکلی ہے۔

لم اسمعہ امر بقتلہ وزغ کو مارنے کا حکم دوسری حدیثوں میں وارد ہے۔ خود بخاری[۶] ہی میں حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وزغ کے مار ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا۔ مسند[۷] امام احمد اور ابن[۸] ماجہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ہے کہ ان کے گھر میں برچھی رکھی ہوئی تھی، دریافت کیا گیا، اس سے کیا کرتی ہیں۔ فرمایا اس سے وزغ مارتی ہوں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو روئے زمین پر کوئی ایسا جانور نہ تھا جس نے اسے بجھانے کی کوشش نہ کی ہو۔ سوائے وزغ کے۔ یہ آگ کو پھونکتا تھا اسو جہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔

---

۱ مسلم ثانی۔ کتاب قتل الحیات وغیرھا ص ۲۳۵ ۲ شرح مسلم ثانی ص ۲۳۶ ۳ حیاۃ الحیوان ثانی ص ۳۷۹ ۴ عمدۃ القاری عاشر ص ۱۸۵ ۵ ایضاً ۶ اول۔ الانبیاء۔ باب قول اللہ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا ص ۴۷۳ ۷ مسند جلد سادس ص ۸۲ ۸ الصید۔ باب قتل الوزغ ص ۲۴۰ ۹ ایضاً ثانی۔ التفسیر سورۃ والمرسلت ص ۷۳۴، تین طریقے سے مسلم الحج۔ قتل الحیات۔ نسائی مناسک۔

وَلَمْ اَسْمَعْهُ اَمَرَ بِقَتْلِهٖ - عہ

یہ نہیں سُنا کہ اس کے مار ڈالنے کا حکم دیا ہو۔

بَابُ لَا یُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ ۲۴۷

حرم کا درخت نہ کاٹا جائے

۱۰۶۹ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ الْعَدَوِیِّ اَنَّهٗ قَالَ لِعَمْرِو بْنِ سَعِیْدٍ

حدیث ابو شریح عدوی سے مروی ہے کہ انھوں نے عمرو بن سعید سے کہا

بلکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو وزغ کو پہلے حملے میں مار ڈالے اس کے لئے سو نیکی ہے۔ اور جو دوسرے میں مارے اسے اس سے کم اور جو تیسرے میں مارے اسے اس سے کم لہ یہ ثواب کی کمی بیشی مارنے والے کی توجہ کی کمی بیشی کیوجہ سے ہے۔ کہ جسے اس کے مارنے کی طرف کامل رغبت ہوگی وہ پوری توجہ سے مار یگا اس لئے اسے سب سے زیادہ ثواب ہے اور جو کم رغبت رکھے گا وہ کم توجہ سے مارے گا۔ اسلئے اسکے ثواب میں کمی ہوگی۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی آگ پر پھونکنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ بہت ہی بدطینت جانور ہے۔ اور دوسرے کو ضرر پہنچانے پر حریص، اور جانوروں کی طینت بدلتی نہیں۔ اس لئے آج اس کی نسل سے جو پائے جاتے ہیں وہ بھی اسی کی طرح بدطینت، خبیث النفس ہیں۔ اس لئے ان کے مارنے کا حکم دیا۔ یہ اتنا بدطینت ہے کہ جس برتن سے پانی پانی پیتا ہے اس میں اپنا زہر ملا دیتا ہے، جس کے پینے سے بدن پر چھتیاں پڑ جاتی ہیں۔

حضرت ام المومنین نے جو یہ فرمایا کہ میں نے حضور سے یہ نہیں سنا کہ اس کے قتل کا حکم دیا ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حالت احرام اور حرم میں قتل کا حکم دیا ہو۔ ورنہ مطلق قتل کرنے کا حکم متعدد احادیث میں وارد ہے جنمیں سے دو حدیثیں خود ام المومنین ہی سے مروی ہیں۔ ایک ابھی گزری دوسری یہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے۔ جو ایک وزغ کو قتل کرے اللہ اس کے سات گناہ مٹا دیگا عہ اس کے علاوہ حضرت ام شریک کی بھی حدیث گزری۔ نیز حضرت سعد بن وقاص، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت ام المومنین کی اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ نہیں سُنا کہ حضور نے احرام کیحالت میں اور حرم میں وزغ کے قتل کا حکم دیا ہو۔ مگر اسے فویسق کہا ہے یعنی بڑا فاسق یا چھوٹا فاسق۔ اس سے ظاہر کہ اسے احرام اور حرم میں قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ فویسق۔ فاسق کی تصغیر ہے۔ یہ تحقیر کیلئے بھی ہوسکتی ہے اور تعظیم کیلئے بھی۔ پہلی صورت میں اس کا معنیٰ ہوا چھوٹا فاسق۔ اور دوسری صورت میں بڑا فاسق۔

تشریحات ۱۰۶۹ ابو شریح عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک اصح یہ ہے کہ ان کا نام خویلد ہے۔ اور باپ کا نام عمرو ہے۔ یہ بنی خزاعہ کے فرد تھے۔ بنی عدی سے ان کا کوئی نسبی تعلق

---

۲ حیوۃ الحیوان ثانی ص ۳۸۰ بحوالہ تاریخ ابن النجار عہ مسلم۔ ثانی۔ قتل الوزغ۔ نسائی، ا لحج

لہ مسلم ثانی باب استحباب قتل الوزغ ص ۲۳۶

وَهُوَ يَبْعَثُ الْبُعُوثَ إِلَى مَكَّةَ إِيذَنْ لِي أَيُّهَا الْأَمِيرُ أُحَدِّثْكَ

جبکہ وہ مکے کی جانب فوجوں کو بھیج رہا تھا۔ اے امیر مجھے اجازت دے کہ میں تجھ سے رسول اللہ

قَوْلًا قَامَ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ الْغَدَ مِنْ يَوْمِ الْفَتْحِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد بیان کروں جو حضور نے فتح مکہ کے دوسرے دن فرمایا جسے

فَسَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي وَأَبْصَرَتْهُ عَيْنَايَ حِينَ تَكَلَّمَ بِهِ

میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا ہے اور جب حضور ارشاد فرما رہے

أَنَّهُ حَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ

تھے تو حضور کو میری دونوں آنکھیں دیکھ رہی تھیں حضور نے اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ بیشک مکہ کو

يُحَرِّمْهَا النَّاسُ فَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ

اللہ نے حرم بنایا لوگوں نے نہیں بنایا ہے جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے

يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَعْضُدُ بِهَا شَجَرَةً فَإِنْ أَحَدٌ تَرَخَّصَ لِقِتَالِ

اسے یہ حلال نہیں کہ یہاں خون ریزی کرے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں پس اگر کوئی

نہیں۔ نہ عدی قریش سے۔ نہ عدی مضر سے۔ مگر امام بخاری نے یہاں انکو العدوی۔ لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ بنی عدی کے حلیف رہے ہوں۔ اس لئے انکو عدوی کہا جاتا ہو۔ فتح مکہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور فتح مکہ کے دن بنی خزاعہ کے علمبردار تھے۔ یہ مدینہ طیبہ کے عقلاء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ۶۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔

عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ اشدق۔ یہ یزید کی طرف سے مدینہ طیبہ کا والی تھا۔ اشدق کے معنی بہت گالی دینے والے کے ہیں۔ یہ برسر منبر حضرت شیر خدا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تبرا بکتا تھا۔ اسکی سزا میں اسے لقوہ ہوگیا۔ پھر ۷۰ھ میں عبد الملک بن مروان نے اسے قتل کرا دیا۔ اس کو اہل مدینہ لطیم الشیطان شیطان کا تھپڑ خوردہ بھی کہتے ہیں۔

وهو يبعث البعوث بعوث۔ بعث کی جمع، مبعوث کے معنی میں ہے۔ مراد فوج ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد یزید تخت نشین ہوا حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کی بیعت نہیں کی اور مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا۔ اس پر یزید پلید نے عمرو بن سعید والی مدینہ کو لکھا کہ عبد اللہ بن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے لشکر بھیجے۔ اس پر عمرو بن سعید نے حضرت عبد اللہ بن زبیر کے بھائی عمرو بن زبیر کی سرکردگی میں مکہ معظمہ لشکر روانہ کیا۔ یہ حضرت عبد اللہ کے مخالف اور بنی امیہ کے حامی تھے۔ عمرو بن زبیر لشکر لے کر ذوطوی تک پہنچے۔ ادھر سے اہل مکہ نکلے اور عمرو بن زبیر کو شکست دی اور گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت عبد اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّ اللّٰهَ اَذِنَ لِرَسُوْلِهٖ وَلَمْ يَاْذَنْ لَّكُمْ وَاِنَّمَا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتال کو دلیل بنا کر یہاں لڑائی کو جائز ٹھہرائے۔ تو

اَذِنَ لِىْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَّقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ كَحُرْمَتِهَا

اس سے کہدو کہ اللہ نے اپنے رسول کو اسکی اجازت دی تھی۔ اور تمھیں اجازت نہیں دی ہے۔ اور مجھے بھی دن میں

بِالْاَمْسِ وَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَقِيْلَ لِاَبِىْ شُرَيْحٍ مَا قَالَ لَكَ عَمْرٌو

تھوڑی دیر کیلئے اجازت دی تھی۔ اور آج اس کی حرمت کل کی طرح لوٹ آئی۔ اور حاضر غائب کو پہنچا دے

قَالَ اَنَا اَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنْكَ يَا اَبَا شُرَيْحٍ اِنَّ الْحَرَمَ لَا يُعِيْذُ عَاصِيًا وَّلَا

ابو شریح سے پوچھا گیا اس پر عمرو نے کیا کہا انھوں نے بتایا کہ عمر نے کہا میں اس کو تم سے زیادہ جانتا ہوں

فَارًّا بِدَمٍ وَّلَا فَارًّا بِخُرْبَةٍ ؏ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ خُرْبَةٌ بَلِيَّةٌ۔

اے ابو شریح بیشک حرم باغی ضرور قاتل اور فسادی کو امن نہیں دیتا۔ ابو عبداللہ امام بخاری نے فرمایا خربۃ کے معنی بلیۃ یعنی فتنے اور فساد کے ہیں

بن زبیر نے عمرو کو عارم کے جیل خانے میں قید کر دیا۔ مدینہ طیبہ میں کچھ لوگوں کو عمرو نے اس بنا پر مارا تھا کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے حامی تھے۔ اس جرم میں عمرو سے قصاص لیا۔ اور اسی میں وہ مر گئے۔

لا یعیذ یہاں عاصی سے مراد باغی ہے۔ **ولا فارا بخربۃ** ۔ یہ خا کے ضمے کیساتھ بھی ہے اور فتحے کیساتھ بھی۔ اس کے معنی چوری اور فساد کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ چوری کر کے فساد مچا کے۔ جو حرم میں پناہ لے اسے وہاں پناہ نہیں۔ محدث ابن بطال نے کہا کہ خُربۃ کے معنی فساد کے ہیں اور خَربۃ کے معنی چوری کے ہیں۔ اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ یہ خاص اونٹ کی چوری کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مسند[1] امام احمد میں ہے کہ اشدق لطیم الشیطان کی یہ بات سنکر حضرت ابو شریح نے فرمایا۔ میں وہاں موجود تھا تو غائب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ حاضر غائب کو پہنچا دے میں نے پہنچا دیا فانت وشانك تم جانو تمہارا کام جانے۔

مسند امام احمد کا یہ اضافہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ عمرو بن سعید کی بات پر حضرت ابو شریح مطمئن نہیں ہوئے مگر اس اشدق لطیم الشیطان کے شر سے بچنے کے لئے خاموش رہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس پلید نے سراسر فریب دینا چاہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نہ تو باغی تھے نہ انھوں نے کسی کا قتل کیا تھا اور نہ کوئی فساد مچایا تھا پھر ان کے مقابلے میں لشکر بھیجنے کے جواز میں مذکورہ بالا جملہ کہنے سے کیا فائدہ۔

محدث ابن بطال نے فرمایا کہ علماء اہل سنت کے نزدیک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یزید اور عبدالملک

؏ ایضا العلم۔ باب فلیبلغ الشاهد الغائب ص ۲۱۔ ثانی۔ المغازی۔ باب منزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الفتح ص ۶۱۵۔ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ الحج۔ الدیات۔ نسائی۔ الحج۔ العلم۔

[1] جلد رابع ص ۳۲۔

بَابُ لَا یَحِلُّ الْقِتَالُ بِمَکَّۃَ ص ۲۴۷

مکے میں قتال جائز نہیں

۱۰۷۰ حدیث	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ	
	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے	

کی بہ نسبت خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ امام مالک نے فرمایا کہ ابن زبیر عبد الملک سے زیادہ احق بالخلافۃ ہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے، اسلئے کہ حضرت ابن زبیر کی خلافت عبدالملک کے باپ سے بھی پہلے قائم ہوئی تھی۔ یزید کے مرنے کے بعد زمانہ دراز تک سوائے عبداللہ بن زبیر کے کسی کا خلیفہ یا سلطان ہونا تو بڑی بات ہے کوئی مدعی بھی نہ تھا۔ پھر مشہور فسادی وزغ بن وزغ مروان نے بغاوت کر کے اپنی نام نہاد خلافت کا اعلان کیا۔

رہ گیا یزید تو ہم نے مقالات امجدی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ خلیفہ نہیں تھا۔ تو اب متعین کہ اس عہد میں خلیفہ برحق حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالی عنہما تھے اسلئے وہ کسی طرح باغی نہ ہوئے ان کو باغی یا فار المجنونۃ کہنا اس لطیم الشیطان کی ابلیسیت ہے۔

توجیہ مسند امام احمد، صحیحین، شرح معانی الآثار وغیرہ میں متعدد احادیث وارد ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ان ابراھیم حرم مکۃ۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور اس حدیث میں تاکید کے ساتھ ہے کہ اسے اللہ نے حرم بنایا۔ لوگوں نے نہیں بنایا۔ جواب ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم کو یہ اختیار کہ مکہ کو حرم بنائیں۔ اللہ عزوجل کی عطا سے تھا۔ وہ اللہ عزوجل کے نائب تھے۔ اور نائب جو کام کرتا ہے وہ حقیقت میں مُناب کا ہوتا ہے۔ اسکی مثال فتح الامیر البلدان ہے۔ جنگ کرنے والے فتح کرنے والے حقیقت میں لشکری ہوتے ہیں مگر اسے سلطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ اسوجہ سے ہے کہ لشکر نے سلطان کے حکم سے لشکر کشی کی، جنگ کی اور فتح کیا۔

حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ جس پر حد یا قصاص واجب ہو وہ اگر حرم میں پناہ لے لے تو حرم میں اس پر نہ حد جاری کیجائیگی اور نہ اس سے قصاص لیا جائیگا۔ البتہ اسے مجبور کیا جائیگا کہ حرم سے باہر نکلے۔ جب باہر نکل آئے گا تو سزا دی جائیگی۔

تشریحات ۱۰۷۰ لاھجرۃ۔ دوسری روایتوں میں بعد الفتح ہے۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت کی اجازت نہیں۔ یا ہجرت کا وہ ثواب نہیں جو فتح مکہ سے پہلے تھا۔ اور اس سے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت مراد ہے۔ ورنہ حدیث صحیح[1] میں وارد ہے کہ فرمایا

لاینقطع الھجرۃ ما قوتل العدو جبتک کفار سے لڑائی ہوتی رہے گی ہجرت منقطع نہ ہوگی۔

ابوداود[2] میں ہے:

---

[1] نسائی ثانی۔ البیعۃ۔ باب الاختلاف فی انقطاع الھجرۃ ص ۱۸۲۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۷۰

[2] اول۔ الجہاد۔ باب الھجرۃ ھل انقطعت ص ۲۳۶۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ افْتَتَحَ مَکَّۃَ لَا ھِجْرَۃَ وَلٰکِنْ جِھَادٌ وَّنِیَّۃٌ فَاِذَا
جس دن مکہ فتح فرمایا ارشاد فرمایا (اب)، ہجرت نہیں ہاں جہاد اور نیت ہے۔ جب تم کو جہاد

اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا ع٥ فَاِنَّ ھٰذَا الْبَلَدُ الحدیث
کے لئے بلایا جائے تو نکل پڑو اس کے بعد حدیث ۱۸۳۴ ہے۔

بَابُ الْحِجَامَۃِ لِلْمُحْرِمِ ص۲۴۷

محرم کو پچھنا لگانا۔

۳۲۱ وَکَوَی ابْنُ عُمَرَ ابْنَہٗ وَھُوَ مُحْرِمٌ
ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے بیٹے کو حالت احرام میں داغا۔

لاینقطع الھجرۃ حتی تنقطع التوبۃ توبہ منقطع ہونے تک ہجرت منقطع نہ ہوگی۔
مثلاً۔ دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف یا دارالاسلام ہی میں کفار کا تسلط ہو جائے اور اپنے وطن میں شعائر اسلام کا قائم کرنا موقوف ہو جائے تو دوسرے شہر کی طرف قیامت تک باقی رہے گی۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خبر اپنے حقیقی معنوں میں ہو یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہ ہوگی، کیونکہ مکہ معظمہ اب قیامت تک دارالاسلام رہے گا۔ یہ غیب کی خبر ہے۔
ولکن جھاد ونیۃ یعنی اب ہجرت نہیں۔ البتہ جہاد ہے۔ اور نیت خیر کے ساتھ اعمال صالحہ باقی ہیں جن پر عظیم سے عظیم ثواب مرتب ہیں۔
مطابقت باب یہاں باب ہے۔ کہ میں قتال جائز نہیں۔ اس حدیث میں آگے ہے۔
لم یحل القتال فیہ لاحد قبلی ولم تحل لی الا ساعۃ من نھار فھو حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیمۃ۔ میرے پہلے کسی کے لئے اسمیں قتال جائز نہ ہوا۔ اور میرے لئے بھی دن کی تھوڑی سی مدت کیلئے جائز ہوا۔ اب یہ اللہ کے حرم بنانے سے قیامت تک کیلئے حرم ہے۔
جب یہ قیامت تک کے لئے حرم ہے تو اسمیں قتال قیامت تک حرام ہے۔

تشریحات ۳۲۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس "اثر" کو۔ امام سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ پورا "اثر" یوں ہے۔ کہ واقد بن عبداللہ کو راستے میں برسام ہوگیا۔ وہ مکہ

ع٥ ایضاً۔ الجہاد۔ باب فضل الجہاد ص ۳۹۰۔ باب وجوب النفیر ص ۳۹۶۔ باب لاھجرۃ بعد الفتح ص ۴۳۳ باب اثم الغادر للبر والفاجر ص ۴۵۲۔ مسلم۔ النکاح۔ امارۃ۔ ابوداؤد۔ جہاد۔ ترمذی۔ سیر۔ نسائی۔ بیعت ابن ماجہ۔ جہاد۔ دارمی۔ سیر۔ مسند امام احمد جلد اول ص ۲۲۶۔

حدیث ۱۰۷۱ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ لَنَا عَمْرٌو أَوَّلُ شَيْءٍ سَمِعْتُ عَطَاءً
سفیان نے کہا مجھ سے عمرو بن دینار نے کہا پہلی حدیث جو میں نے عطا سے سنی
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى
یہ ہے۔ انھوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ۔ ثُمَّ سَمِعْتُهُ يَقُولُ حَدَّثَنِي طَاؤُسٌ عَنِ ابْنِ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی، اسکے بعد میں نے سنا کہ
عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَعَلَّهُ سَمِعَهُ مِنْهُمَا عہ
کہ عمرو بن دینار کہتے تھے کہ مجھسے طاؤس نے حدیث بیان کی، میں نے عرض کیا۔ ہو سکتا ہے انھوں نے دونوں سے سنا ہو۔

حدیث ۱۰۷۲ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حضرت ابن بحینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محرم ہوتے ہوئے
وَهُوَ مُحْرِمٌ بِلَحْيِ جَمَلٍ فِي وَسْطِ رَأْسِهِ عہ
لحی جمل میں سینگی لگوائی۔

جارہے تھے تو ابن عمر نے انھیں داغا۔

مطابقت باب: باب سے مطابقت یوں ہے کہ پچھنا لگوانا بھی داغنے کیطرح علاج ہے جیسے یہ جائز ویسے ہی وہ بھی جائز۔

قال البخاری: وَيَتَدَاوَى مَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ طِيْبٌ ہر وہ دوا استعمال کرے جسمیں خوشبو نہ ہو۔

یہ حضرت امام بخاری کا قول ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو پہلے ہو چکی ہے۔

تشریحات ۱۰۷۱ توضیح اسناد: حضرت عمرو بن دینار نے یہ حدیث دو شیخ سے سنی ہے۔ ایک حضرت عطا سے دوسرے حضرت طاؤس سے جیسا کہ خود بخاری ہی میں کتاب الطب اور مسلم میں تصریح ہے۔ عن عمرو عن عطاء و طاؤس عن ابن عباس۔ البتہ یہ پہلی حدیث ہے جو حضرت عمرو بن دینار نے حضرت عطا سے سنی ہے۔

تشریحات ۱۰۷۲ کتاب الطب کی روایت میں یہ زائد ہے کہ یہ سینگی مکے کے راستے میں لگوائی تھی۔ سر میں کچھ تکلیف ہو گئی تھی۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس ہی سے کتاب الطب میں مروی ہے۔ حازمی وغیرہ نے کہا کہ یہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔ اگر سینگی لگوانے میں بالوں کو مونڈنا پڑے تو بہر حال فدیہ واجب ہے۔ خواہ ضرورۃً لگوائے خواہ بلاضرورت۔ لحی جمل۔ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے زیادہ قریب ہے۔ جس نے یہ کہا کہ اس سے اونٹ کے جبڑے مراد ہیں اور یہ سینگی لگانے کا آلہ ہے۔ غلط کہا۔

عہ ثانی۔ الطب باب الحجم فی السفر والاحرام ص ۸۴۹۔ مسلم۔ الحج۔ ابوداؤد۔ المناسك۔ ترمذی۔ الحج۔ نسائی۔ الحج۔ الصوم۔ عہ ایضا۔ ثانی۔ الطب باب الحجامۃ علی الرأس ص ۸۴۹۔

بَابُ تَزْوِیْجِ الْمُحْرِمِ[۲۴۸]

محرم کا شادی کرنا

۱۰۷۳	عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
حدیث	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
	تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَ مَیْمُوْنَۃَ وَھُوَ مُحْرِمٌ عہ
	نے "میمونہ" سے احرام کی حالت میں شادی کی۔

تشریحات ۱۰۷۳ مغازی میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں میمونہ سے شادی کی۔ اور حلال ہونے کی حالت میں زفاف فرمایا۔ اور ان کا وصال سرف میں ہوا۔ اور اسی چھپر میں دفن ہوئیں جسمیں زفاف فرمایا تھا۔ صرف وصال ہی نہیں نکاح، زفاف بھی سرف ہی میں ہوا تھا۔

حالت احرام میں نکاح یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح صحیح ہے۔ البتہ زفاف ممنوع ہے۔ مگر حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا۔ کہ احرام کیحالت میں نکاح باطل ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے طلحہ بنت عمر بن شیبہ بن جبیر سے نکاح کا ارادہ فرمایا۔ تو امیر الحج ابان بن عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس خبر بھیجی کہ وہ نکاح کی مجلس میں شرکت فرمائیں، تو ابان نے یہ کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم کسی اور کا نکاح نہ کرے نہ خود کرے۔ نہ نکاح کا پیغام بھیجا جائے[۱]۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حج میں یہ ارادہ فرمایا۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ کہ دونوں احرام میں تھے۔ امام طحاوی علامہ عینی وغیرہ ائمہ حنفیہ نے دلائل قاہرہ سے حضرت ابن عباس کی اس حدیث کی اس کے مقابل حدیث پر ترجیح ثابت فرمائی ہے۔ اس عاجز کے نزدیک اس حدیث کی ترجیح کی بڑی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی اس حدیث کو ان کے اجلہ تلامذہ حضرت عطا، حضرت عکرمہ، حضرت ابو شعثاء، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر نے روایت کی ہے۔ نیز اس کی مؤید ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احادیث ہیں جو ان حضرات سے بھی انھیں الفاظ میں حدیث مروی ہے۔ ام المومنین

عہ ثانی - مغازی - باب عمرۃ القضاء ص ۶۱۱ - النکاح - باب نکاح المحرم ص ۷۶۶ - مسلم - نکاح - ابوداؤد مناسک - مسند امام احمد اول ص ۲۴۵ - [۱] مسلم اول - النکاح باب تحریم نکاح المحرم وکراھۃ خطبتہ ص ۴۵۳ - ابوداؤد اول - مناسک - باب المحرم یتزوج ص ۲۵۵

بَابُ مَا يُنْهَى مِنَ الطِّيبِ لِلْمُحْرِمِ وَالْمُحْرِمَةِ

محرم مرد و عورت کا خوشبو لگانا منع ہے ص۲۴۸

۳۲۲ قَالَتْ عَائِشَةُ لَا تَلْبَسُ الْمُحْرِمُ ثَوْبًا بِوَرْسٍ أَوْ زَعْفَرَانٍ -

ت محرم ورس اور زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے -

بَابُ الْاِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا غسل کرنا ص۲۴۸

۳۲۳ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَمَّامَ -

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ محرم حمام میں داخل ہو -

۳۲۴ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا بِالْحَكِّ بَأْسًا -

ت حضرت ابن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھجلانے میں کوئی حرج نہیں جانا

کی حدیث[۱] کو ابن حبان اپنی صحیح میں بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا۔ اور امام طحاوی نے شرح معانی[۲] الآثار میں اس لفظ کے ساتھ روایت کیا۔ تزوج بعض نساءہ وھو محرم ۔ اور حضرت ابوہریرہ[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں روایت فرمایا۔

تشریح ۳۲۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کیساتھ ذکر کیا ہے۔ اس مسئلے پر حدیث ۔ کے ضمن میں مفصل کلام ہو چکا ہے۔

تشریحات ۳۲۳/۳۲۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اثر کو امام بیہقی نے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام مالک[۴] نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

احرام کی حالت میں بال توڑنا، اکھاڑنا یا بالوں کو اس طرح کھینچنا کہ اکھڑ جائیں۔ اور جوئیں مارنا ممنوع ہے۔ نہانے اور کھجلانے میں بالوں کے ٹوٹنے اور اکھڑ جانے کا خطرہ ہے۔ جوؤں کے مرنے کا بھی۔ اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ محرم نہا سکتا ہے کہ نہیں، کھجلی مچے تو بدن، سر کھجلا سکتا ہے یا نہیں۔

احتیاط سے اس طرح نہانا کہ بال نہ ٹوٹیں۔ اور بدن ملنا کھجلانا جائز ہے البتہ بیری یا خطمی کے پانی سے نہانا کہ جوئیں مر جائیں ممنوع ہے۔

---

۱ عمدۃ القاری عاشر ص ۱۹۵ ۔ ۲ اول ۔ الحج ۔ باب نکاح المحرم ص ۳۷۵ ۔ ۳ ایضاً ۔ ۴ موطا ۔ الحج ۔ باب مایجوز للمحرم ان یفعل ص ۱۴۷ ۔

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ

حدیث ۱۰۷۴ عبد اللہ بن حنین سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ

بْنَ عَبَّاسٍ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اخْتَلَفَا بِالْاَبْوَاءِ

رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے "ابواء" میں اختلاف کیا۔ عبداللہ بن عباس نے کہا کہ محرم اپنا سر دھوئیگا

فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ وَقَالَ الْمِسْوَرُ لَا

اور مسور نے کہا نہیں دھوئیگا۔ تو عبداللہ بن عباس نے مجھے حضرت ابوایوب انصاری

يَغْسِلُ الْمُحْرِمُ رَاْسَهٗ فَاَرْسَلَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اِلٰى اَبِيْ اَيُّوْبَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے ان کو کنوئیں کے دونوں ستونوں کے درمیان کپڑے

الْاَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَوَجَدْتُّهٗ يَغْتَسِلُ بَيْنَ الْقَرْنَيْنِ

سے پردہ کئے ہوئے غسل کرتے ہوئے پایا میں نے انھیں سلام کیا تو دریافت فرمایا

وَهُوَ يُسْتَرُ بِثَوْبٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ اَنَا عَبْدُ

کون ہے؟ میں نے عرض کیا

اللّٰهِ بْنُ حُنَيْنٍ اَرْسَلَنِيْ اِلَيْكَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ يَسْاَلُكَ كَيْفَ

عبداللہ بن حنین ہوں۔ مجھے عبداللہ بن عباس نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ پوچھ رہے ہیں

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ رَاْسَهٗ وَهُوَ مُحْرِمٌ

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں اپنے سر اقدس کو کیسے دھوتے تھے۔

فَوَضَعَ اَبُوْ اَيُّوْبَ يَدَهٗ عَلَى الثَّوْبِ فَطَاْطَاَهٗ حَتّٰى بَدَا لِيْ رَاْسُهٗ ثُمَّ

حضرت ابوایوب نے اپنا ہاتھ کپڑے پر رکھکر اسے نیچا کیا اتنا کہ ان کا سر ظاہر ہوگیا۔ پھر اس شخص

قَالَ لِاِنْسَانٍ يَصُبُّ عَلَيْهِ اُصْبُبْ فَصَبَّ عَلٰى رَاْسِهٖ ثُمَّ حَرَّكَ

سے فرمایا جو پانی ڈال رہا تھا۔ کہ پانی ڈال اس نے ان کے سر پہ پانی ڈالا اس کے بعد اپنے دونوں

تشریحات ۱۰۷۴ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محرم نہا بھی سکتا ہے۔ اور اپنے سر اور بدن کو مل بھی سکتا ہے بشرطیکہ بال نہ ٹوٹیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ غسل کی حالت میں بات چیت کرنی جائز ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام میں اگر اختلاف ہو۔ تو ان میں سے اسی کا قول حجت ہے جس کی بنیاد دلیل شرعی پر ہو۔ خواہ کتاب اللہ ہو خواہ سنت۔

رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ فَقَالَ هٰكَذَا رَاَيْتُهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہاتھوں سے اپنے سر کو ہلایا دونوں ہاتھ آگے لائے پھر پیچھے لے گئے اب فرمایا

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ عہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

بَابُ لُبْسِ السِّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

محرم کا ہتھیار پہننا ص۲۴۹

۳۲۵ ت وَقَالَ عِكْرِمَةُ اِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ لَبِسَ السِّلَاحَ وَافْتَدٰى وَلَمْ

اور عکرمہ نے فرمایا جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار پہن لے اور فدیہ دے

يُتَابَعْ عَلَيْهِ فِي الْفِدْيَةِ۔

فدیے کے بارے میں ان کی متابعت نہیں کی گئی۔

۱۰۷۵ حدیث عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَاَبٰى اَهْلُ مَكَّةَ اَنْ يَّدَعُوْهُ

میں عمرے کا ارادہ فرمایا تو اہل مکہ حضور کے مکہ میں داخل ہونے پر اس وقت تک راضی نہ ہوئے

يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتّٰى قَاضَاهُمْ لَا يُدْخِلُ مَكَّةَ سِلَاحًا اِلَّا فِي الْقِرَابِ عہ

جب تک یہ طے نہیں ہوگیا کہ مکے میں اسی صورت میں داخل ہوں گے کہ ہتھیار تھیلوں میں ہوں۔

تشریحات ۳۲۵ ولم یتابع علیہ فی الفدیۃ۔ امام بخاری کا قول ہے یعنی محرم کو جب دشمن کا ڈر ہو تو ہتھیار لگا سکتا ہے۔ اس پر اتفاق ہے امام عکرمہ نے فرمایا کہ اس پر فدیہ واجب ہے مگر یہ کسی اور نے نہیں کہا۔

تشریحات ۱۰۷۵ یہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے۔ جو مفصل کتاب الصلح میں آئیگا۔ قراب۔ چمڑے کا تھیلا جو اونٹ اور گھوڑے وغیرہ پر باندھ دیا جاتا ہے جنہیں سوار ہتھیار، کوڑا وغیرہ ضروری سامان رکھتا تھا۔

عہ مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ فی الحج۔ موطا امام مالک الحج۔ عہ الصلح باب کیف یکتب ھذا ما صالح فلان بن فلان ص ۳۷۱۔ ترمذی۔ الصلح۔

بَابُ دُخُوْلِ الْحَرَمِ وَمَكَّةَ بِغَيْرِ إِحْرَامٍ

حرم اور مکے میں بغیر احرام کے داخل ہونا ص ۲۴۹

۳۲۶ ت	وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا حَلَالًا[۱]
	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکے میں بغیر احرام کے داخل ہوئے۔
حدیث ۱۰۷۶	عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ

صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سال آئندہ جب آئیں تو ہتھیاروں میں صرف تلوار رہے۔ اور وہ بھی نیام میں اور نیام تھیلے میں۔

مطابقت یہاں باب کا عنوان ہے۔ محرم کا ہتھیار پہننا۔ اور حدیث میں ہے کہ ہتھیار تھیلے میں رہے۔ اس سے باب اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ یہ قید کہ تلوار نیام میں رہے اور نیام تھیلے میں۔ اہل مکہ نے لگائی تھی۔ اگر احرام کی حالت میں ہتھیار پہننا ممنوع ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما دیتے کہ اس قید کی کیا ضرورت احرام میں ہتھیار پہننا ممنوع ہے۔ ہم خود مذہبی پابندی کی وجہ سے ہتھیار نہیں پہنیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ نہ فرمانا دلیل ہے کہ احرام کی حالت میں ہتھیار پہن سکتے ہیں۔

تشریحات ۳۲۶ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مکہ سے مدینہ طیبہ آرہے تھے۔ قُدَید پہنچے تو یہ خبر ملی کہ مدینے پر فتنہ پردازوں نے حملہ کر دیا ہے تو مکہ معظمہ بغیر احرام کے واپس ہو گئے۔ غالباً واقعہ حرہ کے موقعہ پر ایسا ہوا۔

جو لوگ میقات کے اندر ہوں وہ اگر مکہ معظمہ حج یا عمرے کے علاوہ کسی کام سے جائیں تو ان پر احرام واجب نہیں۔ لیکن جو لوگ میقات کے باہر ہوں اور مکہ معظمہ جانا چاہیں تو ان پر احرام واجب ہے، اگرچہ وہ حج یا عمرے کے لئے نہ جائیں حتیٰ کہ مکہ معظمہ کے باشندے بھی کسی کام سے میقات کے باہر جائیں تو واپسی پر احرام باندھنا ضروری ہے ۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قدید سے واپس ہوئے ۔ یہ میقات کے اندر ہے۔

امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں داخلہ کے لئے احرام اسی پر واجب ہے جو حج یا عمرے کے قصد سے مکہ معظمہ جائے لیکن اگر کوئی دوسرے کاموں کے لئے جانا چاہتا ہے تو اس پر احرام واجب نہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے ۔ کہ میقات پر احرام باندھنے کا حکم صرف انھیں کو فرمایا جو حج یا عمرے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ارشاد ہے ۔ من اراد الحج والعمرۃ ۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے ۔ کہ جنکا حج یا عمرے کا ارادہ نہ ہو ان پر احرام نہیں۔ مگر مفہوم مخالف ہمارے یہاں معتبر نہیں ۔ اس لئے ان کا استدلال تام نہیں۔

---

[۱] جامع الفدیۃ ص ۱۷۳

دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلٰی رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ
فتح کے سال داخل ہوئے، اور حضور کے سراقدس پر خود تھا، جب اس کو اتارا تو ایک صاحب حاضر ہوئے اور
مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ، عـہ
عرض کیا، ابن خطل کعبے کے پردوں سے چپکا ہوا ہے. فرمایا، اسے قتل کرو،

تشریحات ۱۰۷۶

مِغْفَر، غَفَرَ یَغْفِرُ، سے اسم آلہ ہے. اس کے معنی ڈھانکنے کے ہیں، لوہے کی جالی دار ٹوپی جسے لڑائی کے موقع پر سر پر رکھتے ہیں یعنی خود. ایک روایت میں مِنْ حدید، بھی آیا ہے. یعنی لوہے کا خود،

خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دوسری روایت میں آیا ہے. نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب یوم فتح مکے میں داخل ہوئے تو سراقدس پر سیاہ عمامہ تھا. اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی مروی ہے ؎. نیز انھیں سے ایک روایت میں ہے، مِنْ غیر احرام،

تطبیق ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ ان میں کوئی تنافی نہیں. ہو سکتا ہے کہ عمامہ کے اوپر مغفر رہا ہو. اور یہ بھی ممکن ہے، کہ مغفر نیچے ہو اور عمامہ اوپر،

(ابن خطل فتح مکہ کے موقعہ پر عام منادی تھی. جو شخص ہتھیار ڈال دے، اسے امان ہے، جو مسجد حرام میں آجائے اسے امان ہے، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اسے امان ہے، جو ابو سفیان کے گھر میں چلا جائے اسے امان ہے، مگر گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے بارے میں اعلان عام تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں. ان مردوں میں سے سات کو معافی مل گئی اور چار قتل ہوئے. عورتوں میں سے چار قتل ہوئیں اور دو کو معافی ملی. گیارہ مرد یہ ہیں:

عبدالعزیٰ بن خطل، عبداللہ بن ابو السراح، عکرمہ بن ابو جہل، صفوان بن امیہ، حُوَیْرِث بن نُقَیذ، مقیس بن صبابہ، ہبّار بن اسود، کعب بن زہیر، وحشی، عبداللہ بن الزبعری شاعر، حارث بن طلاطلہ. اس میں خط کشیدہ سب مارے گئے، اور ایسی چھ عورتیں یہ ہیں، ہند بنت عتبہ زوجہ حضرت ابو سفیان جگر خوار، قُرَیبہ. قَرتنا، یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں. جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں. اُرنب. یہ بھی ابن خطل کی لونڈی تھی. سارہ، بنی مطلب یا عمرو بن ہشام کی باندی تھی، یہی وہ عورت ہے جس کے ذریعہ حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے پاس خط بھیجا تھا. ام سعد، ان میں سے قریبہ، ارنب، ام سعد قتل کی گئیں، اور سارہ کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ یہ بھی قتل ہوئی، اور یہ بھی روایت ہے کہ اسے بھی امان ملی، اور پھر مشرف باسلام ہوئی. بقیہ کو معافی مل گئی. ان سب کا جرم اور پھر قتل یا امان ملنے کی تفصیل کتب حدیث اور سیر میں

عـہ ایضًا، الجہاد، باب قتل الاسیر وقتل الصبر ص ۴۲۷ ثانی المغازی، باب این رکز النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴. اللباس، باب المغفر ص ۸۶۴ مسلم الحج. ابوداؤد. ترمذی. الجہاد. نسائی. مناسک. ابن ماجہ الجہاد، دارمی. المناسک، الجہاد موطا امام مالک الحج مسند امام احمد ثالث ص ۱۰۹ ؎ مسلم اول. الحج. باب دخول مکۃ بغیر احرام ص ۴۳۹،

مذکور ہے۔ ابن خطل پہلے مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوا، اس کا نام عبد العزیٰ تھا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر عبد اللہ رکھا، اس کا جرم یہ تھا کہ اسے ایک انصاری صحابی کے ساتھ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، اور ایک خادم بھی ساتھ کر دیا تھا، موقعہ پا کر انصاری کو قتل کر دیا، اور ایک منزل پر خادم سے کہا، کہ ایک بکرا ذبح کر کے کھانا تیار کر۔ ابن خطل سو گیا، اور خادم بھی سو گیا، جب ابن خطل جاگا، اور دیکھا کہ خادم نے کھانا نہیں تیار کیا ہے۔ تو اسے قتل کر دیا، اور اس ڈر سے کہ اگر مدینہ واپس جاؤں گا تو قصاص میں مارا جاؤں گا، مرتد ہو کر مکہ معظمہ چلا آیا، اور مشرکین سے کہا، تمہارا دین سب سے اچھا ہے۔ تیسرا جرم یہ تھا کہ اس کی لونڈیاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجو گاتی تھیں۔[1]

یہ جان بچانے کے لیے کعبے کے پردوں میں چھپ گیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے۔ کہ حضرت ابو برزہ اسلمی یا سعید بن حریث نے گوش گزار کیا، یا رسول اللہ! یہ ابن خطل کعبے کے پردوں میں چھپا ہوا ہے، ارشاد فرمایا، اس کو قتل کر دو۔ یہ سنتے ہی اسے کعبے کے پردوں سے گھسیٹ کر زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان قتل کر دیا گیا، اس کے قتل کی سعادت کسے حاصل ہوئی، اس بارے میں چار حضرات کا نام آتا ہے۔ حضرت زبیر بن عوام، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابو برزہ اسلمی، حضرت سعید بن حریث، علما نے تطبیق دینے کی بھی کوشش کی ہے۔

مطابقت باب باب سے مطابقت یہ ہے کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احرام کی حالت میں ہوتے تو سر کھلا رہتا بر بر خود نہ رہتا، حضرت امام شافعی وغیرہ نے اس حدیث سے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ کہ مکہ معظمہ میں اگر کوئی حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور کام سے جاتے تو اس پر احرام واجب نہیں۔

ہماری گزارش یہ ہے کہ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھوڑی دیر کے لیے قتال کی اجازت ملی تھی۔ اسی طرح اس خاص موقع پر احرام کے بغیر مکہ معظمہ میں داخلے کی بھی اجازت تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر معاذ اللہ مکہ معظمہ پر کسی ظاہری یا باطنی کافر یا مبتدع کی حکومت قائم ہو جائے اور جنگ کے بغیر مکہ معظمہ پر تطہیر کی کوئی اور صورت نہ ہو تو اس موقعہ پر اب بھی اجازت ہونی چاہئے کہ احرام کے بغیر مجاہدین مکہ میں داخل ہوں، مگر اضطرار اور الجاء کی حالت ہے۔ اس سے اعتدال کی حالت پر حکم لگانا درست نہیں۔

بَابُ اِذَا اَحْرَمَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَمِيْصٌ ص ۲۴۹۔
لاعلمی میں کرتا پہنے ہوئے احرام باندھ لے۔

۳۲۷ تشریحات

امام بخاری نے یہاں بھی کوئی حکم واضح نہیں فرمایا، کہ اس پر فدیہ ہے یا نہیں۔ اور اس کے تحت حدیث ۱۹۱۷ لائے ہیں، جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے، کہ ایک دیہاتی احرام باندھے ہوئے آئے، تو حضور نے انہیں حکم دیا کہ خوشبو تین بار دھو ڈال، اور جبہ اتار دے، اور عمرے میں بھی وہی کر جو حج میں کرتا ہے، اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انہیں فدیئے کا حکم دیا، اور نہ یہ مذکور ہے کہ فدیئے کا حکم نہیں دیا اس لیے اس سے باب کے کسی پہلو کا اثبات نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری نے حضرت امام عطا کا قول ذکر فرمایا، کہ

[1] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۰۷۔

ت ۳۲۷ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا تَطَيَّبَ أَوْ لَبِسَ جَاهِلًا أَوْ نَاسِيًا فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ

لاعلمی کی وجہ سے یا بھول کر احرام کی حالت میں خوشبو مل لے، یا کپڑا پہن لے تو اس پر کفارہ نہیں،

حدیث ۱۰۷۷ حَدَّثَنَا عَطَاءٌ حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْلَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ وَعَضَّ

صفوان بن یعلی نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی، اور ایک شخص نے ایک شخص کے ہاتھ کو

رَجُلٌ يَدَ رَجُلٍ يَعْنِي فَانْتَزَعَ ثَنِيَّتَهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عـه

دانت سے کاٹا، تو اس نے اس کے اگلے دانت کو کھینچ لیا، نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس پر کچھ واجب نہیں فرمایا،

بَابُ الْحَجِّ وَالنَّذْرِ عَنِ الْمَيِّتِ وَالرَّجُلُ يَحُجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ ص ۲۴۹

میت کی جانب سے حج اور میت کی منت پوری کرنا، اور مرد عورت کی طرف سے حج کرے،

حدیث ۱۰۷۸ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون

امْرَأَةً مِنْ جُهَيْنَةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ

نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا، میری ماں نے حج کرنے کے لیے منت مانی تھی

أَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتَّى مَاتَتْ أَفَأَحُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ

پوری کیے بغیر مرگئی، کیا میں اس کی طرف سے حج کروں، ارشاد فرمایا، اس کی طرف سے حج کر، بتا اگر تیری ماں پر قرض

دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَةً اقْضُوا اللهَ فَاللهُ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ عـه

ہوتا، تو اسے ادا نہ کرتی، اللہ کا حق ادا کرو، اللہ کا حق پورا کیے کا سب سے زیادہ حق دار ہے،

اس پر فدیہ نہیں،

ہمارے یہاں احرام کے ممنوعات کا ارتکاب کرنے پر بہر صورت فدیہ ہے، خواہ لاعلمی کی بنا پر کرے، یا بھول کر کرے، اور شریعت کے اصول اسی کے مقتضی ہیں۔

تشریحات ۱۰۷۷ ہم نے جو حصہ یہاں ذکر کیا ہے، وہ ایک علیحدہ حدیث ہے، اس کا باب سے کوئی علاقہ نہیں، اور نہ احرام سے ہے، مگر چونکہ یہاں اس سند میں دونوں حدیثیں ساتھ ساتھ مذکور ہیں، تو ہم نے اسے لکھنا ضروری جانا، اس کی پوری تفصیل کتاب الجہاد

عـه الجهاد، باب الاجير ص ۴۱۷، الاجارات، باب الاجير في الغزو ص ۳۰۱، ثاني، الديات، باب اذا عض رجل يد رجل ص ۱۰۱۸، مسلم، قسامة، ترمذي، الديات، نسائي، قسامة،

عـه ثاني، الاعتصام، باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين ص ۱۰۸۸، نسائي الحج

میں یوں ہے،

حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کہ غزوۂ تبوک میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوا، میں ایک جوان اونٹ پر سوار ہوا، اس غزوے میں شرکت میرے خیال میں میرے تمام اعمال سے زیادہ قابل وثوق ہے۔ میں نے ایک شخص کو اجرت پر رکھ لیا تھا، اس نے ایک شخص سے لڑائی کی، ان میں سے ایک نے دوسرے کے ہاتھ کو دانت سے کاٹا، اس نے اس کے منھ سے اپنا ہاتھ کھینچا، تو اس کا اگلا دانت اکھڑ گیا، یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور نے اسے ہدر کر دیا، اور فرمایا، کیا وہ اپنا ہاتھ تیرے منھ میں رکھے رہتا، کہ تو اسے یوں چبائے جیسے نر اونٹ چباتا ہے،

تشریحات ۱۰۷۸

کتاب الایمان والنذور میں، امرأۃ، کے بجائے، رجلا، ہے، اور اُمّی، کے بجائے اُختی، ہے، یعنی ایک صاحب نے دریافت کیا، کہ میری بہن نے حج کی منت مانی تھی اور مر گئی، الخ،

مطابقت باب

یہاں باب کا دو جز ہے، اول، میت کی جانب سے حج کرنا، اور میت کی منت پوری کرنی، ثانی، مرد عورت کی طرف سے حج کرے،

حدیث کی پہلے جز کے ساتھ مطابقت تو ظاہر ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خاتون کو متوفی ماں کی طرف سے حج کرنے کی بھی اجازت دی، اور اس کی منت پوری کرنے کی بھی، البتہ دوسرے جز کے ساتھ مطابقت ظاہر نہیں، محدث ابن بطال نے کہا، کہ جب عورت، عورت کی طرف سے حج کر سکتی ہے، تو مرد بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے،

ان کی مراد غالبًا یہ ہے کہ مرد کا حج بہ نسبت عورت کے کامل ہے، کیونکہ عورت کو اگر ایام حج میں حیض آجائے تو وہ کوئی طواف نہیں کر سکتی، طواف قدوم اور طواف وداع ساقط ہے، اور اگر حیض ایام نحر میں ممتد رہا تو ان دنوں میں طواف زیارت بھی نہیں کر سکتی، طہارت کے بعد ایام نحر گزرنے پر کرے گی، اور ظاہر ہے، جب عورت مساوی درجہ میں رہتے ہوئے کر سکتی ہے، تو مرد جب کہ اس سے کامل ہے، تو بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے،

علامہ ابن حجر نے فرمایا، کہ کتاب النذور کی روایت میں ہے، کہ ایک مرد کو اپنی بہن کی طرف سے حج کی اجازت ملی، اس روایت سے مطابقت ہوتی ہے، یعنی اس حدیث کے ایک طریقے سے پہلے جز کو اور دوسرے طریقے کو دوسرے جز سے مطابقت ہے، اس پر علامہ عینی نے حسب عادت تعقب فرمایا، کہ باب کو اس حدیث سے مطابقت ہونی چاہیئے، جو اس کے ضمن میں مذکور ہے، دوسرے باب میں مذکور حدیث سے مطابقت ہو بھی تو کیا مفید، لیکن یہ تعقب اس وقت صحیح ہوتا، جب کہ امام بخاری نے یہیں ایسا کیا ہوتا، کتنے ابواب ایسے ہیں، کہ باب کے تحت جو حدیث لائے ہیں، اس سے مطابقت نہیں ہوتی، مگر وہی حدیث دوسرے ابواب میں دوسرے طریقے سے جن الفاظ کے ساتھ مروی ہے، ان سے مطابقت ہوتی ہے، مثلاً کتاب العلم ص ۱۸ میں باب قائم فرمایا، ایسی حالت میں فتویٰ پوچھنا کہ عالم یا امام جانور پر سوار ہو اور وہ کھڑا ہو۔

بَابُ حَجِّ الصِّبْيَانِ ص ۲۵۰

بچوں کا حج

حدیث ۱۰۷۹ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں اپنی گدھی پر سوار

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَقْبَلْتُ وَقَدْ نَاهَزْتُ

ہوکر سامنے سے آیا، میں اس وقت بالغ ہونے کے قریب تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْحُلُمَ أَسِيرُ عَلَى أَتَانٍ لِي وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُصَلِّي بِمِنًى

منیٰ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، میں صف اول کے بعض حصوں کے آگے سے گزرا، پھر سواری سے اترا،

حَتَّى سِرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ ثُمَّ نَزَلْتُ عَنْهَا فَرَتَعَتْ فَصَفَفْتُ

وہ چرنے لگی۔ میں لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

مَعَ النَّاسِ وَرَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ

پیچھے صف میں شامل ہو گیا، اور یہ منیٰ میں

بِمِنًى فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ ؏

حجۃ الوداع میں ہوا تھا۔

اس کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث لائے، جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں (ایک جگہ) منیٰ میں رکے تاکہ لوگ پوچھیں، اس میں دابہ ناقہ کا لفظ نہیں، مگر یہی حدیث المناسک[۱] میں ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ناقہ پر سوار ہونے کی حالت میں ٹھہرے، یہی طرز بیان بھی ہے۔ (اقول وباللہ التوفیق، ان پُرپیچ راستوں سے ہٹ کر مطابقت ... یہ ہے، کہ ہم مقدمہ میں بتا آئے کہ حضرت امام بخاری کبھی کبھی حدیث سے بطریق لزوم دلالۃ النص یا اقتضاء النص سے جو مسئلہ ثابت ہوتا ہے، اس کے مطابق باب قائم فرماتے ہیں، یہاں بطور لزوم بطریق اقتضاء النص یہ ثابت ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے حج کرسکتا ہے، جب کہ دوسرا اس پر قادر نہ ہو، اس میں اتحاد نوع کی قید لگانی بلا دلیل ہے، اس لیے یہ اپنے اطلاق پر رہے گا، اور اطلاق کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جیسے عورت، عورت کی طرف سے حج کرسکتی ہے، مرد کی طرف سے بھی کرسکتی ہے، اور اسی طرح مرد عورت کی طرف سے بھی حج کرسکتا ہے۔ اور ... [illegible]

؏ کتاب العلم، باب متی یصح سماع الصغیر ص ۱۷، الصلوٰۃ باب سترۃ الامام سترۃ من خلفہ ص ۷۱، ثانی المغازی، باب حجۃ الوداع ص ۶۳۳، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، الصلوٰۃ، [۱] باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ،

حدیث ۱۰۸۰ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حُجَّ بِيْ مَعَ
حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِيْنَ۔ عہ
مجھے حج کرایا گیا، اور میں سات سال کا تھا،

حج بدل

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص معذور ہے کہ خود حج نہیں کر سکتا، تو اس کی طرف سے دوسرا شخص حج بدل کر سکتا ہے، خواہ اس دوسرے پر حج فرض ہوا ہو خواہ نہ ہوا ہو، اسی طرح میت کی جانب سے بھی حج بدل کر سکتا ہے، خواہ میت پر حج فرض ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، فرض ہونے کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس کو استطاعت تھی، مگر سستی یا کسی وجہ سے حج نہ کر سکا، دوسرے یہ کہ اس نے حج کرنے کی منت مانی تھی، مگر پوری کرنے سے پہلے مرگیا، دونوں صورتوں میں اس کی طرف سے حج بدل ہو سکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ حج بدل کے لیے ایسے شخص کو بھیجا جائے۔ جو حج فرض ادا کر چکا ہو۔ ایسے شخص کو حج بدل کے لیے بھیجنا جس کے ذمے حج فرض ہو، مکروہ ہے۔ آمر کے لیے تنزیہی اور حج کرنے والے کے لیے مکروہ تحریمی اور گناہ۔ ؎

لیکن بہتر یہ ہے کہ اس سے حج بدل نہ کرائے جس کے ذمہ حج فرض ہو، علماء نے اسے ممنوع لکھا ہے، اگرچہ صحیح اور مختار یہ ہے کہ ممنوع نہیں، مگر اختلاف علماء سے بچنا افضل ہے۔ دونوں صورتوں میں حج بدل ہو جائے گا، حج بدل کے شرائط اور تفصیلی احکام فتاویٰ رضویہ جلد چہارم اور بہار شریعت حصہ ششم میں ملاحظہ کریں،

تشریحات ۱۰۷۹ یہ حدیث جلد ثانی کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے، یہاں صرف اس وجہ سے لکھا کہ اخیر میں جو تعلیق ہے، اس میں یہ تصریح ہے کہ یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا تھا، اگرچہ اصل حدیث سے یہ خود ظاہر ہے۔ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد ہجرت صرف ایک ہی حج فرمایا، اور اسی میں حضرت ابن عباس کی شرکت ممکن ہے، کیونکہ قبل ہجرت جو حج فرمایا، اس میں حضرت ابن عباس ابھی گود میں تھے، اس لیے کہ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل شعب ابی طالب میں ہوئی تھی، مگر یہاں تعلیق میں تصریح ہے، اس لیے اس کو ذکر کیا، اس تعلیق کو خود امام بخاری نے مغازی میں سند متصل کے ذکر فرمایا ہے،

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا، کہ نابالغ بچوں کا حج صحیح ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہے، کیونکہ کتاب العلم اور کتاب الصلوٰۃ کی روایت میں یہ زائد ہے کہ کسی نے اس پر مجھے کچھ نہیں کہا۔

تشریحات ۱۰۸۰/۸۱ **یقول**، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا کہا، مذکور نہیں اور نہ یہ مذکور ہے کہ انھوں نے کیا جواب دیا، وکان السائب الخ اس حدیث کے راوی جُعید بن عبد الرحمٰن کا مقولہ ہے،

عہ ترمذی، الحج، ؎ ردالمحتار ثانی ص ۲۴۱، نعمانیہ۔

حدیث ۱۰۸۱ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ يَقُوْلُ لِلسَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ وَكَانَ السَّائِبُ قَدْ حُجَّ بِهِ فِيْ ثَقَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے تھے، اور انھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامان کے ساتھ حج کرایا گیا تھا،

باب حج النساء ص ۲۵۰

عورتوں کا حج،

حدیث ۱۰۸۲ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ أَذِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ آخِرِ حَجَّةٍ حَجَّهَا فَبَعَثَ مَعَهُنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

ابراہیم بن حضرت عبد الرحمن بن عوف نے کہا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری حج میں ازواج مطہرات کو حج کی اجازت دی اور ان کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا،

حُجَّ بِهِ، ترمذی میں ہے کہ میرے والد نے مجھے حج کرایا تھا، اور امام ابن سعد نے روایت کی، کہ میری ماں نے، تطبیق یہ ہے کہ دونوں نے کرایا تھا،

فِيْ ثَقَلِ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ جو چھوٹے بچے تھے اور وہ سامان کے ساتھ رہتے تھے، یہ بھی انھیں میں تھے۔

بچوں کا حج نابالغ بچہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کا حج صحیح ہے، اگر سمجھ وال ہو تو خود احرام باندھے اور تلبیہ پڑھے، اور اگر ناسمجھ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے تلبیہ پڑھے، اور اس کے سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کا کپڑا پہنائے، مگر نابالغ کا حج، حج فرض کے قائم مقام نہ ہوگا، بعد بلوغ اگر اس پر حج فرض ہو جائے، تو پھر کرنا پڑے گا۔ امام مسلم[1] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، کہ روحا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ سواروں سے ملاقات کی تو پوچھا، تم لوگ کون ہو، انھوں نے عرض کیا، ہم لوگ مسلمان ہیں، پھر انھوں نے پوچھا، آپ کون ہیں، فرمایا، میں رسول اللہ ہوں، اب ایک عورت نے ایک بچے کو اٹھا کر پوچھا، کیا اس کے لیے حج ہے؟ فرمایا، ہاں ہے، اور تیرے لیے اجر ہے، ترمذی[2] میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کے مثل مروی ہے، توضیح[3] میں ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ان ذریات کی

---

[1] اول، الحج، باب صحۃ حج الصبی ص ۴۳۱، [2] اول، الحج، باب حج الصبی ص ۱۱۲، [3] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۱۸،

طرف سے حج کرو، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زبیر کے ایک بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر حج کرایا حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بچوں کے سلے ہوئے کپڑے اتار دیتے اور مواقف میں وقوف کراتے، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ایسا ہی کرتی تھیں،

تشریحات ۱۰۸۲ حدثنا، ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن حضرت عبد الرحمن بن عوف، اس حدیث کے راوی ہیں، امام بخاری نے عن ابیہ عن جدہ، فرمایا، ابیہ کی ضمیر کا مرجع تو طے ہے کہ، ابراہیم بن سعد ہیں، جدہ، کے مرجع میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ، ابیہ، کی طرف لوٹے۔ دوسرے یہ کہ ابراہیم بن سعد کی طرف لوٹے، پہلی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ ابراہیم بن سعد نے اپنے باپ (سعد) سے اور سعد اپنے دادا حضرت عبد الرحمن بن عوف سے راوی ہیں، اس کی تائید امام واقدی کی روایت سے ہوتی ہے، جس میں، عن جدہ، کے بعد، عبد الرحمن بن عوف مذکور ہے، اور ابتدائی الفاظ یہ ہیں، ارسلنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسرے تقدیر پر معنی یہ ہوں گے، کہ سعد بن ابراہیم، ابراہیم بن سعد کے دادا، یعنی اپنے والد ابراہیم بن حضرت عبد الرحمن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، علامہ ابن حجر نے اسے ظاہر بتایا۔

اقول پہلی وجہ کی ترجیح دو وجہ سے ہے، اول قرب مرجع، ثانی روایت سے اس کی تائید۔ اور ثانی کی ترجیح اس بنا پر ہوگی، کہ انتشار مرجع نہ لازم آئے اور دونوں ضمیروں کے مرجع متحد ہوں،

ازواج مطہرات کا حج حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازواج مطہرات کو حج کرنے سے روک دیا تھا، تمام ازواج مطہرات نے حجۃ الوداع کے موقع پر حج کر لیا تھا، احرام کی حالت میں عورت کو چہرہ کھولے رکھنا واجب ہے، چھپانا منع ہے، پھر بھیڑ بھی ہوتی ہے، طواف میں مردوں کے ساتھ اختلاط اور جسموں کے مس ہونے کا بھی اندیشہ ہوتا ہے، اس لیے ازواج مطہرات کے تقدس وعظمت کا لحاظ فرماتے ہوئے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ حج کو نہ جائیں، لیکن بعد میں یہ احساس ہوا کہ حج جیسی عظیم عبادت سے انھیں محروم رکھنا مناسب نہیں، تو اجازت دیدی، اور ان کے ساتھ حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جیسے مرتاض ومعتمد کو کر دیا، کہ وہ انھیں ان کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھتے ہوئے حج کرالائیں،

ان دونوں حضرات نے اس کا پورا پورا لحاظ فرمایا، عوام میں منادی کرادی کہ کوئی ان پر دگیان حرم کے قریب نہ جائے، اور کوئی ان کی طرف آنکھ نہ اٹھائے۔ ان کی قیام گاہ الگ رکھتے، یہ لوگ علیحدہ ٹھہرتے، یہ حضرات بھی ان میں سے کسی کے پاس نہیں بیٹھتے[۱]،

ایک شبہہ کا ازالہ کسی بھی عورت کو مدت مسافرت کا سفر شوہر اور محرم کے بغیر جائز نہیں، احادیث اس بارے میں متعدد ہیں، اور ان دونوں حضرات میں سے کوئی بھی ازواج مطہرات کا محرم نہیں تھا جواب یہ ہے کہ بنص قرآنی ازواج مطہرات تمام مومنین کی مائیں ہیں، ارشاد ہے،

وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (احزاب ۶) نبی کی بیبیاں مومنین کی مائیں ہیں،

کسی سے ان کا نکاح صحیح نہیں، اس لیے یہ دونوں حضرات ازواج مطہرات کے محرم ہوئے، کیونکہ محرم کی تعریف یہی ہے،

---

۱ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۰، ۲۱۹ بحوالہ بیہقی۔

حدیث ۱۰۸۳

عَنْ عَائِشَۃَ بِنْتِ طَلْحَۃَ. فَقَالَتْ عَائِشَۃُ فَلَا اَدَعُ الْحَجَّ بَعْدَ اِذْ سَمِعْتُ ھٰذَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ،

عائشہ بنت طلحہ سے روایت ہے، اس پر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد میں حج نہیں چھوڑوں گی۔

حدیث ۱۰۸۴

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَۃُ اِلَّا مَعَ ذِیْ مَحْرَمٍ وَّلَا یَدْخُلُ عَلَیْھَا رَجُلٌ اِلَّا وَمَعَھَا مَحْرَمٌ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَخْرُجَ فِیْ جَیْشِ کَذَا وَکَذَا وَامْرَأَتِیْ تُرِیْدُ الْحَجَّ فَقَالَ اُخْرُجْ مَعَھَا۔ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، اور اس کے پاس کوئی نہ جائے۔ مگر اس وقت جب کہ اس کے ساتھ محرم ہو۔ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ میں فلاں فلاں لشکر میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور میری بیوی حج کا، تو فرمایا۔ اس کے ساتھ جا۔

کہ جس سے کسی حرمت کے موجب سبب مباح کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ نکاح حرام ہو۔

لطیفہ حکام رازی نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا، کیا عورت بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے، فرمایا نہیں۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ کوئی عورت شوہر یا محرم کے بغیر تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر نہ کرے، اب حکام رازی نے محمد بن عبید اللہ عرزمی سے پوچھا، تو انھوں نے کہا کوئی حرج نہیں، ام المومنین حضرت عائشہ بغیر محرم کے سفر کرتی تھیں، اب حکام رازی نے حضرت امام کی خدمت میں یہ پیش کیا، تو فرمایا، عرزمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہر مسلمان حضرت ام المومنین کا محرم ہے۔ جس کے ساتھ چاہیں سفر کریں۔

تشریح ۱۰۸۳ کتاب المناسک میں گذری ہوئی حدیث ۸۱۳ کا یہ تتمہ ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ حضور کے ساتھ رہ کر ہم بھی غزوہ اور جہاد نہ کریں۔ فرمایا، تم عورتوں کے لیے سب سے اچھا اور عمدہ جہاد حج ہے، حج مبرور،

تشریحات ۱۰۸۴ کتاب الجہاد اور نکاح میں یہ ہے، کہ ان صاحب نے یہ عرض کیا تھا، کہ فلاں فلاں غزوے میں میرا نام لکھ دیا گیا ہے، اور آخر میں ہے، کہ جا اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔

عہ الجہاد، باب من اکتتب فی جیش فخرجت امرأتہ حاجۃً ص ۴۲۱، ثانی، النکاح باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم ص ۷۸۷، مسلم، الحج، نسائی، الایمان والنذور۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ ص ۲۵۱

جس نے پیدل کعبے جانے کی منت مانی،

حدیث ۱۰۸۵

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک

وَسَلَّمَ رَأَى شَيْخًا يُهَادَى بَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هٰذَا قَالُوا نَذَرَ أَنْ يَمْشِيَ قَالَ

بوڑھے کو دیکھا کہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے ان کے درمیان چل رہا ہے. فرمایا. اس کا کیا حال ہے، عرض کیا. اس نے منت

إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ لَغَنِيٌّ وَأَمَرَهُ أَنْ يَرْكَبَ، عہ

مانی ہے کہ پیدل چلے گا. فرمایا. اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب دے اور اسے حکم دیا کہ سوار ہو جائے،

کتاب النکاح میں سفر کی ممانعت والا حصہ نہیں، اس حدیث میں مطلقاً سفر کی ممانعت ہے. مگر تقصیر الصلوٰۃ[۱] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تین دن کی مسافت کی قید ہے، نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۴۶۰ تا ۴۶۲ پر ہم نے ثابت کیا ہے، کہ یہ مسافت بانوے[۹۲] کلومیٹر ہے، یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ حج کا بھی سفر محرم یا شوہر کے بغیر عورت کو جائز نہیں. اگر جائے گی تو شوہر یا محرم کے بغیر سفر کرنے کی وجہ سے گنہ گار ہوگی، مگر حج ہو جائے گا،

تشریحات ۱۰۸۵ اس حدیث کی سند یہ ہے، حَدَّثَنَا ابْنُ سَلَامٍ قَالَ أَخْبَرَنَا الْفَزَارِيُّ عَنْ حُمَيْدِ الطَّوِيلِ قَالَ حَدَّثَنِي ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔

اس میں، الفزاری، آیا ہے، فزاری دو ہیں. ابو اسحٰق فزاری، اور مروان بن معاویہ فزاری. ابن حزم نے کہا، کہ دونوں امام اور ثقہ ہیں، دونوں مراد ہو سکتے ہیں، مگر صحیح یہ ہے کہ مروان بن معاویہ ہیں، جیسا کہ مسلم کی روایت میں ہے، اور اصحاب اطراف اور مستخرجات مثلاً خلف، ابو نعیم اور طرفی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، حمید الطویل اور حضرت انس کے مابین ثابت بنانی ہیں، لیکن امام ترمذی اور نسائی نے بعض ایسے طرق سے روایت کیا ہے، جس میں حمید الطویل نے براہ راست حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حدیث روایت کی ہے، اس بارے میں فیصلہ کن بات یہ ہے، کہ حمید الطویل کی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکثر روایتیں بواسطہ ہیں مگر کچھ بلا واسطہ بھی ہیں خود امام بخاری نے ایسی روایتیں ذکر کی ہیں، حمید الطویل کا سماع براہ راست حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے،

احکام جس نے منت مانی کہ پیدل حج کرے گا، اور پیدل چلنے سے عاجز ہو گیا، تو وہ سواری پر حج کے لیے جائے. اب اس پر کفارہ ہے یا نہیں. اصحاب ظواہر نے اس حدیث اور اس کے بعد والی حدیث کے ظاہر کو سامنے رکھ کر کہا کہ اس پر کوئی کفارہ نہیں،

عہ ثانی، الایمان والنذور، باب النذر، فیما لا یملک وفی معصیۃ ص ۹۹۱ مسلم. النذور، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، الایمان والنذور،

[۱] بخاری اول - تقصیر الصلوٰۃ ص ۱۴۷،

حدیث ۱۰۸۶

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ نَذَرَتْ اُخْتِیْ اَنْ
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میری بہن نے بیت اللہ پیدل جانے کی منت

تَمْشِیَ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ وَاَمَرَتْنِیْ اَنْ اَسْتَفْتِیَ لَھَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مانی، اور مجھ سے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کرو، میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

فَاسْتَفْتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِتَمْشِ وَلْتَرْکَبْ۔ عہ
دریافت کیا، تو فرمایا، کہ چلے بھی اور سوار بھی ہو۔

مگر امام اعظم اور امام شافعی نے فرمایا، کہ اگر عاجز ہونے کی وجہ سے سوار ہوا تو بھی اس پر کفارہ ہے، ایک بکری کی حرم میں قربانی کرے، امام اعظم نے فرمایا، اگر عاجز نہیں اور سوار ہوا تو بھی اس پر دم ہے، اور دونوں صورتوں میں قسم توڑنے کا کفارہ بھی، ان حضرات کی دلیل حضرت علی و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ارشاد ہے، کہ فرمایا جس نے بیت اللہ پیدل جانے کی منت مانی، اور اس سے عاجز ہوگیا، تو جتنا پیدل چل سکے چلے، اور جب عاجز آجائے تو سوار ہو اور بکری کی قربانی دے،

نیز حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، فلترکب ولیھد بدنۃ، اور ایک روایت میں ہے، ولتھد ھدیا، اور ایک روایت میں ہے، ولتصم ثلاثۃ ایام، اور تین روزے رکھے، یہ روزے قسم توڑنے کا کفارہ ہے،

تشریح ۱۰۸۶

حضرت عقبہ بن عامر کی ان ہمشیرہ کا نام ام حبان بنت عامر الانصاریہ تھا، ہوسکتا ہے، ان کی ماں انصاری رہی ہوں گی، اس لیے ان کو انصاریہ کہا گیا، امام احمد اور اصحاب سنن کی روایت میں ہے، کہ یہ بھی منت تھی کہ ننگے پاؤں، ننگے سر جائے گی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ اوڑھنی اوڑھے اور سوار ہو، طبرانی کی روایت میں ہے کہ بھاری بدن کی تھیں، پیدل چلنا دشوار تھا، ابو داؤد میں ایک روایت میں ہے، فلتختم ولترکب ولتصم ثلاثۃ ایام، دوسری روایت میں ہے، فلتحج راکبۃ ولتکفر یمینھا، ایک اور روایت میں ہے، ان ترکب وتھدی بدنۃ، ان سب روایتوں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوگیا، کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام حبان کو قسم کے کفارے کا بھی حکم دیا، اور دم کا بھی،

مولانا انور صاحب پر تعقب فیض الباری ثالث ص ۱۴۱ پر اس مسئلہ کے تحت ہے،

وذکر الطحاوی ان علیہ الھدی لترک المشی و الکفارۃ للحنث واستدل علیہ بالروایۃ لم یذکرہ غیرہ
ترجمہ: اور طحاوی نے ذکر کیا کہ اس پر نہ چلنے کی وجہ سے ہدی ہے اور قسم توڑنے کی وجہ سے کفارہ، اور اس پر روایت سے استدلال کیا، مگر اسے انکے علاوہ اور

اقول ۔ نہ معلوم انہیں اونچی دوکان سے ایسا کیوں، ابھی ہم بتا آئے کہ ہدی اور کفارے دونوں کی حدیثیں حضرت امام طحاوی کے علاوہ امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ شاہ صاحب موصوف کا یہ ارشاد کس کھاتے میں درج کیا جائے، غیر مقلدیت کی حمایت کے یا حقیقت کے ساتھ نادان دوستی کے،

عہ مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، الایمان والنذور، ابن ماجہ، کفارات، دارمی، نذور، مسند امام احمد رابع ص ۱۵۲،
لہ مسند امام احمد اول ص ۲۳۹، ۲۵۲، ۲۵۲ لہ مسند امام احمد رابع ص ۱۴۵، شرح معانی الآثار ثانی کتاب الایمان والنذور باب الرجل یجعل علی نفسہ المشی الی بیت اللہ ص ۷۵۔

33

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، فضائل المدینة

باب حرم المدینة، ص ۲۵۱
مدینہ کا حرم ہونا ،

مدینہ کے لغوی معنی بڑی آبادی کے ہیں، جیسے اردو میں شہر کہا جاتا ہے، لیکن جب مطلق بولا جاتا ہے، تو اس سے مدینۃ الرسول مراد ہوتا ہے، جیسے مطلق البیت سے کعبہ اور النجم سے ثریا، مدینہ طیبہ کا نام پہلے یثرب تھا، قرآن مجید میں منافقین کا قول منقول ہے،

یَاۤ اَھْلَ یَثْرِبَ لَامُقَامَ لَکُمْ فَارْجِعُوْا (احزاب ۱۳) اے یثرب والو، یہ تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں چلو لوٹ چلو ۔

یثرب حقیقت میں اس میدان کا نام ہے، جس کے ایک حصے میں مدینہ طیبہ آباد ہے، ابو عبید بکری نے کہا، کہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے اولاد میں یثرب بن قانیہ کوئی گزرا ہے، جو سب سے پہلے یہاں آباد ہوا تھا، اس کے نام پر ہے، ہشام کلبی نے کہا، جب قوم عاد کو اللہ عز و جل نے ہلاک کر دیا، اور وہ منتشر ہوگئے، تو کچھ مکہ معظمہ میں آئے، کچھ طائف میں آئے، اور یثرب میں نزیل بن ارم مدینہ طیبہ آکر بسا اسی کے نام پر اسے یثرب کہا جانے لگا، پھر یہ لوگ تباہ و برباد ہوگئے،

تبع اکبر کا جب اس سرزمین پر گزر ہوا، اور اسے یہ بشارت دی گئی، کہ یہاں نبی آخر الزماں ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، تو وہاں اترا، اور وادی قنا ۃ میں ایک کنواں کھدوایا، جو علامہ عینی کے عہد تک 'بیر ملک' کے نام سے مشہور تھا، اس نے اسے بسایا، اور حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ مکان جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیام پذیر تھے، بنوایا، اور حضور کے نام ایک عریضہ بھی لکھا، اس وقت سے یہ شہر آباد رہا، پھر سد مآرب کی بربادی کے بعد اوس و خزرج یہاں آکر بس گئے، جن کی اولاد کی قسمت میں انصار ہونا لکھا تھا،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بدل کر اس کا نام طیبہ طابہ رکھا، اس لیے کہ یثرب کے معنی فساد کے ہیں، امام احمد اپنی مسند میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مدینہ کو یثرب کہے، وہ اللہ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے، یہ طابہ، نیز امام احمد نے اپنی مسند اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے، خطیب نے اپنی تاریخ میں انھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، کہ میں مدینہ کا نام طیبہ رکھوں اصحاب سنن اربعہ اور شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اسی بستی میں ہجرت کا حکم ہوا ہے، جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی، یثرب، اور وہ مدینہ ہے،

علامہ عبد الرؤف مناوی نے پہلی حدیث کی شرح میں فرمایا،

لما وقع فیہ من الاثم لان الیثرب الفساد ولا یلیق بھا ذالک فتسمیتھا بذالک حرام

کیونکہ مدینہ کو یثرب کہنے میں گناہ ہے، اس لیے کہ یثرب فساد کو کہتے ہیں اور یہ مدینہ کے لائق نہیں، لہذا اسے یثرب

۱؎ اول، الحج، باب المدینة تنفی خبثھا ص ۲۵۲۔ ۲؎ بخاری اول، فضائل المدینة ص ۲۵۲، مسلم، اول، الحج باب المدینة تنفی خبثھا ص ۴۴۴، ۳؎ سراج منیر شرح جامع صغیر جلد ثالث ص ۳۳۸،

لان الاستغفار انما ھو عن خطیئۃ اھ وقال الشیخ تسمیتھا بذالک مکروہ تنزیھا،

کہنا حرام ہے، کیونکہ استغفار گناہ ہی پر ہے، اور شیخ نے فرمایا، اسے یثرب کہنا مکروہ تنزیہی ہے

لسان العرب[1] میں ہے:۔

وروی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ نھی ان یقال للمدینۃ یثرب وسماھا طیبۃ کانہ کرہ الثرب لانہ فساد فی کلام العرب۔ قال ابن الاثیر، یثرب اسم مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمۃ فغیرھا وسماھا طیبۃ و طابۃ کراھیۃ التثریب وھو اللوم والتعییر،

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے مدینے کو یثرب کہنے سے منع فرمایا، اور اس کا نام طیبہ رکھا، حضور نے اسے ناپسند فرمایا، کیونکہ کلام عرب میں ثَرْب کے معنی فساد کے ہیں، اور ابن اثیر نے کہا، یثرب مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پرانا نام ہے، حضور نے بدل کر "طیبہ" اور "طابہ" رکھا، یثرب کو ناپسند فرمایا جس کے معنی ملامت کرنا اور عار دلانا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برے نام یعنی جن کے معنی برے ہوں ناپسند فرماتے اور اسے بدل کر اچھے نام رکھتے تھے۔

مدینہ حرم ہے، ہمارے یہاں مدینہ طیبہ اس معنی کر حرم نہیں کہ اس کے جانوروں کے شکار کرنے اس کے درختوں کے کاٹنے گھاس صاف کرنے پر دم واجب ہو، جن احادیث میں ایسا حکم وارد ہے، وہ مؤول ہیں، مراد یہ ہے، کہ مدینہ طیبہ کی زیب و زینت باقی رکھنے کے لیے فرمایا، کہ اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، میدان صاف نہ کئے جائیں۔

ہمارے دلائل امام بخاری[2] نے، امام مسلم[3] نے اپنی صحیح میں، امام ابوداؤد[4] اور امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں، امام ابن ماجہ[5] نے اپنی سنن میں، امام بزار نے اپنی مسند میں، امام ابو جعفر طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں کہ ام سلیم کے ایک دودھ پیتے صاحبزادے تھے، جن کو ابو عمیر کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے خوش طبعی اور ہنسانے والی باتیں کرتے تھے، اور ان کی ایک چھوٹی چڑیا تھی، جس کو نُغَیر کہتے تھے، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے پاس گئے تو دیکھا کہ ابو عمیر مغموم ہیں، دریافت فرمایا، ابو عمیر کا کیا حال ہے، لوگوں نے عرض کیا، اس کی نُغَیر مر گئی ہے، اب حضور نے فرمایا، اے ابو عمیر نُغَیر کیا ہوئی،

اگر مدینہ طیبہ کے جنگلی جانوروں کا شکار ممنوع ہوتا، تو حضرت ابو طلحہ کے گھر یہ چڑیا کیسے رہ پاتی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے پسند فرماتے،

---

[1] جلد اول ص ۲۳۵، [a] عمدۃ القاری عاشر ص ۲۳۵، بحوالہ عمر بن شبہ عن ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ [2] ثانی، الادب، باب الانبساط الی الناس ص ۹۰۵، باب الکنیۃ للصبی ص ۹۱۵، [3] ثانی، الادب، باب کنیۃ من لم یولد ص ۲۱۰، [4] ثانی، الادب، باب الرجل یتکنی ولیس لہ ولد ص ۳۲۳، [5] الادب، باب الرجل یتکنی قبل ان یولد لہ ص ۲۷۳،

حدیث ۱۰۸۷ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، کہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَدِیْنَۃُ حَرَمٌ مِّنْ کَذَا اِلٰی کَذَا لَا یُقْطَعُ شَجَرُھَا وَلَا یُحْدَثُ فِیْھَا حَدَثٌ

فرمایا، مدینہ یہاں سے وہاں تک حرم ہے، اس کا درخت نہ کاٹا جائے، اور اس میں کوئی بدعت پیدا نہ کی جائے، جو

مَنْ اَحْدَثَ فِیْھَا حَدَثًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ عہ

اس میں کوئی بدعت پیدا کرے گا، تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔

نیز امام احمد[۱] نے اپنی مسند میں اور امام طحاوی نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کا ایک وحشی جانور تھا جب حضور باہر تشریف لے جاتے کھیلتا۔ دوڑتا۔ آگے آتا، پیچھے جاتا۔ اور جب یہ جان لیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر آگئے ہیں۔ تو چپ چاپ گھٹنے توڑ کر بیٹھ جاتا۔ کہ کہیں حضور کو اذیت نہ ہو۔

اگر مدینے کے حرم ہونے کا وہ مطلب ہوتا جو مکہ معظمہ کے حرم ہونے کا ہے، تو یہ کیسے جائز ہوتا کہ ایک جنگلی جانور کو اس طرح رکھا جاتا۔ کہ اسے اندر کر کے دروازہ بند کر لیا جاتا۔

تشریحات ۱۰۸۷ من احدث۔ کتاب الاعتصام کی روایت میں ہے، من آوی محدثا۔ حدث کے معنی نئی بات نئی چیز ایجاد کرنے کے ہیں۔ اور یہاں وہ نئی چیز ایجاد کرنا مراد ہے، جو کتاب وسنت کے مخالف ہو علامہ عینی[۲] نے فرمایا،

ای لا یعمل فیھا عمل مخالف للکتاب والسنۃ۔	یعنی اس میں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جو کتاب اور سنت کے مخالف ہو۔

کتاب وسنت کے مخالف ہونے کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ ایک حکم کتاب وسنت میں مذکور ہے، اسے چھوڑ کر اس کی ضد پر عمل کیا جائے۔ جیسے اذان خطبہ، عہد رسالت اور صحابہ میں مسجد کے باہر ہوتی تھی، اس کو مسجد کے اندر لانا۔ اور اگر کوئی چیز قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہو۔ اسے کرنا۔ قرآن وحدیث کے مخالف پر عمل کرنا نہیں، مخالفت دو متقابل چیزوں کو چاہتی ہے، جب قرآن وحدیث میں اس کے بارے میں کچھ مذکور ہی نہیں، تو وہ قرآن وحدیث کے مخالف کبھی نہیں ہوگی، اسی لیے حدیث صحیح میں فرمایا،

من سنّ فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم	جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، اسے ایجاد کرنے کا ثواب ہوگا، اور اس کے بعد جتنے لوگ عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ

عہ ثانی۔ الاعتصام، باب اثم من آوی محدثا ص ۱۰۸۶، مسلم، [۱] مسند جلد سادس ص ۱۱۲،

[۲] عمدۃ القاری عاشر ص ۱۲۸۔

حدیث ۱۰۸۸

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيِ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى لِسَانِيْ قَالَ وَأَتَى النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِيْ حَارِثَةَ فَقَالَ أَرَاكُمْ يَا بَنِيْ حَارِثَةَ قَدْ خَرَجْتُمْ مِنَ الْحَرَمِ ثُمَّ الْتَفَتَ فَقَالَ بَلْ أَنْتُمْ فِيْهِ، عـہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری زبان پر مدینے کے دونوں سنگستانوں کے درمیان کا حصہ حرم بنا دیا گیا، حضرت ابو ہریرہ نے کہا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی حارثہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ حرم سے باہر ہو۔ پھر حضور نے ان کے جائے وقوع کو غور سے دیکھا تو فرمایا، نہیں، تم لوگ حرم کے اندر ہو،

شیٔ۔ ے عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بہت سے ایسے اچھے اعمال ہیں، جو قرآن و حدیث میں صراحۃً مذکور نہیں، اور نہ عہد رسالت و صحابہ میں اس پر عمل ہوتا تھا، بالکل نو ایجاد ہیں، مگر وہ اچھے ہیں، ان کی ایجاد میں بھی ثواب ہے، اور عمل پر بھی، اس لیے حدثا کے یہ معنی بتانا کہ جو قرآن و حدیث میں مذکور نہ ہوں، حدیث کی تحریف معنوی ہے،

یہاں یہ ہے کہ جس نے مدینے میں کوئی بدعت ایجاد کی، اور کتاب الاعتصام میں بطریق موسیٰ بن انس او اوی محدثا زائد ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گمراہ بددین، فساق کو پناہ دینی ان کی مدد کرنی، ان کی رسی میں گرفتار ہونا ہے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے، کہ فرمایا،

أَنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ، (النساء ۱۴۰) اب تم انھیں کی مثل ہو،

تشریحات ۱۰۸۸

لابتان، لابۃ، کا تثنیہ ہے، لابۃ اس زمین کو کہتے ہیں، جس پر سیاہ پتھر پھیلے ہوں، اسے حرۃ بھی کہتے ہیں، مدینہ طیبہ دو سنگستانوں کے درمیان ہے، شرقی اور غربی،

بنی حارثہ | بنی حارثہ اوس کی ایک شاخ ہے، یہ سید الشہدا حضرت حمزہ کے مشہد کے مغرب میں حرۃ کے کنارے بلند ٹیلے پر رہتے تھے، پہلے یہ خیال ہوا، کہ حرم سے باہر ہوں، مگر پھر حدود حرم پر غور فرمایا، اور ملاحظہ فرمایا کہ اندرون حرم ہیں، تو وہ ارشاد فرمایا، کہ تم حرم کے اندر ہو،

تشریحات ۱۰۸۹

تکمیل، یہ حدیث جلد اول ص ۴۰۲ پر ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے گذر چکی، وہاں یہ ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا تھا، ابو داؤد کتاب الدیات میں

عـہ مسند امام احمد ثانی ص ۲۸۶، ے مسلم اول، من کوٰۃ، باب الحث علی الصدقۃ ص ۳۲۷، ثانی، العلم، باب من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ ص ۳۴۱، نسائی، زکوٰۃ، باب التحریض علی الصدقۃ ص ۳۵۶، مسند امام احمد جلد ۴ ابع ص ۳۵۷،

حدیث ۱۰۸۹ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

ابراہیم تیمی اپنے باپ یزید بن شریک سے روایت کرتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

مَا عِنْدَنَا شَيْءٌ اِلَّا كِتَابُ اللّٰهِ وَهٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا، کہ ہمارے پاس کتاب اللہ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ اس صحیفے کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں

اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عَائِرٍ اِلٰى كَذَا مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ اٰوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ

یہ ہے، عائر سے یہاں تک مدینے کو حرم بنایا گیا، جو اس میں بدعت پیدا کرے، یا بدعتی کو پناہ دے، اس پر اللہ اور

لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّقَالَ ذِمَّةُ

فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا نہ نفل۔ اور فرمایا، سب مسلمانوں کا ذمہ

الْمُسْلِمِيْنَ وَاحِدَةٌ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ

ایک ہے، جو کسی مسلمان کے ذمے کو توڑے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کا فرض

لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ وَّمَنْ تَوَلّٰى قَوْمًا بِغَيْرِ اِذْنِ مَوَالِيْهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ

قبول کیا جائے گا، نہ نفل، جو اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی سے موالات کرے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور

وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ. قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَدْلٌ

سب لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول کیا جائے گا اور نہ نفل، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے فرمایا،

فِدَاءٌ، عہ

عدل کے معنی فدیہ ہے،

ہے، کہ قیس بن عباد اور اشتر نخعی نے دریافت کیا، تو مذکورہ بالا جواب ارشاد فرمایا، بخاری کتاب الاعتصام میں ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پکی اینٹ کے ممبر پر خطبہ ارشاد فرمایا، اور تلوار حمائل فرمائے ہوئے تھے، جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا، فرمایا، ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفے کے سوا اور کوئی کتاب نہیں، جسے ہم پڑھتے ہوں، اس میں مختلف زخموں کے احکامات ہیں، اور دیت میں واجب ہونے والے اونٹوں کی عمریں اور یہ ہے کہ مدینہ عیر سے یہاں تک حرم ہے، الحدیث۔ حضرت ابو حمید کی

عہ ایضاً، الجہاد، باب ذمۃ المسلمین وجوارهم واحد ص ۴۵۰، باب اثم من عاهد ثم غدر ص ۴۵۱، ثانی، الفرائض باب اثم من تبرأ من موالیہ ص ۱۰۰۰، الاعتصام، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع ص ۱۰۸۴، مسلم، الحج، العتق، الاضاحی، ابو داؤد، مناسک، دیات، ترمذی، ولاء، نسائی، ضحایا، قسامۃ، مسند امام احمد اول ص ۸۱،

حدیث میں جراحات کے بجائے۔ العقل ہے، حاصل دونوں کا ایک ہے۔ اور فکاک الاسیر
ولا یقتل مومن بکافر کا اضافہ ہے۔ یعنی قیدیوں کے چھڑانے کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ کافر کے بدلے
مومن قتل نہیں کیا جائے گا۔ مسلم[1] اور مسند امام احمد[2] میں بطریق ابوطفیل یہ ہے۔ کہ اس میں یہ چار باتیں
تھیں۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے۔ جو اللہ کے نام کے غیر پر جانور ذبح کرے اللہ اس پر لعنت فرمائے۔
جو زمین کے مینارے چرائے۔ اللہ اس پر لعنت فرمائے جو اپنے باپ پر لعنت کرے۔ اللہ اس پر لعنت
فرمائے جو کسی بدمذہب کو پناہ دے۔ مسند امام احمد[3] میں یہ زائد ہے۔ اس کے میدان کی گھاس نہ
چھیلی جائے۔ اس کے شکار کو نہ بھڑکایا جائے اور اس کا لقطہ نہ اٹھایا جائے اور اس کا درخت نہ
کاٹا جائے مگر اونٹ کے چارے کے لئے۔ قیس بن عباد کی حدیث میں ہے کہ ہم نے پوچھا۔ کیا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی ایسا عہد لیا ہے جو عام لوگوں سے نہیں لیا ہے۔ فرمایا نہیں سوائے
اس کے جو اس مکتوب میں ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار کی نیام سے اس مکتوب
کو نکالا۔ اس میں یہ لکھا تھا۔ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور وہ غیروں کے مقابلے میں بمنزلہ ایک ہاتھ کے ہیں اور
ان کے ذمے کو پورا کرنے کے لئے سب سے ادنیٰ بھی کوشش کریگا۔ خبردار کوئی مومن کافر کے عوض قتل
نہ کیا جائے اور نہ ذمی معاہد اپنے عہد میں۔ اور جو نئی بات پیدا کرے گا، اپنی جان پر پیدا کرے گا۔ اور جو نئی
بات ایجاد کرے یا بدعتی کو پناہ دے۔ الحدیث۔ ان سب حدیثوں کا حاصل یہ نکلا کہ اس صحیفے میں یہ باتیں
لکھی ہوئی تھیں۔ (۱) کوئی کسی کو زخمی کرے تو اس کی دیت کیا (۲) دیت کے اونٹوں کی عمریں کیا ہوں گی۔
(۳) قیدیوں کو آزاد کرنا (۴) کافر مسلمان کو قتل کر دے تو قصاص میں مسلمان قتل نہیں کیا جائے گا (۵) عہد
ذمہ کی پابندی لازم ہے (۶) اللہ کے علاوہ اور کسی کے نام پر جانور ذبح کرنا حرام ہے۔ (۷) علامت کے طور پر
جو مینارے ہیں ان کا چرانا حرام ہے۔ (۸) ماں باپ پر لعنت کرنا حرام ہے (۹) عیر سے ثور تک مدینہ طیبہ
حرم ہے (۱۰) کتاب وسنت کے خلاف کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا حرام ہے (۱۱) بدمذہب اور فساق ظالموں
کو پناہ دینا حرام ہے (۱۲) مسلمانوں کا خون برابر ہے (۱۳) ذمی کو قتل کرنا حرام ہے (۱۴) مدینے کے حرم میں
درخت کاٹنا، پتے جھاڑنا میدان صاف کرنا (۱۵) شکار کرنا منع ہے (۱۶) مدینے پر حملہ جائز نہیں (۱۷)
مسلمانوں کو غیروں کے مقابلے میں متحد ومتفق رہنا چاہئے (۱۸) اس کا لقطہ نہ اٹھایا جائے (۱۹) اپنے باپ
کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔ (۲۰) جس کے ساتھ عقد موالات نہ ہو اس کے ساتھ عقد
موالات بتانا حرام ہے۔

ما بین عائر الی کذا | حضرت انس کی حدیث میں۔ من کذا الی کذا۔ یعنی یہاں سے وہاں تک
حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں ما بین لابتی المدینۃ۔ ہے یعنی حرہ شرقیہ اور غربیہ کا درمیانی حصہ اور

[1] ثانی۔ الاضاحی۔ باب تحریم الذبح لغیر اللہ ص ۱۶۰۔ [2] اول ص ۱۱۸ [3] اول ص ۱۱۹

اور اس حدیث میں ہے کہ عائر سے لے کر وہاں تک۔ ان سب میں سب سے واضح مابین لابتی المدینۃ کا لفظ ہے۔

اس روایت میں عائر ہے۔ اور کتاب الجہاد کی روایت میں عیر ہے۔ مسلم[۱] میں۔ مابین عیر و ثور ہے۔ ابوداؤد[۲] میں مابین عائر الی ثور ہے۔ عیر او ثور۔ مدینہ طیبہ کے دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ ثور جبل احد کے قریب ایک چھوٹے سے پہاڑ کا نام ہے۔ ابوداؤد[۳] میں عدی بن زید سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے ہر طرف ایک برید رمنا بنایا۔ مسلم[۴] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے کے اردگرد بارہ میل رمنا بنایا۔ ان دونوں روایتوں کا حاصل ایک ہی ہے۔ ایک قول کی بنا پر برید بارہ میل کا ہوتا ہے[۵]۔

محدثا | یہ فتحہ کے ساتھ بھی مروی ہے۔ اس کے معنی ہیں نوایجاد چیز۔ یعنی بدعت کو پناہ دی یعنی اپنایا اسے رواج دیا یا اس کے رواج میں کوئی مدد کی یا باوجود قدرت اس نے ازالے کی کوشش نہ کی۔ محدِث دال کے کسرے کے ساتھ۔ یعنی بدعت ایجاد کرنے والے کو پناہ دی، اس کی کوئی مدد کی یا باوجود قدرت اس کو دفع نہیں کیا۔ مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں بھی یہ دونوں باتیں حرام ہیں مگر مدینہ طیبہ میں اور سخت حرام ہیں۔ کیونکہ مدینہ طیبہ معدن اسلام ہے۔ وہاں کے عمل درآمد کو دیکھکر دوسری جگہ کے مسلمان اسے جائز بلکہ مستحسن اور اسلامی کام سمجھنے لگیں گے۔ اور یہی بات مکہ معظمہ میں بھی ہے۔ اس لئے ان دونوں مقامات میں بدعت کا رواج بہ نسبت دوسرے مقامات کے زیادہ خطرناک ہے۔

صرف وعدل | جمہور کا قول یہ ہے کہ۔ صرف سے فرض۔ اور عدل سے نفل مراد ہے۔ اور یہی راجح ہے اصمعی نے کہا۔ صرف کے معنی توبہ اور عدل کے معنی فدیہ ہے۔ ابو عبید نے کہا۔ صرف کے معنی۔ اکتساب ہے اور عدل کے معنی حیلہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کے معنی دیت ہے اور عدل کے معنی اس پر کچھ زیادتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ صرف کے معنی شفاعت ہے اور عدل کے معنی فدیہ ہے۔ علامہ قاضی بیضاوی نے اسی پر جزم فرمایا۔

من تولی قوما مراد یہ ہے کہ پہلے کسی قوم سے موالات کیا تھا پھر انکی اجازت کے بغیر دوسری قوم سے کرلیا۔ **بغیر اذن موالیھم** کا ظاہر اسی کی جانب مشعر ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ عقد موالات کئے بغیر کسی قوم سے موالات کا دعویٰ کردیا۔ اب بغیر اذن موالیھم میں موالیھم بطور مجاز ہوگا۔ مسلم کی روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے۔ ومن ادعی الی غیر ابیہ۔ او انتمی الی غیر موالیہ۔ جو اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف نسبت کرلے۔ یہ اس معنی کا موید ہے۔

مسائل | اس حدیث میں روافض کا رد ہے جو کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ

---

[۱] اول۔ الحج۔ باب فضل المدینۃ ص ۴۴۲ [۲] اول۔ مناسک۔ باب فی تحریم المدینۃ ص ۲۷۸ [۳] ایضاً ص ۲۷۹

[۴] اول۔ الحج۔ باب فضل المدینۃ ص ۴۴۲۔ [۵] نزھۃ القاری ثالث ص ۴۵۹۔

بَابُ فَضْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَنَّهَا تَنْفِي النَّاسَ ص۲۵۲

مدینے کی فضیلت اور یہ کہ وہ لوگوں کو نکال پھینکتا ہے

۱۰۹۰ سَمِعْتُ اَبَا الْحُبَابِ سَعْدَ بْنَ يَسَارٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ

حدیث ابوالحباب سعد بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ

سُنا، کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسی بستی میں

بِقَرْيَةٍ تَاْكُلُ الْقُرٰى يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ تَنْفِي النَّاسَ

ہجرت کرنے کا حکم ہوا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائے گی جسے لوگ یثرب کہتے ہیں حالانکہ وہ

كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ع‍ہ

مدینہ ہے لوگوں کو ایسے دور پھینکتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو پھینکتی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خفیہ کچھ صنیتیں کی تھیں اور کچھ اسرار و رموز اور دین کے مخصوص قواعد راز داری کے ساتھ بتائے تھے۔ عہد شکنی حرام ہے۔ خصوصاً عقد زمہ اور عقد امان۔ اپنے نسب کو بدلنا حرام ہے۔ یوہیں جس نے آزاد کیا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو آزاد کنندہ بتانا بھی حرام ہے۔

مولانا انور شاہ پر تعقب فیض الباری جلد ثالث ص۱۴۱ پر اس کی دلیل میں کہ مدینہ طیبہ کے اشجار کاٹنے جائز ہیں، یہ لکھا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کے وقت درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر بالکل ابتدا کی بات ہے۔ یہ اس ارشاد کے معارض یا مخصص نہیں ہو سکتا سب کو معلوم ہے کہ مدینے کے حرم ہونے کا ارشاد بعد کا ہے۔

تشریحات ۱۰۹۰ تَاْكُلُ الْقُرٰى اس سے مراد یہ ہے کہ یہ تمام بستیوں پر غالب آجائے گی۔

تنفي الناس مراد یہ ہے کہ کفار منافقین فتنہ پرور افراد کو باہر کر دیتی ہے۔ یہ خصوصیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک تھی۔ جیسے عکل و عرینہ کو نکالا اور ایک اعرابی کا قصہ ابھی آرہا ہے اور یہودیوں کو نکالا یا پھر دجال کے زمانے میں جیسا کہ دجال کی حدیث میں مذکور ہے۔

مہلب بن ابو صفرہ محدث نے کہا کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔ اس لئے کہ مکہ کی کفر و شرک

ع‍ہ مسلم۔ الحج۔ نسائی مناسک۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۳۷۔

بَابُ لَابَتَی الْمَدِیْنَۃِ ص۲۵۲

مدینے کے دو سنگستان

۱۰۹۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ لَوْ رَاَیْتُ الظِّبَاءَ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت ہے۔ وہ فرماتے تھے اگر میں
بِالْمَدِیْنَۃِ تَرْتَعُ مَا ذَعَرْتُھَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ
مدینے میں ہرنوں کو چرتے دیکھوں تو اسے بھڑکاؤں گا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لَابَتَیْھَا حَرَامٌ ع۵
نے فرمایا، اس کے دونوں سنگستانوں کا درمیانی حصہ حرم ہے۔

سے طہارت مدینہ طیبہ کی برکات سے ہے۔ اس استدلال پر کلام کی گنجائش ہے۔ مگر ہم نے پہلے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے افضل ہے۔

تشریحات ۱۰۹۱ اس قدر پر ہمارا اتفاق ہے کہ مدینہ طیبہ کی زیب وزینت باقی رکھنے کے لئے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ گھاس نہ صاف کیجائے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس کے جنگلی جانوروں کو بھڑکایا نہ جائے اس معنی کے اعتبار سے مدینہ طیبہ بھی حرم ہے۔ مگر ہمارا یہ کہنا ہے کہ مدینہ طیبہ کے درخت کاٹنے، گھاس چھیلنے اور شکار کرنے پر دم واجب نہیں جیساکہ مکہ معظمہ میں ہے۔ ابھی حدیث گزری کہ مدینہ طیبہ کے درختوں سے اونٹ کے لئے چارہ کاٹنے کی اجازت ہے۔ عجیب بات ہے۔ حضرات ائمہ ثلثہ مدینہ طیبہ کے حرم ہونے کے قائل ہیں۔ مگر درخت کاٹنے، شکار کرنے پر فدیہ اور جزا کوئی صاحب واجب نہیں فرماتے۔ البتہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کا سامان چھین لیا جائے۔ جیساکہ مسلم میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ وہ اپنے دولت خانے وادی عقیق میں گئے تو ایک غلام کو دیکھا کہ درخت کاٹ رہا ہے اور پتے چھاڑ رہا ہے۔ انھوں نے اس کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا۔ اس کے بعد اس غلام کے گھر والے آئے اور انھوں نے حضرت سعد سے اپنے غلام کا سامان مانگا تو فرمایا۔ معاذاللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو عطیہ مجھے دیا ہے وہ واپس کردوں۔ سامان واپس کرنے سے انکار کردیا۔

اس پر عرض یہ ہے کہ حرم کے درخت کاٹنے میں جزا بھی اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے۔ اور تصدق فقیر پر ہوتا ہے۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقیر نہ تھے۔ نیز یہ ضروری نہیں کہ اس غلام کا سامان اس

ع۵ مسلم۔ الحج۔ ترمذی۔ المناقب۔ نسائی۔ مناسک۔

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِيْنَةِ ص۲۵۲

جو شخص مدینے سے منہ پھیرے

۱۰۹۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تَتْرُکُوْنَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی خَیْرِ مَا کَانَتْ لَا یَغْشَاهَا
وسلم سے سنا۔ فرماتے تھے کہ تم لوگ مدینے کو ایسے وقت چھوڑ دو گے جب وہ بہترین حالت
اِلَّا الْعَوَافِیْ یُرِیْدُ عَوَافِیَ الطَّیْرِ وَالسِّبَاعِ وَآخِرُ مَنْ یُّحْشَرُ رَاعِیَانِ مِنْ
میں ہوگا۔ یہانتک کہ اسمیں روزی کے متلاشی درندے، پرندے اپنے لگیں گے اور سب سے آخر میں
مُزَیْنَةَ یُرِیْدَانِ الْمَدِیْنَةَ یَنْعِقَانِ بِغَنَمِهِمَا فَیَجِدَانِهَا وُحُوْشًا حَتّٰی اِذَا
مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا جو اپنی بکریوں کو آواز دیتے ہوئے مدینے آئیں گے۔ تو وہاں
بَلَغَا ثَنِیَّةَ الْوَدَاعِ خَرَّا عَلٰی وُجُوْهِهِمَا ع۵
جنگلی جانور پائیں گے۔ جب ثنیۃ الوداع تک پہنچیں گے تو منھ کے بل گر پڑیں گے۔

درخت کی قیمت کا ہو۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ارشاد زجر و توبیخ کے لئے ہے، کہ لوگ درخت کاٹ کاٹ کر مدینہ طیبہ کو ننگا نہ کر دیں۔ اس مسئلے میں احناف پر بہت تیر و نشتر برسائے گئے ہیں مگر بنظر دقیق ائمہ ثلاثہ اور ہمارے مسلک میں مآل کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ اور عہد رسالت سے تعامل اسی پر ہے۔ کہ بوقت ضرورت مدینہ طیبہ کے درخت کاٹے جاتے ہیں۔

۱۰۹۲ مسند امام احمد میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین انما
تشریحات قاسم والله یعطی۔ اور اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتا ہے۔ اور میں بانٹنے والا ہوں، اور اللہ دیتا ہے۔ عوافی۔ عافیۃ کی جمع۔ یہ معتل وادی ہے اس کے معنی روزی ڈھونڈھنے والے کے ہیں۔ مراد جنگلی جانور ہیں۔ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اسم بھی۔ علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ۔ عفاء سے بنا ہو۔ جسکے معنی ویران خالی جگہ کے ہیں۔ جہاں کوئی نہ ہو۔ وحشی جانور ایسی ہی جگہ رہائش اختیار کرتے ہیں۔ صحیح یہی ہے کہ مدینہ کا یہ حال قیامت کے قریب

ع۵ مسلم۔ الحج۔ مسند امام احمد ص ۳۳۴

۱۰۹۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ اَبِي زُهَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سفیان بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ

عَنْهُمْ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُفْتَحُ

انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا۔ فرماتے تھے۔ یمن فتح ہوگا تو کچھ سواری

اَلْيَمَنُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ

کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر لیجائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے

خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ الشَّامُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ

لئے بہتر ہے۔ اگر وہ لوگ جانتے۔ اور شام فتح ہوگا تو کچھ لوگ سواری کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے

بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ وَيُفْتَحُ

اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کرلے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ جانتے اور

الْعِرَاقُ فَيَاْتِيْ قَوْمٌ يُبِسُّوْنَ فَيَتَحَمَّلُوْنَ بِاَهْلِيْهِمْ وَمَنْ اَطَاعَهُمْ

عراق فتح ہوگا تو کچھ لوگ سواری کا جانور ہانکتے ہوئے آئیں گے اور اپنے اہل اور پیروکاروں کو لاد کر

ہوگا۔ جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا۔ اور خود اس حدیث کے اخیر کا حصہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ فرمایا سب کے اخیر میں مزینہ کے دو چرواہوں کا حشر ہوگا۔ الحدیث۔

وآخر من یحشر مزینہ کے یہ دونوں چرواہے اپنے وطن کو چھوڑ کر اپنی بکریاں لے کر مدینے آئیں گے تو دیکھیں گے کہ یہ جنگلی جانوروں کا مسکن ہے۔

۱۰۹۳ والمدینۃ خیر لھم ظاہر ہے کہ مدینہ دیار رسول ہے۔ یہاں مسجد نبوی ہے۔ یہ مہبط وحی

تشریحات ہے۔ یہیں سے اسلام کی دوسرے بلاد میں نشر و اشاعت ہوئی۔ غلبہ ہوا۔ اس سے بہتر یمن شام، عراق کیسے ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں طنز ان لوگوں پر ہے جو فراخی اور موسم کی خوشگواری وغیرہ کی نیت سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر کہیں اور گئے۔ رہ گئے وہ حضرات جو جہاد یا تبلیغ کے لئے دوسرے شہروں میں گئے یا اور کسی دینی مصلحت کی بنا پر گئے۔ جیسے خلیفۃ المسلمین کی طرف سے والی بناکر بھیجے گئے وہ ماجور و مثاب ہیں۔ اس حدیث کے تحت نہیں آتے۔

غیب دانی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے یمن کا تذکرہ فرمایا پھر شام کا پھر عراق کا۔ اسی ترتیب سے یہ ممالک فتح ہوئے۔ یمن کا کچھ حصہ عہد رسالت ہی میں فتح ہو چکا تھا۔ بقیہ عہد صدیقی میں فتح ہوا۔ اس کے بعد شام فتح ہوا، پھر عراق۔ اور جب یہ فرمایا تھا۔ شام و عراق پر قیصر و کسریٰ

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ؏

لے جائیں گے۔ حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے، اگر وہ لوگ علم رکھتے۔

بَابُ الْاِيمَانِ يَأْزِرُ اِلَى الْمَدِينَةِ ص ۲۵۲

ایمان مدینے میں پناہ لے گا

۱۰۹۴ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِيمَانَ لَيَأْزِرُ اِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَأْزِرُ الْحَيَّةُ اِلَى جُحْرِهَا ؏

فرمایا بیشک ایمان سمٹ کر مدینہ کیطرف لوٹ آتا ہے۔ جیسے سانپ اپنی بل میں سمٹ کر لوٹتا ہے۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ كَادَ اَهْلَ الْمَدِينَةِ ص ۲۵۲

مدینے کے ساتھ مکر کرنیوالے کا گناہ

۱۰۹۵ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حدیث عائشہ بنت سعد سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا

کی انتہائی مضبوط و مستحکم حکومتیں قائم تھیں۔ اور عرب کا جو حال تھا اس کے پیش نظر کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ کبھی اہل عرب شام اور عراق فتح کر پائیں گے۔ مشہور مستشرق گبن نے لکھا ہے کہ جس وقت روم پر غلبہ کی پیشین گوئی کی گئی تھی اس سے زیادہ مستبعد اور کوئی پیشین گوئی نہیں ہوسکتی تھی۔ یہ سب اس کا ظہور تھا کہ فرمایا۔ زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی۔ میں اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ رہا ہوں، جتنی سمیٹ دی گئی ہے، میری امت کا ملک وہاں تک پہنچے گا۔[۱] عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تشریحات ۱۰۹۴ علامہ داؤدی اور علامہ عینی نے فرمایا۔ مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے عہد مبارک تک رہی۔ علامہ عینی کے ارشاد کے بموجب زیادہ سے زیادہ نوے سال رہی پھر خود مدینہ طیبہ فتنوں کی آماجگاہ بن گیا۔

؏ مسلم۔ نسائی۔ الحج۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۲۰ ۔ ؏ مسلم۔ ایمان۔ ابن ماجہ الحج۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۸۶۔

[۱] مسلم۔ ثانی۔ الفتن۔ واشراط الساعۃ ص ۳۹۰۔ ابوداود فتن ص ۲۳۰۔ ترمذی۔ ثانی۔ فتن۔ باب سوال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثلاثا فی امتہ ص ۴۰۔ ابن ماجہ۔ فتن۔ باب مایکون من الفتن ص ۲۹۲ مسند امام احمد خامس ص ۲۷۸۔ ایضا جلد رابع ص ۱۲۳

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَکِیْدُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَحَدٌ اِلَّا

انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مدینے والوں کے ساتھ جو بھی

اِنْمَاعَ کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ

مکر کرے گا وہ یوں پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

بَابُ آطَامِ الْمَدِیْنَۃِ ص٢٥٢

مدینے کے ٹیلوں کا بیان

١٠٩٦ اَخْبَرَنِیْ عُرْوَۃُ قَالَ سَمِعْتُ اُسَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے کے ٹیلوں میں سے

اَشْرَفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اُطُمٍ مِّنْ آطَامِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ

ایک ٹیلے پر چڑھے اور فرمایا کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم لوگ دیکھ رہے ہو میں تمھارے گھروں

ھَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰی اِنِّیْ لَاَرٰی مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بُیُوْتِکُمْ کَمَوَاقِعِ الْقَطْرِ ع٥

میں فتنوں کو اس طرح گرتے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرتی ہے۔

تشریحات ١٠٩٥ یزید پلید کے حکم سے مسلم بن عقبہ نے مدینہ طیبہ پر حملہ کیا اور واقعہ حرّہ کے موقع پر اہل مدینہ پر وہ مظالم کئے جو کسی ظالم نے کسی کے ساتھ نہ کئے ہوں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مدینے سے فارغ ہو کر مکہ جاتے ہوئے راستے میں ابن عقبہ جہنم رسید ہوا۔ اور چند دنوں کے بعد یزید پلید بھی۔ تاہم محتاط علما کا خیال یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کی یہ خصوصیت بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک کے لئے تھی۔

تشریح ١٠٩٦ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصار، پھر شہادت۔ پھر واقعہ حرہ اس اخبار بالغیب کی واضح تصدیق ہے۔

ع٥ المظالم۔ باب الغرفۃ والعلیۃ ص٣٣٢۔ علامات النبوۃ ص ٥٠٨۔ ثانی۔ الفتن۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب ص ١٠٤٦۔ مسلم۔ الفتن۔ مسند امام احمد جلد خامس ص ٢٠٠۔

بَابُ لَایَدْخُلُ الدَّجَّالُ الْمَدِیْنَۃَ ص۲۵۲

دجال مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

۱۰۹۷ عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حدیث حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَھَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَۃُ

مدینے میں دجال کا رعب نہیں داخل ہوگا۔ اس دن مدینے کے سات دروازے ہوں گے اور

اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَّلَکَانِ ع۵

ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔

۱۰۹۸ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ مَلَائِکَۃٌ لَایَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ

فرمایا مدینے میں داخل ہونے کے تمام راستوں پر فرشتے ہیں۔ اس میں طاعون

وَلَا الدَّجَّالُ ع۵

اور دجال داخل نہ ہوں گے۔

۱۰۹۹ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ اَنَّ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۰۹۷ تا ۱۰۹۹ بخاری کی اس روایت میں اجمال ہے۔ مسلم میں اس کی پوری تفصیل یہ ہے۔ دجال کی جانب **تشریحات** ایک مومن جائے گا، اسے دجال کے کچھ متبع ملیں گے اور پوچھیں گے، کہاں جارہے ہو؟ وہ کہیگا اس کے پاس جارہا ہوں جو نکلا ہے۔ وہ کہیں گے۔ کیا تو ہمارے رب پر ایمان نہیں لائیگا۔ وہ فرمائیں گے۔ اپنے رب کے بارے میں کوئی خفا نہیں۔ وہ کہیں گے۔ اسے قتل کردو۔ تو انھیں میں سے کچھ لوگ کہیں گے۔ کیا ہمارے رب نے کسی کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے، کسی کو قتل کرنا ہوگا تو وہی کریگا۔ انھیں وہ سب دجال کے پاس لے جائیں گے۔ یہ مومن دجال کو دیکھکر کہیں گے۔ یہی وہ دجال ہے جس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۵ ثانی۔ الفتن۔ باب ذکر الدجال ص ۱۰۵۵۔ مسند امام احمد خامس ص ۴۳

ع۵ ایضا۔ ثانی۔ الفتن باب لایدخل الدجال المدینۃ ص ۱۰۵۶۔ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج۔

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے ہم سے دجال کے بارے میں ایک لمبی حدیث بیان فرمائی ہے ، اس کے بارے میں ہم سے جو بیان

حَدِیْثًا طَوِیْلًا عَنِ الدَّجَّالِ فَکَانَ فِیْمَا حَدَّثَنَا بِہٖ اَنْ قَالَ یَاْتِی الدَّجَّالُ

فرمایا اس میں یہ بھی تھا یہاں تک کہ فرمایا دجال آئے گا مدینے کے راستوں میں داخل ہونا

وَھُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْہِ اَنْ یَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِیْنَۃِ یَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِیْ

اسے حرام ہوگا۔ مدینے کے قریب جو شور زمین ہے ان میں سے بعض پر اترے گا اس کے پاس

بِالْمَدِیْنَۃِ فَیَخْرُجُ اِلَیْہِ یَوْمَئِذٍ رَجُلٌ ھُوَ خَیْرُ النَّاسِ اَوْمِنْ خَیْرِ النَّاسِ

مدینے سے ایک شخص جائے گا جو اس دن سب سے بہتر ہوگا یا سب سے بہتر لوگوں میں سے ہوگا اور

فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّکَ الدَّجَّالُ الَّذِیْ حَدَّثَنَا عَنْکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدِیْثَہٗ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَیْتَ اِنْ قَتَلْتُ ھٰذَا ثُمَّ اَحْیَیْتُہٗ

نے ہم سے بیان فرمایا ہے۔ اب دجال کہے گا، بولو اگر میں اسے قتل کر ڈالوں اور پھر زندہ کردوں تو کیا

ھَلْ تَشُکُّوْنَ فِی الْاَمْرِ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقْتُلُہٗ ثُمَّ یُحْیِیْہِ فَیَقُوْلُ حِیْنَ

تم لوگ میرے معاملے میں شک کروگے، لوگ کہیں گے، نہیں۔ دجال انھیں قتل کردیگا پھر زندہ کردیگا

یُحْیِیْہِ وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ قَطُّ اَشَدَّ بَصِیْرَۃً مِّنِّی الْیَوْمَ فَیَقُوْلُ الدَّجَّالُ

اب وہ شخص کہیں گے آج سے زیادہ تیری معرفت کبھی نہ تھی۔ دجال کہے گا اسے

اَقْتُلُہٗ فَلَا یُسَلَّطُ عَلَیْہِ ع۵

مار ڈالوں اب ان پر قابو نہیں دیا جائے گا۔

نے فرمایا ہے۔ دجال حکم دیگا۔ تو ظالم ان کے سر پر زخم لگائیں گے، کہے گا اسے پکڑو۔ مارتے مارتے انکی پیٹھ اور پیٹ کو چوڑا کردیں گے۔ اب دجال کہے گا، بول مجھ پر ایمان لاتا ہے یا نہیں۔ وہ مومن کہیں گے، تو مسیح کذاب ہے۔ اب وہ ظالم سر پر آرہ چلا کر کمر کے نیچے لاکر دو ٹکڑے کردے گا، اور ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ پھر کہے گا کھڑا ہو جا، وہ مومن سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔ دجال پوچھے گا مجھ پر ایمان لاتا ہے، تو وہ مرد مومن جواب دیگا۔ اب میرا یقین تیرے بارے میں اور بڑھ گیا۔ یہ مرد مومن لوگوں سے کہے گا۔ میرے بعد کسی کیساتھ یہ ایسا نہ کرسکے گا۔ پھر دجال

ع۵ ایضاً۔ ثانی۔ الفتن باب لا یدخل الدجال المدینۃ ص ۱۰۵۶ ۔ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج۔

١١٠٠ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَيَطَؤُهُ الدَّجَّالُ إِلَّا مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ لَيْسَ مِنْ نِقَابِهَا نَقْبٌ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِّيْنَ يَحْرُسُوْنَهَا ثُمَّ تَرْجُفُ الْمَدِيْنَةُ بِأَهْلِهَا ثَلٰثَ رَجَفَاتٍ فَيُخْرِجُ اللّٰهُ كُلَّ كَافِرٍ وَّمُنَافِقٍ ؎

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی کہ فرمایا مکہ اور مدینے کے سوا ہر شہر کو دجال روندے گا۔ ان کے ہر راستے پر فرشتے صف بستہ پہرہ دیتے ہوں گے۔ پھر مدینے میں تین زلزلے آئیں گے جس سے ہر کافر و منافق کو اللہ مدینے سے باہر کر دیگا۔

انھیں پکڑ کر ذبح کرنا چاہے گا۔ مگر ان کی گردن پر سینے تک سیسہ کر دیا جائے گا وہ ذبح نہ کر پائے گا پھر ان کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر پھینک دیگا۔ لوگ سمجھیں گے کہ آگ میں پھینکا ہے۔ مگر وہ جنت میں جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رب العالمین کے یہاں یہ سب سے بڑا شہید ہوگا۔

تشریحات ١١٠٠ سَيَطَؤُهُ ۔ یہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔ ظاہر سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ خود دجال پوری دنیا میں جائے گا۔ یہ مراد نہیں کہ وہ خود نہیں بلکہ اس کا لشکر، اس کے متبعین جائیں گے۔ مسلم[1] میں نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ دجال کل چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کا، دوسرا دن ایک مہینے کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا، بقیہ دن اور دنوں کے برابر (چوبیس گھنٹے کا) اور اسکی رفتار اتنی تیز ہوگی۔ جیسے وہ بادل جسے ہوا اڑاتی ہو۔ کل سال پھر دو مہینے چوالیس دن میں پوری دنیا گھوم لیگا۔

ترجف المدینۃ یہ اس کے منافی نہیں جو پہلے فرمایا کہ مدینے میں دجال کا رعب نہیں داخل ہوگا۔ کیونکہ یہ زلزلہ دجال کے اثر سے نہیں بلکہ من جانب اللہ مدینہ طیبہ کی تطہیر کے لئے آئے گا۔

؎ مسلم۔ الفتن۔ نسائی۔ الحج

[1] ثانی۔ باب ذکر الدجال ص ۴۰۱

بَابُ الْمَدِيْنَةِ تَنْفِىْ خَبَثَهَا ص۲۵۳

مدینہ میل، زنگ دور کر دیتا ہے

۱۱۰۱ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعَهُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَجَاءَ مِنَ الْغَدِ مَحْمُوْمًا
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام پر بیعت ہوئے دوسرے دن بخار میں مبتلا ہو کر آئے اور کہا

فَقَالَ اَقِلْنِىْ فَاَبٰى ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِىْ خَبَثَهَا
میری بیعت توڑ دو حضور نے تین بار انکار فرمایا پھر فرمایا مدینہ بھٹی کے مثل ہے کہ وہ

وَتَنْصَعُ طِيْبَهَا عہ
لوہے کے زنگ کو دور کرتی ہے اور خالص باقی رکھتی ہے۔

۱۱۰۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ
حدیث عبداللہ بن یزید نے کہا میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

تشریحات ۱۱۰۱ الاحکام۔ میں یہ تفصیل ہے کہ یہ اعرابی تین بار آئے، یہ نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تین بار انکار کیا۔ جب تیسری بار بھی حضور نے انکار فرمادیا تو وہ مدینہ طیبہ سے دیہات میں چلے گئے۔

محموما اس کا مادہ حُمّٰی ہے۔ حُمَّ الرجل اَحَمَّ سے۔ تنصع۔ فتح یفتح سے آتا ہے۔ اس کا مصدر نصوع ہے۔ جس کے معنی خالص ہونے کے ہیں۔ ناصع۔ خاص۔ اکثر روایتوں میں ینصع۔ باب تفعیل سے مجہول آیا ہے۔

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام قیس بن ابی حازم ہے۔ انکی بار بار کی درخواست کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکی بیعت فسخ نہ فرمائی۔ یہ ان پر خاص مہربانی تھی۔ وہ تو بخار کی وجہ سے معذور تھے۔ ان کے اس عذر کیوجہ سے انکے ساتھ تشدد نہیں فرمایا۔ بلکہ غایت کرم سے ان کی بیعت باقی رکھی۔

عہ ایضا۔ ثانی۔ الاحکام۔ باب بیعۃ الاعراب ص ۱۰۷۰۔ باب من بایع ثم استقال البیعۃ ص ۱۰۷۰۔ الاعتصام۔ باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۸۸۔ نسائی۔ الحج۔

تَعَالٰی عَنْهُ یَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احد کی طرف
اِلٰی اُحُدٍ رَّجَعَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ
چلے تو حضور کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ لوٹ گئے ایک گروہ
فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنَافِقِیْنَ فِئَتَیْنِ ۔ وَقَالَ النَّبِیُّ
نے کہا ہم انھیں قتل کریں گے اور ایک گروہ نے کہا نہیں اس پر یہ آیت
صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا تَنْفِی الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ
نازل ہوئی۔ تمھارا کیا حال ہے کہ منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ
الْحَدِیْدِ عہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خراب لوگوں کو نکال باہر پھینکتی ہے۔ جیسے آگ لوہے کے میل کو پھینک دیتی ہے۔

تشریحات ۱۱۰۲ یہ عبداللہ بن اُبَی بن سلول رأس المنافقین تھا جو اپنے تین سو ہمراہیوں کو لے کر یہ کہتا ہوا واپس ہوگیا اگر ہم جانتے کہ لڑائی ہے تو ہم ضرور آپ کی اتباع کرتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک ہزار افراد کے ساتھ مدینے سے نکلے تھے۔ اب صرف سات سو رہ گئے۔

من اصحابه یہاں ان منافقین پر اصحاب کا اطلاق باعتبار ظاہر ہے۔ مغازی کی روایت میں ہے ممن خرجوا معه۔ فكان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فرقتین حضور کے ساتھ مدینے سے جو لوگ چلے تھے ان میں کچھ لوگ واپس ہو گئے۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو گروہ ہو گئے۔

فنزلت: سورۂ نساء کی آیت ۸۸ نازل ہوئی۔ کیا بات ہے تم منافقین کے بارے میں دو گروہ ہو گئے۔ اللہ نے انھیں اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جنھیں اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اسے ہدایت پر لاؤ۔ اور جنھیں اللہ گمراہ کر دیگا۔ ان کے لئے تم راستہ نہ پاؤ گے۔

تنفی الرجال مغازی میں ہے۔ وانها طیبة تنفی الذنوب كما تنفی النار خبث الفضة یہ طیبہ ہے۔ گناہوں کو ایسے دور کرتا ہے جیسے آگ چاندی کے میل کو۔ اور تفسیر میں الذنوب کی جگہ۔ الخبث ہے۔

عہ ثانی - المغازی - باب غزوة الاحد ص ۵۸۰ - التفسیر - باب فما لكم فی المنافقین فئتین ص ۶۶۰ - مسلم - ذکر المنافقین - ترمذی - تفسیر -

باب صفحہ ٢٥٣

١١٠٣ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے
قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَاجَعَلْتَ بِمَکَّةَ مِنَ الْبَرَکَةِ ع٥
اللہ مدینے میں مکہ کی تگنا برکت عطا فرما۔

باب ص ٢٥٣

١١٠٤ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ وُعِكَ اَبُوْبَکْرٍ وَّبِلَالٌ فَکَانَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ آئے تو حضرت ابو بکر اور بلال

تشریحات ١١٠٣ ضعف کے معنی دونے کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کے برابر اور۔ دو ضعف کا معنی ہوا۔ ۲/۳ یعنی کسی چیز کے تین حصے میں سے دو حصے۔ یعنی تین گنا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ افضل ہے۔ اس لئے کہ برکت۔ دینی اور دنیوی دونوں کو عام ہے۔ اور دینی اور اخروی برکت ثواب ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ میں ہر عمل پر بہ نسبت مکہ معظمہ کے تین گنا ثواب ہے۔ اور برکت کو دنیوی برکت کے ساتھ خاص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔

تشریحات ١١٠٤ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول کو زوال سے پہلے مدینہ طیبہ تشریف لائے تھے۔ عقیرتہٗ۔ وہ آواز جو گانے یا رونے کے وقت ترنم کے ساتھ نکالی جائے۔ إذخر۔ مشہور گھاس ہے۔ جلیل بھی ایک نرم گھاس کا نام ہے۔ جس سے چھپر بناتے تھے۔ مجنّة۔ غالبًا وہی جگہ ہے جہاں رجب میں سالانہ میلہ لگتا تھا۔ شامة۔ طفیل۔ دو پہاڑوں یا دو چشموں کے نام ہیں بُطحان مدینہ طیبہ کے ایک نالے کا نام ہے۔ نجلًا۔ گندا بدبودار پانی
مکہ معظمہ گرم اور خشک مقام ہے۔ زمزم شریف کے علاوہ اور کوئی نہ کنواں ہے نہ چشمہ۔ اور مدینہ طیبہ

ع٥ مسلم۔ الحج

اَبُوْبَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمّٰى يَقُوْلُ - كُلُّ امْرِئٍ مُّصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ ، وَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما بخار میں گرفتار ہو گئے۔ حضرت ابو بکر کا حال یہ تھا کہ جب انھیں بخار آتا تو کہتے

اَلْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ ، وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أُقْلِعَ عَنْهُ الْحُمّٰى يَرْفَعُ

ہر شخص اپنے اہل میں رہتے ہوئے صبح کرنیوالا ہے، اور حال یہ ہے کہ موت اس کی چپل کے تسمے سے بھی زیادہ

عَقِيْرَتَهٗ يَقُوْلُ - أَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ أَبِيْتَنَّ لَيْلَةً ، بِوَادٍ وَّحَوْلِيْ إِذْ

قریب ہے - اور بلال کا جب بخار ٹوٹتا تو ترنم کیساتھ اپنی آواز بلند کرکے کہتے کاش کہ ایک رات میں ایسی

خِرٌ وَّجَلِيْلٌ ، وَهَلْ أَرِدَنْ يَوْمًا مِّيَاهَ مَجَنَّةٍ ، وَهَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ

وادی میں گزارتا کہ میرے اردگرد اذخر اور جلیل ہوتی اور کیا کسی دن مجنہ کے پانی پر گزر سکوں گا

وَّطَفِيْلٌ ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَعُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ وَأُمَيَّةَ بْنَ

اور کیا میری نظروں کے سامنے شامہ اور طفیل ہوں گے۔ اے اللہ شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ

خَلَفٍ كَمَا أَخْرَجُوْنَا مِنْ أَرْضِنَا إِلٰى أَرْضِ الْوَبَاءِ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

بن خلف پر لعنت کر جنھوں نے ہمیں ہماری سرزمین سے نکال کر وبائی زمین میں کر دیا ہے اس کے بعد

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ -

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا کی - اے اللہ ہمیں مکے جیسا مدینے کو پیارا بنا دے یا

مرطوب جگہ ہے۔ نیز اس کے نالوں سے بدبودار پانی بہتا تھا۔ اس کا اثر کنوؤں کے پانی میں بھی ہوتا جس کی وجہ سے وہاں عموماً لوگ بخار میں مبتلا رہتے۔ عمرۃ القضا کے موقعہ پر اہل مکہ نے صحابہ کرام پر یہ طنز کیا تھا اضناھم حمی یثرب یثرب کے بخار نے انھیں کمزور کر دیا ہے۔ مکہ معظمہ جیسی خشک جگہ سے جب صحابہ کرام مدینہ طیبہ جیسے مرطوب اور مسموم مقام پر پہنچے تو عموماً بخار میں مبتلا ہو گئے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے مدینہ طیبہ کی وبا ختم ہو گئی اور وہاں کی آب وہوا صحت افزا ہو گئی۔ ہوائیں نسیم سحر کی طرح جانفزا، پانی آب حیات کی طرح شیریں۔ جتنا لذیذ ہلکا پانی مدینہ طیبہ کا ہے، دنیا میں کہیں کا نہیں۔

جس دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اس کا بخار جحفہ منتقل فرما دے اس دن تمام اہل جحفہ بخار میں گرفتار ہو گئے اور جحفہ بخار کا گڑھ ہو گیا۔ وہاں ایک چشمہ تھا جو کبھی اس کا پانی پی لیتا بخار میں مبتلا ہو جاتا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دفع بلا وحصول نفع کے لئے دعا رضا بالقضا کے منافی نہیں بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسمیں اظہار بندگی وعجز وتذلل ہے۔ یہ خود ایک عبادت ہے۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَفِيْ مُدِّنَا وَصَحِّحْهَا لَنَا وَانْقُلْ حُمَّاهَا اِلَى الْجُحْفَةِ
اس سے بھی زیادہ اے اللہ ہمارے صاع ہمارے مد میں برکت دے اور مدینے کو ہمارے لئے صحت افزا
قَالَتْ وَقَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ اَوْبَاءُ اَرْضِ اللّٰهِ قَالَتْ فَكَانَتْ بُطْحَانُ يَجْرِيْ
بنادے اور اس کا بخار جحفہ منتقل فرمادے۔ ام المومنین نے فرمایا ہم جب مدینے آئے تو اللہ کی
نَجْلًا يَعْنِيْ مَاءً اٰجِنًا ء ہ
سب زمین سے زیادہ یہ وبازدہ تھی اور فرمایا کہ بطحان نالے سے بدبودار پانی بہتا تھا۔
۱۱۰۵ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ
حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے یہ دعا کی۔ اے اللہ اپنے
اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ
راستے میں شہادت نصیب فرما۔ اور میری وفات اپنے رسول کے شہر میں کر۔

تشریحات ۱۱۰۵ اس دعا کا باعث یہ ہوا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضرت عمر شہید ہیں۔ شہید کئے جائیں گے۔ یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا تو فرمایا۔ میرے لئے شہادت کہاں۔ میں جزیرۃ العرب کے بیچ میں ہوں۔ جہاد کرتا نہیں۔ میرے اردگرد ہر وقت لوگ رہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ نصیب ہوگی انشاء اللہ۔ جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا، اس سے زیادہ مستبعد کوئی اور بات نہیں ہوسکتی تھی مگر جو فرمایا وہی ہوا اور ان کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور بلد رسول میں شہادت نصیب ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونا نصیب ہوا۔

یہ حدیث زید بن اسلم سے مروی ہے۔ عام اسنادیں میں ہے کہ زید اپنے والد اسلم سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر بطریق ابن زریع یہی حدیث زید بن اسلم عن امہ عن حفصہ بنت عمر عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی ہے۔ یعنی زید بن اسلم اپنی ماں سے وہ ام المومنین حضرت حفصہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ وقال زریع۔ سے امام بخاری نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ نیز ہشام بن سعد نے یہ حدیث اس طرح روایت کی ہے۔ زید بن اسلم اپنے والد سے وہ ام المومنین حضرت حفصہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتی ہیں۔ وقال ھشام سے یہ بتایا ہے۔
اس اختلاف کے ذکر سے امام بخاری کی غرض کیا ہے۔ وہ واضح نہیں ہوسکی۔ بظاہر یہ سند میں اضطراب ہے۔ اگر امام بخاری کا مقصود یہ اضطراب بتانا ہوتا، اور یہ حدیث ان کے نزدیک مضطرب ہوتی تو اس صحیح میں

درج نہ کرتے ۔ اس لئے براہ حسن ظن یہی کہا جائے گا کہ ان کا مقصود طرق کو بیان فرمانا ہے ۔ اور یہ کہ زید بن اسلم اپنے والد سے بھی روایت کرتے ہیں ۔ اور اپنی والدہ سے بھی ۔ اور ان کے والد اسلم نے یہ حدیث خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سنی ہے ۔ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

قد تم بعون اللہ تعالی وعون حبیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجزء الرابع من نزھۃ القاری ویلیہ الخامس ان شاء ربنا عز وجل وشاء حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۔ فالحمد لہ ۔ اولاً واخراً والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ بدایۃ ونھایۃ ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصوم

بَابُ وُجُوْبِ صَوْمِ رَمَضَانَ ۲۵۴

رمضان کے روزے کا واجب ہونا۔

حسن ترتیب قرآن مجید اور احادیث میں ایمان کے بعد بلا فصل نماز کا ذکر ہے۔ اس لئے امام بخاری نے عبادات میں نماز کو سب سے پہلے ذکر فرمایا۔ اور نماز کے ساتھ بلا فصل زکوٰۃ مذکور ہے۔ اس لئے نماز کے بعد زکوٰۃ کو ذکر فرمایا۔ نماز خالص بدنی عبادت ہے اور زکوۃ خالص مالی۔ اور حج دونوں کا مجموعہ۔ مفردات کو ذکر کرکے دونوں سے مرکب کو ذکر فرمایا۔ زکوٰۃ اور حج میں یہ مناسبت تھی کہ دونوں میں مال صرف کرنا ہے۔ اسلئے زکوٰۃ کے بعد حج ذکر فرمایا۔ اب روزے کے لئے اخیر میں ذکر کا موقعہ نکلا۔

اقول ۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے زیادہ اہم ہے۔ مگر اس کے تارکین کی کثرت ہے۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے والے بھی نہ ادا کرنے والوں سے کم ہیں۔ مگر ان کا تناسب بہ نسبت تارکینِ نماز کم ہے۔ اور حج کرنیوالوں کا تناسب بھی زیادہ ہے۔ روزہ ان چہار فرائض کی بہ نسبت لوگ بہت زیادہ رکھتے ہیں۔ عورتیں ننانوے فیصد بے نمازی ہیں مگر ننانوے فیصد روزہ رکھتی ہیں۔ امام بخاری نے عوام کے عمل اور ترک کو پیش نظر رکھ کر جس کی طرف رغبت کم تھی۔ اسے مقدم کیا اور ترتیب میں عوام کی رغبت کو ملحوظ رکھا۔

صوم کا معنی ۔ صوم کے لغوی معنی۔ امساک یعنی رکنے کے ہیں۔ کھانے پینے، چلنے پھرنے، بات چیت کسی چیز سے رکنا۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

۱۱۰۶ حدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال صام النبی صلی اللہ تعالیٰ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم عاشورا کا روزہ

علیہ وسلم یوم عاشوراء وامر بصیامہ فلما فرض رمضان ترک وکان

رکھا اور اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوگیا تو چھوڑ دیا گیا۔ اور عبد اللہ (ابن عمر)

عبد اللہ لا یصومہ الا ان یوافق صومہ۔ حدیث ان عروۃ اخبرہ عن

عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے تھے۔ مگر یہ کہ انکے کسی روزے کے موافق ہو۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی

عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان قریشا کانت تصوم یوم عاشوراء فی

اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ پھر رسول اللہ

الجاہلیۃ ثم امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصیامہ حتی فرض

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کے روزے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ رمضان

رمضان فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من شاء فلیصمہ

کا روزہ فرض کیا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے عاشورے کا روزہ

ومن شاء افطرہ

رکھے۔ جو چاہے نہ رکھے

انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیا ـــــ مریم ۲۶

میں نے اللہ کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ آج کسی انسان سے بات نہیں کرونگی۔

بات چیت سے رکنے کو صوم کہا۔ اور یہ روزہ ان کی شریعت میں مشروع تھا۔ عرب والے اس گھوڑے کو جو چارہ نہ کھائے یا اڑ جائے خیل صیام کہتے ہیں۔

شریعت میں "صبح صادق طلوع ہونے سے لیکر آفتاب ڈوبنے تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے، جماع اور جماع کے ملحقات سے رکنے کو صوم کہتے ہیں۔

روزہ کب فرض ہوا دوسری ہجری کے دس شعبان کو رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ اس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نو سال رمضان کا روزہ رکھا۔ اس کے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ پھر جب یہ آیۂ کریمہ نازل

ہوئی۔ تو یہ منسوخ ہوگیا۔ اور رمضان کا فرض ہوگیا۔
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ بقرہ (۸۵) ۔ تم میں سے جو کوئی اس مہینے میں موجود ہو۔ اسے لازم کہ اس مہینے کا روزہ رکھے۔
بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ عاشورا کے روزے کے بعد ہر مہینے تین دن کا روزہ فرض تھا۔

تشریحات ۱۱۰۶،۷
حضرت ام المومنین کی حدیث کے ہم معنی مسلم[1] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی صحابہ سے اس مضمون کی احادیث آئی ہیں۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ رمضان سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔ حدیث میں ہے۔ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اور امر وجوب کے لئے آتا ہے۔ عاشورا مد اور قصر دونوں کے ساتھ ہے۔ اور مد اکثر ہے۔ دسویں محرم کو کہتے ہیں۔

ایک تطبیق
بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ آئے۔ تو دیکھا کہ یہودی عاشورا کا روزہ رکھتے ہیں۔ دریافت فرمایا۔ تو انھوں نے بتایا کہ یہ اچھا دن ہے۔ اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی تو اس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا۔ یہ سنکر حضور نے فرمایا۔ تم سے زیادہ ہم موسیٰ کی اتباع کے حقدار ہیں۔ تو حضور نے بھی روزہ رکھا۔ حدیث زیر بحث اور اس حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں حضرت علامہ عینی نے یہ تطبیق دی ہے۔ کہ ہوسکتا ہے۔ قریش عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ قبل بعثت حضور بھی رکھتے تھے۔ بعد بعثت ترک فرمادیا۔ جب مدینہ تشریف لائے اور یہ معلوم ہوا۔ کہ یہ روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں مشروع ہے تو پھر رکھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا۔ تو فرمایا۔ جس کا جی چاہے رکھے۔ جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

الا ان یوافق صومہ
مثلاً ان کی عادت رہی ہو کہ ہر دوشنبے کو روزہ رکھتا ہو۔ اور عاشورا دوشنبہ کو پڑ گیا تو رکھا۔ نہ اس بنا پر کہ یہ عاشورا کا دن ہے۔ بلکہ اس بنا پر کہ یہ انکے روزے کا دن ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عاشورے کے روزے کو نفل نہیں جانتے تھے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ نفل ہے۔

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب صوم یوم عاشورا ص ۳۵۸

باب فضل الصوم - روزے کی فضیلت ص۲۵۴

۱۱۰۸

حدیث - عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله تعالی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ

علیه وسلم قال الصیام جنة فلا یرفث ولا یجهل فان امرؤ قاتله او شاتمه
ڈھال ہے - روزہ دار بیہودہ نہ بکے نہ جہالت کرے - اگر کوئی اس سے لڑے یا گالی دے تو کہہ دے -

فلیقل انی صائم مرتین والذی نفسی بیده لخلوف فم الصائم اطیب
میں روزہ دار ہوں - دو مرتبہ - قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منھ کی بو

عند الله من ریح المسك یترك طعامه وشرابه وشهوته من اجلی
اللہ عزوجل کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے - روزہ دار اپنا کھانا، پینا اور خواہش نفس میری وجہ سے چھوڑتا ہے - روزہ

الصیام لی وانا اجزی به والحسنة بعشر امثالها۔ ع۵
میرے لئے ہے اور میں اس کی جزا دونگا اور نیکی دس گنے تک ہے -

تشریحات ۱۱۰۸ ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یوں مروی ہے - رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے - ہر نیکی دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے - روزہ میرے لئے ہے - اور میں اس کی جزا دوں گا - اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے - اور روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے - اگر کوئی جاہل جہالت کرے - اور وہ روزہ دار ہو تو کہہ دے میں روزے سے ہوں -

الصوم جنة - ہر وہ چیز جو دوسرے کو چھپالے - جُنّة - ہے - عرف میں ڈھال کو کہتے ہیں - روزہ کس چیز سے ڈھال - یہ اس روایت میں مذکور نہیں - مگر ترمذی کی روایت ہیں - من النار - مذکور ہے - امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے - کہ معنی عام بھی مراد لیا جاسکتا ہے - یعنی جہنم سے بھی ڈھال ہے - اور تمام گناہوں سے بھی -

فلا یرفث رفث گزر چکا کہ عورتوں کے سامنے جماع کی بات کرنے کو کہتے ہیں - مگر عرف میں اس کے معنی فحش گوئی کے ہیں - یعنی روزے کی حالت میں فحش، بیہودہ نہ بکے - ولا یجهل - یعنی زمانہ جاہلیت کے کام نہ کرے - جو اوباش لوگ کرتے ہیں - جیسے چیخنا، چلانا، ٹھٹھا، مخول کرنا -

قاتله او شاتمه یعنی خود لڑائی نہ گالی گلوج کا نہ اقدام کرے - اور نہ کوئی ایسا کام کرے کہ کوئی اس سے لڑے، اسے گالی گلوج دے، اور اگر کوئی شخص اس سے لڑائی کرنے پر آمادہ ہو -

ع۵ ابوداؤد - نسائی - الصوم

یا اسے گالی گلوج دے تو صبر کرے جوابی کاروائی میں لڑنے نہ لگے۔ اسے گالی نہ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔ زبان سے کہہ دے یہی ظاہر ہے۔ ورنہ اپنے آپ کو سمجھا لے۔ کہ میں روزے سے ہوں۔ مجھے لڑائی جھگڑا زیب نہیں دیتا۔

اقول۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق۔ روزہ عبادت ہے۔ روزہ دار جب تک روزے سے ہے عبادت میں ہے۔ اور عبادت میں احسان یہ ہے کہ یہ تصور ہو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔ یا کم از کم یہ تصور رہے۔ کہ اللہ عزوجل ہم کو دیکھ رہا ہے۔ ان تعبد ربک کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر کوئی بندہ اس درجے پر روزے میں فائز ہو تو ان سب باتوں کی گنجائش ہی کہاں نکل پائے گی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ روزے کی چار قسمیں ہیں۔

اوّل۔ عوام کا روزہ یعنی بہ نیت عبادت کھانے، پینے، جماع سے رکنا۔ دوم۔ متوسط الحال لوگوں کا روزہ کہ ان کے ساتھ ساتھ معاصی سے بھی باز رہنا۔ سوم۔ خواص کا روزہ کہ ان سب کے ساتھ غیر خدا کے ذکر سے بچنا۔ چہارم۔ اخص الخواص کا روزہ کہ غیر خدا سے کسی قسم کا کوئی لگاؤ نہ رہے نہ ظاہراً نہ باطناً۔ یہ روزہ دوامی ہوتا ہے۔ جو صرف لقاء ربانی کے دن افطار ہوگا۔

وَالخُلوف خُلوف۔ خا۔ کے ضمہ کے ساتھ۔ لغت حدیث کی کتابوں میں یہی معروف ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ بہت سے مشائخ فتحہ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ خطابی نے کہا یہ غلط ہے۔ بھوک کی وجہ سے منہ میں جو بو پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے خلوف کہتے ہیں۔ مشک سے زیادہ خوشبودار ہونا عند اللہ ہے۔ جو دنیا میں باطنی چیز ہے۔ اور ان شاء اللہ آخرت میں ظاہری بھی ہوگی۔ اور یہ رضا و قبول سے کنایہ ہے۔ جیسے مشک سب کو پسند ہے اور مشک کی خوشبو سے ہر شخص خوش ہوتا ہے۔ بلا تمثیل مراد یہ ہے کہ اللہ عزوجل روزے کو قبول فرماتا ہے۔ اور روزے سے اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

الصَّومُ لِی نماز مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ہیئت کے ساتھ مخصوص ارکان کی ادائیگی کا نام ہے۔ جسے دیکھ کر ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا ہے۔ حج کا بھی یہی حال ہے۔ بلکہ اس کے لئے سفر، گھر سے باہر رہنا اور مجمع عام میں اس کی ادائیگی سے ہر شخص جان سکتا ہے کہ یہ حج کرنے جا رہا ہے۔ حج ادا کر رہا ہے۔ زکوٰۃ فقراء و مساکین کو دی جاتی ہے اس پر بھی دوسرے کا مطلع ہو جانا لازم ہے۔ مگر روزہ ایسی عبادت ہے۔ جس میں کوئی ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے لوگ اس پر مطلع ہوں۔ پھر تنہائی میں بہت سے ایسے مواقع ملتے ہیں کہ اگر آدمی کھا پی لے تو کسی کو خبر نہ ہوگی۔ اس لئے بہ نسبت اور عبادتوں کے روزے میں ریا کے

بَابُ الرَّيَّانِ لِلصَّائِمِيْنَ ص ۲۵۴

ریان روزہ داروں کیلئے ہے

۱۱۰۹

حدیث ۔ عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزے دار

لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ ...... فَيَقُوْمُوْنَ لَا

داخل ہونگے۔ انکے علاوہ اور کوئی اس سے داخل نہ ہوگا۔ فرمایا جائیگا۔ روزے دار کہاں ہیں۔ تو یہ لوگ کھڑے

يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ ؏

ہونگے۔ انکے علاوہ اور کوئی اس دروازے سے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جب روزے دار داخل ہوں گے

تو یہ دروازہ بند کردیا جائے گا پھر کوئی داخل نہ ہوگا

شائبہ کا دخل نہیں۔ بندہ روزہ رکھتا ہے تو خاص اللہ کی رضا کے لئے رکھتا ہے۔ اسی کو فرمایا۔ روزہ میرے لئے ہے۔ میں اس کی جزا دونگا۔ بادشاہ جب کسی کو کچھ دیتا ہے تو اپنی شان کے مطابق دیتا ہے۔ وہ بھی جب کسی پسندیدہ کام پر خوش ہوکر دیتا ہے۔ تو پھر اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ اسی کو ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

كل حسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف الا الصيام فهو لى وانا اجزى به ۔

ہر نیکی روزے کے سوا دس گنے سے لیکر سات سو گنے تک ہے۔ مگر روزہ میرے لئے ہے میں اسکی جزا دوں گا۔

؏ مسلم۔ الج ـــــ ۱؎ مسلم اول ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص ۳۶۳ ۔ ترمذی ۔ ا الصوم ۔ باب فضل الصوم ص ۹۵ ۔ نسائی اول ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص ۳۱۰ ۔ ابن ماجہ ۔ الصیام ۔ باب فضل الصیام ص ۱۱۹ ۔ موطا امام مالک ۔ الصیام ۔ باب جامع الصیام ص ۱۰۳ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۳۴

وَالحسنۃ بعشرِ امثالِہا یہ تحدید کیلئے نہیں کم ازکم کا بیان ہے۔ اور مفہوم عدد حجت نہیں اس لئے یہ ابھی گزری ہوئی حدیث کے معارض نہیں ۔

تشریحات ۱۱۰۹

اِنَّ فِی الجنۃِ بابًا ۔۔ جنت میں کل آٹھ دروازے ہیں ۔ باب ریان ۔ انھیں آٹھ میں سے کوئی ایک ہے یا الگ سے کوئی اور دروازہ ہے ۔ احادیث سے دونوں باتیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ بخاری۔ بدأ الخلق میں انھیں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے [۱]۔

فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب فیھا باب یسمی الریان لایدخلہ الا الصائمون جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ جس سے صرف روزے دار داخل ہوں گے۔

اس حدیث میں ۔ فیھا ۔ کی ضمیر مجرور متصل میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع جنت ہو۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان آٹھ دروازوں کے علاوہ اور کوئی دروازہ ہے۔ جس کا نام ۔ رَیَّان ۔ ہے ۔ دوسرا احتمال بھی ہے ۔ کہ اس کا مرجع ابواب ہوں ۔ اب یہ مطلب ہوگا ۔ کہ ریان ۔ انھیں آٹھ میں سے کوئی ایک ہے اس کی مؤید جوزقی کی وہ روایت ہے ۔ جو بطریق ابوغسان عن ابی حازم مروی ہے۔ جس میں ۔ فیھا ۔ کے بجائے ۔ منھا ۔ ہے ۔

اول کی مؤید بہت سی احادیث ہیں ۔ جن میں اس کے بعد بخاری ہی کی حدیث آرہی ہے ۔ رَیَّان ۔ فَعْلَانَ کے وزن پر ہے ۔ اس کا مادہ رَیٌّ ہے ۔ جس کے معنی سیرابی کے ہیں ۔ نسائی میں ہے [۲]۔ کہ جو اس دروازے میں داخل ہوگا پئے گا ۔ اور پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا ۔

تشریحات ۱۱۱۰

من انفق زوجین ۔۔ یعنی جو چیز دے وہ دو دے ۔ مثلاً ۔ دو درہم ۔ دو دینار ۔ دو اونٹ ۔ دو گھوڑے [۳] وغیرہ وغیرہ ۔ جیسا کہ ابوذر کی حدیث میں خود ان کی تفسیر مذکور ہے ۔ اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ دو چیزیں دے اگرچہ وہ مختلف جنس کی ہوں ۔ مثلاً ایک درہم اور ایک دینار ۔ ایک دینار اور ایک کپڑا ۔ ایک کپڑا

---

[۱] باب صفۃ ابواب الجنۃ ص۴۶۱ ۔ [۲] الصوم ۔ باب فضل الصیام ص۳۱۲ ۔

[۳] عمدۃ القاری عاشر ص۲۶۴

حدیث ۱۱۱- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا جس
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ نُوْدِیَ مِنْ
نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا۔ اسے جنت کے کئی دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے بندۂ
اَبْوَابِ الْجَنَّةِ یَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَیْرٌ فَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلٰوةِ دُعِیَ
خدا یہ دروازہ عمدہ ہے۔ جو نمازی ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا۔
مِنْ بَابِ الصَّلٰوةِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ
جو مجاہد ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا۔ جو روزہ دار ہوگا اسے
کَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّیَامِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الرَّیَّانِ وَمَنْ کَانَ مِنْ اَهْلِ
باب الریان سے پکارا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والا ہوگا اسے
الصَّدَقَةِ دُعِیَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ
باب الصدقہ سے پکارا جائے گا۔ اس پر ابو بکر نے عرض کیا۔ آپ پر میرے
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا عَلٰی مَنْ دُعِیَ مِنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضَرُوْرَةٍ فَهَلْ
ماں باپ قربان یا رسول اللہ۔ جو ان دروازوں سے کسی ایک سے پکارا جائیگا۔ اسے
یُدْعٰی اَحَدٌ مِّنْ تِلْکَ الْاَبْوَابِ کُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَاَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَ مِنْهُمْ ع
دوسرے دروازے کی۔ کیا حاجت۔ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب دروازوں سے پکارا جائے فرمایا ہاں۔ مجھے امید ہے کہ تم انہیں سے ہوگے

اور ایک جانور۔ اور انفاق سے بطور نفل خرچ کرنا مراد ہے۔

ابواب الجنۃ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے جنت کے آٹھوں مشہور دروازے مراد ہوں۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔ فتحت له ابواب الجنة الثمانية۔

ع ایضا۔ مناقب۔ باب فضل ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہ ص۵۱۶۔ مسلم۔ زکوٰۃ۔ ترمذی۔ مناقب۔ نسائی۔ مناقب۔ زکوٰۃ۔ صوم
جہاد۔ ۱؎ عمدۃ القاری عاشرہ ص۲۶۴

اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اس کا جنت کے دربان استقبال کریں گے۔ سب اپنی طرف بلائیں گے

من باب الصلوٰۃ اس حدیث میں اس کا بھی احتمال ہے کہ جنت کے ان آٹھوں دروازوں میں سے کسی کا نام باب الصلوٰۃ ہوگا۔ کسی کا باب الجہاد۔ کسی کا باب الصدقہ وغیرہ وغیرہ۔ مگر دوسری احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان مخصوص دروازوں کی تعداد آٹھ سے زیادہ ہے۔ امام حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں روایت کیا ہے کہ جنت کے ایک دروازے کا نام۔ باب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ہے۔ یہ باب رحمت ہے باب توبہ ہے۔ جب سے اللہ عزوجل نے اسے بنایا ہے۔ کھلا ہوا ہے کبھی بند نہ ہوا۔ جب سورج بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کریگا۔ تو بند ہوگا۔ اور پھر قیامت تک نہیں کھلے گا۔ بقیہ دروازے اعمال حسنہ کے نام پر ہیں۔ جیسے باب الزکوٰۃ باب الحج، باب العمرہ۔ امام قاضی عیاض نے روایت کیا۔ کہ ایک دروازے کا نام۔ باب الکاظمین الغیظ ہے۔ اور ایک باب الراضین ہے۔ اسی طرح ایک کا نام۔ باب الضحیٰ ہے۔ یہ انکے لئے ہے جو نماز چاشت پابندی کے ساتھ پڑھنے والے ہیں۔ ایک کا نام۔ باب الفرح۔ جو بچوں کو خوش کرنے والوں کیلئے ہے۔ ایک باب الذکر ہے۔ ایک باب الصابرین ہے۔ ایک دروازہ وہ ہے جو حقوق العباد معاف کرنیوالوں کیلئے ہے۔ ایک دروازہ خوش اخلاق لوگوں کے لئے ہے۔

اسکی توجیہ یہ ہے کہ بڑے مرکزی آٹھ دروازے ہیں۔ اور یہ سب ضمنی دروازے ہیں۔ یہ مخصوص دروازے ان لوگوں کے لئے ہیں جو فرائض کی کما حقہ، پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ساتھ خصوصی شغف رکھتے ہوں۔ جو شخص جس نفل کی ادائیگی میں ممتاز ہوگا وہ اس کے مخصوص دروازے سے داخل ہوگا۔

وعلی من دعی ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عرضداشت کا مطلب یہ ہے۔ کہ مقصود جنت میں داخلہ ہے۔ اگر کوئی کسی ایک دروازے سے بلا لیا جائے۔ تو اسے دوسرے دروازے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ اس کا مقصود حاصل ہوگیا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ۔ ضرورۃ۔ کے معنی۔ ضرر۔ کے لئے جائیں۔ اب یہ مطلب ہوگا۔ اس میں کوئی نقصان اور حرج نہیں۔

لہ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۶۴۔

بَابٌ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ۔ وَمَنْ رَأَى كُلَّهُ وَاسِعًا ۲۵۵

کیا رمضان یا شہرِ رمضان کہا جائے۔ اور جو سب کو جائز جانے۔

یدعی من تلک الابواب کلھا یعنی کیا کوئی ایسا ہے جو فرائض کی پابندی کے ساتھ ساتھ تمام نوافل کی ادائیگی میں اتنا شغف رکھتا ہے۔ کہ وہ سب میں ممتاز ہو۔ اور وہ سب دروازوں پر پکارا جائے۔ فرمایا۔ ایسے لوگ بھی ہیں۔ اور تم ان میں ہو۔ حدیث میں وارد ہے۔ وارجو میں امید کرتا ہوں کہ تم ان میں ہو۔ اور ہر امید کا پورا ہونا ضروری نہیں۔ مگر یہ ہماری اور آپکی امید کے بارے میں ہے۔ گزرچکا کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رجا (امید) تحقیق کے لئے ہوتی ہے۔

توضیح اسلاف میں حضرت امام عطا اور امام مجاہد صرف رمضان کہنے کو ناپسند کرتے تھے۔ شہر رمضان۔ شہر کی اضافت ضروری جانتے تھے۔ اس سلسلے میں کامل ابن عدی کی ایک حدیث بھی ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان نہ کہو۔ کیوں کہ رمضان اللہ عزوجل کے اسمار میں سے ہے۔ ہاں شہر رمضان کہو۔ مگر وہ ضعیف ہے۔ جمہور محققین کا مسلک یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ شہر کی اضافت کئے بغیر صرف رمضان کہا جائے۔ خود امام بخاری کا اپنا مسلک کیا ہے۔ حسب عادت اکثری اس کو ظاہر نہیں فرمایا۔ مگر جو احادیث لائے ہیں۔ ان سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ دونوں جائز جانتے ہیں۔

اِفَادَہ — شہر کی اضافت صرف تین مہینوں کی طرف صحیح ہے۔ ربیع الاول، ربیع الآخر، اور رمضان۔ جیساکہ علامہ ابن حاجب نے تصریح کی ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مہینوں کی جانب شہر کی اضافت جائز نہیں۔

حدیث ۱۱۱۱ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ۔

نے فرمایا۔ جب رمضان آتا ہے۔ تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

حدیث ۱۱۱۲ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ

رمضان آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور جہنم

وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَھَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ عہ

کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

رمضان رَمَضَ کا مصدر ہے۔ یہ رمضاء سے ہے۔ اس کے معنی جلنے کے ہیں۔ جب رمضان کا نام رکھ رہے تھے۔ تو شدت کی گرمی پڑ رہی تھی۔

پہلے مہینوں کے نام یہ تھے۔ محرم کا نام۔ مؤکر۔ صفر کا۔ ناجر۔ ربیع الاول کا۔ خوان۔ ربیع الآخر کا ویضان۔ جمادی الاولیٰ کا۔ ربٰی۔ جمادی الآخرہ کا۔ حنین۔ رجب کا۔ اصم۔ شعبان کا۔ عاذل۔ رمضان کا۔ ناتق۔ شوال کا۔ وعل۔ ذوقعدہ کا۔ ورنہ۔ ذوالحجہ کا۔ برک۔

محکم میں ہے۔ کہ شہر کے اصل معنی چاند کے ہیں۔ چاند کو شہر اسکی شہرت کی وجہ سے کہتے ہیں۔

تشریحات ۱۱۱۱-۱۲ ابن ابی انس مولی التیمیین۔ ابو انس سے مراد مالک بن ابو عامر ہیں۔ یہ حضرت امام مالک صاحب مذہب کے چچا تھے۔ ابن ابی انس سے سے مراد انکے صاحبزادے ابو سہیل ہیں۔ ابو عامر مکہ معظمہ آئے تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی عثمان بن طلحہ کے حلیف بن گئے۔ اس لئے مولی التیمین کہلانے لگے۔ حضرت امام مالک کہا کرتے تھے۔ ہم آل تیم کے موالی نہیں۔ ہم قبیلہ اصبح کے عرب ہیں۔ مگر ہمارے دادا آل تیم کے حلیف بن گئے تھے۔ اسلئے ہم کو لوگ مولی آل تیم کہنے لگے۔

عہ ایضاً بدأ الخلق باب صفۃ ابلیس ص۴۶۳، مسلم، نسائی۔ الصیام

باب رؤیۃ الہلال ص ۲۵۵
چاند دیکھنے کا بیان

حدیث ۱۱۱۱ أخبرني سالم بن عبد الله أن ابن عمر رضي الله تعالى
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
عنهما قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول إذا
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جب چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو۔ اور جب چاند
رأيتموه فصوموا وإذا رأيتموه فأفطروا فإن غم عليكم فاقدروا له و
دیکھ لو تو روزہ چھوڑو۔ اور اگر (۲۹) کو چاند نظر نہ آئے تو چاند کے لئے اندازہ کرلو۔
قال غيره عن الليث قال ثني عقيل ويونس لهلال رمضان ع
اور یحییٰ بن بکیر کے علاوہ ایک شخص نے لیث سے روایت کرتے ہوئے کہا مجھ سے عقیل اور یونس نے حدیث بیان کی جس میں یہ ہے

ابو سہیل نافع عمر میں حضرت امام زہری سے کم ہیں۔ اسی وجہ سے امام زہری کے تلامذہ نے بھی ان کا زمانہ پایا۔ یہ امام زہری سے پہلے وفات بھی پا گئے۔ سنہ یا سنہ ۱۱۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اور امام زہری کا وصال سنہ ۱۲۴ھ میں ہوا ہے۔

فتحت ابواب الجنة - السماء اس سے کوئی مانع نہیں کہ دروازہ کھولنے سے اس کا حقیقی معنی مراد لیا جائے۔ مطلب یہ ہوا کہ رمضان میں شب و روز مسلمان اعمال صالحہ بکثرت کرتے ہیں۔ تو دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں۔ کہ انھیں عروج اور درجہ قبول تک پہونچنے میں ادنیٰ سی رکاوٹ نہ ہو۔ نیز یہ کہ جب جنت اور آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں تو رحمت و برکت کا تسلسل کیساتھ نزول ہوتا رہے گا۔ اسی طرح جہنم کے دروازوں کا بند ہونا۔ اور شیاطین کا زنجیروں میں جکڑنا بھی حقیقی معنوں میں ہے۔

ع ایضا باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا الرؤیۃ ص ۲۵۶

تشریحات ۱۱۱۳

اذا رأیتموہ اس حدیث میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع ہلال ہے۔ جو سب کو معلوم اور متعین ہے۔ جیسے آیۂ کریمہ۔ وَلِاَبَوَیۡهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ میں ۔ وَلِاَبَوَیۡهِ ۔ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع لفظاً یا معنًی مذکور نہیں۔ مگر سیاق کلام سے معلوم اور متعین ہے۔

یہ حدیث اور اس کے ہم معنی دوسری احادیث اس پر نص ہیں کہ رمضان اور اسی کے مثل اور مہینوں کی ابتداء اور انتہا کا مدار رویت پر ہے۔ اسلئے اہل نجوم اور ہیئت کا حساب شرعاً غیر معتبر۔ اسی کی تاکید آگے کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ فَاِنۡ غم علیکم فاقدروا لہ ۔ اور اگر چاند چھپ جائے تو مقدار پوری کرو ۔ غُمَّ ۔ غَمَّ ۔ کا ماضی مجہول ہے ۔ غَمٌّ ۔ کے معنی چھپنے کے ہیں ۔ ڈھانک لینے کے ہیں۔ بولتے ہیں غَمَمۡتُ الشَّیۡءَ غَطَّیۡتُہٗ ۔ میں نے اس کو چھپالیا ڈھانک لیا۔ اس لئے ۔ فان غم علیکم ۔ کے معنی شارحین نے یہ لکھے ۔ ای سُتِرَ الہلال علیکم ۔ یعنی تم سے چاند چھپالیا جائے۔ اس کی تائید ابوداؤد اور نسائی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ جسمیں بجائے غم علیکم کے یہ ہے۔ فان حال دونہ غمامۃ ۔ (وفی روایۃ) سحابۃ ۔ وفی روایۃ ظلمۃ ۔ ہے ۔ یعنی اگر بادل یا تاریکی حائل ہوجائے۔ اس کا قطعی مطلب یہ ہوا۔ کہ چاند افق سے اتنی اوپر ہے کہ اگر بادل گرد و غبار، دھواں، کہرہ نہ ہوتا تو نظر آجاتا ۔ مگر بدلی وغیرہ سے ڈھک جانے کی وجہ سے نظر نہیں آیا۔ تو حکم یہ ہے کہ مہینہ باقی ہے ۔ تیس کی تعداد پوری کرو ۔ نجوم اور ہیئت کے حساب سے یہی نہ معلوم ہوگا کہ چاند مطلع پر اتنی اونچائی پر آگیا ہے ۔ کہ اگر کوئی چیز حائل نہ ہو تو نظر آجائے گا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے غیر معتبر ٹھہرایا ۔ اور مدار رویت پر رکھا ۔ اس لئے اہل ہیئت لاکھ کہیں کہ چاند اتنی سطح پر پہونچ چکا ہے کہ اگر بدلی وغیرہ نہ ہوتی ۔ تو ضرور نظر آتا ۔ مگر معتبر نہیں ۔

ہیئت کا عجز مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے رسالۂ مبارکہ ۔ درء القبح عن درک وقت الصبح ۔ میں فرمایا ۔

پھر انمیں بعض تو وہ ہیں جنکا مدار صرف رویت پر رہا ۔ وہ ہلال ہے ۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ امدّہ برویتہ[۳] بیشک اللہ نے اس کی مدت رویت پر رکھی ۔ اس کے ظہور وخفا کے وہ اسباب کثیرہ

---

[۱] اول ۔ الصیام ۔ باب من قال فان غم علیکم فصوموا ثلثین ۔ ص۳۱۸ ۔ نسائی ۔ اول ۔ باب اکمال ثلثین اذا کان غیم ص۳۰۲ ۔ [۲] مسلم ۔ اول ۔ الصیام ۔ باب اول ص۳۴۹

نا منضبط ہیں۔ جن کے لئے آجتک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہوسکا۔ ولہذا بطلیموس نے ۔ مجسطی ۔ میں باآنکہ متحیرہ خمسہ وکواکب ثوابت کے ظہور وخفا کے لئے باب وضع کئے ۔ مگر رویت ہلال سے اصلا بحث نہ کی ۔ وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں ۔ اس کا ہمیں کوئی قاعدہ کلیہ نہیں دے سکتا۔ بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجۂ ارتفاع 'یالبعد سوا' یا لبعد معدل' وقوس تعدیل الغروب وغیر ذالک کچھ باتیں بیان کیں ۔ مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں ۔ اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرار داد پر جازم بھی نہیں ۔ جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے ۔ اسی لئے اہل ہیئت جدیدہ باآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق وتعمق کرتے ہیں ۔ اور سالانہ ۔ المنک ۔ میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل ومطالع قمر اور ہر مہینے میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار' اجتماع واستقبال وتربیع ایمن وایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر ہر تاریخ پر متحیرات وثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں ۔ مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے ۔ وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں ۔ کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ۔ ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ۔ کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی ۔ درمختار میں وہبانیہ سے ہے ۔ وقولُ اولی التوقیتِ لیس بموجب[1] ۔ اہل توقیت کا قول موجب نہیں ۔"

اقول ، مگر یہ چوراسی سال پہلے کی بات ہے ۔ اس مدت میں مختلف تجربے اور جدید خودکار آلاتِ رصدیہ اور حساب میں کمپیوٹر کی مدد سے رویتِ ہلال بھی دینے لگے ہیں جو سالہا سال کے تجربے سے صحیح بھی اترے ہیں ۔ تو جس طرح اوقات صلوۃ کے جاننے کا بھی مدار رویت تھی ۔ مگر سالہا سال کے تجربات سے قواعد منضبط ہوئے جو تجربے ہی سے صحیح ثابت ہوئے تو اس پر اعتماد باجماع مسلمین ہو رہا ہے[2] مجدد اعظم اسی رسالے میں لکھتے ہیں ۔

"حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رویت نے براہ تجربہ بتادی ۔ اور اب تجربہ وحساب دو قطعیوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آگیا[3]۔"

اسلئے کوئی کہہ سکتا ہے ۔ کہ عہد رسالت میں بلکہ ۱۳۲۶ھ تک چونکہ رویت کے قواعد منضبط نہ تھے ۔ اسلئے اس کا اعتبار نہ ہوا اور اب جب کہ اوقات صلوۃ کی طرح اسکے قواعد بھی منضبط ہوگئے ہیں تو اعتبار ہونا چاہئے ۔ یہ علماء کرام خصوصاً مفتیانِ عظام کے لئے لمحۂ فکریہ ہے ۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ رویت پر مدار رکھنے کی وجہ سے ہر سال رمضان' عیدالفطر' عیدالضحیٰ کے مواقع پر پورے ملک میں انتہائی شورش اور جھگڑا لڑائی ہو جایا کرتی ہے ۔ حتی کہ عوام علماء کے قابو میں نہیں رہتے ۔ روزہ الگ چھوڑتے اور توڑتے ہیں ۔ عید کی نماز تک قبل از وقت پڑھ لیتے ہیں عوام کے ایمان کی سلامتی کے لئے کیوں نہ اوقات نماز کی طرح رویت ہلال میں بھی موجودہ قواعد رویت کا اعتبار کرلیا جائے ۔

رویت میں آسانی ہے

رویت پر مدار کار رکھنے میں آسانی ہے ۔ علم توقیت کے ذریعہ معلومات میں کتنی دشواریاں ہیں وہ اہل ہیئت ہی جانتے ہیں ۔ جدید علم ہیئت سے کام لینے میں جدید آلات رصدیہ اور کمپیوٹر وغیرہ کی فراہمی اس سے کام لینے والے ماہرین وہ بھی دیانتدار کتنے ناپید ہیں یہ کس سے پوشیدہ ہے ۔ اس کے بالمقابل رویت میں کتنی آسانی ہے وہ بتانے کی بات نہیں ۔ اور نہ شریعت نے ہمیں اس کا مکلف فرمایا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان ایک دن سے روزہ رکھنا شروع کریں اور ایک دن چھوڑیں ۔ ایک ہی دن عیدین پڑھیں قربانی کریں ۔ پھر وہ کیا شرعی یا عقلی وجہ ہو سکتی ہے

---

[1] ثانی کتاب الصوم صفحہ ۹۲ برحاشیہ ردالمحتار نعمانیہ ۔ [2] فتاوی رضویہ چہارم صفحہ ۶۴۴ ۔ [3] ایضاً

کہ ہم توقیت وہیئت رصدگاہوں ۔ آلاتِ رصدیہ اور کمپیوٹر کی بھول بھلیوں میں پھنسیں ۔ صاف صریح حکم ہے جس جگہ والوں کے لئے جیسی رویت ہو یا ثابت ہو اسی کے مطابق عمل کریں ۔ کاش کہ ہر مسلمان اس نقطہ کو سمجھ لیتا تو نہ شورش ہوتی نہ ہنگامہ، نہ لڑائی نہ جھگڑا مگر عوام کم جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس پر مصر ہے کہ پورے ہندوستان میں ایک ہی دن عید ہو ۔ اسی شوق نے سارے ہنگامے کھڑے کر دیئے ہیں ۔ یہ شوق یقیناً غلط ہے ۔ اس لئے اس پر مبنی سارے الزامات ہی غلط ۔ مگر علماء کو بھی بشرطِ گنجائش اس پر غور کرنا لازم ہے ۔

اختلاف مطالع

اس سلسلے میں ایک بہت اہم بحث اختلاف مطالع کی آتی ہے ۔ کہ یہ معتبر ہے یا نہیں ۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے یہاں معتبر ہے ۔ ائمہ احناف میں حضرت امام ابو جعفر طحاوی، امام زیلعی، امام ملک العلماء کاشانی صاحب فیض کے نزدیک معتبر ہے ۔ مگر ہمارے نزدیک صحیح و مختار یہی ہے کہ معتبر نہیں ۔ یہی ظاہر مذہب ہے ۔ اسکی قدرے تفصیل یہ ہے ۔

واقعہ یہی ہے کہ اختلاف مطالع سے رویت مختلف ہوتی ہے ۔ یہ عین ممکن ہے ۔ کہ ہندوستان میں چاند جمعرات کو نظر نہ آئے مگر حجاز مقدس میں نظر آجائے بلکہ خود ہندوستان میں ممکن ۔ مثلاً یہ ہو سکتا ہے کہ کلکتہ میں جمعرات کو چاند نظر نہ آئے اور دہلی یا بمبئی میں نظر آجائے ۔ اس لئے واقعہ کے مطابق حکم بھی ہونا چاہئے کہ اختلاف مطالع معتبر ہے ۔ مگر ہمارے علماء اسے دو وجہ سے غیر معتبر فرماتے ہیں ۔ ایک یہ کہ مدار رویت پر رکھا ہے ۔ ارشاد ہے ۔ صُومُوا لِرُؤيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤيَتِهِ ۔ اور یہ خطاب دنیا کے تمام مسلمانوں سے ہے ۔ اور قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں سے ۔ اس لئے جب کہیں بھی رویت ہوگی تو جہاں جہاں کے مسلمانوں کو بطریقۂ شرعی ثبوت مل جائے ۔ اس پر عمل واجب ۔ دوسرے اختلافِ مطالع کتنی مسافت پر ہوگا ۔ اس کی تعیین میں خود اہل توقیت سرگرداں ہیں ۔ اخیر قرار داد یہ ہے ۔ کہ ۴۸۰ میل پر اختلاف مطالع ہوتا ہے مگر یہ اس وقت ہے کہ مکان اعتبار اور مکان رویت مطلع بخط مستقیم پورب ہوں ۔ اور اگر جانب شمال و جنوب ہٹے ہوئے ہیں تو فاصلہ کچھ اور ہوگا ۔ جیسا کہ واقفِ فن پر مخفی نہیں ہے ۔ ان پیچ در پیچ دشواریوں کی وجہ سے شریعت نے رویت ہلال کے سلسلے میں حساب کو غیر معتبر فرما دیا ۔ لا نکتب ولا نحسب ۔ ہم نہ حساب کرتے ہیں نہ کتاب ۔

فَاقْدِرُوا لَهُ

نصر ینصر اور ضرب یضرب دونوں سے آتا ہے ۔ زیادہ استعمال ضرب یضرب سے ہے ۔ حتیٰ کہ مُغرب میں ہے ۔ کہ ضمۂ عین غلط ہے ۔ اس کا مصدر ۔ قَدْرٌ ۔ ہے ۔ اندازہ کرنے کے معنی میں ۔ اور یہاں بطریق شرعی اندازہ کرنا مراد ہے ۔ اور مہینوں کے لئے شرعی اندازہ یہی ہے کہ مہینہ انتیس ۲۹ کا نہیں تو تیس ۳۰ کا ہوتا ہے ۔ اس لئے اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ شعبان کے تیس دن پورے کرلو ۔ اس کی تائید خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو نافع سے ۔ ابو داؤد میں مروی ہے ۔ کہ فرمایا ۔ فَاقْدِرُوا لَهُ ثَلٰثِيْنَ ۔ اور بخاری، مسلم میں عبد اللہ بن دینار سے ان الفاظ میں مروی ہے ۔ فَاكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلٰثِيْنَ ۔ تو تیس ۳۰ کی گنتی پوری کرو ۔

یہی ہمارا اور حضرت امام شافعی اور امام مالک اور جمہور کا مذہب ہے ۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسے مان لو کہ بدلی کے نیچے ہے ۔ اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آئے اور مطلع صاف نہ ہو تو دوسرے دن روزہ رکھو

بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فِي الصَّوْمِ ص ۲۵۵

جس نے روزے میں بری بات اور برا عمل نہیں چھوڑا۔

حدیث ۱۱۱۴ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ

(روزے میں) بری بات اور برا عمل نہ چھوڑے تو اللہ کو کچھ حاجت نہیں کہ

لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ۔

اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔

ابن شریح مطرف بن عبداللہ اور قتیبہ نے کہا۔ فاقدروا لہ۔ کے معنی یہ ہیں۔ کہ نجوم اور منازل قمر سے حساب لگاکر اندازہ کرو۔ یعنی اگر علم نجوم کی رو سے انتیس کی رویت قطعی تھی مگر مطلع ناصاف ہونے کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا۔ تو مہینہ پورا ہوگیا دوسرے دن سے رمضان شروع ہوگیا۔ بعض کبار تابعین کا بھی یہی مذہب تھا۔ ابن شریح نے حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی نقل کیا ہے۔ احناف میں سے ابن مقاتل نے بھی کہا ہے کہ اہل نجوم کے قول پر اعتماد میں کوئی حرج نہیں۔ جب کہ اس پر ان کی ایک جماعت کا اتفاق ہو۔ مگر یہ روایت شاذ اور مرجوح ہے۔ ہمارا مذہب صحیح ومختار وہی ہے کہ اس بارے میں حساب کا اعتبار نہیں ۔۔۔ اولاً۔ اسلئے کہ حدیث میں نص ہے۔ کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور روزہ چھوڑو۔ مدار رویت پر رکھا۔ ثانیاً۔ اس بارے میں حساب وکتاب کو لغو قرار دیا۔ فرمایا۔ نحن امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب۔ ہم امت امیہ ہیں۔ لکھتے پڑھتے نہیں۔ ثالثاً۔ اس میں حرج عظیم ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ رابعاً۔ جب خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری حدیث میں۔ فاقدروا ثلثین ہے۔ فاکملوا العدۃ ثلثین ہے۔ تو فاقدروا کا پہلا معنی بنص حدیث متعین ہوگیا۔ حدیث کی تفسیر جب حدیث میں ہے۔ تو اپنی رائے سے اس کا کوئی اور معنی بتانا غیر معتبر۔

وقال غیرہ یعنی اس حدیث کے راوی یحییٰ بن بکیر کے علاوہ دوسرے صاحب نے امام لیث ہی سے اسی طریقے سے یہ حدیث روایت کی اس میں۔ لهلال رمضان۔ ہے۔ یہ رمضان کے ہلال کے بارے میں فرمایا۔ یہ دوسرے صاحب ابوصالح، عبداللہ بن صالح کاتب لیث ہیں۔

ع ثانی۔ الادب۔ باب قول اللہ واجتنبوا قول الزور ص ۸۹۵۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ کلہم فی الصوم۔

بَابٌ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شُتِمَ

جب روزے دار کو گالی دی جائے تو کیا وہ یہ کہے میں روزے دار ہوں ؟ ۲۵۵

حدیث ۱۱۱۵ عَنْ أَبِي صَالِحٍ الزَّيَّاتِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّائِمِ

روزے دار کے لئے خوش ہونے کا دو موقعہ ہے۔ جس وقت وہ خوش ہوگا۔ جب

فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ

افطار کرے گا خوش ہوگا۔ اور جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا

فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔

تو اپنے روزے پر خوش ہوگا۔

تشریحات ۱۱۱۵ قول الزور ــ زور کے معنی جھوٹ اور حق سے ہٹنا اور باطل پر عمل کرنا اور تہمت ــ ہے ــ اسی لئے میں نے عام مترجمین سے ہٹ کر اسکا ترجمہ ــ بری بات ــ کیا ہے ــ جو سب کو شامل ہے ــ یہی وجہ ہے کہ ابوداؤد ترمذی نسائی نے سنن کبریٰ میں، اور ابن ماجہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے ــ اس میں غیبت کا بھی اضافہ ہے ــ حالانکہ غیبت میں جھوٹی بات نہیں ہوتی ــ غیبت اسے کہتے ہیں ــ کہ انسان میں جو عیب واقعی ہے ــ اسے بیان کیا جائے ــ جسکا بیان کرنا اسے تکلیف دہ ہو ــ اور اگر جو عیب اس میں نہیں اسے بیان کیا تو یہ غیبت نہیں بہتان ہے [1] اب اگر قول زور کے معنی جھوٹ کے لیں گے تو غیبت اس میں داخل نہ ہوگی ــ اور جب بری بات کے لیں گے تو غیبت بھی اس میں داخل ہوگی ــ

کتاب الادب نیز نسائی وغیرہ کی روایات میں ــ والعمل به ــ کے بعد ــ والجهل ــ بھی ہے ــ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے ــ مراد یہ ہے کہ ہر نا پسندیدہ بات جس کے مرتکب کو جاہل عرف میں کہا جائے ــ اس روایت میں ــ فی الصوم ــ نہیں ــ اس لئے مناسب تعمیم ہے ــ یعنی جو گناہوں کا عادی ہے اسے روزے سے نفع نہیں ہوگا ــ اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا ــ دوسرے یہ کہ جو خاص روزہ رکھنے کی حالت میں معاصی نہ چھوڑے اس کا روزہ مقبول نہ ہوگا ــ اس کی تائید نسائی کی اس روایت سے ہوتی ہے ــ جس میں ــ فی الصوم ــ زائد ہے ــ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعت اسوقت نافع ہوگی ــ جب کہ معاصی سے اجتناب کیا جائے ــ معاصی کا ارتکاب طاعات کو بے نور کردیتا ہے ــ اسلئے کہا گیا ہے ــ نیکی کے کام نیک اور بد دونوں کرتے ہیں ــ اور معاصی سے صرف صدیق بچتا ہے ــ

[1] ثانی ــ البر ــ باب الغیبۃ صـ۱۵ ــ

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلٰى نَفْسِهِ الْعُزُوْبَةَ۔

اس کے لئے روزے کا حکم جسے ناکتخدا ہونیکی وجہ سے گناہ کا اندیشہ ہو۔ ص۲۵۵

حدیث ۱۱۱۶ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَمْشِي مَعَ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

علقمہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ جارہا تھا۔

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْصَنُ

کہ انھوں نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کہ فرمایا۔ تم میں سے جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہو

تشریحات ۱۱۱۵ یہ حدیث ۱۱۱۵ کا آخیر حصہ ہے۔ جس کے الفاظ یہاں یہ ہیں۔

واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابه احد او قاتله فلیقل انی امرء صائم۔

اور جب تمھارے روزے کا دن ہو۔ تو بیہودہ نہ بکے، نہ چلائے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

اسی سے باب کا اثبات ہے۔

للصائم فرحتان افطار کے وقت عوام کی خوشی کھانے پینے کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ خوشی فطری طبعی ہے۔ اس خوشی پر کوئی اجر نہیں۔ اور خواص کی خوشی اس لئے ہوتی ہے کہ انھیں روزہ جیسی نفس پر شاق مگر محبوب عبادت کی تکمیل کی توفیق ملی۔ اور ہمارے طاعات میں ایک روزے کا اضافہ ہوا۔ یہ خوشی ایسی ہے کہ موجب اجر ہے۔ دوسری خوشی یوم جزا ہوگی۔ جب اللہ عز وجل روزے دار کو اپنے دستِ خاص سے جزا عطا فرمائے گا۔ اس وقت کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ عاشقانِ سوختہ جگر سے پوچھو۔ اگر اللہ عز وجل جزا کچھ نہ دے۔ مواجہہ قدس میں باریاب کر کے اپنی رضا ظاہر فرما دے۔ تو یہ کونین کی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

ہر ستم ہر جفا گوارا ہے ÷ اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

تشریحات ۱۱۱۶ تکمیل۔ بخاری کتاب النکاح میں اس کے پہلے یہ زائد ہے۔ علقمہ کہتے ہیں۔ ہم عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے۔ ان سے حضرت عثمان نے منیٰ میں ملاقات کی اور فرمایا۔ اے ابوعبدالرحمٰن! مجھے تم سے کچھ ضرورت ہے۔ اس پر وہ دونوں تنہائی میں چلے گئے۔ حضرت عثمان نے ان سے فرمایا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تمھاری شادی کسی کنواری عورت سے کر دوں۔

حضرت ابن مسعود نے جب دیکھا کہ انھیں حاجت نہیں تو انھوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ تو انھوں نے مجھے بلایا۔ میں جب ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ کہنے لگے۔ سنو اگر میں نے یہ کہا ہے تو حیرت کی بات نہیں۔ ہم سے

لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ــ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ

وہ شادی کرے کیونکہ وہ نظر نیچی کرنے والی اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو نکاح کی استطاعت نہ رکھے وہ

الْبَاءَةُ النِّكَاحُ ؏ہ

روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ الباءۃ، نکاح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جوانو! ــ تم میں جو نکاح کی استطاعت رکھے وہ شادی کرے۔ الحدیث۔
اسکے بعد والے باب میں یہ ہے ــ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں۔ کہ میں علقمہ اور اسود کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جوان ــ اور بالکل نادار تھے ــ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ــ اے جوانو!

العزوبۃ باب میں ــ العزوبۃ کا لفظ آیا ہے ــ اس کا مادہ عَزَبَ ہے۔ عزوبۃ۔ اس کا مصدر ہے۔ اس کے علاوہ ــ عَزَابۃ۔ عُزُوبٌ۔ بھی مصدر آتا ہے۔ عَزَاب ــ اَعْزَب ــ مرد کے لئے اور عَزَبَۃ۔ عورت کے لئے آتا ہے ــ غیر شادی شدہ مجرد۔ اس کا اصل معنی دور رہنا ہے ــ نَصَرَ اور ضَرَبَ سے اس کے معنی دور ہونا ہے کہا جاتا ہے ــ عزب عنی فلان ای بعد ــ اور خاص نصر سے اس کے معنی مجرد رہنا ــ اور بے بیوی، شوہر کے ہونا ہے ــ باب تفعیل میں جاکر اس کا معنی یہ ہوجاتا ہے ــ مدت تک مجرد رہا پھر گھر بسایا ــ یہاں عزوبۃ ــ سے مراد ــ مجرد رہنا ہے ــ باب کا مطلب یہ ہوا ــ مجرد رہنے کی وجہ سے جو بدکاری کا خطرہ محسوس کرے وہ روزہ رکھ کر شہوت کا زور توڑ دے ــ

الباءۃ امام بخاری نے فرمایا ــ کہ الباءۃ کے معنی نکاح کے ہیں۔ اس میں چار لغات ہیں ــ اوّل ــ مد اور ہار کے ساتھ الباءۃ یہی سب سے زیادہ مشہور اور فصیح ہے ــ دوسرے بغیر مد کے الباۃ ــ تیسرے ــ مد کے ساتھ بغیر ہار کے ــ الباء چوتھے ــ بغیر مد کے دو ہار کے ساتھ الباھۃ ــ بربنائے مشہور یہ اجوف واوی مہموز اللام ہے ــ اس کا مادہ بَوْءٌ ہے لوٹنے کے معنی میں ــ اسی سے ــ تَبَوُّءُ الدَّارِ ہے ــ چونکہ نکاح کے بعد انسان کو کوئی نہ کوئی گھر بنانا پڑتا ہے ــ جہاں وہ لوٹتا ہے ــ اسی علاقہ سے الباءۃ عرف میں بمعنی نکاح ہے ــ وِجَاءٌ ــ ناقص یائی ہے ــ سَمِعَ سے آتا ہے خصیوں یا رگوں کو کوٹ کر اس طرح بیکار کر دینا کہ قوت جماع ختم ہوجائے ــ یہاں شہوت کی تیزی ختم کرنا مراد ہے ــ

احکام (۱) اعتدال کی حالت میں یعنی جبکہ نہ شہوت کا غلبہ ہو اور نہ نامرد ہو ــ اور مہر، نان و نفقہ پر قادر ہو تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے ــ اس وقت نکاح نہ کرنے پر اڑا رہنے والا گنہگار ہے ــ اور اگر اس قصد سے نکاح کرے کہ حرام سے محفوظ رہے ــ سنت کی ادائیگی ہو ــ اور تعمیلِ حکم ہو تو ثواب کا بھی مستحق ہے ــ اور اگر محض لذت اندوزی اور قضاء شہوت کی غرض سے ہو تو ثواب کا مستحق نہیں ــ صرف مباح ہے ــ (۲) اور اگر شہوت کا اتنا غلبہ ہو کہ اس کا قوی اندیشہ ہو کہ

؏ہ ثانی ــ النکاح ــ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج ص۷۵۸ ــ باب من لم یستطع الباءۃ فلیصم ص۷۵۸ ــ مسلم ــ ابوداؤد ــ النکاح ــ نسائی ــ الصوم ــ النکاح ــ ابن ماجہ ــ النکاح ــ

باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رأیتم الہلال فصوموا واذا رأیتموہ فافطروا۔ ص۲۵۵

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد جب چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب چاند دیکھو تو روزہ چھوڑ و۔ ص۲۵۵

ت۳۲۸ وقال صلة عن عمار من صام یوم الشك فقد عصی ابا القاسم
اور صلہ نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جس نے یوم شک میں روزہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

اگر نکاح نہیں کریگا تو بدکاری میں مبتلا ہوجائے گا اور کوئی غیر فطری کام کرنے پر مجبور ہوجائیگا۔ اور مہر، نان ونفقہ پر قدرت بھی ہو تو واجب ہے۔ (۳) اور اگر یقین ہو کہ اس صورت میں نکاح نہ کرنے پر بدکاری میں مبتلا ہوجائے گا تو فرض ہے۔

(۴) اور اگر اس کا اندیشہ ہو کہ نان ونفقہ نہ دے سکے۔ یا اور جو ضروری حقوق ہیں وہ ادا نہ کر پائے گا تو مکروہ ہے۔ اور اس کا یقین ہو تو حرام۔ لیکن اگر کرے گا تو صحیح ہوجائے گا۔

تشریحات ۳۲۸ باب کا عنوان بلفظہ مسلم کی ایک حدیث ہے۔ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ بھی ہے۔

فان غم علیکم فصوموا ثلثین یوما۔ اور اگر چاند تم سے چھپالیا جائے تو تیس ۳۰ دن روزے رکھو۔

اس تعلیق کو اصحاب سنن اربعہ[۱] نے روایت کیا ہے۔ ان سب میں ابتدا میں یہ ہے۔ کہ راوی۔ صلہ۔ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھے۔ کوئی بھنی ہوئی بکری لائے۔ حضرت عمار نے فرمایا۔ کھاؤ۔ تو ایک صاحب الگ ہوگئے اور کہا میں روزے سے ہوں۔ اس پر حضرت عمار نے وہ فرمایا۔

صلہ اس اثر کے راوی صلہ بن زفر عبسی کوفی ہیں۔ ان کی کنیت ابوبکر یا ابوالعلاء ہے۔ یہ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں واصل بحق ہوئے۔ یہ کبار تابعین میں سے ہیں۔ یہ بظاہر موقوف ہے۔ یعنی حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ مگر مرفوع کے حکم میں ہے۔ کیونکہ کیا چیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے۔ یہ شارع سے جب تک نہ سنا گیا ہو عقل سے معلوم نہیں ہوسکتی۔ پھر نافرمانی کا لفظ بتا رہا ہے۔ کہ اس

---

[۱] اول۔ الصیام۔ باب اول ص۳۴۷۔ [۲] ابوداؤد۔ الصیام۔ باب کراھیۃ صوم یوم الشک ص۳۱۹۔ ترمذی۔ الصوم۔ باب کراھیۃ یوم الشک ص۸۷۔ نسائی اول۔ الصیام۔ باب صیام یوم الشک ص۳۰۶۔ ابن ماجہ۔ الصیام۔ باب صیام یوم الشک ص۱۲۰۔

سلسلے میں شارع کا کوئی فرمان حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم میں تھا۔ کہ منع فرمایا۔ ورنہ نافرمانی کیسے متصور ہوگی۔

احکام

(۱) شک کے معنی ہیں۔ اثبات ونفی دونوں برابر ہوں۔ یوم شک سے مراد شعبان کی وہ تیسویں تاریخ ہے۔ جس کے بارے میں نہ یہ یقین ہوکہ یہ شعبان ہے۔ نہ یہ یقین ہوکہ رمضان ہے۔ مثلاً انتیس شعبان کو مطلع ناصاف تھا۔ چاند نظر نہیں آیا۔ یا ایک یا دو فاسقوں نے خبر دی یا گواہی دی۔ جو قبول نہ ہوئی۔ یا انتیس رجب کو مطلع ناصاف تھا۔ تیس کی گنتی پوری کر کے شعبان کا مہینہ گزرا۔ اس حساب سے انتیس شعبان کو پھر مطلع ناصاف رہا۔ اور چاند نظر نہیں آیا۔ تو دوسرا دن یوم شک ہے۔ شک ہے کہ یہ تیس شعبان ہے یا یکم رمضان۔ لیکن اگر انتیس شعبان کو مطلع صاف ہو۔ اور چاند نظر نہ آئے یا بقدر ثبوت جماعت عظیم چاند نہ دیکھے۔ تو اب دوسرا دن یوم شک نہیں۔ اگر بالفرض اس دن کے رمضان ہونے کا شبہ بھی ہو تو بہت کمزور ہوگا جس کی وجہ سے شک کا تحقق نہ ہوگا۔

(۲) یوم شک کا روزہ رکھنے کی پانچ صورتیں ہیں۔ **اول** ۔ خاص نفل کی نیت سے روزہ رکھا۔ یہ خواص کے لئے مستحب ہے۔ عوام کے لئے ممنوع۔ یہاں خواص سے علماء ہی مراد نہیں بلکہ ہر وہ شخص یہاں خواص میں داخل ہے جو یہ جانتا ہوکہ یوم شک کا اس طرح روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔ **دوم** ۔ خالص رمضان کی نیت سے روزہ رکھا۔ یہ عوام وخواص سب کیلئے ممنوع ہے۔ **سوم** ۔ اگر یہ شعبان کا دن ہے تو نفل ورنہ رمضان کا روزہ ہے۔ یہ بھی دونوں کے لئے ممنوع ہے۔ ان تینوں صورتوں میں اگر یہ رمضان کا دن ہوگا۔ تو یہ روزہ رمضان کا ہو جائیگا۔ اگرچہ دوسری اور تیسری صورتوں میں کراہت کا کا ارتکاب ہوگا۔ **چہارم** ۔ اگر یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ ورنہ روزہ نہیں۔ یہ بھی سب کے لئے ممنوع۔ اور روزہ نہ ہوگا اگرچہ یہ دن رمضان کا ہو۔ **پنجم** ۔ کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا۔ مثلاً کسی کفارے یا رمضان کے قضا، یا منت کا۔ یہ بھی سب کے لئے مکروہ مگر اسکی کراہت پہلے سے کم ہے۔ اب اگر یہ ظاہر ہواکہ یہ دن شعبان کا ہے۔ تو جس روزے کی نیت کی تھی وہ ہوگیا۔ یہی صحیح ہے۔ **ششم** ۔ یہ نیت کی اگر کل رمضان ہے تو رمضان کا روزہ اور اگر رمضان نہیں تو فلاں واجب۔ تو یہ بھی سب کیلئے مکروہ۔ اخیر کی دونوں صورتوں میں اگر یہ ظاہر ہواکہ یہ دن رمضان کا ہے۔ تو رمضان کا ہوگا۔

(۳) یہ حکم مقیم کیلئے ہے۔ مسافر نے جس روزے کی نیت کی تھی وہی ہوا۔

(۴) جن صورتوں میں رمضان کی نیت ہو ان صورتوں میں مقیم کے لئے مکروہ تنزیہی۔ اور مسافر کے لئے تحریمی۔

(۵) یوم شک کو افضل یہ ہے کہ ضحوۂ کبریٰ تک کچھ نہ کھایا پیا جائے۔ اگر ضحوۂ کبریٰ تک رمضان ہونے کا ثبوت مل جائے۔ روزے کی نیت کرلے۔ ورنہ کھاپی لے۔

حدیث ۱۱۱۷ عن عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الشہر تسع وعشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس۲۹ رات کا ہوتا ہے۔ تو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ روزہ نہ رکھو۔ پس اگر چھپ جائے تو تیس کی گنتی پوری کرلو۔

حدیث ۱۱۱۸ عن جبلۃ بن سحیم قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یقول قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الشہر ھکذا وھکذا وخنس الابہام فی الثالثۃ۔ ع

جبلہ بن سحیم نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ ایسے ہے ایسے ہے اور تیسری بار انگوٹھا سمیٹ لیا۔

تشریحات ۱۱۱۷، ۱۱۱۸ مسلم میں اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ دونوں ہاتھوں کی کل انگلیوں کو پھیلاکر دو بار اشارہ فرمایا۔ یعنی اوپر سے نیچے لائے۔ اور تیسری بار ایک ہاتھ کا انگوٹھا موڑ لیا۔ دونوں ہاتھوں کی دس انگلیاں ہیں۔ دو بار کل انگلیوں کو پھیلاکر اشارے سے بیس ہوئے۔ اور تیسری بار ایک انگوٹھا سمیٹ کر اشارہ کیا تو نو ہوئے۔ مجموعہ انتیس ہوئے۔ نسائی میں بھی یہی تفصیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہے۔ مسلم ہی میں حضرت ابن عمر ہی کی حدیث میں جو سعید بن عمرو بن سعید سے مروی ہے۔ اس کے بعد ہے۔

والشہر ھکذا وھکذا وھکذا یعنی تمام ثلثین۔ اور مہینہ ایسا ہے اور ایسا ہے اور ایسا ہے۔ یعنی پورے تیس۳۰ دن کا۔ مطلب یہ ہے کہ مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے۔ کبھی تیس دن کا۔ مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے بحوالہ تحفہ شاہیہ علامہ قطب الدین شیرازی اور زیج الغ بیگی لکھا ہے۔ کہ تیس کے چار مہینے مسلسل ہوسکتے ہیں۔ اور انتیس کے تین۔

ع۔ مسلم، نسائی، الصیام

حدیث ۱۱۱۹ حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او قال ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین۔ عہ

محمد بن زیاد نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابو القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھو۔ اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ پس اگر چاند چھپا لیا جائے تو شعبان کی تیس کی تعداد پوری کرو۔

حدیث ۱۱۲۰ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آلیٰ من نسائہ شھرا فلما مضی تسعۃ وعشرون یوما غدا او راح فقیل لہ انک حلفت ان لا تدخل شھرا فقال ان الشھر یکون تسعۃ وعشرون یوما۔ عہ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قسم کھائی کہ ایک مہینہ اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ جب انتیس دن گزر گئے تو صبح یا شام کو (ازواج مطہرات) کے پاس تشریف لے آئے۔ حضور سے عرض کیا گیا۔ کہ حضور نے ایک مہینہ کیلئے قسم کھائی تھی۔ تو فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

تشریحات ۱۱۱۹، ۱۱۲۰ ایلاء۔ کا مادہ۔ اَلْوٌ ہے۔ مجرد کا مصدر اَلِیَّۃٌ۔ آتا ہے۔ یہ مہموز فا ناقص واوی ہے اس کے معنی کوتاہی، کمی کرنے کے ہیں۔ ایلاء۔ باب افعال سے قسم کھانے کے معنی میں ہے۔ یہ واقعہ ۹ھ میں ہوا تھا۔ اس پر مفصل کلام جلد ثانی ص۳۶۵ میں ہو چکا ہے۔ یہ عرض کرنے والی کہ حضور نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک مہینے تک نہیں آئیں گے۔ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد سب سے پہلے انھیں کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ دن میں نے گن گن کر کاٹے ہیں۔

عہ مسلم۔ نسائی۔ الصیام۔ عہ ایضاً۔ ثانی۔ النکاح۔ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نساءہ فی غیر بیوتھن ص۷۸۳-۷۸۴۔ مسلم۔ الصوم۔ نسائی عشرۃ النساء۔ ابن ماجہ۔ الطلاق

حدیث ۱۱۲۱ حَدَّثَنِی عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِی بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنِ النَّبِیِّ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ دو مہینے ناقص

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ شَھْرَانِ لَا یَنْقُصَانِ شَھْرَا عِیْدٍ رَمَضَانُ وَذُو الْحِجَّۃِ

نہیں ہوتے۔ دو عید کے مہینے رمضان اور ذوالحجہ۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ اِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَمَّ ذُو الْحِجَّۃِ وَ

ابوعبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ اور حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ اگر رمضان ناقص

اِنْ نَقَصَ ذُوالْحِجَّۃِ تَمَّ رَمَضَانُ۔ وَقَالَ اَبُوالْحَسَنِ کَانَ اِسْحٰقُ بْنُ رَاھْوَیْہِ

ہوگا تو ذوالحجہ پورا ہوگا۔ اور اگر ذوالحجہ ناقص ہوگا تو رمضان پورا ہوگا۔ اور ابوالحسن نے کہا۔ اسحق بن راہویہ

یَقُوْلُ لَا یَنْقُصَانِ فِی الْفَضِیْلَۃِ اِنْ کَانَ تِسْعَۃً وَّعِشْرُوْنَ اَوْ ثَلٰثِیْنَ۔

کہتے تھے۔ فضیلت میں کم نہ ہوں گے۔ خواہ انتیس کے ہوں خواہ تیس کے۔

تشریحات ۱۱۲۱ اس حدیث کا ظاہری مطلب یہ ہے۔ کہ ایک سال میں، رمضان اور ذوالحجہ دونوں مہینے انتیس کے نہ ہونگے۔ ان میں ایک ضرور تیس کا ہوگا۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ جو بطریق زید بن عقبہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

شہرا عید لایکون ثمانیۃ وخمسون یوماً۔ عید کے دونوں مہینے اٹھاون دن کے نہیں ہوتے۔

اور یہی امام ابن سیرین اور امام احمد بن حنبل کا قول ہے۔ جیسا کہ بخاری ہی میں ہے۔ اس تقدیر پر یہ حکم باعتبار اغلب واکثر ہے۔ ورنہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ رمضان اور ذوالحجہ دونوں مہینے انتیس کے ہوتے ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ میں نے کئی سال ایسا پایا ہے۔ علماء نے اس کے متعدد بہت عمدہ عمدہ معانی بیان فرمائے ہیں۔ سب سے اعلیٰ اور عمدہ یہ ہے۔ کہ فضیلت اور ثواب میں ناقص نہیں ہوتے۔ اگرچہ عدد میں دونوں ناقص ہوں یعنی انتیس کے ہوں۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ ہر دن روزے کی ایک مستقل فضیلت ہے۔ مثلاً دو دن روزہ رکھنا بنسبت ایک دن کے زیادہ موجب ثواب ہے۔ تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر انتیس کا رمضان ہوا تو بہ نسبت تیس کے اس کے ثواب میں کمی ہے۔ اس کے ازالے کیلئے فرمایا۔ رمضان اور ذوالحجہ خواہ انتیس کا ہو خواہ تیس کا دونوں کا ثواب برابر ہے۔ انتیس دن کا رمضان ہو تو ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

رہ گئی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث صحیح بھی ہے۔ یہ معلوم نہیں۔ اور اگر صحیح ہے تو اس کا احتمال ہے۔ کہ یہ روایت بالمعنی کا کرشمہ ہے۔ کسی راوی نے اصل حدیث کے ظاہر سے جو سمجھا اسے اپنے الفاظ میں بیان کردیا۔

کامل ابن عدی میں ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحق عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرۃ عن ابیہ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ع‍ہ مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، فی الصوم، مسند امام احمد خامس ص ۴۸ و ۵۱ ۔ ۲؎ فتاویٰ رضویہ چہارم ص ۵۸۴ ۔ ۳؎ دہلی کی مطبوعہ بخاری میں نہیں۔ مگر علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے جو متن لیا ہے۔ اس میں اور مصری مطبوعہ میں ہے۔

باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانکتب ولانحسب

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہم نہ لکھیں نہ حساب کریں ص ۲۵۶

حدیث ۱۱۲۳ حدثنا سعید بن عمرو انہ سمع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم امی

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ قال انا امۃ امیۃ لانکتب ولانحسب الشھر

امت ہیں۔ نہ لکھیں نہ حساب کریں۔ مہینہ ایسا ہے اور ایسا ہے۔ یعنی کبھی

ھکذا وھکذا یعنی مرۃ تسعا وعشرین ومرۃ ثلثین۔ ع ہ

انتیس کا۔ کبھی تیس کا۔

ہر شہر حرام تام ہے۔ تیس دن اور تیس رات کا۔ مگر عبدالرحمٰن بن اسحٰق ضعیف ہیں جیسا کہ امام احمد یحییٰ بخاری نسائی نے فرمایا۔ اور علامہ ابن عبدالبر نے تمہید میں فرمایا۔ یہ قابل احتجاج نہیں۔ اس کا مدار عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر ہے۔ اور وہ ضعیف ہیں۔ مگر علامہ عینی نے اپنے شیخ سے نقل فرمایا۔ کہ اس کا مدار صرف عبدالرحمٰن بن اسحٰق پر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں بطریق خالد الحذاء بھی روایت کیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عبدالرحمٰن بن اسحٰق کی وجہ سے جو ضعف تھا وہ بطریق خالد منجبر ہو گیا۔ اور اب روایت ضعیف نہ رہی حسن ہو گئی۔ **اقول** ۔ مگر علت قادحہ یہ ہے کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ بداہۃ حس اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ اس لئے یہ معلول رہی۔

تشریحات ۱۱۲۳ یہ حدیث اس پر نص ہے۔ کہ رویت ہلال کے سلسلے میں اہل توقیت ونجوم کا قول بالکلیہ ساقط ہے۔ اور اعتبار رویت کا ہے۔ یا تیس کی گنتی پوری ہونے کا۔ ہم پہلے اس پر مفصل بحث کر آئے۔ اور بتا آئے کہ اسی میں امت کیلئے آسانی ہے۔ اس لئے اس پر عمل واجب۔

تشریحات ۱۱۲۴

نصاریٰ کی عادت تھی کہ فرائض پر زیادتی کر دیا کرتے تھے۔ اور ہمیں انکی مخالفت کا حکم ہے۔ اس سے امت کو بچانے کے لئے رمضان سے دو ایک دن پہلے روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ اگر لوگ اسے پابندی سے رکھنے لگیں گے۔ تو ہو سکتا ہے لوگ سمجھنے لگیں کہ رمضان سے پہلے ایک دو دن کے یہ روزے بھی فرض ہیں۔

کان یصوم صومہ مثلاً دوشنبہ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا۔ اور رمضان کی تیس کو یا انتیس کو دوشنبہ پڑ گیا۔ یا کفارہ کا روزہ رکھنا شروع کیا تھا ایک دو دن رہ گیا تھا۔ تو پورا کرلے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نوافل

ع ہ مسلم۔ ابوداؤد' الصیام ۔ نسائی الصیام ۔ العلم مسند امام احمد ثانی ص ۴۳-۵۲

باب لایتقدم رمضان بصوم یوم او یومین

رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے ۔ ص ۲۵۶

حدیث ۱۱۲۳ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالی
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کیا ۔ کہ فرمایا ۔

علیہ وسلم قال لا یتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم او یومین الا ان یکون رجل
رمضان سے ایک یا دو دن پہلے کوئی روزہ نہ رکھے ۔ ہاں اگر اس دن کوئی روزہ رکھتا تھا تو رکھ لے ۔

کان یصوم صومہ فلیصم ذالک الیوم ۔ ع

اور مستحبات پر پابندی اتنی محبوب ہے کہ ممانعت شرعی کے باوجود اجازت دیدی ۔ اسلئے میلاد، فاتحہ، عرس وغیرہ پر بھی پابندی محبوب ہے ۔ نہ کہ پابندی کرنے کی وجہ سے حرام و گناہ ہوجائیں گے ۔ احادیث میں پندرہ شعبان کے بعد بھی روزہ رکھنے کی ممانعت وارد ہے ۔ اس کا سبب شفقت ہے ۔ کہ طویل عرصہ تک روزہ رکھنے کی وجہ سے ضعف و نقاہت پیدا ہوجائیگی ۔ اور رمضان کے روزوں میں نشاط نہیں رہے گا ۔

تشریحات ۱۱۲۴ ابن حزم نے بطریق سدی روایت کیا ہے ۔ کہ اہل کتاب پر یہ فرض تھا کہ روزے میں غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے پہلے جو چاہیں کھاپی لیں ۔ سونے کے بعد کھانا پینا منع تھا ۔ ابتداء اسلام میں مسلمانوں کو بھی یہی حکم تھا ۔ یہاں تک کہ ایک انصاری آئے ۔ پھر قیس بن صرمہ کا پورا قصہ بیان کیا ۔ ابوداؤد[۲] میں ہے ۔ کہ عشاء پڑھنے تک کھانے پینے کی اجازت تھی ۔ اس کے بعد منع تھا ۔ دونوں میں منافات نہیں ۔ عادت یہی تھی کہ لوگ عشاء کے پہلے نہیں سوتے تھے ۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عشاء سے پہلے سونے سے منع بھی فرمایا ۔ اصل حکم یہی تھا ۔ کہ جب تک سوئے نہیں کھاپی سکتا تھا ۔ اس کے بعد نہیں ۔

تفسیر طبری[۳] میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ۔ رمضان میں روزہ دار اگر رات میں سو جاتا ۔ تو اس پر کھانا، پینا اور عورتیں حرام ہوجاتیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں بات کرتے رہ گئے ۔ جب گھر آئے تو انکی اہلیہ سو گئی تھیں ۔ حضرت عمر نے یہ خیال فرماکر کہ میں تو نہیں سویا ہوں ۔ ہمبستری کرلی اور حضرت کعب بن مالک نے بھی یہی کیا ۔ صبح کو حضرت عمر نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ سنایا ۔ تو یہ آیت نازل ہوئی ـــــ اور رمضان کی پوری راتوں میں صبح صادق تک کھانا، پینا اور جماع کی اجازت ہوگئی

ع الخمسۃ فی الصوم ۔ ۱؎ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۹۰ ۔ ۲؎ اول ۔ الصیام ۔ اول باب ص ۳۱۷

۳؎ عمدۃ القاری عاشر ص ۲۸۹

136

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَائِكُمْ الآية البقرة (۱۸۷)

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ روزے کی رات میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے ۔ عورتیں تمہارے لئے لباس ہیں اور تم انکے لئے ۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنے حق میں خیانت کرتے تھے ۔ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف فرمادیا (اب روزے کی رات میں) ان سے ہمبستری کرو ۔ اور اللہ نے جو تمہارے مقدر میں لکھ دیا اسے تلاش کرو ۔ ص ۲۵۶

حدیث ۱۱۲۴ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْاِفْطَارُ فَنَامَ قَبْلَ اَنْ يُّفْطِرَ لَمْ يَاْكُلْ لَيْلَتَهٗ وَلَا يَوْمَهٗ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنَّ قَيْسَ بْنَ صِرْمَةَ الْاَنْصَارِيَّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْاِفْطَارُ اَتٰى اِمْرَأَتَهٗ فَقَالَ لَهَا اَعِنْدَكِ طَعَامٌ قَالَتْ لَا وَلٰكِنْ اَنْطَلِقُ وَاَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهٗ يَعْمَلُ فَغَلَبَتْهُ عَيْنُهٗ فَجَاءَتْ اِمْرَأَتُهٗ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَيْبَةً لَّكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارُ غُشِيَ عَلَيْهِ فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ صحابہ میں جب کوئی روزہ دار ہوتا ۔ اور افطار کے وقت افطار کئے بغیر سوجاتا ۔ تو اس رات اور دن کچھ نہیں کھاتا ۔ جب تک کہ شام نہ ہوجائے ۔ اور قیس بن صرمہ انصاری روزے سے تھے ۔ جب افطار کا وقت ہوا ۔ تو اپنی عورت کے پاس آئے اور پوچھا ۔ کیا تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے ۔ انھوں نے کہا نہیں ۔ لیکن میں جاتی ہوں اور تمہیں سے تمہارے لئے لاتی ہوں ۔ وہ دن بھر کام کرتے تھے ۔ اسلئے انکی آنکھ ان پر غالب آگئی ۔ اب انکی عورت آئی ۔ اور جب انھیں دیکھا تو کہا ۔ تیرے لئے محرومی ہے ۔ جب دوپہر ہوئی تو ان پر بیہوشی طاری ہوگئی ۔ اسکا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قیس بن صرمہ ترمذی، بیہقی، ابن حبان وغیرہ میں یہی ہے ۔ حتی کہ امام ابونعیم کے دونوں مستخرج میں بھی یہی ہے ۔ مگر خود امام ابونعیم ہی نے کتاب الصحابہ میں کہا ہے ۔ کہ یہ صرمہ بن ابوانس ہیں ۔ اور ایک قول یہ ہے ۔ کہ صرمہ بن قیس ہیں ۔ جن کی کنیت ابوقیس ہے ۔ ابوداؤد میں صرمہ بن قیس ہے ۔ علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا ۔ یہ ۔ صرمہ بن ابوانس بن قیس بن مالک بن عدی بخاری ہیں ۔ ان کی کنیت ابوقیس ہے ۔ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ ۔ یہ ۔ صرمہ بن مالک ہیں ۔ جو اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ۔ صحیح صِرْمَہ بِنْ اَبُوانَسْ ہے ۔

کان یومہ یعمل ابوداؤد کی روایت میں ہے ۔ کہ وہ اپنی زمین میں دن کو کام کرتے تھے ۔ اور مرسل سدی میں ہے ۔ کہ وہ مدینے کے باغوں میں مزدوری پر کام کرتے تھے ۔ ان کی اہلیہ کھجور لائیں تو انھوں نے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ فَفَرِحُوْا

سے کیا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ روزے کی رات میں تم کو اپنی عورتوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے اس پر لوگ

بِھَا فَرَحًا شَدِیْدًا وَنَزَلَتْ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ

بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جب تک فجر کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر نہ

الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ

ہو جائے کھاؤ پیو۔

کہا۔ کہ کھجور نمیرے پیٹ میں سوزش پیدا کر دی ہے۔ اسے بدل کر آٹا لاؤ، اور پکاؤ۔ اس کا سخینہ بناؤ۔ اتنے میں وہ سو گئے ان کی اہلیہ نے انھیں جگایا۔ انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ ان کی اہلیہ نے یہ بھی کہا کہ آپ سوئے نہیں ہیں۔ مگر انھوں نے نہیں کھایا اور بھوکے رہ گئے۔

یہ آیت کریمہ پوری ــ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ ــ ایک ساتھ حضرت عمر اور حضرت صرمہ کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے۔ البتہ ــ مِنَ الْفَجْرِ ــ بعد میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

تشریحات ۱۱۲۵ء

بخاری کتاب التفسیر میں یہ زائد ہے۔

قال ان وسادتک اذا العریض ۔ فرمایا جب تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے

یہ رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔ وہیں دوسری روایت میں ہے۔ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ یہ سفید دھاگہ، سیاہ دھاگہ کیا ہے۔ کیا یہ دھاگے ہیں۔ فرمایا۔ تو چوڑی گدی والا ہے کہ دونوں دھاگوں کو دیکھ لیا۔ پھر فرمایا ــ یہ رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔

قفا۔ گردن کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں۔ چوڑی گدی موٹے بدن والے کی ہوتی ہے۔ اور موٹا آدمی عموماً بیوقوف ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کنایہ ہوا بیوقوف سے۔ بعض حضرات نے فرمایا۔ کہ یہ کنایہ ہے۔ بیوقوفی کم فہمی سے۔ اس لئے کہ گدی کا چوڑی ہونا، اور سر کا بہت بڑا ہونا اس کی علامت ہے۔ جیسا کہ سر کا معتدل ہونا ذہانت اور عالی ہمت ہونے کی نشانی ہے۔ علامہ قرطبی نے اس توجیہ کو ناپسند فرمایا۔ کیونکہ اسمیں مذمت ہے۔

ع ٥ ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی، الصوم ــ ۱ے اس زمانے کا ایک قسم کا کھانا جو آٹا ڈال کر بنایا جاتا تھا۔

باب قول اللہ تعالیٰ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ جب تک صبح صادق کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے ظاہر نہ ہوجائے کھاؤ پیو پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اس کے بعد ہے۔ فیه البراء رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا حدیث ہے۔ یعنی ابھی جو گزری ہے۔

حدیث ۱۱۲۵ عن عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنه قال لما نزلت

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔ یہاں تک کہ سفید دھاگہ

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود عمدت الی عقال اسود والی عقال

کالے دھاگے سے ظاہر ہوجائے۔ تو میں نے ایک سفید رسی اور ایک کالی رسی لی اور انھیں

ابیض فجعلتهما تحت وسادتی فجعلت انظر فی اللیل فلا یستبین لی

اپنے تکیے کے نیچے رکھ لیا۔ اور رات میں دیکھتا رہا۔ مگر وہ دونوں ممتاز نظر نہ آئیں۔ تو میں

فغدوت علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فذکرت ذالک له فقال انما

صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اسے ذکر کیا۔ تو فرمایا یہ رات کی

ذالک سواد اللیل وبیاض النهار۔ عه

سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔

ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ طنز فرمایا۔ کہ پھر تو تمہارا تکیہ بہت چوڑا ہے۔ کہ اس کے نیچے صبح صادق کا مطلع سما گیا۔ یہ دھاگے رات کی تاریکی اور دن کا اجالا ہے۔ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔ جب تو تمہارا تکیہ بہت لمبا چوڑا ہے۔

شبہ اور ازالہ روزہ ۱۰؍ شعبان ۲ھ کے دس شعبان کو فرض ہوا ہے۔ اسی وقت آیۂ مذکورہ نازل ہوئی تھی)۔ اور حضرت

عه ایضاً۔ ثانی۔ التفسیر۔ بقوله باب قوله تعالیٰ وکلوا واشربوا ص ۶۴۷۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی: الصوم۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۳۷۷۔ ۱؎ اول۔ الصیام، باب وقت السحور ص ۳۲۱۔ ۲؎ درمختار ثانی ص ۸۔

حدیث ۱۱۲۶

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ وَلَمْ يُنْزَلْ مِنَ الْفَجْرِ فَكَانَ رِجَالٌ إِذَا أَرَادُوا الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الْأَبْيَضَ وَالْخَيْطَ الْأَسْوَدَ وَلَا يَزَالُ يَأْكُلُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رُؤْيَتُهُمَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ بَعْدُ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؏

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - یہ آیت نازل ہوئی - اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے - اور من الفجر نازل نہیں ہوئی تھی - تو لوگ جب روزہ رکھنا چاہتے - تو اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگہ باندھ لیتے - اور کھاتے رہتے - یہاں تک کہ دونوں جدا جدا نظر آنے لگتے - اس پر اللہ تعالیٰ نے - مِنَ الْفَجْرِ - نازل فرمایا اب لوگوں نے جانا کہ اس سے مراد رات اور دن ہیں -

عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں مشرف باسلام ہوئے ہیں - پھر انکا یہ کہنا کہ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی تو میں نے دو رسیاں سفید و سیاہ لیں - کیسے درست ہے - اس کا جواب یہ ہے - کہ ان کی مراد یہ ہے - کہ جب مجھے اس آیت کریمہ کے نزول کا علم ہوا - اور ظاہر ہے کہ یہ علم ایمان لانے کے بعد ہی ہوا - اس کی تائید مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے - جو بطریق مجالد مروی ہے - حضرت عدی کہتے ہیں کہ ـــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے نماز اور روزہ سکھایا - اور فرمایا - ایسے نماز پڑھ اور ایسے روزہ رکھ - جب سورج ڈوب جائے تو کھا - یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے جدا ظاہر ہونے لگے - تو میں نے سفید اور سیاہ دو دھاگے لئے - الحدیث -

اقول وباللہ التوفیق ـــ مگر سوال یہ اب بھی باقی ہے کہ جبکہ - مِنَ الْفَجْرِ - نازل ہو چکا تھا - تو آیت کے معنی سمجھنے میں کسی کو بھی دشواری نہیں ہونی چاہئے تھی - چہ جائیکہ حضرت عدی جیسے ذہین اور سمجھدار انسان کو ـــ اس خادم کے نزدیک صحیح توجیہ یہ ہے - کہ حضرت عدی کا واقعہ صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے متعلق ہے - جو ابھی مسند امام احمد کے حوالے سے گزرا - یہ کسی راوی کی مہربانی ہے کہ انھوں نے اسے آیت سے متعلق کر دیا - واللہ تعالیٰ اعلم -

تشریحات ۱۱۲۶ مسلم کی روایت میں ہے - کہ سفید اور سیاہ دھاگے لیکر تکئے کے نیچے رکھ لیتے - دونوں میں منافات نہیں - کچھ لوگ یہ کرتے تھے، اور کچھ لوگ پاؤں میں باندھ لیتے تھے -

---

؏ ایضاً - الثانی - التفسیر - باب قولہ تعالیٰ وکلوا واشربوا ص ۶۴۷ - مسلم - نسائی - الصیام - ۱؎ نزہۃ القاری جلد اول ص ۵۲۷ پر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان سے مشرف ہونے کا ۷ھ اکمال پر اعتماد کر کے لکھا گیا ہے - مگر صحیح ۹ھ یا ۱۰ھ ہے - جیسا کہ اصابہ وغیرہ میں ہے - کیونکہ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا ہے - اور ان کا ایمان لانا بہر حال فتح مکہ کے بعد ہے - ۲؎ رابع ص ۳۷۷ -

باب برکۃ السحور من غیر ایجاب ۔ ص۲۵۷ سحری کی برکت بغیر وجوب کے ۔

حدیث ۱۱۲۷ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَیْہِمْ فَنَهَاهُمْ قَالُوْا اِنَّکَ
تو اور لوگوں نے بھی رکھا ۔ اور یہ لوگوں پر شاق ہوا ۔ اس وجہ سے انھیں منع فرمایا ۔ لوگوں نے عرض کیا ۔ حضور

تُوَاصِلُ قَالَ لَسْتُ کَهَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی ۔ ع۵
صوم وصال رکھتے ہیں ۔ فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں ۔ مجھے کھلایا ، پلایا جاتا ہے ۔

رُؤیتهما یہ رویت ، رویت بصری ہے ۔ آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں ۔ رویت قلبی نہیں ۔ کہ افعال قلوب سے ہو ۔ اس لئے ایک مفعول پر اقتصار جائز ہے ۔ نسفی کی روایت میں ۔ رِئْیُهُمَا ۔ ہے ۔ را کو کسرہ ، ہمزہ ساکن ، یا مضموم ۔ یہ منظر کے معنی میں ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔

اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا ۔ مریم ۷۴ جو سروسامان اور نمائش میں ان سے کہیں اچھے تھے ۔

رِءْیًا ۔ کے معنی منظر کے ہیں ۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے ظاہر سے متبادر ہے ۔ کہ مِنَ الْفَجْرِ ۔ کا نزول بھی ابتداء ہی میں ہوا ہے ۔ اور قرین قیاس بھی یہی ہے ۔ اور متعدد احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے ۔ اس لئے بعض بزرگوں کا یہ فرمانا ۔ کہ ۔ مِنَ الْفَجْرِ ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی ۔ درست نہیں ۔

توضیح باب یعنی سحری کھانا واجب نہیں ۔ البتہ اس کے کھانے میں برکت ہے ۔ اس لئے یہ مستحب ہے ۔ امام بخاری نے اس کے واجب نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صوم وصال رکھا ۔ اور درمیان میں سحری کھانے کا کہیں تذکرہ نہیں ۔ اگر سحری واجب ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ ضرور کھاتے ۔ پھر اس کا تذکرہ بھی ہوتا ۔ اور احادیث میں مذکور ہوتا ۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ صوم وصال میں صحابہ کرام سحری نہیں کھاتے تھے ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ صحابہ پر شاق ہوا ۔ بعض روایتوں میں ہے کہ چلنا پھرنا دوبھر ہوگیا تھا ۔ اگر صحابہ سحری کھاتے رہتے تو یہ حال کبھی نہ ہوتا ۔ پھر صحابہ کرام کی عرض پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ۔

اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ ۔ میں اپنے رب کے حضور رہتا ہوں ۔ وہ کھلاتا پلاتا ہے ۔

اس پر نص ہے ۔ کہ صوم وصال کے اثنا دنیوی غذا نوش جاں نہیں فرماتے تھے ۔

تشریحات ۱۱۲۷ مسند امام احمد میں ہے ۔ کہ یہ صوم وصال رمضان میں تھا ۔ صوم وصال کا مطلب یہ ہے ۔ کہ روزہ رکھ کر نہ افطار کرے نہ سحری کھائے ۔ نہ اور کسی وقت کچھ کھائے پئے ۔ حتی کہ پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ لے ۔

ع۵ ایضا باب الوصال ص۲۶۳ ۔ مسلم ، ابوداؤد ، الصیام ، مسند امام احمد ص ۲۱ وغیرہ

اور پھر دوسرے دن روزہ رکھے ۔ یہ مکروہ تنزیہی ہے ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پندرہ دن تک صوم وصال رکھتے تھے ۔ امام طبری نے فرمایا ۔ کہ بعض صحابہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن تک کھانا ' پینا چھوڑ دیتے تھے ۔ مگر اس سے انکے معتاد کاموں میں کوئی خلل نہیں پڑتا تھا ۔ یہ اس بنا پر تھا کہ انھیں کھانے 'پینے کی حاجت نہ تھی ۔ اس سے مستغنی تھے ۔ اپنا کھانا حاجت مند اور فاقہ کش افراد کو دیدیتے تھے ۔ حضرت ابراہیم تیمی کبھی کبھی ایک ایک مہینہ' اور کبھی کبھی دو دو مہینے بے کھائے' پیئے رہ جاتے تھے ۔ کراہت دفع کرنے کیلئے ایک گھونٹ نبیذ پی لیتے تھے ۔ ریاضت ومجاہدہ کے لئے مشائخ سالکین کو صوم وصال رکھنے کا حکم دیتے ہیں ۔ مگر کراہت دفع کرنے کیلئے ایک گھونٹ پانی یا اور کوئی چیز بہت قلیل مقدار میں کھانے کی اجازت دیتے ہیں ۔ مثلاً کشمش کے چند دانے ۔ سوکھی روٹی کے ٹکڑے وغیرہ وغیرہ ۔ مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے ایک بار چالیس پینتالیس دن تک ' چوبیس گھنٹے میں ایک گھونٹ پانی کے سوا اور کچھ نہیں کھایا' پیا ۔ اس کے باوجود تصنیف ' تالیف ' فتوی نویسی ' مسجد میں حاضر ہوکر نماز باجماعت ' ارشاد وتلقین ' واردین وصادرین سے ملاقاتیں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا ۔ اور نہ ضعف ونقاہت کے آثار ظاہر ہوئے ۔[1]

لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ علامہ عینی نے فرمایا ۔ کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ ۔ یہاں ہیئت زائد ہے ۔ معنی یہ ہے میں تمھارے جیسا نہیں ۔ **اقول** ۔ ہیئت کو زائد نہ مانیں تو مطلب یہ ہوگا کہ میرا حال تمھارے حال جیسا نہیں ۔ اس سے صفات میں امتیاز اور عدم شرکت ظاہر ہوتی ہے ۔ حاصل یہ ہوا کہ میری صفات میں کسی صفت میں تم میرے شریک نہیں ۔ اس لئے کہ نفی کا مقتضیٰ استغراق ہے ۔ اور وجود تشبیہ کے لئے کسی وصف میں ادنی سی شرکت کافی ۔ جب حالت میں نفی مماثلت ہوئی تو اس کا صدق بغیر استغراق کے نہ ہوگا ۔ اسلئے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا ۔ کہ میرے کسی وصف میں تم لوگ شریک نہیں ۔ اور جب صحابہ شریک نہیں تو غیر صحابہ کی شرکت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ۔ اسی کو علامہ بوصیری قدس سرہ نے قصیدہ بردہ میں فرمایا ہے ۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ ÷ فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خوبیوں میں شریک سے منزہ ہیں ۔ حضور کی ذات میں حسن کا جوہر غیر منقسم ہے ۔

یہ حقیقت میں حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس شعر سے ماخوذ ہے ۔ انھوں نے عرض کیا ہے ۔

واحسن منک لم ترقط عینی ÷ واجمل منک لم تلد النساء

حضور سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا ÷ حضور سے زیادہ جمیل عورتوں نے پیدا ہی نہیں کیا

اور چند صاحب نے فرمایا ۔ کہ لفظ ہیئت زائد ہے ۔ ان کی تائید اس سے ہوتی ہے ۔ کہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت باب الوصال میں ان الفاظ میں ہے ۔ اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ ۔ اور خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ ۔ یہ ارشاد مماثلت ذات کی نفی کرتا ہے ۔ یعنی میری ذات تمھاری ذات کے مثل نہیں ۔ اور یہی واقعہ بھی ہے ۔ جس پر بعد کا ارشاد دلیل ہے اَظَلُّ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ۔ میں کھلایا' پلایا جاتا ہوں ۔ مجھے میرا پروردگار کھلاتا' پلاتا ہے ۔ اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا ۔[2]

یا ابا بکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی ۔ اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا

---

[1] بہار شریعت حصہ پنجم ص ۹۹ ۔ [2] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۱۲۹

۱۱۲۸ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً [عہ]

فرمایا سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

اس کا حاصل یہ نکلا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی تشریک سے منزہ ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ کہ انبیاء کرام اللہ عزوجل کے اسماء ذاتیہ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے ہیں۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ [لہ]

ورسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق است از ذات	اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق سے مخلوق ہیں اور
عزوجل ظہور حق در وے بالذات است ازیں جہت منفرد	حق تعالیٰ کا ظہور آپ کی ذات میں بالذات ہے۔ اسی لئے وہ
است وبہ تجمیع کمالات زیرا کہ صفات راجع بذات اند۔	تمام صفات کمالیہ کیساتھ متصف ہونے میں منفرد ہیں کیونکہ صفات

أَظَلُّ أُطْعَمُ وَأُسْقَى یہ اپنے ظاہر پر بھی محمول ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ عزوجل جنت کے کھانوں سے واقعی کھلاتا پلاتا ہو، اور یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ عزوجل اپنے مشاہدہ جمال میں ایسا مستغرق فرما دیتا ہو کہ غذا کی حاجت ہی نہیں رہتی ہو یا ایسا افاضہ فرما دیتا ہو پانی اور غذا کے قائم مقام ہو جاتا ہو جسکی وجہ سے نہ ضعف پیدا ہوتا ہو نہ قویٰ میں اضمحلال۔ جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

وذکرك للمشتاق خیر شراب	وکل شراب دونه کسراب
تراذکر مشتاق کے لئے شراب سے بڑھ کر ہے	اور ہر شراب اس کے مقابل سراب ہے

تشریحات ۱۱۲۸ سحور۔ سین کے فتحے کیساتھ بھی اور ضمے کے ساتھ بھی۔ فتحے کیساتھ وہ کھانا جو اس وقت کھایا جائے۔ ضمے کیساتھ یہ فعل ہے۔ برکة۔ کے اصل معنی زیادتی کے ہیں اور یہاں دنیوی برکت بھی مراد ہے اور اخروی بھی۔ دنیوی برکت ظاہر ہے کہ اس سے قوت ملتی ہے۔ اخروی برکت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسکے لئے احادیث میں طرح طرح سے ترغیب آئی ہے بلکہ تاکید بھی۔ یہاں تک فرمایا کہ سحری کھاؤ اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی ہی۔ نیز نصاریٰ سحری نہیں کھاتے تھے۔ اس میں انکی مخالفت ہے۔ یہ بھی موجب اجر ہے۔ نیز اس میں تجدید نیت بھی ہے جسکی وجہ سے روزہ بالاتفاق صحیح ہوگا۔ نیز یہ کہ اسکی وجہ سے کچھ نہ کچھ ذکر الٰہی ہو جائے گا۔ یا اللہ عزوجل کی طرف توجہ ضرور ہوگی۔ اور جسے توفیق ملے وہ دیگر اذکار تہجد وغیرہ پڑھ لے گا۔

باب اذا نوى بالنهار صوما ص۲۵۷ جب دن میں روزے کی نیت کرے۔

۳۲۹ وَقَالَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ كَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُوْلُ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ

ت اور ام الدرداء نے کہا کہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے تمہارے پاس کھانا ہے۔

توضیح باب روزے کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ اس پورے وقت میں روزے سے رہنا ضروری ہے۔ اور بغیر نیت عبادت کا وجود ہی نہ ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی نے صبح صادق سے پہلے

عہ مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ الصوم۔ لہ مدارج النبوۃ ثانی ص ۶۱۵

فَاِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَاِنِّیْ صَائِمٌ یَوْمِیْ ھٰذَا - وَفَعَلَہٗ اَبُوْطَلْحَۃَ وَاَبُوْھُرَیْرَۃَ وَابْنُ

اگر ہم یہ کہتے ۔ نہیں ۔ تو کہتے میں آج کے دن روزے سے ہوں ۔ اور ایسا ابو طلحہ اور ابو ہریرہ اور

عَبَّاسٍ وَحُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ

ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا ہے ۔

۱۱۲۹ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا

حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورا کے دن ایک شخص کو بھیجا کہ

یُنَادِیْ فِی النَّاسِ یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اَنَّ مَنْ اَکَلَ فَلْیُتِمَّ اَوْ فَلْیَصُمْ وَمَنْ لَّمْ یَاْکُلْ فَلَا یَاْکُلْ عہ ص۲۵۷

یہ منادی کردے ۔ جس نے کھالیا ہو ۔ وہ پورا کرے یا روزہ رکھے اور جس نے کھایا ہو وہ (اب سے) نہ کھائے ۔

یا صبح صادق کے وقت روزے کی نیت نہیں کی ۔ اور دن نکل آیا ۔ روزے کے وقت کا کچھ حصہ بغیر روزے کے گزرا ۔ اب روزے کی نیت کی تو صحیح ہے یا نہیں ۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ صحیح نہ ہو ۔ مگر صحابہ کرام کے عمل اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح ہے اسی لئے عہد سلف میں اس میں اختلاف رہا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے یہ باب باندھا ۔ اور حسب عادت اپنی کوئی رائے تحریر نہیں فرمائی ۔

ہمارے یہاں رمضان، نفل، نذر معین کے روزوں میں دن کی نیت کافی ہے ۔ اس کی تائید آگے آرہی ہے ۔

تشریحات ۳۲۹ ام الدرداء کے اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے ۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بیہقی میں ہے ۔ حضرت ابن عباس کے اثر کو امام طحاوی نے ۔ اور حضرت حذیفہ کے بارے میں امام عبد الرزاق اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے ۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے قتادہ کا قول ذکر کیا ہے ۔ کہ حضرت معاذ نے بھی ایسا کیا ہے ۔

ان آثار سے ظاہر ہے کہ اگر کسی نے رات میں نیت نہیں کی تو صبح صادق طلوع ہونے کے بعد روزے کی نیت کر سکتا ہے ۔ اور اس کا روزہ صحیح ہے ۔ مگر ہمارے یہاں یہ ضروری ہے کہ ضحوۂ کبریٰ نصف النہار شرعی سے پہلے پہلے نیت کرے ۔ اور یہ صرف رمضان نذر معین اور نفل کے روزوں کے لئے ہے ۔ اس کے علاوہ اور روزوں کے لئے ضروری ہے کہ صبح صادق سے پہلے نیت کرے جیسے کہ کفارے اور نذر غیر معین کے روزے ضحوۂ کبریٰ ہو جانے کے بعد نیت کی تو روزہ نہ ہوگا ۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ صبح صادق سے لے کر نیت کرتے وقت نہ کچھ کھایا ہو، نہ پیا ہو اور نہ جماع کیا ہو ۔

تشریحات ۱۱۲۹ باب صیام یوم عاشوراء ۔ اور کتاب اخبار احاد میں یہ ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کے دن قبیلہ اسلم کے ایک صاحب کو حکم دیا ۔ کہ لوگوں میں منادی کردیں ۔ اخبار الاحاد میں تردید کے ساتھ ہے ۔ کہ اپنی قوم میں منادی کرنے کا حکم دیا تھا ، یا لوگوں میں ۔ یہاں فلیتم او فلیصم شک کے ساتھ ہے ۔ اور صیام عاشوراء میں بلاشک یہ ہے کہ بقیہ دن روزے سے رہے ۔ اس لئے کہ آج عاشورے کا دن ہے اور اخبار الاحاد میں ہے کہ بقیہ دن پورا کرے ۔ مطلب یہ ہوا ۔

عہ ایضاً ۔ صیام یوم عاشوراء ۔ ثانی کتاب الاحاد باب ما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبعث الامراء ص ۱۰۸۹ مسلم نسائی ۔ الصوم ۔

کہ جس نے کھالیا ہو۔ وہ بقیہ دن بے کھائے پیئے روزے دار کی طرح رہے۔ اور جس نے ابتک کچھ نہیں کھایا پیا ہے وہ روزے کی نیت کرلے۔ اور واقعی روزہ رکھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دن میں روزے کی نیت درست ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جس دن روزہ واجب ہو اس دن کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا یا فاسد ہوگیا تو بھی بقیہ دن روزے دار کی طرح کھانے پینے مفسدات صوم سے بچنا واجب ہے۔

صیام یوم عاشورا میں یہ حدیث۔ مکی بن ابراہیم تلمیذ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور بخاری کی ثلاثیات میں سے چھٹی ہے۔

جنھیں منادی کرنے کا حکم دیا تھا ان کا نام ہند بن اسماء بن حارثہ اسلمی ہے۔ جیسا کہ مسند[1] امام احمد میں انھیں سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری قوم اسلم میں منادی کرنے کے لئے بھیجا تھا۔

صحیح یہی ہے کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ اور یہ خود اسی حدیث سے ثابت ہے۔ کیونکہ اگر فرض نہ ہوتا۔ تو کھانے پینے کے بعد بقیہ دن روزے دار کی طرح رہنے کا حکم کیوں ارشاد فرماتے۔ علاوہ ازیں احادیث کی نص صریح سے یہ ثابت ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ قریش زمانہ جاہلیت میں عاشورے کا روزہ رکھتے تھے۔ اور حضور بھی رکھتے تھے۔ (مدینہ طیبہ آئے تو بھی رکھا۔) اور لوگوں کو رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کا روزہ فرض ہوگیا تو فرمایا۔ جو چاہے رکھے جو چاہے چھوڑ دے۔[2]

ابن شداد نے اپنے احکام میں ام المومنین حضرت صدیقہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابن عمر حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔ کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ جب رمضان فرض ہوگیا تو فرمایا، جو چاہے رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

بخاری اور مسلم میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے اردگرد انصار کی بستیوں میں آدمی بھیجکر کہلوایا۔ جس نے روزے کی حالت میں صبح کی وہ روزہ پورا کرلے۔ اور جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ کھا پی لیا ہے۔ وہ بقیہ دن روزے دار کی طرح رہے۔ اور جس نے کچھ نہیں کھایا پیا وہ روزہ رکھے[3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی پر کسی معین دن کا روزہ واجب ہو تو اسے دن میں نیت کرنا درست ہے۔[4]

جو لوگ روزہ صحیح ہونے کے لئے صبح صادق سے پہلے نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں وہ ابو داؤد،[5] ترمذی[6] اور نسائی[7] کی اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہیں کی اس کا روزہ نہیں۔

---

[1] ثالث ص ۴۸۴ [2] بخاری اول۔ الصوم۔ باب وجوب صوم رمضان ص ۲۵۴

[3] یہ سب عمدۃ القاری جلد عاشر ص ۳۰۴ سے لی گئی ہیں۔ [4] اول۔ الصیام باب النیۃ فی الصوم ص ۳۲۳

[5] اول۔ الصوم باب الصیام لمن لم یعزم من اللیل ص ۹۱ [6] اول۔ الصیام۔ باب النیۃ فی الصوم ص ۳۲۰

— اس کا جواب یہ ہے ۔ کہ اولاً ۔ یہ حدیث ضعیف ہے ۔ جیسا کہ علامہ عینی نے پوری تفصیل اور تحقیق سے ثابت فرمایا ہے ۔ ثانیاً ۔ اس حدیث پر عمل کرنے سے کتاب اللہ کا نسخ خبر واحد سے لازم آئیگا ۔ وہ اس طرح کہ پہلے ارشاد ہوا ۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرہ ۱۸۷) جبتک فجر کا سفید دھاگا رات کے سیاہ دھاگے سے ظاہر نہ ہو جائے ۔ کھاؤ ، پیو ۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ پھر روزے کو رات تک پورا کرو ۔

اور ثُمَّ تراخی کے لئے ہے ۔ شرعی دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی شروع ہوگیا ۔ روزے کے حکم کا مطلب روزے کی نیت کرنا ہے ۔ کیونکہ بغیر نیت عبادت کا وجود ہی نہیں ۔ اب ثابت کہ دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد بھی روزے کی نیت صحیح ہے ۔ یہ مضمون ثُمَّ سے ثابت ہے ۔ جو لفظ خاص ہے ۔ وضع کیا گیا ہے تعقیب مع التراخی کے لئے ۔ اس لئے یہ کہنا کہ جبتک فجر سے پہلے نیت نہیں کریگا روزہ درست نہ ہوگا ۔ اس حکم خاص کو خبر واحد سے منسوخ کرنا ہوا ۔ اور یہ جائز نہیں ۔ نیز ۔ اس ارشاد نے کہ فرمایا ۔ روزہ پورا کرو ۔ یہ بتاتا ہے ۔ کہ جو دن روزے کے لئے معین ہے ۔ اس میں دن کی ابتدا میں امساک مخصوص روزہ ہوگا ۔ اگرچہ اس وقت نیت نہ ہو ۔ کیونکہ اتمام شئی کا مقتضی یہ ہے کہ وہ پہلے سے پائی جائے اور مکمل نہ ہو ۔ اس میں سر یہ ہے کہ ۔ جب یہ ایام روزے کے لئے متعین ہیں خواہ منجانب اللہ ، خواہ منجانب عبد تو ان دنوں کو روزے کے لئے متعین کرنے کی کوئی حاجت نہیں ۔ جیسے رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے ۔ بخلاف اور دنوں کے کہ وہ روزے کے لئے متعین نہیں اس لئے اس دن کو روزے کے لئے معین کرنے کے لئے رات ہی سے نیت ضروری ہے ۔ رہ گیا نفل تو اس کی دلیل آگے آرہی ہے ۔ ثالثاً ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ اس حدیث میں نفی سے نفی کمال مراد ہو ۔ جیسے ۔ لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد میں ہے ۔

نفل روزے کی نیت دن میں صحیح ہے ۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ جسے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے امام مسلم[۱] ، امام ابوداؤد[۲] ، امام ترمذی[۳] اور امام نسائی[۴] نے روایت کیا ۔ وہ فرماتی ہیں ۔ ایک دن مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے عائشہ تمھارے پاس کچھ کھانے کو ہے ۔ میں نے عرض کیا ۔ کچھ نہیں ۔ فرمایا ۔ میں روزے سے ہوں ۔

---

[۱] اول ۔ الصیام ۔ باب جواز صوم النفل بنیۃ من النہار ص ۳۶۴ [۲] اول ۔ الصیام ۔ باب فی الرخصۃ فی ذلک ص ۳۳۳ [۳] اول ۔ الصوم ۔ باب فی افطار الصائم المتطوع ص ۹۲ ۔
[۴] اول ۔ الصیام ۔ باب النیۃ فی الصوم ص ۳۱۹ ۔

بَابُ الصَّائِمُ يُصْبِحُ جُنُبًا ص۲۵۷ روزہ دار نے جب حالت جنابت میں صبح کی۔

۱۱۳۰	عَنْ مَالِكٍ عَنْ سُمَيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
حدیث	ابو بکر بن عبد الرحمن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ نے کہا میں اور میرے
	الْحَارِثِ بْنِ هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
	باپ عبد الرحمن ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں
	قَالَ جِئْتُ أَنَا وَأَبِي حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
	حاضر ہوئے۔
	تَعَالٰى عَنْهُمَا ح ۔ عَنِ الزُّهْرِيِّ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ
	دوسری سند سے بطریق زہری مروی ہے۔ کہ ابو بکر بن عبد الرحمن
	الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَ مَرْوَانَ أَنَّ عَائِشَةَ
	بن حارث بن ہشام نے خبر دی کہ ان کے والد عبد الرحمن نے مروان کو خبر دی کہ حضرت
	وَأُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَخْبَرَتَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
	عائشہ اور حضرت ام سلمہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلے اللہ

۱۱۳۰
تشریحات

مسلم[۱] میں یہ حدیث اس طرح ہے۔ ابو بکر بن عبد الرحمن نے کہا۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ کو یہ بیان کرتے سنا۔ جو شخص فجر کے وقت جنب ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ میں نے اپنے باپ عبد الرحمن بن حارث سے اس کو ذکر کیا۔ تو انھوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ اب عبد الرحمن اور میں دونوں چلے اور حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عبد الرحمن نے ان دونوں سے دریافت کیا۔ تو ان دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بغیر احتلام کے صبح کو جنب ہوتے پھر روزہ رکھتے۔ اس کے بعد ہم لوگ مروان کے پاس گئے اور اس سے عبد الرحمن نے ذکر کیا تو مروان نے کہا۔ میں تم کو قطعی طور پر حکم دیتا ہوں کہ تم ابو ہریرہ کے پاس جاؤ۔ اور وہ جو کہتے ہیں اسکا رد کرو۔ اب ہم حضرت ابو ہریرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبد الرحمن نے (دونوں) ام المومنین کے ارشاد

[۱] اول۔ الصیام۔ باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ص ۳۵۳

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُدْرِکُہُ الْفَجْرُ وَھُوَ جُنُبٌ مِّنْ اَھْلِہٖ ثُمَّ
تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اہل کے ساتھ قربت کی وجہ سے فجر کے وقت جنب ہوتے اس کے بعد
یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ اُقْسِمُ
غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔ اور مروان نے عبد الرحمن بن حارث سے کہا میں تمہیں اللہ
بِاللّٰہِ لَتُقْرِعَنَّ بِھَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَمَرْوَانُ یَوْمَئِذٍ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ
کی قسم دیتا ہوں یہ بتاکر ابو ہریرہ کو گھبراہٹ میں ضرور ڈالنا اور اسوقت مروان مدینے کا حاکم
اَبُوْبَکْرٍ فَکَرِہَ ذٰلِکَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ قُدِّرَ لَنَا اَنْ نَجْتَمِعَ بِذِی
تھا۔ ابو بکر نے کہا عبد الرحمن نے اسے ناپسند کیا پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ہم ذوالحلیفہ میں
الْحُلَیْفَۃِ وَکَانَتْ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ھُنَالِکَ اَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ
اکٹھے ہوگئے اور وہاں ابو ہریرہ کی زمین تھی عبد الرحمن نے حضرت ابو ہریرہ

کو ذکر کیا۔ تو حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا۔ کیا ان دونوں نے تم سے یہ بیان کیا ہے۔ عبد الرحمن نے کہا ہاں۔ تو فرمایا وہ دونوں زیادہ جاننے والی ہیں۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ جو کچھ فرماتے تھے اسے فضل بن عباس کی طرف لوٹایا۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ میں نے یہ فضل سے سُنا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سُنا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ جو کہتے تھے اس سے رجوع کرلیا۔ (ابن جریج) نے کہا میں نے عبد الملک بن ابو بکر بن عبد الرحمن (اس حدیث کے راوی) سے پوچھا۔ کیا دونوں ام المومنین نے رمضان کے بارے میں کہا تھا۔ انھوں نے کہا ایسا ہی ہے۔ کہ حضور بغیر احتلام کے صبح کے وقت جنبی ہوتے پھر روزہ رکھتے۔

اختلاف روایات بخاری کی روایت سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ۔ من ادرکہ الصبح جنبا فلا صوم لہ۔ حضور کا ارشاد ہے یا نہیں۔ مگر مسلم کی روایت میں یہ تصریح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خود حضور سے نہیں سُنا ہے۔ مگر احتمال ہے کہ فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہو۔ امام عبد الرزاق نے روایت کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس میں بھی یہ احتمال ہے کہ یہ فضل سے سُنا ہو۔ اور فضل نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہو۔ اب بھی۔ قال رسول اللہ۔ کہنا درست ہے۔

میرے خیال میں ان سب روایتوں میں تطبیق کی صورت یہی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ نے بذات خود حضور

لہ مسلم۔ اول۔ باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب ص ۳۵۳ ٢ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۳

لِاَبِیْ هُرَیْرَةَ اِنِّیْ ذَاکِرٌ لَّكَ اَمْرًا وَّلَوْلَا اَنَّ مَرْوَانَ اَقْسَمَ عَلَیَّ

سے کہا میں آپ سے ایک بات ذکر کر رہا ہوں اور اگر مروان نے قسم نہ دلائی ہوتی تو میں ذکر نہ کرتا

فِیْهِ لَمْ اَذْکُرْهُ لَكَ فَذَکَرَ قَوْلَ عَائِشَةَ وَاُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ کَذٰلِكَ

اس کے بعد انھوں نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی بات ذکر کی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

حَدَّثَنِیْ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ وَّهُوَ اَعْلَمُ عه

تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھ سے فضل بن عباس نے ایسے ہی حدیث بیان کی۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔

سے نہیں سنا ہے۔ انھوں نے فضل بن عباس سے سنا ہے۔ اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا۔

فضل بن عباس بخاری، مسلم، کی روایت میں فضل بن عباس کا نام ہے۔ مگر نسائی[۱] کی ایک روایت میں حضرت اسامہ بن زید کا نام ہے۔ کہ انھوں نے مجھ سے بیان کیا۔ ہو سکتا ہے دونوں سے سنا ہو۔

وھو اعلم مسلم اور ابن حبان[۲] کی روایت میں ہے۔ ھما اعلم۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ زیادہ جاننے والی ہیں۔ اور امام نسائی کی ایک روایت میں ہے۔ ھن اعلم۔ اور یہی مصنف عبد الرزاق[۴] میں بھی ہے۔ نسائی کی ایک روایت میں ہے[۳]۔ کہ صرف حضرت عائشہ سے ملاقات کی اور انھوں نے وہ روایت کیا۔ حضرت ام سلمہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ ہے۔ وھی اعلم۔ ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ دونوں کو یا صرف ایک حضرت عائشہ کو۔ اعلم۔ کہا۔ اور واقعہ کے ساتھ اسی کو زیادہ مطابقت بھی ہے۔ اب بخاری کی اس روایت کا کہ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت فضل کو۔ اعلم۔ کہا۔ مطلب یہ متعین ہے کہ وہ کہنا یہ چاہتے ہیں۔ کہ فضل بن عباس نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ اور وہ خوب جانتے ہیں۔ یعنی اس روایت کی حقیقت کو۔ یہ مطلب نہیں کہ خاص اس معاملہ میں فضل بن عباس ازواج مطہرات سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہ نہ تو واقعہ کے لحاظ سے درست ہے۔ اور نہ حضرت ابو ہریرہ جیسے بزرگ صحابی یہ کہہ سکتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ہمارے عرف میں یہ ہے کہ جب کسی ثقہ کی کوئی بات خلاف واقعہ ثابت ہو جاتی ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ میں نے فلاں سے سنا تھا وہ جانے۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ جو بیان کرتے تھے جب اس کی صداقت حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے ارشاد کے خلاف ہونے کی وجہ سے مشتبہ ہو گئی تو معذرت کے طور پر حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا۔ مجھ سے فضل بن عباس نے بیان کیا تھا۔ وہ جانیں۔ وہی اسے اچھی طرح جانتے ہیں کہ کیسے انھوں نے اسے بیان کیا۔

عہ مسلم۔ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ باختلاف فی الصوم۔

[۱] ایضا [۲] ایضا [۳] ایضا [۴] ایضا۔

۔ بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ ابوبکر اور انکے والد عبد الرحمٰن نے بالمشافہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ سے گفتگو کی تھی۔ مگر نسائی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت عائشہ سے ان کے غلام۔ ذکوان کے واسطے سے اور حضرت ام سلمہ سے ان کے غلام۔ نافع۔ کے ذریعہ گفتگو ہوئی تھی۔

علامہ عینی نے پہلے کو اکثر اور اصح کہا۔ ان کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ باعتبار سند کے اکثر اور اصح ہے۔ مگر میرے خیال میں واقعے کے اعتبار سے بھی ارجح ہے۔ کہ غلاموں کے ذریعہ گفتگو ہوئی۔ اور یہ محاورہ شائع ذائع ہے کہ بڑوں سے بواسطہ خدام جو گفتگو ہوتی ہے۔ خصوصًا مستورات سے اسے اس طرح بیان کرتے ہیں گویا بلا واسطہ گفتگو ہوئی۔

یہاں امام بخاری نے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں سندوں کا متن ایک ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ پہلی سند جو بطریق عبد اللہ بن مسلمہ عن مالک ہے اس کے متن میں نہ مروان کا تذکرہ ہے نہ حضرت ابوہریرہ کا۔ اس کا متن صرف اتنا ہے کہ ہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے وہ بیان کیا۔

دوسری سند جو بطریق ابو الیمان عن الزہری ہے۔ اس کا متن وہ ہے جو بخاری میں یہاں مذکور ہے۔

علامہ[۲] خطابی اور ابن منذر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتوے اور روایت کے بارے میں یہ توجیہہ کی ہے۔ کہ ابتدا میں سونے کے بعد کھانا، پینا اور جماع روزے دار کو ممنوع تھا۔ اسی وقت یہ حکم تھا کہ جو صبح تک جنبی رہے وہ روزہ نہ رکھے۔ مگر جب سونے کے بعد بھی صبح صادق تک کھانا، پینا، جماع مباح ہوگیا۔ تو یہ حکم بھی منسوخ ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے منسوخ ہونے کا علم نہیں تھا اس لئے وہ وہی فتوی دیتے رہے۔ اور حضرت فضل بن عباس سے جو سنا تھا، روایت کرتے رہے۔ مگر جب حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی روایت سے علم ہوگیا تو رجوع فرمالیا۔

جنابت کی حالت میں روزہ

اگر کوئی جنابت کی حالت میں صبح صادق کے بعد تک رہے تو اس کا روزہ صحیح ہے یا نہیں۔ جمہور اور ائمۂ اربعہ کا مذہب یہی ہے کہ اس کا روزہ صحیح ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے ثابت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزہ صحیح ہونے کے لئے طہارت شرط نہیں۔ نہ حقیقی نہ حکمی البتہ اتنا ضرور ہے کہ اس پر فرض ہے کہ دن نکلنے سے اتنے پہلے نہالے کہ فجر کی نماز پڑھ سکے۔ یہ سب پر فرض ہے خواہ روزے دار ہو یا غیر روزے دار۔ اگر اس وقت تک غسل نہ کیا تو گنہگار ہوا۔ اور اب روزے میں بھی کراہت ہوگی۔ یہی محمل ہے اس کا جو بعض کتب فتاوی میں ہے۔ کہ جنابت کی حالت میں روزہ مکروہ ہے۔

نیز اس سے مندرجہ ذیل مسائل مستنبط ہوئے۔ (۱) جب کسی حکم شرعی میں خلجان اور تشویش ہو تو علماء کی خدمت میں حاضر ہوکر تحقیق کرنی لازم ہے۔ ارشاد ہے: ۔

---

[۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۳ [۲] ایضا ص ۴

۳۳۔ وَقَالَ هَمَّامٌ وَّابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
اور ہمام اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے نے حضرت
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْأَوَّلُ أَسْنَدُ۔
روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور پہلی حدیث باعتبار سند زیادہ قوی ہے۔

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اگر تمھیں علم نہیں تو جاننے والوں سے پوچھو۔
(۲) اگر علما میں اختلاف ہو جائے تو ترجیح اس کے قول کو ہوگی جو اعلم ہو۔ (۳) حدیث کی روایت میں عورتیں مردوں کے مثل ہیں (۴) زن و شو کے مخصوص تعلقات کے سلسلے میں ازواج مطہرات کی روایت سب پر راجح ہے۔ (۵) اکابر سے اگر کوئی لغزش ہو جائے تو انکی خدمت میں اسے عرض کرنا لازم ہے (۶) اکابر کی لغزش عرض کرنے میں پاس ادب کا لحاظ ضروری ہے۔ (۷) حدیث کی روایت میں گواہی کی ضرورت نہیں (۸) خبر واحد حجت ہے۔

تشریحات ۳۳۔ ھمّام۔ سے مراد ہمام بن منبہ صنعانی ہیں۔ ابن عبداللہ بن عمر سے کون صاحب مراد ہیں یہ متعین نہیں ہو سکا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا۔ کہ یہ سالم ہیں۔ اس لئے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ ضروری نہیں۔ ہو سکتا ہے۔ عبیداللہ ہوں، ہو سکتا ہے عبداللہ ہوں۔ اسی لئے امام بخاری نے نام نہیں لیا۔ صرف۔ ابن عبداللہ بن عمر۔ فرمایا۔

ہمام بن منبہ کی تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند[۱] میں اور امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ جب صبح کی نماز کے لئے اذان کہی جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو روزہ نہ رکھے۔ ابن عبداللہ بن عمر کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام نسائی نے اور امام طبرانی نے مسند التابعین میں روایت کیا کہ عبداللہ بن عمر یا عبیداللہ بن عمر نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں روزہ نہ رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ جب کوئی صبح کو جنبی رہے۔

والاول اسند یہ حضرت امام بخاری کا ارشاد ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ امہات المومنین کی حدیث حضرت ابو ہریرہ کی حدیث کی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا۔ کہ اکثر طرق میں دونوں کی سندیں ایک ہی ہیں۔ پھر ایک کو اصح کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں خود اختلاف ہے۔ کسی میں ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ فضل بن عباس سے سنا۔ کسی میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زید سے سنا۔ کسی میں ہے کہ ایک شخص سے سنا۔ فلاں سے سنا۔ بخلاف امہات المومنین

[۱] مسند امام احمد ج ثانی ص ۳۱۴

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ ص۲۵۸ روزے دار کو مباشرت کرنا۔

۱۱۳۲ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ فَرْجُهَا۔

ت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا روزہ دار پر عورت کی شرمگاہ حرام ہے۔

۱۱۳۱ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روزے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ

کی حالت میں بوسہ لیتے تھے۔ اور مباشرت یعنی جسم سے جسم کو چپکاتے تھے۔ اور وہ اپنی حاجت

لِاَرَبِهٖ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِرْبٌ حَاجَةٌ وَقَالَ طَاؤُسٌ۔ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ۔

کے تم سب سے زیادہ مالک تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اِرْبٌ کے معنی حاجت کے ہیں

کی حدیث کے۔ کہ اس کی ہر روایت میں یہ ہے کہ امہات المومنین نے خود بیان فرمایا۔ اب۔ اسند۔ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ امہات المومنین کی حدیث اس معنی کر قوی ہے کہ اس کے مرفوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔ یا اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اتصال زیادہ واضح اور ظاہر ہے۔ بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے کہ اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے۔

تشریح ۱۱۳۲ اس تعلیق کو امام ابو جعفر طحاوی[1] نے موصولاً روایت کیا ہے۔ حکیم بن عقال نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا۔ روزے کی حالت میں مجھ پر میری بیوی سے کیا حرام ہے۔ فرمایا اسکی شرمگاہ ابن حزم نے محلی میں بھی اس کے مثل روایت کیا ہے۔

تشریحات ۱۱۳۱ مباشرت کا مادہ۔ بَشَرٌ ہے۔ یہ باب مفاعلۃ کا مصدر ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ دو آدمیوں کا جسم سے جسم چپکانا۔ جماع اس کے معنی میں داخل نہیں۔ البتہ کبھی جماع کے معنی میں بولا جاتا ہے جماع کرنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اور رمضان کے روزوں میں اس پر قضا کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی ہے۔ مباشرت اور بوسہ کے بعد نفس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے اور یہ جماع کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اسلئے روزے کی حالت میں دونوں ممنوع ہیں۔ ان سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ اگر انزال ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پورے طور پر قابو تھا۔ اس لئے حضور کو ممنوع نہیں۔

غیر اولی الاربۃ سورہ نور میں ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہدو۔ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی

[1] شرح معانی الآثار۔ اول۔ الصیام۔ باب القبلۃ للصائم ص ۲۹۴

اَلۡاَحۡمَقُ لَاحَاجَۃَ لَہٗ فِی النِّسَاءِ عہ

اور امام طاؤس نے غیر اولی الاربۃ کے معنی یہ بتائے۔ وہ احمق جسے عورتوں کی رغبت نہ ہو۔

بَابُ الْقُبْلَۃِ لِلصَّائِمِ ص۲۵۸ روزے دار کو بوسہ لینا۔

۳۳۲ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنْ نَظَرَ فَاَمْنٰی یُتِمُّ صَوْمَہٗ

ت اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اگر عورت کو دیکھا اور منی نکل آئی تو بھی روزہ پورا کرلے۔

۱۱۳۲ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ

حفاظت کیا کریں، اور اپنی آرائش ظاہر نہ کریں۔ مگر جو خود ہی ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔ سوائے اپنے شوہر اور باپ، اور خسر، اور بیٹوں اور شوہر کے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی ہی جیسی عورتوں اور اپنی لونڈیوں اور غلاموں اور ان خادموں کے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پوشیدہ چیزوں کی خبر نہ رکھتے ہوں، کسی کے سامنے اپنی آرائش ظاہر نہ کریں اس آیت میں یہ تھا

اَوِ التَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ (آیت ۳۱) یا نوکر جو شہوت والے مرد نہ ہوں۔

اس میں۔ اَلْاِرْبَۃ۔ ہے۔ امام بخاری حسب عادت اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس کے معنی حاجت کے ہیں۔ اور امام طاؤس نے فرمایا۔ غیر اولی الاربۃ۔ سے مراد وہ احمق ہے۔ جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو۔

۳۳۲ تشریحات — اس اثر کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حکم یہی ہے کہ اگر عورت کو دیکھا اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ البتہ اگر بوسہ لیا یا گلے لگایا یا جسم چھوا اگرچہ کپڑا حائل ہو اور انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہوگیا۔ بلکہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہو جائے گا تو مکروہ ہے۔ البتہ زبان یا ہونٹ چوسنا۔ اور مباشرت فاحشہ مطلقاً مکروہ ہے۔ خواہ انزال اور جماع کا اندیشہ ہو خواہ نہ ہو۔ مباشرت فاحشہ یہ ہے۔ کہ مرد اپنا آلہ عورت یا مرد کی شرمگاہ سے، یا عورت عورت کی شرمگاہ سے شہوت کی حالت میں بغیر کسی حائل کے مس کرے۔ مرد میں شہوت یہ ہے کہ آلے میں تندی ہو۔ اور عورت میں یہ ہے کہ ہیجان اور جوش ہو۔

۱۱۳۲ تشریحات — بعض ازواج سے خود ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے کو مراد لیا۔ بعد میں ہنسنے سے یہ متعین ہوگیا۔ اس سے یہ روایت اور قطعی ہوگئی۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت

عہ مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ، الصیام۔ دارمی وضو، موطا امام مالک الصیام، مسند امام احمد جلد ۶ ص ۴۰

اِنْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِہٖ

تعالیٰ علیہ وسلم روزے کی حالت میں اپنی بعض ازواج کا بوسہ لیتے

وَھُوَ صَائِمٌ ثُمَّ ضَحِکَتْ ۔

اس کے بعد وہ ہنسیں ۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ۲۱۲ ذکر فرمائی ۔ جو جلد ثانی ص ۲۱۷ پر گزر چکی ہے ۔ اس میں یہاں یہ زائد ہے

کَانَتْ ھِیَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَغْتَسِلَانِ مِنْ اِنَاءٍ وَّاحِدٍ وَکَانَ یُقَبِّلُھَا وَھُوَ صَائِمٌ ۔

یہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک برتن میں سے غسل کرتے تھے ۔ اور حضور روزہ دار ہوتے ہوئے انکا بوسہ لیا کرتے تھے ۔

بَابُ اِغْتِسَالِ الصَّائِمِ ص ۲۵۸ روزہ دار کا غسل کرنا

مقصد باب بظاہر اس باب کی کوئی ضرورت نہیں تھی ۔ مگر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت مصنف[۱] عبد الرزاق میں ہے کہ انھوں نے روزہ دار کو حمام میں جانے سے منع فرمایا ہے ۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس کو واضح کر دیا جائے ۔ روایت مذکو ضعیف ہے لائق حجت نہیں ۔ ہمارے یہاں بھی راجح اور مختار یہی ہے ۔ روزہ دار کو نہانے، حمام میں جانے میں کوئی حرج نہیں ۔ اسی طرح سر پر پانی ڈالنے، کپڑا تر کرکے جسم پر رکھنے میں بھی ابوداؤد[۲] میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ۔ انھوں نے کہا ۔ میں نے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عرج میں دیکھا ۔ کہ روزہ دار تھے اور سر اقدس پر گرمی یا پیاس کی شدت کیوجہ سے پانی ڈالا جا رہا تھا ۔

۳۳۳ وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ ثَوْبًا فَاُلْقِیَ عَلَیْہِ ۔

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کپڑا بھگویا اور ان پر ڈالا گیا ۔

تشریح ۳۳۳ اس اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے موصول کیا ۔ باب سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے نہانے میں بدن پر پانی پڑتا ہے اور مسامات کے ذریعہ جسم کے اندر پہنچتا ہے ویسے ہی بھیگا کپڑا ڈالنے سے بھی پانی کو جسم جذب کرتا ہے ۔ جسم پر بھیگا کپڑا رکھنے میں حرج نہیں تو نہانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے ۔

۳۳۴ وَدَخَلَ الشَّعْبِیُّ الْحَمَّامَ وَھُوَ صَائِمٌ ۔

ت اور امام شعبی (تابعی) روزہ رکھتے ہوئے حمام میں گئے ۔

---

[۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۱ [۲] ایضاً عد نسائی الصیام ۔

۳۳۵ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا لَا بَأْسَ اَنْ یَّتَطَعَّمَ الْقِدْرَ اَوِ الشَّیْءَ۔

ت: اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ روزہ دار ہانڈی یا کوئی اور چیز چکھے۔

۳۳۶ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَۃِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ۔

ت: اور امام حسن بصری نے فرمایا کلی کرنے اور پانی سے ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۳۳۷ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِذَا كَانَ صَوْمُ اَحَدِكُمْ فَلْيُصْبِحْ دَهِيْنًا مُّتَرَجِّلًا۔

ت: اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب تمہارا روزہ ہو تو صبح کو تیل لگائے ہوئے اور کنگھا کئے ہوئے رہو۔

تشریح ۳۳۴ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام شعبی کا نام "عامر بن شراحیل" تھا۔

تشریحات ۳۳۵ اس تعلیق کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ ان یتطعم۔ کا مادہ طعمٌ ہے۔ سمع یسمع سے۔ اس کے معنی چکھنے کے آتے ہیں۔ تطعّم۔ کے معنی مزہ چکھنے کے لئے منہ میں ڈالنا۔ مطلب یہ ہے کہ شوربہ وغیرہ کو منہ میں اس لئے ڈالا کہ اس کا مزہ معلوم ہو جائے پھر تھوک دیا روزہ میں ممنوع نہیں۔ اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ مگر بلا ضرورت مکروہ ہے۔ ہاں اگر شوہر بد خلق ہے تو چکھنے کی اجازت ہے، مکروہ بھی نہیں۔ اسی طرح چھوٹے بچے کے کھانے کے لئے کچھ نہ ہو تو اسے کھلانے کے لئے روٹی وغیرہ چبانے میں کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۳۶ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس تعلیق کو معنیً امام عبدالرزاق نے موصول کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا یہ ظاہر نہیں ہو سکا۔ بلکہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ان سے اس کے برعکس روایت کیا ہے۔ کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ افطار کے وقت اور پانی پینے کے وقت کلی کرنا مکروہ ہے۔ ان دونوں تعلیقوں کو باب سے یہ تعلق ہے کہ جب منہ میں کھانا اور پانی لیجانا مفسد صوم نہیں تو غسل بدرجہ اولیٰ نہیں۔

تشریحات ۳۳۷ فلیصبح۔ کا مطلب یہ ہے کہ رات ہی میں تیل لگائے۔ کنگھی کرلے۔ مقصود یہ ہے کہ روزہ عبادت ہے۔ جبتک کوئی روزہ رکھے ہوئے ہے عبادت کی حالت میں ہے اور عبادت گزار حقیقت میں بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے۔ تو بہتر یہ ہے کہ اچھی، عمدہ ہیئت بنائے رکھے۔

۳۳۸ وَقَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ اِنَّ لِی اَبْزَنَ اَتَقَحَّمُ فِیْہِ وَاَنَا صَائِمٌ

ت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس پانی کا ایک برتن ہے۔ جسمیں روزے کی حالت میں داخل ہوتا ہوں۔

۳۳۹ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا یَسْتَاکُ اَوَّلَ النَّہَارِ وَآخِرَہٗ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دن کے اول اور آخری دونوں حصوں میں مسواک کرتے تھے۔

۳۴۰ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَا بَأْسَ بِالسِّوَاکِ الرَّطْبِ قِیْلَ لَہٗ طَعْمٌ

ت اور ابن سیرین نے کہا گیلی مسواک میں کوئی حرج نہیں عرض کیا گیا اس کے

قَالَ وَالْمَاءُ لَہٗ طَعْمٌ وَاَنْتَ تَمَضْمَضُ بِہٖ

لئے مزہ ہے فرمایا پانی کے لئے بھی مزہ ہے۔ حالانکہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔

باب سے مناسبت ظاہر ہے۔ کہ صبح کو جب بالوں میں تیل موجود ہوگا تو جذب ہوکر دماغ میں پہنچے گا۔ جب اس میں کوئی حرج نہیں تو غسل میں بھی کوئی حرج نہیں۔ نیز غسل سے بھی مقصود نظافت ہے اور بالوں میں تیل ڈالنے اور کنگھا کرنے میں بھی نظافت ہے۔ اس جامع معنی کی وجہ سے ذکر فرمایا۔

اس سے لزوماً ثابت ہوا کہ دن میں روزے کی حالت میں سر یا بدن پر تیل کی مالش کرنے میں کوئی حرج نہیں

تشریحات ۳۳۸ اس تعلیق کو قاسم بن ثابت نے غریب الحدیث میں موصولاً ذکر کیا ہے۔ اَبْزَن۔ آب زن کا معرب ہے۔ پتھر یا دھات وغیرہ کا بڑا گہرا برتن جسمیں آدمی کم از کم بیٹھ سکے۔ جیسے آجکل نہانے کے لئے ٹب ہوتا ہے۔ غسل میں پانی جسم پر پڑکر بہہ جاتا ہے۔ اور اگر برتن میں پانی جمع ہو اور انسان اس میں بیٹھے تو پانی جسم کے ارد گرد دیر تک رہنے کی وجہ سے اندر زیادہ جذب ہوگا۔ جب اس میں حرج نہیں تو نہانے میں بدرجۂ اولیٰ کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۳۹ اس اثر کے اخیر جزء کے ہم معنی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما جب ظہر کے لئے جانے کا ارادہ کرتے تو مسواک کرتے۔ باب سے مناسبت کی وہی سابق تقریر ہے کہ مسواک کے دانتوں سے رگڑنے کیوجہ سے اس کا جرم تھوک میں شامل ہوکر زبان اور نالوں میں جذب ہوتا ہے۔ مگر یہ روزے کو فاسد نہیں کرتا۔ تو غسل بدرجۂ اولیٰ فاسد نہیں کریگا۔

تشریح ۳۴۰ اس تعلیق کو بھی امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

۳۴۱ وَلَمْ یَرَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَالْحَسَنُ وَاِبْرَاہِیْمُ

ت اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی

باب الکحل للصائم بأسا۔

روزے دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

۱۴۳

تشریحات حضرت انس کی اس تعلیق کو امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں موصولاً روایت کیا۔[1] باب سے مناسبت یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے کہ سرمہ [illegible] حلق تک پہنچتا ہے اور بسا اوقات حلق کے نیچے چلا جاتا ہے۔ جب یہ روزے میں مخل نہیں تو [illegible] میں کس طرح مخل ہو سکتا ہے۔[2] امام حسن بصری کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ اور حضرت ابراہیم نخعی کی تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام ابوداؤد[3] نے روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے ان سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ روزے دار کو سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس کا مزہ محسوس نہ کرے۔

مسائل روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کے بارے میں ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں۔ خواہ سرمہ کا مزہ محسوس ہو خواہ محسوس نہ ہو۔ حضرت امام مالک کے دونوں قول ہیں مدونہ میں ہے۔ اگر حلق تک پہنچ جائے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ حضرت امام احمد نے فرمایا کہ روزہ دار کو سرمہ لگانا مکروہ ہے۔ اگر سرمے کا مزہ حلق میں محسوس کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ہماری دلیل۔ ابن ماجہ[4] کی یہ حدیث ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ کی حالت میں سرمہ لگایا۔

نیز ابوعاصم کی کتاب الصیام[5] میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان میں روزے کی حالت میں باہر تشریف لائے۔ اور حضور کی آنکھیں اثمد سے بھری ہوئی تھیں

نیز طبرانی نے اوسط میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روزہ رہتے ہوئے سرمہ لگا رہے تھے۔

اس باب کے ضمن میں حضرت امام بخاری وہی ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث لائے ہیں جو ابھی۔ باب الصائم یصبح جنبا۔ میں مذکور ہو چکی ہے۔ وہاں وھو جنب من اھلہ ہے اور رمضان کا ذکر نہیں۔ اور یہاں۔ فی رمضان من غیر حلم ہے۔ یعنی فجر کے وقت تک بغیر احتلام کے حالت جنابت میں رہتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔ ہندوستانی نسخے

---

[1] اول - الصیام - باب فی الکحل عند النوم ص ۳۲۳ - [2] للہ در الشارح حیث اخرج المطابقة بین التعلیق والباب والحال - قال العینی - مسألة الکحل وقع استطراداً فلا نطلب فیها المطابقة - وسکت عنه العلامة العسقلانی - وکم له فی ھذا الشرح من الفوائد الجیدة - من ناسخه زاهد سلامی [3] اول - الصیام - باب فی الکحل عند النوم ص ۳۲۴ - [4] الصیام - باب فی السواک والکحل للصائم ص ۱۲۲ - [5] عمدة القاری حادی عشر ص ۱۵ -

بَابُ الصَّائِمِ اِذَا اَکَلَ اَوْشَرِبَ نَاسِیًا ۲۵۹ روزہ دار جب بھولکر کھا پی لے

۳۴۲ وَقَالَ عَطَاءٌ اِنِ اسْتَنْثَرَ فَدَخَلَ الْمَاءُ فِیْ حَلْقِهٖ لَا بَأْسَ

اور امام عطا نے فرمایا اگر ناک میں پانی چڑھایا اور حلق میں داخل ہو گیا ت

ہیں۔ جنبا۔ نہیں۔ مگر فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری تینوں شرحوں کے متن میں ہے۔ اسی لئے میں نے وہ ترجمہ کیا۔

قَالَ اَبُوْجَعْفَرٍ سَأَلْتُ اَبَاعَبْدِاللّٰهِ اِذَا اَفْطَرَ یُکَفِّرُ مِثْلَ الْمُجَامِعِ قَالَ لَا اَلَا تَرٰی الْاَحَادِیْثَ لَمْ یَقْضِهٖ وَاِنْ صَامَ الدَّهْرَ

ابو جعفر نے کہا میں نے ابو عبد اللہ (امام بخاری) سے پوچھا۔ اگر روزہ توڑ دے۔ تو کیا جماع کرنیوالے کے مثل کفارہ دے۔ فرمایا نہیں۔ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ حدیثوں میں ہے۔ اگر کوئی ایک روزہ چھوڑ دے تو زمانے بھر کا روزہ اس کا عوض نہیں ہو سکتا۔

توضیح یہ ابو جعفر امام بخاری کے وراق ہیں۔ ان کے سوال کا مقصد یہ ہے، کہ اگر کوئی کھا پی کر روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں۔ حضرت امام بخاری نے فرمایا۔ کہ اس پر کفارہ واجب نہیں۔ استشہاد میں جو کچھ فرمایا اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اس پر قضا بھی نہیں۔ استشہاد کا حاصل یہ ہے۔ کہ احادیث میں آیا۔ ہے۔ کہ جس نے رمضان کا ایک روزہ توڑ دیا۔ وہ زمانے بھر روزہ رکھے تو اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا اور جب بدلہ نہیں ہو سکتا تو قضا بے کار ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جماع کرنے والے پر بھی صرف کفارہ ہے قضا نہیں۔ مگر باب اذا جامع فی رمضان۔ میں جو آثار لائے ہیں ان سے جماع کرنیوالے کے بارے میں دونوں باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ پہلے اور دوسرے اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قضا نہیں۔ مگر تیسرے اثر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قضا ہے۔

اس عبارت میں جو کچھ مذکور ہے وہ جماع کے علاوہ اور کسی وجہ سے روزہ توڑنے والے کے بارے میں ہے کہ اس پر کفارہ نہیں۔ قضا ہے یا نہیں۔ عبارت دونوں کی محتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس پر قضا نہیں دوسرے یہ کہ قضا روزہ رکھے بھی تو وہ اصل روزے کے قائم مقام نہیں۔ یہ عبارت صرف ہندوستانی نسخے میں ہے بقیہ نسخوں میں نہیں۔ بظاہر یہ عبارت یہاں بے تکی بھی لگ رہی ہے۔ روزہ دار کے غسل کے بیان سے اس کا کیا تعلق

تشریحات ۳۴۲ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے موصولاً روایت کیا ہے۔ اِسْتِنْثَار۔ کے معنی ناک صاف کرنے کے ہیں۔ مگر کبھی ناک میں پانی ڈالنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے۔ یہ امام عطا کا اپنا فتویٰ ہے۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ یہ شخص دن بھر روزہ دار کی طرح رہے۔ اور اس روزے کی قضا کرے۔ البتہ کفارہ یا گناہ نہیں۔ کیونکہ اس کا یہ فعل، اس کے اختیار سے نہیں۔ مگر جب حلق میں پانی پہنچ گیا تو امساک

لَمْ يَمْلِكْ رَدَّهٗ

تو کوئی حرج نہیں کہ اسے لوٹا نہیں سکتا۔

۳۴۳ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اس کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس پر کچھ نہیں۔

۳۴۴ وَقَالَ الْحَسَنُ وَمُجَاهِدٌ اِنْ جَامَعَ نَاسِیًا فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ

ت اور امام حسن بصری اور امام مجاہد نے فرمایا اگر بھول کر جماع کرے تو اس پر کچھ نہیں۔

۱۱۳۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عن الشرب نہ رہا۔ اس لئے روزہ نہ رہا۔ قضا واجب ہے۔ اس تعلیق سے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ نسیان کے حکم میں خطا بھی ہے۔ ورنہ یہاں کوئی مناسبت نہیں۔ نسیان میں روزہ یاد نہیں رہتا۔ اور کھانا پینا بالقصد اور اختیار سے ہوتا ہے۔ اور خطا میں روزہ یاد رہتا ہے مگر حلق تک پانی کا چلا جانا بلا قصد ہے۔

لَمْ يَمْلِكْ یہ بمنزلہ تعلیل ہے۔ یعنی حلق تک پانی اس کے قصد و اختیار سے نہیں گیا ہے۔ اور یہ مجبور بھی ہے۔ کہ اب پانی لوٹا نہیں سکتا۔ دوسرے نسخوں میں۔ ان لم یملك۔ ہے۔ اب یہ بمنزلہ شرط کے ہے۔ یعنی حرج اس وقت نہیں جب یہ پانی لوٹا نہ سکے۔ اس کا مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اگر لوٹا سکے تو حرج ہے۔ یعنی لوٹا سکتا تھا اور لوٹایا نہیں تو روزہ فاسد ہوگیا۔ لیکن ہر شخص کو معلوم ہے کہ حلق تک پانی پہنچنے کے بعد لوٹانا ممکن نہیں۔ اس لئے اسے شرط ٹھہرانا خلاف ظاہر ہے۔ یہی حکم اس کا بھی ہے کہ کلی کرنے میں پانی حلق تک چلا جائے۔

۳۴۳ تشریحات اس اثر کو بھی امام ابوبکر بن شیبہ نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ ائمۂ اربعہ کا یہی مذہب ہے اور یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو دوا یا غذا نہ ہو اور بلا قصد و اختیار حلق میں چلی جائے جیسے دھواں غبار وغیرہ۔ البتہ بالقصد دھواں وغیرہ نگلنے سے روزہ فاسد ہو جائیگا جیسے حقہ، سگریٹ بیڑی وغیرہ پینا اس میں قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔

۳۴۴ تشریحات ان دونوں تعلیقوں کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے حدیث میں صرف بھول کر کھانے پینے کا حکم مذکور ہے۔ جماع کا نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے افادہ تامہ کیلئے اس تعلیق کو ذکر فرمایا۔ نیز بھول کر کھانا پینا اکثر ہو جاتا ہے۔ مگر بھول کر جماع ہو جائے یہ مشکل ہے۔ اس لئے اسے مستقلاً ذکر کی حاجت تھی۔

۱۱۳۳ تشریحات فلیتم صومه۔ اس کی دلیل ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہ ہوا۔ اتمام۔ بقیہ چیز کے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ أَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ

کیا کہ فرمایا جب کوئی بھول کر کھا پی لے تو اپنا روزہ پورا کرے، اسے اللہ نے کھلایا پلایا۔ ع۵

بَابُ السِّوَاكِ الرَّطْبِ وَالْيَابِسِ لِلصَّائِمِ ص ۲۵۹ روزے دار کو گیلی اور سوکھی مسواک کرنا۔

۳۴۵ وَيُذْكَرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

ت اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِي أَوْ أَعُدُّ

انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روزے کی حالت میں مسواک کرتے اتنی بار دیکھا کہ شمار نہیں کر سکتا۔

پورا کرنے کو کہتے ہیں۔ اگر بالفرض روزہ فاسد ہو جاتا تو روزے کا اتمام نہ ہوتا۔ اور جب روزہ پورا ہو گیا۔ تو نہ اس پر کفارہ ہے اور نہ اس کی قضا ہے۔

علاوہ ازیں۔ ابن حبان[۱] کی روایت میں صاف تصریح ہے کہ اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ فرمایا جس نے رمضان میں بھول کر روزے کے منافی کوئی کام کر لیا تو اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔ یہی روایت اس پر بھی نص ہے کہ اس معاملے میں فرض اور نفل سب کا [حکم ایک ہے]

تشریح ۳۴۵ اس تعلیق کو امام ابوداؤد[۲] اور امام ترمذی[۳] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت امام بخاری نے اس حدیث کو صیغہ تمریض کے ساتھ اس لئے ذکر فرمایا ہے۔ کہ اس کے ایک راوی عاصم بن عبید اللہ مطعون ہیں۔ امام بخاری نے فرمایا۔ کہ یہ منکر الحدیث ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں فرمایا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا۔ لیکن اس کا مدار۔ عاصم بن عبید اللہ۔ پر ہے۔ جمہور نے اسے ضعیف بتایا۔ ہو سکتا ہے۔ اسے کسی اور طریقے سے قوت مل گئی ہو۔ امام مزی نے کہا۔ عاصم بن عبید اللہ کے بارے میں سب سے اچھی بات وہ ہے جو۔ عجلی۔ نے کہی۔ کہ انکی روایت میں کوئی حرج نہیں۔ ابن عدی نے کہا۔ اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔

روزے کی حالت میں مسواک کرنے کے بارے میں ان صحابہ کرام سے احادیث مروی ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت انس، حضرت حبان بن منذر، حضرت خباب بن ارت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

احکام روزے کی حالت میں مسواک بہر حال مسنون ہے۔ مسواک تر ہو یا سوکھی۔ دوپہر سے پہلے کریں۔ یا دوپہر بعد، ہر وقت مسنون ہے۔

ع۵ ایضاً۔ ثانی۔ الایمان والنذور۔ باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص ۹۸۶ الخمسۃ۔ الصوم

[۱] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۷۔ [۲] اول۔ الصیام۔ باب السواک للصائم ص ۳۲۲ [۳] اول۔ الصوم باب السواک للصائم ص ۹۱۔

۳۴۶ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِىْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ وَيُرْوٰى نَحْوُهٗ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخُصَّ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهٖ

ت اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ فرمایا۔ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں انھیں ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔ اور اسی کے مثل حضرت جابر اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے حضور نے روزے دار کو غیر روزے دار سے خاص نہیں فرمایا۔

۳۴۷ وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ت اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

تشریحات ۳۴۶ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو سند متصل کے ساتھ امام[1] مالک نے موطا میں اور امام[2] احمد نے مسند میں امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں، دارقطنی نے غرائب مالک میں، امام حاکم نے مستدرک میں موصولاً ذکر کیا ہے۔

اور حضرت جابر کی حدیث کو امام[3] ابو نعیم نے روایت کیا ہے۔ اور حضرت زید بن خالد کی حدیث کو ان کے علاوہ ابو داؤد[4] نے بھی سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ البتہ ان دونوں کی روایتوں میں عند کل صلوٰۃ ہے۔ اس لفظ کے ساتھ خود امام بخاری نے کتاب الجمعہ[5] میں روایت کیا۔ اور صرف۔ بالسواک۔ بغیر عند کل صلوٰۃ کے کتاب التمنی[6] میں۔ نیز بقیہ اصحاب صحاح ستہ دارمی، اور امام احمد نے بھی عند کل صلوٰۃ کے ساتھ روایت کیا ہے

ولم یخص: امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جب ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم ہے۔ اسمیں روزے دار کا استثناء نہیں تو اس کے عموم میں روزے دار بھی داخل ہے۔ اس لئے یہ حکم اسے بھی عام ہوا روزے دار کو اس حکم سے خاص کرنا۔ درست نہیں۔ تو ثابت کہ روزے کی حالت میں مسواک مسنون ہے۔ اور یہی تقریر عند کل صلوٰۃ میں بھی ہوگی۔

اسی طرح اس میں خشک اور تر کی، نہ تخصیص ہے نہ استثناء، تو دونوں مسنون ہوئیں۔

---

[1] باب السواک ص ۴۴ [2] مسند امام احمد ثانی ص ۲۵۰۔ ص ۳۳۴ [3] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۱۹ [4] الطہارت۔ باب السواک ص ۷ [5] ابواب الجمعۃ۔ باب السواک یوم الجمعۃ ص ۱۲۲ [6] ثانی۔ تمنی۔ باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلسِّوَاکُ مَطْھَرَۃٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاۃٌ لِّلرَّبِّ۔

روایت کرتے ہوئے کہا کہ فرمایا۔ مسواک منہ صاف کرنیوالی ہے۔ اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔

۳۴۸ وَقَالَ عَطَاءٌ وَّقَتَادَۃُ یَبْتَلِعُ رِیْقَہٗ۔

ت اور امام عطا اور قتادہ نے کہا۔ روزے دار اپنا تھوک نگل سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاَ فَلْیَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِہِ الْمَاءَ ۲۵۹

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب وضو کرو تو اپنے نتھنے میں پانی ڈالو۔

تشریحات ۳۴۷ اس تعلیق کو امام احمد[1] نے مسند میں۔ اور امام نسائی[2] نے سنن میں سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے مسواک کے یہ فضائل بھی کسی وقت اور دن کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ اپنے عموم سے روزے کی حالت کو بھی شامل ہے۔ اس لئے ثابت کہ روزے میں مسواک پسندیدہ ہے۔

تشریح ۳۴۸ امام عطا کے اثر کو امام سعید بن منصور اور امام عبد الرزاق نے۔ اور قتادہ کے اثر کو امام عبد بن حمید نے موصولاً روایت کیا ہے۔

اثبات باب: اس باب کے ضمن میں امام بخاری حدیث ۱۱۷ لائے ہیں۔ جو حمران مولی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث جلد اول ص ۴۸۹ پر مذکور ہے۔ جسمیں وضو کی تفصیل ہے اسمیں مسواک کا ذکر نہیں، اور نہ روزے کا۔ اسلئے اب یہ سوال ہے کہ اس کو باب سے کیا مناسبت ہے۔

مناسبت کی تقریر یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو کا بیان ہے اخیر میں ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ اسلئے پابند سنت مسلمان روزے کی حالت میں بھی اسی طرح وضو کریگا۔ اسمیں کلی کرنے کا بھی ذکر ہے۔ اور کلی کرنے سے پانی منہ میں لیا جاتا ہے۔ تو جب پانی منہ میں لیجانا روزے میں کوئی خلل نہیں ڈالتا، تو مسواک بدرجہ اولیٰ نہیں ڈالے گی یہی حضرت امام ابن سیرین کا استنباط ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

نیز یہ کہ اسمیں وضو سے وضو کامل مراد ہے۔ اور وضو کامل بے مسواک نہو گا۔ تو اسے لازم کہ مسواک بھی ضرور کرے۔ خواہ روزے دار ہو خواہ نہ ہو۔ اس طرح اس حدیث سے روزے کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہوگیا۔

توضیح باب ۲ امام بخاری اس باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ۔ ناک اور منہ کے اندرونی حصے کی دو حیثیت ہے۔ داخلی اور خارجی۔ خارجی حیثیت یہ ہے کہ اگر منہ میں پانی یا کھانا جائے۔ اور حلق تک نہ پہنچے تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اس اعتبار سے منہ جوف سے خارج ہے۔ جوف کی ابتدا حلق سے ہے۔

---

[1] جلد سادس ص ۴۷ ۔ [2] اول۔ طہارت۔ باب الترغیب فی السواک ص ۵

۳۴۹ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالسَّعُوطِ لِلصَّائِمِ إِنْ لَمْ يَصِلْ إِلَى حَلْقِهِ وَيَكْتَحِلُ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا روزیدار کو ناک میں دوا سڑکنے میں کوئی حرج نہیں اگر حلق تک نہ پہنچے۔ اور سرمہ لگائے۔

۳۵۰ وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْرَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يَضِيرُهُ

ت اور امام عطا نے فرمایا اگر کلی کیا پھر منہ کا پانی تھوک دیا تو اگر تھوک اور منہ میں جو پانی

لیکن اگر رینٹھ یا تھوک نگل گیا تو روزہ نہ گیا۔ یہ ناک اور منہ کی داخلی حیثیت ہے۔ اس اعتبار سے ناک اور منہ گویا جوف ہی کا جز ہے۔ اس توضیح کے بعد اس باب میں جتنی تعلیقات مذکور ہیں، سب کو باب سے مناسبت ہو جائے گی۔

قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اس حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولا روایت فرمایا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْشِقْ بِمَنْخِرِهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ[1] — جب وضو کرو تو ناک میں پانی ڈالو۔ پھر چھنک لو۔

باب پر استدلال میں امام بخاری نے خود فرمایا۔ لم یمیز بین الصائم وغیرہ۔ روزے دار اور غیر روزے دار کے مابین حضور نے امتیاز نہیں فرمایا۔ یعنی ایسا نہیں کیا۔ کہ یہ حکم صرف غیر روزے دار کو دیا ہو، روزے دار کو مستثنیٰ فرما دیا ہو۔ بلکہ عام حکم دیا۔ جسمیں روزے دار بھی داخل ہے۔ اس لئے روزے دار بھی روزے کی حالت میں ناک میں پانی ڈالے۔

۳۴۹ تشریح اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ حکم عام ہے۔ خواہ دوا خشک ہو خواہ رقیق۔ ناک کے ذریعے جو دوا اور غذا حلق تک پہنچے گی روزہ فاسد کر دیگی۔

۳۵۰ تشریحات اس تعلیق کے دو حصے ہیں۔ ایک یکتحل تک۔ دوسرا اس کے بعد کا۔ پہلے حصہ کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے۔ اور دوسرے کو امام عبد الرزاق نے موصولاً روایت کیا ہے۔

مابقی اس روایت میں ما کلمہ موصولہ ہے۔ اور ایک روایت ماذا بقی فی فیہ۔ ہے اس روایت میں ما۔ استفہامیہ ہے۔ یعنی جب کلی کر کے پانی تھوک دیا۔ تو اب منہ میں کیا باقی ہے۔

العلك اس سے مراد مصطگی کے مثل سخت گوند ہے۔ نرم گوند جو منہ میں ڈالنے سے پگھل جائے۔ مراد نہیں۔ اس باب میں امام بخاری نے کوئی حدیث مسند نہیں ذکر کی۔

---

[1] اول۔ الطہارۃ۔ باب الایتار فی الاستنشاق ص ۱۲۴

أَنْ يَزْدَرِدَ رِيقَهُ وَمَا بَقِيَ فِي فِيهِ - وَلَا يَمْضَغُ الْعِلْكَ فَإِنْ ازْدَرَدَ

رہ گیا ہے اسے نگل لے۔ تو کوئی ضرر نہیں دیگا۔ اور گوند نہ چبائے ۔ پس اگر گوند کا تھوک

رِيقَ الْعِلْكِ - لَا أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلٰكِنَّهُ يُنْهٰى عَنْهُ -

نگل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ یہ روزہ توڑ دیگا۔ لیکن اس سے منع کیا جائے گا۔

بَابُ مَنْ جَامَعَ فِي رَمَضَانَ ص ۲۵۹ جس نے رمضان میں جماع کیا۔

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ جس نے رمضان میں روزہ رکھکر ہمبستری کرلی۔ اس پر کیا واجب ہے صرف کفارہ یا صرف قضا یا دونوں۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں ذکر فرمایا۔ اس کے ضمن میں جو آثار لائے ہیں۔ ان میں دو پہلے والوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر قضا نہیں ۔ تیسرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قضا ہے۔ اور حدیث سے صرف کفارہ کا وجوب ظاہر ہوتا ہے۔

۳۵۱ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعًا روایت کی جاتی ہے کہ (فرمایا)

يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ الدَّهْرِ

جس نے رمضان میں ایک دن بغیر عذر اور بیماری کے روزہ نہیں رکھا تو عمر بھر کا روزہ اس کا بدل

وَإِنْ صَامَهُ وَبِهِ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ کوئی عمر بھر روزہ رکھے ۔ اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے۔

تشریحات ۳۵۱ اس تعلیق کو اصحاب سنن اربعہ نے موصولاً ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے اسے صیغۂ تمریض سے ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث **ضعیف** ہے۔ وجہ ضعف علامہ ابن حجر اور علامہ عینی نے تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ اور اسکی مؤید اور بھی احادیث ہیں اس لئے لا اقل حسن لغیرہ ضرور ہے۔

من افطر : یہ دونوں صورتوں کو عام ہے۔ روزہ رکھکر توڑ دے ، یا روزہ رکھے ہی نہیں۔ اور توڑنے کی تین صورتیں۔ کچھ کھالے۔ کچھ پی لے، یا جماع کرلے۔ اخیر صورت کو باب سے مناسبت ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی امام بیہقی نے دو طرح تخریج کی ہے۔ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی ہے اور انھیں پر موقوف ہے۔

۳۵۲ وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ وَابْنُ جُبَيْرٍ وَّ اِبْرَاهِيْمُ وَقَتَادَةُ وَ

ت اور سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن جبیر اور ابراہیم اور قتادہ اور حماد

حَمَّادٌ يَقْضِيْ يَوْمًا مَكَانَهٗ

نے کہا اس کی جگہ ایک دن قضا رکھے۔

۱۱۳۴ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ عَائِشَةَ

حدیث حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک صاحب نبی

تَقُوْلُ اِنَّ رَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّهٗ احْتَرَقَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ وہ جل گیا

قَالَ مَالَكَ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَاُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

فرمایا کیا بات ہے؟ عرض کیا رمضان میں اپنی اہلیہ سے ہمبستری کر لی ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۳۵۲ سعید بن مسیب کے قول کو مسدد نے۔ اور امام شعبی، امام سعید بن جبیر شہید اور امام ابراہیم نخعی کے اقوال کو ابن شیبہ نے۔ اور امام قتادہ اور امام حماد کے قول کو امام عبدالرزاق نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

ان حضرات کے ارشادات کا بظاہر یہ مطلب ہے کہ جو رمضان میں روزہ رکھکر توڑ دے۔ اس پر صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔ مگر جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس پر قضا و کفارہ دونوں ہیں۔

تشریحات ۱۱۳۴ تکمیل: کتاب المحاربہ میں یہ حدیث مفصل یوں ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں۔ ایک صاحب مسجد میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، میں جل گیا۔ دریافت فرمایا۔ کس چیز سے۔ عرض کیا۔ رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے۔ تو اس سے فرمایا۔ صدقہ کرو۔ انھوں نے عرض کیا۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ اور بیٹھ گئے۔ اور ایک صاحب گدھا ہانکتے ہوئے آئے۔ ان کے ساتھ کھانا تھا۔ جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔ راوی حدیث عبدالرحمٰن نے کہا۔ میں نہیں جانتا وہ کیا ہے۔ اب حضور نے فرمایا۔ جل جانے والا کہاں ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ حضور یہ میں ہوں۔ فرمایا۔ اسے لے اور صدقہ کر دے۔ انھوں نے عرض کیا۔ اپنے سے زیادہ محتاج پر نہ؟ میرے اہل و عیال کے لئے کھانا نہیں۔ فرمایا۔ تمھیں لوگ کھا لو۔

احترق: ان صاحب نے یہ تصور کر کے کہ میں نے رمضان اور روزے کی خود بھی بے حرمتی کی اور اپنی اہلیہ کو بھی مرتکب کرایا۔ یہ یقین کر بیٹھے تھے کہ اب میرا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس یقین کو صیغہ ماضی کے ساتھ عرض کیا۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِکْتَلٍ یُدْعیٰ الْعَرَقَ فَقَالَ اَیْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ اَنَا قَالَ تَصَدَّقْ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زنبیل لائی گئی جسے عرق کہا جاتا ہے فرمایا کہاں ہے

بِھٰذَا ۔ ع۵

جل جانے والا عرض کیا میں ہوں فرمایا اسے صدقہ کر دے ۔

بَابٌ اِذَا جَامَعَ فِیْ رَمَضَانَ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَیْئٌ فَتُصُدِّقَ عَلَیْہِ فَلْیُکَفِّرْ ص۲۵۹

جب کوئی رمضان میں جماع کرے اور اسکے پاس کچھ نہ ہو۔ اور اسے صدقہ دیا جائے تو کفارہ ادا کر دے۔

حدیث ۱۱۳۵ اَنَّ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم لوگ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَاءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ

وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا

بعض روایتوں میں ہے کہ یہ صاحب تھپیڑ مارتے ہوئے، سینہ پیٹتے ہوئے، بال نوچتے ہوئے، سر پر خاک ڈالتے ہوئے، یہ کہتے ہوئے خرابی ہو میں ہلاک ہوگیا، حاضر ہوئے۔

بمکتل :۔ مکتل۔ بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ عرق۔ بھی بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں۔ حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے کہ مکتل عام ہے۔ اور عرق خاص قسم کی بڑی ٹوکری کو کہتے ہیں مسلم[۱] کی ایک روایت میں ہے کہ دو عرق تھا۔ ایک عرق میں کم از کم پندرہ صاع آتا ہے۔ تو یہ طعام کم از کم تیس صاع تھا اس حدیث سے متعلق دوسرے مباحث اس کے بعد والے باب میں آرہے ہیں۔

تشریحات ۱۱۳۵ اس حدیث کو امام زہری سے قریب قریب چالیس راویوں نے روایت کیا ہے۔ اور بخاری میں میرے ناقص تتبع کی بنا پر نو طریقے سے مروی ہے۔

احکام :۔ ان دونوں حدیثوں کے ظاہر سے دلیل لاتے ہوئے بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ روزہ رکھکر توڑنے پر کفارہ نہیں۔ حسب استطاعت، یا کم از کم پندرہ صاع کھجور صدقہ ہے۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نہایت واضح غیر مبہم طور پر بتارہی ہے کہ اس میں کفارہ ظہار ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور کفارہ ساقط نہیں ہوتا۔ اگر ارتکاب جرم کے وقت ادا کی قوت نہ ہو تو استطاعت

ع۵ ثانی۔ المحاربین۔ باب اصاب ذنبا دون الحد و اخبر الامام ص ۱۰۰۷ ۔ مسلم، ابوداؤد۔ نسائی الصوم۔ [۱] اول۔ الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ص ۳۵۵

يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكْتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى امْرَأَتِي وَاَنَا صَائِمٌ
یا رسول اللہ میں ہلاک ہوگیا فرمایا کیا بات ہے عرض کیا روزے کی حالت میں اپنی اہلیہ سے

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً
ہمبستری کر لی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے پاس غلام ہے

تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ
جسے آزاد کردے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا تو کیا دو مہینے مسلسل روزے رکھنے کی استطاعت

قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ
رکھتا ہے۔ تو اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت ہے

ہونے پر ادائیگی واجب ہے۔ رہ گیا ان صاحب کا معاملہ یہ ان پر خصوصی کرم تھا۔ کہ انھیں اکٹھے دو احکام سے مستثنیٰ فرمایا۔ اول۔ روزے پر قدرت ہوتے ہوئے۔ اطعام کی اجازت دی۔ دوم کفارہ صدقہ واجبہ ہے۔ یہ اپنے اور یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ مگر انھیں خود کھانے اور اپنے اہل وعیال کو کھلانے کی اجازت دیدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شارع ہیں۔ وہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ اس کی تحقیق بازغ دیکھنی ہو تو مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "منبہ اللبیب بان التشریع بید الحبیب" کا مطالعہ کریں۔ اور بالاختصار معلومات حاصل کرنی چاہیں تو "مقالات امجدی" کا مطالعہ کریں۔ اور جب ان صاحب کے ساتھ خصوصی مراعات تھی تو اس سے ان حضرات کا بھی استدلال ساقط ہوگیا، جو یہ کہتے تھے کہ روزہ توڑنے میں کفارہ نہیں ورنہ ان کو لازم ہوگا کہ یہ قول بھی کریں کہ کفارے کا کھانا خود بھی کھا سکتا ہے۔ اور اپنے اہل وعیال کو بھی کھلا سکتا ہے۔

کفارے کی مقدار ہمارے یہاں فی روزہ ایک صاع کھجور وغیرہ ہے۔ اور نصف صاع گیہوں۔ امام دارقطنی[1] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا۔ ہر دن ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں دے۔ علاوہ ازیں مسلم میں حضرت ام المومنین کی حدیث میں ہے۔ فجاءۃ عرقان فیھما طعام۔ حضور کی خدمت میں دو عرق آئے جنھیں طعام تھا۔ اور ایک عرق میں پندرہ سے لے کر بیس صاع تک ہوتا ہے۔ اقل پندرہ رکھئے تو دو عرق کے تیس صاع ہوئے۔ تو جب ساٹھ مسکینوں کے لئے تیس صاع ہوا تو ایک مسکین کے لئے نصف صاع۔ خود علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ طعام اہل مدینہ کے عرف میں گیہوں کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ صدقۂ فطر میں گزر چکا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ ایک

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷ ۱۵۲ اول۔ الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان ص ۳۵۵

فَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ اُتِيَ

عرض کیا نہیں۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تھوڑی دیر یوں ہی رہے ہم لوگ اسی طرح رہے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَقٍ فِيْهِ تَمْرٌ وَّالْعَرَقُ

کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بڑی زنبیل پیش کی گئی جس میں کھجوریں تھیں

اَلْمِكْتَلُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ اَنَا قَالَ خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ

عرق بڑی زنبیل ہے فرمایا سائل کہاں ہے انھوں نے عرض کیا میں ہوں فرمایا اسے لے

فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا

اور صدقہ کردے اس پر انھوں نے عرض کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر نا؟ یا رسول اللہ!

روزے کا کفارہ نصف صاع گیہوں ہے۔

موطوءہ پر کفارہ اس حدیث میں عورت پر کفارے کا حکم نہیں، حالانکہ موقع ایسا تھا کہ اگر عورت پر بھی کفارہ واجب ہوتا تو اس کا بھی حکم ارشاد فرماتے۔ اس سے اہل ظاہر نے کہا کہ جماع سے مرد اور عورت پر صرف ایک ہی کفارہ ہے۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے۔ اگر عورت جماع پر راضی ہو تو اس پر بھی کفارہ واجب ہے۔ اور مرد پر بھی۔ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ جماع کی وجہ سے مرد کی طرح عورت بھی روزے کی بے حرمتی کی مرتکب ہے۔ پھر اس پر کفارہ کیوں نہیں واجب ہوگا۔ رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عورت کو کفارے کا حکم نہیں دیا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ عورت اس حال میں رہی ہو کہ اس دن اس پر روزہ فرض نہ رہا ہو۔ مثلاً اسی دن صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی ہو۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمالیا۔ کہ یہ صاحب اتنے مفلوک الحال ہیں۔ کہ اپنا کفارہ ادا نہیں کر سکتے۔ ترس کھا کر حضور نے اپنے خصوصی اختیار سے ان کا کفارہ معاف فرمادیا۔ تو ان کی اہلیہ کے بارے میں بھی اندازہ ہوگیا کہ ان کا بھی یہی حال ہوگا، تو ان کی اہلیہ پر کفارے کا تذکرہ ہی نہیں فرمایا کہ ہوگا یہی کہ بالآخر معاف کرنا پڑے گا۔

اطعام ستین اس میں یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھلادے یا ساٹھ مسکینوں کو تیس صاع گیہوں یا ساٹھ صاع کھجور دیدے۔ یا ایک مسکین کو ساٹھ دن دونوں وقت کھلادے۔ یا روزانہ نصف صاع گیہوں دیدے۔

ترتیب دار قطنی[1] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اسے جس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا ظہار کے کفارے کا حکم دیا۔ اور ظہار کے کفارے میں ترتیب ہے

[1] عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۸

يُرِيدُ الْحَرَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَضَحِكَ رَسُولُ

بخدا ان دونوں سنگستانوں یعنی دونوں حرہ کے درمیان کوئی گھر والا میرے گھر والوں سے

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ

زیادہ محتاج نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوب ہنسے یہانتک کہ نوکیلے

أَطْعِمْهُ أَهْلَكَ عہ

دانت ظاہر ہوگئے، پھر فرمایا اپنے اہل و عیال کو کھلا دے۔

نیز اس حدیث کا سیاق بھی اس پر نص ہے۔ سب سے پہلے غلام آزاد کرنا۔ یہ غلام مرد ہو یا باندی، مسلمان ہو یا کافر، بچہ ہو یا بوڑھا۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا۔

حیلہ شرعیہ بوقت ضرورت حیلہ شرعیہ جائز ہے۔ اس کی اصل یہ حدیث بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یہ عطیہ عنایت فرما کر صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شارع ہیں شریعت کا حکم یہی ہے کہ روزے کے کفارے میں جو غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو وہ مسلسل دو مہینے روزے رکھے۔ روزے پر قدرت ہوتے ہوئے اگر کوئی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ جہانتک ان صاحب کا ظاہر حال شاہد ہے۔ وہ ساٹھ روزے رکھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ صاحب رمضان کا روزہ رکھ رہے تھے۔ جو ایک مہینے کا ہے۔ اور روزے کی حالت میں ہمبستری کی۔ یہ قرینہ ہے کہ وہ جیسے ایک مہینہ کے روزے رکھ سکتے تھے، دو مہینے کے بھی رکھ سکتے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر بھی کھانا کھلانے کو دریافت فرمایا۔ اور پھر عطیہ دیکر اسے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر اسے خود کھا لینے اور اہل و عیال کو کھلا دینے کا حکم دیا۔ یہ دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔ یہ اختیار دو طرح ثابت ہو رہا ہے۔ ایک یہ کہ روزے سے مستثنیٰ فرما کر کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ دوسرے مسکینوں کو کھلانے کے بجائے خود کھانے اور اپنے اہل و عیال کو کھلانے کا حکم دیا۔ رہ گیا ان صاحب کا یہ کہنا کہ میں دو مہینے روزے نہیں رکھ سکتا۔ یہ اس بنا پر ہو کہ وہ مزدور پیشہ آدمی رہے ہوں۔ دن میں مزدوری کرتے ہوں۔ اسی پر انکی، انکے بال بچوں کی

عہ ایضاً - باب المجامع فی رمضان هل يطعم اهله من الكفارة ص ۲۶۰ - الهبة - باب اذا وهب هبة فقبضها الآخر ص ۳۵۴ - النفقات - باب نفقة المعسر على اهله ص ۸۰۸ - ثانی - الادب - باب التبسم والضحك ص ۸۹۹ الايمان والنذور - باب قوله قد فرض الله تحلة ايمانكم ص ۹۹۲ - باب من اعان المعسر فی الكفارة ص ۹۹۳ باب يعطی فی الكفارة عشرة مساكين ص ۹۹۳ المحاربين - باب من اصاب ذنبا دون الحد ص ۱۰۰۷ بقية الخمسة فی الصيام -

گزر اوقات رہی ہو۔ اور روزہ رکھکر دن بھر کام کرنا بہت مشکل قریب قریب محال ہے۔ اسکے پیش نظر عرض کیا ہو کہ میرے حالات ایسے ہیں کہ دو مہینے لگاتار روزے نہیں رکھ سکتا۔ یہ انکی مراد نہیں تھی کہ مجھے یہ قوت نہیں کہ دو مہینے پے در پے روزے نہیں رکھ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العرق المکتل اس میں کتنا کھانا تھا۔ کسی میں ہے کہ پندرہ صاع تھا۔ کسی میں ہے کہ بیس صاع تھا۔ اور مسلم کی روایت گزری کہ دو عرق تھا۔ ایک عرق میں کم سے کم پندرہ صاع آتا ہے۔ تو کم از کم تیس صاع تھا۔ اور معاملہ کفارہ کا ہے جسمیں احتیاط پر عمل کرنا اولی ہے اس لئے احناف نے تیس صاع کو اختیار کیا۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا (۱) اگر کوئی شخص گناہ کرکے عالم کی خدمت میں دریافت کرنے آئے کہ اب کیا کروں۔ تو عالم اسے سرزنش نہ کرے۔ شفقت کے ساتھ اسے حکم شرعی بتادے اس پر کفارہ ہو تو کفارہ، توبہ ہو تو توبہ کا حکم کرے۔ (۲) جو شخص کفارہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس کی مدد کرنی مسنون ہے۔ (۳) کفارے کے سب سے زیادہ مستحق اپنے اقرباء ہیں۔ بشرطیکہ اتنے قریب نہ ہوں کہ صدقہ واجب انھیں دینے سے ادا نہ ہوتا ہو۔ (۴) تعجب کے وقت مبالغے کے ساتھ ہنسنا سنت ہے۔ (۵) غلبہ ظن پر قسم کھانا درست ہے۔ انھوں نے قسم کھاکر عرض کیا۔ مدینے میں مجھ سے زیادہ محتاج اور کوئی نہیں۔ یہ غلبہ ظن ہی کی بنا پر تھا۔ ورنہ اس وقت مدینہ طیبہ محتاجوں کی بستی تھی۔ اغلب ہے کہ بہت سے ان سے بھی زیادہ محتاج رہے ہوں۔ (۶) ہبہ اور صدقے میں لفظاً قبول شرط نہیں۔ موہوب اور معطی پر قبضہ کافی ہے۔ جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ روزے میں جماع سے کفارہ واجب ہے۔ روزے میں کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ اس لئے کہ جیسے جماع مفسد صوم ہے۔ اسی طرح کھانا پینا بھی مفسد ہے۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں۔ کھانے پینے پر کفارہ نہیں۔ اس لئے کہ کفارے کا وجوب تعزیراً ہے۔ اور حدود کی طرح تعزیر بھی غیر قیاسی چیز ہے۔ اس لئے وہ اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوگی۔ نیز یہ کہ کھانا پینا اخف ہے اور جماع اغلظ۔ اخف کا اغلظ پر قیاس درست نہیں۔ اس کے جواب میں ہماری طرف سے یہ گزارش ہے۔ کھانے پینے پر کفارہ کا وجوب قیاس سے نہیں اس کی بنیاد تنقیح مناط پر ہے۔ حضرت امام شافعی وغیرہ نے اس کی مناط جماع کو ٹھہرایا ہے۔ اور ہمارے یہاں کفارے کا مناط روزے کا توڑنا ہے، جس سے روزے کی بے حرمتی ہوئی۔ اور مفطر ہونے میں کھانا پینا اور جماع ایک درجے کے ہیں۔ اس لئے جماع کی طرح کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے۔ تنقیح مناط اور چیز ہے اور قیاس اور چیز۔ جیسا کہ اپنی جگہ محقق ہے۔

بَابُ الْحِجَامَةِ وَالْقَيْءِ لِلصَّائِمِ ص۲۶۰ روزہ دار کے پچھنا لگوانے اور قے کرنیکا باب

۱۱۳۶ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ اِنَّمَا يُخْرِجُ وَلَا يُولِجُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا قے نکلتی ہے اندر داخل نہیں ہوتی۔

توضیح باب قے اور سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں خود صحابۂ کرام کے مابین اختلاف تھا۔ اور بعض احادیث اس کی اپنے ظاہر معنی کے لحاظ سے موید ہیں کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر خود بخود آجائے، اور حجامت سے ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے ان دونوں مسئلوں کی تنقیح کے لئے امام بخاری نے یہ باب قائم کیا۔

تشریح ۱۱۳۶ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے۔ یعنی یہ ان کا اپنا فتویٰ ہے جسکی بنیاد اس پر ہے۔ روزہ توڑنے والی وہ چیز ہے جو اندر جائے۔ اندر سے نکلنے والی چیز نہیں۔ اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے تلمیذ حضرت عکرمہ کا بھی فتویٰ ہے۔ اس پر علامہ عینی نے یہ معارضہ پیش فرمایا۔ کہ یہ قاعدہ بھی صحیح نہیں۔ ملحقات اور توابع جماع سے اگر منی خارج ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

اقول وباللہ التوفیق:۔ یہ معارضہ ان حضرات پر یوں وارد نہیں کہ ان کی مراد غذا اور دوا ہے یعنی دوا یا غذا مفسد صوم اس وقت ہے جب اندر جائے۔ اور اگر اندر سے کھائی ہوئی غذا، پانی، دوا باہر آئے تو وہ مفسد صوم نہیں۔ اس کو یوں کہہ لیجئے کہ مفسد صوم دوا، غذا کا کھانا، یا پانی پینا ہے۔ اور قے نہ کھانا ہے نہ پینا ہے، اس لئے وہ مفسد صوم نہیں۔ رہ گئی خروج منی کا مفسد صوم ہونا۔ وہ ایک الگ نوع ہے۔ جماع مفسد ہے۔ اور ملحقات جماع اور دواعی جماع۔ انزال کے بعد جماع کے حکم میں ہے اس لئے مفسد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کے ساتھ ہمبستری میں بقدر حشفہ دخول سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ انزال نہ ہو۔

ثم اقول:۔ اس لئے ان حضرات سے یوں گزارش مناسب ہے کہ مفسد صوم مالا یدرک الا بالسماع ہے۔ چونکہ احادیث صحیحہ سے قے کا بعض صورتوں میں مفسد صوم ہونا ثابت ہے۔ اس لئے اس خاص صورت میں قے روزہ فاسد کردے گی۔ کما سیجیٔ آنفاً۔

۳۵۳ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يُفْطِرُ
ت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا کہ انھوں نے فرمایا کہ قے
وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ
روزہ توڑ دے گی (امام بخاری نے فرمایا) پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۳۵۴ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا وَعِكْرِمَةُ الصَّوْمُ
ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ نے کہا روزہ اس سے
مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ
ٹوٹتا ہے جو اندر جائے اور اس سے نہیں ٹوٹتا جو باہر نکلے۔

۳۵۳ تشریحات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فتوی کو حازمی نے "عن بعضھم" کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فتوؤں میں تعارض ہے۔ حضرت امام بخاری نے اپنا فیصلہ یہ دیا۔ کہ پہلا فتوی سند کے لحاظ سے زیادہ صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہی لائق عمل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ قے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ہمارا مذہب اس خصوص میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے منھ بھر قصداً قے کی تو روزہ فاسد ہو گیا۔ اور اگر از خود قے ہوئی تو روزہ فاسد نہ ہوا۔ اگرچہ منھ بھر ہو۔ ہاں اگر بلا اختیار منھ بھر قے ہوئی اور اس نے لوٹالی یہاں تک کہ اس کا کچھ حصہ، چنے برابر یا اس سے زائد حلق کے نیچے چلا گیا تو بھی روزہ ٹوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب قے میں کھانا پت یا خون آیا۔ اور اگر بلغم آیا تو روزہ نہ ٹوٹا۔ اگرچہ قصداً ہو، اگرچہ منھ بھر ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں فتوؤں کو دو محمل پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ کہ دوسرے فتوے سے مراد یہ ہے کہ قصداً منھ بھر قے کی ہو۔ اور پہلے فتوے سے مراد یہ ہے کہ قصداً نہ کی ہو۔ اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو خود انھیں سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من ذرعه القئ فليس عليه قضاء ومن استقاء عمدا فليقض ۔ جسے خود بخود قے ہو جائے اس پر قضا نہیں اور جو قصداً قے کرے وہ روزے کی قضا کرے۔

اس حدیث پر کئی طرح سے کلام کیا گیا ہے۔ مگر اس کے باوجود امام ترمذی نے فرمایا۔ کہ اہل علم کا اس پر عمل ہے۔

۳۵۴ تشریح ان دونوں تعلیقوں کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عکرمہ نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوانے کے بارے میں یہ فرمایا۔

۳۵۵ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَرَكَهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ۔

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روزے کی حالت میں سینگی لگوایا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور رات میں لگواتے تھے۔

۳۵۶ وَاحْتَجَمَ اَبُو مُوسٰى لَيْلًا

ت اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات میں سینگی لگوائی۔

۳۵۷ وَيُذْكَرُ عَنْ سَعْدٍ وَّزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ وَاُمِّ سَلَمَةَ اِحْتَجَمُوْا صِيَامًا۔

ت حضرت سعد حضرت زید بن ارقم اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ انلوگوں نے روزے حالت میں سینگی لگوائی۔

تشریحات ۳۵۵ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا[1] میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ نیز امام ابن ابی شیبہ نے بھی۔ انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ نافع نے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کیوں چھوڑا، اسے ناپسند فرمایا۔ یا اس وجہ سے کہ کمزور ہو گئے تھے۔ مصنف عبد الرزاق میں ہے۔ کہ سالم نے کہا۔ حضرت ابن عمر بہت محتاط تھے اس لئے اسے چھوڑ دیا۔

تشریح ۳۵۶ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً یوں روایت کیا ہے۔ ابو العالیہ نے کہا۔ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری بصرہ کے امیر تھے۔ میں ان کے پاس رات میں گیا تو دیکھا کہ کھجور اور سرکے کی چٹنی کھا رہے تھے۔ اور سینگی لگوائی تھی۔ میں نے کہا کہ دن میں کیوں نہیں لگوائی۔ تو کہا کیا تم مجھے یہ حکم دیتے ہو کہ روزہ رکھتے ہوئے اپنا خون بہاؤں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے کی حالت میں سینگی لگوانے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ وہ اسے مفسد صوم جانتے رہے ہوں۔

تشریحات ۳۵۷ سعد سے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح ایران مراد ہیں۔ انکی تعلیق کو حضرت امام مالک نے موطا[2] میں موصولاً روایت کیا ہے۔ البتہ سند منقطع ہے۔ امام زہری حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حالانکہ امام زہری کی حضرت سعد سے ملاقات نہیں۔ مگر اسی کو ابو عمر[3] نے دوسری سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جسمیں امام زہری اور حضرت سعد کے مابین انکے صاحبزادے عامر ہیں۔ اب سند متصل ہو گئی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے

۱؎ الصیام۔ باب حجامۃ الصائم ص ۹۷ ۔ ۲؎ الصیام۔ باب حجامت الصائم ص ۹۷
۳؎ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷۔

۳۵۸ وَقَالَ بُكَيْرٌ عَنْ أُمِّ عَلْقَمَةَ كُنَّا نَحْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَا نُنْهٰى ۔

ت اور بکیر نے ام علقمہ سے روایت کرتے ہوئے کہا۔ کہ ام علقمہ نے کہا۔ ہم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے سینگی لگواتے۔ اور ہمیں منع نہیں کیا جاتا۔

۳۵۹ وَيُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مَرْفُوعًا - أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ - وَقَالَ لِي عَيَّاشٌ ثَنَا عَبْدُ الْأَعْلٰى ثَنَا يُونُسُ عَنِ الْحَسَنِ

ت امام حسن بصری سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے ایک سے زائد راویوں سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ سینگی لگانے والا اور لگوانے والا دونوں کے روزے ٹوٹ گئے اور

مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام ابن ابی شیبہ نے۔ ان آثار سے ثابت کہ ان حضرات کے نزدیک سینگی لگوانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ مکروہ بھی نہیں۔

۳۵۸ تشریح اس اثر کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ذکر فرمایا۔ اس سے بھی ثابت کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سینگی کو مفسد صوم نہیں جانتی تھیں۔

۳۵۹ تشریحات حدیث افطر الحاجم والمحجوم۔ سینگی لگانے والا اور جسے لگائی گئی۔ دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ کو امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد صحابہ کرام سے روایت کی ہے علامہ عینی نے فرمایا۔ وہ صحابہ یہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ثوبان، حضرت معقل بن یسار، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت اسامہ بن زید حضرت سمرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام نسائی نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اور حضرت ثوبان کی حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام حاکم نے۔ اور حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث کو امام نسائی نے۔

علامہ عینی نے ان چھ صحابہ کے علاوہ مزید ان گیارہ صحابہ سے بھی اس کی تخریج کی۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے امام ترمذی، امام حاکم امام بزار نے ذکر کیا۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے امام ابو داؤد اور امام نسائی نے روایت کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اسے امام نسائی نے ذکر کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اسے بھی امام نسائی نے روایت کیا۔

مِثْلَهُ قِيْلَ لَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بطریق عیاش ایک اور سند سے اسی کے مثل مروی ہے۔ امام حسن بصری سے کہا گیا یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے، تو کہا ہاں پھر کہا اللہ خوب جانتا ہے۔

حدیث ۱۱۳۷ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بھی امام نسائی ہی نے ذکر کیا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بھی امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس کی ابن عدی نے تخریج کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انکی حدیث عقیلی نے ضعفاء میں روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے بزار نے روایت کیا۔ حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ انکی حدیث کو ابن عدی نے ذکر کیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے نسائی نے روایت کیا۔ یہ کل ملاکر سترہ صحابہ ہوئے۔ امام ابوجعفر طحاوی نے اس حدیث کے راویوں میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی نام نامی ذکر کیا ہے۔ اس طرح کل اٹھارہ ہوگئے۔

وقال لی عیاش اس حصے کو امام بخاری نے تاریخ میں اور امام بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث بطریق عیاش بن ولید حضرت امام حسن بصری سے مروی ہے۔ مگر اس میں یہ تغیر ہے۔ کہ ان سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ تو فرمایا۔ ہاں۔ یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہوں۔ اس کے بعد کہا۔ اللہ خوب جانتا ہے۔ ان کا یہ قول بطور تبرک بھی ہوسکتا ہے۔ جیساکہ سلف سے عادت ہے کہ ایک مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تردد اور شبہے کی بنا پر کہا ہو۔ اور یہ شک اور تردد اپنی یادداشت پر کما حقہ اعتماد نہ ہونے کی بنا پر ہو یا اس وجہ سے کہ یہ خبر واحد ہے۔ اور خبر واحد میں بہرحال شبہے کی گنجائش ہے۔ اسی لئے کہ خبر واحد مفید یقین نہیں۔ مفید ظن ہے۔

تشریحات ۱۱۳۷ اس حدیث کے اخیر جز کو امام بخاری نے مزید ایک اور طریقے سے روایت کیا۔ علاوہ امام بخاری کے ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے متعدد طرق سے اور امام طحاوی نے دس طریقے سے روایت کیا۔ علاوہ ازیں۔ اس مضمون کی احادیث حضرت ابوسعید، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت معاذ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے جو نسائی، دارقطنی، کامل ابن عدی، کتاب العلل لابی حاتم، کتاب الضعفاء لابن حبان، مصنف ابن ابی شیبہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَھُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَھُوَ
نے احرام کی حالت میں سینگی لگوائی اور روزے کی
صَائِمٌ ۵ع
حالت میں لگوائی۔

۱۱۳۸ سَمِعْتُ ثَابِتَنِ الْبُنَانِیَّ قَالَ سُئِلَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ
حدیث ثابت بنانی نے کہا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا
تَعَالٰی عَنْہُ اَکُنْتُمْ تَکْرَھُوْنَ الْحِجَامَۃَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا اِلَّا مِنْ اَجْلِ
کیا آپ لوگ روزے دار کے لئے سینگی کو ناپسند کرتے تھے۔ تو فرمایا
الضُّعْفِ وَزَادَ شَبَابَۃُ ثَنَا شُعْبَۃُ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
نہیں۔ ہاں ضعف پیدا ہو جانے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے۔ اور شبابہ نے شعبہ سے روایت کرتے ہوئے یہ زیادہ کیا کہ نبی صلی اللہ

میں مذکور ہیں۔
ان دو متعارض احادیث کی توجیہہ میں بہت سی باتیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سب سے قوی یہ ہے کہ حدیث افطر الحاجم والمحجوم منسوخ ہے۔ اس لئے کہ حضرت شداد بن اوس کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عام الفتح میں یہ فرمایا تھا۔ اور مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حجۃ الوداع کے موقع کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ اس لئے سوائے حجۃ الوداع کے اور کسی سفر میں حضرت ابن عباس حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نہیں تھے۔
نیز دار قطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔ اس کے علاوہ علما نے اس حدیث کی کئی توجیہیں کی ہیں۔ اوّل۔ یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے روزے کا ثواب نہ ہوگا۔ جیسے مروی ہے کہ جمعہ کے دن خطبے کے وقت بات کرنے والے کے بارے میں بعض صحابہ نے کہا۔ لاجمعۃ لک۔ تیرا جمعہ نہ ہوا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ ثانی۔ یہ کہ۔ مراد یہ ہے کہ وہ قریب ہے کہ روزہ توڑ بیٹھے۔ سینگی لگانے والا تو اس طرح کہ اس کا اندیشہ قوی یہ ہے کہ منھ میں خون کھینچے اور حلق میں چلا جائے اور محجوم یوں کہ سینگی لگوانے سے کمزوری پیدا ہوگی۔ اسکی تاب نہ لاکر وہ روزہ توڑ دے۔ جیسے جو ہلاک کے قریب ہوا سے کہتے ہیں۔ ھلک۔ وہ ہلاک ہوگیا۔ اس کے قریب قریب حضرت ابو سعید، حضرت انس حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ کہ فرمایا۔ ہم سینگی لگوانے کو ضعف پیدا ہو جانے کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے

۵ع ابو داؤد، نسائی، ترمذی، ۵۱ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۴۱

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ ص۲۶۰ سفر میں روزہ رکھنا اور چھوڑنا

۱۱۳۹ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ الشَّيْبَانِي سَمِعَ ابْنَ أَبِي أَوْفٰى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ أُنْزُلْ فَاجْدَحْ لِي قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

حدیث حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب سے فرمایا۔ سواری سے اُترو اور میرے لئے ستو گھول۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سورج ہے

اب اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس نے اپنے روزے کو توڑنے کی حد تک پہنچا دیا۔ جیسے حدیث میں ہے۔ جس کو قاضی بنا یا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔ حالانکہ وہ ذبح نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو ذبح کیلئے پیش کر دیا۔ وغیر ذلک۔

تشریحات ۱۱۳۸ شبابہ کی اس زیادتی کا مطلب یہ ہے کہ۔ سوال یہ تھا۔ کہ آپ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں سینگی کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ سائل خود ثابت بنانی تھے جیسا کہ ابو الوقت اور ابن مندہ کی روایت میں تصریح ہے۔ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ سے مراد یہ ہے کہ سینگی لگوانے سے ضعف پیدا ہوگا۔ جو مفضی الی الفطر ہوگا۔ مطلب یہ ہوا کہ گویا روزہ ٹوٹ گیا۔

تشریحات ۱۱۳۹ مسلم[1] کی روایت میں ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں رمضان کے مہینے میں تھے۔ یہ سفر غزوہ فتح کا تھا۔ اس لئے کہ رمضان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دو سفر کئے ہیں۔ ایک غزوۂ بدر کے لئے، دوسرا فتح مکہ کے لئے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی غزوہ بدر میں بوجہ کم سنی شریک نہ تھے۔ پہلا وہ غزوہ جسمیں انھوں نے شرکت کی۔ حدیبیہ[2] ہے۔ اس لئے متعین ہے کہ یہ فتح مکہ کا سفر تھا۔

قال لرجل :۔ خود بخاری کی دوسری روایتوں میں ہے۔

فلما رأیت الشمس وغابت الشمس جب سورج ڈوب گیا، غائب ہو گیا۔

یہ صاحب جن سے ستو گھولنے کے لئے فرمایا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ ابو داؤد[3] میں ہے۔

الشمس اس کا رفع اس بنا پر کہ یہ مبتدا محذوف ہذا کی خبر ہے یا اس کا عکس۔ اور نصب اس بنا پر کہ یہ فعل محذوف انظر کا مفعول بہ ہے۔ بخاری ہی کی بعض روایتوں میں ہے۔ لو امسیت۔ شام ہونے دیں۔

---

[1] اول۔ الصیام۔ باب بیان وقت انقضاء الصوم ص ۳۵۱ ۔ [2] اکمال [3] اول۔ الصیام۔ باب وقت فطر الصائم ص ۳۲۱ ۔

وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ الشَّمْسُ

فرمایا اُترو اور میرے لئے ستو گھول عرض کیا یارسول اللہ! سورج ہے۔ فرمایا اُترو اور میرے لئے

قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِیْ فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَہٗ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمٰی بِیَدِہٖ ھٰھُنَا

ستو گھول۔ اب وہ اُترے اور حضور کے لئے ستو گھولا۔ جسے حضور نے پیا۔ پھر اس (یعنی مشرق کی طرف)

ثُمَّ قَالَ اِذَا رَاَیْتُمُ اللَّیْلَ اَقْبَلَ مِنْ ھٰھُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ ع٥

ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے سامنے آرہی ہے تو افطار کا وقت ہو گیا۔

۱۱۴۰ عَنْ ھِشَامٍ ثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ حَمْزَۃَ بْنَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی

بعض روایتوں میں ہے کہ دوسری بار یہ عرض کیا۔ ان علیك نھارا۔ ابھی دن باقی ہے۔ کبھی کبھی بعض موسم میں سورج ڈوبنے کے بعد مغرب میں ایسی روشنی ہوتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دھوپ ہے۔ جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا۔ جس کی وجہ سے حضرت بلال نے وہ عرض کیا۔ اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد انھیں نہ تاخیر کرنی چاہئے تھی اور نہ کچھ عذر، مگر انھوں نے وقت افطار کی اطمینان بخش حد تک تسلی کرنے کیلئے وہ عرض کیا۔

ثم رمی بیدہ:۔ دوسری روایت میں ہے اپنی انگلی سے پورب جانب اشارہ فرمایا۔ کہ جب رات ادھر سے آگے بڑھے۔ یعنی پورب سے تاریکی اٹھنے لگے۔ یہ سورج ڈوبنے کی علامت کے طور پر ارشاد فرمایا۔

مسائل:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رکھا۔ ہاں اگر روزہ رکھنے سے ضعف ونقاہت کا اندیشہ ہو کہ تحمل نہ ہو سکے اور روزہ چھوڑنا پڑے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روزے کے افطار میں جلدی مستحب ہے۔ اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنی جلدی روزہ کھولنے کا ارادہ فرمایا۔ اور کھولا۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شبہہ تھا کہ سورج ابھی نہیں ڈوبا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کی نماز صلاۃ اللیل ہے۔ اسطرح کہ روزے کے بارے میں فرمایا جب رات ادھر (مشرق) سے آگے بڑھے۔ تو روزے دار روزہ توڑ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار کا وقت رات آنے کے بعد ہے اور یہی مغرب کے وقت کی ابتدا ہے۔

ع٥ ایضا۔ باب متی یحل فطر الصائم ص ۲۶۲ - باب یفطر بما تیسر بالماء وغیرہ ۲۶۲ - باب تعجیل الفطر ص ۲۶۳ - ثانی - الطلاق - باب الاشارۃ بالطلاق ص ۹۹۸ - مسلم - ابوداؤد، نسائی، الصوم - مسند امام احمد رابع ص ۳۸۰ - ۳۸۱ -

عَمْرٍو نِ الْاَسْلَمِیَّ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَسْرُدُ الصَّوْمَ ـ ح ـ عَنْ ھِشَامِ

نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں مسلسل روزے رکھتا ہوں دوسری سند کے ساتھ یوں ہے ۔

بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا . نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے مروی ہے ۔ کہ حمزہ بن عمرو

اَنَّ حَمْزَۃَ بْنَ عَمْرٍو نِ الْاَسْلَمِیَّ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اسلمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں سفر میں روزے رکھتا ہوں ۔ اور یہ بہت روزے

اَصُوْمُ فِی السَّفَرِ وَکَانَ کَثِیْرَ الصِّیَامِ فَقَالَ اِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَاِنْ

رکھتے تھے ۔ تو حضور نے فرمایا اگر تو چاہے تو رکھ اور

شِئْتَ فَاَفْطِرْ ع۵

اگر تو چاہے تو نہ رکھ ۔

بَابُ اِذَا صَامَ اَیَّامًا مِّنْ رَّمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ ۲۶ جب رمضان کے کچھ دنوں میں روزہ رکھا پھر سفر کیا ۔

حدیث ۱۱۴۱ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۱۱۴۰ اَسْرُدُ ۔ سَرْدُ کے معنی ہیں مسلسل بلا وقفہ کوئی کام کرنا ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جسے قوت ہو اسے صوم دہر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے ۔ مگر جسے قوت ہو اسے روزہ رکھنا افضل ہے ۔ ایک تو اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع ہے ۔ دوسرے یہ کہ عبادت کو اپنے وقت میں ادا کرنا ہے ۔ ابھی حدیث گزری کہ جو شخص ایک روزہ چھوڑ دے تو اس کا بدلہ صوم دہر نہیں ہو سکتا ۔

تشریحات ۱۱۴۱ تکمیل ۔ کتاب المغازی میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے رمضان میں نکلے اور حضور کے ساتھ دس ہزار صحابہ تھے ۔ اور یہ مدینہ تشریف لانے کے آٹھ سال اور نصف سال پر ۔ عینی میں ہے کہ جب صلصل پہنچے جو ذو الحلیفہ کے پاس ایک پہاڑ ہے تو اعلان فرما دیا ۔ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے ۔ کدید پہنچکر بعد عصر سواری پر بیٹھے بیٹھے افطار فرمایا ۔ کہ لوگ دیکھ لیں ۔ اس کے پہلے والی روایت

ع۵ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ نسائی ۔ الصیام ۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۶

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلٰى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ الْكَدِيْدَ

رمضان میں مکہ چلے۔ اور روزہ رکھا جب کدید پہنچے تو افطار کر دیا۔ اور لوگوں نے

أَفْطَرَ فَأَفْطَرَ النَّاسُ ۝

بھی افطار کر دیا۔

۱۱۴۲ عَنْ أُمِّ الدَّرْدَاءِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ

حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم سخت گرمی میں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ فِي

علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے دھوپ اتنی تیز تھی کہ آدمی اپنا ہاتھ اپنے سر پر

میں ہے کہ کدید کے بعد روزہ نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا۔ یہ قصہ غزوہ فتح کا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس رمضان بدھ کے دن عصر کے بعد مدینہ طیبہ سے نکلے تھے اور انیس کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تھے۔

کدید کے بارے میں امام بخاری نے بتایا کہ عُسفان اور قُدَیْد کے درمیان ہے۔ مغازی میں خود حدیث میں ہے اور یہ زائد ہے کہ یہ ایک چشمہ ہے۔ عینی میں ہے کہ بہت سرسبز جگہ ہے یہاں کھجور کے باغات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس جگہ روزہ رکھنا چھوڑا تھا۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ابھی خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری روایت اسی بخاری میں آرہی ہے۔ کہ یہ جگہ عسفان تھی۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ یہ کراع الغمیم ہے۔ اور نسائی میں ہے کہ جب کدید پہنچے تو ایک پیالہ دودھ لایا گیا۔ تو اسے پیا۔ بات یہ ہے کہ یہ تینوں جگہیں قریب قریب ہیں۔ اور یہ سب عسفان کے ملحقات میں سے ہیں۔ اس لئے کبھی کسی کا نام لیا کبھی کسی کا۔ کدید کا فاصلہ مکہ معظمہ سے دو منزل ہے اور عسفان کا چار برید۔ کدید اور عسفان میں صرف چھ میل کا فاصلہ ہے۔ ابن قرقول نے کہا کہ کدید مکہ سے بیالیس میل کی دوری پر ہے۔

تشریحات ۱۱۴۲ مسلم کی روایت میں ہے کہ ہم رمضان کے مہینے میں سخت گرمی میں نکلے۔ یہ غزوہ فتح کا سفر نہیں تھا۔ کیونکہ اس میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جبکہ وہ غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے جو فتح مکہ سے پہلے ہوا تھا۔ صاحب تلویح نے فرمایا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ غزوہ بدر کا سفر رہا ہو۔ اس لئے کہ ترمذی[1] میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں بدر اور فتح مکہ کا جہاد کیا ہے اور ان دونوں میں ہم نے روزہ نہیں رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ

۝ الجہاد باب الخروج فی رمضان ص ۴۱۵ ثانی المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ص ۶۱۲-۶۱۳ دو طریقے سے۔ مسلم نسائی۔ الصوم۔ [1] اول الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹ ۔

يَوْمٍ حَارٍّ حَتّٰى يَضَعُ الرَّجُلُ يَدَهُ عَلٰى رَاسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا

رکھتا تھا اور ہم میں

فِينَا صَائِمٌ اِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ رَوَاحَةَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابن رواحہ کے سوا کوئی روزے سے نہیں تھا۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ ص ۲۶۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اس شخص کے بارے میں جس پر سایہ کیا گیا تھا اور گرمی سخت تھی، سفر میں روزہ عبادت نہیں۔

۱۱۴۳ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ

حدیث محمد بن عمرو بن حسن بن علی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَاٰى زِحَامًا

کیا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے تو بھیڑ دیکھی

ان دونوں کے علاوہ رمضان میں اور کوئی غزوہ نہیں ہوا ہے۔ اور جب یہ فتح مکہ کا سفر نہیں تو متعین کہ بدر کا تھا۔

تشریحات ۱۱۴۳ علامہ عینی نے لکھا کہ ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہے کہ یہ سفر غزوہ فتح کا تھا۔ یہ علامہ عینی کا اندازہ ہے۔ ترمذی کی اس روایت میں یہ قصہ مذکور نہیں کہ کس پر سایہ کیا گیا۔ یہ ضرور ہے کہ روزہ رکھنا لوگوں پر شاق ہوگیا تھا۔ چونکہ دونوں کے راوی حضرت جابر ہی ہیں۔ اس لئے علامہ عینی نے وہ اندازہ لگایا۔ اس حدیث میں اور ان احادیث میں جنہیں سفر میں روزے کی اجازت بلکہ بعض میں فضائل مذکور ہیں۔ تطبیق گزر چکی کہ جسے قوت نہ ہو۔ روزہ رکھنے کی وجہ سے خود بھی مشقت میں پڑنے کا صحیح اندیشہ ہو اور ساتھیوں کو بھی زحمت میں پڑنے کا خطرہ۔ اسے روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ اگر جان جانے یا بیمار پڑ جانے کا اندیشہ صحیح ہو تو اسے روزہ رکھنا جائز نہیں گناہ ہے جیسا کہ ترمذی کی حضرت جابر والی حدیث میں ہے کہ روزہ رکھنے والوں کو فرمایا۔ اولئك العصاة۔ یہ لوگ نافرمان یا گنہگار ہیں۔ اور جسے قوت ہو کوئی اندیشہ نہ ہو اسے روزہ رکھنا افضل ہے مگر نہ رکھنے پر کوئی گناہ نہیں۔

آجکل ریل گاڑی ہوائی جہاز وغیرہ کے سفر میں جبکہ موسم ٹھنڈا یا معتدل ہو روزہ رکھنے میں کوئی دشواری نہیں

ع۵ مسلم ابوداؤد۔ الصوم۔ له اول الصیام باب فی الرخصة للمحارب فی الافطار ص ۸۹

وَرَجُلاً قَدْ ظُلِّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هٰذَا فَقَالُوا صَائِمٌ فَقَالَ لَيْسَ

اور ایک شخص کو دیکھا کہ ان پر سایہ کیا گیا ہے تو فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے عرض کیا

مِنَ الْبِرِّ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ عه

روزہ دار ہے فرمایا سفر میں روزہ عبادت نہیں

بَابُ لَمْ يَعِبْ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الصَّوْمِ وَالْاِفْطَارِ ص ۲۶۱

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک دوسرے کو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے پر عیب نہیں لگایا۔

حدیث ۱۱۴۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَافِرُ مَعَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعِبِ الصَّائِمُ عَلَى الْمُفْطِرِ

کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ تو روزہ دار روزہ نہ رکھنے والے کو اور روزہ نہ رکھنے والا

وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ عه

روزہ دار کو عیب نہیں لگاتا تھا۔

اس لئے بہتر یہی ہے کہ روزہ رکھا جائے۔ نہ رکھنے پر گناہ نہیں۔ مگر غیر مسلموں کی نظر میں رمضان کی ہتک عزت ضرور ہے۔ ایک باریش بزرگ ایک اسٹیشن پر رمضان کے مہینے میں چائے کی دوکان پر جاکر نمکین لے کر کھا رہے تھے، اور چائے کا آرڈر دے چکے تھے۔ اتنے میں ایک ہندو آیا اور چائے والے سے کہا کہ مجھکو بھی چائے دو میں بھی روزہ کھول لوں۔ ان صاحب نے اس ہندو کو بتایا کہ میں سفر میں ہوں سفر میں روزہ رکھنا ضروری نہیں۔ اس ہندو نے کہا کہ میں آپ کو کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو ان سے یعنی چائے والے سے دل لگی کر رہا ہوں۔

عه مسلم۔ ابوداود۔ نسائی۔ الصیام۔

عه مسلم الصوم

بَابُ مَنْ اَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ ص ۲۶۱

جس نے سفر میں اسلئے روزہ افطار کیا کہ لوگ دیکھیں

حدیث ۱۱۴۵ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى مَكَّةَ فَصَامَ حَتّٰى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَرَفَعَهُ اِلٰى يَدِهِ لِيُرِيَهُ النَّاسَ فَاَفْطَرَ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ قَدْ صَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ اَفْطَرَ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے مکے چلے تو روزہ رکھا۔ جب عسفان پہنچے تو پانی مانگا اور اسے اپنے ہاتھ سے اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ لیں اور روزہ توڑا۔ یہانتک کہ مکہ آئے اور یہ واقعہ رمضان میں ہوا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے کہ (سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ رکھا اور نہیں بھی رکھا۔ جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔

تشریحات ۱۱۴۵ ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عام الفتح مکہ چلے تو روزہ رکھا یہانتک کہ کراع الغمیم پہنچے حضور کے ساتھ لوگوں نے بھی روزہ رکھا۔ عرض کیا گیا کہ لوگوں پر روزہ شاق ہے اور لوگ حضور کا انتظار کر رہے ہیں کہ حضور کیا کرتے ہیں، تو ایک پیالہ پانی بعد عصر منگایا اور پیا۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے روزہ توڑ دیا اور کچھ لوگوں نے رکھا۔ جب حضور کو یہ خبر ملی تو فرمایا۔ یہ لوگ یعنی روزہ رکھنے والے نافرمان ہیں۔ ؎۱

روزہ رکھنے والوں پر عتاب اس لئے فرمایا کہ یہ جہاد کا موقع تھا۔ اور دشمن کی سرزمین سے قریب تھے روزے سے بہرحال جسمانی نقاہت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو روزہ توڑ دینا ہی مناسب تھا۔ خصوصاً جبکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزہ توڑ دیا تھا اور وہ بھی بعد عصر، جبکہ روزہ پورا ہونے میں تھوڑا سا وقت رہ گیا تھا

عہ ایضاً ثانی المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان ص ۶۱۳ مسلم ابوداؤد نسائی الصوم۔

؎۱ اول۔ الصیام باب فی الرخصۃ للمحارب فی الافطار ص ۸۹۔

بَابٌ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ بقرہ (۱۸۴) ص ۲۶۱

اس آیت کی تفسیر کہ فرمایا اور ان لوگوں پر جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دینا ہے۔

۳۶۰ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْاَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
اور حضرت ابن عمر اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس کو اس آیت نَسَخَتْهَا
نَسَخَتْهَا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ
نے منسوخ کر دیا (کہ فرمایا) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا جو لوگوں کے لئے ہدایت
بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ
اور رہنما اور واضح فیصل ہے تم میں سے جو یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے اور

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع بہر حال مقدم ہے۔

اس پر تفصیلی گفتگو ہو چکی کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ جو لوگ کمزور ہوں اور انھیں اس کا اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے میں دوسرے کاموں میں دشواری ہوگی ان کے لئے افضل یہی ہے کہ روزہ نہ رکھیں۔ اور جو لوگ قوی ہوں ان کے لئے افضل یہ ہے کہ روزہ رکھیں۔

تشریحات ۳۶۰ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام بخاری نے اسی باب کے آخر میں اور تفسیر سورہ بقرہ میں ذکر کیا ہے۔ اور حضرت سلمہ بن اکوع کی تعلیق کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ان دونوں تعلیقات اور اس باب میں مذکور مزید ایک تعلیق اور حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ابتدا میں ہر شخص کو اختیار تھا کہ چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو فدیہ دے۔ اگرچہ اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو۔ پھر اسے بعد کی آیت کریمہ نے منسوخ کر دیا۔ یہ حکم ہوا۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں جو یہ مہینہ پائے وہ ضرور روزہ رکھے۔

البتہ شیخ فانی کے لئے جو روزہ رکھنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور اس کی بھی امید نہ ہو کہ آئندہ اسے اتنی قوت آجائے گی کہ روزہ رکھ سکے گا اس کے لئے فدیہ کا حکم باقی ہے۔ البتہ اگر بعد میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو جائے تو اس پر قضا واجب ہے۔ مگر محققین نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں محکم ہے۔ یطیقونہ۔ باب افعال کا صیغہ ہے۔ اس کی خاصیت سلب ماخذ ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ یہ ہوا۔ اور جنھیں روزہ رکھنے کی قوت نہ ہو۔ وہ روزے کے بدلے مسکین کو کھانا دیں۔ قرآن مجید کے اسلوب اور سیاق کے مناسب

وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ اِلٰی قَوْلِہٖ

جو بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھے۔ پوری آیت

تَشْکُرُوْنَ۔ بقرہ (۱۸۵)

تشکرون تک۔

۳۶۱ وَقَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ (اِلٰی اَنْ قَالَ) حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ لَیْلٰی ثَنَا

ابن ابی لیلی نے کہا کہ ہم سے کئی صحابہ نے یہ بیان کیا۔ رمضان (کا روزہ) اترا تو ان پر شاق

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانُ فَشَقَّ عَلَیْھِمْ

ہوا۔ روزے کی طاقت رکھنے والوں میں سے جو ہر روز ایک مسکین کو کھانا

فَکَانَ مَنْ اَطْعَمَ کُلَّ یَوْمٍ مِسْکِیْنًا تَرَکَ الصَّوْمَ مِمَّنْ یُّطِیْقُہٗ وَرُخِّصَ

کھلادے وہ روزہ نہیں رکھتا اس بارے میں انھیں اجازت تھی اسے اس آیت

یہی معنی ہے۔ اس لئے کہ ابتدا میں فرمایا۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے۔ اس کے بعد مریض اور مسافر کے لئے اس آسانی کا ذکر ہے۔ کہ وہ دوسرے دنوں میں قضا رکھیں۔ پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو نہ اب روزے کی قوت رکھتے ہیں اور نہ آئندہ امید ہے۔ تو ان سے روزے ساقط اور ان پر روزے کے بدلے فدیہ ہے۔ قابل غور بات یہ ہے۔ کہ آیت کا ابتدائی حصہ تو روزوں کی قطعی فرضیت پر نص ہے۔ اور جب یطیقونہ۔ کے معنی یہ لیں گے جنھیں روزے کی قوت ہو تو اس کی فرضیت ہی ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کا صریح مفاد یہ ہے کہ روزہ فرض نہیں۔ دو باتوں میں سے ایک فرض ہے۔ روزہ رکھیں یا فدیہ دیں۔ نیز یہ بھی استحالہ لازم آئے گا کہ شیخ فانی کے لئے فدیے کا ثبوت اس آیت سے کسی طرح نہیں ہو سکے گا کیونکہ شیخ فانی روزہ رکھنے کی قوت ہی نہیں رکھتا اس لئے وہ اس میں داخل ہی نہیں۔ پھر اس کے حق میں فدیے کا حکم باقی رکھنے کے کیا معنی۔

تشریحات ۳۶۱ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو لوگ ہر مہینے تین دن روزہ رکھتے تھے جب رمضان کا روزہ اترا تو لوگوں نے اسے بہت جانا اور ان پر شاق ہوا تو انھیں اجازت دیدی گئی کہ جسے روزہ کی طاقت ہو وہ روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلادے۔ اور روزہ نہ رکھے۔ پھر اسے آیت کریمہ۔ اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ نے منسوخ کردیا۔ اس کے بعد لوگوں کو روزے کا حکم دیا گیا۔

لَهُمْ فِي ذَٰلِكَ فَنَسَخَتْهَا وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ فَأُمِرُوا

نے منسوخ کیا۔ کہ فرمایا۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اس کے بعد

بِالصَّوْمِ

لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ روزہ ہی رکھیں۔

۱۱۴۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا قَرَأَ فِدْيَةٌ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ۔ فدیۃ طعام مساکین پڑھا

طَعَامُ مَسَاكِينَ قَالَ هِيَ مَنْسُوخَةٌ عہ

فرمایا یہ منسوخ ہے۔

فنسختہا ۔ ھا کا مرجع اطعام ہے جس پر اطعم دلالت کرتا ہے۔ مصدر کی طرف ضمیر مونث کا لوٹانا درست ہے۔

سدی نے کہا حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا جب یہ آیہ کریمہ۔ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین۔ نازل ہوئی۔ تو جس کا جی چاہتا روزہ رکھتا جس کا جی چاہتا روزہ نہ رکھتا۔ اور اس کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیتا۔ جو زیادہ دے یعنی دوسرے مسکین کو بھی کھلادے تو بہتر ہے۔ اور روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ لوگ اسی طرح رہے۔ یہاں تک کہ آیہ کریمہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ نے اسے منسوخ کر دیا۔ اسکا حاصل یہ نکلا کہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلی کی روایت میں حذف و اختصار ہے۔ فافہم

تشریحات ۱۱۴۶ یعنی قرأت متواتر تو۔ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ ۔ ہے، مگر حضرت ابن عمر کی قرأت مساکین ہے صیغۂ جمع کے ساتھ ۔ اس روایت میں یہ تو ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اس کی ناسخ کیا ہے۔ یہ مذکور نہیں۔ مگر طبری[1] میں یہ روایت مفصل یوں ہے۔ کہ اس آیت یعنی۔ وعلی الذین یطیقونہ کو اس کے بعد والی آیت یعنی۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ نے منسوخ کر دیا۔

عہ ثانی تفسیر سورۃ بقرۃ باب قولہ فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ ص ۶۴۷

[1] فتح الباری جلد رابع ص ۱۶۴

بَابُ مَتٰی یُقْضٰی قَضَاءُ رَمَضَانَ ص ۲۶۱ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کب کریگا۔

۳۶۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَا بَأْسَ اَنْ یُّفَرَّقَ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں کہ متفرق طور پر

لِقَوْلِ اللّٰہِ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ

قضا رکھے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا اتنے روزے اور دنوں میں رکھے

توضیح باب علمار کا اسمیں اختلاف ہے کہ رمضان کی قضا مسلسل لگاتار رکھنا ضروری ہے۔ یا متفرق طور پر بھی درست ہے۔ اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ متابعت واجب ہے۔ چاروں ائمہ مذاہب اور جمہور کا قول یہ ہے کہ متابعت واجب نہیں۔ متفرق طور پر بھی قضا درست ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اگر رمضان کے روزے نہیں رکھے۔ اور قضا بھی نہیں رکھے۔ یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو اب قضا ساقط ہے؟ اور فدیہ واجب ہے۔ یا بعد رمضان اس کی قضا واجب ہوگی؟ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہی ہے کہ پھر بھی قضا واجب ہے۔ فدیہ کافی نہیں۔ حضرت امام سعید بن جبیر شہید اور امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اب قضا ساقط اور فدیہ واجب ہے۔

امام مالک امام شافعی امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ گنہگار ہے اور اس پر قضا بھی واجب ہے، اور فدیہ بھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ رمضان کی قضا علی الفور واجب ہے۔ تاخیر گناہ ہے۔ اگر سفر کے اختتام اور صحت و قوت کے بعد تاخیر کریگا گنہگار ہوگا۔ اگرچہ رمضان ثانی آنے سے پہلے پہلے ادا کرلے مگر صحیح یہ ہے کہ فی الفور قضا واجب نہیں۔ اور تاخیر گناہ نہیں۔ جیسا کہ ابھی حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث آرہی ہے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا۔ اور چونکہ دلائل متعارض ہیں اس لئے اپنا کوئی فیصلہ ارشاد نہیں فرمایا۔ البتہ جو آثار اس باب میں لائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک تتابع شرط نہیں۔

دلائل اللہ عزوجل نے مطلقاً ارشاد فرمایا۔ فعدۃ من ایام اخر۔ اس میں تتابع کی قید نہیں اس کا اطلاق اس کا مقتضی ہے کہ تتابع کے بغیر بھی قضا درست ہو۔ اس کے بالمقابل قیاس یہ چاہتا ہے کہ تتابع ضروری ہو۔ اسلئے کہ قضا کو ادا کے مثل ہونا ضروری ہے۔ اور ادا میں تتابع ہے تو قضا میں بھی تتابع ضروری ہونا چاہیئے۔ مگر چونکہ قیاس سے کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں۔ اس لئے جمہور نے قیاس ترک کرکے کتاب اللہ پر عمل فرمایا۔

تشریحات ۳۶۲ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً روایت کیا ہے کہ آیہ کریمہ سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ مطلقاً فرمایا۔ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ اتنے روزے اور

۳۶۳ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِ الْعَشْرِ لَا يَصْلُحُ حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ۔

ت اور حضرت سعید بن مسیب نے فرمایا جس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو اسے عشرۂ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا مناسب نہیں جب تک کہ رمضان کے فوت شدہ نہ رکھ لے۔

۳۶۴ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ إِذَا فَرَّطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ آخَرُ يَصُومُهُمَا وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ طَعَامًا

ت اور ابراہیم نخعی نے فرمایا اگر کسی نے رمضان کی قضا میں کوتاہی کی یہانتک کہ دوسرا رمضان آگیا تو دونوں کے روزے رکھے۔ اس پر کھانا کھلانا واجب نہیں جانتے تھے۔

۳۶۵ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ مُرْسَلًا وَابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ يُطْعِمُ وَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهُ الْإِطْعَامَ إِنَّمَا قَالَ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔

ت اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے کہ وہ کھانا کھلائے اور اللہ عزوجل نے کھلانے کو ذکر نہیں فرمایا۔ اس نے ؎

؎ صرف یہ فرمایا۔ یہ روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔

دنوں میں رکھے۔ یہ قید مذکور نہیں کہ رمضان ثانی آنے سے پہلے رکھے۔ اس لئے بعد رمضان ثانی بھی قضا کا وقت ہے اور قضا واجب ہوگی۔

تشریحات ۳۶۳ اس تعلیق سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رمضان کے فوت شدہ روزے رکھے بغیر عشرۂ ذوالحجہ کے روزے صحیح نہیں۔ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ افضل یہ ہے کہ پہلے فوت شدہ رکھے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کی دلیل مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ سعید (بن مسیب) عشرہ ذوالحجہ میں رمضان کی قضا میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر کہ عشرہ ذوالحجہ میں اگر نفل روزے رکھے تو ممنوع نہیں۔

تشریحات ۳۶۴ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کیساتھ روایت کیا ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔ امام حسن بصری اور امام نخعی نے فرمایا جب مسلسل اس پر دو رمضان آجائیں تو دونوں کے روزے رکھے اگر ان کے بیچ میں تندرست ہوگیا اور پہلے کی قضا نہیں ادا کی تو اس نے برا کیا اللہ سے استغفار کرے اور روزہ رکھے۔ مراد یہ ہے کہ فوت شدہ فرائض کی ادا میں جتنی ہو سکے جلدی کرنی لازم ہے۔ موت کا وقت معلوم نہیں بغیر ادا اگر مرگیا تو فرائض ذمہ رہ جائیں گے۔

۱۱۴۷ عَنْ اَبِی سَلَمَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا

حدیث ابو سلمہ نے کہا۔ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنا وہ

تَقُوْلُ کَانَ یَکُوْنُ عَلَیَّ الصَّوْمُ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ

فرماتی ہیں میرا رمضان کا روزہ فوت ہو جایا کرتا اور میں انھیں شعبان سے پہلے

اَقْضِیَ اِلَّا فِیْ شَعْبَانَ ۔ قَالَ یَحْیٰی ۔ اَلشُّغْلُ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

ادا نہیں کر پاتی ۔ یحییٰ نے کہا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

مشغول ہونے کی وجہ سے تاخیر ہوتی تھی ۔

۲۳۶۵ تشریحات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ موقوفا اور امام دارقطنی نے مرفوعا روایت کیا ہے۔ مگر دارقطنی کی روایت میں ہے کہ مجاہد نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔ اور مجاہد کا حضرت ابو ہریرہ سے سماع ثابت نہیں اس لئے امام بخاری نے اسے مرسل کہا۔ نیز اس کے دو راوی۔ ابراہیم بن نافع اور عمرو بن موسیٰ بن وجیہ ضعیف ہیں اسلئے اسے صیغہ تمریض سے ذکر کیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام دارقطنی نے موصولا روایت کیا۔ ولہذا کہ یہ حضرت امام بخاری کا ارشاد ہے جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کے خلاف فرمایا ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے مریض اور مسافر کے لئے صرف یہ فرمایا۔ کہ یہ روزے دوسرے دنوں میں رکھے۔ فدیہ نہیں ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے رمضان ثانی آنے کے بعد بھی صرف قضا واجب ہوگی۔ فدیہ واجب نہ ہوگا۔ اور نہ قضا ساقط ہوگی۔ اور نہ فدیہ کافی ہوگا۔

۱۱۴۷ تشریحات قال یحییٰ ۔ یہ یحییٰ بن سعید انصاری ہیں۔ جیسا کہ حافظ مزی نے اس حدیث کے ذکر کے وقت نص فرمادی ہے۔ کان یکون ۔ کان ماضی اور یکون مستقبل کو ساتھ ساتھ ذکر سے واقعہ کی تحقیق اور تعظیم اور استمرار و تکرار مقصود ہے۔ یعنی ایسا بار بار ہوتا تھا یا ہمیشہ ہوتا تھا۔ حافظ مزی کے اطراف میں ۔ اَن کان یکون ۔ ہے ۔ یہ اَنَّ مثقلہ سے مخففہ ہے ۔ یعنی حرف مشبہ بالفعل ۔ اَنَّ کا مخفف ہے ۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ ۔ میں ہے ۔ یہ مزید تحقیق کے لئے ہے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کی قضا علی الفور واجب نہیں ۔ اور تاخیر میں گناہ نہیں ۔ عارضہ نسوانی کی وجہ سے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روزہ چھوٹ جاتا تھا اور گیارہ ماہ تک انھیں موقعہ نہیں ملتا

شعبان میں چونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافی روزے رکھتے تھے اس لئے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی روزہ رکھنے کا موقع مل جاتا۔

بَابُ لِحَائِضِ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلٰوةَ ص ۲۶۱
حائضہ روزہ نہ رکھے نماز نہ پڑھے

۳۶۶ وَقَالَ اَبُو الزِّنَادِ اَنَّ السُّنَنَ وَ وُجُوْهَ الْحَقِّ لَتَاتِیْ كَثِیْرًا عَلٰی
اور ابوالزناد نے کہا سنتیں اور حق باتیں بسا اوقات رائے کے خلاف ہوتی ہیں۔
خِلَافِ الرَّاْیِ فَمَا یَجِدُ الْمُسْلِمُوْنَ بُدًّا مِّنِ اتِّبَاعِهَا مِنْ ذٰلِكَ
پھر بھی مسلمانوں پر ان کی اتباع ضروری ہے انھیں میں
اَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِی الصِّیَامَ وَلَا تَقْضِی الصَّلٰوةَ۔
یہ بھی ہے کہ حیض والی پر روزے کی قضا ہے۔ نماز کی قضا نہیں۔

تشریحات ۳۶۶ یہ ابوالزناد۔ عبداللہ بن ذکوان القرشی ابو عبدالرحمٰن مدنی ہیں۔ ان کا وصال ۱۳۰ھ چھیاسٹھ سال کی عمر میں ہوا ہے۔ امام ابن معین نے فرمایا۔ یہ ثقہ اور حجت ہیں۔ سفیان کہا کرتے کہ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

ان کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ ہر حکم شرعی کی بنیاد کسی نہ کسی حکمت پر ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ ہم اس حکمت کو جان بھی لیں۔ ایک انسان اپنے سے زیادہ ذہین وچالاک انسان کے اقوال و افعال کے رموز نہیں جان پاتا۔ تو پھر وہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و احکامات کے حِکَم و رموز بھی ضرور جان لے یہ ضروری نہیں۔ اس لئے بہت سے احکام ہمیں اپنی عقل اپنے قیاس کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ ہم اس کے اسرار و رموز پر واقفیت حاصل نہیں کر پاتے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام و ارشادات خلاف عقل ہیں۔ اور حکمت سے خالی ہیں۔ ہم پر بلاچوں وچرا ہر حکم شرعی کی تعمیل واجب ہے۔ رموز و اسرار و حکم کو اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیں۔

شیطان پہلے انسان کو کیوں اور کیسے کا چسکا ڈالتا ہے جس کی وجہ سے انسان ہر چیز کو اپنی ناقص عقل کے ترازو سے تولنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا خوگر ہو جاتا ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں آئے اسے تسلیم کرتا ہے اور جو سمجھ میں نہ آئے تو نہیں تسلیم کرتا۔ آخر کار گمراہ ہو جاتا ہے۔ آج اکثر گمراہیوں کی بنیاد یہی ہے۔ اسی قبیل سے یہ مسئلہ بھی ہے۔ کہ حیض کی حالت میں نہ روزہ درست ہے نہ نماز۔ مگر روزے کی قضا ہے۔ نماز کی نہیں۔ حالانکہ دونوں فرض ہیں۔ بلکہ نماز کی وجہ سے روزے سے اہم ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ نماز کی بھی قضا واجب

ہو مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روزے کی قضا واجب کی ہے۔ نماز کی نہیں۔ اس لئے ہمیں سوائے تسلیم کے اور کوئی چارہ کار نہیں ــــ فقہاء نے اسے عقل سے قریب کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حائضہ سے روزے سال میں زیادہ سے زیادہ دس چھوٹیں گے۔ جنکی قضا میں کوئی خاص دشواری نہیں۔ بخلاف نماز کے کہ وہ اگر ہر مہینے دس دن کی رہ جائے تو ہر مہینے میں پچاس وقت کی قضا کرنی ہوگی۔ جو یقیناً بہت دشوار ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ شریعت نے مکلف کی آسانی کو ملحوظ رکھا۔ اگرچہ نماز کی حیثیت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ اس کی بھی قضا واجب ہوتی۔

بَابُ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ ص ۲۶۱

(جو مر جائے اور اس پر روزہ ہو)
(تو کیا کیا جائے)

۳۶۷ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلٰثُوْنَ رَجُلًا يَّوْمًا وَّاحِدًا اَجَازَ ت

اور امام حسن بصری نے فرمایا اگر اسکی طرف سے تیس آدمی ایک دن روزہ رکھ لیں تو کافی ہے۔

توضیح باب اگر کوئی مرجائے اور اس کے ذمے فرض یا واجب روزہ ہو تو کیا کیا جائے۔ اس بارے میں کئی مذہب ہیں۔ اوّل احناف کا۔ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو پیٹ بھر کھانا کھلائے یا نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو صدقہ کرے۔ اس کی طرف سے روزہ رکھنا کافی نہ ہوگا۔ احناف کی دلیل اوّل حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مر گیا اس پر ایک مہینے کا روزہ ہے تو ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے[1] ۔ علامہ قرطبی نے شرح موطا میں کہا اسکی اسناد حسن ہے۔ اس حدیث پر جو جرحیں کی گئی ہیں، ان سب کے جوابات علامہ بدرالدین محمود عینی نے عمدۃ القاری میں تحریر کر دئے ہیں۔ حدیث دوم۔ امام نسائی[2] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے۔ نہ روزہ رکھے۔ البتہ ہر دن کے عوض ایک مد کھانا کھلائے۔ امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ مقدار ایک مد گیہوں بتاتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ ولی پر فدیہ اس وقت واجب ہے۔ جبکہ میت وصیت کر گیا ہو۔ اور اگر وصیت نہیں کر گیا تو ولی پر فدیہ دینا واجب نہیں۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ اگر ولی فدیہ ادا کرے تو امید قبول ہے۔ اور یہی حکم نماز کا بھی ہے۔

دوم۔ یہ کہ ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے۔ یہ امام شافعی کا قول قدیم ہے۔ یہی داؤد ظاہری اور ابن حزم وغیرہ کا مذہب ہے۔

سوم۔ اگر یہ روزہ رمضان کا ہے تو ہر روزے کے بدلے ایک مد گیہوں دے۔ اور اگر نذر یا کفارہ کا ہے۔ تو اس کی طرف سے اس کا ولی رکھے۔ یہ امام احمد وغیرہ کا مذہب ہے۔ اس بارے میں اور بھی مذاہب ہیں جن کا کوئی متبع نہیں۔

[1] ترمذی الصوم - باب فی الکفارۃ ص ۹۰ [illegible] عمدۃ القاری [illegible] ص ۶۲ [illegible]

۱۱۴۸ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ عـه

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا • میت کے ذمے اگر روزہ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

۱۱۴۹ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَقْضِيْهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک صاحب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہوگئی ہیں اور ان کے ذمے روزہ رہ گیا ہے میں اُسے ادا کردوں فرمایا ادا کردو

تشریحات ۳۶ اس اثر کو دار قطنی نے کتاب لذبح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس اثر سے دو بات کا افادہ ہوا۔ ایک یہ کہ یہ ضروری نہیں کہ میت کا ولی ہی میت کی طرف سے روزہ رکھے۔ دوسرا کوئی بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ضروری نہیں کہ ایک شخص تمام فوت شدہ کو رکھے۔ چند آدمی ملکر چاہیں تو ایک دن سب رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے یہاں قضا شدہ نمازوں اور روزوں کی قضا دوسرا کوئی نہیں رکھ سکتا ہے اسلئے اس سے میت بری الذمہ نہ ہوگی۔

تشریح ۱۱۴۸،۹ یعنی سند مذکور کے ساتھ یہ بھی ہے کہ سلیمان اعمش مشہور محدث اور اس حدیث کے راوی نے کہا کہ جب مسلم بن عمران بطین نے یہ حدیث بیان کی تو ہم اور حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل ان کی مجلس میں بیٹھے تھے اور اسی مجلس میں مزید حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل سے بھی سنا۔ قالا۔ کی ضمیر تثنیہ کا مرجع یہی دونوں ہیں۔ حاصل یہ نکلا کہ سلیمان اعمش نے یہ حدیث ایک مجلس میں تین بزرگوں سے سنی ہے۔ ایک مسلم بطین سے اور وہ سعید بن جبیر سے وہ حضرت ابن عباس سے۔ دوسرے تیسرے حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل سے۔ یہ دونوں مجاہد سے۔ وہ حضرت ابن عباس سے۔

عـه مسلم نسائی الصیام۔

فَدَيْنُ اللّٰهِ اَحَقُّ اَنْ يُّقْضٰى عه قَالَ سُلَيْمَانُ فَقَالَ الْحَكَمُ وَسَلَمَةُ

اللہ کا دین ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ سلیمان اعمش نے کہا۔ پس حکم اور سلمہ نے کہا

وَنَحْنُ جَمِيْعًا جُلُوْسٌ حِيْنَ حَدَّثَ مُسْلِمٌ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَا

اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے جب مسلم نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ ان دونوں نے کہا ہم نے مجاہد

سَمِعْنَا مُجَاهِدًا يَّذْكُرُ هٰذَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

سے سنا وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے تھے۔

۳۶۸ وَيُذْكَرُ عَنْ اَبِيْ خَالِدِ الْاَحْمَرِ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنِ

ابو خالد احمر سے روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم سے حکم اور مسلم بطین اور

الْحَكَمِ وَمُسْلِمِ الْبَطِيْنِ وَسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَّعَطَاءٍ

سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہوئے اعمش نے حدیث بیان کی۔ یہ تینوں سعید بن جبیر اور عطا اور

وَّمُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَتِ امْرَاَةٌ

مجاہد سے اور یہ تینوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون

لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُخْتِيْ مَاتَتْ ۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میری بہن مر گئی ہے۔

وَقَالَ يَحْيٰى وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ ثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيْدٍ

اور یحییٰ اور ابو معاویہ نے کہا ہم سے اعمش نے عن مسلم عن سعید عن ابن عباس حدیث بیان کی کہ

تشریح ۳۶۸ اس تعلیق کو امام ترمذی[1] اور ابن ماجہ[2] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مگر اسمیں حکم بن عتیبہ کا ذکر نہیں۔ امام مسلم[3] نے اسی ترمذی والی سند سے حکم بن عتیبہ کی زیادتی کے ساتھ اس متن کو ذکر کیا ہے۔ جو اوپر مذکور ہے۔ یعنی جاء رجل۔ امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے اور سند میں بھی جو ادنیٰ سی سمجھ رکھنے والے پر واضح ہے۔

توضیح یحییٰ بن سعید اور ابو معاویہ نے سلیمان اعمش ہی سے جو روایت کی اسمیں مسلم بن البطین کا شیخ سعید بن جبیر کو تسلیم کیا۔ مگر متن بدل دیا۔

عه الخمسۃ فی الصیام۔ [1] اول الصوم باب الصوم عن المیت ص ۔ [2] الصیام باب من مات وعلیہ صیام من نذر ص ۱۲۷ [3] اول الصیام باب قضاء الصوم عن المیت ص ۳۶۲

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَتِ امْرَأَۃٌ لِّلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ مَاتَتْ۔

میری ماں مرگئی

۳۶۹ وَقَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَبِیْ اُنَیْسَۃَ عَنِ الْحَکَمِ عَنْ

اور عبید اللہ نے عن زید بن ابی انیسہ عن الحکم بن سعید عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا

سَعِیْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَتِ امْرَأَۃٌ لِّلنَّبِیِّ

کہ ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا میری والدہ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ اُمِّیْ وَعَلَیْہَا صَوْمُ نَذْرٍ

فوت ہوگئی ہیں اور ان پر منت کا روزہ ہے۔

۳۷۰ وَقَالَ اَبُوْحَرِیْزٍ ثَنِیْ عِکْرِمَۃُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اور ابوحریز نے کہا مجھ سے عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے

تشریح ۳۶۹ اس کو امام مسلم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ تعیین ہے کہ مرنے والی پر منت کا روزہ تھا۔

تشریح ۳۷۰ اس تعلیق کو امام بیہقی نے موصولا ذکر کیا ہے۔ اس میں روزوں کی تعداد مذکور ہے۔

حل اشکال ۔ حضرت ام المومنین کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث عبید اللہ بن جعفر کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز خود ام المومنین کا فتوی اس کے خلاف ہے۔ امام طحاوی نے عمرہ بنت عبد الرحمن سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ میری ماں فوت ہوگئی ہیں۔ اور ان کے ذمے رمضان کا روزہ ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ میں اس کی قضا رکھدوں۔ فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ ہر دن کے عوض اس کی طرف سے صدقہ دے۔ یہ تیرے روزے سے بہتر ہے۔

ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ راوی جب اپنی مروی حدیث کے خلاف فتوی دے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ صحابی نے حدیث کے خلاف بالقصد فتوی دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے علامہ قرطبی نے متعدد جوابات دیئے ہیں۔ اول یہ کہ

[1] اول الصوم باب قضاء الصوم عن المیت ص ۳۶۲

عَنْهُمَا قَالَتِ امْرَأَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَتْ أُمِّي

ہوئے حدیث بیان کی کہ ایک خاتون نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری والدہ فوت

وَعَلَيْهَا صَوْمُ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا۔

ہو گئی ہیں اور ان پر پندرہ دن کا روزہ ہے۔

اس پر اہل مدینہ کا عمل نہیں۔ اس لئے امام مالک نے اسے نہیں لیا۔ ثانی اس حدیث کی اسناد اور متن میں شدید اختلاف ہے۔ ثالث بزار نے جو روایت کی اس کے اخیر میں ہے۔ لمن شاء۔ جو چاہے۔ یہ دلیل ہے کہ یہ واجب نہیں۔ رابع یہ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دوسری حدیث کے معارض ہے جسے امام نسائی نے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے۔ ہاں ہر دن کے عوض ایک مد غلہ دے۔ خامس ارشاد خداوندی ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور اس قول میں ایک کا بوجھ دوسرے پر لادنا ہے۔ سادس قیاس جلی کے معارض ہے۔ اس لئے کہ روزہ عبادت بدنیہ ہے اور عبادت بدنیہ میں نیابت اور وکالت درست نہیں ورنہ مالداروں کو چھٹی مل جائے۔ نماز اور روزے ادا کرنے کے لئے مزدور رکھ لیا کریں۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔ نیز یہ کہ شیخ فانی جب روزے پر قادر نہیں تو روزے کے حق میں مثل میت ہے مگر اس کی طرف سے دوسرے کا روزہ کافی نہیں۔ فدیہ واجب ہے اسی طرح میت کی طرف سے بھی۔ نیز نماز کے بارے میں اجماع ہے کہ دوسرے کی طرف سے ادا درست نہیں روزہ اور نماز عبادت بدنیہ ہونے میں شریک ہیں تو نماز کی طرح روزے میں بھی یہ جائز نہیں کہ دوسرا رکھے۔ جب ایک بات مختلف فیہ ہو جاتی ہے۔ تو ضروری ہے کہ اسے متفق علیہ کی طرف راجع کیا جائے۔

توضیح ۴۹ امام بخاری نے اس حدیث کو یہاں چھ طریقوں سے روایت کیا ہے۔ چار بطریق حضرت سلیمان ابن اعمش اور ایک بطریق زید بن ابی انیسہ اور ایک بطریق ابو حریز۔ نیز یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چار تلامذہ حضرت سعید بن جبیر حضرت مجاہد حضرت عکرمہ حضرت عطا سے روایت کی ہے مگر ان روایتوں میں مندرجہ ذیل تخالف ہے۔ اول۔ پہلے دو طریقوں کا متن یہ ہے۔ کہ ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ میری والدہ قضا کر گئی ہیں۔ اور ان پر ایک مہینے کا روزہ ہے۔ یہ روایت حضرت ابن عباس کے دو تلمیذ سعید بن جبیر اور مجاہد سے ہے۔ ان دونوں طریقوں میں فرق یہ ہے کہ پہلے طریقے میں اعمش کے شیخ مسلم بطین ہیں اور راوی سعید بن جبیر اور دوسرے طریقے میں مسلم بطین کے ساتھ ان کے شیخ حکم بن عتیبہ اور سلمہ بن کہیل بھی ہیں۔ مسلم بطین تو سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں اور حکم اور سلمہ مجاہد سے۔ ثانی۔ تیسرے طریقے میں اعمش کے مشائخ حکم، مسلم بطین، سلمہ بن کہیل تینوں ہیں۔ اور یہ تینوں

سعید بن جبیر عطا اور مجاہد حضرت ابن عباس کے تین تلامذہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس کا متن یہ ہے کہ ایک خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا۔ میری بہن فوت ہوگئی ہے۔ بخاری میں اتنا ہی ہے۔ مگر ترمذی اور ابن ماجہ میں آگے یہ ہے۔ اور اس پر دو مہینے کا مسلسل روزہ ہے۔ ان دونوں متن میں چار تخالف ہوا اول۔ پہلے میں رجل ہے اور اس میں امرأۃ ہے۔ ثانی۔ پہلے میں امی ہے اور اسمیں اختی۔ ثالث پہلے میں صوم شہر ہے اور اس میں شہرین ہے۔ پہلے میں تتابعا کی قید نہیں اور اس میں ہے۔ گزر چکا کہ مسلم میں اسی سند کے ساتھ پہلا متن ہے۔ اب پانچ اضطراب ہوا۔

ثالث۔ بطریق یحیٰی اور معاویہ اعمش ہی کی جو روایت سعید بن جبیر سے ہے۔ اس میں یہ ہے۔ ایک خاتون نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ میری والدہ قضا کرگئی ہیں۔ بخاری میں آگے کچھ نہیں اور اس کی دوسری تخریج کا بھی پتہ نہیں چل سکا۔ علامہ عینی نے ابوداؤد کا اور علامہ ابن حجر نے نسائی کا حوالہ دیا ہے مگر مجھے دونوں میں یہ روایت نہیں ملی۔ یہ روایت پہلی کے رجل میں مخالف ہے اور دوسری کے اختی کے۔

رابع۔ عبید اللہ کی روایت بطریق زید بن ابی انیسہ عن الحکم عن سعید میں یہ ہے کہ ایک خاتون نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ میری ماں قضا کرگئی ہیں۔ اور ان پر منت کا روزہ ہے۔ یہ روایت پہلی کے رجل کے مخالف ہے۔ اور دوسری کے اختی میں۔ رہ گیا صوم نذر، یہ سابقہ روایات کے معارض نہیں۔

خامس۔ ابوحریز کی عکرمہ سے جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے۔ میری ماں مرگئی اور ان پر پندرہ دن کا روزہ ہے۔ یہ روایت پہلی کے رجل کے اور صوم شہر کے خلاف ہے اور دوسری کے اختی کے شہرین کے نیز متتابعین کے۔

یہ جو اضطراب صرف متن میں ہیں۔ اسناد کا اضطراب مزید براں ہے۔ پہلی، دوسری، تیسری، چھٹی سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزہ متوفیہ پر رمضان کا تھا یا منت کا۔ ان میں دونوں کا احتمال ہے۔ مگر دوسری اور پانچویں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منت کا روزہ تھا۔ پانچویں میں صوم نذر کی تصریح ہے۔ اور دوسری میں شہرین متتابعین قرینہ ہے کہ منت ہی کا روزہ تھا۔

بَابُ مَتٰی یَحِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ ص ۲۶۲ روزے دار کو روزہ کھولنا کب جائز ہے

۱۷۳۷ وَاَفْطَرَ اَبُوْسَعِیْدِ الْخُدْرِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حِیْنَ غَابَ قُرْصُ الشَّمْسِ

ت اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورج ڈوبتے ہی روزہ کھول دیا۔

۱۷۳۷ تشریحات اس تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ سورج ڈوبتے ہی روزہ پورا ہوگیا۔ روزہ کی تکمیل کے لئے رات کے کسی حصہ تک روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

۱۱۵۰ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَأَدْبَرَ

نے فرمایا جب رات یہاں سے آگے بڑھے اور

النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ ع۵

دن یہاں سے پیچھے چلا جائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ پورا ہو گیا

بَابُ تَعْجِيْلِ الْإِفْطَارِ ص۲۶۳ افطار میں جلدی کرنا

۱۱۵۱ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا

حدیث حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات ۱۱۵۰ غروب آفتاب کے دو معنی ہیں۔ ایک حقیقی یعنی سورج کا پورا جرم افق کے نیچے چلا جائے۔ دوسرے شرعی یعنی سورج کا پورا جرم افق کے اتنا نیچے چلا جائے کہ نظر نہ آئے۔ غروب حقیقی کے بعد بھی سورج افق کے اوپر نظر آتا رہتا ہے۔ اس لئے غروب شرعی غروب حقیقی کے بعد ہوتا ہے۔ سورج کے ڈوبنے سے بہت پہلے مشرق سے سیاہی اٹھنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد روشنی غائب ہوتی ہے۔ اور سورج ابھی افق کے اوپر نظر آتا رہتا ہے۔ بعد میں ڈوبتا ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے اقبال لیل ذکر فرمایا پھر ادبار نہار پھر غروب شمس کو۔ مشرق سے سیاہی اٹھتے ہی سورج نہیں ڈوبتا اور نہ روشنی غائب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج ڈوب گیا۔ روشنی غائب ہونے کے بعد بھی سورج افق کے اوپر رہتا ہے۔ اس حدیث میں لیل سے مراد تاریکی اور نہار سے روشنی ہے۔

تشریحات ۱۱۵۱ ابوداؤد[۵۱] میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے۔ لان الیھود والنصاری یوخرون۔ اس لئے کہ یہود و نصاری دیر میں افطار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ستاروں کے ظاہر ہونے تک تاخیر کرتے ہیں۔ اور انھیں کی طرح روافض بھی کرتے ہیں۔ تعجیل سے مراد یہ ہے کہ جب سورج کے غروب کا ظن غالب ہو جائے تو ذرا بھی دیر نہ کرے اور یہ سوچ کر کہ تھوڑی دیر اور رک جائیں کیا حرج ہے۔ اس ارشاد کے منافی ہے۔ بلکہ اس حدیث میں نظر دقیق ڈالنے سے ظاہر ہوگا کہ اس پر ایک طرح کی وعید بھی جھلک رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ فرمایا۔ جب تک افطار میں جلدی کریں گے بھلائی

ع۵ مسلم ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ الصیام۔ مسند امام احمد اول ص ۲۸

۵۱ اول الصیام باب ما یستحب من تعجیل الفطر ص ۳۲۱

يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ عہ

فرمایا لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جبتک افطار میں جلدی کریں گے۔

بَابُ اِذَا اَفْطَرَ فِيْ رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ ۲۶۳ جب رمضان میں افطار کرے پھر سورج دکھائی دے۔

۱۱۵۲ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اَفْطَرْنَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ يَوْمِ غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِيْلَ لِهِشَامٍ فَاُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ قَالَ بُدٌّ مِنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مَعْمَرٌ سَمِعْتُ هِشَامًا لَا اَدْرِيْ اَقْضَوْا اَمْ لَا عہ

حدیث حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بدلی کے دن روزہ کھول دیا اس کے بعد سورج دکھائی دیا ہشام سے کہا گیا اس کے بعد لوگوں کو قضا کا حکم دیا گیا فرمایا قضا ضروری ہے اور معمر نے کہا میں نے ہشام سے سنا۔ میں نہیں جانتا کہ لوگوں نے قضا کی یا نہیں۔

میں رہیں گے۔ اس سے ظاہر کہ اگر تاخیر کریں گے تو خیر سے محروم رہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ پہلے روزہ افطار کرتے پھر نماز پڑھتے۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ روزہ افطار کئے بغیر مغرب پڑھی ہو اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی سے۔

ضروری تنبیہ ہمارے پورے ہندوستان میں یہ رواج عام پڑ گیا ہے۔ کہ رمضان مبارک میں افطاری کے لئے طرح طرح کی چیزیں لے کر لوگ مسجدوں میں جاتے ہیں۔ سورج ڈوبتے ہی اس پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اذان ہوتی رہتی ہے اور لوگ کھاتے رہتے ہیں۔ اذان کا جواب بھی نہیں دیتے۔ اذان ختم ہونے کے بعد بھی دیر تک کھاتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں تاخیر ہو جاتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی خدا ترس امام اذان کے بعد جماعت شروع کر دے تو اس پر طعن بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ رمضان میں بھی دو رکعت کی مقدار مغرب کی نماز میں تاخیر مکروہ ہے۔ اس میں تین شرعی نقص ہے۔ اذان کا جواب واجب ہے۔ اسے ترک کرتے ہیں۔ مغرب کی نماز میں تاخیر کر کے کراہت کا ارتکاب کرتے۔ اور اعتکاف کی نیت کئے بغیر مسجد میں کھاتے ہیں۔ اور کھانوں سے مسجد کو آلودہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بچیں۔ افضل یہی ہے کہ چند کھجوریں کھا کر پانی پی لیں یا مختصر سی چیز کھا لیں اور اذان ختم ہوتے ہی جماعت قائم کر لیں۔ اور جب تک اذان ہوتی رہے نہ کچھ کھائیں نہ پئیں، اذان کا جواب دیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی نفلی اعتکاف کی نیت کر لیں۔ اس کا پورا خیال رکھیں کہ مسجد، کھانے شربت وغیرہ سے آلودہ نہ ہو۔

تشریحات ۱۱۵۲ کسی نے اس گمان پر کہ سورج غروب ہو گیا ہے، افطار کر لیا۔ پھر معلوم ہوا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے تو اس پر واجب ہے کہ بقیہ دن روزے دار کی طرح رہے اور اس روزے کی قضا کرے۔ یہی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی امام احمد کا مذہب ہے۔ اس پر کفارہ نہیں۔ البتہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر جماع کر لیا تو کفارہ بھی واجب ہے۔ امام مجاہد امام عطا امام عروہ بن زبیر یہ کہتے ہیں کہ اس پر قضا بھی نہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی نے بھول کر کھا پی لیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت آئی ہے وہ یہی ہے کہ اس پر قضا ہے۔

عہ مسلم ابن ماجہ الصوم ۔ ۵ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۶۷

باب صوم الصبیان ص ۲۶۳ بچوں کا روزہ رکھنا

۶۷۲ وَقَالَ عُمَرُ لِنَشْوَانَ فِي رَمَضَانَ وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ فَضَرَبَهُ

ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نشہ والے سے فرمایا تیرے لئے خرابی ہو اور ہمارے بچے روزے سے ہیں پھر اسے مارا۔

۱۱۵۳ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حدیث حضرت ربیع بنت معوذ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَى الْأَنْصَارِ مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا

انصار کی آبادیوں میں خبر بھیجی۔ جس نے صبح اس حالت میں کی ہے۔ وہ روزہ دار نہیں تو بقیہ

وہ روایت کہ اس پر قضا نہیں صحیح نہیں۔ امام بیہقی نے زید بن وہب سے روایت کی کہ ہم مسجد نبوی میں رمضان میں بیٹھے تھے اور آسمان ابر آلود تھا۔ سورج نظر نہیں آرہا تھا۔ شام ہوگئی تھی۔ ام المومنین حضرت حفصہ کے گھر سے دودھ آیا ہم نے پی لیا۔ اس کے بعد بادل ہٹ گیا اور سورج دکھائی دیا۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اس کے عوض ایک دن قضا کریں گے۔ اسے حضرت عمر نے سنا تو فرمایا۔ ہم قضا نہیں کریں گے۔ ہم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ مگر اس روایت کو محدثین نے غلط کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسری اور بہت سی روایتیں آئی ہیں جن میں انھوں نے قضا کا حکم دیا ہے۔ یہ روایت اس کے مخالف ہے، اس روایت میں ارسال بھی ہے۔

افطار کی طرح سحری میں بھی اختلاف ہے۔ اگر سحری کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ صبح صادق طلوع کر آئی تھی۔ تو چاروں ائمہ اور جمہور کے یہاں یہی حکم ہے کہ پورے دن روزے دار کی طرح رہے اور اس کے عوض ایک روزہ رکھے۔ البتہ امام اسحٰق نے کہا کہ قضا واجب نہیں۔ البتہ پسندیدہ ہے۔

قال معمر: یہ معمر بن راشد ازدی حرانی بصری ہیں۔ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے موصولا روایت کیا ہے

تشریحات ۶۷۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور امام بغوی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے پوری تعلیق یہ ہے کہ۔ ایک شخص نے رمضان میں شراب پی لی۔ جب اسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو پھسل گیا اس پر حضرت عمر نے فرمایا۔ تیرے لئے خرابی ہو اور ہمارے بچے روزے سے ہیں پھر اس کو اسّی کوڑے مارے اور شام جلاوطن کر دیا۔

تشریحات ۱۱۵۳ اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے ابتدا میں عاشورے کا روزہ فرض تھا۔ بچے جب روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں تو ان کو روزہ رکھنے کا حکم دینا چاہئے تاکہ مشق رہے۔ بچوں کا دل بہلانے کے لئے انھیں کھلونے دینا جائز اور اسی طرح بنانا بھی۔ بشرطیکہ کسی جاندار کی تصویر نہ ہو۔

فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَتْ فَكُنَّا نَصُومُهُ

دن روزہ دار کی طرح رہے۔ اور جس نے صبح اس حال میں کی ہے کہ وہ روزہ دار ہے تو

بَعْدُ وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَا

وہ روزے سے رہے۔ اس کے بعد ہم عاشورے کا روزہ رکھتے تھے اور بچوں سے رکھاتے تھے اور

أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذَالِكَ حَتّٰى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ

ان کے لئے اون کا کھلونا بنا دیتے جب کوئی کھانے کے لئے روتا تو وہ کھلونا اسے دیدیتے

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْعِهْنُ الصُّوفُ ع۵

یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔ ابو عبد اللہ بخاری نے فرمایا۔ عہن۔ اون ہے۔

بَابُ الْوِصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صَوْمٌ لِقَوْلِهِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۲۶۳

صوم وصال اور اس کا بیان کہ رات میں روزہ نہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا، پھر تم لوگ رات تک روزے پورے کرو۔

۳۷۳ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحْمَةً لَهُمْ وَإِبْقَاءً عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ التَّعَمُّقِ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں پر مہربانی اور انھیں باقی رکھنے کیلئے صوم وصال سے منع فرمایا۔ اور تعمق ناپسند ہے۔

توضیح صوم وصال پر گفتگو ہو چکی ہے۔ روزے کا وقت صرف دن ہے۔ رات میں روزہ نہیں۔ اس لئے کہ اس آیت کریمہ میں الی اللیل۔ امتداد حکم کے لئے ہے۔ اور اس صورت میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ غایت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک اسقاط کے لئے دوسرے امتداد کے لئے۔ اسقاط کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر غایت مذکور نہ ہوتی تو حکم اور آگے تک کو شامل ہوتا جیسے آیت وضو میں الی المرافق ہے۔ اگر یہ مذکور نہ ہوتا تو مونڈھوں تک ہاتھ دھونا فرض ہوتا۔ اس لئے کہ ید۔ ہاتھ باعتبار لغت اسے شامل ہے۔ مگر الی المرافق، فرمانے نے دھونے کے حکم سے کہنیوں کے اوپر کے حصے کو ساقط کر دیا۔ غایت اسقاط میں غایت مغیا میں داخل ہوتی ہے۔

غایت امتداد کا مطلب یہ ہے کہ اگر غایت مذکور نہ ہوتی تو حکم وہاں تک دراز نہ ہوتا۔ جیسے یہ روزے کی آیت ہے۔ کیونکہ صوم۔ کے معنی لغت میں کھانے پینے جماع سے مطلقاً رکنے کے ہیں۔ جو تھوڑی دیر رکنے پر بھی صادق، اسلئے اگر الی اللیل نہ فرمایا گیا ہوتا تو پورے دن کا روزہ فرض نہ ہوتا۔ الی اللیل فرمانے سے حکم ممتد ہو کر پورے دن کو شامل ہو گیا۔ غایت امتداد میں غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی، اسلئے رات میں روزہ نہیں۔ اس کی اور بھی تقریریں ہیں جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

ع۵ مسلم الصیام۔

۱۱۵۴ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا قَالُوْا اِنَّكَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ قَالَ اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى اَوْ اِنِّيْ اَبِيْتُ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى ؏

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا صوم وصال مت رکھو۔ لوگوں نے عرض کیا حضور رکھتے ہیں تو فرمایا میں تم میں سے کسی کے مثل نہیں مجھے کھلایا جاتا ہے پلایا جاتا ہے یا یہ فرمایا میں رات گزارتا ہوں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے

۱۱۵۵ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوْا فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّيْ اَبِيْتُ لِيْ مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِيْ وَسَاقٍ يَسْقِيْنِيْ ؏

حدیث حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا صوم وصال مت رکھو اور جو صوم وصال رکھنا چاہے وہ سحری تک رکھے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور صوم وصال رکھتے ہیں۔ ارشاد فرمایا میں تمھارے مثل نہیں ہوں میں رات گزارتا ہوں میرے لئے کھلانیوالا ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلانیوالا ہے جو مجھے پلاتا ہے۔

۱۱۵۶ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

۳۷۳ تشریحات یہ بھی باب ہی کے اجزا ہیں۔ پہلا حصہ حدیث سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صوم وصال سے لوگوں پر مہربانی کیوجہ سے منع فرمایا۔ نیز ابوداؤد[۵۲] میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سینگی لگوانے اور مواصلت یعنی صوم وصال سے منع فرمایا۔ اور ان دونوں کو صرف اسوجہ سے حرام فرمایا کہ صحابہ کی قوت باقی رہے۔

دوسرا حصہ بھی حدیث ہی سے ماخوذ ہے۔ بخاری[۵۳] ہی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر مہینہ دراز ہوجاتا تو بھی صوم وصال رکھتا اتنا کہ تعمق کرنیوالے اپنا تعمق چھوڑ دیتے۔ تعمق سے مراد یہ ہے کہ انسان جس کا مکلف نہیں۔ اس کو بتکلف و بمشقت کرے۔

؏ ثانی تمنی۔ باب ما یجوز من اللوص ۱۰۷۵ مسلم الصیام ص ۳۵۱ ؏ ایضا باب الوصال الی السحر ص ۲۶۴
[۵۲] اول الصیام۔ باب فی الرخصۃ ص ۳۲۳ [۵۳] ثانی تمنی۔ باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵

عَنۡہَا قَالَتۡ نَہٰی رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عَنِ الۡوِصَالِ

نے صحابہ پر مہربانی کی بنا پر انھیں صوم وصال سے منع فرمایا لوگوں نے عرض کیا حضور صوم وصال

رَحۡمَۃً لَّہُمۡ۔ فَقَالُوۡا اِنَّکَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیۡ لَسۡتُ کَہَیۡئَتِکُمۡ اِنِّیۡ یُطۡعِمُنِیۡ

رکھتے ہیں فرمایا میں تمھارے جیسا نہیں مجھے

رَبِّیۡ وَیَسۡقِیۡنِیۡ ع۵

میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

۱۱۵۴ تشریحات تکمیل:- یہی حدیث بخاری جلد ثانی کتاب التمنی میں مفصل یوں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخیر مہینے میں صوم وصال رکھا اور لوگوں نے بھی رکھا۔ یہ خبر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا۔ اگر مہینہ دراز ہو جاتا تو میں اتنا صوم وصال رکھتا کہ متعمقین اپنے تعمق کو چھوڑ دیتے۔ میں تم جیسا نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

بَابُ التَّنۡکِیۡلِ لِمَنۡ اَکۡثَرَ الۡوِصَالَ ص۲۶۳ (صوم وصال رکھنے والے پر زجر)

۱۱۵۷ حدیث اَنَّ اَبَا ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ نَہٰی رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عَنِ الۡوِصَالِ فِی الصَّوۡمِ فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ مِّنَ

صوم وصال سے منع فرمایا ہے تو مسلمانوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ

الۡمُسۡلِمِیۡنَ اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَیُّکُمۡ مِثۡلِیۡ اِنِّیۡ اَبِیۡتُ یُطۡعِمُنِیۡ

حضور صوم وصال رکھتے ہیں؟ اس پر ارشاد فرمایا تم میں کون میرے مثل ہے میں

۱۱۵۵ تا ۱۱۵۸ تشریحات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث جو مسند امام احمد میں ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں اِنِّیۡ لَسۡتُ مِثۡلَکُمۡ اَبِیۡتُ یُطۡعِمُنِیۡ رَبِّیۡ یَسۡقِیۡنِیۡ ۔ میں ہرگز تمھارے مثل نہیں ہوں۔ میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں ان صحابہ کرام سے مروی ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو سعید خدری، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ان احادیث میں حضرت ابن عمر کی حدیث میں ہے لست مثلکم حضرت انس کی حدیث میں ہے لست کاحد منکم حضرت ابو سعید اور حضرت ام المومنین کی حدیث

ع۵ مسلم اول الصیام ص ۲۵۶۔

رَبِّی وَیَسْقِیْنِی فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ یَّنْتَھُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِھِمْ یَوْمًا ثُمَّ

اس حالت میں رات بسر کرتا ہوں کہ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اب لوگ جب صوم وصال سے

رَاَوُا الْھِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُّکُمْ کَالتَّنْکِیْلِ لَھُمْ حِیْنَ اَبَوْا اَنْ

باز نہیں آئے تو ان کے ساتھ دو دن صوم وصال رکھا پھر لوگوں نے چاند دیکھ لیا تو فرمایا

یَّنْتَھُوْا عہ

اگر مہینہ اور ہوتا تو میں مزید صوم وصال رکھتا، یہ ارشاد ان پر عتاب کیلئے تھا کہ صوم وصال سے باز نہ رہے۔

۱۱۵۸ حدیث عَنْ ھَمَّامٍ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

ہمام سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا وہ نبی صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْوِصَالَ مَرَّتَیْنِ قِیْلَ اِنَّکَ تُوَاصِلُ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دو بار فرمایا۔ صوم وصال سے بچو! عرض کیا گیا حضور صوم وصال

قَالَ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ فَاکْلَفُوْا مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِیْقُوْنَ۔

رکھتے ہیں۔ فرمایا میں اس حالت میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اتنے ہی اعمال کی مشقت اٹھاؤ جتنے کی طاقت ہو۔

میں ہے۔ لست کھیئتکم۔ اور حضرت ابو ہریرہ کی حدیث میں۔ وایکم مثلی۔ یعنی میں تمھارے مثل نہیں تم میں سے کسی کے مثل نہیں۔ تمھاری طرح نہیں۔ تم میں کون میرے مثل ہے۔ یہ سب احادیث اس پر نص ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی بے مثل وبے نظیر ہیں۔ ما روشما کس گنتی میں ہیں۔ صحابہ کرام میں بھی کوئی حضور جیسا نہیں اور نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے یا ہمارے مثل ہیں۔ دونوں طرف سے مثلیت کی نفی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام آیات کی تفسیر میں جن میں یہ فرمایا گیا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ تمام مفسرین نے فرمایا کہ اس ارشاد کا حکم بطور تواضع دیا گیا ہے۔ اور وہ بھی صرف ظاہر صورت کے اعتبار سے یا صرف نوع بشر کا فرد ہونے کے اعتبار سے۔ ورنہ حقیقت وہ ہے جو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا ابا بکر لم یعلمنی حقیقۃ غیر ربی[۱] اے ابو بکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہیں جانا۔
حتی السحر: اس کا مطلب یہ ہے کہ افطار کے وقت کچھ کھالے یا پی لے۔ پھر رات بھر کچھ نہ کھائے پیئے یہاں تک کہ سحری کا وقت ہو جائے۔ اس وقت کچھ کھا پی لے۔ جیسا کہ ریاضت ومجاہدے میں سالکین کرتے ہیں کہ افطار کے وقت ایک گھونٹ پانی پی لیتے ہیں۔ اور اسی طرح سحری کے وقت بھی۔

عہ ثانی کتاب المحاربین باب کم التعزیر والادب ص ۱۰۱۲ التمنی باب ما یجوز من اللو ص ۱۰۷۵ الاعتصام باب ما یکرہ من التعمق ص ۱۰۸۴ مسلم الصیام ص ۳۵۲ موطا امام مالک الصیام ص ۹۸ [۱] مطالع المسرات

صوم وصال کے بارے میں پوری گفتگو باب برکۃ السحور میں گزر چکی ہے۔ اسی طرح یطعمنی ویسقینی پر بھی۔

بَابُ مَنْ اَقْسَمَ عَلٰى اَخِيْهِ لِيُفْطِرَ فِي التَّطَوُّعِ وَلَمْ يَرَ عَلَيْهِ قَضَاءً اِذَا كَانَ اَوْفَقَ لَهُ ص۲۶۴

جس نے نفل روزے میں اپنے بھائی کو قسم دلائی کہ توڑ دے جبکہ یہ اسکے حال کے زیادہ لائق ہو اور اس صورت میں اس پر قضا بھی واجب نہیں جانتا۔

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نفل روزہ رکھے ہوئے ہے۔ پھر کسی نے اسے قسم دلائی کہ روزہ توڑ دے اور روزہ توڑنا اس کے حال کے لائق ہو تو وہ روزہ توڑ دے۔ اور اس پر قضا بھی نہیں۔ مثلاً وہ کمزور ہے۔ روزے سے مزید ضعف کا اندیشہ ہے۔ رہ گیا یہ۔ واقعی اس پر قضا ہے یا نہیں۔ اس پر مفصل گفتگو آگے آرہی ہے ایک روایت میں اوفق کے بجائے ارفق ہے۔ دونوں صحیح ہیں۔

۱۱۵۹ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِيْ جُحَيْفَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اٰخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمان اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ وَاَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى

ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا سلمان ایک بار

اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا مَا شَاْنُكِ قَالَتْ اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ

ابو الدرداء سے ملاقات کے لئے آئے تو ام الدرداء کو خستہ حالت میں دیکھکر پوچھا تمھارا کیا حال ہے

تشریحات ۱۱۵۹ مطابقت :۔ باب میں یہ ہے۔ جو اپنے بھائی کو قسم دلائے۔ اس حدیث میں قسم دلانے کا ذکرہ نہیں۔ علامہ ابن حجر نے یہ تعقب فرمایا۔ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا۔ کہ بزار ابن خزیمہ، دارقطنی، طبرانی میں ابن حبان نے امام بخاری کے شیخ محمد بن بشار ہی سے اس حدیث کی جو روایت کی ہے۔ اس میں یہ قسم ہے۔ الفاظ کریمہ یہ ہیں۔ اقسمت علیك لتفطر معی۔ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے ساتھ روزہ کھولدو۔ اور امام بخاری کی یہ عادت معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب کے ضمن میں حدیث کا وہ متن ذکر کرتے ہیں۔ جس سے باب کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر وہی حدیث دوسرے طرق سے ایسے متن کے ساتھ مروی ہے جس سے باب ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس کا بھی احتمال ہے کہ یہاں قسم محذوف ہو۔ جیسے آیہ کریمہ۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ میں ہے۔ اس پر قرینۂ عقلیہ یہ ہے کہ ایسے عبادت کے شوقین صحابی آسانی سے روزہ نہیں توڑ سکتے تھے۔ جبتک ان پر ایسا دباؤ نہ پڑا ہو جس سے

لَهٗ حَاجَةٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ

انھوں نے کہا تمھارے بھائی کو دنیا کی کوئی رغبت نہیں ابوالدرداء آئے تو انھوں نے سلمان کیلئے کھانا تیار کیا

صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِآکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ

تو سلمان سے کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں سلمان نے کہا جبتک تم نہیں کھاؤگے میں بھی نہیں کھاؤنگا

یَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَهَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ

تو ابوالدرداء نے کھایا جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نے چاہا کہ نماز پڑھوں تو سلمان نے کہا سو جاؤ

وہ مجبور ہو گئے ہوں۔

کل فانی صائم :۔ بخاری کی اس روایت کا حاصل یہ نکلا کہ حضرت ابوالدرداء نے حضرت سلمان سے کہا کھاؤ میں روزے سے ہوں۔ اور یہی ترمذی میں بھی ہے۔ مگر ابوذر کی روایت یہ ہے۔ فقال کل قال انی صائم سلمان نے ابوالدرداء سے کہا کھاؤ تو ابوالدرداء نے کہا، میں روزے سے ہوں۔

آخر اللیل :۔ ترمذی میں ہے۔ عند الصبح۔ یعنی جب صبح قریب ہوگئی۔ تو فرمایا۔ اب اٹھو اور نماز پڑھو۔ ترمذی میں یہ بھی زائد ہے۔ لضیفك علیك حق۔ تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے۔ دارقطنی میں یہ بھی ہے۔ فصُم وَافطر وصل وَنم وَایتِ اهلك۔ روزہ رکھو اور بے روزہ بھی رہو نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی اور اپنی اہل کے پاس جاؤ بھی۔

قضا ہے : نفل روزہ رکھکر اگر توڑ دے تو قضا ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس پر بہر حال اس کی قضا واجب ہے۔ ہماری دلیل یہ آیہ کریمہ ہے کہ ارشاد فرمایا:۔

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ (سورہ محمد آیت ۳۳) اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔

کوئی بھی عمل شروع کرنے کے بعد اسے پورا کرنا واجب ہے۔ اور اسے نامکمل چھوڑنا چونکہ اس کے برباد کرنے کے مرادف ہے اس لئے نامکمل چھوڑنا گناہ ہوا۔ مگر عذر رافع اثم ہے۔ لیکن جو نامکمل چھوڑا ہے اس کی تکمیل عذر ختم ہونے کے بعد ضروری ہے۔ اور یہی قضا ہے۔ اس بارے میں متعدد احادیث بھی وارد ہیں۔ امام ترمذی[1] نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ میں اور حفصہ دونوں روزے سے تھیں۔ ہمیں کھانا پیش کیا گیا ہمیں اس کی اشتہا بھی تھی۔ ہم نے اسے کھا لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندر تشریف لائے تو حفصہ نے مجھ پر سبقت کی۔ وہ اپنے باپ کی بیٹی تھی۔ اور قصہ عرض کر دیا تو فرمایا۔ اس کی جگہ دوسرا روزہ قضا رکھو۔ امام ترمذی نے فرمایا۔ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ نیز ابوداؤد[2] اور نسائی[3] میں بھی یہ حدیث تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔ اس حدیث پر امام ترمذی اور امام بخاری نے جو جرحیں کی ہیں۔ ان سب کے جوابات علامہ بدر الدین عینی نے دئے ہیں۔

[1] اول الصوم باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیه ص ۹۲ [2] اول الصوم باب من رای علیه القضاء ص ۳۳۳
[3] عمدة القاری حادی عشر ص ۷۷

قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ

تو وہ سو گئے۔ اس کے بعد پھر چاہا کہ نماز پڑھیں سلمان نے کہا سو جاؤ جب رات کا آخری حصہ

حَقًّا وَّلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّلِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَاَعْطِ كُلَّ ذِيْ حَقٍّ

ہوا تو سلمان نے کہا اب نماز پڑھو اس کے بعد دونوں نے نماز پڑھی سلمان نے ان سے کہا بیشک

حَقَّهُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ

تمہارے رب کا تم پر حق ہے تمہارے نفس کا تم پر حق ہے تمہارے اہل کا تم پر حق ہے ہر حق والے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ عہ

کو اس کا حق دو۔ اسکے بعد ابو الدرداء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سب بیان کیا۔ تو فرمایا سلمان نے سچ کہا

یہ حدیث متصل اور کم از کم حسن ضرور ہے۔

اس حدیث پر ایک طعن یہ تھا کہ یہ منقطع ہے۔ امام زہری نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے بیچ کے راوی کا نام نہیں لیا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ کچھ طرق میں ایسا ہی ہے مگر بہت سے طرق میں یہ متصل ہے چنانچہ امام زہری سے۔ جعفر بن برقان، سفیان بن حسین، محمد بن حفصہ، صالح بن ابی الاخضر، اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ، صالح بن کیسان، اور حجاج بن ارطاط، ان کے ساتھ ان کے تلامذہ نے عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اسے روایت کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام طحاوی نے، بطریق عائشہ بنت طلحہ عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کیا ہے۔

ام المومنین فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے حضور کے لئے حیس چھپا کر رکھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ میں نے روزے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن اسے قریب لاؤ۔ میں عنقریب اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھوں گا لے

امام نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حفصہ اور عائشہ کے پاس اندر تشریف لائے۔ وہ دونوں روزے سے تھیں پھر باہر تشریف لے گئے۔ دوبارہ اندر آئے تو دونوں کھا رہی تھیں، فرمایا کیا تم دونوں روزے سے نہیں تھیں۔ دونوں نے عرض کیا۔ تھیں۔ لیکن ہمارے پاس کھانا ہدیہ میں آیا اور ہمیں پسند آیا تو ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ فرمایا اس کی جگہ ایک اور روزہ رکھ لینا ہے

امام عقیلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ اور حفصہ کیلئے ہدیہ آیا وہ روزے

عہ ایضاً ثانی الادب۔ باب الاخاء والحلف تعلیقاً الجزء الاول ص ۸۹۸ باب صنع الطعام والتکلف للضیف ص ۹۰۶ ترمذی ثانی الزہد ص ۶۳ لے شرح معانی الآثار جلد اول۔ الصوم باب الرجل یدخل فی الصیام تطوعاً ثم یفطر ص ۳۰۰

ہے عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۷۸

باب صوم شعبان ص ۲۶۴ شعبان کے روزے کا بیان

۱۱۶۰ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

سے تھیں۔ پھر اس میں سے کھالیا۔ اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو فرمایا اسکی جگہ ایک دن قضا رکھنا ۔[1]

امام دارقطنی نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ انھوں نے ایک دن نفل روزہ رکھا۔ پھر توڑ دیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ ایک دن اس کی جگہ قضا رکھیں ۔[2]

نیز امام دارقطنی نے حضرت محمد بن منکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صحابی نے کھانا تیار کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو مدعو کیا۔ جب کھانا لایا گیا تو ان میں سے ایک صاحب کنارے ہٹ گئے، ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا، میں روزے سے ہوں۔ تو فرمایا، تیرے بھائی نے تیرے لئے تکلف کرکے کھانا تیار کیا اور تو کہتا ہے میں روزے سے ہوں۔ کھا اور اسکی جگہ ایک روزہ رکھ لینا ۔[3]

ان احادیث پر کچھ جرحیں کی گئی ہیں جن کے مدلل ومفصل جوابات علامہ بدرالدین محمود عینی نے دیئے ہیں۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام میں سے حضرت فاروق اعظم، حضرت ابن عباس، حضرت صدیق اکبر، حضرت علی، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور دوسرے صحابہ کرام کا مذہب یہی تھا کہ نفل روزہ رکھنے کے بعد توڑ دینے پر قضا ہے۔

امام ابو بکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری و مسلم نے انس بن سیرین سے روایت کیا کہ وہ عرفہ کے دن روزے سے تھے۔ انھیں شدید پیاس لگی تو روزہ توڑ دیا۔ پھر انھوں نے متعدد صحابہ کرام سے فتویٰ پوچھا تو سب نے انھیں حکم دیا کہ اس کی جگہ ایک دن روزہ قضا رکھیں ۔[4]

تشریحات ۱۱۶۰ اس باب سے امام بخاری نفل روزوں کا بیان شروع فرماتے ہیں۔ رمضان کے ساتھ اتصال کیوجہ سے سب سے پہلے شعبان کے روزوں کا تذکرہ فرمایا۔ یوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے مہینے میں بھی بکثرت روزے رکھتے تھے۔ مگر بہ نسبت اور مہینوں کے شعبان میں زیادہ روزے رکھتے تھے

---

[1] ایضا ص ۷۸ [2] ایضا ص ۷۸-۷۹ [3] ایضا ص ۷۹

[4] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۷۹۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا یُفْطِرُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی نَقُوْلَ لَا

علیہ وسلم روزہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ روزہ نہیں چھوڑیں گے اور روزہ رکھنا چھوڑ دیتے

یَصُوْمُ وَمَا رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَکْمَلَ صِیَامَ

یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب روزہ نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو

شَھْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَیْتُہٗ اَکْثَرَ صِیَامًا مِّنْہُ فِیْ شَعْبَانَ ع۰

رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینہ روزہ رکھتے اور شعبان سے زیادہ کسی مہینے میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا۔

یہاں تک کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی روایت آئی ہے۔ کہ پورے شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے۔

ابوداؤد میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال کے کسی مہینے میں پورے مہینہ روزہ نہیں رکھتے۔ سوائے شعبان کے جسے رمضان سے ملاتے [۱]
نیز انھیں سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سوائے شعبان و رمضان کے دو مہینے مسلسل روزہ رکھتے نہیں دیکھا [۲]
بظاہر یہ حدیثیں بخاری کی اس حدیث کے معارض ہیں۔ شارحین نے اسکی توجیہ میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ شعبان میں اکثر دنوں میں روزہ رکھتے تھے۔ اسے تغلیباً کل سے تعبیر کر دیا۔ جیسے کہتے ہیں "فلاں نے پوری رات عبادت کی" جبکہ اس رات میں کھانا بھی کھایا ہو اور ضروریات سے فراغت بھی کی ہو یہاں تغلیباً اکثر کو کل کہہ دیا اسی طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں اکثر کو کل سے تعبیر کر دیا۔ اس کی مؤید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعبان میں روزہ رکھتے تھے مگر تھوڑے نہیں بلکہ پورے شعبان میں روزہ رکھتے تھے۔

شعبان میں کثرت صوم کا سبب رکھ پاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ روزہ رکھتے

(۲) اس ماہ میں اعمال اللہ عزوجل کے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ حضور کے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ وہ روزے دار ہوں۔ امام نسائی نے حضرت اسامہ سے روایت کی کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ میں حضور کو دیکھ رہا ہوں کہ کسی مہینے میں اتنا روزہ نہیں رکھتے جتنا شعبان میں رکھتے ہیں۔ فرمایا یہ وہ مہینہ ہے جسمیں اعمال رب العلمین کی بارگاہ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس

ع۰ مسلم ابوداؤد الصوم۔ ترمذی شمائل۔ [۱] جلد اول الصوم باب من یصل شعبان برمضان ص ۳۱۹ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۱ [۲] ترمذی جلد اول الصوم باب وصال شعبان برمضان ص ۹۲ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۱۔ [۳] ابوداؤد اول الصوم باب کیف کان یصوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۳۱۔

حال میں پیش ہو کہ میں روزے سے رہوں ۔ ۱

(۳) اس مہینے میں سال کے اندر مرنے والوں کے نام ملک الموت لکھ لیا کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا، مجھے یہ پسند ہے کہ میری وفات اس حال میں لکھی جائے کہ میں روزے کی حالت میں رہوں۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور کیا بات ہے کہ آپ اس مہینے میں زیادہ روزہ رکھتے ہیں۔ فرمایا اے عائشہ! یہ وہ مہینہ ہے جسمیں ملک الموت ان لوگوں کا نام لکھتے ہیں جو وفات پانے والے ہیں۔ اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام اس حال میں لکھا جائے کہ میں روزے سے رہوں ۲

(۴) رمضان کی تعظیم کے لئے جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے بعد کون سا روزہ افضل ہے۔ فرمایا شعبان کا رمضان کی تعظیم کیلئے ۳۔

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہے۔ مگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے بعض مہینوں میں نہیں رکھ پاتے تو ان سب کو شعبان میں رکھتے تھے۔

(۶) ان خصوصیات کے باوجود عوام اس سے غافل تھے۔ کثرت سے روزہ رکھنے سے مقصود یہ تھا کہ لوگ آگاہ ہو جائیں۔

شب برأت اسی مبارک مہینے کی پندرہویں شب، شب برأت ہے۔ اس رات اللہ عز وجل دنیا والوں پر تجلی خاص فرماتا ہے اور بندوں کو خطاب فرماتا ہے۔ انھیں منہ مانگی مرادیں دیتا ہے۔ اس رات کے فضائل احادیث میں بکثرت آئے ہیں۔

حدیث اول: ۔ امام ترمذی ۴ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے حضور کو بستر پر نہیں پایا تو تلاش کے لئے نکلی، حضور کو بقیع میں پایا۔ فرمایا کیا تجھے یہ اندیشہ تھا کہ تجھ پر اللہ اور اس کے رسول ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں نے گمان کیا کہ حضور اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ فرمایا اللہ عز وجل شعبان کی پندرہویں شب میں آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے۔ اور بنی کلب کی بھیڑوں اور بکریوں کے بال سے زیادہ لوگوں کی مغفرت فرماتا ہے۔

حدیث دوم: ۔ امام نسائی ۵ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ میری باری کی رات تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے۔ اور اپنی نعلین اپنے پاؤں کے پاس رکھی اور اپنی چادر کے کنارے کو اپنے بچھونے پر پھیلا دیا اتنی دیر رکے کہ گمان فرمایا کہ میں سو گئی۔ اس کے بعد اپنی نعلین کو آہستگی سے پہنا اور اپنی چادر آہستگی سے لیا پھر دروازے کو آہستگی سے کھولا اور آہستہ باہر تشریف لے گئے اور میں نے اپنا کرتا پہنا اور اوڑھنی اوڑھ لی اور حضور کے پیچھے چلی یہاں تک کہ حضور بقیع میں تشریف لائے تو اپنے ہاتھ کو تین بار اٹھایا اور دیر تک وہاں ٹھہرے اس کے بعد مڑے تو میں بھی مڑی۔ حضور تیزی سے چلے تو میں بھی تیزی سے چلی۔ پھر حضور دوڑے پھر اس کے بعد پوری قوت سے دوڑے، میں بھی پوری قوت سے دوڑی۔ اور حضور سے آگے آگئی اور حجرے

---

۱ نسائی اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۲ ۲ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۸۳ ۳ ترمذی اول۔ زکوۃ باب فضل الصدقۃ ص ۸۲ ۴ اول الصوم باب لیلۃ النصف من شعبان ص ۹۲ ۵ جلد اول جنائز باب الامر بالاستغفار للمومنین ۔ ص ۲۸۶

کے اندر چلی گئی۔ میں لیٹی ہی تھی کہ حضور بھی اندر تشریف لائے اور فرمایا کیا بات ہے عائشہ کہ ہانپ رہی ہو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں فرمایا۔ تو نے مجھے نہیں بتایا تو لطیف و خبیر مجھے ضرور بتائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان۔ اس کے بعد میں نے حضور کو پورا واقعہ سنایا۔ ارشاد فرمایا۔ تو ہی وہ شخص تھی جس کو میں نے اپنے آگے دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ جی۔ حضور نے میرے سینے پر ہتھیلی سے ایسا مارا کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر فرمایا۔ تو نے یہ گمان کیا کہ تجھ پر اللہ اور اس کے رسول ظلم کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ کہاں تک لوگ چھپائیں گے بیشک اسے اللہ نے جان لیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میری خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب تو نے دیکھا تھا۔ اور اندر نہیں آئے۔ کیونکہ تم اپنے کپڑے اتار چکی تھی۔ انھوں نے مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا۔ میں نے ان کو جواب دیا اور تجھ سے چھپایا۔ میں نے گمان کیا کہ تم سو چکی ہو اور تجھے جگانا پسند نہیں کیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تو وحشت میں پڑیگی۔ جبریل نے مجھے حکم دیا کہ میں بقیع جاؤں اور ان کے لئے استغفار کروں۔ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! کیا کہوں۔ فرمایا یوں کہہ السلام علی اھل الدیار من المومنین والمسلمین و یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔ ابن ماجہ[۵۱] میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب شعبان کی پندرہویں رات آجائے تو اس رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ رب تبارک وتعالیٰ غروب آفتاب سے آسمان دنیا پر اپنی تجلی فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخشدوں۔ ہے کوئی روزی طلب کرنے والا کہ اسے روزی دوں۔ ہے کوئی مبتلا کہ اسے عافیت دوں۔ ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا۔ یہ اس وقت تک فرماتا ہے کہ فجر طلوع ہو جائے۔ امام بیہقی[۵۲] نے کتاب الادعیہ میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے روایت کیا۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ حضور نے مجھ سے پوچھا۔ کچھ جانتی ہو۔ اس رات میں کیا ہے؟ ام المومنین نے عرض کیا۔ کیا ہے اسمیں یا رسول اللہ؟ فرمایا اس رات میں یہ ہے کہ اس سال جتنے بچے پیدا ہونے والے ہوتے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں۔ اور اس سال جتنے مرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں اور اس میں ان کے اعمال اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ اسی رات میں انکی روزیاں اترتی ہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شب برأت ایک مقدس اور بابرکت رات ہے۔ یہ رات عبادت میں گزارنی چاہئے۔ اور اس کے دن میں روزہ رکھنا چاہئے۔ اور رات میں زیارت قبور کرنی چاہئے اور اللہ عزوجل سے اپنی نیک و جائز مرادیں مانگنی چاہئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے بیہقی میں یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبریل آئے اور کہا یہ شعبان کی پندرہویں رات ہے۔ اسمیں اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنوں کو آزاد فرماتا ہے۔ جتنے بنی کلب کی بکریوں اور بھیڑوں کے بال ہیں۔ مگر کافر اور مسلمان سے عداوت رکھنے والے اور رشتہ کاٹنے والے اور کپڑا لٹکانے والے اور والدین کی نافرمانی کرنیوالے اور شراب پینے کی عادت رکھنے والے کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا۔ امام احمد نے اپنی مسند[۵۳] میں حضرت ابن عمر

---

۵۱ الصلوٰۃ باب فی لیلۃ النصف من شعبان ص ۱۰۰ ۵۲ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۹۳-۹۴ ۵۳ مسند امام احمد ثانی ص ۱۷۶

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جو روایت کی ہے اس میں قاتل کا ذکر ہے [۱]

یہ بھی احادیث سے ثابت ہے کہ شب برات کو اور اسی طرح عید اور جمعہ اور عاشورہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر آکر کھڑی ہوتی ہیں اور کہتی ہیں — ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے۔ ہے کوئی کہ ہماری غربت کو یاد دلائے [۲]

حلوائے شب برأت

مسلمانوں میں قدیم سے یہ رواج ہے کہ شب برات کو حلوا بناتے ہیں۔ اسمیں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ مستحسن ہے۔ دو وجہ سے۔ اول یہ کہ یہ ایک خاص برکت والی رات ہے جو اللہ کی نعمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلك فليفرحوا [۳] فرمادو اللہ کے فضل اور اسکی رحمت پر خوشی مناؤ۔

خوشی منانے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ عمدہ عمدہ کھانے کھائے اور کھلائیں اور میٹھی غذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یحب العسل والحلوی [۴] رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیز پسند فرماتے تھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ابھی گزرا۔ مردوں کی روحیں شب برات کو دروازوں پر آکر سوال کرتی ہیں ان کے ایصال ثواب کے لئے فقراء و مساکین کو حلوہ کھلانے میں زیادہ ثواب ہے کیونکہ کھانا جتنا لذیذ اور عمدہ ہوگا ثواب اتنا ہی زیادہ ملیگا۔

شب برأت کی روشنی

مسلمانوں میں یہ بھی رواج ہے کہ شب برأت اور دوسری مقدس راتوں میں چراغاں کرتے ہیں۔ یہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس رحمت والی رات کے ملنے پر خوشی منانے کی نشانی ہے۔ دوسرے اس رات کی عظمت کا اظہار ہے اور قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (الحج۔ ۳۰) اور جو اللہ کی محترم بنائی ہوئی چیزوں کی تعظیم کرے وہ اسکے لئے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے۔

احادیث پہلے گزر چکیں کہ شب برأت بہت محترم و مقدس رات ہے اس کے لئے روشنی کرنا اسکی تعظیم ہے اسلئے یہ اللہ کے حضور بہتر ہے۔

مسائل

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شعبان میں جسے قوت ہو وہ زیادہ سے زیادہ روزہ رکھے۔ البتہ جو کمزور ہو وہ روزہ نہ رکھے کیونکہ اس سے رمضان کے روزوں پر اثر پڑے گا۔ یہی محمل ہے ان احادیث کا جنمیں فرمایا گیا کہ نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھو۔

---

[۱] بہار شریعت حصہ پنجم ص ۱۴۳ [۲] فتاوی رضویہ جلد چہارم ص ۲۳۳ بحوالہ خزانۃ الروایات وکنز العباد وکشف الغطاء [۳] سورہ یونس آیت ۵۸ سورہ نمبر ۱۰ [۴] بخاری ثانی۔ الاطعمۃ۔ باب الحلوی والعسل ص ۸۱۷۔

۱۱۶۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّ عَائِشَۃَ حَدَّثَتْہُ قَالَتْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُ شَھْرًا اَکْثَرَ مِنْ شَعْبَانَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَصُوْمُ شَعْبَانَ کُلَّہٗ وَکَانَ یَقُوْلُ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِیْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَمَلُّ حَتّٰی تَمَلُّوْا وَاَحَبُّ الصَّلٰوۃِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا دِیْمَ عَلَیْہِ وَاِنْ قَلَّتْ وَکَانَ اِذَا صَلّٰی صَلٰوۃً دَاوَمَ عَلَیْھَا ع۵

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ حضور پورے شعبان میں روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے اتنا عمل اختیار کرو جتنے کی طاقت رکھتے ہو اس لئے کہ اللہ اکتا نہیں سکتا ہاں تم لوگ تھک جاؤ گے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ وہ نماز پسند تھی جس پر مداومت ہو اگرچہ تھوڑی ہو اور جب نماز پڑھتے تو ناغہ نہیں فرماتے۔

تشریحات ۱۱۶۱ کلہ۔ گزر چکا کہ اس سے مراد اکثر مہینہ ہے۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی وارد ہے۔ کان یصوم شعبان اوعامۃ شعبان۔ اور بعض میں یہ لفظ وارد ہے۔ کان یصومہ کلہ الا قلیلا۔ یعنی شعبان یا اکثر شعبان میں روزہ رکھتے۔ پورے شعبان میں روزہ رکھتے مگر تھوڑے دن۔ یمل۔ اس کا مصدر "ملال" ہے۔ جس کے معنی اکتانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر یہ محال ہے۔ یہاں اس کے لازمی معنی مراد ہیں۔ اکتانے والا کام چھوڑ دیتا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کا ثواب روکے گا نہیں۔ نہ اس کے خزانے میں کمی ہے اور نہ وہ عاجز ہے۔ اور نہ بخیل۔ مادیم علیہ یعنی یہ زیادہ پسند نہیں۔ کہ کبھی کبھار خوب نمازیں پڑھی جائیں پھر چھوڑ دی جائیں۔ یا اس میں کمی کر دی جائے بلکہ چاہئے یہ کہ انسان اپنی طاقت بھر اور مصروفیات کا لحاظ کر کے نفل نماز اور روزہ یا کوئی بھی کار خیر، ذکر، ورد، وظیفہ اتنی مقدار میں کرے جسے بلا ناغہ پابندی کے ساتھ ادا کر سکے اس سے معلوم ہوا کہ نفل کام پر پابندی اللہ عز وجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ اسی سے وہابیوں کے اس زعم فاسد کا رد ہو گیا۔ جو وہ کہتے ہیں کہ میلاد فاتحہ وغیرہ چونکہ بلا ناغہ لوگ پابندی سے کرتے ہیں اس لئے وہ حرام و گناہ۔ البتہ کسی مستحب کام کو واجب سمجھنا جائز نہیں یہ ایک الگ بات ہے کوئی مسلمان میلاد، قیام، نیاز فاتحہ، عرس وغیرہ کو واجب نہیں جانتا۔ سب مسلمان اسے مستحب اور مستحسن جانتے ہیں البتہ کرتے ہیں پابندی کے ساتھ جو شارع کو پسند ہے۔

ع۵ مسلم۔ نسائی۔ الصوم

بَابُ مَا یُذْکَرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِفْطَارِہٖ [۲۶۴]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے رکھنے اور نہ رکھنے کے بارے میں جو ذکر کیا جاتا ہے۔

حدیث ۱۱۶۲ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ مَا صَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہْرًا کَامِلًا قَطُّ غَیْرَ رَمَضَانَ وَیَصُوْمُ حَتّٰی یَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰہِ لَا یُفْطِرُ وَیُفْطِرُ حَتّٰی یَقُوْلَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰہِ لَا یَصُوْمُ [عہ]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رمضان کے علاوہ کسی مہینے میں پورے مہینے روزہ نہیں رکھا اور روزہ رکھتے اتنا کہ کہنے والا کہتا بخدا انہیں چھوڑیں گے اور روزہ چھوڑ دیتے یہاں تک کہ کہنے والا کہتا۔ بخدا اب روزہ نہیں رکھیں گے۔

حدیث ۱۱۶۳ اَخْبَرَنَا حُمَیْدٌ قَالَ سَأَلْتُ اَنَسًا عَنْ صِیَامِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا کُنْتُ اُحِبُّ اَنْ اَرَاہُ مِنَ الشَّہْرِ صَائِمًا اِلَّا رَأَیْتُہٗ وَلَا مُفْطِرًا اِلَّا رَأَیْتُہٗ وَلَا مِنَ اللَّیْلِ قَائِمًا اِلَّا رَأَیْتُہٗ وَلَا نَائِمًا اِلَّا رَأَیْتُہٗ وَلَا مَسِسْتُ خَزَّۃً وَلَا حَرِیْرَۃً اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حمید نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا مہینہ میں جب میں چاہتا کہ حضور کو روزیدار دیکھوں تو روزے دار دیکھتا اور جب بے روزے کے دیکھنا چاہتا تو بے روزے کے دیکھتا اور رات میں جب نماز پڑھتے دیکھنا چاہتا تو نماز پڑھتے دیکھتا اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو سوتے ہوئے دیکھتا

تشریحات ۱۱۶۲، ۶۳ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ اور مہینوں میں روزے بھی رکھتے اور بغیر روزے کے بھی رہتے۔ اسی طرح رات میں سوتے بھی تھے اور تہجد بھی پڑھتے تھے۔ نہ یہ کرتے کہ مسلسل پورے پورے مہینے روزہ رہتے یا کسی مہینے بالکل روزہ نہ رکھتے۔ یا پوری رات سوتے یا پوری رات جاگتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی صوم دہر رکھا اور نہ رات رات بھر عبادت کی۔ تاکہ امت کے لئے آسانی ہو، اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی قوت رکھتے تھے کہ اگر مدۃ العمر روزہ رکھتے اور مدۃ العمر پوری پوری رات شب بیداری کرتے تو بھی حضور کے قویٰ پر کوئی اثر نہ پڑتا۔

عہ مسلم۔ الصوم۔ ترمذی۔ الشمائل۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ الصوم۔

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْکَۃً وَلَا عَنْبَرَۃً اَطْیَبُ رَائِحَۃً مِّنْ رَّائِحَۃِ
اور میں نے کسی ریشم یا کسی ریشمی کپڑے کو نہیں چھویا جو حضور کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ع۵
کسی مشک یا عنبر کو نہیں سونگھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ خوشبودار ہو۔

بَابُ حَقِّ الْجِسْمِ فِی الصَّوْمِ ص۲۶۵ روزے میں جسم کا حق

۱۱۶۴ حَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا
حدیث ابوسلمہ بن عبد الرحمن نے کہا مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ

قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اَلَمْ اُخْبَرْ
عنہما نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد اللہ! کیا مجھے

اَنَّکَ تَصُوْمُ النَّہَارَ وَتَقُوْمُ اللَّیْلَ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَلَا
یہ خبر نہیں دی گئی ہے کہ تم (ہمیشہ) دن میں روزے رکھتے ہو اور رات میں قیام کرتے ہو میں نے

۱۱۶۴ اس کے بعد والی روایت میں — ہر مہینے میں تین دن روزے کا حکم دینے کے بعد ہے — کہ ایک دن روزہ رکھو اور دو دن مت رکھو۔

تشریحات

زور — اصل میں مصدر تھا۔ اسم کی جگہ استعمال کیا جانے لگا۔ یہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، سب کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ زائر کی جمع ہے جیسے تاجر کی تجر۔ اس سے مراد خاص مہمان ہے یا ہر ملاقاتی۔ یعنی اگر کوئی مہمان آئے تو اس کے شایان شان اس کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کوئی ملاقات کے لئے آئے تو اس سے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرنا چاہئے اور اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ جسم کا حق یہ ہے کہ اسے حسب ضرورت بدل ما یتحلل کے لئے غذا دی جائے اور اسے آرام پہنچایا جائے۔ اور آنکھ کا حق یہ ہے کہ اسے بقدر ضرورت سونے کا موقع دیا جائے۔ اور بیوی کا حق یہ ہے کہ نان نفقہ کے ساتھ ساتھ اسکی جنسی خواہشات کا خیال رکھا جائے اور اسے پورا کیا جائے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھنا ایسا ہے کہ عمر بھر روزے دار رہا۔ اس لئے کہ ایک نیکی اللہ عز و جل کے یہاں دس گنی ہے۔ تو تین روزہ ایک مہینے کے برابر ہوگیا۔ ان تین روزوں سے یا تو ایام بیض

ع۵ بخاری اول التہجد باب قیام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باللیل ص ۱۵۳

تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِعَيْنِكَ

عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا اب ایسا مت کر۔ روزہ رکھ اور بے روزہ رہ رات کو قیام

عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَ

بھی کر اور سو و بھی۔ بیشک تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور بیشک تیری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے اور بیشک

اِنَّ بِحَسْبِكَ اَنْ تَصُوْمَ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ فَاِنَّ لَكَ بِكُلِّ حَسَنَةٍ

تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور بیشک تیرے ملاقاتیوں کا تجھ پر حق ہے اور تجھے یہ کافی ہے کہ ہر مہینے

عَشْرَ اَمْثَالِهَا فَاِذًا ذٰلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ فَشَدَّدْتُ عَلَيْهِ فَشُدِّدَ

تین دن روزہ رکھ لے کیونکہ ہر نیکی دس گنے تک ہے یہ صیام دہر ہو گیا میں نے حضور سے سختی

کے روزے مراد ہیں۔ یا مطلقا بلا تعیین کسی بھی تاریخ کے تین روزے مراد ہیں۔

جیساکہ مسلم[۱] میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معاذہ عدویہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے فرمایا ہاں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا۔ مہینہ کے کن دنوں میں؟ فرمایا۔ اس کی پروا نہیں کرتے تھے کہ کن دنوں میں روزہ رکھتے۔

اس بارے میں علماء کے دس اقوال ہیں۔ دو یہ۔ تیسرے۔ بارہ، تیرہ، چودہ۔ چوتھے۔ ابتدائی تین تاریخوں کے روزے۔ پانچویں، مہینہ کے پہلے شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ۔ پھر دوسرے مہینے میں پہلے سہ شنبہ، چہارشنبہ، پنجشنبہ کے روزے۔ چھٹے، ہر مہینہ کی اخیر تاریخوں کے روزے یعنی ستائیس، اٹھائیس، انتیس۔ ساتویں۔ دوشنبے، پنجشنبے پھر دوشنبے کے روزے۔ آٹھویں، ہر مہینہ کی پہلی، دسویں، بیسویں کے روزے۔ نویں، پہلی، گیارہویں، بیسویں، کے روزے۔ دسویں؛ ایام بیض کے روزے تو رکھے ہی، ان کے علاوہ کسی بھی تین دن اور روزے رکھے۔

امام مسلم نے بطریق حسین معلم۔ وان لزورك عليك حقا۔ کے بجائے۔ وان لولدك عليك حقا۔ یعنی تیری اولاد کا تجھ پر حق ہے۔ روایت کیا۔ نسائی میں اخیر میں یہ زیادہ ہے۔ اور یقینا تیری عمر زیادہ ہوگی۔

یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ تم معمر اور مسن ہو گے اس وقت پچھتاؤ گے۔ جیساکہ اس حدیث کے اخیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب بوڑھے ہو گئے تو حسرت کے ساتھ فرمایا کرتے۔ اے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت منظور کر لی ہوتی۔ اس کے بعد بطریق ابو العباس شاعر جو روایت ہے اس میں اخیر میں یہ زیادہ ہے۔

قَالَ كَانَ يَصُوْمُ يَوْمًا وَّيُفْطِرُ يَوْمًا وَّكَانَ حضور نے فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے

---

[۱] مسلم اول الصوم باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شہر ص ۳۶۷۔

عَلَيَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللّٰهِ

چاہی تو مجھ پر سختی کی گئی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں قوت پاتا ہوں فرمایا اللہ کے

دَاوٗدَ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ صِيَامُ نَبِيِّ اللّٰهِ دَاوٗدَ قَالَ

نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ اور اس پر زیادہ مت کر میں نے عرض کیا اللہ کے نبی داؤد

نِصْفُ الدَّهْرِ قَالَ فَكَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقُوْلُ بَعْدَ مَا كَبِرَ يَا لَيْتَنِيْ

علیہ السلام کا روزہ کیا تھا فرمایا آدھے زمانے کا۔ راوی حدیث نے کہا حضرت عبداللہ معمر ہونے

قَبِلْتُ رُخْصَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۶

کے بعد کہا کرتے تھے اے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رخصت قبول کر لی ہوتی۔

لَا يَفِرُّ إِذَا لَاقٰى قَالَ مَنْ لِيْ بِهٰذِهٖ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ قَالَ عَطَاءٌ لَا أَدْرِيْ كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ مَرَّتَيْنِ۔ ع۵

اور ایک دن چھوڑتے۔ اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو بھاگتے نہیں تھے۔ حضرت عبداللہ نے کہا۔ میرے لئے اس عادت کا کون کفیل ہوگا اے اللہ کے نبی۔ امام عطا نے کہا یہ تو مجھے یاد نہیں کہ اس موقع پر صیام ابد کا ذکر کیسے آیا مگر یہ یاد ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے روزہ نہیں رکھا۔ دوبار فرمایا۔

اس حدیث کے ایک راوی عباس مکی شاعر تھے۔ شعراء چونکہ عام طور پر مبالغہ کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ ان کی روایت معتبر نہ ہو اس کے ازالے کے لئے راوی نے یہ بھی کہا۔ وکان لا یتّھم فی الحدیث۔ اور وہ حدیث میں متہم نہیں تھے۔

وکان لا یفر۔ یعنی اس کے باوجود ایک دن کے ناغے کے بعد مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام میں کوئی ضعف نہیں پیدا ہوا۔

من لی بھذہ۔ یعنی میں اگر اس طرح روزہ رکھوں اور میرے اندر اتنا ضعف نہ پیدا ہو اور اتنی قوت باقی رہے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت بھڑ سکوں۔ اس کی ضمانت کون لے گا۔؟

قال عطاء۔ امام عطاء یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ تو مجھے یاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ مگر اس کا تذکرہ کیسے آیا یہ مجھے یاد نہیں۔ یہ ان کی حدیث کی روایت میں غایت احتیاط ہے۔

ع۵ ایضا باب صوم الدھر ص ۲۶۵ - ع۶ ایضا باب صوم الدھر باب اھل الحق فی الصوم ص ۲۶۵ - باب صوم داؤد علیہ السلام ص ۲۶۶، ثانی النکاح باب ان لزوجک علیک حقا ص ۷۸۳، الادب باب حق الضعیف ص ۹۰۵ مسلم نسائی صوم۔

بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ص۲۶۵ داؤد علیہ السلام کا روزہ

حدیث ۱۱۶۵ أَخْبَرَنِي أَبُو الْمَلِيحِ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ أَبِيكَ عَلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ
ابو الملیح نے مجھے خبر دی کہ میں تیرے باپ کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ
عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے ہم سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ

صیام ابد اسی کو صیام دہر بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سال بھر تک بلا ناغہ لگاتار روزے رکھے جائیں۔ اور رات میں کھایا پیا جائے۔ اور صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ رات میں بھی کچھ کھایا پیا نہ جائے، اگرچہ دو چار روز ہی ہو۔ یہ جو ارشاد فرمایا۔ جس نے صوم ابد رکھا، اس نے روزہ نہیں رکھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ لگاتار روزے رکھے گا تو اس کی طبیعت روزے کی عادی ہو جائے گی۔ دن میں کھانے پینے کی خواہش نہ ہوگی۔ روزے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ وہ نہ ہوگی۔ تو ایسا ہے گویا اس نے روزہ ہی نہ رکھا۔ یہ خبر ہے۔ اور اگر اس خبر کو نہی کے معنی میں مانیں تو یہ ارشاد ان لوگوں کے لئے ہے جنھیں مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ جو حقوق ان پر واجب ہیں ان کو ادا نہیں کر پائیں گے خواہ وہ حقوق دینی ہوں یا دنیوی۔ مثلاً نماز، جہاد، بچوں کی پرورش کے لئے کمائی۔ اور اگر مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کا ظن غالب ہو کہ حقوق واجبہ تو کما حقہ ادا کر لیں گے۔ مگر حقوق غیر واجبہ ادا کرنے کی قوت نہیں رہے گی۔ ان کے لئے روزہ مکروہ یا خلاف اولیٰ ہے اور جنھیں اس کا ظن غالب ہو کہ صوم دہر رکھنے کے باوجود تمام حقوق واجبہ، مسنونہ، مستحبہ کما حقہ ادا کر لیں گے ان کیلئے کراہت بھی نہیں۔

بعض صحابہ کرام جیسے ابو طلحہ انصاری اور حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہما صوم دہر رکھتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں منع نہیں فرمایا۔ اسی طرح بہت سے تابعین اور اولیاء کرام سے بھی صوم دہر رکھنا منقول ہے۔ [۱]

تشریحات ۱۱۶۵ مع ابیک۔ یہ خطاب ابو قلابہ راوی حدیث سے ہے۔ ان کے والد کا نام زید تھا۔ جیسا کہ کتاب الاستیذان کی روایت میں تصریح ہے۔ مع ابیک زید۔ اس حدیث میں تفصیل ہے۔ اس مضمون کی دوسری حدیثوں میں اختصار ہے کہ پہلے ارشاد فرمایا۔ کہ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھو اور اس کے بعد فرمایا۔ صوم داؤد رکھو، اور اس حدیث میں یہ ہے کہ بالترتیب پانچ سات نو اور گیارہ دن روزہ

---

[۱] اشعۃ اللمعات جلد ثانی ص ۱۰۰۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذُکِرَ لَہٗ صَوْمِیْ فَدَخَلَ عَلَیَّ فَاَلْقَیْتُ لَہٗ وِسَادَۃً مِّنْ

تعالیٰ علیہ وسلم سے میرے روزے کو ذکر کیا گیا تو حضور میرے پاس تشریف لائے میں نے حضور کی خدمت

اَدَمٍ حَشْوُھَا لِیْفٌ فَجَلَسَ عَلَی الْاَرْضِ وَصَارَتِ الْوِسَادَۃُ بَیْنِیْ وَ

میں چمڑے کا گدا پیش کیا جس کی بھرن کھجور کی چھالوں کی تھی حضور زمین پر بیٹھ گئے اور گدا میرے اور

بَیْنَہٗ فَقَالَ اَمَا یَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَھْرٍ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ

حضور کے درمیان ہو گیا حضور نے فرمایا کیا ہر مہینے میں تین روزے تجھے کافی نہیں میں نے عرض

اللّٰہِ قَالَ خَمْسًا قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ سَبْعًا قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ

کیا یا رسول اللہ فرمایا پانچ دن روزہ رہو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا سات دن

تِسْعًا قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا نو دن میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا گیارہ دن اس کے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فَوْقَ صَوْمِ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ شَطْرُ الدَّھْرِ

بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صوم داؤد کے اوپر کوئی روزہ نہیں آدھے

صُمْ یَوْمًا وَّاَفْطِرْ یَوْمًا ع٥

زمانے کا ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ دے۔

رکھنے کی اجازت دی پھر ان کا شوق زیادہ دیکھ کر صوم داؤد کی اجازت دی۔ اس حدیث میں بھی ایک شق رہ گئی جو باب صوم الدھر میں مذکور ہے۔ کہ ایکدن روزہ رکھ اور دو دن ناغہ کر۔ اس حدیث میں یا رسول اللہ کے پہلے لا یکفینی محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ مجھے کافی نہیں یا رسول اللہ! اس حدیث میں "صم" امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہے۔ جس پر حدیث کا سیاق قرینہ ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسلسل بلا ناغہ روزہ رکھنے سے افضل صوم داؤد ہے کہ صاف صاف ارشاد ہے۔ لا صوم فوق صوم داؤد۔ صوم داؤد سے اوپر کوئی روزہ نہیں یعنی اس سے افضل نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اپنے اعمال صالحہ ایسے شخص کو بتانا جائز ہے جو اس کا خیر خواہ ہو مثلاً استاذ یا پیر ہو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ نوافل میں اتنا تعمق اور اتنی سختی یا اتنی کثرت جس کا نباہنا مشکل ہو پسندیدہ نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جب کوئی دینی مقتدا اپنے گھر آئے تو اس کے شایان شان اس کی آؤ بھگت

ع٥ بخاری ثانی۔ الاستیذان باب من القی لہ وسادۃ ص ۹۲۸ مسلم نسائی الصوم۔

بَابُ صِيَامِ الْبِيْضِ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ ص ۲۶۶

ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ کے روزے

حدیث ۱۱۶۶ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِيْلِیْ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلٰثٍ صِيَامِ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّرَكْعَتَیِ الضُّحٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے۔ ہر مہینے میں تین دن کے روزے کی اور

کرنی چاہئے۔ اعزاز واکرام کرنا چاہئے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صحابہ کرام اس عہد میں کتنی عسرت اور تنگ دستی میں تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے لئے کھجور کی چھالوں سے بھرا ہوا چمڑے کا گدا پیش کیا۔ اگران کے پاس اس سے عمدہ بستر ہوتا تو ضرور اسی کو پیش کرتے۔

تشریحات ۱۱۶۶ البیض۔ ابیض کی جمع ہے۔ جس کے معنی سفید کے ہیں۔ یعنی وہ ایام جن کے دن اور رات دونوں روشن ہوں یا جن کی راتیں روشن ہیں۔ ان تین تاریخوں میں رات بھر چاندنی رہتی ہے اسلئے یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ ان کے دن اور رات دونوں منور ہیں۔

یہ حدیث جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ وہاں یہ زائد ہے۔ میں ان کو مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نوافل پر بھی مداومت اور پابندی شرعاً محبوب ہے۔

مطابقت باب یہاں باب کا عنوان ہے۔ ایام بیض تیرہ چودہ پندرہ کے روزے۔ حدیث میں نہ ایام بیض کا ذکر ہے۔ نہ ان تاریخوں کا۔ صرف یہ مذکور ہے کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ مطابقت کی تقریر یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں یہاں جو روایت ہے اس میں نہ ایام بیض مذکور ہے نہ یہ تاریخیں مگر دوسری احادیث میں دونوں باتیں مذکور ہیں۔

قاضی یوسف بن اسماعیل نے "کتاب الصوم" میں موسی بن طلحہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوذر، عمار، ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا، کیا تم لوگوں کو وہ دن یاد ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں فلاں جگہ تھے۔ کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص خرگوش لایا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اس کے ساتھ خون دیکھا ہے (اسے حیض آیا ہے) حضور نے ہمیں کھانے کی اجازت دی۔ ہم نے کھایا اور حضور نے نہیں تناول فرمایا۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں یاد ہے۔ پھر حضور نے اس شخص سے کہا اس کے قریب ہو اور کھا۔ تو اس نے عرض کیا۔ میں روزے سے ہوں۔ پوچھا کون سا روزہ؟ کہا، ہر مہینے کا تین دن والا روزہ۔

وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَنَامَ۔

چاشت کی دو رکعتوں کی اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

شروع کا یا آخر کا یا جو بھی آسان ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا جانتے ہو؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاہے کا حکم دیا ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں تیرہ، چودہ پندرہ کا حکم دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ [۱]
اصل حدیث نسائی [۲] میں بھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یوم القاحہ ہمارے ساتھ کون تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں خرگوش لایا گیا۔ جو صاحب لائے تھے انھوں نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ اسے خون (حیض) آتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے تناول نہیں فرمایا۔ پھر حضور نے حاضرین سے فرمایا۔ کھاؤ۔ تو ایک صاحب نے کہا۔ میں روزے سے ہوں۔ حضور نے دریافت فرمایا۔ اور تیرا روزہ کیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہر مہینے تین دن۔ فرمایا۔ تو کہاں ہے تین سفید روشن دنوں سے تیرہ، چودہ، پندرہ [۱]
[۱] قاحہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان مدینے سے تین منزل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے۔
نیز نسائی [۳] میں حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مہینے میں تین دن کا روزہ صیام دہر ہے۔ اور ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ ہیں۔ ایک روایت میں ایام البیض بغیر داؤ کے ہے۔ اور ایک روایت میں ایام البیض صبیحۃ ثلث عشر الخ ہے [۴] ان دونوں روایتوں کی بنا پر ایام البیض صیام ثلثۃ ایام سے بدل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایام بیض تیرہ چودہ پندرہ کی تاریخیں ہیں۔
عبد الملک بن منہال اپنے باپ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ایام بیض تیرہ، چودہ، پندرہ، تاریخ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ یہ صوم دہر کے مثل [۵] ہے۔ نیز نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان کنت صائما فصم الغر [۶] اگر تجھ کو روزہ رکھنا ہے تو روشن دنوں کا روزہ رکھ۔ الغر۔ اغر کی جمع ہے۔ اس کا موصوف الایام محذوف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ روشن دنوں کا روزہ رکھ، یہ ایام بیض کی دوسری تاویل ہے۔ چنانچہ موسی بن طلحہ کی حدیث کے ایک طریقے میں یہ وارد ہے۔ بالغر البیض ثلث عشرۃ الخ اس سے متعین ہو جاتا ہے کہ غرہ بیض کے معنی میں ہے۔ اور امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ اگر کوئی حدیث مختلف طرق سے مروی ہو اور اس کے کچھ طرق ضعیف یا متکلم فیہ ہوں یا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ ہوں لیکن اگر وہ حدیث یا اس کے کچھ اجزا کسی ایسے طریقے سے

---

[۱] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۵ [۲] ثانی الصید باب الارنب ص ۱۹۷ [۳] اول الصیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام ص ۳۲۸ [۴] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۵۔ [۵] ابو داود اول باب فی صوم ثلث فی کل شہر ص ۳۳۲ ۔ نسائی اول صیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام ص ۳۲۹ ۔ ابن ماجہ الصوم باب ماجاء فی صیام ثلثۃ ایام من کل شہر ص ۱۲۳ ۔
[۶] نسائی ثانی الصید باب الارنب ص ۱۹۷ ۔ وجلد اول الصیام باب کیف یصوم ثلثۃ ایام من کل شہر ص ۳۲۸ ۔

بَابُ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَمْ يُفْطِرْ عِنْدَهُمْ ص ۲۶۶ جو کسی قوم کی زیارت کے لئے گیا اور وہاں روزہ نہیں توڑا۔

حدیث ۱۱۶۷ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمِّ سُلَيْمٍ فَاَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ اَعِيْدُوْا سَمْنَكُمْ فِيْ سِقَائِهٖ وَتَمْرَكُمْ فِيْ وِعَائِهٖ فَاِنِّيْ صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ اِلٰى نَاحِيَةٍ مِّنَ الْبَيْتِ فَصَلّٰى غَيْرَ الْمَكْتُوْبَةِ فَدَعَا لِاُمِّ سُلَيْمٍ وَاَهْلِ بَيْتِهَا فَقَالَتْ اُمُّ سُلَيْمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام سلیم کے یہاں تشریف لائے۔ ام سلیم نے حضور کی خدمت میں چھوہارے اور گھی پیش کیا۔ تو حضور نے فرمایا گھی کو اس کے مشک میں اور چھوہاروں کو اس کے برتن میں لوٹا دو۔ اس لئے کہ میں روزے سے ہوں۔ اس کے بعد حضور گھر کے ایک گوشے میں کھڑے ہوئے اور نفل نماز پڑھی اور ام سلیم اور انکے گھر والوں

مذکور ہوں جو امام بخاری کی شرط پر صحیح ہو تو امام بخاری اپنے متروک طریقہ کو سامنے رکھکر باب قائم کر دیتے ہیں۔ اور اس باب کے ضمن میں اس حدیث کا وہ حصہ ذکر کر دیتے ہیں۔ جو ان کی شرط پر صحیح ہو۔ وہی طریقہ یہاں بھی برتا ہے۔

مسئلہ:۔ ہماری ذکر کردہ حدیثوں سے ثابت ہوا کہ وہ جو بعض کی حدیثوں میں مذکور رہے۔ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھو۔ اس سے ایام بیض ہی کے روزے مراد ہیں۔ اور یہی جمہور کا قول ہے۔ اور یہی راجح ہے۔

تشریحات ۱۱۶۷ یہ حدیث افراد بخاری سے ہے۔ ام سلیم۔ عام شراح نے یہ لکھا ہے۔ کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی خالہ تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے یہاں نیز ان کی بہن ام حرام بنت ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی عورت کے گھر تشریف نہیں لے جایا کرتے تھے یعنی خاص اس سے ملاقات کے لئے سوائے ام سلیم کے۔ حضور سے اس بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا: میں یہ مہربانی اس لئے کرتا ہوں کہ ان کے بھائی حرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو چکے ہیں[۱] اگر واقعی ام سلیم حضور کی خالہ ہوتیں تو اولا کوئی سوال ہی کیوں کرتا اور اگر کوئی سوال کرتا تو ارشاد فرما دیتے کہ وہ میری خالہ ہیں۔ یہ نہ فرماتے کہ ان کے بھائی شہید ہو گئے ہیں اس لئے ان پر مہربانی کرتا ہوں۔ بوقت حاجت بیان نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہ حجاب کے حکم سے پہلے کا معاملہ ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم ہیں اس لئے حضور کے لئے جائز تھا اور عام عورتوں کے یہاں نہ جانا اس احتیاط کے پیش نظر

[۱] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۹۔

إِنَّ لِي خُوَيْصَةً قَالَ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسٌ فَمَا تَرَكَ خَيْرَ

کے لئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد ام سلیم نے عرض کیا کہ میرا ایک خاص بچہ ہے دریافت فرمایا کون ہے وہ

آخِرَةٍ وَّلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا لِي بِهِ اللَّهُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّوَلَدًا وَّبَارِكْ لَهُ

عرض کیا آپ کا خادم انس۔ اب حضور نے آخرت اور دنیا کی ہر خیر کی میرے لئے دعا فرمائی۔ (یہ دعا فرمائی) اے

فَإِنِّي لَمِنْ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا وَّحَدَّثَتْنِي ابْنَتِي أُمَيْنَةُ أَنَّهُ دُفِنَ

اللہ اسے مال اور اولاد دے اور اسے برکت عطا فرما (حضرت انس کہتے ہیں) میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں

بِصُلْبِي مَقْدَمَ الْحَجَّاجِ الْبَصْرَةَ بِضْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَمِائَةٌ۔ [عہ]

اور میری بیٹی امینہ نے مجھ سے بیان کیا کہ بصرہ میں حجاج کے آنے کے وقت تک میرے صلب کے ایک سو بیس سے زیادہ اشخاص دفن کئے جا چکے تھے۔

تھا۔ کہ اور لوگ اس کو سنت نہ بنالیں یا منافقین کو غلط پروپیگنڈے کا موقع نہ ہو۔

فانی صائم: ۔ اس سے معلوم ہوا کہ میزبان کی خوشنودی کے لئے نفل روزہ بھی مہمان کو توڑ دینا واجب نہیں بلکہ بلا عذر توڑ دینا ممنوع ہے۔ پوری بحث گزر چکی ہے۔

خادمك انس: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو انس کی والدہ حضرت ام سلیم نے انھیں لاکر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ کہ خدمت کریگا۔ دس سال تک انھوں نے خدمت کی ان کی کنیت ابو حمزہ ہے۔ حمزہ ایک قسم کا ساگ ہوتا ہے جس کو عربی میں جرجیر بھی کہتے ہیں جسے ہمارے یہاں جنسر کہا جاتا ہے اور فارسی میں تزہ تیزک۔ حضرت انس کو یہ بہت پسند تھا۔ اسے چن چن کر لاتے تھے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو حمزہ رکھی۔ یہاں ابتدا میں ہے کہ دنیا اور آخرت کے ہر خیر کی میرے لئے دعا کی۔ لیکن دعا کے جو الفاظ مذکور ہیں اس میں آخرت کے لئے کوئی لفظ نہیں۔ یہاں اختصار ہے۔ ابن سعد نے جعد سے اسناد صحیح کے ساتھ جو روایت کی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اللهم اكثر ماله وولده واطل عمره واغفر ذنبه [لہ] — اے اللہ اس کے مال اور اولاد کو کثیر کر اور اس کی عمر کو دراز کر۔ اور اس کے گناہ کو بخش دے۔

جعد ہی سے مسلم کی روایت میں یوں ہے۔ حضور نے میرے لئے تین دعائیں کیں۔ میں نے ان میں سے دو کو دنیا میں دیکھا اور تیسرے کی آخرت میں امید کرتا ہوں۔ یہ تیسری وہی دعائے مغفرت ہے۔ جسے ابن سعد نے روایت کیا۔ ترمذی[۲] میں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا کہ حضرت انس کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل دیتا۔ اور اس میں ایک پھول تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی۔ ابو نعیم کی حلیۃ الاولیا میں ہے کہ حضرت انس نے کہا میری زمین سال میں دو مرتبہ پھلتی ہے

عہ مسند امام احمد جلد سادس ص ۱۰۸، ۱۸۸، ۲۳۸ [لہ] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۹۹۔ [۲] ثانی۔ فضائل الصحابۃ باب فضائل انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۹۸ [۳] ثانی مناقب ۲۲۴

اور شہر میں کوئی درخت ایسا نہیں جو دو مرتبہ پھلتا ہو۔

اُمَیْنَہ ۔ یہ آمنہ کی تصغیر ہے۔ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ یہاں یہ خاص بات ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی سے روایت کی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خود حضرت انس کو یاد نہیں تھا کہ میری کتنی اولاد فوت ہو چکی ہیں۔ بخاری کی اس روایت میں ہے کہ ایک سو بیس سے کچھ اوپر۔ بضع کا لفظ تین سے نو تک آتا ہے۔ یہاں روایتیں مختلف ہیں بیہقی کی ایک روایت ایک سو انتیس ہے۔ اور خطیب کی روایت الأباء عن الاولاد میں اسی طریقے سے ایک سو تیئس ہے اور حفصہ بنت سیرین کی روایت میں ایک سو پچیس ہے۔ ان میں سے کوئی پوتا یا نواسہ نہیں تھا۔ سب ان کے بیٹے یا بیٹیاں تھیں۔ یہ تو وہ تھے جو فوت ہو گئے تھے۔ وہ بھی ۷۵ھ تک، جس سال حجاج بصرے کا والی بن کر آیا تھا۔ جو زندہ تھے ان کے بارے میں خود حضرت انس فرماتے ہیں۔ میری اولاد اور اولاد کی اولاد سو سے زیادہ ہیں [۱]

یہ اولاد میں برکت تھی۔ عمر میں برکت یہ تھی کہ سو سال سے زائد عمر پائی۔ خود فرمایا کرتے کہ میں زندگی سے اکتا گیا ہوں۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ ۹۳ھ میں وصال فرمایا۔ یہاں بخاری کی روایت میں ہے کہ میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ مگر مسند امام احمد میں یہ ہے کہ وہ سوائے اپنی انگوٹھی کے سونے اور چاندی کے مالک نہیں تھے۔ [۲]

اس کا مطلب یہ ہے کہ نقد ان کے پاس نہیں تھا۔ باغات وغیرہ تھے۔

مسائل :۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل مستخرج ہوئے۔ (۱) جب کوئی شخص ملاقات کے لئے آئے حسب مقدور اس کو کھلانا پلانا چاہئے۔ اہل عرب کا مقولہ ہے۔ **من زار احدا ولم یاکل عندہ شیئا فکانما زار میتا**۔ جو کسی کی ملاقات کے لئے گیا۔ اور اس کے یہاں کچھ کھایا نہیں۔ گویا وہ مردے کی ملاقات کیلئے گیا۔ (۲) میزبان کی خوشنودی کے لئے بلا عذر شرعی مہمان کو نفل روزہ بھی توڑنا جائز نہیں۔ (۳) دعا سے پہلے کم از کم دو رکعت نماز پڑھ لینا چاہئے، اس سے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ (۴) بزرگوں کو چاہئے کہ اپنے خدام کے حق میں دعائے خیر کرتے رہیں۔

اس حدیث سے حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شفقت مادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے اپنے لئے دعا کے واسطے نہیں عرض کیا۔ اپنے صاحبزادے کے واسطے عرض کیا۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ ہے کہ جو دعا فرمائی حرف بحرف پوری ہوئی یہ واقعہ اس واقعہ کے علاوہ دوسرا ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ جسمیں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں کھانا تناول فرمایا اور ایک پرانی چٹائی پر نماز پڑھی اس لئے کہ یہاں اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور نے وہاں کچھ تناول نہیں فرمایا۔ روزے سے تھے۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ کھانا تناول فرمایا۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور کے پیچھے میں اور یتیم کھڑے تھے ۔ اور میرے پیچھے بوڑھی۔

---

[۱] مسلم ثانی فضائل الصحابۃ باب فضائل انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۲۹۸ [۲] جلد ثالث ص ۱۰۸،۲۴۸

بَابُ الصومِ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ ص ۲۶۶ آخر مہینے کا روزہ

حدیث ۱۱۶۸ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا فُلَانٍ أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ قَالَ أَظُنُّهُ قَالَ يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ أَظُنُّهُ يَعْنِي رَمَضَانَ وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عِمْرَانَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمران سے یا کسی اور صاحب سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے۔ اے فلاں کیا تو نے اس مہینے کے سرر کا روزہ نہیں رکھا ابو نعمان نے کہا میں گمان کرتا ہوں کہ حضور نے فرمایا تھا یعنی رمضان کے۔ ان صاحب نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ فرمایا جب تو نے یہ روزہ نہیں رکھا تو دو دن روزہ رکھ۔ صلت نے یہ نہیں کہا۔ اظنہ یعنی رمضان۔ اور

اور یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ ام حرام اور ام سلیم کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا اور مجھے اپنے داہنی طرف [۱]

تشریحات ۱۱۶۸ انہ سأل۔ یہ شک مطرف اور ثابت دونوں سے ہوا ہے۔ مسلم میں بھی ایسے ہی ہے۔[۲] امام مسلم نے دوسرے دو طریقے سے مطرف ہی سے بغیر شک کے ابہام کے ساتھ روایت کیا ہے[۳] انہ قال لرجل۔ ابو عوانہ نے اپنے مستخرج میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق سلیمان تیمی مطرف ہی سے بغیر شک کے یہ روایت کیا۔ قال لعمران۔ اس کے علاوہ ص۴۲۵، ص۴۴۲، ص۴۴۴ پر ابہام کے ساتھ لرجل ہے اور ص۴۳۹، ص۴۴۳، ص۴۴۹ پر تردید اور شک کے ساتھ ہے۔

سرر ھذا الشھر۔ اس کے معنی چھپانے کے ہیں۔ یا چھپائے ہوئے کے۔ جمہور نے کہا اس مہینے کا آخری دن مراد ہے کیونکہ اس دن چاند چھپا رہتا ہے۔ رات کو بھی نظر نہیں آتا۔ امام ابوداؤد نے امام اوزاعی سے روایت کیا کہ اس سے مراد مہینے کا پہلا دن ہے۔ بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد مہینے کا بیچ والا دن ہے۔ اس لئے کہ سرر کے معنی بیچ کے بھی آتے ہیں۔ اور یہ ایام بیض ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث پر باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے۔ مہینے کا آخری روزہ۔ اس سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سرر سے مراد آخر دن ہے۔

ان صاحب کو یہ روزہ رکھنے کا حکم کیوں فرمایا۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے۔ انھوں نے اسکی منت مانی ہو یا

۱؎ مسلم جلد اول۔ المساجد۔ باب جواز الجماعت فی النافلۃ ص ۲۳۴ ۔ ۲؎ اول الصیام باب صوم سرر شعبان ص ۳۶۵
۳؎ ایضا ۔ ۴؎ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۱ ۔ ۵؎ مسند امام احمد جلد رابع ص ۴۴۲ ۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قَالَ

ثابت نے عن مطرف عن عمران عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم من سرر شعبان کہا ابو عبداللہ

اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ - وَشَعْبَانُ اَصَحُّ - عہ

(امام بخاری) نے کہا - اور شعبان اصح ہے -

بَابُ صَوْمِ یَوْمِ الْجُمُعَۃِ ص۲۶۶ جمعے کے دن کے روزے کا بیان

—— وَاِذَا اَصْبَحَ صَائِمًا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَعَلَیْہِ اَنْ یُّفْطِرَ یَعْنِیْ اِذَا لَمْ

جب جمعہ کے دن روزے دار ہو تو اس پر واجب ہے کہ روزہ توڑ دے جبکہ

یَصُمْ قَبْلَہٗ وَلَا یُرِیْدُ اَنْ یَّصُوْمَ بَعْدَہٗ

اس کے ایک دن پہلے روزہ نہ رکھا ہو اور نہ بعد میں رکھنے کا ارادہ ہو -

انھیں اس کی عادت رہی ہو۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ کوئی خاص بات رہی ہوگی جس کی بنا پر انھیں یہ روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

قال ابو عبد اللہ - اس روایت میں، یعنی رمضان، ہے۔ یہ صحیح نہیں اس لئے کہ رمضان کا روزہ فرض تھا۔ کسی صحابی سے مستبعد ہے کہ وہ رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑتا۔ پھر خصوصیت سے رمضان کے آخری دن یہ روزے کے پوچھنے کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔ اس لئے امام بخاری نے تنبیہ فرمائی کہ اس روایت میں یعنی رمضان، راوی کا وہم ہے۔ اور صحیح شعبان ہے۔ اس کی موید دوسری کثیر روایتیں ہیں۔

اذا اصبح الخ یہ جملہ ابوذر اور ابوالوقت کے نسخوں میں ہے۔ دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔ اسمیں یہ شبہہ کیا گیا کہ امام بخاری کا خود اپنے کلام کی تفسیر میں، یعنی لکھنا درست نہیں۔ انھیں اعنی کہنا چاہئے تھا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ یہ زیادتی فربری یا کسی اور راوی نے کی ہے۔ نسفی کے نسخے میں یہ نہیں۔ علامہ عینی نے اس کا رد فرمایا اور اسے امام بخاری ہی کا قول ہونے کی صورت میں اسے بطریق تجرید صحیح قرار دیا ہے۔ اس سے ہٹ کر یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگرچہ، یعنی، غائب کا صیغہ ہے مگر یہ اپنے حقیقی معنی سے ہٹ کر مطلقاً تفسیر کے لئے بھی شائع و ذائع ہے۔

توضیح باب :- امام بخاری باب سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی جمعہ کو روزہ رکھ لے تو اس پر واجب ہے کہ اسے توڑ دے وہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو جائز نہیں جانتے۔ اس لئے کہ حدیث میں اس سے ممانعت ہے۔

عہ مسلم، ابو داؤد، نسائی - الصوم -

۱۱۶۹ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث محمد بن عباد نے کہا میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کیا نبی صلی اللہ

أَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے انھوں نے جواب

قَالَ نَعَمْ۔ زَادَ غَيْرُ أَبِي عَاصِمٍ أَنْ يَّتَفَرَّدَ بِصَوْمِهِ عه

دیا کہ "ہاں" ابو عاصم کے علاوہ اوروں نے یہ زیادہ کیا کہ تنہا جمعہ کو روزہ رکھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک صرف جمعہ کو روزہ رکھنا گناہ ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی خاص جمعہ کو روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی نے پنجشنبہ کو روزہ رکھا تو جمعہ کو روزہ رکھ سکتا ہے۔ یا اس کا ارادہ یہ ہو کہ ہفتہ کو بھی روزہ رکھے گا۔ تو بھی کوئی حرج نہیں۔ یا یہ کہ کوئی ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو یا اخیر تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا اور یہ تاریخیں جمعہ کو پڑ گئیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۱۱۶۹ مسلم[۱] میں یوں ہے کہ محمد بن عباد کہتے ہیں۔ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا اور وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ حضرت جابر نے جواب دیا۔ ہاں رب کعبہ کی قسم۔

زاد غیر ابی عاصم اس سے مراد یہ ہے کہ عاصم کے علاوہ امام بخاری کے اور مشائخ میں سے کچھ نے اس حدیث میں یہ جملہ بھی روایت کیا ہے۔ ان یتفرد بصومہ۔ کہ صرف جمعہ ہی کو روزہ رکھے۔ یہ یحیی بن سعید قطان ہیں۔ ویسے امام نسائی نے اس حدیث کو مذکورہ بالا اضافے کے ساتھ مندرجہ ذیل حضرات سے روایت کیا ہے عمرو بن علی، نضر بن شمیل حفص بن غیاث۔

اسی سے باب ثابت ہو رہا ہے کہ ممنوع یہ ہے کہ صرف جمعے کو روزہ رکھا جائے۔ لیکن اگر ایک دن پہلے یا ایک دن بعد رکھا جائے تو ممنوع نہیں۔

اشکال اور جواب امام ترمذی[۲] نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تین روزہ رکھتے تھے۔ اور کم ایسا ہوتا کہ جمعہ کے دن روزہ چھوڑتے تھے۔ نیز امام[۳] ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس سے روایت کی دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نے کبھی حضور کو جمعے کے دن بغیر روزے کے نہیں دیکھا۔ یہ حدیثیں زیر بحث حدیث کے معارض ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی چیز سے منع

عه مسلم النسائی، ابن ماجہ، الصوم [۱] جلد اول الصوم باب کراھۃ افراد یوم الجمعۃ بصوم لا یوافق عادتہ ص ۳۶۰۔ نسائی جلد اول الصیام باب صوم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۲۳۔ [۲] جلد اول الصوم باب صوم یوم الجمعۃ [۳] عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۴۔

۱۱۷۰ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَصُوْمَنَّ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِلَّا یَوْمًا
میں نے سنا کہ فرماتے تھے جمعہ کے دن تم ہرگز روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ
قَبْلَہٗ اَوْ بَعْدَہٗ ع۵
ایک دن پہلے بھی رکھو یا ایک دن بعد بھی۔

۱۱۷۱ عَنْ جُوَیْرِیَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ
حدیث ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ
صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَیْہَا یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَھِیَ صَائِمَۃٌ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے جمعہ کے دن۔ اور وہ روزے سے تھیں

کریں اور خود اس کو کریں جبتک کہ دلیل سے یہ ثابت نہ ہو کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔ اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا حضور کے خصائص سے ہو۔ اس لئے لامحالہ کہنا پڑے گا کہ جمعہ کے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی ضرور روزہ رکھتے تھے تاکہ قول و فعل میں اختلاف باقی نہ رہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ پنجشنبہ اور ہفتہ کو روزہ رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۱۷۱ قال حماد۔ یہ تعلیق ہے، اس کو امام بغوی نے۔ جمع حدیث ھُدْبَۃَ بْنِ خَالِدٍ میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بنی مصطلق کے سردار حارث کی صاحبزادی تھیں۔ ۵ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر چڑھائی کی۔ جسمیں ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گرفتار ہوئیں۔ اموال غنیمت کی تقسیم کے بعد ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں آئی تھیں۔ حضرت قیس نے ایک خطیر رقم کے عوض ان کو مکاتب بنا دیا تھا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بدل کتابت کے لئے اعانت کا سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہارا بدل کتابت بھی ادا کرونگا اور اس سے بہتر سلوک کرونگا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا پورا بدل کتابت ادا فرمایا۔ پھر ان کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا۔ جب صحابہ کرام

ع۵ مسلم۔ ابن ماجہ۔ الصوم۔

فَقَالَ اَصُمْتِ اَمْسِ قَالَتْ لَا قَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ تَصُوْمِيْ غَدًا قَالَتْ

فرمایا کیا کل تو نے روزہ رکھا تھا؟ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتی ہو؟

لَا قَالَ فَاَفْطِرِيْ ع۱ وَقَالَ حَمَّادُ بْنُ الْجَعْدِ سَمِعَ قَتَادَةَ حَدَّثَنِيْ

عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا تو روزہ توڑ دو۔ حماد بن جعد نے کہا کہ انھوں نے قتادہ سے سنا۔ انھوں نے

اَبُوْ اَيُّوْبَ اَنَّ جُوَيْرِيَةَ حَدَّثَتْهُ فَاَمَرَهَا فَاَفْطَرَتْ ع۲

کہا مجھ سے ابو ایوب نے حدیث بیان کی کہ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے حدیث بیان کی کہ حضور نے انھیں حکم دیا تو انھوں نے روزہ توڑ دیا۔

کو یہ حال معلوم ہوا تو انھوں نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا کہ جس قبیلے میں حضور کا رشتہ ہو گیا اس قبیلے والوں کو غلام نہیں رکھیں گے
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جویریہ سے زیادہ بابرکت خاتون میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔
ام المومنین حضرت جویریہ نے فرمایا کہ میں نے پہلے خواب دیکھا کہ یثرب کی طرف سے ایک چاند میری گود میں آ گیا میں نے اس خواب کو کسی سے بیان نہیں کیا۔

یہ بہت حسینہ جمیلہ، شیریں کلام تھیں۔ ۵۶ھ میں واصل بحق ہوئیں۔

بَابُ هَلْ يَخُصُّ شَيْئًا مِّنَ الْاَيَّامِ ص۲۶۷ کیا روزے کیلئے کچھ دن خاص کرے۔

۱۱۷۲ عَنْ عَلْقَمَةَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا هَلْ كَانَ رَسُوْلُ

حدیث علقمہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَصُّ مِنَ الْاَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا۔ كَانَ

تعالیٰ علیہ وسلم کسی دن کو روزے کے ساتھ خاص کرتے تھے؟ فرمایا نہیں۔ حضور کا عمل پابندی کے ساتھ

تشریحات ۱۱۷۲ یعنی ایسا نہیں تھا کہ مہینے کی کچھ تاریخیں روزے کے لئے یا کسی بھی عمل کے لئے خاص کر لیا ہو کہ ان تاریخوں میں اس کو ضرور کریں۔ اس میں راز یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایسی پابندی اس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہوتی ہے۔ اس لئے کچھ دنوں میں یا کچھ تاریخوں میں غالب اکثریت کے ساتھ روزے رکھتے۔ مگر کبھی کبھار چھوڑ بھی دیتے تاکہ وجوب کا شبہہ نہ ہو۔ ورنہ گزر چکا کہ شعبان میں پابندی کے ساتھ بکثرت روزے رکھتے۔ یوں ہی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو بھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ع۱ مسلم، ابن ماجہ، الصوم۔ ع۲ ابو داؤد، نسائی۔ الصوم۔

عَمَلُهُ دِيمَةً وَّاَيُّكُمْ يُطِيقُ مَاكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيقُ عه

ہوتا تھا۔ حضور جتنی طاقت رکھتے تھے۔ اتنی تم میں سے کون رکھتا ہے؟

امت پر شفقت کی وجہ سے اپنی طاقت بھر عبادت بالقصد نہیں کیا کرتے تھے۔

باب صوم یوم عرفۃ ص ۲۶۷ عرفہ کے دن روزہ

۱۱۷۳ عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ شَكُّوا فِي صِيَامِ

حدیث ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرفہ کے دن

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ بِحِلَابٍ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزے میں شک کیا۔ تو میں نے حضور کی خدمت میں ایک پیالہ

وَهُوَ وَاقِفٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ عه

دودھ بھیجا اور حضور موقف میں وقوف کئے ہوئے تھے۔ حضور نے اسمیں سے پیا اور لوگ دیکھ رہے تھے۔

تشریحات ۱۱۷۳ عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ عرفہ کے دن کے روزے سے "میں گمان کرتا ہوں" کہ اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیگا۔ اس لئے صحابہ کرام کو یہ شک ہوا کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج حجۃ الوداع کے موقع پر عرفے کو روزے سے ہوں۔ اس حدیث کے مطابق حکم یہ ہے۔ کہ عرفہ کے دن حاجی کو مستحب یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے۔ اس کی دلیل ابوداؤد[۵۲] کی یہ حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرفہ کے دن عرفہ میں روزے سے منع فرمایا ہے۔ امام الائمہ ابن خزیمہ[۵۳] اور حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

عه بخاری ثانی، الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل ص ۹۵۷، مسلم، الصیام، ابوداؤد، الصلوٰۃ ترمذی شمائل۔

عه مسلم اول الصیام۔ له مسلم اول، صیام باب صوم بعرفۃ ص ۳۳۱، ابن ماجہ، باب صوم یوم عرفۃ۔ ۵۲ اول الصوم باب صوم عرفہ بعرفہ ص ۳۳۱

۵۳ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۰۹

باب صوم یوم الفطر ص ۲۶۷ — عید الفطر کا روزہ

حدیث ۱۱۷۴ عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ مَّوْلَی ابْنِ اَزْھَرَ قَالَ شَھِدْتُّ الْعِیْدَ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ ھٰذَانِ یَوْمَانِ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صِیَامِھِمَا یَوْمُ فِطْرِکُمْ مِنْ صِیَامِکُمْ وَالْیَوْمُ الْآخَرُ تَاْکُلُوْنَ فِیْہِ مِنْ نُسُکِکُمْ ع۵

ابو عبید ابن ازہر کے آزاد شدہ غلام نے کہا کہ میں عید میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاضر ہوا۔ تو فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے تمھاری عید الفطر کے دن اور دوسرے اس دن جسمیں تم اپنی قربانی کھاتے ہو۔

تشریحات ۱۱۷۴ کتاب الاضاحی کی روایت میں یہ ہے۔ ابو عبید کہتے ہیں۔ کہ میں یوم الاضحیٰ کی عید کو حضرت عمر بن الخطاب کے ساتھ حاضر ہوا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی۔ اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور فرمایا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں عیدوں کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ پھر میں حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ حاضر ہوا اور یہ جمعہ کا دن تھا۔ انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اسکے بعد خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو! اس دن اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے دو عیدیں جمع فرمادی ہیں۔ تو اہل عوالی میں سے جسے پسند ہو کہ جمعہ کا انتظار کرے اسے چاہئے کہ انتظار کرے اور جو لوٹنا چاہے اس کو میں نے اجازت دے دی۔

ابو عبید نے کہا پھر میں علی بن ابی طالب کے ساتھ حاضر ہوا تو انھوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا اور فرمایا۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بات سے تم کو منع فرمایا ہے کہ اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ کھاؤ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو روزہ رکھنا منع ہے۔

ابتدائے اسلام میں چونکہ بہت عسرت اور تنگدستی تھی اس لئے اس کی اجازت نہیں تھی کہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھا جائے۔ بعد میں یہ منسوخ ہوگیا۔

ع۵ ثانی الاضاحی باب مایوکل من لحوم الاضاحی ص ۸۳۵ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔

۱۱۷ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَعَنِ الصَّمَّاءِ وَاَنْ یَّحْتَبِیَ الرَّجُلُ فِیْ

نے یوم فطر اور یوم نحر کے روزے اور صماء سے اور اس طرح کپڑا لپیٹنے سے کہ اس کی شرمگاہ پر

ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَعَنِ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ۔

کچھ نہ ہو۔ اور صبح اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

۱۱۷۵ **تشریحات** یہ حدیث جلد چہارم میں گزر چکی ہے۔ وہیں صماء اور احتباء کی تشریح کی جا چکی ہے۔ یہاں صرف باب کی مناسبت سے کہ فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوم الفطر اور یوم النحر کے روزے سے منع فرمایا۔ یہ حدیث ذکر کی گئی ہے۔ نہی کا اصل موجب تحریم ہے۔ اور چونکہ یہ خبر واحد ہے اس لئے اس سے حرام قطعی کا ثبوت نہ ہوگا۔ البتہ یہ ضرور ثابت ہوگا کہ ان دونوں دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا ارتکاب گناہ ہے۔ وہیں اس حدیث کی تخریجات بھی مذکور ہیں۔

بَابُ صَوْمِ یَوْمِ النَّحْرِ ص ۲۶۷ یوم نحر کے روزے کا بیان

۱۱۷۶ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ یُنْھٰی عَنْ صِیَامَیْنِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا دو روزوں اور

وَبَیْعَتَیْنِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ وَالْمُلَامَسَۃِ وَالْمُنَابَذَۃِ

دو بیع سے منع کیا گیا ہے۔ عید الفطر کے دن یوم نحر کے دن اور ملامست اور منابذت سے۔

۱۱۷۷ عَنْ زِیَادِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ

حدیث زیاد بن جبیر نے کہا۔ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں

تَعَالٰی عَنْھُمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَذَرَ اَنْ یَّصُوْمَ یَوْمًا اَظُنُّہٗ قَالَ الْاِثْنَیْنِ

حاضر ہوئے تو یہ کہا۔ ایک شخص نے منت مانی تھی کہ ایک دن روزہ رکھے گا میں گمان کرتا ہوں

۱۱۷۶ **تشریحات** یہ حدیث بھی جلد چہارم میں گزر چکی ہے۔ یہاں باب کی مناسبت سے دوبارہ ذکر کی گئی ہے بیع ملامست

فَوَافَقَ يَوْمَ عِيدٍ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى بِوَفَاءِ النَّذْرِ
کہ دوشنبہ، یہ عید کے دن پڑ گیا تو ابن عمر نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا
وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ هٰذَا الْيَوْمِ ع٥
حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دن کے روزہ سے منع فرمایا ہے۔

اور منابذت کی تفسیر وہیں مذکور ہے اور تخریجات بھی۔

تشریحات ۱۱۷۷ بخاری کی اس روایت میں یوم عید ہے۔ اس میں ابہام ہے۔ یہ عید الفطر بھی ہو سکتی ہے اور عید الاضحی بھی۔ مسند امام احمد کی روایت میں تردید کے ساتھ دونوں مذکور ہے۔ لیکن بخاری[لہ] کتاب الایمان والنذور میں زیاد بن جبیر ہی سے ایک روایت یہ ہے کہ سائل نے یہ عرض کیا تھا کہ میں نے منت مانی ہے کہ جب تک جیونگا ہر سہ شنبہ یا چہارشنبہ کو روزہ رکھونگا۔ یہ دن یوم النحر کو پڑ گیا۔ تو حضرت ابن عمر نے وہ جواب دیا۔ اخیر میں یہ زائد ہے کہ سائل نے پھر سوال لوٹایا۔ تو حضرت ابن عمر نے اسی کے مثل فرمایا۔ کچھ زیادہ نہیں فرمایا۔

سائل یہ پوچھنا چاہتا ہے کہ میں روزہ رکھوں یا نہیں ؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب سے چونکہ یہ بات واضح نہیں ہوئی۔ اس نے دوٹوک حکم معلوم کرنے کے لئے دوبارہ سوال کیا۔ پھر بھی حضرت ابن عمر نے وہی جواب دیا۔ یہ ان کی احتیاط تھی۔ کہ اس وقت مسئلہ کا حکم ان کے ذہن میں منقح طور پر نہیں آیا تو بیان نہیں فرمایا۔ یہی علماء ربانیین کی شان ہے۔ اسی کو حدیث میں فرمایا گیا۔ ان من العلم ان تقول لا اعلم۔ یہ علم کی بات ہے کہ جو نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہدے، میں نہیں جانتا۔

لیکن بخاری ہی میں حضرت عبداللہ بن عمر ہی کے بارے میں یہ روایت ہے کہ ان سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ ہر دن روزہ رکھے گا۔ تو یوم اضحی اور یوم فطر کیا کریگا ؟ فرمایا۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات میں اچھا نمونہ عمل ہے۔ حضور یوم الفطر اور یوم الاضحی کو روزہ نہیں رکھتے تھے، اور نہ جائز سمجھتے تھے۔

بخاری کی اس روایت میں تعیین ہے کہ یہ دن یوم النحر تھا۔ رہ گیا ان کی منت دوشنبہ یا سہ شنبہ یا چہارشنبہ کی تھی۔ یہ متعین نہ ہو سکا۔ وہاں اظنہ ہے۔ اور یہاں بغیر اظنہ، کے یوم الثلاثاء یا اربعاء ہے۔ بخاری کی یہاں کی روایت میں آنے والے سائل کا قول ہے۔ رجل نذر۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ منت ماننے والے کوئی اور صاحب تھے۔ مگر بخاری کتاب الایمان کی اور مسلم[ع۳] کی روایت میں ہے۔ نذرت۔ میں نے منت مانی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منت ماننے والے ہی سائل تھے۔

ع۵ مسند امام احمد ثانی ص ۶۰ ۔ لہ جلد ثانی الایمان والنذور۔ باب من نذر ان یصوم ایاما فوافق النحر او الفطر ص ۹۹۲ ۔ ع۲ ایضا ص ۹۹۱، ۹۹۲ ع۳ اول۔ الصوم باب تحریم الصوم یوم العیدین ص ۳۶۰

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے اسے حکم ارشاد فرمایا۔ اگرچہ اشارۃً ہی سہی۔ کہ وہ روزہ نہ رکھے۔ مگر سوال اب یہ رہ جاتا ہے۔ کہ پھر دوسرے دنوں میں روزہ رکھے یا نہیں۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ دوسرے دنوں میں ضرور رکھے۔ کیونکہ اس کی منت صحیح ہے۔ اور جب بوجہ ممانعت اس دن نہیں رکھا تو دوسرے دنوں میں اس کی قضا واجب ہے۔

البتہ امام زفر، امام شافعی، امام احمد فرماتے ہیں۔ کہ یہ منت ہی صحیح نہیں۔ اس لئے قضا کا کوئی سوال ہی نہیں۔ پوری بحث کتب فقہ میں اور اصول فقہ میں ہے۔

باب صیام ایام التشریق ص ۲۶۸ — ایام تشریق کے روزے

۱۱۷۸ عَنْ هِشَامٍ اَخْبَرَنِیْ اَبِیْ كَانَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا تَصُوْمُ اَیَّامَ مِنًی وَكَانَ اَبُوْهُ یَصُوْمُهَا۔

حدیث ہشام سے روایت ہے کہ مجھے میرے والد (عروہ) نے خبر دی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا منی کے دنوں میں روزہ رکھتی تھیں اور ان کے والد رضی اللہ تعالی عنہ بھی رکھتے تھے

۱۱۷۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا کہ

تشریحات ۱۱۷۸ امام بخاری نے بجائے عن یا اخبرنی یا حدثنی کے اس حدیث کی سند کے ابتدا میں فرمایا۔ قال لی محمد بن المثنی۔ ایسا اس لئے کیا کہ یہ حدیث انھوں نے محمد بن مثنیٰ سے مذاکرۃً سنی تھی۔ اور یہ ان کی عادت ہے کہ جو حدیث مذاکرۃ سنتے ہیں۔ اسے قال سے بیان کرتے ہیں۔

یہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر موقوف ہے۔ وکان ابوھا۔ یہ کریمہ کی روایت ہے۔ ان کے علاوہ دوسروں کی روایت وکان ابوہ ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ حضرت عروہ ایام تشریق کا روزہ رکھتے تھے۔ حضرت عروہ تابعی ہیں۔ صحابی نہیں۔ پہلی روایت کی بنا پر اس کے قائل عروہ ہیں۔ اور دوسری روایت کی بنا پر اس کے قائل یحی القطان ہیں۔

تشریحات ۱۱۷۹ اس حدیث میں لم یرخص ہے۔ یعنی ایام منی میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی کس نے اجازت نہیں دی یہ مذکور نہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ دار قطنی میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے متمتع کو اجازت دی کہ ایام

لہ عمدۃ القاری الحادی العشر ص ۱۱۴

ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَا لَمْ یُرَخَّصْ فِی اَیَّامِ
ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی سوائے
التَّشْرِیْقِ اَنْ یُّصَمْنَ اِلَّا لِمَنْ لَّمْ یَجِدِ الْھَدْیَ۔
اس شخص کے جو ہدی نہ پائے۔

تشریق میں روزہ رکھے جب ہدی نہ پائے۔ طحاوی[۱] میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متمتع کو اس بات کی اجازت دی کہ ایام تشریق میں روزہ رکھے جب ہدی نہ پائے اور ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں روزہ نہ رکھ سکا ہو اور یہی امام مالک، امام شافعی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے۔ مگر یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کے دو راوی یحییٰ بن سلام اور ابن ابی لیلیٰ ضعیف ہیں۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی کو بھی یوم نحر اور ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ وہ متمتع اور قارن ہو۔ اور ہدی کی وسعت نہ ہو۔ اور یوم نحر سے پہلے روزہ نہ رکھ سکا ہو۔ بلکہ اگر یوم نحر سے پہلے تین روزے نہیں رکھے تھے۔ تو اب بہرحال ان دونوں پر قربانی واجب ہے۔ اگر قربانی نہیں کیا اور سر منڈا کر احرام سے باہر ہو گیا۔ تو اس پر دو دم واجب ہو گئے۔ ایک جرمانہ کا دوسرا دم شکرانہ کا۔ ہماری دلیل وہ احادیث ہیں جنہیں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایام تشریق میں یہ منادی کرائی تھی کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ بعض حدیثوں میں یہ بھی ہے۔ کہ ان دنوں میں روزہ نہیں۔ اور بعض حدیثوں میں مطلقاً یہ ہے کہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھیں۔ منیٰ کے اندر ان دنوں میں منادی کرانے سے ظاہر ہے کہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے خواہ وہ قارن ہو یا متمتع یا مفرد۔ اسے قربانی کی وسعت ہو یا نہ ہو۔ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں ــــ ان میں سے کچھ حدیثیں نسائی[۲] اور ابن ماجہ[۳] اور موطا امام مالک[۴] میں بھی مذکور ہیں۔ یہ سولہ احادیث ہیں جو ان صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ حضرت علی، حضرت سعد بن وقاص، حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن حذافہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت بشر بن سُحیم، حضرت انس بن مالک، حضرت ام الفضل، ام عمر بن خالد زرقی وغیرہ۔

۱۱۸۰ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ الصِّیَامُ لِمَنْ تَمَتَّعَ
حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روزہ اس کے لئے ہے جس نے

---

[۱] شرح معانی الآثار جلد اول۔ الصیام۔ باب المتمتع الذی لا یجد ھدیا ص ۳۶۳ [۲] جلد ثانی مناسک باب النھی عن صوم یوم عرفۃ ص ۳۴ [۳] الصیام باب فی النھی عن صیام ایام التشریق ص ۱۲۴۔ [۴] الحج باب فی صیام ایام المنیٰ ص ۱۵۵۔

بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ فَإِنْ لَّمْ يَجِدْ هَدْيًا وَّلَمْ يَصُمْ
عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع حاصل کیا۔ عرفہ کے دن پس اگر ہدی نہ پائے اور یوم عرفہ تک

صَامَ أَيَّامَ مِنًى عہ
روزہ نہیں رکھا تو منی کے دنوں میں روزہ رکھے۔

۳۷۴ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا مِثْلَهُ عہ
ت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اسی کے مثل مروی ہے۔

۱۱۸۰ **تشریحات** امام بخاری نے باب میں حسب عادت اپنا مذہب واضح نہیں فرمایا ہے لیکن باب کے ضمن میں جو حدیثیں لائے ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مذہب یہی ہے کہ متمتع اور قارن اگر یوم عرفہ تک روزہ نہیں رکھ سکے اور انھیں قربانی کی بھی وسعت نہیں۔ تو وہ منی کے دنوں میں تین روزے رکھیں۔ لیکن امام بخاری جتنی حدیثیں لائے ہیں۔ وہ سب موقوف ہیں۔ اور اس کے برخلاف بقول علامہ عینی تیس صحابہ کرام سے وہ حدیثیں مروی ہیں جن میں ایام تشریق کے روزوں سے ممانعت وارد ہے ان میں بہت سی احادیث وہ ہیں جنہیں یہ تصریح ہے۔ خاص ایام منی میں یہ فرمایا۔ اور اس کی منادی کرائی۔ اس لئے ہمارا مذہب بحیثیت دلیل قوی ہے۔

بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ ص۲۶۸ عاشوراء کے دن کے روزے۔

۱۱۸۱ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ سہ
وسلم نے ارشاد فرمایا عاشوراء کے دن اگر چاہے تو روزہ رکھے۔

۱۱۸۱-۱۱۸۲ **تشریحات** عام حج :۔ حضرت معاویہ نے خلیفہ ہونے کے بعد پہلا حج ۴۴ھ میں کیا تھا اور آخری حج ۵۷ھ میں کیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس سے مراد اخیر کا ۵۷ھ

عہ موطا امام مالک الحج باب صیام المتمتع ص۱۲۵ عہ ایضا ص ۱۲۴-۱۲۵

سہ مسلم نسائی۔ الصوم۔

۱۱۸۲ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ اَبِي سُفْيَانَ

حدیث حمید بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان سے سنا جس

يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ عَامَ حَجَّ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ يَا اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ اَيْنَ

سال انھوں نے حج کیا عاشوراء کے دن منبر پر کہتے ہیں۔ اے مدینہ والوں کہاں ہیں تمھارے

عُلَمَاءُكُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

علماء میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں یہ عاشوراء کا دن ہے

هٰذَا يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ وَلَمْ يَكْتُبِ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهٗ وَاَنَا صَائِمٌ

اللہ تعالی نے تم پر اس کا روزہ فرض نہیں فرمایا میں روزے سے ہوں

فَمَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفْطِرْ ؏

جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

۱۱۸۳ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

والا حج ہے۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ کوئی بھی حج ہو سکتا ہے مسلم[1] میں یہ حدیث یوں ہے۔ حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں۔ میں نے معاویہ بن سفیان سے سنا اور وہ مدینہ میں خطبہ دے رہے تھے۔ اپنے کسی بھی آمد کے موقعہ پر انھوں نے عاشوراء کے دن خطبہ دیا تھا۔

این علماء کم :۔ امام نووی نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ یہ انھوں نے اس بنا پر فرمایا ہو کہ انھیں یہ خبر پہونچی ہو کہ کچھ لوگ اسے فرض کہتے ہیں، یا حرام بتاتے ہیں، یا مکروہ جانتے ہیں۔ تو انھوں نے یہ چاہا کہ مجمع عام میں یہ اعلان ہو جائے کہ عاشوراء کا روزہ نہ واجب ہے نہ حرام و مکروہ بلکہ مستحب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس معاملہ میں علماء کی موافقت مقصود ہو یا اس کی تبلیغ۔

تشریحات ۱۱۸۳ فصامہ :۔ اس جلد کے شروع ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی حدیث گزر چکی کہ قریش جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی ابتداء اسلام میں رکھا کرتے تھے۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو فرمایا جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عاشوراء کا روزہ اوائل اسلام ہی سے مسلسل چلا آرہا ہے۔ مگر اس حدیث

[1] اول۔ الصیام۔ باب۔ صوم یوم عاشوراء ص ۳۵۸۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَرَاَى الْيَهُوْدَ تَصُوْمُ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ

مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا

فَقَالَ مَا هٰذَا قَالُوْا هٰذَا يَوْمٌ صَالِحٌ هٰذَا يَوْمٌ نَجَّى اللّٰهُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ اچھا دن ہے یہ وہ دن ہے جسمیں اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے

مِنْ عَدُوِّهِمْ فَصَامَهٗ مُوْسٰى قَالَ فَاَنَا اَحَقُّ بِمُوْسٰى مِنْكُمْ

دشمن سے نجات دی تھی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام کی موافقت

فَصَامَهٗ وَاَمَرَ بِصِيَامِهٖ ۔ عہ

کرنے میں بہ نسبت تمہارے زیادہ حقدار ہوں۔ تو حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

۱۱۸۴ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَعُدُّهُ

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یوم عاشوراء کو یہود عید کا دن

میں عاشورے کے روزے کی ابتداء کی وجہ یہ بتائی گئی ہے۔ کہ یہود نے جب یہ بتایا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریے میں اس دن روزہ رکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں خود بھی روزہ رکھا اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔

اقول وباللہ التوفیق۔ دونوں میں منافات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا کہ پہلے یہ روزہ قریش کی عادت کے مطابق حضور بھی رکھتے تھے۔ کہ یہ فی نفسہ ایک عبادت ہے۔ جب مدینہ طیبہ آئے اور یہ علم ہوا کہ اس دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے روزہ رکھا تھا۔ اور یہ انکی سنت ہے۔ تو حضرت موسیٰ کی موافقت سے اس روزے کی فضیلت مزید معلوم ہوئی۔ تو اہتمام کے ساتھ روزہ رکھا۔ اور اہتمام کیساتھ اس کا حکم دیا۔

تشریحات ۱۱۸۴،۸۵ هذا الشهر ۔ سے مراد رمضان ہے۔ اس کے روزوں کی فضیلت تمام روزوں پر ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ فرض اور بقیہ نفل۔ فرض بہر حال نوافل سے افضل ہے۔ رہ گیا عاشورے کا روزہ تو اسکے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ابوداؤد میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے مہینے کے بعد تمام روزوں سے افضل اللہ کے مہینے محرم کا روزہ ہے۔ اگرچہ اس کا احتمال

عہ ایضاً۔ ذکر الانبیاء۔ باب قول اللہ عزوجل هل اتاك حديث موسىٰ وكلم الله موسىٰ تكليما ص ۴۸۱ - ثانی۔ تفسیر سورۃ طٰہٰ باب قوله واوحينا الى موسى ان اسر بعبادى فاضرب لهم طريقا فى البحر يبسًا ص ۶۹۲ - ثانی۔ تفسیر سورہ یونس۔ باب وجاوزنا ببنى اسرائيل البحر ص ۶۷۷۔ بیان مکہ۔ باب اتيان اليهود النبى صلى الله تعالى عليه وسلم ص ۵۶۲ - مسلم ابوداود۔ نسائی۔ ابن ماجہ ۱۲۰۔ لہ اول۔ صیام۔ فی صوم المحرم ص ۳۳۰ - ترمذی اول۔ الصیام۔ باب صوم المحرم ص ۹۳۔

الیھود عیدًا قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصوموہ انتم ع۵

شمار کرتے تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن تم لوگ بھی روزہ رکھو۔

۱۱۸۵ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال ما رأیت النبی

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس دن یعنی عاشورا اور اس

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتحری صیام یوم فضلہ علی غیرہ

مہینے کے علاوہ کسی دن کے روزے کی ایسی رغبت نہیں دیکھی جیسے

الا ھذا الیوم یوم عاشوراء وھذا الشھر ع۵

دوسروں پر فضیلت دی ہو۔

ہے کہ اس سے مراد محرم کا پورا مہینہ ہو۔ بلکہ ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور میں وہاں پر بیٹھا ہوا تھا۔ یا رسول اللہ! رمضان کے بعد کس مہینے کے روزے کا مجھکو حکم دیتے ہیں؟ فرمایا اگر رمضان کے بعد کسی مہینے میں روزہ رکھنا چاہتا ہے تو محرم کا رکھ۔ اس لئے کہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں ایک دن ایسا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول فرمائی اور اس دن آئندہ دوسروں کی توبہ قبول فرمائے گا۔ مگر حدیث زیر بحث جو یہ فرمایا کہ حضور کو جتنی طلب وجستجو اور رغبت عاشورے کے روزے کی تھی کسی اور نفلی روزے کی نہیں تھی۔ یہ بتا رہا ہے کہ عاشورے کا روزہ تمام نفلی روزوں سے افضل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عاشورہ: ۔ مونث کا صیغہ فاعولاء کے وزن پر "عشر" بمعنی دس سے مشتق ہے۔ یہ عاشرۃ سے معدول ہے۔ یہ اصل میں اللیلۃ کی صفت ہے۔ یوم کی اس کی طرف اضافت ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ یوم اللیلۃ العاشوراء۔ لیکن جب اس کو معنی صفت سے نقل کر کے معنی اسمیت کی طرف لائے تو اللیلۃ کو حذف کر دیا اور یوم عاشوراء کہنے لگے۔ تخفیفًا ایسا کیا گیا۔

فاعولاء کے وزن پر چند ہی کلمات آتے ہیں۔ ضاروراۃ بمعنی ضراء۔ ساروراۃ بمعنی سراء۔ والولۃ بمعنی والۃ۔ خابورۃ۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ عاشوراء مد کے ساتھ اور عاشورا بغیر ہمزہ کے دونوں طرح آیا ہے۔ خلیل نے کہا کہ عاشوراء عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ مگر جمہور نے کہا کہ یہ خالص عربی اور اسلامی لفظ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ مستعمل نہیں تھا۔ لیکن اسے اسلامی کہنا صحیح نہیں۔ احادیث میں وارد ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورا کو روزہ رکھتے تھے۔

ع۵ بنیان الکعبۃ۔ باب اتیان الیھود النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۵۶۲۔ مسلم۔ الصوم۔ ع۵ مسلم۔ نسائی۔ الصوم۔ ترمذی اول۔ الصیام۔ باب صوم المحرم ص ۹۳۔

عاشوراکونسادن ہے اس میں اختلاف ہے کہ عاشوراء کونسادن ہے۔ نو محرم یادس محرم یا گیارہ محرم۔ راجح اور مشہور یہی ہے کہ یہ دس محرم ہے۔ اسی پر اشتقاق بھی دلالت کرتا ہے۔ یہی جمہور اور عامہ صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے۔ صحابہ کرام میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ ہے کہ عاشوراء محرم کی نویں تاریخ ہے۔ جیسا کہ مسلم[۱]، ابوداؤد[۲] اور ترمذی[۳] میں ہے۔ حکم ابن اعرج نے کہا میں حضرت ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ زمزم سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں نے عرض کیا مجھے بتائیے، یوم عاشوراء کونسا دن ہے؟ فرمایا کہ جب تو محرم کا چاند دیکھ لے تو دنوں کو گن جب نویں تاریخ کو تو صبح کرے تو روزہ رکھ۔ میں نے عرض کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہی روزہ رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا۔ ہاں۔ لیکن ان کا یہ قول عاشوراء کے روزے کے بارے میں وارد عام احادیث کے معارض ہے۔ عام احادیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عاشورے کو روزہ رکھتے تھے۔ اخیر عمر شریف میں فرمایا کہ میں آئندہ سے نو کو بھی روزہ رکھوں گا۔ یہود کی مخالفت کرونگا۔ مگر اسی سال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ اور نو کا روزہ نہیں رکھا۔ علامہ عینی نے یہ توجیہ کی کہ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عزم فرمالیا تھا کہ سال آئندہ نو کو بھی روزہ رکھوں گا۔ اسی کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا امام قاضی عیاض نے یہ توجیہ کی۔ مراد یہ ہے کہ نو اور دس کو ساتھ ساتھ روزہ رکھا۔

محب طبری نے تفسیر فقیہ ابو اللیث سمرقندی سے نقل کیا کہ عاشورہ گیارہویں تاریخ ہے۔ عاشوراء کا روزہ مستحب ہے۔ اور افضل یہ ہے کہ نو اور دس دونوں کو روزہ رکھے۔ اس میں ایک تو یہود کی مخالفت ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دونوں دن روزہ رکھنے میں واقعے میں عاشوراء کا دن ملنا نسبتاً متیقن ہے۔ اسی بنا پر ابو اسحٰق نے فرمایا کہ گیارہ کو بھی روزہ رکھے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ صرف دس تاریخ کو روزہ رکھنا تشبہ بالیہود کی وجہ سے مکروہ ہے۔ جیسا کہ محیط اور بدائع میں ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ اس لئے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھا ہے۔ اور عاشوراء کا دن شرعاً بافضیلت ہے۔

وجہ تسمیہ: دسویں محرم کو عاشورہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے کہ یہ محرم کی دسویں تاریخ کو کہتے ہیں۔ اور نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دن کو عاشورہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے دس انبیاء کرام پر خاص اکرام فرمایا ہے۔ اوّل حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والتسلیم کی اللہ تعالیٰ نے اس دن مدد فرمائی۔ ان کے لئے بحر قلزم پھاڑ کر راستہ بنا دیا۔ اور فرعون کو ڈبو دیا۔ ثانی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اسی تاریخ میں جودی پر ٹھہری تھی، ثالث حضرت یونس علیہ السلام کو اسی تاریخ میں مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔ رابع اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ خامس اسی تاریخ کو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تھا۔ سادس اسی تاریخ

---

[۱] اول۔ الصیام۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۵۸ [۲] اول۔ صیام۔ باب صوم یوم عاشوراء ص ۳۳۲۔
[۳] اول۔ صوم۔ باب عاشوراء ای یوم ھو ص ۹۴۔

باب فضل من قام رمضان ص ۲۶۹ رمضان میں قیام کرنے والے کی فضیلت

۱۱۸۸ حدیث عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان میں ایمان اور ثواب کی امید پر قیام کرے (نماز پڑھے)

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی تاریخ کو آسمان پر اٹھالئے گئے۔ سابع۔ اسی تاریخ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ ثامن حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی تاریخ کو پیدا ہوئے۔ تاسع حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی اسی تاریخ میں واپس کی گئی۔ عاشر اسی تاریخ کو ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وعدہ ہوا کہ آپ کے تمام خاص لوگوں کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مگر یہ وجہ تسمیہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہ انحصار درست نہیں۔ دوسرے انبیاء کرام پر بھی اسی تاریخ میں خصوصی نوازش ہوئی ہے۔ اس لئے کہ۔ اسی تاریخ میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا گیا۔ اسی تاریخ میں حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش مکمل ہوئی، اور وہ شفایاب ہوئے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اسی تاریخ میں ملک دیا گیا۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں۔ البتہ اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا سنت۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ واجب تھا۔ اور اصحاب شافعی کا اس میں دو قول ہے مشہور قول یہ ہے کہ اس وقت بھی سنت ہی تھا جیسا کہ اب ہے۔ کبھی واجب نہیں تھا۔ البتہ پہلے موکد تھا۔ جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو تاکد جاتا رہا۔ اور مستحب ہوگیا۔ دوسرا قول اصحاب شافعیہ کا یہ ہے کہ پہلے واجب تھا۔ اب سنت ہوگیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اب بھی فرض ہے۔ مگر یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔ اب اس پر امت کا اتفاق ہے کہ یہ مستحب ہے۔

تشریحات ۱۱۸۶،۸۵ مستملی کی روایت میں یہاں باب سے پہلے۔ کتاب التراویح۔ زائد ہے۔ اوروں کی روایت میں نہیں۔ قیام رمضان کے معنی رمضان کی رات میں نماز پڑھنا۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس پر اتفاق ہے کہ یہاں قیام رمضان سے مراد۔ تراویح ہے۔ تراویح پر پورا کلام پہلے کیا جا چکا ہے۔ اب اعادہ کی حاجت نہیں۔

فیصلی بصلاته: یعنی کچھ لوگ تنہا تنہا تراویح پڑھ رہے تھے۔ اور کچھ لوگ جماعت سے پڑھ رہے تھے چونکہ اس میں انتشار تھا۔ اس لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام مقرر کرکے سب کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم دیا جسے تمام صحابہ کرام نے پسند فرمایا۔ تراویح

اصل میں باجماعت مشروع ہوئی تھی۔ جیسا کہ گزر چکا۔ بخاری میں اس کے بعد والی حدیث میں تصریح ہے کہ تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تراویح پڑھائی۔ چوتھے دن باہر تشریف نہیں لائے اور صبح کو ارشاد فرمایا۔ میں اس لئے تشریف نہیں لایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے۔ پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز رہو۔ اس کے بعد صحابہ کرام اپنی صوابدید پر الگ الگ تنہا تنہا یا باجماعت تراویح پڑھا کرتے تھے۔ جب حضرت فاروق اعظم کے عہد میں یہ اندیشہ ختم ہوگیا کہ کہیں فرض نہ ہوجائے تو انھوں نے سب کو باجماعت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دیا۔

مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے — ابن شہاب نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ

وسلم وفات پاگئے — اور عمل درآمد اسی پر رہا — پھر ابوبکر کی خلافت میں اور عمر کی

خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ؓ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ

خلافت کے ابتدائی دور میں — ایسا ہوتا رہا — اور ابن شہاب ہی سے مروی

عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ عَبْدِنِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ

ہے — وہ عروہ بن زبیر سے — وہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کرتے ہیں کہ

خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا

عبدالرحمٰن نے کہا — میں رمضان میں ایک رات عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد کی طرف گیا تو

النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ

دیکھا کہ لوگ متفرق — الگ الگ نماز پڑھ رہے ہیں — کوئی تنہا پڑھ رہا ہے — کچھ لوگ

بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ

جماعت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں — اس پر عمر نے کہا میں مناسب جانتا ہوں کہ اگر ان لوگوں کو

وَاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ

ایک قاری پر جمع کردوں تو بہتر ہو — پھر پختہ ارادہ کرلیا — اور انھیں ابی بن کعب پر جمع کردیا

ھ حوالہ اگلے صفحہ پر ہے

مَعَہٗ لَیْلَۃً اُخْرٰی وَالنَّاسُ یُصَلُّوْنَ بِصَلَاۃِ قَارِئِھِمْ قَالَ

اس کے بعد میں انکے ساتھ دوسری رات نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں

عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْھَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ

حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے۔ جسے چھوڑ کر تم لوگ سو جاتے تھے وہ اس سے افضل ہے

تَقُوْمُوْنَ یُرِیْدُ اٰخِرَ اللَّیْلِ وَکَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَہٗ ۔ ہ

جس میں تم لوگ ادا کرتے ہو ان کی مراد آخر رات کی نماز تھی اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا جس پر تمام صحابہ کرام نے سکوت فرمایا اسلئے بیس رکعت تراویح پر صحابہ کرام کا اجماع ہوگیا نیز اس سے لزوماً یہ ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس ہی رکعت تراویح پڑھی تھی ورنہ صحابہ کرام ضرور اختلاف کرتے۔ صحابہ کرام سے یہ مستبعد ہے کہ دین میں اس قسم کا اضافہ برداشت کر سکیں۔ بلکہ اس سلسلے میں صریح روایت بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی، جیسا کہ گزر چکا۔

نعم البدعۃ ھذہ :۔ اصل تراویح مشروع ہے تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح باجماعت پڑھی۔ اس کے بعد اکیلے پڑھی۔ اور صحابہ کرام اکیلے اکیلے بھی پڑھتے تھے اور جماعت کے ساتھ بھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تراویح کے لئے جماعت کی قید نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے کی پابندی کردی۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی امر مشروع مطلق کو کسی ہیئت خاص کے ساتھ مخصوص کرنا حرام وگناہ بدعت سیئہ نہیں جیسے ہمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ امت نے اسے خاص ہیئت کے ساتھ میلاد شریف کے نام سے رواج دیا۔ اسی طرح ہم کو مطلق صلوٰۃ وسلام کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے اخیر مجلس میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے رواج دیا۔ یونہی ہمیں مطلق ایصال ثواب کا حکم ہے۔ پوری امت نے اسے تیسرے دن یا دسویں دن یا چالیسویں دن یا سال پورا ہونے پر رواج دیا۔ تخصیصات بھی حرام وگناہ وبدعت سیئہ نہیں۔ بلکہ تمام صحابہ کرام اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

بدعت کی تعریف اور اقسام علامہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں تحریر فرمایا اور بالاختصار شرح مسلم میں بھی۔ بدعت کے لغوی معنی یہ ہیں ہر وہ چیز جسکی پہلے سے مثال نہ ہو یعنی نئی چیز ایجاد

عہ الایمان۔ باب تطوع قیام رمضان من الایمان ص ۱۰، سیام من صام رمضان ایمانا واحتسابا ص ۲۵۵ باب فضل لیلۃ القدر ص ۲۰۰۔ مسلم، صلوٰۃ المسافرین۔ ابوداؤد، رمضان، ترمذی، صوم۔ نسائی، صیام ایمان۔ دارمی۔ صوم، موطا امام مالک۔ رمضان۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۲۸۱ عہ موطا امام مالک باب الترغیب فی الصلوٰۃ فی رمضان ص ۳۳ سہ موطا امام مالک۔ فی قیام رمضان ص ۴۳ لہ اول جمعہ ص ۲۸۵

کرنا۔ اور شریعت میں ایسا کام ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ رہا ہو۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کتاب القواعد کے آخر میں کہا بدعت کی پانچ قسمیں ہیں واجب، حرام، مستحب، مباح اور مکروہ امام شافعی نے فرمایا کہ ایسی نئی چیز ایجاد کرنا جو کتاب یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہو ضلالت ہے اور ایسی اچھی بات ایجاد کرنا جو ان میں سے کسی کے مخالف نہ ہو مذموم نہیں اور حضرت عمر[۱] نے تراویح کے بارے میں فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، اس کی تائید اس حدیث۔۔ بھی ہوتی ہے جو حضرت جریر بن عبداللہ بجلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اجورهم شیئ ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارهم شیئ[۲]

جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرے گا اسے اس کا ثواب ملے گا اور جتنے لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اسے ثواب ملے گا۔ بغیر اس کے کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی کیجائے اور جو اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کرے گا اس پر اسکا گناہ ہوگا۔ اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں گے سب کے برابر اس پر گناہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ ان کے گناہ میں کوئی کمی کیجائے۔

یہ حدیث اس پر نص ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ حسنہ اور سیئہ، اس پر امت کا اتفاق ہے کہ حدیث کل بدعة ضلالة" میں بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

خود اس حدیث میں حضرت فاروق اعظم کا ارشاد "نعم البدعة هذه" اس پر نص ہے کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اسی قبیل سے ایک مسجد میں ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح پڑھنا بھی ہے۔

والتی تنامون عنها: عام مترجمین نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ رات کا وہ حصہ جس میں تم لوگ سوجاتے ہو اس سے بہتر ہے کہ جسمیں نماز پڑھتے ہو اور لوگ رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس خادم کے نزدیک اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس نماز کو چھوڑ کر تم لوگ سوجاتے ہو وہ اس سے بہتر ہے جس کو تم لوگ ادا کرتے ہو۔ "عن" مجاوزت کے لئے آتا ہے جس کے لئے ترک لازم ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز تہجد تراویح سے افضل ہے اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ تراویح الگ نماز ہے اور تہجد الگ ایسا نہیں کہ دونوں ایک ہی ہوں جیسا کہ آج کل کے غیر مقلدین کہتے ہیں۔

رہ گیا حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان یا اس کے علاوہ اور دنوں میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے یہ تہجد کیلئے ہے تراویح سے اسکا کوئی علاقہ نہیں

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوۃ رابع ص ۳۶۰ [۲] مسند امام احمد جلد خامس ص ۳۵۷ مسلم زکاۃ ص ۳۲۷ ثانی العلم ص ۳۴۱، نسائی زکاۃ ص ۳۵۶ مشکوۃ ص ۳۳

باب فضل لیلۃ القدر ص۲۷ لیلۃ القدر کی فضیلت کا بیان

۳۷۵ وَقَالَ ابْنُ عُیَیْنَۃَ مَا کَانَ فِی الْقُرْآنِ وَمَا اَدْرٰکَ فَقَدْ اَعْلَمَہٗ
سفیان بن عیینہ نے فرمایا قرآن میں جس چیز کے بارے میں " وما ادرٰک " ہو تو اسے
وَمَا قَالَ وَمَا یُدْرِیْکَ فَاِنَّہٗ لَمْ یُعْلِمْہٗ
اللہ نے حضور کو بتا دیا۔ اور جس کے بارے میں فرمایا "وما یدریک" اسے (اس وقت تک) نہیں بتایا۔

تشریحات ۳۷۵ اس تعلیق کو محمد بن یحیٰی بن ابی عمر نے کتاب الایمان میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں یہ فرمایا گیا " وما ادرٰک " اور تم نے کیا جانا۔ جیسے فرمایا گیا وما ادرٰک ماالقاریۃ " اور تو نے کیا جانا کیا ہے دہلانے والی۔ تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی ــ خبر حضور کو اس آیت کے نزول سے پہلے دے دی ہے ــ " اعلم " ماضی کا صیغہ ہے جو زمانہ گزشتہ میں وقوع پر دلالت کرتا ہے۔ اور جن چیزوں کے بارے میں فرمایا۔ "وما یدریک " انھیں اس آیت کے نزول کے وقت تک اس کی خبر نہیں دی جیسے فرمایا " وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا[1] اور تم کیا جانو شاید قیامت پاس ہی ہو۔ لیکن " مَا یُدْرِیْکَ پر انھوں نے جو کچھ فرمایا وہ آیۃ کریمہ وما یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰی[2] سے منقوض ہے۔ کیونکہ آیۃ کریمہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جان لیا تھا کہ یہ کفر و شرک سے پاک ہوں گے اور انھیں نصیحت نفع دے گی۔

اقول و باللہ التوفیق ۔ اس نقض کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ عینی علامہ احمد خطیب قسطلانی، تینوں شارحین نے ذکر فرمایا اس خادم کا خیال ہے کہ جب یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی تھی ہو سکتا ہے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ نہ بتایا گیا ہو کہ یہ مومن مخلص ہو گئے بعد میں بتایا گیا ہو جیسا کہ پہلی آیت میں قیام ساعت کے وقت کے بارے میں ارشاد ہوا " وَمَا یُدْرِیْکَ " مگر علماء نے تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں باتوں کا علم عطا نہ فرما دیا جن میں قیام ساعت کا علم بھی ہے۔[3]

اس تعلیق کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ شب قدر کون سی رات میں ہے۔

---

[1] س۔ احزاب [2] س۔ عبس۔ [3] شرح قصیدہ بردہ علامہ ابراہیم بیجوری ص ۷۴ صاوی جلد ثالث ص ۲۶۰

باب ۔ التمسوا لیلۃ القدر فی السبع الاواخر ۔۔۔ ص ۲۷۰

اخیر کی سات راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

۱۱۸۹ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أُرُوا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْمَنَامِ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرٰی رُؤْیَاکُمْ قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ کچھ صحابہ کو لیلۃ القدر خواب میں اخیر کے سات دنوں میں دکھائی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں کا دیکھنا اخیر کے سات دنوں میں ایک دوسرے کے مطابق ہے

تشریحات ۱۱۸۹ کتاب التعبیر میں بطریق زہری عن سالم جو روایت ہے اس کے اخیر میں یہ بھی ہے - اور کچھ لوگوں کو دکھایا گیا کہ لیلۃ القدر عشرہ اخیرہ میں ہے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے اخیر کی سات راتوں میں دیکھو مسند امام احمد کی روایت میں "فی الوتر" بھی ہے یعنی طاق راتوں میں۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کچھ لوگوں کو اخیر کی سات راتوں میں دکھائی گئی اور کچھ لوگوں کو اخیر کی دس راتوں میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ تخصیص کیوں فرمایا کہ اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اخیر کی سات راتوں میں دکھایا جانا اس کے معارض نہیں کہ اخیر کی دس راتوں میں دکھائی گئی ہو سکتا ہے مراد یہی ہو کہ عشرہ کی سات راتوں میں سے کسی ایک میں دکھائی گئی اب بھی یہ کہنا درست ہے کہ اخیر کے عشرہ میں دکھائی گئی یا یوں کہئے کہ دونوں قول پر اخیر کی سات راتیں من وجہ متفق علیہ ہیں اس لئے انھیں میں تلاش کرنے کا حکم فرمایا

اس حدیث سے یہ ظاہر ہوا کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ کی کسی طاق رات میں ہے مگر اس کی تعیین نہیں کہ کس رات میں ہے۔ علما، کا اس میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ رمضان کی پہلی رات میں ہے؛ دوسرا قول یہ ہے کہ سترہویں رات میں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اٹھارہویں رات میں ہے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ انیسویں رات میں ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ اکیسویں رات میں ہے۔ چھٹا قول یہ ہے کہ تیئسویں رات میں ہے۔ ساتواں قول یہ ہے کہ پچیسویں رات میں ہے، آٹھواں قول یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں ہے۔ نواں قول یہ ہے کہ انتیسویں رات میں ہے۔ دسواں قول یہ ہے کہ رمضان کی اخیر شب میں ہے۔ گیارہواں قول یہ ہے کہ ان کی شفعہ راتوں میں۔ بارہواں قول یہ ہے کہ پورے سال میں کوئی ایک رات ہے، تیرہواں قول یہ ہے کہ پورے رمضان کی راتیں۔ چودہواں قول یہ ہے کہ عشرہ کی راتوں میں بدلتی رہتی ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ حضرت امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ شب قدر رمضان ہی میں ہے۔ آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے

الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِي السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ عہ

تو جو اس کو تلاش کرنا چاہے تو وہ اخیر کی سات راتوں میں تلاش کرے۔

اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک رمضان ہی میں ہے مگر آگے پیچھے نہیں ہوتی لیکن تعیین معلوم نہیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک رمضان کے نصف اخیر میں ہے۔ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک رمضان کے عشرہ اخیر میں ہے۔ اس سے منتقل نہیں ہوتی۔ اسی میں قیامت تک رہے گی۔ امام ابو بکر رازی نے فرمایا کہ یہ کسی مہینے کے ساتھ خاص نہیں، احناف نے یہی کہا۔ فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ حضرت امام اعظم کا مذہب مشہور یہ ہے کہ وہ سال بھر میں گھومتی ہے۔ کبھی رمضان میں ہوتی ہے کبھی دوسرے مہینوں میں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عکرمہ وغیرہ سے بروایت صحیحہ یہ ثابت ہے۔

اس قول پر علامہ مہلب نے ناگوار لہجے میں تنقید کی ہے۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہونے کی وجہ سے زمانہ بدلتا رہتا ہے حالانکہ شریعت میں اس کا اعتبار نہیں۔ علامہ عینی نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ یہ قول حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی ہے۔ اس کا مہلب نے خیال نہیں کیا۔ واقعی بہت افسوس کی بات ہے۔ عصبیت میں کسی کے بھی سر ایسی ضعیف بات غلط منسوب کرنا سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ قائل جب اپنی دلیل میں ان دو منتخب صحابۂ کرام کا قول پیش کرتا ہے۔ تو پھر ایک بے تکی دلیل گڑھ کر اس کی طرف منسوب کرنا کبھی بھی پسندیدہ بات نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ شب قدر کب ہے؟ یہ قیاس اور عقل سے نہیں جانی جا سکتی اور اصول حدیث میں یہ مسلم ہے کہ صحابی کا قول جو شارع سے سنے بغیر نہ جانا جا سکے حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اس لئے یہ بات طے ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو فرمایا ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر فرمایا ہے، اس لئے اس پر تنقید کرتے وقت ذہن میں یہ رکھنا ضروری ہے کہ بات کہاں تک پہونچ سکتی ہے، اس کے برخلاف

عہ ثانی تعبیر باب التواطؤ علی الرؤیا ص ۱۰۳۵ مسلم صیام ابو داود رمضان۔ ترمذی صوم موطا امام مالک اعتکاف مسند امام احمد ثانی ص ۶ ص ۸

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زر بن حبیش نے یہ شکایت کی کہ آپ کے بھائی حضرت ابن مسعود یہ کہتے ہیں کہ جو سال بھر قیام لیل کرے گا وہ شب قدر پائے گا۔ تو ابی بن کعب نے فرمایا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ انھوں نے یہ چاہا کہ لوگ (صرف چند دنوں پر) بھروسہ نہ کرلیں (کہ صرف انھی چند دنوں میں شب بیداری کریں اور دنوں میں چھوڑدیں) وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ شب قدر رمضان میں ہے اور عشرہ اواخر میں ہے۔ اور ستائیسویں شب میں ہے۔ پھر حضرت ابی بن کعب نے بغیر استثناء کے قسم کھاکر کہا کہ یہ ستائیسویں رات ہے[1]۔

ایک صحابی کا دوسرے صحابی کے ساتھ یہ حسن ادب پھر ہمیں کب یہ جائز کہ صحابہ کرام کے بارے میں کوئی ایسی بات کہیں جو ناپسندیدہ ہو۔

یہ سترہ اقوال ہم نے نقل کردیئے۔ اس کے علاوہ مزید اور بھی اقوال ہیں۔ ان میں راجح اور مختار یہ ہے کہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی کسی طاق رات میں ہوتی ہے۔ زیادہ روایتیں اس کی موید ہیں کہ یہ ستائیسویں شب میں ہے۔

علامات حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض علماء سے نقل فرمایا ہے۔ کہ شب قدر کی کچھ علامتیں اور نشانیاں ہیں۔ جو احادیث اور آثار اور اہل کشف کے تجربوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ امام غزالی نے فرمایا کہ ہر شخص کے حق میں وہ شب شب قدر ہے جس میں اس پر عالم ملکوت سے کچھ کشف کیا جائے۔ طبری نے کچھ لوگوں سے نقل کیا ہے کہ شب قدر میں درخت زمین پر گر کر سجدہ کرتے ہیں۔ پھر اپنی جگہ کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور اس رات ہر چیز سجدہ کرتی ہے ـــ امام بیہقی نے فضائل اوقات میں بطریق امام اوزاعی، عبیدہ بن ابی لبابہ سے روایت کیا ہے کہ اس رات کھاری پانی میٹھا ہوجاتا ہے ـــ علامہ عبدالبر نے بطریق زہرہ بن معبد اس کے مثل روایت کیا ہے۔ اس شب میں انوار بلند ہوتے ہیں حتیٰ کہ اندھیری اور تاریک جگہوں میں بھی[2]۔

اس خادم نے بعض بزرگوں سے یہ سنا تھا کہ اگر عشرۂ اواخر کی طاق راتوں میں بارش ہوجائے تو یہ اس کے شب قدر ہونے کی خاص علامت ہے۔ جو حدیث صحیح سے مستخرج بھی ہے۔ میں نے اس کا تجربہ کیا اسے حق پایا۔ اور اس شب کا پانی آب شفا ہے اس کا بھی میں نے تجربہ کیا ہے۔

علامتیں شمار کرنے کے بعد حضرت شیخ نے تحریر فرمایا۔ کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ان علامتوں کو ہر شخص دیکھ لے۔ یا معلوم کرلے۔ ایسا ہوسکتا ہے۔ کہ دو شخص اکٹھے عبادت میں مشغول ہوں ایک شخص کو علامتیں محسوس ہوں اور دوسرے کو نہ ہوں۔

تنبیہ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ شب قدر میں ایک شب کی عبادت ہزار مہینے کی عبادتوں سے بہتر ہے۔ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے مگر یہ اسی وقت ہے کہ شب بیداری کی وجہ سے فرائض وواجبات کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو۔ بہت سے ریاکار جاہلوں کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ رات بھر جاگتے ہیں۔ اور اول وقت فجر کی نماز پڑھ کر سوجاتے ہیں۔ فجر کی جماعت چھوڑدیتے ہیں۔ کچھ کچھ ایسے بھی ہیں جو فجر کی نماز بھی نہیں پڑھتے اور قریب یہی حال ظہر کی نماز کا ہوتا ہے یا تو سوتے رہ جائیں گے ظہر کی نماز نہیں پڑھیں گے یا جماعت چھوڑ بیٹھیں گے۔ یہ بہت بڑی محرومی ہے۔ ایسے لوگوں کو شب بیداری جائز ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تشریحات ۱۱۹۲ عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں کا حساب دو طرح ہوتا ہے۔ ایک مہینے کی پہلی تاریخ کے حساب سے اس طرح وتر راتیں اس طرح پڑیں گی۔ اکیسویں تیئیسویں پچیسویں ستائیسویں۔ انتیسویں۔ اور دوسرا حساب تیس تاریخ سے لیا جائے تو اب طاق راتیں یہ ہونگی۔ تیسویں۔ اٹھائیسویں۔ چھبیسویں۔ چوبیسویں۔ بائیسویں۔ اسی دوسرے حساب کے مطابق ایک حدیث میں یہ فرمایا شب قدر کو رمضان کے اخیر کے دس دنوں میں تلاش کرو۔ نویں شب میں جو باقی رہ جاتے۔ ساتویں میں جو باقی رہ جاتے۔ پانچویں میں جو باقی رہ جائے ـــ اس دوسری صورت میں، اگر رمضان کا چاند انتیس کا ہوجائے تو یہ پہلے کے مطابق ہوجائے گا۔

---

[1] مسلم جلد اول۔ صیام باب فضل لیلۃ القدر صـ۲۷۰ [2] اشعۃ اللمعات ثانی صـ۱۱۲

باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر

عشرۂ اخیرہ کی وتر راتوں میں شب قدر کی تلاش ـــ ص ۲۷۰

حدیث ۱۱۹۰ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رمضان کے اخیر کے دس دنوں کی طاق راتوں میں شب قدر تلاش کرو۔

حدیث ۱۱۹۱ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُجَاوِرُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَیَقُوْلُ تَحَرَّوْا لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ شب قدر رمضان کے اخیر عشرہ میں تلاش کرو۔

حدیث ۱۱۹۲ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِی رَمَضَانَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ فِی تَاسِعَةٍ تَبْقٰی فِی سَابِعَةٍ تَبْقٰی فِی خَامِسَةٍ تَبْقٰی ــ تَابَعَهٗ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَیُّوْبَ وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا الْتَمِسُوْا فِیْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ ــ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے رمضان کے عشرہ اخیرہ میں تلاش کرو۔ شب قدر باقی رہنے والی نویں یا ساتویں یا پانچویں رات ہے ـــ ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس ہی سے مروی ہے کہ فرمایا۔ چوبیسویں رات میں تلاش کرو۔

تشریحات ۱۱۹۰ ـ ۱۱۹۱ ـ ۱۱۹۲ چوبیسویں شب بھی طاق رات ہے۔ جب اخیر مہینے سے یعنی تیس تاریخ سے تنزیلا شمار کریں۔ تو یہ ساتویں شب ہوگی۔

تشریحات ۱۱۹۳ فی تسع [illegible] متعین ہیں کہ یہ انتیسویں رات ہے البتہ فی سبع یبقین ـ میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ چوبیسویں رات ہے۔ جب کہ مہینہ تیس کا ہو۔ دوسرے یہ کہ تیئسویں شب ہو جب کہ مہینہ انتیس کا ہو۔ اور یہ دونوں احتمال حدیث ۱۱۹۲ میں بھی ہیں ـــ مہینہ جب

ع ترمذی جلد اول۔ الصوم باب فی لیلۃ القدر ۔ موطا امام مالک باب لیلۃ القدر ۔ مسند امام احمد جلد سادس ص ۴۳ ـ

حدیث ۱۱۹۳ عَنْ اَبِیْ مِجْلَزٍ وَّ عِکْرِمَۃَ قَالَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا

ابومجلز اور عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ ھِیَ فِیْ تِسْعٍ یَّمْضِیْنَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ یعنی شب قدر عشرہ اخیرہ میں ہے۔ گزری ہوئی

اَوْ فِیْ سَبْعٍ یَّبْقَیْنَ یَعْنِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ

نویں رات میں یا باقی رہنے والی ساتویں رات میں۔

بَابُ رَفْعِ مَعْرِفَۃِ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ لِتَلَاحِی النَّاسِ ص ۲۷۱

حدیث ۱۱۹۴ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ارادہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِیُخْبِرَنَا بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ

فرماکر باہر تشریف لائے کہ شب قدر کے (وقت) کے بارے میں بتادیں۔ دو مسلمان آپس میں لڑ پڑے اس

بِلَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْھَا فِی

پر ارشاد فرمایا۔ میں شب قدر کا وقت بتانے کے لئے باہر تشریف لایا تھا۔ فلاں فلاں لڑ پڑے۔ تو اٹھا لی

التَّاسِعَۃِ وَالسَّابِعَۃِ وَالْخَامِسَۃِ [عہ]

گئی امید ہے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہو اسے نویں ساتویں، پانچویں میں تلاش کرو۔

کامل تیس کا ہوگا تو باقی رہنے والی نویں۔ ساتویں۔ پانچویں راتیں۔ چھبیسویں۔ چوبیسویں۔ بائیسویں ہوں گی۔ اور انتیس کا ہوگا تو پچیسویں تیئیسویں اکیسویں ہوں گی۔ دوسری تقدیر پر طاق راتیں وہی ہوں گی۔ جو عام اکثر مشہور روایتوں کے مطابق ہے۔ اور پہلی تقدیر پر پہلی تاریخ کے حساب سے یہ راتیں طاق نہ ہوں گی۔ مگر اخیر مہینے سے تنزیلا شمار کرنے کے اعتبار سے انھیں طاق کہا گیا ہے۔

تشریحات ۱۱۹۴ اس حدیث کی اخیر کی سند میں یہاں یہ ہے۔ حَدَّثَنَا اَنَسٌ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ۔۔۔ اور کتاب الایمان میں ہے ۔۔۔ عن انس اخبرنی عبادۃ الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔۔۔ ان دونوں سندوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبادہ کی مسند ہے۔ مگر موطا امام مالک[۳] میں حضرت عبادہ کا واسطہ نہیں۔ اس تقدیر پر مسند انس ہوئی۔ ابوعمرو نے کہا۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عبادہ بیچ میں ہیں اور یہ مسند حضرت عبادہ ہے۔

فتلاحی مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ دو شخص آئے اور ایک دوسرے سے اپنا حق مانگنے لگے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ لڑنے والے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ چونکہ حضرت ابی بن کعب کا

عہ الایمان باب خوف المومن ان یحبط عملہ ص ۱۲۔ ثانی الادب باب ماینہی عن السباب واللعن ص ۸۹۳۔ دارمی صوم ۵۶۔ موطا امام مالک الاعتکاف۔ مسند امام احمد خامس ۳۱۲، ۳۱۹
[۱] باب لیلۃ القدر ص ۱۰۴۔ [۲] الصیام باب فضل لیلۃ القدر ص ۳۶۸۔

بَابُ الْعَمَلِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ ص۲۷۱

رمضان کے عشرہ اخیرہ میں عمل کا بیان

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ	حدیث ۱۱۹۵
نے فرمایا۔ جب (رمضان) کے اخیر — ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	
اَلنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیْزَرَهٗ وَاَحْیٰی لَیْلَهٗ وَاَیْقَظَ اَهْلَهٗ ؏	
اور شب بیداری فرماتے اور اپنے اہل کو جگاتے — مستعد ہو جاتے — حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم — دس دن آتے تو	

قرض حضرت عبداللہ بن حدرد پر تھا۔ انھوں نے مسجد میں تقاضا شروع کر دیا۔ دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اشارہ فرمایا کہ آدھا معاف کر دو۔ انھوں نے قبول کر لیا۔ تو حضرت عبداللہ بن ابی حدرد سے فرمایا۔ اب ادا کر دو[۱] جیسا کہ جلد ثانی ص۴۴۶ پر گزر چکا ہے۔

فرفعت اس کی توجیہ علماء نے کئی کی ہے۔ اول۔ میں لڑنے والوں کی طرف متوجہ ہوگیا اور بھول گیا کہ وہ کون سی رات تھی یعنی اس کی تعیین اٹھالی گئی۔ ثانی۔ اس سال اس کی برکت اٹھالی گئی۔ ثالث۔ رفعت کی ضمیر مرفوع متصل کا مرجع ملئکة ہے۔ اللیلة۔ نہیں۔ رابع۔ علامہ طیبی نے فرمایا۔ کہ مراد یہ ہے کہ اس کی تعیین کی معرفت یعنی پہچان اٹھالی گئی۔ امام بخاری نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے۔ یہ اس کے مطابق ہے۔

اس حدیث کی پہلی توجیہ سے ظاہر ہے کہ اس وقت شب قدر کی تعیین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پاک سے اٹھالی گئی۔ تو اب سوال یہ ہے کہ بعد میں اسے بتایا گیا یا نہیں؟ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہ نے امام سفیان بن عیینہ سے نقل کیا۔ کہ بعد میں اس کو بتا دیا گیا[۲]

عسیٰ ان یکون خیرا لکم یہ اس وجہ سے کہ اگر تعیین لوگوں کو بتا دی جاتی تو لوگ صرف اسی رات میں شب بیداری کرتے اور جب تعیین معلوم نہیں تو لوگ شب قدر کی فضیلت پانے کے شوق میں ہر محتمل رات میں عبادت کریں گے۔ یہ سبب ہے کثرت عبادت کا۔

فالتمسوھا یہاں صرف نویں ساتویں پانچویں کا ذکر ہے۔ مگر مفہوم عدد معتبر نہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا روایات کے منافی نہیں۔ ان تاریخوں میں بھی دونوں احتمال ہے۔ کہ پہلی تاریخ کے اعتبار سے عشرہ اخیرہ کی نویں ساتویں پانچویں یا اخیر رمضان سے تنزیلا نویں ساتویں پانچویں۔

تشریحات ۱۱۹۵ العشر سے مراد رمضان کے اخیر دس دن ہیں۔ شد میزرہٗ۔ کے معنی مجازی مراد ہیں یعنی عبادت کے لئے کمربستہ ہو جاتے۔ خوب جد و جہد کرتے۔ جماع وغیرہ سے پرہیز کرتے۔ احیا لیل سے مراد راتوں کو جاگ کر عبادت میں گزارنا ہے۔ اس سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کہ پوری رات مکمل عبادت میں بسر کرتے وہ ایک یا معدودے چند راتیں پوری کی پوری عبادت میں بسر کرنے میں کوئی حرج نہیں

؏ مسلم۔ الصوم۔ ابوداؤد الصلوٰۃ۔ نسائی الصلوٰۃ، اعتکاف، ابن ماجہ الصوم۔ ۱؎ بخاری اول الصلوٰۃ باب التقاضی والملازمہ ص۶۵۔ ۲؎ عمدۃ القاری الحادی عشر ص۱۳۸۔

ابواب الاعتکاف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَابُ الْاِعْتِكَافِ فِى الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْاِعْتِكَافِ فِى الْمَسَاجِدِ كُلِّهَا ۔ص ۲۷۱

رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف ۔ اور ہر مسجد میں اعتکاف درست ہے ۔

حدیث ۱۱۹۶ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ ۔ ع۵

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے اخیر دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے ۔

حدیث ۱۱۹۷ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ۔ ع۶

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیرہ میں اعتکاف کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے انھیں اٹھالیا ۔ پھر ان کے بعد ان کی ازواج اعتکاف میں بیٹھتی تھیں

ایقظ اھلہ سے مراد یہ ہے ۔ کہ اپنے اہل کو ان راتوں میں شب بیداری کا حکم دیتے ۔ یہ حکم یا تو مسجد میں تشریف رکھتے ہوئے دیتے تھے ۔ اس طرح کہ مسجد کریم کی طرف جو دروازہ تھا اس سے آواز دیتے یا جب قضاء حاجت کے لئے اندر تشریف لے جاتے تو انھیں جگاتے ۔

اعتکاف کا مادہ عکف ہے ۔ اس کے معنی کہیں ٹھہرنے کے ہیں ۔ اسی سے فرمایا گیا ۔ وَالْهَدْىَ مَعْكُوْفًا ۔ فتح ۲۴ اور ہدی کو جو رکی ہوئی تھیں ۔ عرف عام میں بہ نیت عبادت کہیں ٹھہرے رہنا ہے ۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے ۔ يَعْكُفُوْنَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۔ الاعراف ۱۳۸ یہ لوگ اپنے بتوں کے پاس عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ۔ اصطلاح شریعت میں ۔ تقرب الی اللہ کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنا ۔ قرآن مجید میں فرمایا ۔ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِى الْمَسَاجِدِ ۔ بقرہ ۱۸۷ اور جب مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو ۔ اعتکاف کو کبھی مجاورت سے بھی تعبیر کرتے ہیں ۔ جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے ۔ وكان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يجاور فى العشر اللتى فى وسط الشهر ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ وسطی میں مجاورۃ یعنی اعتکاف کرتے تھے ۔

ع۵ مسلم ، ابوداؤد ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ ۔ الصوم ع۶ مسلم ، ابوداؤد ، نسائی ۔ الصوم ۔ ۱ بخاری اول باب لیلۃ القدر ، باب تحری لیلۃ القدر ، ص ۲۷

باب المعتکف لا یدخل البیت الا لحاجۃ ص۲۷۱

معتکف گھر میں داخل نہیں ہوگا مگر حاجت کیلئے

حدیث ۱۱۹۸ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى

عروہ اور عمرہ بنت عبد الرحمن سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَاِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُدْخِلُ عَلَيَّ رَاْسَهٗ

نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے ہوئے اپنا سر اقدس میری طرف کر دیتے ۔ میں کنگھا کر دیتی

وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَاُرَجِّلُهٗ وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ اِلَّا لِحَاجَةٍ اِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا ۔ ع۱

اور جب معتکف ہوتے تو گھر میں سوائے ضروری حاجت کے تشریف نہیں لاتے ۔

اعتکاف کی شرط یہ ہے کہ جو اعتکاف کرنا چاہے وہ مسلمان ۔ عاقل حیض ونفاس جنابت سے پاک ہو ۔ بالغ آزاد مرد ہونا شرط نہیں ۔ اعتکاف ہر مسجد میں صحیح ہے ۔ اور یہی مختار ہے ۔ جامع مسجد ۔ یا مسجد جماعت شرط نہیں ۔ سب سے افضل مسجد حرام پھر مسجد نبوی پھر مسجد اقصیٰ میں پھر مقامی اس بڑی مسجد میں جس میں سب سے بڑی جماعت ہوتی ہو ۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں ۔ نفل ، سنت موکدہ کفایہ ، واجب ۔

نفل ۔ کسی بھی وقت بہ نیت اعتکاف اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے مسجد میں جائے ۔ اس کے لئے روزہ شرط نہیں ۔

سنت موکدہ کفایہ ۔ رمضان المبارک کے عشرہ اخیر کا اعتکاف ۔ واجب ۔ اعتکاف کی منت مانی ۔ ان دونوں کے لئے روزہ شرط ہے ۔

تشریحات ۹۷-۱۱۹۶ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشرہ اخیرہ کے اعتکاف پر ایسی پابندی کہ کبھی ترک نہیں فرمایا ۔ اس کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے ۔ اور چونکہ صحابہ کرام نے اسے پابندی سے نہیں کیا ۔ بلکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک نے نہیں کیا ۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ کفایہ ہے ۔ ورنہ صحابہ کرام خصوصاً خلفا راشدین اسے کبھی ترک نہ فرماتے ۔

تشریحات ۱۱۹۸ لحاجۃ مسلم کی روایت میں ہے ۔ لحاجۃ الانسان ۔ امام زہری نے اس کی پیشاب پائخانے سے تفسیر کی مگر انھیں دونوں کی تخصیص نہیں ۔ اگر مسجد میں اس طرح وضو کرنا ممکن نہ ہو ۔ کہ وضو کے غسالے سے مسجد آلودہ نہ ہو تو وضو کے لئے باہر جا سکتا ہے ۔ اسی طرح اگر غسل واجب ہو جائے تو اس کے لئے بھی ۔ یوں ہی نماز جمعہ کے لئے بھی ۔ البتہ تنظیف وتبرید کی خاطر غسل کرنے ۔ بیمار پرسی کرنے ، نماز جنازہ وغیرہ کے لئے نہیں جا سکتا ۔ اگر باہر جائے گا اعتکاف باطل ہو جائے گا ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں رہتے ہوئے اپنے دو ایک اعضا کو مسجد کے باہر کر دے تو کوئی حرج نہیں ۔

عورت کا چھونا مفسد اعتکاف نہیں ۔

تشریحات ۱۱۹۹ ان عمر ۔ یہ حدیث حضرت عمر کے مسانید میں ہے ۔ یا ان کے صاحبزادے حضرت ابن عمر کے مسانید میں دونوں طرح مروی ہے ۔ بخاری

ع۱ مسلم ، طہارت ، ابوداؤد ، ترمذی ، الصوم ، نسائی ، الاعتکاف ، ابن ماجہ الصوم ۔

بَابُ الْاِعْتِكَافِ لَيْلًا ۲۷۲ رات میں اعتکاف کا بیان

حدیث ۱۱۹۹ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ فَأَوْفِ بِنَذْرِكَ ۔ عہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا ۔ کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں منت مانی تھی کہ ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کروں فرمایا ۔ اپنی منت پوری کر ۔

کے تمام طرق میں مسند ابن عمر ہے ۔ امام مسلم نے دونوں طرح تخریج کی ہے ۔ ابوداؤد اور نسائی کی ایک روایت کے مطابق مسند عمر ہے ۔ طائف سے واپسی کے بعد جعرانہ میں حضرت عمر نے یہ سوال کیا تھا ۔ جیسا کہ مسلم میں ہے ۔ بخاری کی مغازی کی روایت میں یہ ہے ۔ جب ہم حنین سے واپس ہوئے ۔ بخاری کی تمام روایتوں میں 'لیلۃ' ہے ۔ یعنی رات میں اعتکاف کی منت مانی تھی ۔ اس سے علامہ کرمانی نے یہ استدلال فرمایا ۔ کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں ۔ علامہ عینی نے اس پر یہ تعقب فرمایا ۔ مسلم میں بطریق شعبہ عن عبید اللہ جو روایت ہے ۔ اس میں لیلۃ کے بجائے یوما ہے ۔ اسی طرح نسائی کی بعض روایتوں میں ہے ۔ بلکہ خود بخاری میں کتاب الجہاد کی روایت میں 'اعتکاف یوم' ہے ۔

ابن حبان نے دونوں میں یہ تطبیق دی کہ حضرت عمر کی منت پورے دن و رات کی تھی ۔ لیلۃ یا یوما بول کر پورا دن رات مراد لینا شائع ذائع ہے رات اگرچہ روزے کا ظرف نہیں مگر دن تو ہے ۔ علامہ کرمانی کے اس استنباط کے خلاف نسائی کی ایک روایت ہے ۔ کہ

فامرہ ان یعتکف ویصوم ۔ انھیں حکم فرمایا کہ اعتکاف کریں اور روزہ رکھیں ۔

اس روایت کی سند پر کچھ کلام کیا گیا ہے مگر وہ بے وزن ہے جیسا کہ علامہ عینی نے اس موقع پر ثابت فرمایا ۔

علاوہ ازیں ابوداؤد میں بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا ۔ اعتکف وصم اعتکاف کرو اور روزہ رکھو ۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس منت کے پوری کرنے کا حکم بطور استحباب دیا تھا ۔ ورنہ زمانۂ کفر کی مانی ہوئی منت کو پورا کرنا نہیں ۔ اس لئے کہ وجوب کے لئے ایمان شرط ہے ۔ ایمان نہیں تو کچھ واجب نہیں ۔ ورنہ لازم کہ نو مسلموں پر قبول اسلام کے بعد زمانۂ بلوغ سے لے کر قبول اسلام تک نمازوں، روزوں کی قضا واجب ہو ۔

عہ بخاری اول ۔ الاعتکاف ۔ باب من لم یر علی المعتکف صوما ۔ باب اذا نذر فی الجاہلیۃ ان یعتکف ثم اسلم ص ۲۷۴ الجہاد باب ما کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبہم ص ۴۴۴ ثانی المغازی ۔ باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم ص ۶۱۸ ثانی الایمان والنذور ۔ باب اذا نذر او حلف لا یکلم انسانا فی الجاہلیۃ ثم اسلم ص ۹۹۱ ۔ مسلم الایمان والنذور ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی نسائی الایمان والنذور ۔ ابن ماجہ ۔ الصیام بالکفارات ۔ مسند امام احمد اول ص ۳۷ ۔ ۱ ثانی الایمان والنذور باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ص ۵ ۲ ثانی الایمان والنذور باب نذر الجاہلیۃ ثم ادرک الاسلام ص ۱۱۴ ۳ ثانی الایمان والنذور باب اذا نذر ثم اسلم قبل ان یفی ص ۱۴۷ ۔ ۴ ثانی الایمان والنذور باب نذر الکافر وما یفعل فیہ اذا اسلم ص ۵ ۵ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۱۴۶ ۶ اول الصیام باب المعتکف یعود مریضا ۔ ص ۳۳۵ ۔

بَابُ اِعتِکَافِ النِّسَاءِ صـ۲۷۲ عورتوں کے اعتکاف کا باب

حدیث ۱۲۰۰

عَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَکِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَکُنْتُ اَضْرِبُ لَهٗ خِبَاءً فَیُصَلِّی الصُّبْحَ ثُمَّ یَدْخُلُهٗ فَاسْتَاذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ اَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً فَاَذِنَتْ لَهَا فَضَرَبَتْ خِبَاءً فَلَمَّا رَاَتْهُ زَیْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً اٰخَرَ فَلَمَّا اَصْبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاَی الْاَخْبِیَةَ فَقَالَ مَا هٰذَا فَاُخْبِرَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ فَتَرَکَ الْاِعْتِکَافَ ذٰلِکَ الشَّهْرَ ثُمَّ اعْتَکَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ[ع]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ میں حضور کے لئے خیمہ تانتی ۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس میں تشریف لے جاتے ۔ حفصہ نے عائشہ سے خیمہ تاننے کی اجازت طلب کی ۔ انھوں نے اجازت دے دی ۔ اور انھوں نے ایک خیمہ تان لیا ۔ زینب بنت جحش نے جب اسے دیکھا تو ایک اور خیمہ تان لیا ۔ صبح کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان خیموں کو دیکھا تو فرمایا ۔ یہ کیا ہے ؟ حضور کو بتایا گیا ۔ فرمایا ۔ کیا تم لوگ ان کے ساتھ اعتکاف کرنے کو نیکی گمان کرتے ہو ۔ اس مہینے اعتکاف چھوڑ دیا ۔ پھر شوال میں دس دن اعتکاف فرمایا ۔

تشریحات ۱۲۰۰

خباء ۔ اونٹ کے بال یا اون کا وہ چھوٹا خیمہ جو صرف دو یا تین طنابوں پر ہو مگر باب الاعتکاف فی شوال میں قبۃ وارد ہے ۔ قبہ گول خیمہ کو کہتے ہیں ۔

فیصلی الصبح یعنی صبح کی نماز پڑھ کر اس خیمے میں تشریف لے جاتے جو اعتکاف کے لئے تانا گیا ہوتا ۔ اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے ۔ جو کہتے ہیں کہ اعتکاف کی ابتدار نماز صبح کے بعد سے ہے مگر ائمۂ اربعہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتدار بیسویں کے سورج کے غروب کے وقت سے ہے ۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ پہلے ہی سے اپنے معتکف میں چلا جائے ۔ اس حدیث کا محمل یہ ہے ۔ اعتکاف کے لئے بیسویں کے غروب ہی کے وقت مسجد میں تشریف لے جاتے ۔ رات کو مسجد کے اور حصوں میں مصروف عبادت رہتے ۔ صبح کو نماز فجر کے بعد آرام اور خلوت کے لئے خیمہ اقدس میں رونق افروز ہوتے ۔

فاستاذنت عائشۃ یعنی ام المومنین حضرت حفصہ نے ام المومنین حضرت صدیقہ سے اجازت طلب کی ۔ لیکن امام اوزاعی کی روایت " باب من اراد ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج " میں یہ ہے ۔ کہ ام المومنین حضرت حفصہ نے ام المومنین حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ حضور اقدس سے ان کے لئے اجازت طلب کریں ۔ تو انھوں نے کیا ۔ اور یہی صحیح ہے ۔ ام المومنین حضرت عائشہ

ع باب الاخبیۃ فی المسجد صـ۲۷۲ باب الاعتکاف فی شوال صـ۲۷۳ باب من بدالہ ان یعتکف ثم بدالہ ان یخرج صـ۲۷۴ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی الصوم ۔ نسائی الصلوٰۃ ۔ الاعتکاف ابن ماجۃ الصوم مسند امام احمد

بَابٌ هَلْ يَخْرُجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ص ۲۷۲ اپنی ضرورتوں کیلئے معتکف مسجد کے دروازہ تک جا سکتا ہے ؟

حدیث ۱۲۰۱ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ صَفِيَّةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزُوْرُهُ فِي

اہلیہ صفیہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئیں ۔ اور حضور

کو اجازت دینے کا حق ہی نہیں تھا ۔ یہ روایت اسی پر محمول ہے کہ حضرت عائشہ سے اجازت لینے کے لئے کہا ۔ یا ان کے واسطے سے اجازت طلب کی ۔

اس روایت میں ام المومنین حضرت عائشہ کے خیمے کا تذکرہ نہیں سہ اختصار ہے ۔ امام اوزاعی کی مذکورہ بالا روایت میں یہ ہے ۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضور سے اجازت لی ۔ تو حضور نے اجازت دے دی ۔ بلکہ باب الاعتکاف فی شوال میں محمد بن فضیل بن غزوان کی روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ نے اعتکاف کی اجازت طلب کی تو انھیں اجازت دے دی اور انھوں نے مسجد میں گول خیمہ تانا ۔ البتہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے بارے میں کسی روایت میں نہیں کہ انھوں نے اجازت لے کر خیمہ لگایا ہو ۔ اسی لئے خفگی زیادہ ہوئی ۔

الاخبیۃ محمد بن فضیل بن غزوان کی روایت میں 'اربع قباب' کی تصریح ہے ۔ یعنی چار خیمے ملاحظہ فرمائے ۔

البر ترون بھن البر' ترون کا مفعول بہ ہے ۔ اور ہمزہ استخبار یا انکار کے لئے ہے ۔ بھن کا متعلق اعتکاف محذوف ہے ترون ۔تظنون کے معنی میں ہے ۔ اور خطاب حاضرین سے ہے ۔ اب ترجمہ ہوا ۔ کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ ان کے ساتھ اعتکاف نیکی ہے ۔ دوسری توجیہ یہ ہے ۔ بھن متلبسًا ، محذوف کا متعلق ہے ۔ اور ترون کا مفعول ثانی ہے ۔ اب ترجمہ یہ ہوا ۔ کیا تم لوگ گمان کرتے ہو کہ یہ نیکی کے ساتھ متلبس ہیں یعنی ان عورتوں کا مسجد میں آکر اعتکاف کرنا نیکی ہے ۔ یہ مسجد میں آکر اعتکاف کرکے نیکی کر رہی

امام مالک کی روایت میں 'تقولون' ہے ۔ اور یہ تظنون کے معنی میں ہے ۔ قول بمعنی ظن بھی آتا ہے ۔ اعشی نے کہا ۔

اما الرحيل فدون بعد غد   فمتی تقول الدار تجمعنا

کوچ قریب ہے ۔ کل کے بعد ہے   وہ کہتی ہیں ۔ کب گھر ہم دونوں کو اکٹھا کریگا

امام اوزاعی کی روایت میں ۔ البر اردن بھذا ۔ ہے ۔ یعنی کیا انھوں نے اس سے نیکی کا ارادہ کیلئے ۔

فترک الاعتکاف ابن فضیل کی روایت میں یہ بھی ہے ۔ کہ حکم دیا ۔ ان خیموں کو اکھاڑ دو ۔ تو اکھاڑ دیئے گئے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شوال کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرمایا ۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو مسجد میں اعتکاف کرنا ممنوع ہے ۔ وہ اپنے گھر میں اعتکاف کریں ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کو شوہروں کی اجازت کے بغیر اعتکاف ممنوع ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں خیمہ گاڑنا جائز ہے ۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دفع شر ، جلب منافع پر مقدم ہے ۔ یعنی کسی کار خیر کرنے میں کسی فساد کا اندیشہ صحیحہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہئے ۔

تشریحات ۱۲۰۱ بخاری بدء الخلق اور مسند امام احمد میں یہ بھی ہے ۔ کہ ام المومنین حضرت صفیہ رات میں حاضر ہوئی تھیں ۔ باب زیارۃ المرأۃ زوجہا فی اعتکافہ ۔ میں یہ زائد ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور حضور کی خدمت میں حضور کی ازواج

اِعْتِکَافِہٖ فِی الْمَسْجِدِ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ فَتَحَدَّثَتْ عِنْدَہٗ سَاعَۃً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ

رمضان کے اخیر عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے ۔ انھوں نے حضور سے تھوڑی دیر تک بات چیت کی ۔ پھر اٹھیں اور واپس ہونے لگیں

فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَہَا یَقْلِبُہَا حَتّٰی اِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ اُمِّ سَلَمَۃَ مَرَّ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی انھیں واپس کرنے کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہوئے ۔ وہ جب مسجد کے اس دروازے پر پہونچیں جو

رَجُلَانِ مِنَ الْاَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَہُمَا النَّبِیُّ

ام سلمہ کے حجرے کے دروازے کے پاس ہے تو انصار کے دو صاحب گزرے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا ۔ ان دونوں سے نبی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رِسْلِکُمَا اِنَّمَا ہِیَ صَفِیَّۃُ بِنْتُ حُیَیٍّ فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰہِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ٹھہرو ۔ (اور فرمایا) یہ صفیہ بنت حیی ہے ۔ ان دونوں صاحبان نے عرض کیا ۔ سبحان اللہ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَبُرَ عَلَیْہِمَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَبْلُغُ

یا رسول اللہ ۔ اور ان پر حضور کا یہ ارشاد شاق گزرا ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ انسان کے بدن میں جہاں جہاں خون پہونچتا ہے

مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ وَاِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ یَقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَیْئًا ۔ ع٥

شیطان بھی پہونچ جاتا ۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں کچھ (بدگمانی) نہ ڈال دے ۔

حاضر تھیں ۔ سب چلی گئیں ۔ حضور نے حضرت صفیہ سے فرمایا جانے میں جلدی مت کرنا میں تم کو پہونچا دوں گا ۔ اور ان کا گھر دار اسامہ میں تھا ۔ عہد نبوی میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی گھر ہی نہ تھا ۔ مگر ام المومنین حضرت صفیہ جس گھر میں رہتی تھیں ان کے وصال کے بعد حضرت اسامہ اس میں رہنے لگے تھے ۔ اور حضرت امام زین العابدین اپنے زمانے کی بات کر رہے ہیں ۔ مراد یہ ہے کہ حضرت صفیہ کو ان کے حجرے تک پہونچا دیا ۔ یہ حجرہ وہاں تھا جو دار اسامہ کے نام سے مشہور ہے ۔

فسلما جو انصار ملے تھے ۔ ان کے بارے میں آگے ہے ۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور آگے بڑھ گئے ۔ تو حضور نے وہ فرمایا ۔ یہاں بعض روایتوں میں 'تعالیا' ہے ۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ ٹھہر جاؤ ۔ مسند امام احمد اور بخاری بدأ الخلق میں ہے کہ اسرعا یعنی تیزی سے آگے بڑھ گئے ۔ اخیر میں یہاں شیئا ہے ۔ مسند امام احمد میں 'سوءا' ہے اور بخاری بدء الخلق میں 'شرا' ہے ۔ حاصل سب کا ایک ہے ۔ مراد یہ ہے ۔ کہ رات میں ایک عورت کو مسجد سے نکلتے اور مجھے دروازے پر کھڑا دیکھ کر کہیں شیطان تمہارے دلوں میں میری طرف سے کوئی برا خیال نہ ڈال دے اسے بہکانے میں دیر نہیں لگتی ۔ اس لئے میں نے تمھیں بتایا ہے کہ یہ صفیہ بنت حیی ہے ۔ یہ دونوں صاحبان ' حضرت اسید بن حضیر اور عباد بن بشر تھے ۔

علیٰ رسلکما کے معنی یہ ہے کہ جیسے ہو ویسے ہی رہو ۔ حاصل یہ کہ ٹھہر جاؤ ۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معتکف کو جائز ہے ۔ کہ مباح کام میں مصروف رہے ۔ یہ بھی جائز ہے کہ ملاقاتیوں سے ملے ۔ اور باتیں کرے معتکف سے ملاقات کے لئے اس کی زوجہ مسجد میں جا سکتی ہے ، عورتوں کو رات میں بضرورت نکلنا جائز ہے ۔

ع٥ ایضا باب زیارۃ المرأۃ زوجہا فی اعتکافہ ۔ باب ہل یدرأ المعتکف عن نفسہ ص۲۷۳ الجہاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۳۷ بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۴ الادب باب التکبیر والتسبیح عند التعجب ص۹۱۸ الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم ص۱۰۶۳ مسلم الاستئذان ۔ ابوداؤد الصوم الادب ۔ نسائی الاعتکاف ۔ ابن ماجہ الصوم ۔ مسند امام احمد سادس ص۳۳۷ ۔

باب الاعتکاف فی العشر الاوسط من رمضان ص۲۷۴ رمضان کے عشرۂ وسطی میں اعتکاف

حدیث ۱۲۰۲ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَعْتَكِفُ فِیْ كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ اَیَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِیْ قُبِضَ فِیْهِ اِعْتَكَفَ عِشْرِیْنَ یَوْمًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے ۔ اور جس سال وصال ہوا بیس دن اعتکاف فرمایا ۔

شیطان کا انسان پر تسلط حدیث کے اس جملے سے کہ فرمایا ۔ ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم ۔ انسان کے جسم میں جہاں جہاں خون پہونچتا ہے شیطان بھی پہونچ جاتا ہے ۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسان کو بے قابو کر کے مسلط ہو سکتا ہے ۔ جیساکہ آسیب زدہ افراد میں مشاہدہ ہے اور یہ خود قرآن کریم سے ثابت ہے کہ فرمایا ۔ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ۔ بقرہ جسے چھو کر شیطان دیوانہ بنا دیتا ہے ۔

تشریحات ۱۲۰۲ ظاہر ہے کہ یہ اعتکاف مسلسل تھا اسے لازم کہ عشرۂ وسطی میں بھی کیا ہو ۔ ــــــــ بیس دن اعتکاف کرنے کی حکمت کیا تھی ۔ اس کی مختلف توجیہیں کی گئیں ہیں ۔ فضائل قرآن کی روایت یہ ہے ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن مجید ایک بار رمضان شریف میں پیش کیا جاتا تھا ۔ مگر جس سال وصال فرمایا ۔ دو بار پیش کیا گیا ۔ ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے تھے ۔ اور جس سال وصال فرمایا بیس دن اعتکاف فرمایا ۔ اس سے کچھ لوگوں نے یہ اخذ کیا کہ دو بار قرآن کے دور کی وجہ سے بیس دن اعتکاف فرمایا ۔ مگر یہ اس وقت صحیح ہوگا ۔ جب یہ طے ہو کہ قرآن کا دور صرف اعتکاف ہی کی حالت میں ہوتا ہو ۔ حالانکہ ایسا نہیں ۔ حضرت ابن عباس کی حدیث میں تصریح ہے کہ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل قرآن کا دورہ کرتے تھے[۱] مگر یہ کہا جا سکتا ہے ۔ دو بار قرآن کے دور کی خوشی میں دونا اعتکاف فرمایا ۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے ۔ کہ ابھی حدیث گزری کہ ازواج مطہرات کے مسجد میں اعتکاف کے لئے خیموں کے لگانے پر رمضان کا اعتکاف ترک فرمایا ۔ اور شوال میں کیا اس کا احتمال ہے کہ رمضان ہی میں اس کی تلافی کے لئے دس روز مزید اعتکاف کیا ۔

تیسری توجیہ یہ کی گئی ہے ۔ سال گزشتہ سفر کی وجہ سے رمضان کے عشرہ اخیر کا اعتکاف نہ کر سکے تو اس کی تلافی کے لئے بیس دن کیا ۔ جیساکہ ابوداؤد[ع] اور نسائی[ع] میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کیا کرتے تھے ۔ ایک سال سفر کی وجہ سے اعتکاف نہ کر سکے تو سال آئندہ بیس دن کیا ۔ **اقول** ۔ یہ سفر فتح مکہ کا تھا ۔

چوتھی توجیہ یہ ہے ۔ کہ حیات ظاہری کا اخیر سال تھا ۔ ارادہ فرمایا ۔ کہ زیادہ سے زیادہ طاعات کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کریں ۔ اس میں امت کو تلقین ہے کہ بڑھاپے میں جہاں تک ہو سکے طاعات و عبادات میں کوشش کریں ۔

ع ثانی فضائل القرآن باب ما کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۷۴۸ ابوداؤد الصوم نسائی فضائل القرآن الاعتکاف ابن ماجہ الصیام ۔ ۱ بخاری اول بدء الوحی ص۳ ثانی فضائل القرآن ص۷۴۸ ۲ اول الصیام باب الاعتکاف ص۲۷۴ ۳ فتح الباری رابع ص۲۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع ۲۷۴

خرید و فروخت کا بیان۔

باب ماجاء فی قول اللہ تبارک وتعالیٰ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ۔ الآیۃ ص۲۷۴

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں جو مروی ہے کہ فرمایا۔ جب نماز پوری کرلی جائے تو زمین میں پھیل جاؤ۔ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تاکہ کامیابی حاصل کرو۔ اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا تو اس کی طرف چل دیئے اور تمھیں کھڑا چھوڑ دیا۔ فرمادو۔ اللہ کے حضور جو کچھ ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ کا رزق سب سے اچھا ہے۔ جمعہ

حدیث ۱۲۰۳

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ اٰخٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ اِنِّيْ اَكْثَرُ الْاَنْصَارِ مَالًا فَاَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِيْ وَانْظُرْ اَيَّ زَوْجَتَيَّ هَوِيْتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا فَاِذَا حَلَّتْ تَزَوَّجْتَهَا فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب ہم مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے اور سعد بن ربیع کے درمیان رشتۂ مواخات قائم فرمایا۔ تو سعد بن ربیع نے کہا۔ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں آپ کو آدھا مال دیتا ہوں۔ اور میری دونوں بیویوں کو دیکھو جو تمھیں پسند ہو اسے طلاق دے دوں اور جب عدت گزارنے کے بعد حلال ہوجائے تو اس سے شادی کرلو۔ اس پر

حسن ترتیب امور دین کی پانچ قسمیں ہیں۔ اعتقادیات۔ عبادات۔ معاملات۔ زواجر۔ آداب۔ ان میں سب سے اہم "اعتقادیات" ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب کی بنیاد ہیں۔ اسی لئے ان کو سب سے پہلے بیان فرمایا۔ پھر عبادات کو۔ اس لئے کہ یہ بہ نسبت معاملات کے بہت اہم ہیں۔ پھر معاملات کو اور معاملات میں سب سے مقدم بیوع کو رکھا۔ اس لئے کہ اس کی احتیاج سب سے زیادہ ہے۔ بلکہ غور کیجئے تو یہ مدار حیات ہے۔

بیع کے معنی بیوع، بیع کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی بیچنے کے بھی ہیں اور خریدنے کے بھی ہیں۔ فقہ میں اس کے معنی ہیں۔ مبادلۃ المال بالمال بالتراضی۔ مال کو مال سے بخوشی بدلنا۔ اس کی متعدد قسموں پر نظر کرتے ہوئے جملا ئے بیع کی قسمیں ہیں۔ اگر عین سامان کو ثمن کے عوض بیچیں تو یہ مطلق بیع[۱] ہے۔ اور اگر عین عین کے عوض ہو تو مقائضہ[۲] ہے۔ اور اگر دین کو عین کے بدلے بیچیں تو یہ سلم[۳] ہے۔ اور اگر ثمن کو ثمن کے بدلے بیچیں تو یہ بیع صرف[۴] ہے اور اگر کسی چیز کو اس کی قیمت بتاکر کچھ زائد لیکر بیچیں تو مرابحہ[۵] ہے۔ اور اگر اصل قیمت پر بیچیں تو تولیہ[۶] ہے۔ اور اگر کچھ قیمت کم کرکے بیچیں تو وضیعہ[۷] ہے۔ اور اگر بیع تام ہے اس میں کوئی خیار نہیں تو لازم[۸] ہے۔ اور اگر خیار ہے تو غیر لازم[۹] ہے۔ یہ نو قسمیں ہوئیں۔ پھر ان سب کی چار قسمیں ہیں۔ صحیح اگر اس کے تمام ارکان اور شرائط پائے جائیں۔ باطل اگر کوئی رکن مفقود ہو۔ فاسد اگر کوئی شرط مفقود ہو۔ مکروہ اگر کسی عارض کی وجہ سے ممنوع ہو۔ اب کل چھتیس قسمیں ہوئیں۔

لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ ذَالِكَ هَلْ مِنْ سُوْقٍ فِيْهِ تِجَارَةٌ قَالَ سُوْقُ قَيْنُقَاعَ قَالَ فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ ایسا کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہو۔ سعد نے بتایا۔ قینقاع کا بازار ہے۔ عبدالرحمٰن صبح وہاں

فَأَتَى بِأَقِطٍ وَّسَمْنٍ قَالَ ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ فَقَالَ

گئے اور پنیر اور گھی لائے۔ پھر مسلسل صبح کو جاتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالرحمٰن آئے اور ان پر زردی کا نشان تھا۔ تو رسول

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ قَالَ امْرَأَةً

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم نے شادی کرلی ہے۔ عرض کیا۔ جی۔ پوچھا کس سے۔ عرض کیا۔ ایک انصاری عورت

ارکان وشرائط اس کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔ اس کا محل مال متقوم۔ اور شرط متعاقدین کا اہل ہونا۔ علاوہ ازیں ہر نوع کے مخصوص شرائط الگ الگ ہیں۔ جو کتب فقہ میں بالتصریح مذکور ہیں۔ اس کے فوائد یہ ہیں۔ (۱) انسان زندہ رہنے کے لئے جن اشیاء کا محتاج ہے ان میں توسیع ہے (۲) جھگڑے لڑائی لوٹ گھسوٹ چوری ڈاکے وغیرہ کا سدباب (۳) عالم کی بقا اور اس کے نظام کی استواری۔

تشریحات ۱۲۰۳ یہ روایت خود حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اسی باب میں اسی کے متصل یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ جب حضرت سعد بن ربیع نے مذکورہ بالا پیش کش کی۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا۔ اللہ تمھارے مال اور اہل میں برکت دے۔ کسی بازار کا راستہ بتاؤ۔ جب لوٹے تو نفع میں پنیر اور گھی لائے۔ حاشیے میں جو حوالے ہیں۔ وہ دونوں کے ہیں۔

توضیح سند اس حدیث کی سند میں یہ ہے۔

حدثنا ابراهیم بن سعد عن ابیه عن جده قال قال عبد الرحمٰن بن عوف۔ ابراہیم کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سند میں یہ متعین ہے کہ۔ ابیه۔ کی ضمیر مجرور متصل کا مرجع ابراہیم بن سعد ہی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ابراہیم اپنے والد سعد سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں کوئی خلل نہیں۔ البتہ۔ عن جده۔ کی ضمیر مجرور متصل کے مرجع کے بارے میں دو احتمال ہیں۔ اور دونوں مخدوش ہیں۔ ایک یہ کہ اس کا مرجع ابراہیم بن سعد ہوں یعنی ابراہیم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے فرزند ابراہیم ہیں۔ ابراہیم بن سعد رشتۂ مواخات قائم ہوتے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس پر اتفاق ہے کہ ان کا وصال ۱۸۵ھ میں پچہتر سال کی عمر میں ہوا تھا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ ان کی ولادت ۱۱۰ھ میں ہوئی تھی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ جده کی ضمیر کا مرجع سعد بن ابراہیم کو بنائیں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ سعد بن ابراہیم اپنے دادا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کی ہے۔ حالانکہ سعد نے ان کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ اس لئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا وصال ۳۲ھ میں ہوا ہے۔ اور سعد بن ابراہیم کی ولادت ۵۳ھ میں ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کا وصال ۱۲۶ھ میں تہتر سال کی عمر میں ہوا ہے۔

دونوں تقدیر پر یہ حدیث مرسل ہوئی۔

اقول ۔ یہ تنقید دوسری سند پر ہے۔ جو مناقب الانصار باب اخاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مذکور ہے جس میں یہ ہے۔ عن جده قال لما قدموا المدينة۔ الحدیث۔ یہاں اس کی گنجائش ہی نہیں۔ یہاں پہلی شق متعین ہے۔ یعنی۔ جده۔ کی ضمیر کا مرجع ابراہیم بن سعد ہیں۔ اور جد سے مراد ابراہیم بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ یہ اگرچہ عقد مواخات کے وقت موجود نہیں تھے۔ مگر وہ کہتے ہیں۔ قال عبدالرحمٰن بن عوف۔ وہ اپنے

مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ کَمْ سُقْتَ قَالَ زِنَۃَ نَوَاۃٍ مِّنْ ذَھَبٍ اَوْ نَوَاۃَ ذَھَبٍ۔ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ

سے۔ دریافت فرمایا۔ کتنا مہر دیا۔ عرض کیا۔ کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا۔ فرمایا۔ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے۔

والد سے سن کر روایت کرتے ہیں۔ اس لئے اس میں ارسال کی گنجائش نہیں۔

اٰخی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کے لئے اپنا گھر بار مال و متاع چھوڑ کر تن بتقدیر خالی ہاتھ مدینہ طیبہ آئے تھے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا جس سے وہ گزر بسر کرتے۔ رہنے سہنے کے لئے گھر بار بناتے۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ انتظام فرمایا۔ کہ مہاجرین کی حیثیت کا لحاظ کر کے انصار کرام سے ان کا رشتہ مواخات' بھائی چارگی کا رشتہ قائم فرمایا۔ یہ رشتہ انصار کرام نے اسے بسروچشم قبول فرمایا۔ اور حقیقی بھائی سے بڑھکر انکا لحاظ رکھا۔ ادھر مہاجرین بھی انصار پر بار نہ رہے۔ وہ بہت جلد اپنی محنت اور صلاحیت کی بدولت اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ جس کی ایک نظیر اس حدیث میں مذکور ہے۔ اس مواخات کی بنا پر ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (انفال ۷۵) رشتے والے ایک دوسرے سے زیادہ حقدار ہیں۔ تو ریث کا حق منسوخ ہوگیا۔ ایک روایت کے مطابق مواخات غزوۂ بدر تک رہی۔

علیہ اثر صفرۃ زفاف کے وقت زرد رنگ کی خوشبو استعمال کرتے تھے۔ اسی کا اثر تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ وَضَرٌ مِّن صفرۃ۔ ہے وہ زرد رنگ سے رنگین تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ زعفران کا رنگ تھا۔ مراد یہ ہے کہ شب عروسی میں دولہن نے جو خوشبو اور رنگ استعمال کیا تھا۔ وہ ان کے کپڑوں میں لگ گیا تھا۔ اسے دیکھ کر دریافت فرمایا۔ جن خاتون سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی تھی۔ وہ ابوالیسر انس بن رافع کی صاحبزادی تھیں۔ جن سے قاسم اور ابو عثمان عبداللہ تولد ہوئے۔ حضرت انس کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ مَھْیَم۔ یہ یمن کی لغت کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ ماھذا۔ یہ کیا ہے؟

زنۃ نواۃ من ذھب نواۃ کے لغوی معنی کھجور کی گٹھلی کے ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں اختلاف ہے۔ کہ مرجہ وزن سے یہ کتنا ہوا۔ ابو عبید نے کہا کہ۔ پانچ درہم ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ تین درہم۔ ترمذی میں حضرت امام احمد ہی سے مروی ہے کہ ۳⅓ درہم۔ ایک قول یہ ہے کہ ¼ دینار ہے۔

ایک درہم شرعی تین ماشے ۱⅕ رتی ہے۔ تو پانچ درہم کے پندرہ ماشے چھ رتی ہوئے۔ قس علی ھذا۔ دینار ساڑھے چار ماشے کا۔ ربع دینار ایک ماشے ⅛ رتی کا ہوا۔

اولم اس سے معلوم ہوا کہ ولیمہ سنت ہے۔ زیادہ کی استطاعت نہ ہو تو جتنا ہو سکے اتنا ہی کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد کے وقت ستو اور کھجور سے ولیمہ کیا تھا۔ اس کا وقت زفاف کی صبح ہے۔ رخصت سے پہلے یا بعد رخصت جو دعوت کی۔ یہ ولیمہ نہیں۔ ریا اور نام آوری کے قصد سے ہو تو حرام۔ اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتانے کی نیت میں حرج نہیں۔ مگر یہ نیت محمود نہیں۔ کہ اب یہ دعوت ولیمہ نہیں رہی۔ ایک قرض کی ادائیگی ہوئی۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوئے۔ ۱۔ معززاور شریف افراد کو بازاروں میں خرید

ع ایضاً اسی باب میں اسی کے متصل الکفالۃ باب قول اللہ عزوجل والذین عاقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم ص۳۰۶ مناقب الانصار باب اخاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۳۳ باب کیف اٰخی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۶۱ ثانی النکاح باب الصفرۃ للمتزوج ص۷۷۴ باب الولیمۃ ولو بشاۃ ص۷۷۷۔ الادب باب الاخاء والحلف ص۸۹۸ مسلم فضائل الصحابۃ۔ ترمذی البر۔ مسند امام احمد ثالث ص۱۹۰

باب تفسیر المشبهات ص۲۷۴ مشبہات کی تفسیر

بعض نسخوں میں مشابہات ــ ہے ــ اور بعض میں ــ الشبہات ــ ہے شبہ کی جمع ۔ اس سے مراد ہر وہ چیزیں ہیں جو مجتہد کی نظر میں بعض وجوہ سے حلال کے مشابہ ہوں اور بعض وجوہ سے حرام کے ۔

ت ۳۷۶

وَقَالَ حَسَّانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ مَارَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنَ الْوَرَعِ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يُرِيبُكَ

اور حسان بن ابی سنان نے فرمایا میں نے ورع سے آسان کوئی چیز نہیں دیکھی جسمیں شک ہو اسے چھوڑ دے اور وہ اختیار کرے جسمیں

حدیث ۱۲۰۴

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک حبشیہ خاتون آئیں اور انھوں نے کہا کہ ان

أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ

دونوں کو میں نے دودھ پلایا ہے ۔ اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو حضور نے منھ پھیر لیا ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا ۔

فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں ۔ ۲ اپنی معاشی حالت خوشگوار بنانے میں محنت ومشقت محمود ہے ۔ ۳ حرفت وصنعت تجارت بلکہ ملازمت کر کے گزارہ افضل ہے بہ نسبت اسکے کہ لوگوں کے عطیے اور صدقات وغیرہ پر بسر اوقات کی جائے ۔

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ انصار کرام کے بنی خزرج کے سربر آوردہ اور ممتاز افراد میں تھے ۔ بیعت عقبہ میں شریک ہوئے ۔ اور بارہ نقبا میں سے ایک یہ بھی ہیں ۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ۔ غزوۂ احد میں شہادت سے سرفراز ہوئے ۔

تشریحات ۳۷۶ اس تعلیق کو امام ابونعیم نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے ۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ۔ یونس بن عبید اور حسان بن ابی سنان عابد بصرہ ایک جگہ جمع ہوئے ۔ یونس نے کہا ۔ میں نے ورع سے سخت کوئی عمل نہیں پایا ۔ تو حسان نے کہا ورع سے آسان میں نے کوئی چیز نہیں پائی ۔ یونس نے کہا ۔ کیسے ؟ ۔ تو بتایا جس چیز نے مجھے شک میں ڈالا اسے چھوڑ کر وہ اختیار کیا جس میں کوئی شک نہیں تھا ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جس کی آمدنی مشتبہ ہے ۔ وہ حلال کاروبار بھی کرتا ہے اور حرام بھی ۔ اس نے کوئی ہدیہ پیش کیا ۔ اس شبہہ سے کہ کہیں اس نے مال حرام سے نہ دیا ہو ۔ یہ شک ہوا ۔ مگر کسی کے ہدیہ قبول نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں ۔ تو ورع یہ ہے کہ ہدیہ قبول نہ کرے ۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا ۔ ایمان کیا ہے ؟ ۔ فرمایا ۔ جب تمہیں نیکی پر خوش ہو اور برائی پر تجھے اذیت ہو ۔ تو تو مومن ہے ۔ پوچھا گناہ کیا ہے ۔ فرمایا جو تجھے کھٹکے اسے چھوڑ دے ۔[1]

ورع ورع کے لغوی معنی ۔ بچنے ۔ کے ہیں ۔ شریعت میں ورع یہ ہے ۔ کہ آدمی ہر اس چیز سے بچے جو شرعاً ناپسندیدہ ہو ۔ اس کی چار قسمیں ہیں ۔ فرض ۔ ہر حرام قطعی سے بچنا ۔ واجب متشابہات سے بچنا ۔ مکروہ ، شرعاً جن چیزوں سے بچنے کی کوئی وجہ نہیں ان سے بھی پرہیز کرنا ۔ امام غزالی نے ورع کی پانچ قسمیں کی ہیں ۔ اول ورع الصدیقین ۔ عبادت کی نیت کے بغیر کوئی چیز نہ کھائے ۔ ثانی ورع المتقین ۔ جو چیز مشتبہ نہیں مگر اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں حرام تک نہ کھینچ لے جائے ۔ اسے بھی چھوڑنا ۔ ثالث ورع الصالحین ، جس میں احتمال ناشی عن دلیل ہو کہ کہیں یہ حرام تو نہیں ۔ رابع ورع الموسوسین ۔ بغیر دلیل شبہ کر کے چھوڑنا ۔ خامس ورع الشہود ۔ ایسی جائز باتوں کو چھوڑنا جن سے عدالت ساقط ہو جاتی ہو جیسے صرف تہبند پہن کر باہر نکلنا اور بازاروں میں کھانا پینا ۔

---

[1] مسند امام احمد خامس ص۲۵۲

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ وَکَانَتْ تَحْتَہٗ ابْنَۃُ اَبِیْ اِھَابِ التَّمِیْمِیِّ ـ ع٥

ارشاد فرمایا۔ کیسے حالانکہ کہا گیا ہے اور ان کے نکاح میں ابو اہاب تمیمی کی بیٹی تھیں ۔

حدیث ۱۲۰۵ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ کَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ۔

تشریحات ۱۲۰۵ یہ حدیث کتاب العلم میں مفصل اس طرح ہے ۔ عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو اہاب کی بیٹی سے شادی کی ۔ تو ان کے پاس ایک عورت آئیں اور انھوں نے کہا میں نے عقبہ کو اور جس عورت سے شادی کی ' دودھ پلایا ہے ۔ اس پر عقبہ نے کہا ۔ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے ۔ اور نہ تو نے مجھے (پہلے) بتایا ـــــ اب وہ سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے ۔ اور حضور سے پوچھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کیسے حالانکہ کہا گیا ۔ تو عقبہ نے ان سے جدائی اختیار کر لی ۔ اور انھوں نے ان کے علاوہ کسی اور سے نکاح کر لیا ۔

ارضعتھما اس حبشی عورت نے یہ کہا کہ میں نے عقبہ کو بھی دودھ پلایا ہے اور ابو اہاب کی اس بیٹی کو بھی جس سے انھوں نے نکاح کیا ۔ ان کا نام غنیہ بنت ابو اہاب تھا ۔ اور کنیت ام یحییٰ ۔

فذکر للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عقبہ بن حارث قریشی صحابی ہیں ۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے مشرف ہوئے اور مکہ ہی میں رہتے تھے ۔ اس حبشی عورت نے جب وہ کہا ۔ تو مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ۔ حضور نے یہ سن کر منہ پھیر لیا ـــــ مسند امام احمد ، ترمذی میں ہے کہ انھوں نے یہ عرض کیا ۔ کہ میں نے فلانہ بنت فلاں سے شادی کی تو ایک حبشی عورت نے آکر یہ بتایا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ حالانکہ وہ جھوٹی ہے ۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا ۔ تو وہ حضور کے سامنے آئے اور پھر وہی عرض کیا تو پھر فرمایا ۔ کیسے اسے اپنی زوجیت میں رکھو گے حالانکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے ۔ اسے چھوڑ دو ۔ بخاری کتاب العلم کی روایت میں ہے ۔ کہ انھوں نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ اس کا محمل یہ ہے کہ انھوں نے اسے طلاق دے دی ۔

اسی حدیث کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ رضاعت کے ثبوت کے لئے مرضعہ کی شہادت کافی ہے ۔ مگر احناف اور جمہور کا مذہب یہ ہے ۔ کہ بقدر نصاب شہادت گواہ ضروری ہیں ۔ اور حضرت عقبہ کو جو حکم دیا تھا وہ برنائے احتیاط تھا ۔ اسی تقدیر پر اس حدیث کو باب سے مطابقت ہے ۔ ایک طرف یہ ہے کہ اگر یہ عورت سچی ہو تو نکاح باطل محض ہوگا ۔ قربت زنا ہوگی ۔ اور کسی بھی عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا فرض نہیں ۔ اور طلاق دینا گناہ نہیں ۔ تو تقاضائے ورع یہی ہے کہ اسے علیحدہ کر دیا جائے ۔

فاعرض عنہ یہاں ایک سوال یہ ہے کہ اگر صرف مرضعہ کی شہادت رضاعت کے لئے کافی ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت عقبہ کے سوال پر اعراض نہیں فرمانا چاہئے تھا وہ اتنی دور سے حکم معلوم کرنے حاضر ہوئے تھے ۔ مناسب یہ تھا کہ فوراً بلا تاخیر فرما دیتے کہ اسی علیحدہ کر دو ۔ وہ تم پر حرام ہے ـــــ اعراض اور پھر تبسم سے اشارہ مل رہا ہے کہ تم اس کو مجھ سے نہ عرض کرتے ۔ رکھے رہتے تو کوئی حرج نہیں تھا ۔ مگر جب مجھ سے بیان کر دیا تو میں تمھاری شان کے لائق جو حکم ہے وہ بیان فرما دیتا ہوں ۔ کہ احتیاط اسی میں ہے کہ اسے چھوڑ دو ۔

ع٥ العلم باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ ص۱۹ الشہادات باب اذا شہد شاہد او شہود بشیئ ص۳۶۰ باب شہادۃ الاماء والعبید باب شہادۃ المرضعۃ ص۳۶۳ ثانی النکاح باب شہادۃ المرضعۃ ص۷۶۴ ترمذی رضاع نسائی نکاح ۔ دارمی نکاح ۔ مسند امام احمد رابع ص۳۸۴ ـــ لـ رابع ص۳۸۴ ۲ اول الرضاع باب شہادۃ المرأۃ الواحدۃ فی الرضاع ص۱۳۷

عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ

عتبہ بن ابو وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابو وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کا بچہ میرے نطفے سے ہے

قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَامَ عَبْدُ بْنُ

اسے لے لینا ۔ فتح مکہ کے موقع پر سعد بن ابو وقاص نے اسے لے لیا ۔ اور کہا کہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ۔ میرے بھائی نے مجھے اس کے

زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدٌ

بارے میں وصیت کی تھی ۔ تو عبد بن زمعہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا بیٹا جو اس کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے ۔ اب دونوں نبی صلی اللہ

تشریحات ۱۲۰۵ عتبہ بن ابی وقاص ۔ یہی وہ بدبخت ہے جس نے غزوۂ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر اقدس کو زخمی کیا تھا ۔ اور دندان مبارک شہید کئے تھے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں یہ دعا کی تھی ۔ اے اللہ یہ ایک سال کے اندر اندر کافر ہونے کی حالت میں مرے ۔ اور ایسا ہی ہوا ۔ جن لوگوں نے اسے صحابہ میں شمار کیا وہ خطا پر ہیں ۔ یہ حضرت سعد کا علاتی بھائی تھا ۔ اس کی ماں کا نام ہند بنت وہب بن الحارث بن زہرہ ہے ۔ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا نام حَمْنَہ ہے ۔

زمعہ یہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد ہیں ۔ عبد بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بھائی ہیں ۔ بہت شریف اور سادات صحابہ میں سے ہیں جس کے بارے میں تنازع ہوا تھا اس بچے کا نام عبد الرحمٰن ہے یہ بھی صحابی ہیں ـــــ ولیدہ کے معنی چھوٹی بچی کے ہیں اور لونڈی کے بھی ـــ یہاں دوسرا معنی مراد ہے ۔

فاقبضہ زمانہ جاہلیت میں عام دستور تھا کہ رؤسا اپنی لونڈیوں کے ذریعہ زنا کا کاروبار کرتے ۔ اسی بے حیائی کو بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا ۔ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ ۔ النور ۳۳ اپنی باندیوں کو بکاری پر مجبور مت کرو ۔ ایسی لونڈیوں کے جب حمل رہ جاتا اب اگر اس لونڈی کا آقا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میری اولاد ہے ۔ تو اسی کی اولاد مان لیا جاتا ۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ نہ کرتا ہو اور لونڈی کے آشناؤں میں سے کوئی دعویدار ہوتا تو اس کی اولاد مان لیا جاتا ۔ اور اگر اس لونڈی کا مالک کچھ دعویٰ کئے بغیر مر جاتا اور اس کے ورثہ میں سے کوئی دعویدار ہوتا تو اسے مل جاتا ۔ اسی رسوا کن دستور کے مطابق عتبہ بن ابو وقاص کا تعلق زمعہ کی لونڈی سے تھا وہ حاملہ ہوئی ۔ زمعہ نے اس کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا اور مر گیا ۔ عتبہ نے اپنے بھائی حضرت سعد بن ابو وقاص سے وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ میرا ہے تم اس کو لے لینا ۔ چونکہ اس جاہلی دستور کے خلاف کوئی حکم ابھی نازل نہیں ہوا تھا ۔ اس لئے حضرت سعد نے اس بچے کو لے لیا ۔ اور عبد بن زمعہ نے مزاحمت کی ۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ایسا قانون ارشاد فرمایا ۔ جس کی بدولت قیامت تک کروڑوں بے گناہوں کی زندگی سنور ہی نہیں گئی بلکہ انھیں سوسائٹی میں باعزت مقام حاصل ہو گیا ۔

الولد للفراش فراش کے معنی بستر کے ہیں ۔ یہاں صاحب فراش مراد ہے یعنی جسے اس عورت کے ساتھ ہمبستری حلال ہو خواہ بذریعۂ نکاح خواہ بذریعہ ملک یمین ـ وللعاهر الحجر ، اور زانی کے لئے پتھر ہے ۔ یعنی کچھ نہیں ۔ سنگسار کرنا مراد نہیں ۔ اس لئے کہ ہر زانی کو سنگسار کرنے کا حکم نہیں ۔ بلکہ اس کے لئے زانی کا مُحْصَن ہونا شرط ہے ۔

ھولک بخاری مغازی میں ہے ۔ هو لك هو اخوك يا عبد بن زمعة ـــ یہ تیرے لئے ہے ۔ یہ تیرا بھائی ہے اے عبد بن زمعہ ۔ اس سے ظاہر ہے کہ ھولک سے مراد یہ ہے کہ تم اسے لے جاؤ ۔ اپنے قبیلے میں بحیثیت چھوٹے بھائی کے اس کی پرورش کرو ۔ اس کا نسب تمہارے باپ سے ثابت ہے ۔ یہ مراد نہیں کہ یہ تمہاری ملک ہے ۔ تمہارا غلام ہے ۔ جیسا کہ دستور تھا کہ لونڈی کی جو اولاد آقا سے نہ ہو وہ غلام مانی جاتی تھی ۔

يَارَسُولَ اللهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي وُلِدَ عَلَى

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے جس کے بارے میں وصیت کر گئے تھے۔ اس پر عبد بن زمعہ

فِرَاشِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ

نے کہا۔ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا۔ جو میرے باپ کے بچھونے پر پیدا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تیرے لئے ہے

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ

اے عبد بن زمعہ۔ پھر فرمایا۔ بچہ بچھونے والے کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ

زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبِي لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ عہ

سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرنا۔ کیوں کہ اس بچے کو عتبہ کے مشابہ دیکھا۔ اس نے سودہ کو زندگی بھر نہیں دیکھا۔

اس مراد کے باطل ہونے پر خود 'الولد للفراش' دلیل ہے۔ اور مغازی کی مذکورہ بالا عبارت کہ۔ یہ تیرا بھائی ہے۔ اس پر نص جلی ہے۔

احتجبی مسند امام احمد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ فانہ لیس لک باخ۔ وہ تمہارا بھائی نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ فیصلہ فرمادیا۔ کہ زمعہ کا بیٹا ہے۔ تو ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم کیوں دیا۔ ایک جواب تو ظاہر ہے۔ کہ یہ حکم بطور ورع تھا۔ اور اسی سے باب کے ساتھ مطابقت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل ہے کہ باطنی طور پر واقعے کے مطابق جو بات ہو اس پر عمل کرنے کا کسی کو حکم دے دیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما کان وما یکون کے عالم ہیں۔ اپنے علم سے معلوم کر لیا تھا کہ یہ بچہ عتبہ کے نطفے سے ہے۔ پھر اس کی عتبہ کے ساتھ مشابہت اس پر قرینہ بھی ہے۔ اسی لئے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔

فائدہ جلیلہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ارشاد 'احتجبی منہ' سے استدلال فرمایا۔ کہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت کے ساتھ بدکاری کی۔ تو یہ عورت زانی کے اصول و فروع پر حرام ہو جاتی ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے۔ کہ اس کے باوجود کہ فیصلہ یہ فرمایا۔ کہ یہ بچہ زمعہ کا ہے۔ اس تقدیر پر یہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھائی ہوا۔ مگر بنظر باطن چونکہ یہ عتبہ کے نطفے سے تھا۔ اس لئے اس سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ اگر زنا ثبوت حرمت میں موثر نہ ہوتی تو پردہ کے حکم کی کوئی وجہ نہ تھی۔

فائدہ ثانیہ حدیث " الولد للفراش وللعاهر الحجر " گیارہ صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ، امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوامامہ، امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عمرو بن خارجہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت براء بن عازب، حضرت زید بن ارقم، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

عہ ایضا شری المملوک من الحربی ص۲۹۵ الخصومات ص۳۲۶ وصایا باب قول الموصی لوصیہ تعاهد ولدی ص۳۸۳ ثانی المغازی باب ص۶۱۶۔ الفرائض باب الولد للفراش ص۹۹۹ الحدود باب للعاهر الحجر ص۱۰۰۰ الاحکام باب من قضی له بحق اخیه فلا یاخذه ص۱۰۶۵ مسلم النکاح۔ ابوداؤد الطلاق۔ نسائی الطلاق۔ ابن ماجه النکاح۔ ترمذی النکاح۔ موطا امام مالک الاقضیة۔ مسند امام احمد سادس ص۳۷ وغیرہ۔ لہ رابع ص۵ ۔ ثانی الطلاق باب الحاق الولد بالفراش ص۱۱۱

بَابُ مَا يَتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ ص۲۷۶ مشتبہ چیزوں سے بچا جائے۔

حدیث ۱۲۰۶ عَنْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ لَوْلَا اَنْ تَكُوْنَ صَدَقَةً لَاَكَلْتُهَا۔

تشریف لے جارہے تھے اور ایک کھجور گری ہوئی تھی۔ فرمایا۔ اگر اس کا شبہہ نہ ہوتا کہ صدقہ ہو تو میں کھالیتا۔

ت ۳۷۷ وَقَالَ هَمَّامٌ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي ع

ہمام نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا۔ میں اپنے بستر پر کھجور پاتا ہوں۔ الحدیث۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الشُّبُهَاتِ ص۲۷۶ وسوسے وغیرہ مشتبہ چیزوں میں داخل نہیں۔

ت ۳۷۸ وَقَالَ ابْنُ اَبِي حَفْصَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ لَا وُضُوْءَ اِلَّا فِيْمَا وَجَدْتَ الرِّيْحَ اَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ

امام زہری نے فرمایا۔ وضو اس صورت میں ہے کہ بو محسوس کرے یا آواز سنے۔

تشریحات ۳۷۷، وقال ھمام۔ یہ تعلیق ہے۔ اسے کتاب اللقطہ میں سند متصل کے ساتھ مفصل یوں ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے اہل میں لوٹ کر آتا ہوں تو کبھی بچھونے پر کھجور پڑی ہوئی پاتا ہوں۔ اسے کھانے کی نیت سے اٹھاتا ہوں۔ پھر اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں صدقہ نہ ہو تو پھینک دیتا ہوں۔ یہ ہمام بن منبہ وہب بن منبہ کے بھائی ہیں۔

افادہ باب وسوسہ اور شبہہ میں ایک حد تک تشابہ ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دونوں کے مابین فرق واضح کر دیا جائے۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ انسان کے دل میں جو بے بنیاد باتیں آئیں وہ وسوسہ ہے۔ اس میں شیطانی مداخلت ہوتی ہے اس سے احتراز کا حکم ہے۔ مشتبہ بات وہ ہے کہ اس کی کوئی بنیاد ہو۔ اس فرق کو واضح کرنے کے لئے امام بخاری پہلے عباد بن تمیم کی وہ حدیث لائے جسے وہ اپنے چچا (عبد اللہ بن زید) سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی گئی۔ کہ ایک شخص نماز میں (ریح) محسوس کرتا ہے کیا وہ نماز توڑ دے۔ تو فرمایا۔ نہیں جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ سونگھ لے۔ یہ حدیث جلد اول ص۲۴۷ پر گزر چکی ہے۔ وہاں میں نے ثابت کیا ہے کہ اس سے مراد ہوا خارج ہونے کا یقین ہے۔ اگرچہ نہ آواز پیدا ہو نہ بدبو محسوس ہو۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کبھی کبھی ہوا بلا آواز خارج ہوتی ہے اور اس کا خارج ہونا بلا کسی شک وشبہہ کے محسوس ہوتا ہے اور اس میں بدبو بھی نہیں ہوتی۔ مگر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہوا خارج ہونے کا شبہہ ہوتا ہے حالانکہ خارج نہیں ہوتی اسی اخیر صورت کے بارے میں وہ فرمایا کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا یہ بے بنیاد ہونے کی وجہ سے وسوسہ ہے۔ شیطان کا مقصود اس سے وقت ضائع کرنا ہے۔ اس پر دھیان نہ دو۔ اسی سے معلوم ہوا کہ وسوسہ وہ ہے جو بے بنیاد ہو۔ اور اس پر دھیان نہیں دینا چاہئے۔

ع اللقطہ باب اذا وجد تمرۃ فی الطریق ص۳۲۸ مسلم زکوٰۃ۔ ابوداؤد زکوٰۃ۔

حدیث ۱۲۰۷

حدثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضى الله تعالى عنها ان
حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض
قوما قالوا يا رسول الله ان قوما ياتوننا باللحم لا ندرى اذكروا اسم الله عليه ام لا فقال النبى
کیا۔ یا رسول اللہ! کچھ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں
صلى الله تعالى عليه وسلم سموا الله عليه وكلوه ۔
تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر بسم اللہ پڑھ لو اور کھاؤ۔

باب من لم يبال من حيث كسب المال ص ۲۷۶ جسے اسکی پرواہ نہ ہو کہ کہاں سے مال کمایا۔

حدیث ۱۲۰۸

حدثنا سعيد المقبرى عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه عن
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ کہ فرمایا لوگوں پر ایسا
النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال ياتى على الناس زمان لا يبالى المرء ما اخذ منه امن الحلال ام الحرام
زمانہ آئے گا۔ کہ کوئی یہ پرواہ نہیں کرے گا کہ کس طرح کا مال لیا ہے۔ حلال طریقے سے یا حرام

تشریح ۳۷۸

اس تعلیق کی بھی توجیہ وہی ہے جو عبادبن تمیم کی حدیث کی ہے۔ اس حدیث کے راوی امام زہری ہیں۔ انھوں نے حدیث کے کلمات طیبہ میں اپنا مدعا بیان فرمایا۔ مقصود وہی یقین ہے۔ وسوسہ ساقط الاعتبار ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الله تجاوز عن امتى ما حدثت به انفسها ما لم تعمل به او تتكلم[۱] "بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے جی میں جو باتیں آئیں انھیں درگزر فرمادیا جب تک اس پر عمل نہ کرے یا زبان سے نہ کہے۔" یہ حکم نماز کی حالت کے ساتھ خاص ہے۔ شک میں نماز قطع کرنے میں نقصان یہ ہے۔ کہ مثلاً جماعت سے نماز پڑھ رہا ہے۔ اور توڑ دیا تو جماعت سے محروم رہے گا۔ اور اگر منفرد ہے تو وقت ضائع ہوگا۔ ورنہ وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا "نور علی نور" ہے۔ تو شک کی حالت میں بدرجہ اولیٰ افضل ہوگا۔

تشریحات ۱۲۰۷

یاتوننا باللحم۔ ظاہر ہے کہ یہ لانے والے مسلمان تھے۔ مگر چونکہ احکام شرع سے بخوبی واقف نہیں تھے۔ اس لئے شبہہ ہوا کہ کہیں بسم اللہ پڑھے بغیر تو ذبح نہیں کیا ہے۔ جواب کا حاصل ہے کہ مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم ہے۔ اس لئے کہ اصل یہی ہے کہ جب لانے والے مسلمان ہیں تو انھوں نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہوگا۔ اخیر میں جو فرمایا۔ سموا الله وكلوه۔ اس سے کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم مقصود ہے۔ یہ مراد نہیں کہ اگر بالقصد بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کیا ہو اور کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیں تو وہ حلال ہے ـــــ یہاں بھی شبہہ بے بنیاد تھا اس لئے اس کا اعتبار نہیں فرمایا۔ ساقط فرما دیا۔

تشریحات ۱۲۰۸

دنیا کی لذات میں انہماک کا نتیجہ نکلتا ہے۔ ناخدا ترسی اور دین میں مداہنت اور سستی اور زراندوزی کی ہوس۔ اس وقت انسان یہ نہیں دیکھتا کہ میری آمدنی حلال ذریعے سے ہو رہی ہے یا حرام۔ ایک حدیث میں ہے۔ فرمایا۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سود سے کوئی نہیں بچے گا۔ کچھ نہیں تو اس کے غبار ہی سے آلودہ ہوگا[۲] مال حرام کی بہت بڑی نحوست یہ ہے کہ مال حرام کھانے والے کی دعا

ع ایضا۔ باب قول الله تعالى يا ايها الذين آمنوا لا تاكلوا الربوا اضعافا مضاعفة ص ۲۷۹ نسائی البیوع۔ [۱] بخاری ثانی ص ۹۴۶۔ [۲] مسند امام احمد ثانی ص ۱۱

بَابُ التِّجَارَةِ فِی الْبَزِّ وَغَیْرِہٖ ص۲۷۷ کپڑے وغیرہ میں تجارت کا بیان۔

وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ لَا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ النور ۳۷ اور اللہ کے اس ارشاد کا کہ وہ لوگ جنھیں سودا اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

یہاں تین روایتیں ہیں۔ البز و غیرہ۔ اور دوسری۔ البَر۔ بمعنی خشکی تیسرے۔ البُرّ۔ بمعنی گیہوں۔ حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو ان تینوں میں سے کسی پر خصوصیت کے ساتھ دلالت کرے۔ ان تینوں پر حدیث کے عموم ہی سے استدلال ہو سکتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اقرب یہ ہے کہ یہ لفظ 'البَرّ' بمعنی خشکی ہو۔ کیونکہ اس کے بعد بحر بمعنی دریا کا باب باندھا ہے۔ مجدد اعظم اعلیحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حواشی بخاری میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ اکثر نسخوں میں 'وغیرہ' نہیں۔ صرف اسماعیلی اور کریمہ کے نسخے میں ہے۔ وغیرہ۔ ہونے کی صورت میں زیادہ صحیح یہ ہے۔ کہ یہ لفظ 'البَزّ' زائے معجمہ کے ساتھ ہو۔

ت ۳۷۹ وَقَالَ قَتَادَۃُ کَانَ الْقَوْمُ یَتَبَایَعُوْنَ وَیَتَّجِرُوْنَ وَلٰکِنَّھُمْ اِذَا نَابَھُمْ حَقٌّ مِّنْ حُقُوْقِ اللّٰہِ لَمْ تُلْھِھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ حَتّٰی یُؤَدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ۔

اور قتادہ نے کہا۔ لوگ خرید و فروخت کرتے، تجارت کرتے۔ لیکن جب اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے انھیں غافل نہیں کرتی۔ یہاں تک کہ اسے ادا کر لیتے۔

حدیث ۱۲۰۹ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ عَنْ اَبِی الْمِنْھَالِ قَالَ کُنْتُ اَتَّجِرُ فِی الصَّرْفِ فَسَاَلْتُ زَیْدَ بْنَ اَرْقَمَ فَقَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ ح۔ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ دِیْنَارٍ وَعَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ اَنَّھُمَا سَمِعَا اَبَا الْمِنْھَالِ

ابو المنہال سے مروی ہے۔ کہ انھوں نے کہا۔ میں صرف کی تجارت کرتا تھا۔ میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا تو بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی کہ ان دونوں صاحبان نے ابو المنہال سے سنا۔

قبول نہیں ہوتی۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اجعلنی مستجاب الدعوۃ۔ مجھے مستجاب الدعا بنادیں۔ فرمایا۔ اے انس اپنی کمائی پاک کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ اگر کوئی حرام کا ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈال لیتا ہے تو چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

تشریحات ۳۷۹ اس تعلیق میں قوم سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ ان کا حال یہ تھا کہ خرید و فروخت میں ہوتے جب اذان سنتے تو تیزی سے حق اللہ کی ادائیگی کے لئے چل دیتے۔ امام عبد الرزاق نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ کہ وہ بازار میں تھے۔ کہ نماز قائم ہوئی لوگوں نے دوکانوں میں تالے لگائے۔ اور مسجد چلے گئے۔ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا میں نے اس آیت کی تفسیر میں دیکھا ہے۔ کہ لوہار ہتھوڑا اٹھا چکا ہوتا۔ اور اذان سنتا تو اس کو گراتا نہیں۔ پھینک کر نماز کے لئے چل دیتا۔ موچی ستالی چھولیتا اور اذان سنتا تو اسی طرح چھوڑ کر مسجد چل دیتا۔ اس سے باب کے دونوں جز ثابت ہو گئے۔ صحابہ کرام تجارت، خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور اس میں کسی خاص تجارت کی تخصیص نہ تھی۔ نیز تجارت میں کاروبار میں مصروفیت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی تھی۔

تشریحات ۱۲۰۹ ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں یہ حدیث یوں مفصل ہے۔ ابو المنہال عبد الرحمن بن مطعم بنانی نے کہا۔ کہ میرے ایک شریک نے بازار میں کچھ درہم ادھار بیچا تو میں نے کہا سبحان اللہ کیا یہ درست ہے؟۔ تو اس نے کہا سبحان اللہ میں نے بازار میں بیچا تو کسی نے عیب نہیں سمجھا۔ اب میں نے حضرت براء بن عازب سے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (مدینہ) تشریف لائے اور ہم بیع کرتے تھے۔ تو فرمایا۔ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور جو ادھار ہو تو درست نہیں۔ اور تم زید بن ارقم سے ملو۔ اور پوچھو۔ کیونکہ وہ ہم سے بڑے تاجر تھے میں نے حضرت زید بن ارقم سے پوچھا۔ تو انھوں نے اسی کے مثل فرمایا۔ اس حدیث کے راوی، سفیان بن عیینہ کبھی یوں روایت کرتے کہ حضرت براء بن عازب

---

۵ عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۱۷۲

يَقُولُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَىٰ عَهْدِ

وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم سے صرف کے بارے میں پوچھا۔ تو ان دونوں صاحبوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تاجر تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف کے بارے میں پوچھا۔ تو فرمایا

الصَّرْفِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ وَإِنْ كَانَ نَسِيئًا فَلَا يَصْلُحُ۔ ع ۱

اگر ہاتھوں ہاتھ ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر ادھار ہو تو درست نہیں۔

نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے اور ہم حج کے موسم تک کے وعدے پر ادھار میں بیع کرتے تھے۔

بَابُ بَيْعِ الْوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً ۔ میں یہ زائد ہے۔ فکل واحد منہما یقول ھٰذا خیر منی ــــ حضرت براء اور حضرت زید بن ارقم میں سے ہر بزرگ یہ کہتا تھا۔ یہ یعنی دوسرے صاحب مجھ سے بہتر ہیں۔

بیع صرف ثمن کو ثمن کے عوض بیچنے کو بیع صرف کہتے ہیں۔ مثلاً چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کے عوض ثمن کی دو قسمیں ہیں۔ خلقی۔ اصطلاحی ثمن خلقی، سونا اور چاندی ہے ــــ ثمن اصطلاحی وہ چیزیں ہیں جو ثمنیت کے لئے مخلوق نہیں مگر لوگ اس سے ثمن کا کام لیتے ہیں، ثمن کی جگہ استعمال کرتے ہیں جیسے سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں کے روپئے، ریزکاریاں، نوٹ ــــ ثمن خلقی ہر حال میں ثمن ہی رہے گا۔ اگرچہ ڈھلا ہوا سکہ نہ ہو۔ سل ہو، زیورات ہوں، برتن وغیرہ ہو۔ ثمن خلقی کو ثمن خلقی کے عوض بیچیں یا اصطلاحی کے عوض یا بالعکس یا ثمن اصطلاحی کو ثمن اصطلاحی کے عوض بیچیں۔ یہ سب بیع صرف ہے۔ بیع صرف کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ اول ادھار نہ ہو نقد ہو۔ یعنی جس مجلس میں خرید و فروخت ہوئی اسی مجلس میں بائع ثمن، اور مشتری مبیع اپنے قبضے میں کرلے۔ دوم اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس کے ہوں تو دونوں کا وزن میں برابر ہونا ضروری ہے۔ یعنی بائع اور مشتری اسی مجلس میں جان لیں کہ دونوں برابر ہیں۔ کمی بیشی سود ہے۔ یعنی اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض بیچا تو وزن میں برابری بھی شرط ہے اور مجلس عقد میں قبضہ بھی ــــ اور اگر جنس دو ہو ــــ تو وزن میں کمی بیشی جائز ــــ مگر مجلس میں قبضہ اب بھی ضروری ہے ــــ ورنہ یہ بھی سود۔ مثلاً آج چاندی کا بھاؤ طے کر کے سونے کے عوض بیچا۔ اور قیمت کیلئے میعاد مقرر کی تو یہ بھی حرام اور سود ہے۔

اس میں راز یہ ہے کہ سونے چاندی کی پہچان بہت مشکل ہے۔ اگر ان میں تھوڑی بہت ملاوٹ ہو تو بغیر کسوٹی پر کسے ہوئے ماہر صراف کے علاوہ اور کوئی جان بھی نہیں سکتا۔ تو اس کا خطرہ قوی ہے کہ ادائیگی کے وقت جھگڑا ہو جائے۔ بائع کہے ثمن اس سے اعلیٰ طے تھا۔ تم گھٹیا دے رہے ہو۔ مشتری کہے مبیع ایسی طے نہیں تھی۔ اس سے اعلیٰ طے ہوئی تھی۔ اس لئے شارع نے اس بیع میں ادھار کو منع فرمادیا۔

تشریحات ۱۲۱۰ استئذان۔ مسند امام احمد اور مسلم میں ہے۔ کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار اجازت طلب کی تھی۔ مسلم کی دوسری روایت میں ہے۔ کہ یوں عرض کیا تھا۔ السلام علیکم ھٰذا عبد اللہ بن قیس۔ السلام علیکم ھٰذا ابو موسیٰ السلام علیکم ھٰذا الاشعری مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت عمر نے عرض کیا۔ میں مشغول تھا۔

نومر بن الث کتاب الاستئذان میں یہی واقعہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے یوں ہے ــــ میں انصار کی مجلس میں تھا کہ ابو موسیٰ آئے وہ گھبرائے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ اور کہا۔ میں نے عمر سے تین بار اذن مانگا مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں ملی تو میں لوٹ آیا۔ انھوں نے بلاکر پوچھا۔

ع ۱ ایضاً باب بیع الورق بالذھب نسیئۃ ص ۲۹۱ الشرکۃ باب الاشتراک فی الذھب والفضۃ ص ۳۴۰ ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب ص ۵۶۱ مسلم۔ نسائی۔ البیوع ۱۲ ثانی الاستیذان۔ باب التسلیم والاستیذان ثلثا ص ۹۲۳

بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔ جمعہ ۲۷

تجارت کے لئے نکلنے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اب زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

حدیث ۱۲۱۰ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اَنَّ اَبَا مُوسَى الْاَشْعَرِيَّ اِسْتَاذَنَ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنْ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں حاضری کے لئے اذن طلب کیا۔ تو انھیں اجازت نہیں ملی۔

لَهٗ وَكَاَنَّهٗ كَانَ مَشْغُولًا فَرَجَعَ اَبُو مُوسَى فَفَرَغَ عُمَرُ فَقَالَ اَلَمْ اَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ

شاید وہ مشغول تھے۔ حضرت ابوموسیٰ لوٹ گئے۔ اس پر حضرت عمر گھبرائے اور فرمایا۔ کیا میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز نہیں سنی تھی۔ انھیں اندر آنے کا اذن دو۔

ائْذَنُوا لَهٗ قِيلَ قَدْ رَجَعَ فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَالِكَ فَقَالَ تَأْتِيْنِي عَلٰى ذَالِكَ بِالْبَيِّنَةِ فَانْطَلَقَ

عرض کیا گیا وہ لوٹ گئے۔ تو انھیں بلوایا۔ حضرت ابوموسیٰ نے کہا ہمیں اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا۔ ثبوت لاؤ۔ اب حضرت ابوموسیٰ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے

اِلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَسَاَلَهُمْ فَقَالُوا لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلٰى هٰذَا اِلَّا اَصْغَرُنَا اَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ فَذَهَبَ بِاَبِي

پوچھا۔ انھوں نے کہا۔ اس پر ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ شہادت دے گا۔ یعنی ابوسعید خدری۔ یہ ابوسعید خدری کو لے کر حاضر ہوئے۔ تو حضرت عمر نے

سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ اَخَفِيَ عَلَيَّ مِنْ اَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْاَسْوَاقِ يَعْنِي

فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ حکم مجھ سے پوشیدہ رہا۔ مجھے بازاروں میں خرید و فروخت نے محروم رکھا۔ یعنی تجارت میں مشغولیت کی وجہ سے دربار سے غیر حاضری۔

کس چیز نے تم کو منع کیا۔ میں نے عرض کیا میں نے تین مرتبہ اذن طلب کیا اور جب اجازت نہیں ملی تو لوٹ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کوئی تین بار اجازت مانگے اور اسے نہ ملے تو لوٹ جائے۔

تاتنی علی ذالك بالبينة کتاب الاعتصام اور مسلم میں یہ بھی ہے۔ ورنہ تمھارے ساتھ یہ کروں گا تمھیں سزا دوں گا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصود یہ نہیں تھا۔ کہ خبر واحد مقبول نہیں بلکہ چونکہ خود حضرت عمر بارگاہ رسالت کے حاضر باش تھے۔ اور اسے سنا نہ تھا۔ تو حیرت ہوئی۔ اور مزید توثیق کے لئے یہ فرمایا۔ موطا میں ہے۔ لا اتھمك ۔ میں تمھیں جھوٹا نہیں جانتا۔ اس سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ خبر واحد مفید ظن ہے۔ مفید یقین نہیں۔ مگر اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجلہ صحابہ کرام اور خصوصی معتمدین میں سے تھے۔ خود حضرت عمر نے انھیں عامل بنایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ پھر حضرت عمر نے ان کی بات پر اعتماد کیوں نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کی تائید نہ لانے کی صورت میں سزا کی بھی دھمکی دی ۔۔۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت حضرت عمر کی خدمت میں کچھ نومسلم دوسرے بلاد کے رہے ہوں انھیں متنبہ کرنا مقصود رہا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت اتنی آسان نہیں۔ کہ جو چاہے کہہ دے اور مان لی جائے۔ تاکہ ان میں جو دل کے بیمار ہوں انھیں جرأت نہ ہو۔

فقالوا کتاب الاستیذان میں ہے۔ کہ یہ کہنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انھوں نے جو فرمایا۔ کہ اس کی گواہی ہم میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ دے گا۔ یہ اظہار حیرت کے لئے ہے کہ یہ حدیث بہت مشہور و معروف ہے۔ تقریباً ہر شخص کو معلوم ہے یہاں تک کہ ہمارے چھوٹے بچوں کو بھی۔ اور حضرت عمر اسے نہیں جانتے۔ حالانکہ حضرت عمر کے علم کا عالم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اگر عمر کا علم ایک پلڑے میں اور پوری زمین کے زندہ افراد کا علم دوسرے پلڑے میں ہو تو حضرت عمر کا علم بڑھ جائے گا۔

عہ ثانی الاعتصام۔ باب الحجۃ علی من قال ان احکام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت ظاہرۃ ص ۱۰۹۲ مسلم الاستیذان ابوداؤد ادب مسند احمد ربیع ثالث

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ ص ۲۷۷ دریا میں تجارت کا بیان۔

ت ۳۸۰ وَقَالَ مَطَرٌ لَا بَأْسَ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقٍّ ثُمَّ تَلَا وَتَرَى

اور مطر نے کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور قرآن میں اللہ عزوجل نے حق ہی ذکر فرمایا ہے۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت

الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ۔ فاطر (۱۲) وَالْفُلْكُ السُّفُنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَاءٌ۔

کی۔ اور تم اس (دریا) میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ پانی چیرتی ہیں۔ تاکہ تم اللہ کے فضل کو تلاش کرو۔ فلک کے معنی کشتیاں ہیں۔ واحد اور جمع برابر ہے۔

ت ۳۸۱ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمْخَرُ السُّفُنُ مِنَ الرِّيحِ وَلَا تَمْخَرُ الرِّيحُ مِنَ السُّفُنِ إِلَّا الْفُلْكُ الْعِظَامُ۔

اور امام مجاہد نے فرمایا۔ کشتیاں ہوا سے پھٹتی ہیں اور ہوا کشتیوں سے نہیں پھٹتی مگر یہ کہ کشتیاں بڑی ہوں۔

بَابُ قَوْلِ اللهِ تَعَالَى أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ ص ۲۷۷ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اپنی پاک کمائیوں سے خرچ کرو

حدیث ۱۲۱۱ عَنْ هَمَّامٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ... کہ فرمایا

وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهَا نِصْفُ أَجْرِهِ۔ عہ

جب عورت اپنے شوہر کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اسے آدھا ثواب ہے۔

تشریحات ۳۸۰ یہ مطر وراق البصری کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان کا نام ابو مطر بن طہمان ابو رجاء خراسانی ہے۔ بصرہ میں آبسے تھے اس لئے بصری مشہور ہوئے۔ مصحف شریف لکھا کرتے تھے اس لئے وراق کہلائے۔ حضرت انس سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ ارسال کیا کرتے تھے۔ امام عطا سے ان کی روایت کو یحییٰ بن سعید نے ضعیف بتایا۔ ابن معین سے بھی یہی مروی ہے۔ مگر ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔ امام بخاری نے کتاب الافعال میں ان سے روایت کی اور باقی اصحاب صحاح ستہ نے بھی۔ علامہ کرمانی نے فرمایا یہ امام بخاری کے استاذ مطر بن الفضل مروزی ہیں۔ مزی اور شیخ قطب الدین حلبی وغیرہ نے انھیں بھی وراق کہا ہے۔

فائدۂ باب چونکہ دریا کا سفر خطرناک ہے۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ تجارت اور دنیوی کاروبار کے لئے دریا کے سفر کی مشقت اٹھاکر خطرہ مول لیا جائے یا نہیں۔ اس کے ازالہ کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔

والفلک ظاہر ہے کہ امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ فلک، ان چند الفاظ میں سے ہے جو واحد بھی ہیں اور جمع بھی

تشریحات ۳۸۱ امام مجاہد کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں جو فرمایا۔ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ۔ اور تم سمندر میں کشتیوں کو پھاڑتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اس سے مراد بڑی کشتیاں ہیں اور مراد ہوا کا پھاڑنا ہے۔ اس لئے کہ چھوٹی کشتیاں ہوا کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ فلک عام ہے۔ چھوٹی بڑی سبھی کشتیاں مراد ہیں۔ اور مواخر سے مراد یہ کہ پانی کو چیرتی ہیں۔

تشریحات ۱۲۱۱ یہاں یہ ہے کہ اس صورت میں زوجہ کو آدھا اجر ہے۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے۔ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا۔ ان میں سے کوئی کسی کے اجر کو کچھ کم نہیں کریگا

اقول۔ اس کا جواب خود حضرت ام المومنین کی حدیث میں موجود ہے۔ کہ فرمایا۔

عہ الثانی النفقات باب نفقة المرأة اذا غاب عنها زوجها ص ۸۰۶ مسلم ابو داؤد الزکوٰۃ

بَابُ مَنْ اَحَبَّ الْبَسْطَ فِی الرِّزْقِ ص۲۷۷ جو روزی میں وسعت پسند کرے

حدیث ۱۲۱۲

قَالَ مُحَمَّدٌ هُوَ الزُّهْرِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ رِزْقُهٗ اَوْ یُنْسَأَ لَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سنا ہے۔ جو رزق میں کشادگی یا عمر میں درازی چاہتا ہو وہ صلہ رحمی کرے۔

بَابُ شِرَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّسِیْئَةِ ص۲۷۷ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادھار خریدنا

حدیث ۱۲۱۳

حَدَّثَنِی الْاَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرٰی طَعَامًا مِّنْ رَّجُلٍ یَّهُوْدِیٍّ اِلٰی اَجَلٍ وَّرَهَنَهٗ دِرْعًا مِّنْ حَدِیْدٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے غلہ خریدا۔ اور اپنی لوہے کی زرہ رہن رکھی۔

کَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا بِمَا اَکْسَبَتْ۔ بیوی کو خرچ کرنے کا ثواب اور شوہر کو کمانے کا۔ یعنی اس صدقہ پر جو کل ثواب مرتب ہوگا۔ اس کا آدھا شوہر کا ہوگا اس لئے کہ اس نے کمایا ہے اور آدھا زوجہ کو صدقہ کرنے پر۔

تشریحات ۱۲۱۲ یُنْسَأُ۔ اس کا مادہ نَسْأٌ ہے۔ باب افعال سے انساء مصدر سے مضارع مجہول ہے۔ اس کے معنی تاخیر کے ہیں۔ اثر۔ کے معنی یہاں بقیہ عمر کے ہیں۔ یُنْسَأُ فِیْ اَثَرِهٖ۔ کے معنی ہیں۔ یوخر فی بقیۃ عمرہ۔ اس کا حاصل یہ ہوا۔ کہ اسے پسند ہو کہ اس کی عمر دراز ہو جائے۔ عمر کی درازی سے مراد یہاں برکت ہے یعنی تھوڑی عمر میں وہ اتنے اہم اور کثیر کام کر جائے جو زیادہ عمر والے نہیں کر پائیں امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ اس سے مراد ذکر خیر کا باقی رہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فلیصل رحمہ رحم کے معنی رشتے کے ہیں۔ صلہ رحمی سے مراد رشتہ کا لحاظ کرنا ہے۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ صلہ رحمی فی الجملہ واجب ہے۔ اور قطع رحم حرام وگناہ کبیرہ ہے۔ اس قدر پر اتفاق ہے۔ البتہ صلہ رحمی اور قطع رحمی کے درجات مختلف ہیں۔ صلہ رحمی کا ادنیٰ درجہ ملنا جلنا بات چیت کرنا ہے۔ اور قطع رحمی۔ اس کا چھوڑ دینا۔ صلہ رحمی کے فضائل احادیث میں بکثرت وارد ہیں اور قطع رحمی پر وعیدیں بھی وارد ہیں۔ جو اپنے باب میں مذکور ہوں گی۔ یہاں باب سے مناسبت یہ ہے۔ کہ رزق حاصل کرنے کے لئے خرید و فروخت مشروع ہے۔ مگر رزق میں برکت اللہ عزوجل کی دین ہے۔ اور اس کا ایک ظاہری سبب صلہ رحمی ہے۔

تشریحات ۱۲۱۳ دوسرے ابواب میں ابتداء میں یہ زائد ہے۔ امام اعمش نے کہا۔ ہم نے حضرت ابراہیم نخعی کے یہاں سلم یعنی ادھار خریدنے کے بارے میں رہن کا تذکرہ کیا۔ تو فرمایا۔ اس میں حرج نہیں۔ ہم سے اسود نے یہ حدیث بیان کی۔ الجہاد۔ اور المغازی میں یہ زائد ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ حضور کی زرہ تیس صاع جو کے عوض ایک یہودی کے یہاں رہن

عـ مسلم الادب۔ ابوداؤد الزکوٰۃ عـہ ایضا شری الامام الحوائج بنفسہ ص۲۸۱ باب شری الطعام الی اجل ص۲۹۳ الاستقراض باب فی الاستقراض ص۳۲۲ السلم باب الکفیل فی السلم باب الرھن فی السلم ص۳۰۰ الرھن باب من رھن درعہ باب الرھن عند یہودی ص۳۴۱ الجہاد باب ما قیل فی درع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۰۹ ثانی المغازی باب ص۶۴۰ مسلم۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

حدیث ۱۲۱۴

حدثنا قتادة عن انس رضی اللہ تعالی عنہ انہ مشی الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بخبز شعیر واھالة سنخة ولقد رھن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم درعا لہ بالمدینة عند یھودی واخذ منہ شعیرا لاھلہ ولقد سمعتہ یقول ما امسی عند آل محمد صاع بر ولا صاع حب وان عندہ لتسع نسوة ۔ ع ہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ (انھوں نے بیان کیا) کہ وہ جو کی روٹی اور بودار چربی لے کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے میں اپنی زرہ ایک یہودی کے یہاں رہن رکھا تھا ۔ اور اس سے اپنے اہل کے لئے جو لیا تھا اور میں نے ان سے سنا ہے ۔ کہتے تھے ۔ کہ آل محمد نے کوئی شام ایسی نہیں کی کہ ان کے پاس ایک صاع گیہوں یا اناج رہا ہو ۔ حالانکہ حضور کی نو بیبیاں تھیں ۔

باب کسب الرجل وعملہ بیدہ ص ۲۷۸ انسان کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام یا عمل کرنا ۔

حدیث ۱۲۱۵

حدثنی عروة بن الزبیر ان عائشة رضی اللہ عنہا قالت لما استخلف

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ۔ جب ابو بکر صدیق خلیفہ بنائے گئے ۔

تھی ۔ مگر اس بارے میں روایات مختلف ہیں ۔ ایک روایت میں بیس صاع آیا ہے ۔ ترمذی میں بھی بطریق ابن عباس بیس ہی صاع ہے ۔ مسند بزاز میں انھیں کے طریقے سے چالیس صاع ہے ۔ مصنف عبدالرزاق میں ایک وسق ہے ۔ نسائی کی روایت میں تیس صاع ہے ۔ اس یہودی کا نام ابوالشحم یا ابوالشحم تھا ۔ درع کے معنی کرتے کے بھی ہیں ۔ اس لئے من حدید سے اس کی تفسیر کردی ۔ یہ عجیب و غریب لفظ ہے ۔ درع بمعنی زرہ مونث ہے ۔ اور بمعنی قمیص مذکر ۔ یہ زرہ جو رہن رکھی تھی ۔ اس کا نام ۔ ذات الفضول ۔ تھا ۔ دوسری روایتوں میں ، سلم ، کا لفظ آیا ہے ۔ اس سے بیع سلم مراد نہیں جس میں ثمن فوری دی جاتی ہے ۔ اور مبیع کے لئے میعاد مقرر ہوتی ہے ۔ بلکہ ادھار خریدنا مراد ہے ۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصلی کفار سے خرید و فروخت جائز ہے ۔ اگرچہ ان کے اموال مشتبہ ہوں ۔ جب تک خریدی ہوئی چیز کے بارے میں قطعی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے ۔ اور یہی حکم مسلمانوں سے بھی خرید و فروخت کا ہے ۔ اگر کوئی مسلمان حرام اور حلال دونوں کاروبار کرتا ہو تو اس سے لین دین جائز ہے جب تک خریدی یا بیچی ہوئی چیز کے بارے میں قطعی طور سے معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے ۔ رہن رکھنا جائز ہے ۔ اگرچہ آدمی اپنے گھر ہو ۔ ادھار خرید و فروخت جائز ہے ۔ عند الضرورت قرض لینا جائز ہے ۔

تشریحات ۱۲۱۴ اھالة ۔ دبنے کی چکنی ۔ اس کی پگھلائی ہوئی چربی ۔ مطلقا ہر پگھلائی ہوئی چربی ۔ ہر چربی اور تیل جو سالن کے کام میں آئے ۔ سنخة ۔ زیادہ دن ہو جانے کی وجہ سے جس میں کچھ بو پیدا ہو جائے ۔

لقد سمعتہ ظاہر اور راجح یہی ہے کہ یہ قتادہ کا قول ہے ۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو یہ کہتے ہوئے سنا ۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہو ۔ کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ۔ حضرت علامہ ابن حجر نے اسی کو ترجیح دی ۔

ع ہ الرھن باب الرھن فی الحضر ص ۳۴۱ ۔

اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِیْ اَنَّ حِرْفَتِیْ لَمْ تَکُنْ تَعْجِزُ عَنْ مَّؤُنَۃِ اَھْلِیْ وَشُغِلْتُ

توفرمایا۔ میری قوم جانتی ہے۔ میرا پیشہ میرے اہل کے اخراجات کے بار اٹھانے سے عاجز نہیں تھا۔ اور اب میں مسلمانوں کے کام میں

بِاَمْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَسَیَاکُلُ آلُ اَبِیْ بَکْرٍ مِّنْ ھٰذَا الْمَالِ وَیَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فِیْہِ

مشغولیت کی وجہ سے اپنا کاروبار نہیں کرسکتا۔ اب آل ابوبکر اس مال سے کھائے گی۔ اور ابوبکر مسلمانوں کے لئے کام کرے گا۔

تشریحات ۱۲۱۵ حرفتی۔ حرفۃ۔ کے معنی کام کرنے کے ہیں۔ کوئی بھی کام ہو۔ یہ اپنے عموم کے لحاظ سے تجارت صنعت وغیرہ کو بھی عام ہے۔ اب عرف میں اس کے معنی پیشے کے ہیں۔ مثلاً بُننا، سینا، رنگنا وغیرہ۔ حضرت صدیق اکبر قبل اسلام بھی اور زمانہ اسلام میں بھی تجارت کرتے تھے۔ مسند امام احمد[1]، ابن ماجہ[2] وغیرہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے بُصریٰ تجارت کے لئے گئے۔ ترمذی[3] اور امام حاکم[4] کی مستدرک میں ہے۔ کہ جب اعلان نبوت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شام تجارت کے لئے جارہے تھے اور بحیرا راہب[5] سے ملاقات ہوئی۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔

تنبیہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا۔ اور امام حاکم نے اسے علی شرط الشیخین کہا اس پر شبلی صاحب نے سیرۃ النبی[6] میں یہ اعتراض کیا۔ کہ حضرت ابوبکر اس وقت بچے تھے۔ اس لئے ان کا ساتھ ہونا مستبعد ہے۔ اور حضرت بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی نے فرمایا۔ کہ یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ حضرت بلال ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے کہ وہ حضرت ابوبکر کے ہم عمر تھے۔ رہ گیا حضرت ابوبکر کا بچہ ہونا۔ اس کے منافی نہیں کہ وہ ساتھ رہے ہوں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بارہ سال کے تھے۔ جیسا کہ خود علامہ مذکور نے لکھا ہوسکتا ہے جس طرح ابوطالب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساتھ لے لیا ہو۔ حضرت ابوبکر کے والد ماجد یا اور کوئی بزرگ اس قافلے میں ہوں اور انھیں ہمراہ لے لیا ہو۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ حضرت بلال کا آقا بھی اس قافلے میں رہا ہو۔ اور انھیں ساتھ لے لیا ہو۔ اور جب حضور واپس ہونے لگے تو حضرت بلال کو ساتھ کر دیا ہو۔

رہ گیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اس کا مرسل ہونا تو معلوم ہونا چاہیے کہ صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق حدیث صحیح اور متصل کے حکم میں ہے۔ اور عبدالرحمن بن غزوان کی وجہ سے اسے مجروح ٹھہرانا اس لئے باطل کہ یہ رواۃ بخاری سے ہیں۔ وللتفصیل موضع آخر۔

مدینہ طیبہ کے نواحی علاقہ، عوالی منازل بنی حارث بن خزرج سُنح میں حضرت ابوبکر کا ایک کپڑے کا کارخانہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہیں تھے۔ صبح کو نماز فجر پڑھا کر چلے گئے تھے۔

فسیاکل ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ کہ منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد دوسرے دن کپڑے سر پر رکھے ہوئے حضرت صدیق اکبر بازار جارہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر، حضرت ابوعبیدہ بن جراح ملے۔ اور کہا آپ تجارت کیسے کریں گے۔ اور آپ مسلمانوں کے والی ہیں۔ فرمایا پھر میں اپنے اہل وعیال کو کیا کھلاؤں گا۔ ان حضرات نے کہا کہ ہم آپ کے لئے وظیفہ مقرر کردیتے ہیں۔ ان لوگوں نے آدھی بکری مقرر کردی۔ اسی میں ایک روایت ہے کہ صحابہ نے تین ہزار درہم سالانہ مقرر کردیا تھا۔ جب وصال کا وقت قریب

[1] جلد سادس ص۳۱۶ - [2] باب المزاح ص۲۷۰ - [3] ثانی باب فی بدء نبوۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۲۰۲ - [4] جلد ثانی ص۶۱۵ - [5] سیرۃ النبی حصہ اول ص۱۷۹-۱۸۰

حدیث ۱۲۱۶

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ فَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ فَقِيلَ لَهُمْ لَوِ اغْتَسَلْتُمْ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب خود اپنا کام کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کے جسم میں بو پیدا ہو جاتی تھی تو ان سے کہا گیا۔ کاش تم لوگ غسل کر لیتے۔

حدیث ۱۲۱۷

عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ وَأَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ کسی نے کوئی غذا اپنے ہاتھ کی کمائی سے بہتر نہیں کھائی اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔

حدیث ۱۲۱۸

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهٖ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ داؤد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔

آیا تو وصیت فرما گئے کہ میں نے اب تک بیت المال سے سات ہزار روپئے لئے ہیں۔ میری زمین چھوڑ کر بقیہ میرے مال سے یہ سات ہزار بیت المال میں داخل کر دیئے جائیں۔

مسائل اصول کسب تین ہیں۔ تجارت۔ زراعت۔ صنعت۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون افضل ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ تجارت افضل ہے۔ مگر ماوردی نے فرمایا۔ کہ زراعت اطیب ہے۔ اس لئے کہ اس میں توکل زیادہ ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ کہ بخاری کی حدیث سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ زراعت اور صنعت راجح ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں میں ہاتھ سے کام کرنا پڑتا ہے۔ اور حدیث میں ہے۔ کہ انسان سب سے پاک جو کھاتا ہے وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کی آمدنی ہے۔ ان دونوں میں زراعت افضل ہے کیوں کہ اس کا نفع عام ہے حتی کہ انسان کے علاوہ جانوروں کو بھی پہونچتا ہے اور اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ سلطان اسلام کو اس کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورت بھر بیت المال سے اخراجات لے لے۔ اسی سے دوسرے حکام اور قضاۃ وغیرہ کے لئے بھی جواز ثابت ہوا۔ البتہ یہ خود نہیں لیں گے ان کے اوپر جو حاکم ہے وہ مقرر کر کے دے۔

تشریح ۱۲۱۶ یہ حدیث بروایت عروہ، کتاب الجمعہ نزہۃ القاری جلد ثالث ص ۳۴۳ پر باختلاف الفاظ گزر چکی ہے۔

تشریحات ۱۲۱۷، ۱۸ پہلی حدیث کے راوی مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان سے خالد بن معدان کا سماع ثابت نہیں۔ اس لئے حدیث منقطع ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مفصل کتاب الانبیاء میں آئے گی، حضرت داؤد علیہ السلام خلیفۃ اللہ اور ظاہری حکومت کے بھی مالک تھے۔ وہ بیت المال

بَابُ السُّهُولَةِ وَالسَّمَاحَةِ فِي الشِّرَىٰ وَالْبَيْعِ وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عَفَافٍ ص۲۷۸

خرید و فروخت میں نرمی اور سہولت برتنا اور جو حق طلب کرے اسی سختی سے پرہیز کرنا چاہئے۔

حدیث ۱۲۱۹

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا أَنَّ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ وَإِذَا اشْتَرَىٰ وَإِذَا اقْتَضَىٰ عہ

فرمایا۔ اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو خرید و فروخت اور تقاضے میں سیر چشم ہو—

بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا ص۲۷۸ جو مالدار کو مہلت دے۔

حدیث ۱۲۲۰

أَنَّ رِبْعِيَّ بْنَ حِرَاشٍ حَدَّثَهُ أَنَّ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ حَدَّثَهُ

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلے ایک

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَقَالُوا

شخص کی روح سے فرشتوں نے ملاقات کی۔ اور پوچھا کیا تونے کچھ نیکی کی ہے۔ تو اس نے

أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا قَالَ كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ قَالَ

کہا۔ میں اپنے خادموں کو حکم دیتا تھا کہ مالدار کو مہلت دیں اور درگزر کردیں تو فرشتوں

قَالَ فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ — **ت ۳۸۲** — وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيٍّ بْنِ حِرَاشٍ كُنْتُ

نے اس سے درگذر کیا۔ — اور اسی حدیث کو ابو مالک نے ربعی بن حراش سے یوں روایت کی ہے۔ کہ

أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ۔ — **ت ۳۸۳** — وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ

میں مالدار کو آسانی دیتا تھا اور تنگدست کو مہلت۔ — اور ابو عوانہ نے بطریق عبدالملک ربعی ہی سے یوں

عَنْ رِبْعِيٍّ فَأُنْظِرُ الْمُوسِرَ وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ۔

روایت کیا۔ میں مالدار کو مہلت دیتا تھا اور تنگدست کو معاف کردیتا تھا—

سے کھا سکتے تھے۔ اس کے باوجود اپنے ہاتھ سے زرہ بناکر اس کی آمدنی پر گزر بسر کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا تذکرہ فرمایا۔

تشریح ۱۲۱۹ رحم اللہ۔ اس میں اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ خبر ہو۔ اب معنی یہ ہونگے۔ اللہ نے ایسے شخص پر رحم فرمایا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ دعا ہو۔

تشریحات ۱۲۲۰۔ ت ۳۸۲، ۳۸۴ کتاب الانبیاء میں بطریق عبدالملک ابتداء میں یوں ہے۔ کہ عقبہ بن عامر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ آپ نے

عہ ترمذی۔ بیوع۔ ابن ماجہ تجارات عہ ایضاً الاستقراض باب حسن التقاضی ص۳۲۰ الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص۴۹۵ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ۔ الاحکام۔

ت ۳۸۴ وَقَالَ نُعَیْمُ بْنُ اَبِیْ هِنْدٍ عَنْ رِبْعِیٍّ فَاَقْبَلُ مِنَ الْمُوْسِرِ وَاَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ۔

اور نعیم بن ابی ہند نے حضرت ربعی سے یوں روایت کیا۔ میں مالدار کا عذر قبول کرتا تھا اور تنگدست سے درگذر کرتا تھا۔

بَابُ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا ص ۲۷۹ جس نے تنگدست کو مہلت دی

حدیث ۱۲۲۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ یُدَایِنُ النَّاسَ فَاِذَا رَاٰی مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْیَانِهٖ تَجَاوَزُوْا عَنْهُ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یَّتَجَاوَزَ عَنَّا فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ ع۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ ایک تاجر تھا۔ جو لوگوں کو قرض دیتا تھا۔ جب کسی تنگدست کو دیکھتا تو اپنے خادموں سے کہتا۔ اس سے درگذر کرو۔ اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ ہم سے درگذر فرمائے۔ تو اللہ نے اس سے درگذر فرمادیا

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے کیا ہم سے بیان نہیں کریں گے۔ تو انھوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے ــــــ پہلے دجال کی حدیث مختصر بیان کی۔ پھر یہ بیان کیا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ کہ۔ تم سے پہلے ایک شخص تھا جن کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اس سے کہا گیا کیا تو نے کوئی نیکی کی ہے؟

عن الموسر یہ ابوذر اور نسفی کی روایت ہے۔ اور اسی سے باب کی مطابقت ہے بخاری کی بقیہ روایتوں میں وان ینظروا المعسر ویتجاوزوا عن الموسر۔ ہے امام مسلم نے امام بخاری کے شیخ احمد بن یونس سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ اب یہ حدیث باب کے مطابق نہیں۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد اسی حدیث کو تین طریقے سے تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔

وقال ابومالک اس تعلیق کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں اس کے بندوں میں سے ایک ایسے بندے کو لایا گیا جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا تھا۔ اللہ عزوجل اس سے دریافت فرمائے گا۔ دنیا میں تو نے کیا عمل کیا۔ بندہ عرض کرے گا۔ اے پروردگار تو نے اپنا مال مجھے دیا۔ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا۔ میری عادت درگزر کی تھی۔ مالدار کو آسانی دیتا تھا۔ اور تنگدست کو مہلت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ حق دار ہوں۔ اے فرشتو! میرے بندے سے درگزر کرو۔

وقال شعبة عن عبدالملک یعنی شعبہ نے ابو مالک کی، عبد الملک سے روایت کرتے ہیں، اس جزیرہ وانظر المعسر۔ متابعت کی ہے۔ اس متابعت کو امام بخاری نے کتاب الاستقراض میں ذکر فرمایا ہے۔

وقال ابوعوانة اس تعلیق کو امام بخاری نے ذکر بنی اسرائیل میں ایک طویل حدیث کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔

ع۱ ایضا الانبیاء باب ص ۴۹۵ مسلم بیوع۔ نسائی بیوع۔

بَابُ اِذَا بَيَّنَ الْبَيِّعَانِ وَلَمْ يَكْتُمَا وَنَصَحَا ص ۲۷۹ جب مشتری اور بائع ظاہر کریں اور اسکا عیب نہ چھپائیں اور خیرخواہی اختیار کریں۔

ت ۳۸۵ وَيُذْكَرُ عَنِ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ كَتَبَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا

عداء بن خالد سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کہا۔ میرے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھا۔ یہ وہ ہے

مَا اشْتَرَى مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ مِنَ الْعَدَّاءِ بْنِ خَالِدٍ بَيْعُ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَةَ وَلَا غَائِلَةَ

جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عداء بن خالد سے خریدا۔ مسلمان کی مسلمان سے بیع ہے جس میں نہ کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی عیب اور نہ فسق و فجور۔

ت ۳۸۶ وَقَالَ قَتَادَةُ الْغَائِلَةُ الزِّنٰى وَالسَّرِقَةُ وَالْإِبَاقُ۔

اور قتادہ نے کہا۔ الغائلہ سے مراد زنا اور چوری اور بھاگنے کی عادت ہے۔

وقال نعیم بن ابی ھند اس تعلیق کو امام مسلم نے موصولا ذکر فرمایا ہے۔ کہ حضرت حذیفہ اور ابن مسعود ایک جگہ اکٹھا ہوئے تو حذیفہ نے حدیث مذکور بیان کی۔ اسے سننے کے بعد ابن مسعود نے فرمایا۔ ایسے ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۱۲۲۱ امام نسائی نے جو روایت کیا ہے اس میں یہ ہے۔ کہ اپنے قاصد سے کہتا۔ جو اس سے ہو سکے لے لینا اور جو نہ ہو سکے اسے چھوڑ دینا اور درگزر کرنا ــــ امام مسلم نے بطریق حسین بن علی حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو تنگدست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ اسے عرش کے سایہ میں رکھے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اور آج کل ایسا ہی ہے۔ کہ لوگ قرض کی ادائیگی کو تاوان سمجھتے ہیں۔ قدرت، وسعت ہوتے ہوئے قرض ادا نہیں کرتے۔ اس سے بسا اوقات قرض خواہ کو نقصان بھی ہوجاتا ہے اس کے ازالے کے لئے فرمایا۔ مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ۔ مالداروں کا ادائیگی میں دیر کرنا ظلم ہے۔

تشریحات ۳۸۵ عداء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحابی ہیں۔ ان سے بہت کم حدیثیں مروی ہیں۔ یہ دیہات کے باشندے تھے۔ ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی غلام یا باندی خریدا تھا۔ اس وقت ایک سند لکھوائی تھی۔ اسی کا اس حدیث میں تذکرہ ہے ــــ ترمذی میں یوں ہے۔ عبدالمجید بن وہب کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے عداء بن خالد بن ہوذہ نے کہا۔ کیا میں وہ تحریر تمھیں پڑھ کر نہ سناؤں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لئے لکھی تھی۔ میں نے کہا ضرور۔ تو انھوں نے ایک تحریر نکالی۔ یہ اس بات کی سند ہے کہ عداء بن خالد بن ہوذہ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک غلام یا باندی خریدا جس میں کوئی عیب اور برائی نہیں اور نہ دھوکا ہے۔ مسلمان سے مسلمان کی بیع کی طرح۔ بخاری کی تعلیق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ خریدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ مگر ترمذی کی روایت سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بائع تھے ترمذی کی ہی روایت کے مطابق، ابن ماجہ میں بھی ہے ــــ واقعہ کیا ہے۔ اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ بخاری میں یہ روایت صیغۂ تمریض کے ساتھ ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت راجح ہے۔

ف اول۔ البیوع ۶۔ باب کتابۃ الشروط ص ۱۴۳ ۔ ۲ التجارات باب شراء الرقیق ص ۱۶۴

ت ۳۸۷ وَقِيْلَ لِإِبْرَاهِيْمَ إِنَّ بَعْضَ النَّخَّاسِيْنَ يُسَمِّيْ آرِيَّ خُرَاسَانَ وَسِجِسْتَانَ

حضرت ابراہیم نخعی سے کہا گیا۔ کہ کچھ نخاس (جانوروں کے تھان) کا نام آری خراسان آری سجستان

فَيَقُوْلُ جَاءَ أَمْسِ مِنْ خُرَاسَانَ وَجَاءَ الْيَوْمَ مِنْ سِجِسْتَانَ فَكَرِهَهُ كَرَاهِيَةً شَدِيْدَةً

رکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ کل خراسان سے آیا، اور آج سجستان سے آیا ہے۔ انھوں نے اسے سخت ناپسند فرمایا

ت ۳۸۸ وَقَالَ عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ لَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ أَنْ يَبِيْعَ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً إِلَّا أَخْبَرَهُ۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ جانتے ہوئے کہ سامان میں عیب ہے اسے بغیر بتائے بیچنا کسی کو جائز نہیں۔

تشریح ۳۸۶ الغائلة۔ کے معنی۔ شر اور برائی کے ہیں۔ وہ برائیاں جو عام طور پر لونڈی اور غلام میں پائی جاتی ہیں۔ یہی تین ہیں۔ اس لئے امام قتادہ نے انھیں تینوں کے ساتھ اس کی تفسیر کی۔ مطالع میں ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ قتادہ کی تفسیر حقیقت میں خبثة اور غائلة، دونوں کی ہے۔ اس تعلیق کو ابن مندہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریح ۳۸۷ نَخَّاس۔ اس کا مادہ نخس ہے۔ جانور کو پہلو یا پچھلے حصہ پر لکڑی وغیرہ چبھو کر اکسانا۔ چونکہ جانور بیچنے والے خریدار کو دکھانے کے لئے اسی طرح اکسا کر اٹھاتے ہیں۔ اس لئے جانور بیچنے والے کو نَخَّاس کہا جانے لگا۔ پھر اس میں تعمیم ہوئی اور لونڈی غلام بیچنے والے کو بھی کہا جانے لگا۔

آری اس کے تین معنی اصحاب لغت نے لکھے ہیں۔ جہاں جانور کو چارہ کھلایا جائے۔ جہاں باندھ کر رکھا جائے جسے تھان کہتے ہیں۔ وہ رسی جسے زمین میں گاڑ کر جانور کو باندھا جائے۔ یہاں سب سے مناسب تھان ہے

خراسان۔ مشہور ملک ہے جو کبھی ایران کا جز تھا۔ اب روس کا جز ہے۔ خراسان صدیوں علماء مشائخ کا مرکز رہ چکا ہے۔

سجستان۔ ایران کا ایک صوبہ جو ہندوستان موجودہ پاکستان کی سرحد سے ملا ہوا ہے۔

فیقول جس طرح مارکیٹ میں ہر نئی چیز کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے پرانی چیزوں کی طرف رجحان کم، اسی طرح جانوروں اور غلاموں میں بھی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ گھوڑا ابھی بالکل نیا ہے۔ یہ کہا کرتے ہیں کہ کل خراسان سے آیا ہے اور آج سجستان سے آیا ہے۔ جس میں خریداروں کو رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس میں ایک طرح کا فریب اور دھوکہ تھا۔ نیز جھوٹ بھی بولنا تھا۔ اس لئے حضرت امام نخعی نے اسے سخت ناپسند فرمایا۔

تشریحات ۳۸۸ اس تعلیق کو ابن ماجہ نے موصول کیا ہے۔ ابتداء میں یہ ہے۔ ان سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں کہ عیب دار چیز کا عیب بتائے بغیر مسلمان کے ہاتھ بیچے۔[1]

سامان میں نقص اور عیب ہوتے ہوئے مشتری کو بتائے بغیر بیچنا دھوکہ اور فریب ہے۔ اس پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ابن ماجہ[2] ہی میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے کچھ بیچا اور اس کا عیب بیان نہیں کیا۔ تو ہمیشہ اللہ کے عذاب میں رہے گا اور فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔

---

[1] التجارات باب من باع عیبا فلیبینہ ص ۱۶۳ [2] ایضاً ص ۱۶۳

حدیث ۱۲۲۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ إِلَى حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى[۱]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ

بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں ۔ یا یہ فرمایا یہاں تک کہ جدا ہو جائیں ۔ اب اگر

قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا ۔

سچ بولیں اور جو عیب ہو اسے بتادیں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی اور اگر جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو برکت مٹادی جائیگی ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحابی ہیں ۔ اور شام کی فتوحات میں شریک ہوئے ۔ دمشق کے فتح کی بشارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہی لے کر آئے تھے ۔ سات دن میں دمشق سے مدینہ طیبہ پہونچے تھے ۔ واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر طی ارض یعنی زمین سمیٹے جانے کی ۔ کہ لمبا راستہ جلد طے ہو جائے دعا مانگی تو ڈھائی دن میں دمشق پہونچ گئے ۔

تشریحات ۱۲۲۲ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ۔ میں یہ بھی ہے ۔ ہمام نے کہا ۔ میں نے اپنی کتاب میں یہ پایا ۔ یختار ثلث مرار ۔ یعنی ۔ بالخیار ۔ کی جگہ یختار ہے ۔ اور ۔ ثلث مرار ۔ زائد ہے ۔ یعنی یختار تین بار اور بعض روایتوں میں بخیار نکرہ بغیر الف لام کے ہے یعنی خیار تین بار ہے ۔ بتانا یہ چاہتے ہیں ۔ کہ حافظے میں محفوظ وہ ہے جو میں نے روایت کی ۔ یعنی ۔ بالخیار ۔ اور ۔ ثلث مرار ۔ نہیں ہے ۔ مگر میری کتاب میں ہے ۔ ابن تین نے کہا ۔ کہ ہمام نے جو کہا وہ محفوظ نہیں ۔ روایت اس کے خلاف ہے ۔ اور جب کوئی راوی تمام رُواۃ کے خلاف روایت کرے تو وہ مقبول نہیں ۔ خصوصاً جب کہ وہ اس روایت کو صرف اپنی کتاب میں پائے اور اسے خود اس کے خلاف یاد ہو ۔

البَیِّعَانِ بَیِّعٌ ۔ ثلاثی مجرد معتل العین کے چند کلمات میں سے ہے جو خلاف قیاس فَیْعِلٌ کے وزن پر اسم فاعل کے معنی میں مستعمل ہیں جیسے طَیِّبٌ ۔ مَیِّتٌ ۔ کَیِّسٌ ۔ رَیِّضٌ ۔ لَیِّنٌ ۔ ھَیِّنٌ ۔ بعض روایتوں میں ۔ المتبایعان ۔ آیا ہے ۔ اس کے باوجود کہ بائع کا لفظ عرف میں زیادہ مشہور ہے ۔ مگر کسی روایت میں وارد نہیں ۔

مالم یتفرقا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ۔ بائع اور مشتری کو ایجاب و قبول کے بعد بھی خیار مجلس حاصل رہتا ہے ۔ جب تک مجلس نہ بدلے دونوں کو اختیار رہتا ہے کہ چاہیں تو بیع رد کر دیں ۔ ان کی دلیل اس حدیث کا ظاہر مفہوم ہے ۔ کیونکہ تفرق سے عرف میں تفرق ابدان متبادر ہے ۔

ہمارے یہاں ایجاب و قبول کے بعد بائع یا مشتری میں سے کسی کو خیار نہیں ۔ کیونکہ ایجاب و قبول سے بیع تام ہوگئی ۔ مبیع مشتری کی اور ثمن بائع کی ملک ہوگئی ۔ اب کسی کو خیار کا حق دینا دوسرے کے حق کو باطل کرنا ہے ۔ اور تفرق کا اطلاق تفرق بالاقوال پر قرآن مجید میں وارد ہے ۔ ارشاد ہے

---

[۱] ایضا باب ما یمحق الکذب والکتمان فی البیع ص ۲۷۹ باب کم یجوز الخیار باب اذا لم یوقت الخیار ص ۲۸۳ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ۲۸۴ مسلم البیوع ۔ ابوداؤد البیوع ۔ ترمذی البیوع ۔ نسائی البیوع ۔ الشروط

بَابُ بَيْعِ الْخِلْطِ مِنَ التَّمْرِ ص۲۷۹ ملی جلی کھجور بیچنا۔

حدیث ۱۲۲۳ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ۔ ع

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہمیں ملی جلی کھجوریں ملتیں جن میں اچھی خراب معمولی اعلیٰ سبھی رہتیں۔ ہم ایک صاع (اچھی کھجور کے عوض) دو صاع بیچ دیتے۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک صاع کے عوض دو صاع اور ایک درہم کے عوض دو درہم نہ بیچو۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحَّامِ وَالْجَزَّارِ ص۲۷۹ گوشت فروش اور قصاب کے بارے میں کیا کہا گیا۔

حدیث ۱۲۲۴ حَدَّثَنِي شَقِيقٌ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ انصار کے ایک صاحب آئے

وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ۔ البينة ۴ اور اہل کتاب میں پھوٹ نہ پڑی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آئی۔
وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ آل عمران ۱۰۵ انکی طرح نہ ہونا جنمیں پھوٹ پڑی اور آپس میں اختلاف کر بیٹھے اسکے بعد کہ انکے پاس واضح دلیلیں آئیں۔
اس قسم کی متعدد آیتیں ہیں جن میں تفرق سے مراد اعتقاد کا اختلاف ہے۔
اس لئے اس حدیث میں تفرق سے مراد تفرق اقوال مراد لینا ہی راجح ہے۔ تاکہ حق غیر کا ابطال لازم نہ آئے ——— اس کو یوں سمجھئے۔ بائع اور مشتری کا اطلاق کسی پر تین طرح کیا جاتا ہے۔ عقد کرنے سے پہلے باعتبار مایؤل عقد کے بعد باعتبار ما کان۔ اور حالت عقد میں۔ پہلا دونوں معنی مجازی ہے۔ اور تیسرا حقیقی۔ کیونکہ بائع اور مشتری اسم فاعل کے صیغے ہیں۔ اور اسم فاعل کی دلالت زمانۂ حال پر حقیقی ہے۔ اور یہ طے ہے کہ جہاں معنی مجازی اور حقیقی دونوں کا احتمال ہو۔ تو راجح معنی حقیقی ہے۔ اور حالت عقد ایجاب سے شروع ہو کر قبول ہی تک ہے۔ قبول کے بعد بیع مکمل ہو گئی۔ اب بیع و شراء کی حالت نہ رہی۔ اب حقیقی معنی کے اعتبار سے نہ بائع بائع ہے اور نہ مشتری مشتری۔ ان پر ان دونوں الفاظ کا اطلاق مجازاً باعتبار ما کان ہے۔ اور بحکم حدیث خیار بائع اور مشتری کو ہے۔ اور جب بائع بائع نہ رہا اور مشتری مشتری نہ رہا تو اسے خیار بھی نہ رہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فان بینا یعنی اگر بائع نے مبیع کا عیب مشتری کو اور مشتری نے ثمن کا عیب بائع کو بتادیا تو اس بیع میں اللہ عزوجل برکت دے گا۔ اگرچہ اس کا امکان ہے کہ عیب جاننے کے بعد سودا نہ بکے یا کم قیمت پر بکے۔ جو بظاہر نقصان ہے۔ مگر اللہ عزوجل کی برکت اس سے بہت عظیم ہے۔ اور اگر یہ سوچ کر کہ اگر عیب بتادوں گا تو قیمت کم ملے گی یا چیز نہیں بکے گی عیب چھپائے رکھا نہیں بتایا تو اللہ تعالیٰ برکت ختم کر دیگا۔ • اللہ عزوجل کا برکت دینا اور برکت ختم کر دینا باطنی چیز ہے۔ مگر تجربہ شاہد ہے کہ جو دوکاندار عیبی چیزیں دھوکہ دے کر بیچتا ہے اس کی بکری کم ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ دوکان ختم ہو جاتی ہے۔ اور جو سچائی کے ساتھ سامان دیتا ہے اس کی دوکان خوب چلتی ہے۔ اور بکری خوب ہوتی ہے۔

تشریحات ۱۲۲۳ اس حدیث کا حاصل یہ ہے۔ کہ ہمیں اچھی اور خراب اعلیٰ معمولی ملی جلی کھجوریں ملتیں۔ تو ہم چنی ہوئی اچھی کھجور کے عوض بیچ لیتے اس طرح کہ ایک صاع اچھی کھجور لے کر دو صاع کھجور دے دیتے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب اسکی

ع مسلم۔ البیوع۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات

يُكْنَى اَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِغُلَامٍ لَهُ قَصَّابٍ اِجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً فَاِنِّي اُرِيْدُ

جن کی کنیت ابو شعیب تھی۔ انھوں نے اپنے غلام سے کہا جو قصاب تھا میرے واسطے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کر۔ کیوں کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ

اَنْ اَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَاِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي

علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو مدعو کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے حضور کے چہرۂ انور میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔

وَجْهِهِ الْجُوْعَ فَدَعَاهُمْ فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

انھوں نے حضور کو مدعو کیا اور حضور کے ساتھ ایک صاحب اور آگئے۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہمارے

هٰذَا قَدْ تَبِعَنَا فَاِنْ شِئْتَ اَنْ تَاْذَنَ لَهُ فَاْذَنْ لَهُ وَاِنْ شِئْتَ اَنْ يَّرْجِعَ رَجَعَ فَقَالَ لَا بَلْ قَدْ اَذِنْتُ لَهُ عـه

پیچھے آگیا ہے۔ اگر تم چاہو تو اسے اجازت دو اور اگر چاہتے ہو کہ لوٹ جائے تو لوٹ جائے گا۔ انھوں نے عرض کیا نہیں بلکہ میں نے اجازت دی۔

اطلاع ملی تو اس سے منع فرمادیا۔ کیونکہ یہ سود ہے پوری بحث آگے آرہی ہے۔

تشریحات ۱۲۲۴ لحّام گوشت بیچنے والے کو اور جزّار اونٹ نحر کرنے والے کو۔ اور قصّاب گائے بکری ذبح کرنے والے کو کہتے ہیں۔ قصاب کا مادہ قصب ہے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ قصب القصاب الشاۃ یعنی اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

فائدہ باب قصاب کا پیشہ ایسا ہے کہ ضرورت تھی کہ اس کو واضح کر دیا جائے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی معظم ہو اگر اس کے ساتھ دعوت میں کوئی لگ جائے مالک کی اجازت کے بغیر طفیلی کو کھانا جائز نہیں۔ مگر یہ کہ داعی اور طفیلی میں اتنا انبساط اور تعلق ہو کہ وہ اس کے کھانے کو بخوشی گوارا کرلے۔ یا یہ کہ مدعو اعلیٰ ہو جس کے بارے میں یہ عرف ہو کہ اس کے ساتھ جو آتا ہے۔ داعی بخوشی اسے گوارا کرلیتا ہے۔

بغیر دعوت کے کہیں کھانے کے لئے جانے اور کھانے کی مذمت احادیث میں وارد ہے۔ امام ابوداؤد طیالسی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو بغیر بلائے کسی دعوت میں گیا۔ تو فاسق ہو نکلا حالت میں گیا۔ حرام کھایا۔ چور بنکر داخل ہوا لٹیرا ہو کر باہر آیا۔

امام بیہقی نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بن بلائے جو کسی کے یہاں کھانے کے لئے گیا۔ اور کھایا۔ تو فاسق ہو کر داخل ہوا اور جو حلال نہیں تھا وہ کھایا۔

تشریحات ۳۸۹ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ کون سی آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ اس تعلیق سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ چاروں آیتیں سب سے اخیر میں نازل ہوئی۔ مگر خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی بخاری کی کتاب التفسیر میں جو روایت ہے۔ وہ ہے کہ سب سے اخیر میں آیت ربا نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابن تین نے داؤدی سے روایت کیا وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ سب سے اخیر میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ سورہ بقرہ آیت (۲۸۱)

عـه ایضا المظالم باب اذا اذن انسان لاخر شیئا جاز ص۳۳۲ ثانی الاطعمۃ باب الرجل یدعی الی الطعام فیقول هذا معی ص۸۱۲ ۔ مسلم الاطعمۃ ۔ ترمذی النکاح ۔ نسائی الولیمۃ ۔

بَابُ مُوْكِلِ الرِّبٰو لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا ـ اِلٰى ـ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ـ البقرہ، از آیت ۲۷۸ تا ۲۸۱ ض ۲۸۰

سود کھلانے والے کا بیان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اور اگر ایسا نہیں کروگے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا یقین کرلو اور اگر تم یہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم ہو۔ اور اگر قرضدار تنگدست ہے تو جب تک اسے کشائش ہو مہلت دو۔ اور اگر معاف کردو تو یہ تمھارے لئے اور بہتر ہے۔ اگر جانو تو۔ اور اس دن سے ڈرو جس میں اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوگے۔ پھر ہر شخص کو اس کی کرنی پر پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

ت ۳۸۹ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذِهٖ اٰخِرُ اٰيَةٍ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ یہ آخری آیت ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

اقول ۔ ان میں منافات نہیں۔ مذکورہ بالا چاروں آیتوں سے بظاہر صرف پہلی آیت میں سود کا تذکرہ ہے۔ مگر بنظر تدقیق چاروں آیتیں حقیقت میں سود سے ایک اہم تعلق رکھتی ہیں۔ سود کے لئے قرض لینا لازم ہے پہلے ارشاد فرمایا۔ اب سود لینا بند کردو۔ دوسری میں فرمایا۔ اگر نہیں بند کروگے تو اللہ اور رسول سے لڑائی کا یقین کرو۔ البتہ اصل مال کے حقدار ہو۔ اسے وصول کرسکتے ہو۔ تیسری آیت میں فرمایا۔ اگر قرضدار تنگ دست ہے تو مہلت دو۔ چوتھی میں فرمایا۔ اس دن سے ڈرو جب اللہ عزوجل کے حضور حاضر ہوگے۔ اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس تنذیر عام میں سود کا لینا بھی ہے۔ کہ ہر حرام کام کی طرح اس پر بھی بھرپور سزا ملے گی۔

اس تفصیل سے ظاہر کہ اگر ان چاروں آیتوں کو آیت ربا کہہ دیں تو بجا ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ چاروں آیتیں ایک ساتھ نازل ہوئی ہوں۔ چوں کہ ان میں سب سے آخر۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ ہے۔ اس لئے یہ کہنا بھی درست ہے کہ سب کے آخر میں یہ نازل ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ۔ آیہ کریمہ۔ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یوم نحر یعنی دسویں ذوالحجہ کو منیٰ میں نازل ہوئی ہے۔ امام ثوری نے بطریق کلبی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ اس کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکتیس ۳۱ دن کے بعد وصال فرمایا۔ ابن جریج نے کہا۔ لوگ کہتے تھے۔ کہ وصال سے نو دن پہلے نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا۔ کہ سات دن پہلے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سب سے آخر میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۔ النساء آیت (۱۷۶) اے محبوب تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں فرمادو کلالہ کے بارے میں اللہ تمھیں فتویٰ دیتا ہے۔ الآیہ۔

سید القراء حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ سب سے آخر میں سورہ توبہ کی یہ آخری آیت نازل ہوئی ہے۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ بے شک تمھارے پاس ایک رسول تمھیں میں سے تشریف لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث ۱۲۲۵ عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَةَ قَالَ رَأَیْتُ اَبِیْ اِشْتَرٰی عَبْدًا حَجَّامًا فَاَمَرَ بِمَحَاجِمِهٖ

عون بن ابی جحیفہ نے کہا۔ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ پچھنا لگانے والے ایک غلام کو خریدا تو اس کی سینگی

فَکُسِرَتْ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْکَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ وَ

لگانے کے اوزار کو تڑوادیا۔ میں نے پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتے اور خون کی قیمت سے منع فرمایا ہے اور

نَهٰی عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُوْمَةِ وَاٰکِلِ الرِّبٰوا وَمُوْکِلِهٖ وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔ عہ

گودنے اور گودوانے اور سود کھانے اور کھلانے سے منع فرمایا ہے۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

تشریحات ۱۲۲۵ باب ثمن الکلب ـ میں یوں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خون کی قیمت اور کتے کی قیمت اور لونڈی کی کمائی سے منع فرمایا۔ اور گودنے والی اور گودوانے والی اور سود کھانے والے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی۔ اور تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

فسألته عون کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ اس کے آلات حجامت آپ نے کیوں توڑ دیئے۔ تو وہ فرمایا۔

ثمن الکلب یعنی کتے کی قیمت لینے سے منع فرمایا۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ کہ یہ حکم اس وقت تھا جب کہ کتوں کے مار ڈالنے کا حکم تھا۔ مگر جب انھیں گھر اور مویشی کی حفاظت کے لئے پالنے اور شکاری کتوں کے رکھنے کی اجازت مل گئی تو ان کے خرید وفروخت کی اجازت بھی ہوگئی۔ وجہ یہ ہے کہ پہلے مال نہ تھے اور اب مال ہو گئے۔

ثمن الدم یہاں ثمن سے مراد اجرت ہے۔ یعنی سینگی لگا کر خون نکالنے کی اجرت سے منع فرمایا۔ مگر بخاری ہی میں اسی کتاب البیوع میں باب ذکر الحجام میں حدیث آرہی ہے کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سینگی لگائی تو حضور نے انھیں ایک صاع کھجور عطا فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ اگر یہ حرام ہوتا تو حضور کیوں دیتے۔ نیز یہ کہ ان پر ان کے مالک نے جو یومیہ مقرر کر رکھا تھا۔ اس میں صرف تخفیف نہ فرماتے بلکہ ان کے مالک کو حکم دیتے کہ یہ آمدنی حرام ہے۔ اس سے کچھ نہ لو۔

امام طحاوی نے یہاں یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ نہی کی حدیث منسوخ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا۔ کہ یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ اس کی تائید اس حدیث[۱] سے ہوتی ہے۔ کہ حضرت محیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجام (سینگی لگانے والے) کی کمائی کے بارے میں پوچھا۔ تو اسے کھانے سے منع فرمادیا۔ انھوں نے بار بار سوال کیا۔ ہر بار منع فرمایا۔ اخیر میں فرمایا۔ اس سے اپنے جانور کو چارہ کھلادے یا غلاموں کو کھلادو۔ اگر حرام ہوتا تو جانور کو چارہ دینے اور غلاموں کو کھلانے کی بھی اجازت نہ دیتے۔ مال حرام سے نہ جانور کو چارہ دینا جائز ہے نہ غلام کو خوراک دینی درست مگر بار بار ممانعت سے اس کی کراہت ظاہر ہے۔

اکل الربٰو اس ارشاد میں حذف ہے۔ عبارت پوری یوں ہے۔ آکل الربٰو عن اکلہ وموکلہ عن اطعامہ ـــ سود خوار کو سود کھانے سے اور سود دینے والے کو سود کھلانے سے منع فرمایا۔ یہ ممانعت اتنی شدید ہے۔ کہ اسی حدیث کے دوسرے طرق میں ہے۔ کہ ان دونوں پر لعنت فرمائی۔ سود دینے والے پر لعنت کی وجہ یہ ہے کہ یہ سبب ہے سود کھانے کا اور سبب گناہ بھی گناہ ہے۔

عہ ایضا۔ باب ثمن الکلب صـ۲۹۸ ثانی الطلاق باب مهر البغی صـ۸۰۵ اللباس باب الواشمة صـ۸۷۹ باب من لعن المصور صـ۸۸۱

[۱] عمدۃ القاری الحادی عشر صـ۲۲۲

بَابُ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۔ بقرہ (۲۷۶) ص۲۸۰

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے بدکردار کو پسند نہیں کرتا۔

حدیث ۱۲۲۶

قَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ اِنَّ اَبَا هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْحَلْفُ مُنَفِّقَةٌ لِّلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِّلْبَرَکَةِ ؏

فرماتے ہوئے سنا ہے۔ قسم مال فروخت کرنے والی ہے اور برکت مٹانے والی ہے۔

بَابُ مَا یُکْرَهُ مِنَ الْحَلْفِ فِی الْبَیْعِ ص۲۸۰ بیع میں قسم کھانا مکروہ ہے۔

حدیث ۱۲۲۷

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَجُلًا اَقَامَ سِلْعَةً وَّ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بازار میں سامان لگایا۔ اور یہ قسم

هُوَ فِی السُّوْقِ فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ اُعْطِیَ بِهَا مَا لَمْ یُعْطَ لِیُوْقِعَ فِیْهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ

کھائی کہ اس کی اتنی قیمت لگائی گئی ہے۔ حالانکہ اتنی قیمت لگائی نہیں گئی تھی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی مسلمان کو پھانس لے۔ اس پر یہ آیت

فَنَزَلَتْ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؏ الآیۃ ۔ آل عمران (۷۷)

نازل ہوئی۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض حقیر قیمت لیتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔

ولعن المصور تصویر بنانے کا کتنا سخت گناہ ہے۔ اس کا اس ارشاد سے اندازہ کریں۔ کہ اس پر لعنت فرمائی۔ مگر آج کل کے مسلمان حتی کہ علماء و مشائخ بننے والے شوق سے تصویر کھنچواتے ہیں۔ اور اس میں جیسے کوئی حرج نہیں جانتے حالانکہ یہ کھچوانا سبب ہے تصویر سازی کا۔ اور سبب گناہ گناہ ہے۔ تصویر بنوانے والوں کو سوچنا چاہئے کہ جیسے سود دینے والے پر اس وجہ سے لعنت فرمائی کہ یہ سبب ہے سود کھانے کا۔ اسی طرح ان کا قوی اندیشہ ہے کہ تصویر بنانے والے افراد بھی کہیں مستحق لعنت نہ ہوں۔

ایک مغالطے کا رد کچھ لوگ کیمرہ سے بنی ہوئی تصویر کے جواز کے لئے یہ بہانہ بناتے ہیں کہ یہ تصویر نہیں عکس ہے۔ ایسے لوگوں سے گذارش ہے کہ عکس پائیدار اور برقرار نہیں رہتا۔ اور یہ برقرار رہتی ہے۔ اسلئے یہ عکس نہیں تصویر ہی ہے۔ پوری تفصیل اپنی جگہ آئیگی۔

تشریحات ۱۲۲۶ حدیث کو باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ مگر شارحین نے کسی نہ کسی طرح مناسبت نکالی ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا جھوٹی قسم کھانی حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا گناہ کے ذریعہ جو مال لیا جائے اس میں برکت نہیں۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ آیت میں ارشاد تھا۔ اللہ سود کو مٹاتا ہے۔ حالانکہ ربٰو۔ کے معنی زیادتی کے ہیں۔ زیادتی اور نقص متضاد ہیں۔ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو امام بخاری یہ حدیث لا کر اسے واضح فرما رہے ہیں۔ کہ آیت میں محق، مٹانے سے مراد برکت اٹھا دینا ہے۔ جیسے اس حدیث میں ہے۔ کہ قسم سے سودا تو خوب بکتا ہے مگر برکت ختم ہو جاتی ہے۔

تشریحات ۱۲۲۷ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں اور بھی اقوال ہیں۔ اول یہ کہ یہ آیت حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک

ؑ مسلم ابو داؤد نسائی ۔ ابن ماجہ فی البیوع ؏ ایضاً الشہادات باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا ص۳۶۷
ثانی التفسیر باب قولہ ان الذین یشترون الآیۃ ص۲۵۲

بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَّاغِ ص۲۸۰ جو کچھ سناروں کے بارے میں کہا گیا۔

حدیث ۱۲۲۸

أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ

شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میری ایک بڑی اونٹنی تھی جو مال غنیمت سے میرے حصہ میں ملی تھی۔

عَلِيًّا قَالَ كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خمس میں سے ایک بڑی اونٹنی دی تھی جب میں نے ارادہ کیا کہ رسول اللہ

أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ کے ساتھ زفاف کروں تو بنی قینقاع کے ایک سنار کے ساتھ معاملہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ

طے کر لیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر لائیں کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمے میں مدد لوں

أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرْسِي؛

معاملہ میں نازل ہوئی۔ امام احمد نے اپنی مسند[۱] میں روایت کیا۔ شقیق بن سلمہ کہتے ہیں۔ کہ ہم سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص کسی مسلمان کا مال ناحق لے گا۔ جب اللہ عزوجل سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا۔ اشعث بن قیس آئے تو کہا یہ حدیث خاص میرے معاملہ میں وارد ہے۔ ایک ایسے کنویں کے بارے میں ایک چچازاد بھائی سے میرا جھگڑا ہوا جو میرا تھا مگر قبضے میں اس کے تھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں معاملہ لے گیا۔ اس نے میری ملکیت سے انکار کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ثبوت پیش کرو ورنہ اس پر قسم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ حضور اس کی قسم پر اگر رکھتے ہیں تو وہ میرا مال لے جائے گا میرا خصم فاجر انسان ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

تفسیر طبری میں ہے کہ یہ آیت رؤسا یہود، ابو رافع، کنانہ بن ابو الحقیق اور حیی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ توریت کی تحریف کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مقاتل نے کہا۔ کعب بن الاشرف اور ابن صوریا، رؤسا یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔

بعهد الله یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ جو انھوں نے پیمان باندھا تھا کہ ایمان لائیں گے اور اس کی ربوبیت اور وحدانیت کا اقرار کریں گے **ایمانھم** ۔ سے مراد جھوٹی قسمیں ہیں۔

لا یکلمھم اللہ یعنی مہربانی اور رحمت کے ساتھ کلام نہیں فرمائے گا۔ ورنہ زجر و توبیخ کے ساتھ کلام فرمائے گا۔

ولا ینظر الیھم یعنی نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ یعنی ان پر کوئی کرم اور عنایت نہیں فرمائے گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نظر سے پاک ہے۔

تشریحات ۱۲۲۸

الصَّوَّاغ ۔ صاد کے فتحہ کے ساتھ فعّال کے وزن پر سنار کے معنی میں ہے یعنی جو صیاغت کا کام کرتا ہو۔ الصُّوَّاغ ۔ صاد کے ضمہ کے ساتھ صائغ کی جمع ہے۔ شارف ۔ کے معنی سن رسیدہ اونٹنی کے ہیں۔ اس کا

ے المساقات باب بیع الحطب والکلاء ص۳۱۹ الجهاد باب فرض الخمس ص۴۳۴ ثانی مغازی باب ص۵۷۰
مسلم الاشربہ۔ ابوداؤد الخراج۔ مسند امام احمد اول ص۱۴۲ مجلد خامس ص۲۱۳

بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَّادِ ص ۲۸۰ لوہار کا ذکر۔

ابن درید نے کہا۔ کہ قین کے اصلی معنی لوہار کے ہیں۔ پھر عرف میں ہر صائغ کو کہنے لگے۔ زجاج نے کہا قین نیزہ بنانے والے کو کہتے ہیں۔ اور لوہار کو بھی۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ قین لفظ مشترک ہے۔ قین لوہار کو بھی کہتے ہیں اور غلام کو بھی، لونڈی کو "قینہ" نیز مشاطہ کو بھی قینہ کہتے ہیں۔ امام بخاری نے والحداد، کا عطف کر کے اس کی تفسیر کر دی۔ اسی سے "تقیین" تزین، کے معنی میں آتا ہے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔
اَنَا قَيَّنْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا۔ میں نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سنگار کیا تھا۔

حدیث ۱۲۲۹ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ خَبَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ
حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں زمانۂ جاہلیت میں لوہار تھا۔ اور میرا عاص بن وائل پر
وَكَانَ لِي عَلَى الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ فَاَتَيْتُهٗ اَتَقَاضَاهُ قَالَ لَا اُعْطِيْكَ حَتّٰى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ
قرض تھا۔ میں اسکے پاس تقاضا کرنے گیا۔ تو اس نے کہا۔ جب تک محمد کا انکار نہیں کروگے نہیں دوں گا۔ میں نے کہا۔

ترجمہ عام مترجمین نے بوڑھی اونٹنی کیا ہے۔ مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے حواشی بخاری میں اس کی تفسیر ——— ناقۃ عظیمۃ ——— فرمائی ہے ——— اور یہی یہاں انسب ہے۔ اس لئے میں نے اس کا ترجمہ ——— ایک بڑی اونٹنی ——— کیا ہے۔
یہ ایک لمبی حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو کتاب المساقات میں آئے گی۔ یہاں صرف من المغنم ——— ہے دوسرے ابواب میں، من الخمس ——— کا اضافہ بھی ہے۔ یعنی بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک بڑی اونٹنی حصے میں ملی تھی۔ اور اس سے پہلے خمس میں سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بڑی اونٹنی دی تھی۔ بقیہ حدیث اپنی جگہ آئے گی وہیں مفصل کلام ہوگا۔
یہ حدیث اسکی دلیل ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ نے زفاف غزوہ بدر کے بعد کیا تھا۔ اور صحیح یہ ہے کہ عقد بھی بدر کے بعد ہی ہوا تھا۔

مقصد باب یہاں سے امام بخاری چند پیشہ وروں کے بارے میں باب باندھ کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سب پیشے جائز ہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پیشوں کا علم تھا۔ اور منع نہیں فرمایا۔ اس حدیث سے باب کی مطابقت یوں ہے۔ کہ اگر سنار کا پیشہ جائز نہ ہوتا تو اس کے ساتھ کام میں اشتراک جائز نہ ہوتا۔ اور اس کے ہاتھ اذخر بیچنا جائز نہ ہوتا۔
فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَدْرِيْ مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا هُوَ اَنْ تُنَحِّيَهٗ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهٗ۔ عکرمہ نے کہا۔ کیا تو جانتا ہے۔ کہ شکار بھڑکانے کا کیا معنی ہے۔ یہ ہے کہ سایے سے اسے بھگا کر اس کی جگہ خود بیٹھے ———
کتاب المناسک میں گزری ہوئی حدیث ——— میں تھا۔ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا۔ اور اس کے شکار کو نہ بھڑکایا جائے۔ اس کی تفسیر حضرت عکرمہ نے یہ کی۔ مگر یہ اس کا ایک معنی ہے ورنہ یہ ارشاد اپنے عموم پر ہے۔ کسی طرح بھڑکانا جائز نہیں۔ یہ بھڑکانے کی سب سے ہلکی صورت ہے۔ اسلئے امام عکرمہ نے اسے ذکر فرمایا۔

تشریحات ۱۲۲۹ تفسیر میں بطریق محمد بن کثیر جو روایت ہے۔ اس میں یہ ہے۔ میں نے عاص بن وائل کے لئے تلوار بنائی تھی ——— اور آیت کریمہ میں عہدا، کے بعد مَوْثِقًا بھی مروی ہے۔ کتاب الاجارات اور تفسیر کی بعض روایتوں میں یہ زائد ہے۔ کہ عاص بن وائل نے کہا۔ (کیا) میں مروں گا پھر زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ حضرت خباب نے فرمایا۔ ہاں۔ تو اس نے وہ جواب دیا۔

فسأوتى یعنی تمہارے اعتقاد کے مطابق جب زندہ ہو کر اٹھوں گا۔ جنت میں مال و اولاد ملے گی تو ادا کردوں گا۔ اس نے بطور تمسخر یہ کہا تھا۔

فَقُلْتُ لَا اَكْفُرُ بِمُحَمَّدٍ حَتّٰى يُمِيْتَكَ اللّٰهُ ثُمَّ تُبْعَثُ قَالَ دَعْنِيْ حَتّٰى اَمُوْتَ وَاُبْعَثُ فَسَاُوْتٰى مَالًا

ان کا انکار نہیں کروں گا یہاں تک کہ تو مرجائے اور پھر زندہ ہوکر اٹھے ۔ تو اس نے کہا ۔ رہنے دے کہ میں مروں پھر زندہ ہو کر اٹھوں اور مجھے مال اور

وَّوَلَدًا فَاَقْضِيَكَ فَنَزَلَتْ ۔ اَفَرَاَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۔ مریم (۷۷) عہ

اولاد دی جائے تو میں ادا کردونگا ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جس نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور کہا مجھے مال اور اولاد ضرور دی جائے گی ۔

بَابُ الْخَيَّاطِ ص۲۸۱ درزی کا بیان۔

حدیث ۱۲۳۰	عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ
	حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک درزی نے رسول اللہ
	تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ اِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهٗ قَالَ
	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے مدعو کیا جسے اس نے تیار کیا تھا ۔ انس بن مالک
	اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ
	نے کہا ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں گیا ۔

اشکال اور حل اس حدیث پر یہ اشکال ہے ۔ کہ اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے کافر ہونے کے لئے میعاد مقرر کی تو وہ فورًا کافر ہوگیا ۔ مثلاً یہ کہا ۔ کہ سال بھر کے بعد کافر ہو جاؤں گا تو وہ ابھی کافر ہوگیا پھر ایسے راسخ الایمان جلیل القدر صحابی نے وہ کیوں کہا ـــــ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل کے اعتقاد کے مطابق اسے غیظ دلانے کے لئے ایسا کہا ۔ کہ جیسے تیرا اعتقاد ہے کہ مرنے کے بعد پھر کبھی نہیں اٹھے گا ۔ اسی طرح میں کبھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرسکتا ۔ یہ کافر ہونے کے لئے میعاد مقرر کرنی نہیں ۔ بلکہ ابلغ وجوہ کے بالکلیہ کفر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انکار کرنا ہے ۔

اس موقعہ پر ـــــ یہ چار آیتیں نازل ہوئی تھیں ۔

کیا تو نے اسے دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ۔ اور کہتا ہے ۔ مجھے ضرور مال اور اولاد دی جائے گی ○ کیا وہ غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا رحمٰن سے کوئی عہد لے لیا ہے ○ ہرگز نہیں ۔ جو کچھ وہ کہتا ہے ۔ اس کو لکھ رکھیں گے ۔ اور اسے بہت لمبا عذاب دیں گے ○ اور وہ جو کہتا ہے اس کے ہمیں وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا ○

عاص بن وائل زمانہ جاہلیت کے ملحدین زندیقین دہریوں میں سے ایک تھا ۔ انھیں میں عقبہ بن ابو معیط ، ولید بن مغیرہ اور ابی بن خلف بھی ہے ۔ عاص بن وائل اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سربرآوردہ دشمنوں میں سے تھا ۔ اس موت کا عجیب عبرتناک واقعہ ہے ۔ یہ اخیر عمر میں سفر میں گیا ۔ تکان کے باعث ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ۔ جبریل امین بحکم رب العالمین تشریف لائے ۔ اور سر پکڑ کر درخت سے مارنا شروع کیا وہ چلاتا تھا ۔ ارے کون میرے سر کو درخت سے ٹکرا رہا ہے ۔ اس کے ساتھی کہتے تھے ۔ ہمیں کوئی نظر نہیں آتا ۔ یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا ۔

عہ الاجارات باب ھل یواجر الرجل نفسہ من مشرک فی ارض حرب ص۳۰۴ ثانی التفسیر سورۃ کھیعص باب قولہ افرأیت الذی کفر بآیتنا الآیۃ ... ص۶۹۱ باب قولہ اطلع علی الغیب ام اتخذ عند الرحمن عہدا ص۶۹۱ باب قولہ کلا سنکتب مایقول ونمد لہ مدا ص۶۹۲ باب قولہ ونرثہ مایقول ویاتینا فردا ص۶۹۲ مسلم المنافقین ترمذی تفسیر نسائی تفسیر ۔ لہ الملفوظ جلد اول ص۹

فَقَرَّبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَّمَرَقًا فِیْہِ دُبَّاءٌ وَقَدِیْدٌ فَرَأَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ

اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روٹی اور شوربا پیش کیا۔ جس میں لوکی اور گوشت کی بوٹیاں تھیں - میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَیِ الْقَصْعَۃِ فَلَمْ اَزَلْ اُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ یَّوْمَئِذٍ ۔ ع۶

وسلم کو دیکھا کہ لوکی کو پیالوں کے کنارے سے تلاش کرتے تھے - حضرت انس نے کہا - اس دن سے میں لوکی پسند کرنے لگا -

بَابُ النَّجَّارِ ص۲۸۱ بڑھئی کا بیان۔

حدیث ۱۲۳۱ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَیْمَنَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ امْرَاَۃً مِّنَ الْاَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا - یا رسول اللہ کیا میں حضور کے لئے

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَا اَجْعَلُ لَکَ شَیْئًا تَقْعُدُ عَلَیْہِ فَاِنَّ لِیْ غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ اِنْ شِئْتِ

کوئی ایسی چیز نہ بنادوں جس پر حضور بیٹھیں - میرا ایک غلام بڑھئی ہے - فرمایا اگر تو چاہے

قَالَ فَعَمِلَتْ لَہُ الْمِنْبَرَ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(تو بنادے) ان خاتون نے منبر بنایا - جب جمعے کا دن آیا - اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تشریحات ۱۲۳۰ کتاب الاطعمہ میں بطریق عبد اللہ بن منیر یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ایک غلام کے پاس گئے جو درزی تھا - آگے ہے - رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوکی تلاش کرنے لگے۔ جب میں نے یہ دیکھا تو حضور کے سامنے لوکی جمع کرنے لگا - اور غلام اپنے کام میں لگ گیا - اسی میں بطریق عبد اللہ بن مسلمہ یہ ہے - کہ اس نے جو کی روٹی پیش کی - قدید - کے معنی کٹا ہوا گوشت یا سکھایا ہوا گوشت ہے - یہاں زیادہ مناسب پہلا معنی ہے - اس لئے میں نے اس کا ترجمہ "گوشت کی بوٹیاں" کیا ہے -

سلائی میں قیاس یہ چاہتا ہے - کہ جائز نہ ہو اس لئے کہ اس میں اجارہ اور بیع' دو عقد اکٹھا ہیں - سلائی اجارہ ہے - اور درزی نے اپنی طرف سے جو دھاگہ لگایا بیع ہے - سلائی کی اجرت' دھاگے کی قیمت ایک دوسرے سے متمائز نہیں - اجرت ایک ہی طے ہوتی ہے - ایسا نہیں ہوتا کہ سلائی کی الگ اجرت مقرر ہو اور دھاگے کی قیمت الگ - مگر یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے رائج ہے - اس لئے بلا کراہت جائز ہے - اسی طرح کپڑے کی رنگائی' جوتے کی سلائی' چمڑے کی پکائی وغیرہ بھی ہے - اس لئے امام بخاری نے اس کا مستقل باب باندھا ــــ اس حدیث سے ثابت ہوا - کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کدو بہت پسند تھا - علماء نے لکھا ہے - کہ اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوکی پسند تھی اور دوسرے نے کہا مجھے لوکی پسند نہیں - تو اس پر اندیشہ کفر ہے -

تشریحات ۱۲۳۱ اس حدیث کا اخیر حصہ جلد ثالث ص۳۵۵ پر گزر چکا ہے - وہیں منبر اقدس کے بارے میں پوری تفصیل درج ہے - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نباتات جمادات میں یک گونہ حیات ہے - انھیں شعور بھی ہے - ادراک بھی ہے۔

ع۶ بخاری الاطعمۃ باب الدباء باب المرق باب القدید - باب من اضاف رجلا علی طعام ص۸۱۱ مسلم اطعمہ - نسائی - ابو داؤد ولیمہ - ترمذی ولیمہ شمائل

عَلَی الْمِنْبَرِ الَّذِیْ صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّخْلَۃُ الَّتِیْ کَانَ یَخْطُبُ عِنْدَھَا حَتّٰی کَادَتْ

اس منبر پر بیٹھے جو بنایا گیا تھا - تو وہ کھجور کا تنہ چیخ پڑا جس کے پاس حضور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے - یہاں تک کہ معلوم ہوتا تھا کہ پھٹ

اَنْ تَنْشَقَّ فَنَزَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اَخَذَھَا فَضَمَّھَا اِلَیْہِ فَجَعَلَتْ

جائے گا - یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اترے اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر چمٹا لیا - تو وہ اس بچے کی

تَئِنُّ اَنِیْنَ الصَّبِیِّ الَّذِیْ یُسَکَّتُ حَتَّی اسْتَقَرَّتْ قَالَ فَبَکَتْ عَلٰی مَا کَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّکْرِ۔

طرح سسکیاں لینے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے سکون ہو گیا - انھوں نے کہا - یہ تنہ اس پر رو یا تھا کہ ذکر سنتا تھا -

بَابُ شِرَی الدَّوَابِّ وَالْحُمُرِ۔ وَاِذَا اشْتَرٰی دَابَّۃً اَوْ جَمَلًا وَھُوَ عَلَیْہِ ھَلْ یَکُوْنُ ذٰلِکَ قَبْضًا قَبْلَ اَنْ یَنْزِلَ۔ ۲۸۱

چوپایوں اور گدھوں کا خریدنا - اور جب کوئی چوپایہ یا اونٹ خریدے اور وہ اسی پر سوار رہے - اترے نہیں تو یہ قبضہ ہوگا ؟

توضیح باب حمیر - حمار کی جمع ہے - نیز اس کی جمع حُمُرٌ اور اَحْمِرَۃٌ بھی آتی ہے - دابہ ہر چوپائے کو کہتے ہیں - اس میں گدھا بھی داخل ہے پھر خصوصیت کے ساتھ اس کے ذکر کی کیا وجہ ہے - اس باب کے ضمن میں امام بخاری نے ایک تعلیق ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک تندخو اونٹ خریدا - دوسری حضرت جابر کی حدیث جس میں اونٹ خریدنے کا تذکرہ ہے - اونٹ حلال جانور ہے - اس سے یہ خیال ہو سکتا تھا کہ خرید و فروخت کا جواز حلال جانوروں کے ساتھ خاص ہے - ہو سکتا ہے - حرام جانوروں کی خرید و فروخت ممنوع ہو - امام بخاری نے باب کا عنوان دواب سے قائم کر کے یہ افادہ فرمایا کہ یہ جواز ہر چوپایے کو عام ہے - اور حمیر کا اضافہ کر کے مزید تعمیم فرمائی کہ حرام جانوروں کی بھی خرید و فروخت جائز ہے - اگر اس میں کوئی منفعت ہو - اس سے جواز کی علت کی جانب اشارہ فرمایا - کہ وہ منفعت ہے - جس جانور میں کوئی منفعت ہو اس کی بیع و شرا جائز ہے -

حدیث ۱۲۳۲ عَنْ وَھْبِ بْنِ کَیْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا - میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ فَاَبْطَاَ بِیْ جَمَلِیْ وَاَعْیَا فَاَتٰی

ایک غزوے میں تھا - میرے اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا - وہ تھک گیا تھا - میرے پاس

عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَاْنُکَ قُلْتُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جابر ! میں نے عرض کیا جی حضور - فرمایا تیرا کیا حال ہے میں نے عرض

اَبْطَاَ عَلَیَّ جَمَلِیْ وَاَعْیَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ یَحْجُنُہٗ بِمِحْجَنِہٖ ثُمَّ قَالَ ارْکَبْ فَرَکِبْتُ

کیا میرے اونٹ نے دیر لگا دی وہ تھک گیا ہے اس لئے میں پیچھے رہ گیا - تو حضور اترے اور اپنے عصا سے اسے ہانکنے لگے پھر فرمایا سوار ہو جا - میں سوار ہو گیا -

تشریحات ۱۲۳۲ امام بخاری نے اس حدیث کو اکیس طریقے سے مسندا روایت کیا ہے - اور ص۳۰۵ پر چودہ طریقے سے تعلیقا - اس کا ایک حصہ جلد ثانی ص۴۳۶ پر گزر چکا ہے - مگر وہاں حدیث مختصر تھی یہاں مفصل ہے - جس سے کئی مسائل مستخرج ہوتے ہیں -

فی غزاۃ علامہ ابن حجر نے تحریر فرمایا - کہ یہ غزوہ ذات الرقاع میں ہوا تھا مگر خود بخاری کتاب الشروط میں ص۳۷۵ پر تعلیقا بطریق داؤد بن قیس

فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتَ قُلْتُ

اب وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ میں اس کو روکتا تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو جائے ۔ حضور نے دریافت فرمایا

نَعَمْ قَالَ بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ بَلْ ثَيِّبًا قَالَ أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ إِنَّ

تم نے شادی کرلی ؟ میں نے عرض کیا ۔ جی حضور ۔ پوچھا کنواری سے کہ بیاہتا سے ۔ میں نے عرض کیا بیاہتا سے ۔ فرمایا ۔ کنواری سے کیوں نہیں کی ؟ جو تم سے کھیلتی تم

لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَتَمْشُطُهُنَّ وَتَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَا

اس سے کھیلتے ۔ میں نے عرض کیا ۔ میری بہنیں ہیں ۔ میں نے یہ پسند کیا کہ کسی ایسی عورت سے شادی کروں جو انھیں اکٹھا رکھے اور انھیں کنگھا کرے نگہبانی کرے ۔

إِنَّكَ قَادِمٌ فَإِذَا قَدِمْتَ فَالْكَيْسَ الْكَيْسَ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَاشْتَرَاهُ مِنِّي

فرمایا سنو تم پہونچنے والے ہو جب پہونچ جانا خوب سمجھداری سے کام لینا ۔ پھر فرمایا ۔ کیا اپنا اونٹ بیچوگے ؟ میں نے عرض کیا ۔ جی ہاں ۔ تو حضور نے اسے ایک

بِأُوقِيَّةٍ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْنَا إِلَى

اوقیے میں خرید لیا ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہونچ گئے اور میں دوسرے دن صبح کو پہونچا اور مسجد حاضر ہوا ۔

الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ الْآنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ

حضور کو مسجد کے دروازے پر تشریف فرما پایا ۔ دریافت فرمایا ۔ اب تم آئے ہو ۔ میں نے عرض کیا ۔ جی ہاں ۔ فرمایا ۔ اپنا اونٹ چھوڑ جاؤ اور اندر جاکر

بن عبید اللہ بن مقسم تصریح ہے کہ تبوک کے راستے میں یہ واقعہ پیش آیا تھا ۔

ان لی اخوات مسلم کی ایک روایت میں ہے ۔ کہ میرے باپ عبد اللہ شہید ہو گئے ۔ اور انھوں نے نو یا سات بیٹیاں چھوڑی ہیں ۔ میں نے یہ پسند نہیں کیا کہ انھیں کے مثل سے شادی کروں جو نہ ان کی تربیت کر سکے اور نہ دیکھ ریکھ کر سکے ۔ اس لئے میں نے بیاہتا سے شادی کی ۔ جو ان کی دیکھ ریکھ کرے اور ان کو اچھا طور طریقہ سکھائے ۔ تو حضور نے فرمایا ۔ اللہ تجھے برکت دے ۔

فالکیس الکیس اس کے پہلے تھا ۔ فاذا قدمت ۔ یہ اسی کی جزا ہے ۔ اور یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے ۔ یعنی فالزم الکیس ۔ کیس کے معنی عقل اور سمجھ کے ہیں ۔ یہ ارشاد اس بنا پر ہے کہ حضرت جابر کنوارے تھے ۔ انھیں ازدواجی زندگی کا کوئی تجربہ نہیں تھا ۔ اسی لئے تنبیہ فرمائی ۔

باوقیۃ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر سے ان کا اونٹ کتنے میں لیا تھا ۔ اس بارے میں روایتیں مختلف ہیں ۔ کتاب الشروط ص۳۷۵ پر اس حدیث کی جو تعلیقیں ذکر کی ہیں ۔ اس میں ایک روایت میں ' بوقیۃ ' ہے ۔ یہ اُوقیہ ہی کی ایک لغت ہے ۔ ایک روایت میں چار دینار ہے ۔ ایک اُوقیہ چالیس درم ہوتا ہے ۔ اس حساب سے ایک دینار دس درم کا ہوا ۔ وہیں ایک روایت میں چار اُوقیہ ہے ۔ اور ایک روایت میں بیس دینار ہے ۔ یہاں امام بخاری نے فرمایا ۔ کہ امام شعبی نے جو فرمایا ۔ کہ ایک اوقیہ میں لیا ۔ یہی اکثر ہے ۔ عام روایتوں میں صرف اوقیہ وارد ہے ۔ یہ تصریح نہیں ۔ کہ ایک اوقیہ سونے کے عوض یا چاندی کے عوض ۔ مگر ایک روایت میں "اُوقیۃ ذہب" آیا ہے ۔ اوقیہ چاندی کا وزن ہے ۔ یہ چالیس درہم ہوتا ہے ۔ سونے کا وزن نہیں ۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے ۔ کہ ایک اوقیہ چاندی کے عوض اس عہد میں جتنا سونا ملتا ہو اس کے عوض بیچا ۔ ہو سکتا ہے کہ اس عہد میں ایک دینار کی قیمت دس درم ہو ۔ اب چار دینار والی روایت اور ایک اوقیہ والی روایت ، دونوں کا حاصل ایک ہو ۔ اور جن روایتوں میں بیس دینار آیا ہے ۔ اس سے مراد چھوٹے دینار ہیں ۔ علامہ کرمانی نے فرمایا ۔ کہ اوقیہ والی روایت راوی کا سہو ہے ۔

فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لِي أُوقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَحَ

دو رکعت نماز پڑھ لو ۔ میں اندر گیا اور نماز پڑھی ۔ اب حضور نے بلال کو حکم دیا ۔ اس کے لئے اوقیہ تول دے ۔ بلال نے تول دی اور بڑھا کر

لِي فِي الْمِيزَانِ فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ فَقَالَ ادْعُ لِي جَابِرًا قُلْتُ الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ وَلَمْ

تولی ۔ میں چلا جب مڑگیا تو فرمایا ۔ جابر کو بلاؤ ۔ میں نے جی میں کہا ۔ اب حضور اونٹ کو لوٹائیں گے ۔ اور اس سے

يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ قَالَ فَخُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ ۔ عہ

زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی ۔ فرمایا ۔ اپنا اونٹ لے اور قیمت بھی لے جا ۔

اقول وباللہ التوفیق ۔ اس عہد مبارک میں مختلف ممالک کے سکّے مدینہ طیبہ میں رائج تھے ۔ راویوں نے اپنے اپنے علم کے مطابق اس کی مختلف تعبیر کی ہے ۔ نیز حدیث سے ظاہر ہے کہ جو قیمت طے ہوئی تھی ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے زیادہ دیا ۔ کتنا زیادہ دیا ۔ اس کی تصریح کسی روایت میں نہیں ۔ ہوسکتا ہے ۔ کہ اکثر راویوں نے قیمت کی وہ مقدار بتائی جو طے ہوئی تھی ۔ ہوسکتا ہے کچھ لوگوں نے وہ قیمت ذکر کی ہو جو ادا کی گئی ۔ اس کا بھی امکان ہے کہ خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اس کو ذکر کیا کبھی اس کو ذکر کیا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بیع میں شرط کتاب الشروط کی روایت ہے ۔ فاستثنیت حملانہ الی اھلی ۔ میں نے اپنے اہل تک جانے کا استثنا کرلیا ۔ دوسری روایتوں میں بھی اس کے ہم معنی الفاظ آئے ہیں ۔

بیع میں ایسی شرط لگانا جس میں عاقدین میں سے کسی کا ایسا فائدہ جو مقتضائے عقد نہ ہو ۔ فاسد ہے ۔ یہی جمہور کا مذہب ہے ۔ جمہور کی دلیل حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وہ حدیث ہے ۔ جس میں حضرت بریرہ کے خریدنے کا ذکر ہے ۔ ان کے مالکوں نے ام المومنین کے سامنے یہ شرط رکھی تھی ۔ کہ آپ خرید کر آزاد کردیں مگر حق ولاء ہمیں حاصل ہوگا ۔ حضرت ام المومنین نے خدمت اقدس میں عرض کیا ۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا ۔ تم خرید لو اور آزاد کر دو ۔ ولاء اسی کے لئے ہے جو آزاد کرے گا اور فرمایا ۔ کچھ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسی شرطیں کرتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ۔ ہر ایسی شرط جو کتاب اللہ میں نہیں باطل ہے ۔ اگرچہ سو شرط ہو ۔ اور یہی مقتضائے درایت بھی ۔ اس لئے اسی کو ترجیح ہے ۔ علاوہ ازیں حضرت جابر کی اس حدیث کے الفاظ مختلف آئے ہیں ۔ بعض راویوں نے شرط کے طور پر ذکر کیا ہے ۔ اور بعض راویوں نے ایسے الفاظ ذکر کئے ہیں جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے از راہ ترحم ان کو اس کی اجازت دے دی تھی ۔ علاوہ ازیں خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ۔

فصل رکعتین یہ سفر سے واپسی کی نماز تھی ۔ مگر بعض روایتوں میں یہ آیا ہے ۔ کہ یہ چاشت کا وقت تھا ۔ اس سے کچھ کہ یہ نماز چاشت تھی مگر یہ صحیح نہیں ۔

عہ الصلوٰۃ باب الصلوۃ اذا قدم من سفر ص۶۳ الاستقراض باب من اشتری بالدین ولیس عندہ ثمنہ ص۳۲۱ باب ھل یعطی اکبر من سنہ ص۳۲۲ باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص۳۲۴ باب حسن القضاء ص۳۵۵ الھبۃ باب ھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص۳۵۵ دو طریقے سے ۔ باب اذا اشترط البائع ظھر الدابۃ الی مکان مسمی جاز ص۳۷۵ باب من ضرب دابۃ غیرہ فی الغزو ص۴۰۰ باب استیذان الرجل الامام ص۴۱۶ باب من غزا وھو حدیث احد بعرس ص۴۱۶ باب الصلوۃ اذا قدم من سفر ص۴۳۴ ثانی مغازی باب اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما الخ ص۵۸۰ نکاح باب الثیبات ' دو طریقے سے ص۷۶۰ باب طلب الولد تین طریقے سے ص۷۵۹ النفقات باب عون المراۃ زوجھا فی ولدہ ص۸۰۸ دعوات باب الدعا للمتزوج ص۹۴۵ ۔ مسلم ۔ مسافرین ' مساقات ' رضا ۔ ابوداؤد نکاح ' جہاد ۔ ترمذی نکاح ۔ نسائی بیوع ' ابن ماجہ نکاح ۔ دارمی نکاح موطا امام مالک حدود ۔ مسند امام احمد ثالث ص۲۹۴-۳۰۲ وغیرہ ۔ لہ بخاری اول المکاتب ص۳۴۸ ۔

بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهِيْمِ أَوِ الْأَجْرَبِ ـ الْهَائِمُ الْمُخَالِفُ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ ـ ص۲۸۲

استسقاء اور خارش کے مریض اونٹ کا خریدنا ۔ ہائم کے معنی ہیں ۔ ہر چیز میں اعتدال سے آگے بڑھنے والا ۔

حدیث ۱۲۳۳

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قَالَ عَمْرٌو كَانَ هٰهُنَا رَجُلٌ اِسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ

عمرو بن دینار نے کہا ۔ یہاں ایک شخص تھا جس کا نام نواس تھا ۔ اور اس کے پاس استسقاء زدہ اونٹ تھے ۔ حضرت ابن عمر

إِبِلٌ هِيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيْكٍ لَهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيْكُهُ فَقَالَ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے اور ان اونٹوں کو اس کے شریک سے خرید لیا ۔ اس کے بعد اس کا شریک آیا تو اسے بتایا کہ ہم نے ان اونٹوں کو بیچ دیا ہے اس نے

بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا فَقَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ

پوچھا کس کے ہاتھ بیچا ہے تو اس نے بتایا ۔ اس حلیے کے ایک بزرگ کے ہاتھ ۔ اس نے کہا تجھے خرابی ہو ۔ وہ بخدا ابن عمر ہیں ۔ اب یہ حضرت

عُمَرَ فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيْكِيْ بَاعَكَ إِبِلًا هِيْمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَقْهَا فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ۔ میرے شریک نے آپ کو پہچانا نہیں اور استسقاء زدہ اونٹوں کو آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے ۔ فرمایا تو ہانک لیجا

قَالَ دَعْهَا رَضِيْنَا بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى ۔

جب وہ ہانکنے گیا تو فرمایا ۔ رہنے دے ۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی ہیں کہ فرمایا ۔ بیماری میں چھوت نہیں ۔

بَابُ بَيْعِ السِّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَغَيْرِهَا ص۲۸۲ فتنے اور امن میں ہتھیار کا بیچنا ۔

ت ۲۹۰

وَكَرِهَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بَيْعَهُ فِي الْفِتْنَةِ ۔

اور عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتنے کے ایام میں ہتھیار کی بیع کو ناپسند فرمایا ۔

فارجح فی المیزان دوسری روایتوں میں ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اس کا حکم دیا تھا ۔ کہ کچھ زیادہ تولنا ۔ کتاب الجہاد باب من ضرب دابۃ غیرہ میں ہے ۔ فبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باواقی من ذھب ۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کئی اوقیہ سونا بھیجا ۔ جب کہ مسلم کی ایک روایت کے اخیر میں ہے ـــــ خذ جملك ودراھمك ۔ اپنا اونٹ اور اپنا دراہم لے ـــــ اس سے معلوم ہوا کہ قیمت میں دراہم دیئے تھے ۔ توجیہ وہی ہے ۔ کہ کبھی طے شدہ کو ذکر کیا کبھی ادا شدہ کو ۔ کبھی اس نوع کو ذکر کیا جو قیمت میں دی تھی اور کبھی اس کی اس قیمت کو جو دوسرے نوع سے ہوتی تھی ۔

توضیح باب ھِیْم ۔ اَھْیَمْ کی جمع ہے ۔ جیسے ھُیَام یعنی استسقا کی بیماری ہو ۔ یہ ھائم کی جمع نہیں ۔ ھَائم کے معنی ہیں دیوانگی کی حد تک حیران ۔ جو کوئی کام صحیح طور سے نہ کر سکے ۔ عشق میں پاگل ۔ اس کی جمع ھُیَّمٌ ۔ ھُیَّامٌ ۔ آتی ہے ۔ اھیم صفت مشبہ اور ھائم اسم فاعل ۔

ھائم کے معنی بتا کر امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں ۔ کہ اگرچہ دونوں کا مادہ ایک ہے ۔ مگر صفت مشبہ اور اسم فاعل کے معنی میں یہ فرق ہے ۔ اھیم ۔ استسقاء کی بیماری والے کے معنی میں ہے ۔ اور ۔ ھائم ۔ حیران و سرگرداں کے معنی میں ہے ۔ یا یہ کہ اَھْیَمْ کی معنی لغوی کے ساتھ مناسبت کی طرف اشارہ مقصود ہے ۔ کہ اَھْیَمْ کے لغوی معنی سخت حیران و سرگشتہ ہیں ۔ اور استسقاء کی بیماری والا بھی پیاس کی شدت کی وجہ سے مخبوط الحواس رہتا ہے ۔

تشریحات ۱۲۳۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب دار چیز بیچنا ممنوع ہے ۔ مگر یہ کہ مشتری کو عیب پر مطلع کر دیا جائے ۔ اور وہ راضی ہو جائے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ تابعین صحابہ کرام کا کتنا لحاظ اور پاس کرتے تھے ۔ نیز معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر کتنا اطمینان اور وثوق تھا ۔ نیز معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ کہ ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے باطل ہے ۔

تشریحات ۲۹۰ اس تعلیق کو ابن عدی نے کامل میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ طبرانی نے معجم کبیر میں مرفوعاً روایت کیا ہے ۔ مگر اس کی سند ضعیف ہے ۔

حدیث ۱۲۳۴ عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ مَوْلٰی اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ ہم حنین کے سال رسول اللہ

قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَیْنٍ فَاَعْطَاہُ یَعْنِیْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے تو حضور نے وہ یعنی زرہ مجھے

الدِّرْعَ فَبِعْتُ الدِّرْعَ فَابْتَعْتُ بِہٖ مَخْرَفًا فِیْ بَنِیْ سَلِمَۃَ فَاِنَّہٗ اَوَّلُ مَالٍ تَاَثَّلْتُہٗ فِی الْاِسْلَامِ ع

عنایت فرمائی ۔ میں نے اس زرہ کو بیچ کر ایک باغ خریدا ۔ یہ پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد جمع کیا ۔

صحیح اور مختار یہی ہے کہ فتنے کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ممنوع ہے ۔ اس لئے کہ دو حال سے خالی نہیں ۔ اگر مسلمانوں کے ہاتھ بیچا تو خود بلا ہتھیار رہنا اچھا نہیں اور اگر دشمنوں کے ہاتھ بیچا تو دوسری خرابی یہ ہوئی کہ دشمن کو قوت پہونچی ۔

تشریحات ۱۲۳۴ یہ ایک طویل حدیث کا اخیر جز ہے ۔ حضرت ابو قتادہ نے فرمایا ۔ حنین کے موقع پر جب مڈبھیڑ ہوئی ۔ تو مسلمانوں میں کچھ انتشار پیدا ہو گیا ۔ میں نے دیکھا کہ ایک مشرک ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے ۔ میں گھوم کر اس کے پیچھے سے آیا ۔ اور اس کے کاندھے کے پٹھے پر تلوار ماری ۔ مشرک نے جھپٹ کر مجھے اتنے زور سے دبوچ لیا کہ میں سمجھا اب گیا مگر ہوا یہ کہ وہ خود مر گیا ۔ اور مجھے چھوڑ دیا ۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا ۔ اور پوچھا ۔ لوگوں کا کیا حال ہے فرمایا ۔ اللہ کی مرضی ۔ اسکے بعد لوگ لوٹے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی ۔ جنگ کے اختتام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے اور فرمایا ۔ جس نے کسی کو قتل کیا ہو اور اس کے پاس ثبوت ہو تو اس کا سامان قاتل کا ہے ۔ میں نے کہا ۔ میرے لئے کون گواہی دے گا ۔ پھر میں بیٹھ گیا ۔ دوبارہ حضور نے وہی فرمایا ۔ تو میں کھڑا ہوا کہ کون میرے لئے گواہی دیتا ہے پھر بیٹھ گیا ۔ اب پھر حضور نے وہی ارشاد فرمایا ۔ اس پر میں پھر کھڑا ہو گیا ۔ تو دریافت فرمایا ۔ کیا بات ہے اے ابو قتادہ ؟ میں نے واقعہ عرض کیا ۔ تو ایک مسلمان نے کہا ۔ انھوں نے سچ کہا ہے اور اس کا چھینا ہوا سامان میرے پاس ہے ۔ حضور انھیں راضی فرمادیں ۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ۔ اس قریش کے بچو کو نہ دیں ۔ اسے نہیں ملے گا ۔ اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر اللہ اور اس کے رسول کی حمایت میں لڑے ۔ اور مقتول کا سامان تجھے دیں ۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ابو بکر نے سچ کہا ۔ ابو قتادہ کو سامان دے دے ۔ انھوں نے لا کر خدمت اقدس میں حاضر کر دیا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے عطا فرمادیا ۔ وہ زرہ تھی جسے میں نے بیچ کر بنی سلمہ کے محلے میں ایک باغ خریدا یہ مسلمان ہونے کے بعد یہ پہلا ایسا مال تھا جسے میں نے جمع کیا ۔ یعنی پہلے جو مال حاصل ہوا تھا وہ خرچ ہو گیا مگر اس سے باغ خریدلیا

حُنَیْن مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک میدان ہے ۔ جہاں ۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ثقیف اور ہوازن اہل طائف سے زبردست معرکہ ہوا تھا ۔ جس میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا ۔ کہ جنگل کا جنگل مویشیوں سے بھرا پڑا تھا ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ کسی کسی کو سو سو اونٹ کسی کسی کو چالیس چالیس اوقیے چاندی عنایت فرمایا ۔

تاثلتہ اس کا مادہ اثل ہے ۔ اس کے معنی ۔ اصل ، بنیاد ہے ۔ باب تفعل میں تکلف کا افادہ کرتا ہے یعنی اسے تکلف آمدنی کیلئے بنیاد بنایا ۔

مطابقت باب کے دو جز تھے ۔ فتنے کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ۔ یہ تعلیق سے ثابت ہوا کہ ممنوع ہے ۔ دوسرا جز امن کے دنوں میں ہتھیار بیچنا ۔ یہ حضرت ابو قتادہ کی حدیث سے ثابت ہوا ۔ اس حدیث پر امام بخاری نے دو باب اور قائم فرمایا ہے ۔ جس نے مال غنیمت سے خمس نہیں

ع الجہاد باب من لم یخمس الاسلاب ص۴۴۴ ثانی ۔ المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین ص۶۱۸ الاحکام باب الشہادۃ تکون عند الحاکم ص۱۰۶۰ ۔ مسلم ۔ ابو داؤد ۔ موطا امام مالک کلہم فی الجہاد

بَابُ الْعَطَّارِ وَبَيْعِ الْمِسْكِ ص ۲۸۲ عطار اور مشک بیچنے کا بیان۔

حدیث ۱۲۳۵

حَدَّثَنَا أَبُو بُرْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السُّوءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ

نے فرمایا۔ نیک ہم نشین اور برے ہم نشین کی مثال مشک والے اور لوہار کی بھٹی کی ہے۔ مشک والے

الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ تَشْتَرِيَهُ وَإِمَّا تَجِدُ رِيحَهُ

سے تو محروم نہیں رہے گا۔ یا خریدے گا۔ یا اس کی خوشبو سونگھے گا۔ اور لوہار کی بھٹی

وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً ؏

یا تیرا گھر جلا دے گی۔ یا کپڑا۔ یا بدبو پائے گا۔

دیا۔ حکم یہ ہے کہ جنگ میں جتنا مال غنیمت اکٹھا ہو۔ اس میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکال کر حکومت کے حوالے کیا جائے۔ بقیہ مجاہدین میں تقسیم کیا جائے۔ واقعہ سے ظاہر ہے کہ اس کافر کے سامان سے خمس نہیں نکالا گیا۔ اور پورا حضرت ابوقتادہ کو دے دیا گیا۔

تیسرا باب یہ باندھا ہے۔ شہادت حاکم کے روبرو اس کی مجلس قضا میں ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی ثابت ہے کہ جن کے پاس سامان تھا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روبرو حضرت ابوقتادہ کی تصدیق کی۔

تشریحات ۱۲۳۵ مشک ایک خاص قسم کے ہرن کی ناف میں خون جمع ہو کر بنتا ہے۔ جب مشک تیار ہو جاتا ہے۔ تو ہرن کو کھجلی اٹھتی ہے۔ اور بے چین ہو کر پتھروں پر ناف رگڑتا ہے تو وہ جھڑ جاتا ہے یہی نافہ ہے جس کے اندر مشک ہوتا ہے چونکہ زندہ جانور کے جسم سے جو حصہ جدا کیا جائے۔ وہ حرام اور ناپاک ہے۔ اسی وجہ سے اسلاف میں کچھ بزرگوں کا مذہب یہ تھا۔ کہ مشک ناپاک ہے۔ اور جب یہ ناپاک ہے تو اس کا کاروبار حرام ہوگا۔ مگر جمہور سلف کا مذہب یہ ہے کہ یہ پاک اور طیب ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے استعمال فرمایا ہے۔ وہ بھی احرام کے وقت۔ نیز فرمایا ہے۔ المسك اطيب الطيب۔ مشک سب سے عمدہ خوشبو ہے۔ بعد میں مشک کی طہارت اور حلت پر اجماع ہو گیا ہے۔ اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ زندہ کے جسم کا وہ عضو ناپاک اور حرام ہے جس میں خون ہو۔ اور نافے سے جب مشک تیار ہو جاتا ہے تو وہ سرے سے خون رہتا ہی نہیں۔ جو خون پہلے جمع ہوا تھا۔ اس کی ماہیت بدل گئی ہے۔ اور اب یہ دوسری چیز بن گئی۔ رنگ، بو، مزہ، قوام، خاصیت، سب کچھ بدل گیا ہے۔

امام بخاری یہ باب باندھ کر یہی افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ مشک پاک اور طیب حلال ہے۔ اس کی خرید و فروخت سب جائز ہے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ صحبت مؤثر ہے۔ اچھوں کی صحبت میں بیٹھنے سے انسان میں اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور بروں کی صحبت میں انسان بگڑ جاتا ہے۔

؏ ثانی۔ الذبائح باب المسك ص ۸۳۰۔ مسلم۔ البر۔ ابوداؤد۔ ادب۔ مسند امام احمد جلد رابع ص ۴۰۵۔ ؎ مسلم جلد ثانی الالفاظ باب المسك ص ۲۹۳۔ مسند امام احمد ثالث ص ۶۲

باب ذکر الحجام ص۲۸۳ سینگی لگانے والے کا ذکر۔

حدیث ۱۲۳۶ عن حميد عن انس بن مالك رضى الله تعالى عنه قال حجم ابو طيبة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فامر له بصاع من تمر وامر اهله ان يخففوا من خراجه ۔ عہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ ابو طیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سینگی لگائی۔ تو حضور نے اسے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔ اور اس کے آقاؤں کو حکم دیا کہ اس کے محصول کو کم کریں۔

حدیث ۱۲۳۷ عن عكرمة عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال احتجم النبى صلى الله تعالى عليه وسلم واعطى الذى حجمه ولو كان حراما لم يعطه عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی۔ اور سینگی لگانے والے کو کچھ دیا۔ اگر اس کی اجرت حرام ہوتی تو نہ دیتے۔

توضیح باب باب موکل الربو۔ میں جو حدیث مذکور ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ سینگی لگانے کی اجرت جائز نہیں اس لئے بطور استدراک یہ باب باندھا۔ توجیہ گزر چکی کہ ممانعت کراہت تنزیہہ پر محمول ہے۔

تشریحات ۱۲۳۶ کتاب الاجارہ باب ضریبۃ العبد۔ میں بصاع او صاعین ہے اور باب من کلم موالی العبد میں بصاع او صاعین۔ اور مُدّ او مدین۔ ہے۔ ابو طیبہ کا نام دینار یا نافع یا میسرہ تھا۔ اور ان کے آقا کا نام محیصہ بن مسعود انصاری تھا۔ انھیں بہت لمبی عمر ملی۔ ایک سو تینتالیس سال کے ہو کر واصل بحق ہوئے۔ یہ ابو طیبہ بنی بیاضہ کے غلام تھے۔

عن خراجہ اس عہد میں دستور تھا کہ غلاموں اور لونڈیوں پر یومیہ یا ماہانہ محصول لگا دیتے کہ تم اتنا کما کر لاؤ۔ چنانچہ ابو طیبہ پر سات صاع محصول تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکے آقا محیصہ کو بلا کر ایک صاع کم کرا دیا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سینگی لگوانا جائز ہے۔ اس کی اجرت بھی مباح ہے۔ غلام اور لونڈی پر محصول لگانا جائز ہے۔ کسی سے کام لیا جائے اگرچہ مزدوری پر کیوں نہ ہو اس پر شفقت اور مہربانی پسندیدہ ہے۔

تشریحات ۱۲۳۷ مسند امام احمد میں بطریق شعبی جو روایت ہے اس میں یہ تفصیل بھی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی دونوں اخدع اور دونوں شانوں کے درمیان سینگی لگواتے۔ بنی بیاضہ کے ایک غلام کو بلایا اور سینگی لگوائی۔ اسی کی بعض روایتوں میں نام بھی مذکور ہے کہ یہ ابو طیبہ تھے۔ اس سے ظاہر ہوگیا یہ وہی قصہ ہے جو حضرت انس کی حدیث میں مذکور ہے۔ البتہ اس کو اجرت اور محصول کی مقدار میں جزئی اختلاف ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اجرت ڈیڑھ مُد دی اور ان پر محصول یومیہ ڈیڑھ مُد تھا۔ حضور نے سفارش کر کے نصف مُد کم کرا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اختلاف صاع اور مُد کے اختلاف پر مبنی ہو۔ اس لئے اس عہد میں خود مدینہ طیبہ میں مختلف مقدار کے صاع اور مُد رائج تھے۔ اخدع۔ دو باریک رگیں ہیں۔ جو دونوں پہلوؤں سے گزرتی ہیں۔

عہ ایضا باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفونہ ص۲۹۲ الاجارات باب ضریبۃ العبد ص۳۰۴ باب من کلم موالی العبد ان یخففوا عنہ ص۳۰۴ ثانی الطب باب الحجامۃ من الداء ص۸۴۹۔ مسلم۔ مساقات۔ ابو داؤد۔ البیوع۔ ترمذی بیوع۔ دارمی بیوع۔ موطا امام مالک۔ الاستیذان مسند امام احمد ثالث ص۱۰۰ وغیرہ۔ عہ الاجارات باب خراج الحجام ص۳۰۴ دو طریقے سے۔ مسلم المساقات۔ ابو داؤد البیوع۔ ابن ماجہ التجارات مسند امام احمد اول ص۲۵۰/۳۲۴۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لُبْسُهُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ ص۲۸۳

اس کی تجارت کا بیان جس کا استعمال مردوں اور عورتوں دونوں کو مکروہ ہے۔

حدیث ۱۲۳۸ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى عُمَرَ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ أَوْ سِيَرَاءَ فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِي تَبِيعَهَا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر کے پاس ریشمیں حلہ بھیجا۔ (حضرت عمر نے اسے پہن لیا) جب اسے حضور نے دیکھا تو فرمایا۔ میں نے تمھارے پاس اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ تم اسے پہنو۔ اسے وہی پہنتا ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ میں نے اس لئے بھیجا ہے کہ اس سے نفع حاصل کرو یعنی اسے بیچ دو۔

حدیث ۱۲۳۹ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَنَّهَا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں (قاسم بن محمد) کو خبر دی کہ انھوں نے

توضیح باب یہاں لُبْسُہٗ سے مراد استعمال کرنا ہے۔ صرف پہننا مراد نہیں ورنہ باب سے مطابقت نہیں ہو پائے گی۔ اس لئے کہ اس کے ضمن میں دو حدیثیں لائے ہیں۔ ان میں کسی میں پہننے کا ذکر نہیں۔ دوسرے طریقے سے استعمال کا تذکرہ ہے۔ امام بخاری نے حسب عادت یہاں بھی اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں فرمایا۔ مگر اس کے ضمن میں جو احادیث لائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکی خرید و فروخت جائز ہے۔

تشریحات ۱۲۳۸ یہ حدیث مفصل تھوڑے تغیر کے ساتھ جلد ثالث ص۳۲۸ پر گزر چکی ہے وہاں اس کا تذکرہ نہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حلے کو پہنا۔ وہاں یہ ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے دروازے پر ریشمی جوڑا دیکھا۔ تو خدمت اقدس میں عرض کیا۔ اگر حضور اسے خرید لیں۔ جمعہ کے دن اور وفد کے لئے پہنا کریں۔ فرمایا اسے وہی پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اس کے بعد خدمت اقدس میں کچھ جوڑے آئے تو حضور نے حضرت عمر کو ایک جوڑا عنایت فرمایا۔ اس پر حضرت عمر نے عرض کیا۔ حضور مجھے یہ پہننے کے لئے دے رہے ہیں اور عطارد کے جوڑے کے بارے میں وہ فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا میں نے تم کو پہننے کے لئے نہیں دیا۔ حضرت عمر نے یہ جوڑا اپنے ایک مشرک بھائی

تشریحات ۱۲۳۹ بدء الخلق میں بجائے اِشْتَرَيْتُ کے حَشَوْتُ ہے۔ یعنی میں نے بھرا تھا۔ غالباً کپڑا خرید کر خود اس میں کچھ بھر کر گدا بنایا تھا۔ آگے ہے وجعل يتغير وجهه۔ حضور کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ پھر لتقعد کی جگہ لتضطجع ہے۔ تاکہ حضور اس پر

نمرقہ ابن السکیت نے کہا کہ نمرقہ۔ نون اور راء کو ضمہ۔ نیز نون اور راء کے کسرہ اور بغیر ہاء کے بھی ہے۔ ابن تین نے کہا ہم نے اسے نون کے فتحے اور راء کے ضمے کے ساتھ ضبط کیا ہے۔ معنی چھوٹا تکیہ۔ فرش۔ قالین وغیرہ ہیں۔ میرے خیال میں یہاں سب سے موزوں قالین یا فرش ہے۔ جس پر لتقعد اور لتضطجع قرینہ واضحہ ہے۔

کپڑا جن میں تصویریں ہوں باب کے اثبات میں امام بخاری دو حدیثیں لائے ہیں۔ ایک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ہے جس میں یہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ریشمیں کپڑا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں نے اس لئے بھیجا ہے کہ تم اس کو بیچ دو۔ یہ اس پر واضح دلیل ہے کہ جن کپڑوں کا پہننا ممنوع ہے ان کی بیع جائز ہے۔ دوسری حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مسطور۔ یہ بھی بنظر دقیق جواز بیع کی دلیل ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین کو بیع فسخ کرنے کا حکم نہیں دیا۔ علاوہ ازیں جلد ثانی ص۳۵، ط۲۵۹ پر گزری ہوئی خود ام المومنین کی حدیث نسائی میں یوں ہے۔

ثانی باب التصاویر ص۳

46

أخبرته أنها اشترت نمرقة فيها تصاوير فلما رآها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

ایک ایسا قالین خریدا جس میں تصویریں تھیں - جب سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازے پر

قام على الباب فلم يدخله فعرفت في وجهه الكراهية فقلت يا رسول الله أتوب إلى

رک گئے اندر تشریف نہیں لائے - میں نے چہرہ مبارک میں ناپسندیدگی دیکھی - تو عرض کیا - یا رسول اللہ! میں اللہ اور رسول

الله وإلى رسوله ماذا أذنبت فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما بال

کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں میں نے کیا گناہ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ قالین کیسا ہے -

هذه النمرقة قالت قلت اشتريتها لك لتقعد عليها وتوسدها فقال رسول الله

میں نے عرض کیا - میں نے اس لئے خریدا ہے - کہ حضور اس پر بیٹھیں اور ٹیک لگائیں - تو رسول اللہ صلی اللہ

صلى الله تعالى عليه وسلم إن أصحاب هذه الصور يوم القيامة يعذبون

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - ان تصاویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا - ان سے کہا

فيقال لهم أحيوا ما خلقتم وقال إن البيت الذي فيه هذه الصور لا تدخله الملائكة - عہ

جائے گا جو تم نے بنایا ہے اس میں جان ڈالو - اور فرمایا - جس گھر میں یہ تصویریں ہوتی ہیں - اس میں فرشتے نہیں آتے -

کہ اس پردے کو پھاڑ کر ام المومنین نے دو ٹکڑے کر دیئے - ایک پر حضور نے ٹیک لگایا - اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ان کی خرید و فروخت بھی جائز ہے - اور اس طرح استعمال کرنا کہ اس میں اس کی تذلیل و توہین ہو جائز ہے - مثلاً بیٹھنا یا ٹیک لگانا -

رہ گئی یہ بات کہ اس قالین کو ام المومنین نے بیٹھنے اور لیٹنے کے لئے ہی خریدا تھا - پھر کیوں خفگی کا اظہار فرمایا - ہو سکتا ہے - یہ پہلا موقعہ رہا ہو - تصاویر کے استعمال عام کو روکنے کے لئے ابتدائً یہ شدت برتی - جیسا کہ حَنتم، دُبّاء، مُزَفّت اور نَقیر کے بارے میں ابتداءً بالکلیہ ممانعت فرمایا -

لا تدخله الملئكة اس سے مراد مطلقاً ملئکہ نہیں - صرف ملئکہ رحمت و استغفار ہیں رہ گئے دوسرے ملئکہ مثلاً کراماً کاتبین، انسان کی حفاظت کرنے والے یا حضرت ملک الموت یہ ہر جگہ جاتے ہیں - ان گھروں میں جاتے ہیں جہاں تصویریں ہوتی ہیں - اس سے مراد ذی روح کی تصویر ہے - جس میں چہرہ ہو - غیر ذی روح کی تصویر مثلاً درخت مکان، دریا جنگل وغیرہ کی بلاشبہ جائز ہیں - اسی طرح انسان کی تصویر جس میں چہرہ نہ ہو جائز ہے -

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ اہانت تذلیل کی جگہ نہ ہو - اور اگر ایسی جگہ پر ہو تو بھی حرام نہیں - مثلاً بچھونے فرش وغیرہ پر تصویریں بنی ہوں تو کوئی حرج نہیں - امام ابوجعفر طحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا - جبرئیل امین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاضری کی اجازت طلب کی - فرمایا - آؤ - عرض کیا - کیسے آؤں - آپ کے گھر میں پردہ ہے جس میں گھوڑے اور مردوں کی تصویریں ہیں - یا تو ان کے سروں کو کاٹ دیں یا اس کا بچھونا بنالیں - ہم فرشتے ان گھروں میں نہیں جاتے جن میں تصویریں ہوں - لہ مسلم میں سعید بن ابوالحسن سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کیا - میں یہ

عہ بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین ص۴۵۸ ثانی النکاح باب هل یرجع اذا رأی منکرا فی الدعوة ص۷۷۸ اللباس باب من کره القعود علی الصور ص۸۸۰ باب من لم یدخل بیتا فیه صورة ص۸۸۱ مسلم - اللباس -

لہ شرح معانی الآثار ثانی الکراہیۃ باب الصور تکون فی الثیاب ص۶۵۵ ج۲ ثانی اللباس باب تحریم التصویر ص۲۰۲

بَابُ کَمْ یَجُوْزُ الْخِیَارُ۔ ص۲۸۳ کتنے دن تک خیار جائز ہے۔

حدیث ۱۲۳۰ سَمِعْتُ نَافِعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْمُتَبَایِعَیْنِ بِالْخِیَارِ فِیْ بَیْعِھِمَا مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اَوْیَکُوْنُ الْبَیْعُ خِیَارًا۔ قَالَ نَافِعٌ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا یُعْجِبُہٗ فَارَقَ صَاحِبَہٗ ؏

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری کو اپنی بیع میں اختیار ہے جب تک متفرق نہ ہوں یا بیع خیار کے ساتھ ہو۔ نافع نے کہا حضرت ابن عمر کی عادت یہ تھی۔ جب کوئی چیز خریدتے اور پسند آجاتی تو خریدار سے الگ ہو جاتے۔

بَابُ الْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا ص۲۸۳ بائع اور مشتری کو خیار حاصل ہے جب تک ان میں تفریق نہ ہو جائے۔

ت ۳۹۱ وَبِہٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَشُرَیْحٌ وَالشَّعْبِیُّ وَالطَّاؤُسُ وَعَطَاءٌ وَابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور شریح اور شعبی اور طاؤس اور عطاء اور ابن ابی ملیکہ خیار مجلس کے قائل تھے۔

تصویریں بناتا ہوں اس بارے میں فتویٰ دیجئے۔ تو فرمایا۔ مجھ سے قریب ہو۔ مجھ سے قریب ہو۔ وہ قریب ہوا۔ یہاں تک کہ انھوں اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بارے میں جو کچھ سنا ہے۔ وہ بتاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ ہر تصویر بنانے والا جہنم میں ہے۔ ہر تصویر جاندار کر دی جائے گی اور اسے سزا دے گی اور اگر بغیر اس کے چارہ نہیں۔ تو درخت وغیرہ ایسی چیزوں کی بنا جن میں روح نہ ہو۔

تشریحات ۱۲۳۰ اس حدیث کو امام بخاری نے اس کے بعد مسلسل تین ابواب میں مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سب کے معانی ایک ہی ہیں۔ اس حدیث کا مفاد بھی وہی ہے۔ جو حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ۱۲۲۵ کا ہے۔ حضرت امام شافعی مالم یتفرقا سے خیار مجلس مراد لیتے ہیں۔ اور ہمارے یہاں اس سے مراد خیار قبول ہے۔ اور۔ یتفرقا۔ سے تفرق بالاقوال مراد ہے۔ پوری بحث وہاں ہو چکی ہے۔

اویکون البیع خیارا اس سے مراد خیار شرط ہے۔ یعنی بائع اور مشتری یہ شرط کریں کہ مجلس بدلنے کے بعد بھی ہمیں خیار ہوگا۔ چاہیں گے تو بیع کو ختم کر دیں گے۔ ہمارے یہاں اس کی مدت تین دن ہے۔ اور بلا میعاد خیار باطل ہے۔ امام بخاری نے باب کا عنوان رکھا ہے۔ کتنے دنوں تک خیار جائز ہے۔ مگر اس کے تحت جتنی احادیث لائے ہیں کسی میں یہ مذکور نہیں۔ کہ خیار شرط کتنے دنوں تک رہے گا۔

قال نافع اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، مالم یتفرقا سے۔ تفرق بالابدان مراد لیتے تھے۔ اور خیار مجلس کے قائل تھے۔ اسی لئے وہ قیمت طے ہوتے ہی مجلس بدل دیتے تھے تاکہ بائع بیع فسخ نہ کر دے۔

ان المتبایعان اکثر کی روایت اصل کے مطابق (ان المتبایعین)۔ یاء ساکن ماقبل فتحہ کے ساتھ ہے۔ مگر ابن تین نے قابسی کی روایت ان المتبایعان الف کے ساتھ نقل کی ہے۔ یہ حارث بن کعب کی لغت ہے۔ (یہ تثنیہ کو ہر حال میں الف پڑھتے ہیں)۔

توضیح باب خیار کی تین قسمیں ہیں۔ اول خیار مجلس۔ ایجاب وقبول کے بعد جب تک مجلس نہ بدل جائے۔ بائع اور مشتری دونوں کو رد وقبول کا

؏ ایضا باب اذا لم یوقت الخیار ھل یجوز البیع دو طریقے سے ص۲۸۳ باب اذا خیر احدھما صاحبہ بعد البیع ص۲۸۴ باب اذا کان البائع بالخیار ھل یجوز البیع ص۲۸۴ مسلم، ترمذی، نسائی۔ البیوع۔

اختیار ہے ۔ ہمارے یہاں خیار مجلس کوئی چیز نہیں ۔ دوسرے خیار شرط ۔ ایجاب وقبول کے بعد بائع اور مشتری یہ طے کرلیں کہ ہمیں اختیار حاصل ہوگا ۔ کہ بیع ختم کردیں یہ بالاتفاق صحیح ہے ۔ ہمارے یہاں اس کی میعاد تین دن تک ہے ۔ اس سے زیادہ نہیں ۔ تیسرے خیار رویت ۔ مشتری نے مبیع دیکھی نہیں ہے ۔ تو اسے یہ حق حاصل ہے کہ دیکھنے کے بعد بیع فسخ کردے ۔ چوتھے خیار عیب ۔ مبیع میں کوئی عیب ہے جس پر بیع کے بعد مشتری مطلع ہوا تو اسے بیع فسخ کرنے کا حق ہے ۔

یہ تینوں خیار بالاتفاق صحیح ہیں ۔ اسلاف میں بہت سے اکابر خیار مجلس کے قائل تھے ۔ انھیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں ۔

تشریحات ۳۹۱ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ابھی گزرا ۔ قاضی شریح کے قول کو امام سعید بن منصور نے ۔ اور امام شعبی اور امام عطاء اور عبداللہ بن ملیکہ کے قول کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے ذکر کیا ہے ۔ امام طاؤس کے قول کی تخریج نہیں ملی ۔ البتہ حضرت امام شافعی نے ' الام میں ان سے مرفوعاً ایک حدیث ذکر کی ہے ۔

بَابُ اِذَا اشْتَرٰى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّتَفَرَّقَا وَلَمْ يُنْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُشْتَرِىْ اَوِاشْتَرٰى عَبْدًا فَاَعْتَقَهٗ

۲۸۳ جب کچھ خرید کر متفرق ہونے سے پہلے فوراً ہبہ کردے ۔ اور بائع مشتری پر انکار نہ کرے یا غلام خرید کر آزاد کردے ۔

توضیح باب صرف تخلیے سے قبضہ تام ہوجاتا ہے یا نہیں ۔ یعنی بائع اگر اپنا قبضہ اٹھالے تو یہ مشتری کا قبضہ ہوا یا نہیں ۔ اس بارے میں احناف اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے ۔ کہ ہر قسم کی چیزوں میں صرف تخلیہ کافی ہے ۔ خواہ وہ منقولات ہوں خواہ غیر منقولات ۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد فرماتے ہیں کہ مکان اور زمین غیر منقولات میں کافی ہے ۔ منقولات میں نہیں ۔ امام بخاری نے یہاں بھی حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ نہیں دیا ۔ سوال کرکے چھوڑ دیا ہے ۔

اس باب سے دوسرا افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں ۔ کہ بیع کے بعد اسی مجلس میں مشتری نے مبیع میں کوئی تصرف کردیا ۔ اور بائع خاموش رہا تو خیار مجلس جاتا رہا ۔

۳۹۲ وَقَالَ طَاؤُسٌ فِيمَن يَّشْتَرِي السِّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ

ت اور امام طاؤس نے کہا اگر کسی نے رضا مندی کی شرط پر سامان خریدا اور

بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ۔

بیچدیا تو بیع واجب ہو گئی اور نفع مشتری کا ہے۔

۱۲۴۱ وَقَالَ لَنَا الْحُمَيْدِيُّ۔ ثَنَا سُفْيَانُ ثَنَا عَمْرٌو عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کے ساتھ ہم لوگ ایک سفر میں تھے میں حضرت عمر

فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلٰى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يَغْلِبُنِي فَيَتَقَدَّمُ

کے ایک نئے سرکش اونٹ پر سوار تھا جو میرے قابو سے نکل کر سب سے آگے

تشریحات ۳۹۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور اور امام عبد الرزاق نے موصولا روایت کیا ہے۔ امام عبد الرزاق کی روایت میں یہ بھی زائد ہے۔ کہ امام ابن سیرین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ جب تو کچھ بیچے رضامندی کی شرط پر تو بائع اور مشتری دونوں کو خیار ہے۔ جب تک کہ متفرق نہ ہو جائیں۔

تشریحات ۱۲۴۱ وقال لنا الحمیدی ۔ قال لنا کا صیغہ اس وقت استعمال کرتے ہیں جبکہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہو۔ اس تقدیر پر یہ حدیث مسند ہوئی۔ مگر عام روایات میں ۔ قال الحمیدی ہے بغیر۔ لنا کے اس تقدیر پر یہ تعلیق ہے۔ اس حدیث کے کچھ حصے کو کتاب الھبہ باب من اہدی لہ ہدیۃ۔ میں بطریق عبد اللہ بن محمد، سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

علی بکر صعب : بکر، وہ اونٹ کا نر بچہ جس پر پہلی بار سواری کی جا رہی ہو، مادہ کو بکرۃ کہتے ہیں۔ صعب سخت۔ وہ اونٹ جو سوار کے قابو میں نہ آتا ہو۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مبیع پر قبضہ کرنے اور قیمت دینے سے پہلے ہبہ کرنا صحیح ہے یوں ہی صدقہ کرنا۔ رہن رکھنا بھی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ تفرق ابدان سے پہلے بھی بیع تام ہے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ ملکیت ثابت ہونے سے پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصرف فرمایا حالانکہ یہ جائز نہیں۔ لیکن اس استدلال پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہبہ فضولی ہونے کی وجہ سے موقوف تھا جب تفرق ابدان کے بعد بیع تام ہو گئی۔ تو ہبہ نافذ ہو گیا۔

أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ثُمَّ يَتَقَدَّمُ فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ

بڑھ بڑھ جاتا تھا۔ اس پر حضرت عمر اسے ڈانٹ ڈانٹ کر لوٹاتے پھر وہ آگے بڑھ

وَيَرُدُّهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بِعْنِيْهِ فَقَالَ

بڑھ جاتا اور حضرت عمر اسے ڈانٹ کر پیچھے کرتے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ دیکھکر

هُوَ لَكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمر سے فرمایا اسے مجھے بیچدے حضرت عمر نے عرض کیا وہ حضور کی خدمت میں

بِعْنِيْهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

نذر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بیچ دو۔ تو انھوں نے رسول اللہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ بیچدیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمھارا

بِهٖ مَاشِئْتَ عہ

ہے اے عبداللہ بن عمر! جو چاہو کرو۔

۳۹۳ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

ت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا امیر المومنین عثمان بن عفان کو میں نے

عَنْهُمَا قَالَ بِعْتُ مِنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَالًا بِالْوَادِيْ

اپنی وہ زمین جو وادی میں تھی اس کے عوض بیچی جو خیبر میں ان کی تھی جب بیع ہو چکی تو

تشریحات ۳۹۳ اس تعلیق کو اسماعیلی نے موصولا روایت کیا ہے۔ مالا بالوادی۔ علامہ ابن حجر کی رائے ہے کہ اس سے مراد وادی القری ہے۔ علامہ کرمانی کی رائے ہے کہ یہ کوئی مخصوص وادی تھی۔ جسے اس وقت الوادی، کہتے تھے۔ علامہ عینی اسی کے مؤید ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ وادی القری مدینے کے لواحق میں سے ہے۔
قد غبنته : غبن کے معنی ہیں۔ خرید و فروخت میں نقصان پہچانا۔ مدینہ طیبہ ان دونوں حضرات کا وطن تھا۔ جائداد کا وطن سے قریب ہونا ایک فائدہ ہے اور دور ہونا ایک نقصان۔ نیز ایسی سرزمین کا قرب بھی ایک نقصان ہے جہاں عذاب نازل ہو چکا ہو۔ چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ زمین خیبر سے تین

عہ الھبۃ باب کیف یقبض العبد والمتاع ص ۳۵۴ باب اذا وھب بعیرا لرجل وھو راکب ص ۳۵۶ الھبۃ باب من اھدی لہ ھدیۃ وعندہ جلسائہ ص ۳۵۵

بِمَالٍ لَّهٗ بِخَيْبَرَ فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلٰى عَقِبَيَّ حَتّٰى خَرَجْتُ

میں پلٹا۔ یہاں تک کہ ان کے گھر سے باہر ہوگیا اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں بیع رد نہ کرالیں

مِنْ بَيْتِهٖ خَشْيَةَ اَنْ يُّرَادَّنِي الْبَيْعَ وَكَانَتِ السُّنَّةُ اَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ

اور طریقہ یہ تھا کہ بائع اور مشتری کو خیار حاصل رہتا جب تک متفرق نہ ہو جائیں

بِالْخِيَارِ حَتّٰى يَتَفَرَّقَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهٗ رَاَيْتُ

حضرت عبداللہ نے کہا جب بیع قطعی ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ وہ نقصان میں رہے کیونکہ

اَنِّيْ قَدْ غَبَنْتُهٗ بِاَنِّيْ سُقْتُهٗ اِلٰى اَرْضِ ثَمُوْدَ بِثَلٰثِ لَيَالٍ وَسَاقَنِيْ اِلَى

میں نے ان کو تین رات کی مسافت کی مقدار سرزمین ثمود سے قریب کر دیا ہے اور انھوں نے مجھے تین

الْمَدِيْنَةِ بِثَلٰثِ لَيَالٍ۔

راتوں کی مسافت کی مقدار مدینے سے قریب کر دیا ہے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخِدَاعِ فِي الْبَيْعِ ص ۲۸۴ ۔ بیع میں دھوکہ ناپسندیدہ ہے

۱۲۴۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

دن کی مسافت کی مقدار دور ہوگئے، اور ارض ثمود سے قریب ہوگئے۔

ثبوت باب : ایجاب و قبول کے بعد، قبل اس کے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنی زمین سے اور حضرت عثمان اپنی زمین سے اپنا اپنا قبضہ اٹھائیں۔ صرف تفرق ابدان کے بعد حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ وجب بیعی وبیعہ بیع واجب اور قطعی ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبضہ تام ہونے کے لئے تخلیہ ضروری نہیں جبکہ مبیع گھر زمین غیر منقول ہو۔

تشریحات ۱۲۴۲ ان صاحب کا نام حَبّانُ بن مُنْقِذ تھا۔ یہ انصاری مازنی صحابی بن صحابی ہیں۔ سب سے پہلے جس غزوے میں شریک ہوئے وہ اُحُد تھا۔ اس کے بعد تمام مشاہد میں حاضر رہے۔ ایکسو تیس سال کی طویل عمر پائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمراہی میں جہاد کرتے ہوئے کسی قلعے سے ایک پتھر ان کے سر پر آکر لگا۔ جس سے زبان میں لکنت پیدا ہوگئی اور سمجھ میں بھی کچھ فتور پیدا ہوگیا۔ اگرچہ تمیز وشعور باقی رہا۔ ان کو تجارت کا بہت شوق تھا۔ حتی کہ اخیر میں آنکھیں بھی سفید ہوگئی تھیں اس وقت بھی تھا۔ لوگ عموماً انھیں دھوکہ دیدیتے۔ بالآخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلاً ذَکَرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ یُخْدَعُ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھے بیع میں دھوکہ دیا جاتا ہے

فِی الْبُیُوْعِ فَقَالَ اِذَا بَایَعْتَ فَقُلْ لَاخِلَابَۃَ ؎۵

فرمایا جب بیع کرو تو کہدیا کرو۔ دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے۔

باب ماذکر فی الاسواق ص۲۸۴ بازاروں کے متعلق جو کچھ مذکور ہے۔

۱۲۴۳ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ حَدَّثَتْنِیْ عَائِشَۃُ رَضِیَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لشکر

یَغْزُوْ جَیْشٌ نِ الْکَعْبَۃَ فَاِذَا کَانُوْا بِبَیْدَاءَ مِنَ الْاَرْضِ یُخْسَفُ بِاَوَّلِھِمْ

کعبے پر حملہ کرے گا جب وہ سرزمین بیداء تک پہنچے گا تو ان کے اگلے پچھلے سب

علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب وہ یہ کہدیا کرتے۔ لاخلابۃ۔ جب خلابۃ کہتے تو تلفظ صحیح نہ ہوتا۔ لاحذابۃ نکلتا تھا۔ خاء معجمہ کی جگہ حاء حطی اور لام کی جگہ ذال۔

غبن کے معنی ہیں قیمت میں کمی یا زیادتی کے۔ ہمارے یہاں تراضی طرفین سے جو قیمت طے ہو جائے وہ لازم ہے۔ اور اسی کے مطابق بیع نافذ۔ اگرچہ وہ بازار بھاؤ سے کتنی ہی کم کیوں نہ ہو۔ ورنہ ہر وقت فساد و فتنہ برپا رہیگا اور یہ ارشاد خاص ان کے لئے تھا اور انھیں کے لئے مخصوص ہے۔

تشریحات ۱۲۴۳ ببیداء۔ بیداء کے لغوی معنی وہ میدان ہے جسمیں درخت ٹیلہ وغیرہ کچھ نہ ہو۔ اور مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک جگہ کا نام بھی ہے جو ذو الحلیفہ کے بعد اس سے قریب ہے۔ اس حدیث میں یہی منقول ہے جیسا کہ مسلم کی اس روایت میں جو بطریق حضرت امام باقر، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے ببیداء المدینۃ کی تصریح ہے۔ مسلم ہی میں اسی صفحہ پر حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے ہاتھوں کو اس طرح حرکت دی جیسے کچھ پکڑ رہے ہیں۔ یا کسی کو دھکا دے رہے ہیں

؎۵ الاستقراض باب ماینھی من اضاعۃ المال ص ۳۲۳ الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف ص ۳۲۵ ثانی الحیل۔ باب ماینھی من الخداع فی البیوع ص ۱۰۳۰ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی موطا امام مالک بیوع۔ مسند امام احمد ثانی ص ۸۰ وغیرہ ؎ الفتن باب اشراط الساعۃ ص ۳۸۸

وَآخِرِهِمْ قَالَتْ قُلْتُ يَارَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ
کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ام المومنین نے کہا میں نے عرض کیا کہ ان کے اگلے پچھلے
وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ
سب کیسے دھنسا دیئے جائیں گے حالانکہ انہیں انکے بازار ہوں گے اور وہ لوگ بھی ہوں گے
ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ
جو ان میں نہ ہونگے۔ فرمایا۔ اگلے پچھلے سب دھنسا دیئے جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! حضور نے خواب میں اس وقت ایسا کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا ہے۔ فرمایا عجیب بات ہے۔ میری امت کے کچھ لوگ، قریش کے ایک شخص کی وجہ سے جس نے بیت اللہ میں پناہ لی ہے۔ بیت اللہ پر حملے کے ارادے سے جا رہے ہیں۔ جب یہ لوگ بیداء میں پہنچے تو ان سب کو زمین میں دھنسا دیا گیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ راستہ سب کو جمع کر دیتا ہے۔ فرمایا۔ ہاں ان میں جان بوجھ کر شریک ہونے والے بھی ہیں اور مجبور بھی اور مسافر بھی۔ فرمایا۔ سب ایک ساتھ ہلاک ہوں گے اور الگ الگ اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ اسی میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ سوائے بھگوڑے کے اور کوئی نہیں بچے گا جو ان کی خبر دے گا۔

نیز انھیں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے۔ یہ عبد اللہ بن زبیر کے زمانے میں ہوا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ ابو الولید کنانی نے کہا۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت معاویہ ہی کے عہد میں وصال فرما چکی تھیں۔ ابن زبیر کا عہد خلافت ان کو نہیں ملا مگر علامہ ابو عمر بن عبد البر اور ابو بکر بن ابی خیثمہ نے فرمایا کہ یہ یزید کے زمانے میں واصل بحق ہوئی ہیں۔ اور یہ طے ہے کہ حضرت ابن زبیر نے یزید کے اعلان خلافت کے بعد ہی اس کے بالمقابل اپنی خلافت کا اعلان فرما دیا تھا۔ اس لئے حضرت ابن زبیر کے ایام خلافت کے ابتدائی دور میں وہ باحیات تھیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ اس پر یہ حدیث بھی دلیل ہے۔ کہ امام ترمذی[۱] نے ابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ سلمی سے روایت کیا۔ کہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کیوں رو رہی ہیں۔ تو فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اس حالت میں دیکھا کہ حضور کے سر اقدس اور ریش مبارک پر دھول ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا حال ہے۔ فرمایا۔ ابھی حسین کے مقتل میں گیا تھا۔ نیز انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام عالیمقام

[۱] جامع ثانی۔ مناقب باب مناقب ابی محمد الحسن والحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ص ۲۱۸

۱۲۴۴ عَنْ حُمَيْدِنِ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا اَبَا الْقَاسِمِ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بازار میں تھے۔ ایک (یہودی) نے کہا۔ اے ابوالقاسم! تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مڑکر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا میں نے اسے بُلایا تھا

کے مقتل کربلا کی خاک دی تھی۔ جو شہادت کے وقت خون ہوگئی تھی[۱]۔ یہ دلیل ہے کہ وہ اس وقت تک باحیات تھیں۔ ابونعیم نے کہا کہ ان کا وصال ۶۲ھ میں ہوا ہے۔ ازواج مطہرات میں سب کے بعد ان کا وصال ہوا۔

وفیھم اسواقھم : اس زمانے میں دستور تھا کہ بڑے لشکر کے ساتھ ضرورت کی چیزیں لے کر تاجر بھی رہا کرتے تھے۔ جو صرف اپنے کاروبار کے لئے جاتے تھے۔ ان کا مقصد لڑنا نہیں ہوتا تھا۔ اسواقھم سے مراد یہی لوگ ہیں۔ ـــــ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ ظالمین اور اہل معاصی کے ساتھ رہنا خطرناک ہے۔ عذاب ان ناخدا ترسوں پر آیا تھا مگر جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ بھی ہلاک ہوئے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

تشریحات ۱۲۴۴ اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع میں تھے کہ ایک شخص نے پکارا اے ابوالقاسم تو اس کی طرف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مڑکر دیکھا تو اس نے کہا۔ آپ مراد نہیں۔ اس پر فرمایا میرے نام پر نام رکھو، میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

اس پر جلد اول صفحہ ۴۴۰ پر مکمل بحث ہوچکی ہے۔ کہ یہ حکم حیات ظاہری تک محدود تھا بعد وصال بلا تردد جائز ہے۔ خود علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے اجازت لے کر اپنے صاحبزادے محمد بن حنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی تھی۔ بہت سے صحابہ کرام نے اپنے صاحبزادوں کے نام حصول برکت کے لئے محمد رکھا اور کنیت ابوالقاسم۔ علامہ عینی نے ایسے بہت سے نام گنائے ہیں۔ اول۔ محمد بن ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ یہ جب پیدا ہوئے تو ان کے والد ماجد انھیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کا نام محمد رکھا۔ ان کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ ان کا لقب سجاد تھا۔ عبادت کے ساتھ بہت شغف تھا۔ ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ شہید ہوئے۔ یہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامیوں میں تھے۔ حضرت علی نے ان کے بارے میں فرمایا۔ قَتَلَهُ بِرُّهُ بِاَبِيْهِ۔ اسے باپ کی اطاعت نے قتل کیا۔ دوسرے۔ محمد بن اشعث بن قیس کندی۔ ان کے بارے میں روایات مختلف ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عہد نبوی میں پیدا ہوئے۔ اور امام ابونعیم نے کہا

[۱] الصواعق المحرقۃ ص ۱۱۵ بحوالہ زیادۃ المسند لابن امام احمد بن حنبل۔

فَقَالَ اِنَّمَا دَعَوْتُ هٰذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمُّوْا

اس پر نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے نام پر نام رکھو میری

بِاِسْمِيْ وَلَا تَكْنُوْا بِكُنْيَتِيْ عہ

کینت پر کینت نہ رکھو۔

حدیث ۱۲۴۵ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ

خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ طَائِفَةِ النَّهَارِ لَا يُكَلِّمُنِيْ

تعالیٰ علیہ وسلم دن کے ایک حصے میں نکلے نہ حضور مجھ سے بولے اور نہ میں

کہ ان کا صحابی ہونا صحیح نہیں۔ اقول۔ ان دونوں میں منافات نہیں۔ یہ یمن کے باشندے تھے۔ اس لئے عہد مبارک میں پیدا ہونے کے باوجود زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ تیسرے صاحب محمد بن حذیفہ بن عتبہ ہیں۔ یہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ یہ معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماموں کے صاحبزادے ہیں۔ جب ان کے والد ابو حذیفہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی پرورش کی پھر یہ مصر چلے گئے۔ وہاں حضرت عثمان کے مخالف ہو گئے وہ بھی شدید ترین مخالف، حضرت عثمان کو شہید کرنے کے لئے جو لوگ اندر گئے تھے ان میں یہ بھی تھے جب حضرت معاویہ نے مصر پر قبضہ کر لیا تو انھیں پکڑ کر قید کر دیا۔ یہ جیل خانے سے بھاگے۔ حضرت معاویہ کے غلام کے لڑکے رشد نے پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان کے علاوہ ممتاز صحابہ کرام کے مندرجہ ذیل صاحبزادگان کا بھی محمد نام اور ابو القاسم کنیت تھی۔

محمد بن جعفر بن ابو طالب۔ محمد بن سعید بن ابو الوقاص۔ محمد بن حاطب۔ محمد بن منتشر۔

لا تکنوا: اس کو تین طرح پڑھا گیا۔ تَكَنَّوْا۔ تُكَنُّوْا۔ تَكْنُوْا۔ اس کا مادہ کنی ہے۔ مجرد کا مصدر۔ کُنْيَة اور کنایۃ آتا ہے۔ مجرد کے علاوہ افعال، تفعل، تفعیل سے بھی آتا ہے۔

تشریحات ۱۲۴۵ یہاں یہ حدیث تھوڑے سے اختصار کے ساتھ ہے۔ مفصل کتاب اللباس میں یوں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں مدینے کے بازاروں میں سے ایک بازار میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور واپس ہوئے، میں بھی واپس ہوا۔ تین بار فرمایا۔ بچہ کہاں ہے؟ حسن بن علی کو بلاؤ۔ تو وہ کھڑے ہوئے اور حاضر ہوئے اور ان کے گلے میں ہار تھا۔ تو حضور نے اپنا ہاتھ یوں دیا تو انھوں نے بھی ویسے ہی کیا۔ یعنی پھیلا دیا۔ حضور نے انھیں چمٹا لیا، اور یہ دعا کی۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی

عہ اسی کے بعد۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۷۵ ابن ماجہ۔ الادب۔

وَلَا اُکَلِّمُہٗ حَتّٰی اَتٰی سُوْقَ بَنِیْ قَیْنُقَاعَ فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَیْتِ فَاطِمَۃَ

حضور سے بولا ۔ یہاں تک کہ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فَقَالَ اَثَمَّ لُکَعُ اَثَمَّ لُکَعُ فَحَبَسَتْہُ شَیْئًا فَظَنَنْتُ اَنَّہَا تُلْبِسُہٗ سِخَابًا اَوْ

کے گھر کے صحن میں بیٹھے فرمایا کیا یہاں بچہ ہے ؟ کیا یہاں بچہ ہے ؟ حضرت فاطمہ نے انھیں تھوڑی

تُغَسِّلُہٗ فَجَاءَ یَشْتَدُّ حَتّٰی عَانَقَہٗ وَقَبَّلَہٗ وَقَالَ اَللّٰہُمَّ اَحِبَّہٗ وَاَحِبَّ

دیر روک رکھا میں نے گمان کیا کہ انھیں ہار پہنا رہی ہیں یا نہلا رہی ہیں اتنے میں وہ (امام حسن مجتبیٰ) دوڑتے

مَنْ یُّحِبُّہٗ ۔ قَالَ سُفْیَانُ قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ اَخْبَرَنِیْ اَنَّہٗ رَاٰی

ہوئے آئے ۔ حضور نے انھیں گلے سے چمٹالیا اور بوسہ دیا اور فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب بنالے اور جو اس سے

نَافِعَ بْنَ جُبَیْرٍ اَوْتَرَ بِرَکْعَۃٍ عہ

محبت کرے اس سے محبت فرما عبید اللہ نے خبر دی کہ انھوں نے نافع بن جبیر کو دیکھا کہ ایک رکعت وتر پڑھتے تھے ۔

۱۲۴۶ عَنْ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّہُمْ کَانُوْا

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اس سے محبت کر ۔ اور اس سے جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اس ارشاد کے بعد حسن بن علی سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں رہا ۔

فجلس : اس کے پہلے حذف ہے ۔ جو کتاب اللباس کی روایت میں مصرح ہے ۔ کہ وہاں سے واپس ہوئے اور حضرت سیدہ فاطمہ کے دولتکدے کے صحن میں بیٹھے ۔

سخاب : لونگ وغیرہ خوشبودار چیزوں سے بنا ہوا ہار ۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ بچوں کو اس قسم کے ہار پہنایا کرتے تھے

قال سفیان : سند میں یہ تھا ۔ عن عبید اللہ بن ابی یزید عن نافع بن جبیر ۔ یہ سند معنعن تھی اس پر یہ احتمال تھا ۔ کہ عبید اللہ نے نافع بن جبیر سے حدیث سنی ہے یا نہیں ۔ سفیان بن عیینہ کا یہ قول ذکر کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ عبید اللہ کی نافع سے لقا ثابت ہے ۔ اور یہ مدلس نہیں ۔ تو سماع ثابت ہے ۔ کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ جس کی ملاقات شیخ سے ثابت ہو اور وہ مدلس نہ ہو تو اس کا سماع ثابت ہے ۔ البتہ جو مدلس ہو یا جس کی لقا ثابت نہ ہو اس کے عنعنہ میں تدلیس کا احتمال رہتا ہے ۔

۱۲۴۶ تشریحات رُکْبَان ۔ راکب کی جمع ہے ۔ یہ اصل میں اونٹ کے سوار کو کہتے ہیں ۔ پھر اس کے معنی کو وسیع کرکے ہر سوار کو کہنے لگے ۔ اس پر اتفاق ہے کہ خریدنے کے بعد قبضہ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں اور جہاں

عہ ثانی اللباس باب السخاب للصبیان ص ۸۷۴ مسلم فضائل ۔

يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
زمانے میں لوگ سواروں سے غلہ خرید لیتے تھے اس لئے حضور ان کے پاس آدمی بھیجتے تھے کہ

فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوا
جہاں خریدا ہے وہیں غلہ بیچنے سے روک دیں جب تک وہاں نہ منتقل ہو جائے جہاں فروخت ہوتا

حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ وَقَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا نَهَى
ہے اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہمانے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ
نے غلہ خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الصَّخَبِ فِي الْأَسْوَاقِ ص ۲۸۵ بازاروں میں شور وغل کا ناپسند ہونا۔

حدیث ۱۲۴۷ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ
عطا بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہما

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
سے ملاقات کر کے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا جو وصف توریت میں ہے

خریدا ہے وہیں بیچنے میں اس کا احتمال رہتا ہے کہ ہو سکتا ہے۔ قبضہ سے پہلے بیچ دیا جائے۔ اس لئے یہ پابندی لگادی کہ جب تک وہاں سے منتقل ہو کر منڈی میں نہ آجائے۔ بیچا نہ جائے۔ نیز اس میں ضرورتمند کے لئے آسانی بھی ہے اسلئے یہ حکم ارشاد فرمادیا۔

مطابقت باب اس حدیث میں کہیں بازار کا ذکر نہیں۔ مگر عام طور پر غلے بازاروں میں ہی بکتے ہیں۔ اس لئے حیث یباع الطعام۔ بازار سے کنایہ ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ بازار اسی کو کہتے ہیں۔ جہاں خرید و فروخت ہو تو جہاں غلہ بکتا ہو وہ بازار ہے۔

تشریحات ۱۲۴۷ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہمانے توراۃ پڑھی تھی۔ بزار میں وہب سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو نے خواب دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ میں شہد ہے۔ اور دوسرے میں گھی۔ اور وہ دونوں چاٹ رہے ہیں۔ صبح کو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بیان کیا۔ تو فرمایا۔ تم توراۃ اور قرآن دونوں کتابیں پڑھتے ہو، یہ دونوں کتابیں پڑھتے تھے۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ اَجَلْ وَاللهِ اِنَّهٗ لَمَوْصُوْفٌ فِي التَّوْرَاةِ
اسے بیان کیجئے تو اُنھوں نے فرمایا ہاں بخدا قرآن میں جو اوصاف حضور کے مذکور ہیں ان میں کچھ
بِبَعْضِ صِفَتِهٖ فِي الْقُرْآنِ يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ
توریت میں بھی مذکور ہیں اے نبی ہم نے تم کو حاضر ناظر بشارت دینے والا ڈرانیوالا
نَذِيْرًا وَحِرْزًا لِّلْاُمِّيِّيْنَ ـ اَنْتَ عَبْدِيْ وَرَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ
بنا کر بھیجا ہے۔ اور امیوں کی پناہ بنا کر۔ تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے تمھارا نام متوکل
لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا صَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ
رکھا ہے نہ تو تم بد خلق ہو اور نہ سنگدل اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ

مسند امام احمد میں یہ زائد ہے۔ کہ اس کے بعد میں نے کعب احبار سے ملاقات کرکے پوچھا تو انھوں نے بعینہٖ یہی بیان کیا۔ کہیں اختلاف نہیں کیا۔ البتہ کعب نے اپنی زبان میں، اعینا عموی اذانا صموی قلوبا غلوفی۔ کہا۔
یہ صحیح ہے کہ توراۃ و انجیل وغیرہ اگلی کتب سماویہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف اس وضاحت اور تفصیل سے مذکور ہیں۔ کہ ان کی روشنی میں اہل کتاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا کسی شک وشبہہ کے یقینی طور پر پہچانتے تھے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔
يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ (بقرہ۔ ۱۴۶) اہل کتاب انھیں ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں
اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا [1]
لقد عرفته حین رایته کما اعرف ابنی ومعرفتی بمحمد اشد میں نے انھیں دیکھتے ہی پہچان لیا جیسے اپنی اولاد پہچانتا ہوں بلکہ اس سے زیادہ۔
اَجَل : یہ حرف ایجاب ہے۔ نَعَمْ کے مثل ہے۔ یہ مخبر کی تصدیق اور مستخبر کے اعلام اور طالب سے وعدے کے لئے آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہاں چار تاکیدیں جمع فرمادی ہیں۔ اول قسم۔ دوم جملہ اسمیہ سوم اِنَّ، چہارم لام کی تاکید۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورہ احزاب کی آیت (۴۵) تلاوت فرمائی ہے۔ جسمیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پانچ اوصاف مذکور ہیں۔ نبی۔ رسول۔ شاہد مبشر، نذیر نبی کے لغوی معنی غیب کی خبر دینے والے کے ہیں۔ یہاں تک کہ عربی کی بہت مشہور ومعروف جدید لغت کی کتاب المنجد میں لکھا ہے۔
نبی کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیب کی خبر دیتا ہے۔ غیب کی خبر دینا نبی کے خواص لازمہ میں سے ہے۔ جیسا کہ پہلی جلد میں

[1] جلالین ص ۲۱ بحوالہ بخاری۔

السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْ وَیَغْفِرُ وَلَنْ یَّقْبِضَہُ اللّٰہُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِہِ الْمِلَّۃَ

برائی سے نہیں دیتے ہاں معاف اور درگزر کر دیتے ہو اور اس وقت تک ان کو نہیں اٹھائیگا

الْعَوْجَاءَ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَتُفْتَحُ بِھَا اَعْیُنٌ عُمْیٌ

جب تک کہ ٹیڑھے مذہب کو سیدھا نہ کرلیں۔ کہ لوگ لاالٰہ الااللہ کہنے لگیں اور اس سے اندھی آنکھیں،

وَآذَانٌ صُمٌّ وَّقُلُوْبٌ غُلْفٌ عہ

بہرے کان اور پردے پڑے ہوئے دلوں کو کھول نہ لے۔

حضرت امام غزالی کا ارشاد گزرا۔ اسی لئے مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ نے اس کا یہ ترجمہ فرمایا۔ اے غیب کی خبر دینے والے۔ ارسلنا کے معنی ہیں کسی کو پیغام پہنچانے کے لئے کہیں بھیجنا۔ یہاں بمعنی شرعی رسول بنانا مراد ہے۔ شاہد کے اصل معنی حاضر کے ہیں۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں ہے

فلیبلغ الشاھد الغائب حاضر غائب کو پہنچادے۔

اسی لئے کنز الایمان میں اس کا ترجمہ حاضر ناظر فرمایا ہے۔ شاہد کے معنی گواہ کے بھی ہیں۔ اور یہاں یہ بھی مراد ہو سکتا ہے اس لئے کہ قیامت کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے گواہ ہوں گے۔ مبشر کے معنی بشارت دینے والا۔ یعنی مومنین کو جنت کی، اللہ کی لقاء، اللہ کی رضا کی بشارت دینے والے۔ نذیر۔ کے معنی جو نافرمانی کریں انھیں اللہ کے غضب اور جہنم سے ڈرانے والے ہیں۔

حرزا للامیین : حرز کے معنی پناہ گاہ کے ہیں۔ عمدۃ القاری، فتح الباری میں ہے واللفظ للاول۔ الحرز فی الاصل الموضع الحصین۔ اصل میں حرز کے معنی محفوظ جگہ کے ہیں۔ اسی لئے قسطلانی میں اس کی تفسیر حصنا کی ہے۔ اور میں نے پناہ ترجمہ کیا ہے۔ لیکن دونوں شرحوں میں۔ تفسیر کی ہے حافظا۔ اور ظاہر ہے کہ دونوں باتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔

المتوکل : یعنی ہر معاملے میں اللہ عزوجل پر اعتماد فرمانے والے خواہ روزی ہو یا اور کوئی نعمت کوئی مصیبت تکلیف ہو۔ ہر معاملے میں اللہ پر بھروسہ کرنے والے۔ فظ۔ کے معنی بدخو غلیظ کے معنی سخت بات کہنے والا۔ حدیث میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ انت افظ واغلظ من رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حدیث میں افظ اور اغلظ، تفضیل کے معنی میں نہیں۔ بلکہ یہاں افعل صفت مشبہ ہے۔ جیسے احمر اسود اعرج۔ اصم وغیرہ۔ اس لئے کہ بدخلقی، سخت کلامی عیب ہے اور اسم تفضیل لون وعیب سے نہیں آتا ہے اس لئے معنی یہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش خلق، شیریں کلام تھے۔ اور تم بدخلق اور سخت کلام ہو۔

ولاسخاب : سین اور صاد دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے معنی شور مچانے والے کے ہیں۔ یہ وصف نہیں کہ

عہ ثانی تفسیر سورۃ الفتح ص ۷۱۷ مسند امام احمد ص ۱۷۴ -

بازار نہیں جاتے۔ اس لئے کہ بازار میں بضرورت رہنا معیوب نہیں بلکہ بقائے حیات کے لئے ضروری ہے۔ معیوب یہ ہے کہ بازار جاکر وہاں بلاضرورت شور مچایا جائے۔ سودے کی تعریف اور جھوٹی قسموں سے آسمان سر پر اٹھا لیا جائے۔ بازار جاکر وقار و اطمینان کے ساتھ رہا جائے تو یہ عیب نہیں۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف کریم یہ بیان فرمایا کہ بازاروں میں شور مچانے والے نہیں۔

یقیم به الملة العوجاء ۔ ملت سے ملت عرب مراد ہے کہ انھوں نے ملت ابراہیمی میں کفر و شرک اور اوہام وخرافات کی آمیزش کر کے اسے بگاڑ دیا ہے۔ اس کو سیدھا کرنے سے مراد کفر و شرک، اوہام وخرافات کی آمیزش سے پاک و صاف کرنا ہے۔ اعینٌ عمیٌ اس روایت پر عمی، عمیا کی جمع ہے۔ یعنی اندھی آنکھ، دوسری روایت میں اعینُ عمیٍ۔ اضافت کے ساتھ ہے۔ اس روایت کی بنا پر یہ اعمی کی جمع ہے اور یہی تفصیل اذانا صمّا میں بھی ہے۔ صفت اور اضافت دونوں کے ساتھ روایت ہے۔ پہلی تقدیر پر صماء کی جمع اور دوسری تقدیر پر اصم کی جمع ہے ۔ قلوبا غلفا میں صفت مانیں یا اضافت، غلف، اغلف کی جمع ہے اسمیں وصف ہونا زیادہ واضح ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ حق دیکھنے سننے قبول کرنے سے محروم تھے۔ ان کو حق پرست بنا دے گا۔ حرز اللامیین ۔ سے لے کر قلوبا غلفا تک پندرہ اوصاف ہوئے۔ ان میں کچھ قرآن کریم میں بھی ہیں اور بقیہ توریت شریف میں ہے۔

وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ

امام بخاری کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام عطا نے دو صحابی سے اخذ کیا ہے۔ ایک عبد اللہ بن عمرو سے۔ دوسرے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔ چنانچہ ترمذی اور طبرانی، دارمی وغیرہ نے عبد اللہ بن سلام ہی سے روایت کیا ہے۔

غلف کل شیئ فی غلاف وسیف اغلف وقوس غلفا ورجل اغلف اذا لم یکن مختونا۔ قاله ابوعبد الله۔

جو چیز کسی غلاف میں ہو اس کو غلف کہتے ہیں۔ سیف اغلف میان میں رکھی ہوئی تلوار اور قوس غلفا کسی غلاف میں رکھی ہوئی کمان۔ رجل اغلف وہ شخص جس کا ختنہ نہ کیا گیا ہو۔ اسے ابو عبد اللہ (بخاری) نے کہا۔ قلوب غلف وہ دل جن پر پردہ پڑا ہوا ہو۔ جو نہ حق قبول کرے نہ یاد رکھے۔

بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَائِعِ وَالْمُعْطِي ص ۲۸۵ ناپنا بائع اور دینے والے پر ہے۔

وَقَوْلِ اللهِ تَعَالَى وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۔ (مطففین ـ ۳)

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور جب لوگوں کو ناپ یا تول کر دیں تو کم کر دیں۔

يَعْنِي كَالُوا لَهُمْ أَوْ وَزَنُوا لَهُمْ كَقَوْلِهِمْ يَسْمَعُونَكُمْ يَسْمَعُونَ لَكُمْ ۔

امام بخاری اپنے اس قول سے یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ۔ کالوا۔ اور وزنوا۔ دونوں طرح مستعمل ہے۔

۳۹۳ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِکْتَالُوْا حَتّٰی یَسْتَوْفُوْا۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ناپ کرلو تاکہ پورا لو۔

۳۹۴ وَیُذْکَرُ عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِذَا بِعْتَ فَکِلْ وَاِذَا ابْتَعْتَ فَاکْتَلْ۔

ت ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جب خرید تو ناپ کرلے اور جب بیچ تو ناپ کردے۔

لام کے صلے کے ساتھ بھی اور بغیر صلے کے بھی۔ جیسے یَسْمَعُ۔ ہے۔ کہ یہ بھی دونوں طرح مستعمل ہے۔

توضیح باب مبیع کا تولنا یا ناپنا بائع کے ذمے ہے۔ کیونکہ بیع کے بعد اس پر واجب ہے کہ وہ مبیع کو غیر مبیع سے تمیز کر کے مشتری کے سپرد کردے۔ اور یہ ناپ اور تول ہی کے بعد ہوگی۔ اس پر اللہ عزوجل کا ارشاد بھی دلیل ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے کالوھم اووزنوھم۔ فرمایا۔ کیل اور وزن بائع کا فعل بتایا تو معلوم ہوا کہ ناپنا اور تولنا بائع کے ذمے ہے۔ عیسیٰ بن عمر۔ کالو اور وزنوا پر وقف کرتے۔ اور ھم کو یخسرون سے ملاکر پڑھتے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ دونوں جگہ ھم ضمیر منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ ھمام، قتادہ اور محمد بن ثور نے معمر سے روایت کی کہ یہ آیت مکی ہے اور سدی نے کہا کہ مدنی ہے۔ کلبی نے کہا کہ مکے سے مدینے جاتے ہوئے راستے میں نازل ہوئی۔ ابوالعباس نے مقامات التنزیل میں کہا۔ کہ سورہ کا اول مدنی ہے اور آخر مکی ہے۔ سدی نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے وہاں ایک شخص ابوجہینہ تھا جس کے پاس دو صاع تھے۔ ایک لینے کیلئے اور ایک دینے کے لئے۔ تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

تشریح ۳۹۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے طارق بن عبداللہ محاسبی کی حدیث میں سند صحیح متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اپنے لینے کے لئے ناپنے کو اکتیال کہتے ہیں۔ اور کیل اس سے عام ہے خواہ اپنے لئے ہو یا دوسرے کے لئے۔

تشریحات ۳۹۴ اس تعلیق کو دار قطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کچھ بیچو تو ناپ کر پورا دو۔ اور جب خریدو تو ناپ کر پورا لو۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ اس کا یہ معنی بھی درست ہے۔ مگر دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ جب بیچو تو خود تولو۔ اس سے باب کو مطابقت ہے۔ کہ مبیع کا تولنا بائع کے ذمے ہے۔ اس لئے کہ ایک دوسری حدیث میں جسے امام لیث نے روایت کیا یہ ہے حضرت عثمان یہ کہتے ہیں۔ کہ میں بازار قینقاع سے کھجوریں خرید کر مدینہ لاتا اور لوگوں کے آگے ڈال دیتا اور بتا دیتا کہ یہ اتنی ہے۔ یعنی اتنے صاع یا وسق ہے۔ جتنے نفع پر راضی ہوتا لوگ خرید لیتے۔ اس کی خبر جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو فرمایا۔ جب بیچو تو ناپو۔

147

۱۲۴۸ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ تُوُفِّیَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَیْہِ دَیْنٌ فَاسْتَعَنْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی غُرَمَائِہٖ اَنْ یَّضَعُوْا مِنْ دَیْنِہٖ فَطَلَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَیْھِمْ فَلَمْ یَفْعَلُوْا فَقَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْھَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَکَ اَصْنَافًا اَلْعَجْوَۃَ عَلٰی حِدَۃٍ وَعَذْقَ زَیْدٍ عَلٰی حِدَۃٍ ثُمَّ اَرْسِلْ اِلَیَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَرْسَلْتُ اِلَی

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا (میرے والد) عبداللہ بن عمرو بن حرام کی وفات ہو گئی۔ اور ان پر قرض تھا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے قرض خواہوں کے بارے میں مدد طلب کی کہ وہ ان کے قرض کو کچھ معاف کر دیں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے کہا مگر انھوں نے کم نہیں کیا۔ اب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا جاؤ اور اپنی کھجوروں کو الگ الگ کرو۔ عجوہ کو الگ اور عذق زید کو الگ پھر میرے پاس خبر بھیجنا میں نے ایسا ہی کیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس کا سیاق اس پر واضح دلیل ہے کہ کم زیادہ لینا مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہی ہے کہ تم جب بائع ہو تو مبیع کا ناپ تمھارے ذمے ہے۔

۱۲۴۸ **تشریحات** یہ حدیث بخاری میں مختلف الفاظ اور اختصار و تفصیل کے ساتھ سات جگہ مذکور ہے۔ ان سب کو اکٹھا کرنے پر پوری تفصیل یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میرے باپ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ چھ بیٹیاں اور قرض چھوڑ گئے۔ اور سوائے کھجوروں کے باغ کے اور کچھ مال نہیں چھوڑا۔ قرض اتنا تھا کہ کھجوروں کی سالہا سال کی پیداوار بھی کافی نہ ہوتی۔ جب کھجور کاٹنے کا وقت آیا۔ تو میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ قرض خواہوں سے سفارش کر دیں۔ حضور نے سفارش کی مگر وہ چونکہ یہودی تھے اس لئے کچھ بھی کم کرنے پر راضی نہ ہوئے تو فرمایا، اچھا ان سے کہدو کہ کل صبح کو آئیں اور مجھے حکم دیا کہ کھجور کی مختلف قسموں کو الگ الگ ڈھیر لگاؤ۔ عجوہ کا علیحدہ۔ عذق زید کا علیحدہ، لینہ کا علیحدہ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر حسب الحکم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دوسرے دن صبح کو اطلاع بھیجی۔ حضور تشریف لائے۔ میں نے سوچا تھا کہ حضور کو دیکھکر قرضخواہ کچھ نرمی برتیں گے مگر حضور کو دیکھکر اور غرانے لگے۔ حضور نے کچھ دعا کی پھر سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار چکر لگایا اور مجھے حکم دیا اسمیں سے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلیٰ اَعْلَاہُ اَوْفِی وَسْطِہٖ
کے پاس خبر بھیجی تو تشریف لائے اور اس کے اوپر یا اس کے بیچ میں بیٹھے پھر فرمایا

ثُمَّ قَالَ کِلْ لِلْقَوْمِ فَکِلْتُھُمْ حَتّٰی اَوْفَیْتُھُمُ الَّذِیْ لَھُمْ وَبَقِیَ تَمْرِیْ
ناپ کر ان لوگوں کو دو میں نے انھیں ناپ کر دیا۔ یہاں تک کہ میں نے جتنا انکا مطالبہ تھا

کَاَنَّہٗ لَمْ یَنْقُصْ مِنْہُ شَیْءٌ عـ۵ وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِیِّ ثَنِیْ جَابِرٌ
پورا دیدیا اور میری کھجور میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ بھی کم نہیں ہوئی ایک روایت میں

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَازَالَ یَکِیْلُ لَھُمْ حَتّٰی اَدّٰی
یہ ہے ۔ وہ ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ پورا پورا ادا کر دیا ایک روایت

وَقَالَ ھِشَامٌ عَنْ وَھْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
میں یہ ہے قرضخواہ کے لئے

ناپ ناپ کر قرض خواہوں کو دو۔ میں نے دینا شروع کیا۔ سب قرضخواہوں کا پورا پورا مطالبہ دیدیا۔ میں تو اسپر راضی تھا کہ قرض ادا ہو جائے چاہے اپنی بہنوں کے لئے ایک کھجور نہ بچے۔ مگر ہوا یہ کہ بقیہ ڈھیر تو بچ ہی گئے تھے جس ڈھیر سے میں نے قرض ادا کیا تھا اس سے بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔ اخیر میں فرمایا۔ ابن خطاب کو بتادو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ حضرت عمر بھی حضور کے ساتھ گئے تھے۔ حضرت جابر تو وہاں قرضخواہوں کو کھجور ناپتے رہے۔ اور یہ لوگ چلے آئے۔ حضرت جابر عصر کے وقت سب قرض ادا کر کے واپس ہوئے۔

مطابقت : باب کا دوسرا جزیہ تھا۔ کیل معطی پر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرض خواہوں کو دے رہے تھے۔ ان سے فرمایا۔ کِلْھُم۔ انہیں ناپ کر دے۔

عذق زید : کتاب الاستقراض میں عذق ابن زید ہے۔ اور لین کا اضافہ ہے۔ یہاں مطبع احمدی میرٹھ نور محمد اور رشیدیہ کے نسخوں میں۔ نیز قسطلانی عمدۃ القاری کے ساتھ جو متن چھپا ہے نیز التجرید الصریح میں عذق زید ہی ہے مگر فتح الباری کے ساتھ جو متن ہے اس میں عذق ابن زید ہے۔ کتاب الاستقراض میں علامہ عینی اور قسطلانی دونوں نے تحریر کیا ہے کہ توضیح میں دمیاطی کے خط سے، عذق زید۔ ہے۔ یعنی کتاب الاستقراض

عـ۵ الاستقراض باب الشفاعۃ فی وضع الدین ص ۳۲۴ باب اذا قضی دون حقہ اوحللہ فھو جائز ص ۳۲۲ باب اذا قاص اوجازفہ فی الدین ص ۳۲۲ باب من اخر الغریم الی الغد ص ۳۲۳ قضاء الوصی دیون المیت بغیر محضر من الورثۃ ص ۳۹۰ علامات النبوت ص ۵۰۵ ثانی المغازی باب اذ ھمت طائفتان ص ۵۸۰ ۔ نسائی الوصایا۔

جُذَّ لَهٗ فَاَوْفِ لَهٗ۔

کھجور کاٹ اور پورا دے۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ ص۲۸۶ — ناپنے کا مستحب ہونا

حدیث ۱۲۴۹ عَنْ جَابِرِ بْنِ مَعْدَانَ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْ كَرِبَ رَضِيَ

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كِيْلُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ۔

اپنے غلے کو ناپ لو، برکت دی جائے گی۔

میں بھی عذق زیدی ہے۔ کھجوروں کی بہت قسمیں ہیں۔ ابو محمد جوینی نے۔ الفروق میں لکھا ہے کہ ایک بار مدینہ طیبہ کے امیر کے یہاں کالی کھجوروں کے اقسام کو اکٹھا کیا گیا تو ساٹھ تک پہنچ گئیں۔ اور سرخ کھجوروں کے اقسام اس سے زائد ہیں۔ مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں سب سے عمدہ، عجوہ ہے۔ اس کے فضائل بھی احادیث میں وارد ہیں جو کتاب الطب میں مذکور ہیں۔

تشریحات ۱۲۴۹ یعنی غلہ جب رکھو تو ناپ کر رکھو اور جب خرچ کرنے کے لئے نکالو تو ناپ کر نکالو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔ اس میں راز یہ ہے کہ ناپ کر رکھے گا تو اسے معلوم رہے گا کہ یہ اتنی مدت تک کے لئے کافی ہوگا۔ اسی حساب سے ناپ ناپ کر نکالے گا تو کم نہ ہوگا پورا ہو جائے گا، اندازے سے نکالنے میں زیادہ نکل سکتا ہے۔ اس صورت میں کمی پڑ سکتی ہے۔ نیز ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہمارے گھر کا یہ صرفہ ہے۔ ناپ کر نکالے گا۔ تو کچھ نا فاضل نہ ہوگا۔ اور اس میں برکت محسوس ہوگی۔ ان عقلی توجیہوں سے ہٹ کر ایمان کی بات یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ اس میں برکت ہے، تو اس میں ضرور برکت ہوگی۔ بلکہ تجربہ شاہد ہے کہ برکت ہوتی ہے۔

بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُدِّهٖ ص۲۸۶

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صاع اور مد کی برکت

۱۲۵۰ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِیْمِ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اِبْرٰہِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَدَعَا لَھَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ وَدَعَوْتُ لَھَا فِیْ مُدِّھَا وَصَاعِھَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاھِیْمُ لِمَکَّۃَ۔ عہ

حدیث حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا بیشک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا کی اور میں نے مدینے کو حرم بنایا جیسے ابراہیم نے مکہ کو بنایا تھا اور میں نے مدینے کے لئے اس کے مُد اور صاع میں برکت کی دعا کی جیسے ابراہیم نے مکے کے لئے کی تھی۔

۱۲۵۱ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْ مِکْیَالِھِمْ وَبَارِکْ لَھُمْ فِیْ صَاعِھِمْ وَمُدِّھِمْ یَعْنِیْ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ عہ

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان کے پیمانے میں برکت دے ان کے صاع میں برکت دے ان کے مُد میں برکت دے یعنی مدینے والوں کے۔

تشریحات ۱۲۵۰، ۱۲۵۱ مدینے کے حرم ہونے کی بحث چوتھی جلد صفحہ ۸۵ پر گزر چکی ہے اور صاع اور مُد کی تحقیق جلد ثانی ص ۷۷-۷۶ پر گزر چکی ہے۔

باب ما یذکر فی بیع الطعام والحکرۃ ص ۲۸۶ غلہ بیچنے اور روکنے کے بیان میں

حکرہ کے معنی ہیں۔ سامان روکنا۔ ذخیرہ اندوزی۔ تاکہ جب بازار میں کمی ہو جائے اور مہنگا ہو جائے۔ تب بیچے۔

عہ مناسک ۔ عہ ثانی باب صاع المدینۃ ص ۹۹۳ الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰ مسلم نسائی المناسک۔

۱۲۵۲ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

الطَّعَامَ مُجَازَفَةً يُضْرَبُوْنَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

علیہ وسلم کے زمانے میں ان لوگوں کو مار کھاتے دیکھا ہے جو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ حَتّٰى يُؤْوُوْهُ اِلٰى رِحَالِهِمْ عہ

اندازے سے غلہ خریدتے اپنے ٹھکانے لانے سے پہلے بیچ دیتے۔

۱۲۵۳ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث امام طاؤس نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اسی سے احتکار آتا ہے۔ یہ اس وقت ممنوع ہے خصوصا غلے وغیرہ خوراک کی اشیا میں جب یہ بازار میں نہ ملتا ہو۔

تشریحات ۱۲۵۲ کسی بھی چیز کی، ناپے تولے بغیر، اندازے سے بیع جائز ہے جبکہ مبیع اور ثمن دو مختلف جنس ہوں۔ البتہ جب تک مشتری اس پر قبضہ نہ کرلے۔ اسے بیچنا جائز نہیں۔ یہ تشدد غالبا اس وجہ سے تھا کہ یہ لوگ قبضہ کئے بغیر بیچ دیتے تھے۔ اور بظاہر قبضہ غیر ضروری بھی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس میں کبھی نزاع بھی ہوسکتی ہے۔ مثلاً بائع متعدد ڈھیر لگائے ہوئے ہے۔ اس میں سے ایک بیچا اور اشارے سے بتایا کہ یہ ڈھیر۔ پھر مشتری نے اسے بیچ دیا۔ اور دوسرا مشتری اٹھانے لگا۔ تو اس کا امکان ہے کہ اختلاف ہوجائے کہ کون سا ڈھیر ہے اور یہ اختلاف بھول چوک سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور بددیانتی کی وجہ سے بھی۔ اس لئے مشتری اول کو پابند کردیا گیا کہ مبیع پر قبضہ کئے بغیر نہ بیچے۔

حتی یووؤہ : اس سے مراد قبضہ ہے۔ جہاں خریدا ہے وہیں بیچنے میں اس کا خطرہ ہے کہ سستی اور آسانی کیلئے بے قبضہ کئے، بیچ دے۔ اس لئے یہ حکم دیا گیا کہ اپنے گھر اپنی دوکان پر لاکر بیچے۔ وہ ابتدائی دور تھا اس لئے اتنی شدت برتی گئی۔

تشریحات ۱۲۵۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی سے دس روپے کا ادھار غلہ خریدا۔ کہ مثلا ایک ہفتے بعد دینا۔ اس نے قبضہ کرنے سے پہلے اسی کے ہاتھ یا کسی اور کے ہاتھ مثلا بیس روپے میں بیچ دیا۔ تو یہ حقیقت میں دس درہم کی بیع بیس درہم کے عوض ہوئی اس لئے کہ غلہ تو ابھی غائب ہے۔ اور یہ سود ہوا۔

عہ ایضا باب من رای اذا اشتری طعاما جزافا ص۲۸۶ ثانی المحاربین باب کم التعزیر والادب ص۱۰۱۳
مسلم ابو داؤد، نسائی۔ البیوع۔

عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى اَنْ يَّبِيْعَ

سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی قبضہ

الرَّجُلُ طَعَامًا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ

کرنے سے پہلے اپنا غلہ بیچے میں نے ابن عباس سے پوچھا یہ کیسے تو فرمایا کہ یہ

قَالَ ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ

دراہم کو دراہم کے عوض بیچنا ہوا۔ غلہ تو بعد میں ہے ابو عبد اللہ

مُرْجَوْنَ مُؤَخَّرُوْنَ ع

(امام بخاری) نے کہا مرجون، موخرون کے معنی میں ہے۔

۱۲۵۴ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ

حدیث حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار کہا

قال ابو عبد اللہ : اس حدیث میں مُرجأ۔ کا لفظ آیا تھا۔ اسی کے جمع کا صیغہ مُرجَون، قرآن کریم میں ہے :-

وَآخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبُهُمْ۔ (توبہ - ۱۰۶)

اور کچھ لوگوں کا معاملہ اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔ (ابھی فیصلہ نہیں ہوا یا نہیں کیا گیا) یا تو انکی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے۔

یہ آیت غزوہ تبوک میں بلا عذر شریک نہ ہونے والوں میں ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جنھوں نے معذرت اور توبہ میں تاخیر کی تھی۔ حسب عادت امام بخاری نے اس کی لفظی تفسیر فرمادی کہ یہ، مؤخرون کے معنی میں ہے۔ یعنی ان لوگوں کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا ہے۔ بعد میں ہوگا۔ مُرجا کا مادہ رِجاءٌ ہے یہ ناقص واوی بھی ہے اور مہموز لام بھی۔ اس کے معنی موخر کرنے کے ہیں۔ رجا کے معنی امید اسی وجہ سے ہے کہ وہ موخر ہوتی ہے۔ مرجأ۔ باب افعال سے مہموز لام کا اسم مفعول ہے۔ مرجون، ناقص واوی اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

۱۲۵۴ تشریحات یہ حدیث باب بیع الشعیر بالشعیر میں یوں ہے۔ مالک بن اوس نے کہا۔ انھوں نے سو دینار کے بدلے درہم تلاش کرنا شروع کیا تو انھیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے بلایا۔ ہم نے بھاؤ طے کر لیا۔ اور وہ سونا میرے ہاتھ سے لے کر الٹنے پلٹنے لگے۔ پھر فرمایا۔ ٹھہرو۔ یہاں تک کہ میرا خزانچی غابہ سے

ع مسلم، ابو داؤد، نسائی، البیوع -

قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ صَرْفٌ فَقَالَ طَلْحَةُ اَنَا حَتّٰى يَجِيْئَ خَازِنُنَا

کون ہے؟ جس کے پاس بھنانے کے لئے درہم یا دینار ہے۔ تو طلحہ نے کہا میں ہوں۔ یہانتک

مِنَ الْغَابَةِ قَالَ سُفْيٰنُ هُوَ الَّذِىْ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِىِّ لَيْسَ فِيْهِ

کہ ہمارا خازن غابہ سے آجائے۔ سفین نے کہا یہی ہم نے زہری سے یاد کیا ہے۔ اسمیں

زِيَادَةٌ قَالَ اَخْبَرَنِىْ مَالِكُ بْنُ اَوْسٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ سَمِعَ عُمَرَ

زیادتی نہیں زہری نے کہاکہ مجھے مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ انھوں

بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالْوَرِقِ رِبًى اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًى

نے فرمایا سونے کے عوض سونا سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو۔ اور گیہوں کے عوض گیہوں

اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًى اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ

سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو اور کھجور کے عوض کھجور سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو اور جو کے عوض

رِبًى اِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ع۵

جو سود ہے مگر یہ کہ نقد ہو۔

آجائے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن رہے تھے۔ فرمایا بخدا اس سے جدا نہ ہونا جب تک اس سے لے نہ لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونے کے بدلے سونا۔ الحدیث۔

من کان عندہ صرف : یعنی کوئی ایسا ہے۔ جو بیع صرف یعنی ثمن کے عوض ثمن بیچنے اور خریدنے کا کاروبار کرتا ہے

غابہ : غابہ کے معنی گھنے جنگل کے ہیں۔ لیکن اس سے مراد غابۃ المدینہ ہے جو عوالی مدینہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں اہل مدینہ کی آراضی تھیں۔ اسی غابہ کے جھاؤ کی لکڑی سے منبر اقدس بنا تھا۔

قال سفین : یعنی سفیان بن عیینہ نے کہاکہ اس اسناد یعنی بواسطہ عمرو بن دینار زہری سے ہمیں اتنا ہی یاد ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ یعنی بعد والا واقعہ جو حضرت عمر نے فرمایا البتہ امام زہری سے ان کے دوسرے تلامذہ مثلاً حضرت امام مالک نے پورا قصہ یاد رکھا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ مالک بن اوس نے کہا کہ انھوں نے عمر بن خطاب سے سنا۔ جیسا کہ گزرا۔

ع۵ ایضا۔ باب بیع التمر بالتمر۔ باب بیع الشعیر بالشعیر ص ۲۹۰ ۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی ابن ماجہ۔ کلھم فی البیوع۔

الذھب بالورق : دوسری روایتوں میں، ورِق کی جگہ الذھب ہے۔ اس لئے ورق سے سونا مراد لینا متعین ہے
ھاء وھاء : اسم فعل بمعنی خذ ہے۔ یہ کنایہ ہے تقابض بدلین سے۔ مطلب یہ ہوا کہ بائع ثمن پر اور مشتری مبیع پر اسی مجلس میں قبضہ کرلے۔ اسمیں دو لغت ہے۔ ھا بغیر مد کے۔ ھاءَ، ہمزہ مفتوحہ کے ساتھ۔ اور کسرہ بھی آیا ہے۔

بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَ عِنْدَ الْبَائِعِ فَبَاعَ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ ص ۲۸۷

جب کوئی سامان یا چوپایہ خریدے اور بائع کے پاس رکھدے پھر قبضہ کرنے سے پہلے اسے بیچے یا مر جائے۔

۳۹۵ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا مَا أَدْرَكَتِ الصَّفْقَةُ حَيًّا
اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو چیز ایجاب وقبول کے وقت زندہ ت
مَّجْمُوْعًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ۔
سلامت تھی اور اسی حالت پر رہ گئی وہ مشتری کی ہے۔

توضیح یعنی کسی نے کوئی چیز خریدی اور قبضہ کئے بغیر بائع کے پاس رہنے دی پھر اس کو بیچدیا۔ تو یہ دوسری بیع صحیح ہوئی یا نہیں؟ یا مشتری مرگیا تو وہ چیز کس کی ملک قرار پائے گی۔ بائع کی یا مشتری کی؟ اور اگر وہ ضائع ہوگئی تو بائع پر تاوان ہے یا نہیں۔ حضرت امام بخاری نے حسب عادت ان سوالوں کے جوابات نہیں دئیے کیونکہ اسمیں اختلاف ہے۔

ہمارے مذہب کے مطابق جواب یہ ہے۔ یہ دوسری بیع فاسد ہوئی۔ اور وہ چیز ہلاک ہوگئی تو بائع پر تاوان ہے مشتری جب مرگیا تو بائع پر واجب ہے کہ مشتری کے وارثین کو وہ چیز دے اور اگر بائع مرگیا تو اس کے وارثین پر واجب ہے کہ مشتری کو وہ چیز دیں بعض قدیم نسخوں میں۔ فباع کی جگہ۔ ضاع ہے۔ اور یہی بہتر ہے۔

تشریحات ۳۹۵ اس اثر کو امام ابو جعفر طحاوی اور دار قطنی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر ان میں مجموعًا کا لفظ نہیں۔ مجموعًا سے مراد یہ ہے کہ جس حالت پر عقد ہوا تھا اسی حالت پر قبضے کے وقت تک رہی اس میں کوئی تغیر نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ بیع ایجاب و قبول پر تام ہو جاتی ہے۔ تمامیت بیع کے لئے تفرق ابدان شرط نہیں۔ کیونکہ انھوں نے محض عقد یعنی ایجاب و قبول پر مشتری کی ملک ثابت فرمایا۔ اور یہ قول ہے جو نقل پر راجح ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر مبیع بائع کے پاس مشتری کے قبضے سے پہلے ہلاک ہوگئی تو بائع پر تاوان نہیں۔ اس طرح یہ تعلیق باب کے مناسب ہے فیہ ما فیہ۔

۱۲۵۵ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کم ایسا دن ہوتا کہ

لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَأْتِي

صبح یا شام کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابوبکر کے گھر نہ آتے ہوں جب

فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى

مدینہ جانے کا اذن مل گیا تو ہمیں اس بات نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ دوپہر کے وقت

الْمَدِينَةِ لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا

تشریف لائے ابوبکر کو خبر کی گئی تو انھوں نے کہا اس وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا مِنْ

کا تشریف لانا کسی حادثے کی وجہ سے ہوا ہے۔ جب وہ حاضر ہوئے

حَدَثٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَا عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُولَ

تو فرمایا سب کو اپنے پاس سے نکال دو۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ

اللهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ

یہ میری بیٹیاں ہی تو ہیں۔ یعنی عائشہ اور اسماء فرمایا تم جان گئے ہو گے کہ مجھے

لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ الصُّحْبَةُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الصُّحْبَةُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ

ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ انھوں نے عرض کیا میں ساتھ رہوں گا یا رسول اللہ؟

۱۲۵۵ تشریحات یہ ایک حدیث کا ابتدائی حصہ ہے۔ جو باب ہجرت میں مفصل مذکور ہے۔ یہاں باب کے مناسب یہ ہے کہ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اونٹنی خرید کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہنے دی۔ قبضہ تو بڑی چیز ہے اسے دیکھا بھی نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیع صرف ایجاب و قبول سے تام ہو جاتی ہے۔ جس سے بائع کی ملک سے خروج اور مشتری کی ملک میں دخول مرتب ہے۔ تفرق ابدان ضروری نہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے اس کو قیمت کے عوض لیا۔ لہٰذا اس وقت صحیح ہے جب وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک سے خارج ہو جائے، اور یہ اسی وقت فرمایا جب دونوں حضرات اسی مجلس میں تھے۔

عِنۡدِیۡ نَاقَتَیۡنِ اَعۡدَدۡتُّھُمَا لِلۡخُرُوۡجِ فَخُذۡ اِحۡدٰیھُمَا فَقَالَ اَخَذۡتُھَا بِالثَّمَنِ ۔

فرمایا کہ ساتھ رہوگے۔ عرض کیا میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنکو میں نے ہجرت کیلئے تیار کر لیا ہے ایک حضور لے لیں فرمایا قیمت پر میں نے لیا۔

بَابُ لَا یَبِیۡعُ عَلٰی بَیۡعِ اَخِیۡهِ وَلَا یَسُوۡمُ عَلٰی سَوۡمِ اَخِیۡهِ حَتّٰی یَاۡذَنَ لَهٗ اَوۡ یَتۡرُكَ ص ۲۸۷

اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے نہ اسکے مول پر مول کرے جب تک وہ اجازت نہ دیدے یا چھوڑ دے۔

۱۲۵۶ عَنۡ نَافِعٍ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰهِ بۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُمَا اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبِیۡعُ بَعۡضُكُمۡ عَلٰی بَیۡعِ اَخِیۡهِ عـه

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔

۱۲۵۷ عَنۡ سَعِیۡدِ بۡنِ الۡمُسَیَّبِ عَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

توضیح پہلی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری یا دونوں کو خیار حاصل تھا۔ اب کوئی بائع سے کہے کہ بیع فسخ کر دو۔ میں زیادہ قیمت دونگا یا مشتری سے کہے۔ بیع فسخ کر دو۔ میں اس سے سستے میں دونگا۔ دوسری کی صورت یہ ہے کہ کسی چیز کا دام طے ہوگیا۔ ابھی ایجاب و قبول نہ ہوا تھا کہ تیسرے نے کہا۔ میں اتنا زیادہ دونگا میرے ہاتھ بیچ دو۔ یا مشتری سے کہا میں اسے کم میں دونگا۔ مجھ سے خرید لو۔ یہ حرام و گناہ ہے۔ لیکن دام طے ہونے سے پہلے جو چاہے دام لگائے۔ اسے نیلام کہتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔

تشریحات ۱۲۵۶، ۵۷ شہری کا دیہاتی سے خریدنا اس وقت ممنوع ہے جبکہ روزمرہ کی اہم ضروریات کی شہر میں قلت ہو اور اس نیت سے خریدی جائے کہ خوب مہنگی کرکے بیچی جائے۔ ورنہ عام حالات میں ممنوع نہیں۔

لا تناجشوا: اس سے مراد یہ ہے کہ کچھ سودا بیچنے والے دلال کھڑا کر دیتے ہیں جو بڑھا بڑھا کر دام بولتا ہے۔ وہ خریدنا نہیں چاہتا صرف دام بڑھانا چاہتا ہے۔ اس میں چونکہ فریب ہے اس لئے یہ ممنوع ہے۔ یہ نیلام سے مختلف ہے۔ نیلام میں یہ ہوتا ہے کہ چند خریدنے کا ارادہ رکھنے والے اپنی صوابدید سے خریدنے کیلئے بولی بولتے ہیں۔ یہ جائز ہے اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔

ولا یخطب: منگنی پر منگنی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ جب رشتہ طے ہو جائے تو پیغام نہ دیا جائے۔

مطابقت باب باب کا پہلا جز یہ ہے۔ اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کے مطابق تو دونوں حدیثوں کا متن ہے۔ دوسرا جز یہ ہے۔ بھائی کے مول پر مول نہ کرے۔ اس کے مطابق دونوں حدیثوں میں کوئی لفظ نہیں۔ شارحین نے یہ جواب دیا کہ کتاب الشروط میں بطریق محمد بن عرعرہ عن ابی حازم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے۔ اسمیں یہ زائد ہے۔ وان یستام الرجل علی سوم اخیہ۔ اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ کرے۔

عـه ایضا باب النہی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ ثانی النکاح باب لا یخطب علی خطبۃ اخیہ ص ۷۷۲ مسلم البیوع ابو داؤد۔ البیوع۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ
نے اس سے منع فرمایا کہ شہری دیہاتی کے ہاتھ بیچے یا خریدنا مقصود نہ ہو اور بولی بولے اور
لِبَادٍ وَّلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا يَبِيْعُ الرَّجُلُ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ وَلَا يَخْطُبُ عَلٰى
کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرے۔ اور نہ اپنے بھائی کی منگنی کرے اور کوئی عورت
خِطْبَةِ اَخِيْهِ وَلَا تَسْاَلُ الْمَرْاَةُ طَلَاقَ اُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِيْ اِنَائِهَا عہ
اپنی بہن کے طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے انڈیلے۔

البتہ حتی یاذن اویترک" بخاری کی کسی روایت میں نہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ خطبہ منگنی کے بارے میں خود بخاری کتاب النکاح میں دونوں بزرگ حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے جو روایت ہے۔ اسمیں ہے۔ حضرت ابن عمر کی حدیث کے آخر میں ہے۔ حتی یترک الخاطب قبلہ او یاذن لہ الخاطب۔ اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں حتی ینکح او یترک۔ رہ گیا بیع اور سوم میں تو قیاس سے ثابت ہے۔ غالبا امام بخاری نے اسی افادے کے لئے باب کے دونوں جز کے ساتھ یہ قید لگائی ہے۔ کہ اگرچہ حدیث میں یہ حد صرف خطبہ، منگنی کے لئے مذکور ہے مگر بیع اور سوم میں بھی یہ حد ملحوظ ہے۔ ظاہر ہے کہ محض بیع یا بھاؤ طے ہو جانے کے بعد اگر دوسرے کو خریدنا ممنوع ہو جائے۔ اگرچہ طے کرنے والا انکار کر دے۔ دوسرے کو اجازت دیدے تو اسمیں نقصان عظیم ہے۔ جس کا جی چاہے کسی بھی بائع کو پھنسا سکتا ہے۔ اس لئے اگر کسی حدیث میں یہ قید مذکور نہ بھی ہوتی تو عقلا ضروری ہے۔ جبکہ مسلم[1] کی روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں صراحۃً یہ قید مذکور ہے۔ الا ان یاذن لہ۔ حضرت امام بخاری کی عادت معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب میں ایسی شرط بڑھا دیتے ہیں۔ جو ان کی مرویات میں نہیں ہوتی مگر دوسرے محدثین کی مرویات میں ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کا منشاء یہی ہو۔

عہ ایضا۔ باب لایشتری حاضر لباد بالسمسرۃ ص ۲۸۹ الشروط باب مالا یجوز من الشروط ص ۳۷۶ ثانی النکاح باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ ص ۷۷۲ مسلم النکاح۔ البیوع۔ ابوداود۔ البیوع والنکاح۔ ترمذی البیوع والنکاح۔ نسائی النکاح ابن ماجہ النکاح والتجارات۔

[1] جلد ثانی البیوع ص ۳

باب بیع المزایدۃ ص۲۸۷ نیلام کا بیان

۳۹۶ وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ النَّاسَ لَا يَرَوْنَ بَأْسًا بِبَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ۔

ت اور امام عطا نے فرمایا میں نے لوگوں کا اس پر عمل در آمد پایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے کہ اموال غنیمت اس کے ہاتھ بیچیں جو زیادہ قیمت دے۔

۱۲۵۸ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَاحْتَاجَ فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے اپنے غلام سے کہدیا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو پھر انھیں اس غلام

مزایدۃ کا مادہ زیادۃ ہے۔ اس سے یہاں مراد یہ ہے۔ کہ دو یا دو سے زیادہ اشخاص کسی چیز کو خریدنا چاہتے ہوں اور وہ لوگ اس کی قیمت ایک دوسرے سے زیادہ لگائیں جسے ہمارے عرف میں نیلام کہتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۳۹۶ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس میں مغانم کی تخصیص مذکور نہیں۔ عام ہے۔ فرمایا۔ جو زیادہ قیمت دے اس کے ہاتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ بخاری میں جو مذکور ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پر صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے میں تعامل تھا۔ اور امام ابوبکر نے جو روایت کیا ہے وہ انکا اپنا فتویٰ ہے۔ اسی میں امام مجاہد کا بھی یہی قول مذکور ہے۔

تشریحات ۱۲۵۸ وہ صاحب جن کے غلام کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فروخت کیا تھا۔ ان کی کنیت ابو مذکور ہے۔ یہ انصار کرام میں سے بنی عذرہ کے فرد تھے۔ وہ غلام جس کو انھوں نے مدبر بنایا۔ یعقوب نام کے تھے [۱]۔ ابونعیم بن عبد اللہ نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آٹھ سو [۲] یا سات سو یا نو سو درہم میں خریدا تھا [۳]۔

نعیم بن عبد اللہ : نحام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قریشی عدوی صحابی ہیں۔ یہ قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں مدینہ طیبہ ہجرت کرنا چاہا۔ تو ان کے قبیلے والوں نے ہجرت نہیں کرنے دی۔ کیونکہ یہ بہت مخیر اور شریف النفس تھے۔ اپنی قوم پر بیدریغ خرچ کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ مکے ہی میں رہیں جس دین پر چاہیں رہیں۔ فتح مکہ سے کچھ پہلے

---

۱ مسلم اول زکوۃ باب الابتداء فی النفقۃ بالنفس ص ۳۲۲ ۲ بخاری ثانی الایمان والنذور باب عتق المدبر فی الکفارۃ ص ۹۹۶۔ الاحکام باب بیع الامام علی الناس اموالھم ص ۱۰۶۵۔ الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب او باع عبدا ص ۱۰۲۶
۳ ابو داؤد ثانی باب بیع المدبر ص ۱۹۵۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ یَّشْتَرِیْہِ مِنِّیْ فَاشْتَرَاہُ نُعَیْمُ

کے فروخت کرنے کی احتیاج ہوگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے لیا اور فرمایا اسے

بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بِکَذَا وَکَذَا فَدَفَعَہٗ اِلَیْہِ ع۵

میرے ہاتھ سے کون خریدتا ہے۔ اس پر نعیم بن عبد اللہ نے اتنے اور اتنے میں خریدا تو حضور نے انھیں دیدیا۔

بَابُ النَّجْشِ وَمَنْ قَالَ لَا یَجُوْزُ ذٰلِکَ الْبَیْعُ ص۲۸۷

بولی دینے کا بیان اور جس نے کہا کہ یہ بیع جائز نہیں۔

۳۹۷ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخَدِیْعَۃُ فِی النَّارِ ت

اور نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا دھوکہ جہنم میں ہے۔

ہجرت کرکے مدینہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں گلے سے لگالیا اور انھیں بوسہ دیا۔ نحّام کے معنی بہت کھانسنے والے کے ہیں۔ ان کا یہ لقب اس لئے پڑا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنت میں داخل ہوا تو اسیں نعیم کا نحمہ یعنی کھانسی سنی۔ یہ ۱۵ھ کے تاریخی معرکے یرموک میں شہید ہوئے اور ایک قول یہ ہے کہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں رومیوں سے ہوئی تھی۔

مُدَبَّر: اس غلام کو کہتے ہیں جس کے آقا نے اس سے یہ کہدیا ہو کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ آقا کے مرنے کے بعد تہائی مال سے آزاد ہو جائیگا۔ مگر جب تک آقا زندہ ہے وہ اپنے آقا کی ملک میں رہے گا اور یہ ملک تام ہوگی۔ مگر شرف زوال پر۔ اس لئے مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں۔ ہماری دلیل دارقطنی کی یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مدبر کو نہ بیچا جائے نہ ہبہ کیا جائے۔ یہ تہائی مال سے آزاد ہے۔ اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے۔

توضیح نجش کے معنی شکار بھڑکانے کے ہیں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ کچھ عیار سودا بیچنے والے دو ایک آدمیوں کو رکھتے ہیں۔ جب کوئی گاہک دام لگاتا ہے تو وہ آجاتا ہے اور بڑھ کر بولی بولتا ہے تاکہ گاہک بھی مزید دام بڑھادے چونکہ یہ دھوکہ دہی ہے۔ اس لئے حرام ہے۔

تشریحات ۳۹۷، ۳۹۸ حضرت امام بخاری نے باب کے اثبات کے لئے پہلے حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد نقل فرمایا کہ ناجش، سود خوار خائن ہے۔ پھر فرمایا کہ نجش دھوکہ ہے باطل ہے۔

ع۵ الاستقراض۔ باب من باع مال المفلس او المعدوم ص ۳۲۳ الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف ص ۳۲۵ العتق باب بیع المدبر ص ۳۴۴ ثانی الاحکام باب بیع الامام علی الناس اموالھم ص ۱۰۶۵ الایمان والنذور باب عتق المدبر وام الولد والمکاتب فی الکفارۃ ص ۹۲۴ الاکراہ باب اذا اکرہ حتی وھب عبدا او باعہ ص ۱۰۲۷

ت المنسۃ مسند امام احمد ثالث ص ۲۰۵۔

۱۹۸ وَمَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَّيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ

ت اور جس نے وہ کام کیا جو ہمارے حکم کے خلاف ہے وہ قابل رد ہے۔

۱۲۵۹ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ عہ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بخش سے منع فرمایا۔

بَابُ بَيْعِ الْغَرَرِ وَحَبَلِ الْحَبَلَةِ صـ۲۸۷ دھوکے کی بیع اور حمل کے حمل کی بیع

۱۲۶۰ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

حلال نہیں۔ اس کے بعد دلیل میں یہ حدیث ذکر کی ۔ اسے ابن عدی نے کامل میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔
مالیس علیہ امرنا : اس کا لفظی ترجمہ تو یہ ہے۔ جس پر ہمارا امر یعنی دین نہیں۔ مگر مراد وہ نوایجاد چیزیں ہیں جو دین کے مخالف اور اسے بدلنے والی ہوں۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات[1] میں لکھا ہے۔
مراد چیز یست کہ مخالف ومغیراں باشد مراد وہ چیز ہے جو دین کے مخالف اور اس کو بدلنے والی ہو۔
یہ اسی وقت ہوگا جبکہ شریعت میں کوئی حکم وارد ہو۔ اس کے بالمقابل اس کی ضد کوئی طریقہ کوئی عقیدہ نکالا جائے۔ رہ گئیں وہ باتیں جو کسی حکم شرعی کے معارض اور مخالف نہیں۔ وہ اباحت اصلیہ پر باقی رہیں گی۔ خود حدیث میں فرمایا۔
وما سکت فھو مما عفی عنہ[2] اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے یعنی مباح ہے۔
اس تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الصلح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۱۲۶۰ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو حدیث مروی ہے۔ وہ حبل الحبلۃ تک ہے۔ اس کے آگے جو تفسیر ہے۔ امام نافع کا قول ہے۔ حبلۃ الحبلۃ ۔ کا مطلب یہ ہے۔ کسی حاملہ اونٹنی کے بارے میں یہ عقد کرے کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ پیدا ہونے کے بعد جوان ہو کر بچہ دیگی اس کو خریدا یہ بیع باطل ہے کہ معدوم کی بیع ہے۔ اور اس میں دھوکہ بھی ہے۔ کیا پتہ یہ اونٹنی حاملہ ہے۔ ہو سکتا ہے کسی مرض کی وجہ سے حاملہ جیسی لگ رہی ہو۔ حمل ہے بھی تو کیا پتہ نر ہے یا مادہ۔ اور اگر مادہ ہی ہے تو کیا پتہ جوان ہونے سے پہلے ہی مرجائے۔ جوان بھی ہو جائے تو کیا معلوم بانجھ ہو یا بانجھ نہ بھی ہو اور حاملہ ہو بھی جائے تو ہو سکتا ہے حمل خام ہی

عہ ثانی الحیل باب مایکرہ من التناجش ص ۱۰۳۰ مسلم نسائی البیوع ابن ماجہ التجارات۔
[1] اول صـ۱۲۵ [2] ترمذی اول اللباس صـ۲۰۶

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْ بَیْعِ حَبَلِ الْحَبَلَۃِ وَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا اہل جاہلیت یہ بیع کرتے تھے۔ ایک

کَانَ بَیْعًا یَّتَبَاعَہٗ اَھْلُ الْجَاھِلِیَّۃِ کَانَ الرَّجُلُ یَبْتَاعُ الْجَزُوْرَ اِلٰی

شخص اس شرط پر اونٹنی خریدتا کہ اس کی قیمت اس وقت دیگا جب اس اونٹنی کے

اَنْ تُنْتَجَ النَّاقَۃُ ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِیْ فِیْ بَطْنِھَا

پیٹ میں جو بچہ ہے وہ بچہ جنے۔

باب بیع الملامسۃ ص۲۸۷ بیع ملامست کا بیان

۱۲۶۱ اَخْبَرَنِیْ عَامِرُ بْنُ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنِ الْمُنَابَذَۃِ وَھِیَ طَرْحُ الرَّجُلِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے منابذت سے منع فرمایا ہے۔

گرجائے۔ بچہ پیدا ہو مگر مردہ۔

امام نافع کی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ مبیع کی قیمت دینے کی میعاد یہ طے ہوئی کہ اس اونٹنی کا جو بچہ پیدا ہو اور جوان ہو کر بچہ جنے اسوقت قیمت دی جائے گی۔ یہ بھی بیع بوجوہ مذکورہ فاسد ہے۔ یہ حدیث مسند امام احمد، مسلم، ترمذی، نسائی میں بطرق مختلفہ نافع ہی سے۔ اس تفسیر کے بغیر مروی ہے۔

۱۲۶۱ تشریحات کتاب اللباس میں بیع ملامست اور منابذت کی اس سے واضح تفسیر یہ ہے ملامست کا طریقہ یہ تھا کہ بائع مشتری ایک دوسرے کے کپڑے کو خواہ دن میں خواہ رات میں بغیر دیکھے بھالے بیع کی نیت سے چھو دیں تو اسے بیع تام مانتے تھے۔ ایک دوسرے کو خیار نہیں ہوتا تھا۔ منابذت کی صورت یہ تھی۔ کہ بائع مشتری اپنے اپنے کپڑے دوسرے کی طرف بغیر دیکھے بھالے پھینک دیں تو اسے بیع مکمل مانتے تھے۔ اسے ختم کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں تھا۔ ان دونوں بیع میں دھوکے کا بھی امکان ہے۔ اور جبر بھی ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔

عہ ابوداؤد۔ نسائی۔ البیوع۔

ثَوْبَہٗ بِالْبَیْعِ اِلَی الرَّجُلِ قَبْلَ اَنْ یُّقَلِّبَہٗ اَوْ یَنْظُرَ اِلَیْہِ وَنَھٰی عَنِ الْمُلَامَسَۃِ

اسکی صورت یہ تھی کہ بائع اپنا کپڑا خریدار کی طرف پھینک دیتا۔ قبل اس کے کہ وہ اسے الٹ پلٹ لے

وَالْمُلَامَسَۃُ لَمْسُ الثَّوْبِ لَا یَنْظُرُ اِلَیْہِ عہ

یا دیکھ لے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملامست سے منع فرمایا اسکی صورت یہ تھی کہ مشتری کپڑا دیکھے بغیر اسے چھوئے

بَابُ النَّھْیِ لِلْبَائِعِ اَنْ لَّا یُحَفِّلَ الْاِبِلَ وَالْبَقَرَ وَالْغَنَمَ وَکُلَّ مُحَفَّلَۃٍ ص ۲۸۸

اس باب سے ممانعت کہ بائع اونٹ اور گائے اور بکری اور کسی بھی دودھ والے جانور کا دودھ نہ دوہے تاکہ خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔

۱۲۶۲ عَنِ الْاَعْرَجِ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَھَا بَعْدُ فَاِنَّہٗ

ہوئے کہا کہ فرمایا اونٹ اور بکری کے تھنوں میں دودھ مت چھوڑو روکنے کے بعد

بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَّحْلُبَھَا اِنْ شَاءَ اَمْسَکَ وَاِنْ شَاءَ رَدَّھَا وَ

اگر اسے کسی نے خریدا تو دودھ دوہنے کے بعد دو باتوں میں جو اسے پسند آئے اس کا اسے اختیار ہے

صَاعَ تَمْرٍ عہ

چاہے تو وہ جانور رکھ لے چاہے تو اسے لوٹا دے اور ایک صاع کھجور بھی۔

توضیح جاہلیت میں دستور تھا اور اب بھی کہیں کہیں ہے۔ کہ جب جانور کو بیچنا ہوتا تو اس کا دودھ دوہنا چھوڑ دیتے۔ تاکہ جانور کا تھن چڑھ جائے اور خریدار یہ سمجھے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔ اس سے منع فرمایا گیا ایسے جانور کو مصراۃ اور محفلہ کہتے ہیں۔

امام بخاری نے مصراۃ کی تفسیر یہ کی ہے۔ جس جانور کا دودھ دوہنا چھوڑ دیا گیا ہو اور اس کا دودھ تھن میں جمع کیا گیا ہو اور کئی دن تک دوہا نہ گیا ہو۔ مصراۃ۔ تصریۃ کا اسم مفعول ہے۔ جو باب تفعیل سے آتا ہے اس کے معنی پانی روکنا ہے۔ اسی سے ہے جو بولتے ہیں۔ صَرَّیْتُ الْمَاءَ ۔ جب پانی روک لے۔

عہ باب بیع المنابذ ج ص ۲۸۸ ثانی اللباس ص ۸۶۵ مسلم ابوداود۔ نسائی کلھم فی البیوع۔
عہ فی ھذا الباب بعد حدیث۔ الخمسۃ بطرق متعددۃ۔

۳۹۹ وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَّمُجَاهِدٍ وَّالْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ وَمُوسَى بْنِ
ت ابوصالح اور مجاہد اور ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے روایت ذکر کی
يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
جاتی ہے اور یہ لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ۔
روایت کرتے ہیں کہ ایک صاع کھجور فرمایا۔

۴۰۰ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ وَهُوَ
ت اور بعضوں نے امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا
بِالْخِيَارِ ثَلٰثًا۔
ایک صاع کھانا دے اور اسے تین دن تک اختیار ہے۔

۴۰۱ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ وَّلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا
ت اور بعض لوگوں نے امام ابن سیرین سے روایت کرتے ہوئے کہا ایک صاع کھجور
وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ
اور تین دن خیار کا تذکرہ نہیں کیا اور کھجور والی روایت اکثر ہے۔

تشریحات ۳۹۹ یہ حقیقت میں چار تعلیقیں ہیں۔ اول۔ بطریق ابو صالح۔ اسے امام مسلم نے موصولاً روایت کیا ہے۔ دوم بطریق مجاہد اسے امام بزار اور طبرانی اور دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ سوم بطریق ولید بن رباح اسے امام احمد بن منیع نے روایت کیا ہے۔ چہارم بطریق موسیٰ بن یسار نے اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

تشریح :۔ (۴۰۰) اس تعلیق کو امام مسلم نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۰۱ اس تعلیق کو بھی امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمہور کا مذہب وہی ہے جو اس حدیث سے ثابت ہے۔ حضرت امام اعظم اور امام محمد اور ایک روایت حضرت امام ابو یوسف سے بھی یہی ہے۔ کہ بیع تام ہوگئی۔ مشتری کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ احناف نے حدیث کی صریح خلاف ورزی کی ہے مگر حقیقت حال کیا ہے۔ اس پر مفصل بحث مقدمہ میں گزر چکی ہے۔ جو ص۱۴۶ تا ص۱۵۱ پر پھیلی ہوئی ہے۔ ناظرین اسے ضرور ملاحظہ کریں۔ اور مزید تفصیل کی حاجت ہو تو اس موقع پر عمدۃ القاری میں علامہ بدر الدین محمود عینی نے جو فاضلانہ بحث فرمائی ہے اسے دیکھ لیں۔

۱۲۶۳ حَدَّثَنَا اَبُوْ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ مَنِ اشْتَرٰی شَاۃً مُّحَفَّلَۃً فَرَدَّھَا فَلْیَرُدَّ مَعَھَا صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ

نے فرمایا جس نے ایسی بکری خریدا جس کا دودھ روکا گیا ہو۔ اور پھر اسے لوٹائے تو

وَنَھٰی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ تُلَقَّی الْبُیُوْعُ عہ

اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی دے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دودھ کے تاجروں کی پیشوائی کرنے سے منع فرمایا۔

بَابُ اِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصَرَّاۃَ وَفِیْ حَلْبَتِھَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ ص۲۸۸

اگر چاہے تو مصراۃ جانور لوٹا دے اور اس کے دودھ کے عوض ایک صاع کھجور۔

۱۲۶۴ اَنَّ ثَابِتًا مَّوْلٰی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَیْدٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

نے فرمایا جس نے مصراۃ بھیڑ بکری خریدی پھر اس کو دوہا تو اگر اسے پسند

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اشْتَرٰی غَنَمًا مُّصَرَّاۃً فَاحْتَلَبَھَا فَاِنْ رَضِیَھَا

ہو تو رکھ لے اور اگر ناپسند ہو تو لوٹا دے اور دودھ

اَمْسَکَھَا وَاِنْ سَخِطَھَا فَفِیْ حَلْبَتِھَا صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ عہ

کے عوض ایک صاع کھجور ہے۔

باب بیع العبد الزانی ص۲۸۸ زناکار غلام کی بیع

۴۰۲ وَقَالَ شُرَیْحٌ اِنْ شَاءَ رَدَّ مِنَ الزِّنَا

ت اور قاضی شریح نے کہا اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے رد کردے۔

تشریحات ۴۰۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے حضرت ابن سیرین سے یوں روایت کیا ہے۔ کہ ایک شخص نے ایک باندی خریدی جو بدکاری کرا چکی تھی اور خریداری کے وقت مشتری اسے جانتا تھا۔۔۔

عہ باب النھی عن تلقی الرکبان ص۲۸۹ مسلم ترمذی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ عہ ابوداؤد البیوع۔

۱۲۶۵ـ حَدَّثَنِی سَعِیدُ الْمَقْبُرِیُّ عَنْ اَبِیهِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَهُ یَقُولُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زَنَتِ الْاَمَةُ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا وَلَا یُثَرِّبْ ثُمَّ اِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِّنْ شَعَرٍ عه

حدیث سعید مقبری نے اپنے والد ابو سعید کیسان مدنی سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا باندی اگر زنا کرائے اور زنا ظاہر ہوجائے تو اسے کوڑے مارو اور بہت زیادہ ملامت نہ کرو۔ اگر پھر زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو مگر بہت زیادہ ملامت نہ کرو تیسری بار اگر پھر زنا کرائے تو اسے بیچ ڈالو

۱۲۶۶ـ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اس باندی کے بارے میں جو

ـــ اس نے قاضی شریح کے یہاں معاملہ پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر چاہے تو زنا کی وجہ سے لوٹا دے۔
عقد کے وقت بائع نے مبیع کے عیب کو چھپایا یا مشتری کو بتایا نہیں۔ خریداری کے بعد مشتری کے یہاں وہ عیب موجود رہا۔ تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو اسے لوٹا دے۔ زنا بھی لونڈی میں عیب ہے۔ کیونکہ ایک شریف انسان زانیہ سے ہمبستری کرنے سے گھن کرتا ہے۔ نیز بچوں کے لئے عار کا بھی سبب ہے۔ مگر غلام میں عیب نہیں۔ کیونکہ غلام سے مقصود خدمت لینی ہوتی ہے۔ اور زنا اس میں مخل نہیں۔
نیز ہمارے یہاں مشتری کو لوٹانے کا حق اس وقت ہوگا۔ جب مشتری کے یہاں وہ عیب پایا جائے۔ لونڈی بائع کے یہاں بدکار تھی مگر مشتری کے یہاں آکر پاکباز رہی تو اسے لوٹانے کا حق نہ رہا۔ قاضی شریح کا فیصلہ اسی دوسری شق پر محمول ہے۔

تشریحات ۱۲۶۵، ۱۲۶۶ اس باب کی پہلی حدیث کی سند میں، سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان سعید مقبری کے والد ابو سعید کیسان ہیں۔ مگر مسلم میں سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہ کے مابین ابو سعید کیسان کا واسطہ نہیں۔ امام دارقطنی نے کہا۔ اس حدیث کو امام لیث کے علاوہ آٹھ

عه باب النہی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ باب بیع المدبر ص ۲۹۷ - ثانی المحاربین باب لا یثرب علی الامۃ اذا زنت ص ۱۰۱ مسلم الحدود نسائی۔

سُئِلَ عَنِ الْاَمَۃِ اِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْھَا ثُمَّ
زنا کرائے اور محصنہ نہ ہو فرمایا اگر ایسی باندی زنا کرائے تو اسے کوڑے مارو
اِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْھَا ثُمَّ اِنْ زَنَتْ فَبِیْعُوْھَا وَلَوْ بِضَفِیْرٍ ـ قَالَ ابْنُ
پھر اگر کرائے تو پھر کوڑے مارو اگر پھر کرائے تو اسے بیچ ڈالو اگرچہ
شِھَابٍ لَا اَدْرِیْ بَعْدَ الثَّالِثَۃِ اَوِ الرَّابِعَۃِ عہ
ایک رسی کے عوض

حضرات نے سعید مقبری سے روایت کیا ہے کسی میں ابو سعید کا واسطہ نہیں۔

فتبین زناھا: یعنی اس کے زنا کا ثبوت مل جائے۔ مثلاً بقدر نصاب چشم دید گواہوں نے گواہی دی۔ یا اس باندی نے خود اقرار کیا یا حمل ظاہر ہو گیا محض شکوک و شبہات اور افواہ نہ ہو تو پہلی اور دوسری بار کوڑے مارنے کا حکم ہے۔ غلام اور باندی کے لئے زنا کی حد پچاس کوڑے ہیں۔ اس لئے کہ ارشاد ہے:

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَیْنَ بِفَاحِشَۃٍ فَعَلَیْھِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ـ اگر باندیاں شادی کرلیں اور پھر بدکاری کریں تو ان پر آدھی وہ سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔

نیز نسائی میں حدیث ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باندی کو زنا کے ارتکاب پر پچاس کوڑے کا حکم دیا تھا۔

لایثرب: تثریب۔ کے معنی بھرپور ملامت کرنے نیز مطلق ملامت کرنے کے ہیں۔

وَلَمْ تُحْصَنْ: اس کا مادہ حصن ہے۔ اس کے معنی مضبوط جگہ محفوظ کرنا ہے۔ احصان کے معنی شادی کرنا اور پاکدامن ہونا ہے۔ یہاں حدیث اور آیت دونوں میں۔ شادی کرنے کے معنی میں ہے۔ اس کا اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں محصن۔ عین کے فتحے کے ساتھ آتا ہے۔ یہ ان تین نادر کلموں میں سے ہے۔ جس کا اسم فاعل عین کے فتحے ساتھ آتا ہے۔ دو یہ ہیں۔ اَسْھَبَ سے مُسْھَبٌ۔ بمعنی حریص مدہوش۔ اور اَفْلَجَ سے مُفْلَجٌ بمعنی غالب اور کامیاب۔

فقہ کی اصطلاح میں محصن ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ اسلام۔ بلوغ۔ عقل۔ حریت۔ وطی۔ وطی کا نکاح صحیح کے بعد ہونا۔ ان مذکورہ چھوچیزوں کا وطی کے وقت موجود ہونا۔ اس معنی کر باندی محصنہ نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حدیث میں۔ لَمْ تُحْصَنْ کا معنی یہ ہے کہ وہ شادی شدہ نہ ہو۔ مگر یہ قید واقعی ہے۔ اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ورنہ آیہ کریمہ مذکورہ سے تعارض لازم آئے گا۔ کیونکہ اسمیں فرمایا۔ فاذا احصن۔ پس جب وہ محصنہ ہوں اور بدکاری کا

عہ ایضا باب بیع المدبر ص ۲۹۷۔ العتق باب کراھۃ التطاول علی الرقیق ص ۳۴۷۔ ثانی المحاربین باب اذا زنت الامۃ ص ۱۰۱۱ مسلم ابو داؤد الحدود، نسائی الرجم۔ ابن ماجہ الحدود۔ لہ عمدۃ القاری حادی عشر ص ۲۷

بَابُ هَلْ يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ بِغَيْرِ أَجْرٍ وَهَلْ يُعِينُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ ص ۲۸۹

کیا شہری کسی دیہاتی کی کوئی چیز اجرت کے بغیر بیچے اور اس کی مدد کرے اور اس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

۴۰۳ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيَنْصَحْ لَهُ

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو اس کے ساتھ خیر خواہی کرے۔

۴۰۴ وَرَخَّصَ فِيهِ عَطَاءٌ

ت اس کی عطاء نے اجازت دی ہے۔

ارتکاب کریں۔ ظاہر ہے کہ پاکدامنی اور بدکاری میں تضاد ہے۔ چونکہ زیادہ وہی باندیاں زناکار ہوتی ہیں جو شادی شدہ نہیں ہوتیں۔ شادی شدہ شاید و باید۔ اسلئے باعتبار اغلب و اکثر کے وہ فرمایا۔ اور قرآن مجید میں تعمیم حکم کیلئے فاذا احصن ذکر فرمایا۔

خطیب میں ہے۔ کہ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ غیر شادی شدہ باندی کا حکم معلوم ہے اگر شادی شدہ ہو تو کیا سزا ہے تو آیۂ مذکورہ نازل ہوئی۔ آیۂ مذکورہ سے یہ افادہ ہوا کہ باندی کو سنگسار کرنے کی اجازت نہیں۔ اس لئے کہ رجم (سنگسار کرنے کی) تنصیف نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قیمتی چیز بہت معمولی قیمت پر بیچنا بلا کراہت درست ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ لو باع کاغذۃ بالالف یجوز ولا یکرہ ـــــ اگر کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے کو ہزار کے عوض بیچا تو بلا کراہت جائز ہے۔

فائدہ اس حدیث کے بنیادی راوی امام زہری ہیں۔ ان سے امام مالک سفیان بن عیینہ یحییٰ بن سعید نے جو روایت کی ہے۔ اس میں لم تحصن ـ ہے۔ بقیہ ان کے تلامذہ نے لم تحصن نہیں روایت کیا اور یہی زیادہ مناسب ہے۔

۴۰۳ تشریحات اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند میں ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ اللہ عزوجل بعض کو بعض سے روزی دیتا ہے۔ اور جب کوئی کسی سے خیر خواہی کا طالب ہو تو چاہئے کہ خیر خواہی کرے۔

۴۰۴ تشریحات یعنی امام عطاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ شہری دیہاتی کا مال فروخت کرے۔ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لیکن امام عطا کا قول امام سعید بن منصور نے اس کے خلاف نقل کیا ہے۔ علامہ عینی نے یہ تطبیق دی کہ بغیر اجرت جائز ہے اور اجرت لے کر منع ہے۔

۱۲۶۷ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَقَّوُا

نے فرمایا آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے نہ ملو اور شہری دیہاتی کی چیز نہ

الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيْعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهٗ لَا يَبِيْعُ

بیچے: طاؤس نے پوچھا اس ارشاد کا کیا مطلب کہ شہری دیہاتی کی چیز نہ بیچے

حَاضِرٌ لِّبَادٍ قَالَ لَا يَكُوْنُ لَهٗ سِمْسَارًا عہ

فرمایا اس کا دلال نہ بنے یعنی اجرت لے کر نہ بیچوائے۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ ص ۲۸۹ جس نے یہ مکروہ جانا کہ شہری دیہاتی کی چیز بیچے۔

۱۲۶۸ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ

حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کی کوئی چیز

اَنْ يَّبِيْعَ حَاضِرٌ لِّبَادٍ وَّبِهٖ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

بیچے اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے۔

تشریحات ۱۲۶۸ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ دیہاتی سے اجرت لے کر اس کا مال بیچنا منع ہے اور بطور خیر خواہی ممنوع نہیں۔

بَابُ لَا يَشْتَرِيْ حَاضِرٌ لِّبَادٍ بِالسَّمْسَرَةِ ص ۲۸۹ کوئی شہری دیہاتی کیلئے کوئی چیز دلالی پر نہ خریدے۔

توضیح باب اس باب سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ جیسے یہ ممنوع ہے کہ شہری دیہاتی کی کوئی چیز بیچے اسی طرح شہری کو دیہاتی کے لئے کوئی چیز خریدنی بھی منع ہے۔ بیع پر قیاس کرتے ہوئے بعض نسخوں میں۔ لا یبیع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی سے یہ معاملہ طے کرے کہ تم شہر میں جو چیز بھی دو گے میں بیچوں گا اور یہ اجرت لوں گا۔ یہ بھی ممنوع ہے۔

عہ ایضا باب النہی عن تلقی الرکبان ص ۲۸۹ الاجارۃ باب اجر السمسرۃ ص ۳۰۳ مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ التجارات۔

۴۰۵ وَكَرِهَهُ ابْنُ سِيرِينَ وَإِبْرَاهِيمُ لِلْبَائِعِ وَالْمُشْتَرِي۔

ت اور اسے ابن سیرین اور ابراہیم نخعی نے بائع اور مشتری دونوں کے لئے مکروہ جانا۔

۴۰۶ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ إِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ بِعْ لِي ثَوْبًا وَهِيَ تَعْنِي الشِّرَاءَ۔

ت اور ابراہیم نے کہا کہ عرب کہتے ہیں۔ بع لی ثوبا۔ اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ خرید لا۔

۱۲۶۹ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ۔

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم کو اس سے منع کیا گیا کہ کوئی شہری دیہاتی کی کوئی چیز بیچے۔

۴۰۵، ۴۰۶ تشریح ابن سیرین کی تعلیق کو امام ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ اصل میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ وہ فرماتے بھئے بیع خریدنے اور بیچنے دونوں کو جامع ہے۔ اسی تقدیر پر اسی حدیث سے دونوں کی ممانعت ثابت اور یہی حضرت ابراہیم نخعی کے ارشاد کا بھی مطلب ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ تَلَقِّي الرُّكْبَانِ وَأَنَّ بَيْعَهُ مَرْدُودٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَاصٍ آثِمٌ إِذَا كَانَ بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ لَا يَجُوزُ

آگے بڑھ کر تجارتی قافلوں سے ملنے سے ممانعت اور یہ کہ اسکی بیع مردود ہے اسلئے کہ یہ معصیت کار ہے گنہگار ہے جبکہ یہ جانتا ہو اور یہ دھوکہ ہے اور دھوکہ دینا جائز نہیں۔

۱۲۷۰ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَلَقَّوُا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ [۱]

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بعض، بعض کی بیع پر بیع نہ کرے اور سامان تجارت جبتک بازار میں نہ اتار دیا جائے آگے بڑھ کر نہ لے۔

باب منتھی التلقی ص ۲۸۹ تلقی ممنوع کی اخیر حد

۱۲۷۱ حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم لوگ آگے بڑھکر تجارتی قافلوں

---

[۱] اسکے ابد تصلا دو طریقے سے۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ البیوع۔ ابن ماجہ۔ التجارات۔

فَنَشْتَرِيْ مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سے غلہ خرید لیتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ ہم

اَنْ نَّبِيْعَهٗ حَتّٰى نَبْلُغَ بِهٖ سُوْقَ الطَّعَامِ۔

بازار میں پہنچانے سے پہلے بیچیں۔

۱۲۷۲ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ لوگ بازار کے سرے پر

عَنْهُ كَانُوْا يَتَبَايَعُوْنَ الطَّعَامَ فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ فَيَبِيْعُوْنَهٗ فِيْ مَكَانِهٖ

غلہ خرید لیتے اور وہیں بیچ دیتے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا

فَنَهَاهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّبِيْعُوْهُ فِيْ

کہ غلہ وہیں بیچیں

مَكَانِهٖ حَتّٰى يَنْقُلُوْهُ

یہاں تک کہ منتقل کر لیں

تشریحات ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ان دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ تلقی رکبان ممنوع نہیں۔ یعنی یہ ممنوع نہیں کہ بازار سے باہر یا شہر کے باہر جاکر غلہ خریدا جائے۔ ممنوع یہ ہے کہ خرید کر وہیں بازار میں لائے بغیر بیچ دیا جائے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلقی سے نہیں منع فرمایا، بازار میں لانے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ یہ اس کے پہلے گزری ہوئی حدیث کے معارض ہے۔ اس تعارض کو دور کرنے کے لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ اور مزید توضیح کے لئے فرمایا:۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ هٰذَا فِيْ اَعْلَى السُّوْقِ وَبَيَّنَهٗ حَدِيْثُ عُبَيْدِ اللهِ۔

ابو عبداللہ (بخاری) نے فرمایا۔ یہ حکم بازار کے سرے کے بارے میں ہے جیسے عبیداللہ کی حدیث نے بیان کیا۔ وہ حدیث یہ ہے

تشریحات ۱۲۷۲ عبیداللہ کی اس حدیث نے واضح کر دیا کہ بازار کے سرے پر پہنچنے سے پہلے اور آگے بڑھ کر غلہ یا کوئی سامان خریدنا منع ہے۔ اور جو تلقی رکبان منع ہے۔ اس سے یہی مراد ہے مگر جب سامان بازار کے سرے پر پہنچ جائے تو خریدنے میں حرج نہیں۔ البتہ اس کو وہیں بیچنا منع ہے منڈی میں لاکر بیچا جائے۔

بَابُ بَيْعِ الزَّبِيْبِ بِالزَّبِيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ ص ۲۹۰ منقی کے عوض منقی غلے کے عوض غلہ بیچنا۔

۱۲۶۳ حَدَّثَنِيْ مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ
تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے۔ کہ تر کھجور کو خشک کھجور اور
الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَالْمُزَابَنَةُ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الزَّبِيْبِ
منقی کو انگور کے عوض
بِالْكَرْمِ كَيْلًا عه
ناپ کر بیچنا۔

۱۲۶۴ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا
حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ وَ
تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے فرمایا مزابنہ یہ ہے کہ پھل کو
الْمُزَابَنَةُ اَنْ يَّبِيْعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ اِنْ زَادَ فَلِيْ وَاِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ عه
ناپ کر بیچے کہ اگر زیادہ ہوا تو میرا نفع ہے اور اگر کم ہوا تو میرا نقصان ہے۔

۱۲۶۳
۱۲۶۴
تشریحات مزابنہ کا مادہ زبن ہے۔ اس کے اصل معنی دفع کرنے، دھکا دینے، ٹکر مارنے کے ہیں۔ اور عرف میں اس کے معنی یہ ہیں کہ درخت پر جو پھل ہوں انھیں بیچنا۔ دستور یہ تھا کہ درخت پر جو کھجوریں ہوتیں اس کا اندازہ کر لیتے کہ اتنے وسق ہوں گی ان کو اتنے وسق اتری ہوئی خشک کھجور کے عوض بیچ دیتے۔ چونکہ یہ جنس کی جنس سے بیع ہے اور کمی زیادتی کا احتمال ہے جو سود ہے۔ اس لئے اس سے منع فرمایا۔ کھجور ہی کی تخصیص نہیں کسی بھی پھل کی اس طرح بیع جائز نہیں۔

امام بخاری نے باب میں "الطعام" کا جو اضافہ فرمایا ہے وہ اسی افادے کیلئے ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ چونکہ حدیث میں صرف تمر اور زبیب کا ذکر ہے۔ تو یہ ممانعت انھیں کے ساتھ خاص ہے۔

ان زاد فلی:۔ یہ قول بائع کا بھی ہو سکتا ہے۔ اب مراد یہ ہوگی کہ زمین پر جو پھل ہے وہ زیادہ یا کم ہو۔ اور مشتری کا بھی قول ہو سکتا ہے۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ درخت پر جو پھل ہے وہ زیادہ یا کم ہو۔

عه ایضا باب بیع المزابنة ص ۲۹۱ مسلم نسائی البیوع عه مسلم نسائی البیوع۔

بَابُ بَیۡعِ الذَّھَبِ بِالذَّھَبِ ص ۲۹۰ سونے کو سونے کے عوض بیچنا

۱۲۷۵ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الرَّحۡمٰنِ بۡنُ اَبِیۡ بَکۡرَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوۡ بَکۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡہُ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَلَا تَبِیۡعُوا الذَّھَبَ بِالذَّھَبِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالۡفِضَّۃَ بِالۡفِضَّۃِ اِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِیۡعُوا الذَّھَبَ بِالۡفِضَّۃِ وَالۡفِضَّۃَ بِالذَّھَبِ کَیۡفَ شِئۡتُمۡ

حدیث حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور سونے کو سونے کے برابر برابر ہی بیچو اور چاندی کو چاندی کے عوض برابر برابر ہی بیچو اور سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جیسے چاہو بیچو۔

ع۵۱

بَابُ بَیۡعِ الۡفِضَّۃِ بِالۡفِضَّۃِ ص ۲۹۰ چاندی کے بدلے چاندی بیچنا

۱۲۷۶ حَدَّثَنِیۡ سَالِمُ بۡنُ عَبۡدِ اللّٰہِ عَنۡ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنۡھُمَا اَنَّ اَبَا سَعِیۡدِ نِ الۡخُدۡرِیَّ حَدَّثَہٗ مِثۡلَ ذٰلِکَ حَدِیۡثًا عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَلَقِیَہٗ عَبۡدُ اللّٰہِ بۡنُ عُمَرَ فَقَالَ یَا اَبَا سَعِیۡدٍ مَّا ھٰذَا الَّذِیۡ تُحَدِّثُ عَنۡ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَبُوۡ سَعِیۡدٍ فِی الصَّرۡفِ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یَقُوۡلُ الذَّھَبُ بِالذَّھَبِ مِثۡلًا بِمِثۡلٍ وَالۡوَرِقُ بِالۡوَرِقِ

حدیث سالم بن عبداللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکرہ کی حدیث کے مثل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی تو عبداللہ بن عمر نے حضرت ابوسعید سے ملاقات کی اور پوچھا آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ کیا بیان کرتے ہیں۔ تو ابوسعید نے کہا کہ بیع صرف کے بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے سونا سونے کے بدلے برابر برابر اور چاندی چاندی

عے یضا ب بیع الذھب بالورق یدا بید ص ۲۹۱ مسلم نسائی البیوع۔

مِثْلٌ بِمِثْلٍ

کے بدلے برابر برابر

۱۲۷۷ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث نافع نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَبِیْعُوا الذَّھَبَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو مگر برابر برابر

بِالذَّھَبِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَاتُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَاتَبِیْعُوا

اور کم زیادہ نہ کرو۔ اور چاندی چاندی کے عوض نہ بیچو مگر یہ کہ برابر برابر ہو۔ اور

الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَاتُشِفُّوْا بَعْضَھَا عَلٰی بَعْضٍ وَلَا

کم زیادہ نہ کرو

تَبِیْعُوْا مِنْھَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ ع۵

اور ادھار کو نقد کے بدلے مت بیچو۔

بَابُ بَیْعِ الدِّیْنَارِ بِالدِّیْنَارِ نَسَاءً ص۲۹۱ دینار کو دینار کے عوض ادھار بیچنا۔

۱۲۷۸ اَنَّ اَبَا صَالِحِ الزَّیَّاتَ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیَّ

حدیث ابو صالح زیات نے خبر دی کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۲۷۸ مسلم[۱] میں بطریق سفیان بن عیینہ یہ تفصیل ہے۔ الدینار بالدینار و الدرہم بالدرہم مثلا بمثل من

تشریحات زاد او ازداد فقد اربی۔ دینار کے عوض دینار اور درہم کے عوض درہم برابر برابر بیچا جائے۔
جس نے زیادہ دیا یا لیا اس نے سود لیا اور دیا۔

امام حاکم نے روایت کیا کہ ابو مجلز نے کہا کہ حضرت ابن عباس ایک زمانے تک یہ کہتے تھے۔ کہ بیع صرف میں حرج نہیں یعنی سونے کو سونے اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے ملاقات کی۔ اور یہ حدیث بیان کی کہ کھجور کھجور کے گیہوں گیہوں کے جو جو کے سونا سونا کے چاندی چاندی کے عوض ہاتھوں ہاتھ اور برابر برابر بیچو اور جو زائد ہوگا سود

ع۵ مسلم ترمذی نسائی البیوع [۱] ثانی البیوع باب الربا ص ۲۷

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ الدِّیْنَارُ بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمُ بِالدِّرْھَمِ

کہتے ہیں۔ دینار دینار سے اور درہم درہم سے برابر برابر بیچا جائے (کی زیادتی سود ہے)

فَقُلْتُ لَہٗ اِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا لَا یَقُوْلُہٗ فَقَالَ اَبُوْ

تو میں نے ان سے کہا کہ حضرت ابن عباس اسے نہیں کہتے۔ اس پر حضرت ابو سعید

سَعِیْدٍ سَأَلْتُہٗ فَقُلْتُ سَمِعْتَہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

نے فرمایا میں نے ان سے پوچھا تھا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

اَوْ وَجَدْتَّہٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ فَقَالَ کُلُّ ذٰلِكَ لَا اَقُوْلُ وَاَنْتُمْ اَعْلَمُ

ہے یا کتاب اللہ میں تم نے اسے پایا ہے تو ابن عباس نے کہا یہ سب میں نہیں کہتا اور

ہوگا۔ تو ابن عباس نے کہا، میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد بہت سختی کے ساتھ اس سے منع کرتے تھے [۱]

حاصل احادیث میں صرف چھ چیزوں کے بارے میں صراحت کے ساتھ سود کی تفصیل ہے۔ سونا، چاندی، کھجور، گیہوں، جو، نمک۔ ان کے علاوہ اور چیزوں میں سود ہے یا نہیں اور ہے تو کن کن چیزوں میں ہے۔ یہ احادیث میں مذکور نہیں۔ اسی لئے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا[۲] سب سے اخیر میں آیت ربٰو نازل ہوئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور اسے خوب واضح طور پر بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے سود سے بھی بچو اور اس کے شبہے سے بھی بچو۔

مجتہدین کرام نے اپنی خداداد قوت استنباط سے ان چھ چیزوں میں کامل غور وخوض کرکے اپنی اپنی صوابدید پر سود کی بنیاد مقرر فرمائی ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ سود کی بنیاد، قدر و جنس میں اتحاد ہے۔ اگر دونوں میں اتحاد ہو تو تفاضل بھی سود اور ادھار بھی سود۔ اور اگر صرف ایک میں اتحاد ہو تو تفاضل جائز۔ ادھار اب بھی سود۔ مثلاً سونے کو چاندی کے عوض بیچا یا بالعکس تو تفاضل جائز اور ادھار حرام اور سود۔

قدر سے مراد وزن اور کیل ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ سود صرف ان چیزوں میں ہے جو کسی پیمانے سے ناپ یا تول کر بکتی ہیں۔ اور جو چیزیں ناپ یا تول کر نہیں بکتیں۔ جیسے انڈے یا کپڑے۔ ان میں سود نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سود کی علت مطعومات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں طعم یعنی مزہ اور جو چیزیں ثمن ہیں۔ ان میں ثمنیت مقرر فرمایا۔ عوضین کا ایک جنس سے ہونا۔ اس لئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں انڈے میں بھی سود ہے۔ اس لئے ان کے یہاں ایک انڈے کے عوض دو انڈے بیچنا جائز نہیں۔

---

[۱] عمدۃ القاری الحادی عشر ص ۲۹۶ [۲] مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربٰو ص ۲۴۶

بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ اَخْبَرَنِىْ اُسَامَةُ

آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

ہاں مجھے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

لَا رِبٰى اِلَّا فِى النَّسِيْئَةِ عہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود صرف ادھار میں ہے۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ سَمِعْتُ سُلَيْمٰنَ بْنَ حَرْبٍ يَقُوْلُ لَا رِبٰى اِلَّا فِى

اور ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا میں نے سلیمان بن حرب سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ سود

النَّسِيْئَةِ قَالَ هٰذَا عِنْدَنَا فِى الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ وَالْحِنْطَةِ بِالشَّعِيْرِ

صرف ادھار میں ہے انھوں نے کہا ہمارے نزدیک سونے کو چاندی کے عوض اور

مُتَفَاضِلًا لَا بَأْسَ بِهٖ يَدًا بِيَدٍ وَلَا خَيْرَ فِيْهِ نَسِيْئَةً

گیہوں کو جو کے عوض زیادتی کیساتھ بیچنے میں کوئی حرج نہیں جبکہ ہاتھوں ہاتھ ہو اور ادھار میں بھلائی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو "کیلی" یعنی ناپ کر بکنے والی بتادیا ہے وہ سود کے معاملہ میں کیلی ہی مانی جائیں گی اور اسی طرح جن چیزوں کو وزنی یعنی تول کر بکنے والی بتایا ہے وہ وزنی ہی مانی جائیں گی اگرچہ اب رواج بدل گیا ہو۔ جیسے گیہوں جو کھجور، نمک، ان کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیل بتایا ہے۔ یعنی صاع وغیرہ پیمانے سے ناپ کر بکنے والی۔ اب تول کر بکنے کا رواج ہوگیا ہے۔ مگر سود کے معاملے میں سب کیل ہی ہیں۔ سونے اور چاندی کو موزون بتایا اور یہ اب بھی موزون ہیں۔ اور سود کے معاملے میں ہمیشہ موزون ہی رہیں گے۔ اگرچہ کبھی ایسا ہو جائے کہ وزن سے نہ بکیں۔

اور جن چیزوں کے بارے میں کچھ وارد نہیں۔ ان میں عرف کا اعتبار ہوگا۔ اگر وہ ناپ کر بکتی ہوں تو وہ کیل ہیں۔ اور تول کر بکتی ہوں تو موزون۔ اور اگر عرف بدل جائے تو لین دین کے وقت جو عرف ہوگا اسکا اعتبار ہے۔ مثلاً چاول پہلے ناپ کر بکتا تھا مگر اب تول کر بکتا ہے تو اس وقت وہ موزون ہی مانا جائے گا۔

عہ مسلم نسائی البیوع ابن ماجہ التجارات۔

بَابُ بَیْعِ الْمُزَابَنَةِ ۲۹ بیع مزابنہ

وَهِيَ بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ وَبَيْعُ الْعَرَايَا

اور یہ سوکھی کھجور کو درخت پر لگی ہوئی کھجور کے عوض اور منقی کو بیل میں لگے ہوئے انگور کے عوض اور عرایا کی بیع ہے۔

۱۲۷۹ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پھل کو اس وقت تک نہ بیچو جب تک وہ انتفاع کے لائق نہ ہو جائیں اور درخت پر لگے ہوئے پھل کو خشک کھجور کے بدلے نہ بیچو۔

۱۲۸۰ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ مَوْلَى ابْنِ أَبِي أَحْمَدَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا درختوں میں جو پھل ہوں

تشریحات ۱۲۷۹ یبدو صلاحہ : صلاح کے معنی لائق ہونا۔ یہاں یہ مراد ہے کہ وہ ایسے ہو جائیں کہ ان سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں[۱] ہے۔ حتی تطعم۔ اور حضرت ابن عباس[۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ حتی یوکل منہ۔ یہاں تک کہ وہ کھانے کے لائق ہو جائے۔ اور یہ ہر پھل میں مختلف ہے۔ کھجوروں کا جب کچھ حصہ زرد یا سرخ ہو جاتا ہے تو اسے کھانے لگتے ہیں۔ ہمارے دیار میں آم ایسا پھل ہے کہ اس میں جب ترشی آجاتی ہے تو اسے استعمال کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً چٹنی میں۔ کیلا بالکل کچا ہو تو بھی ترکاری کے کام آتا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی واضح حد مقرر نہیں۔ کسی بھی طرح جب وہ استعمال کے لائق ہو جائے تو اس کا بیچنا جائز ہے۔ قابل انتفاع ہونے سے پہلے اسکی بیع ممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جب وہ قابل انتفاع نہیں تو مال نہیں۔ نیز تنازع کا اندیشہ قوی ہے۔

تشریحات ۱۲۸۰ محاقلہ کا مادہ حَقْلٌ ہے۔ عمدہ قابل کاشت زمین۔ کھیتی جب تک ہری رہے۔ خوشے کے اندر جو دانے ہوں ان کو صاف کردہ دانوں کے عوض بیچنا۔

۱۔ ثانی البیوع۔ باب من باع نخلا وعلیھا ثمر ص ۱۱ ۲۔ ثانی البیوع باب النھی عن بیع الثمار قبل بدو صلاحھا ص ۸

نَهٰی عَنِ الْمُزَابَنَةِ وَالْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةُ اِشْتِرَاءُ الثَّمْرِ بِالتَّمْرِ فِی
انھیں خشک کھجور کے عوض خریدنے کو
رُءُوْسِ النَّخْلِ۔ ع۵
مزابنہ کہتے ہیں۔

۱۲۸۱ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهٰی
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُزَابَنَةِ
محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔

۱۲۸۲ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ
حدیث حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ الْعَرِیَّةِ
علیہ وسلم نے عَرِیّہ کے مالک کو اسکی اجازت دی کہ وہ اسے
اَنْ یَّبِیْعَهَا بِخَرْصِهَا۔ ع۶
اندازے سے بیچے۔

مزابنہ اور محاقلہ کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا امکان ہے کہ ان دونوں میں سے ایک زیادہ اور ایک کم ہو۔ اور یہ جنس سے جنس کی بیع ہے جس میں کمی یا زیادتی سود ہے۔

ابن ابی احمد کا نام عبداللہ ہے۔ یہ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے احمد بن جحش کے صاحبزادے ہیں۔ اس حدیث کے راوی ابو سفیان انھیں کے غلام تھے۔

تشریحات ۱۲۸۲ یہ حدیث تعلیقاً اسی باب میں تین حدیث کے پہلے بطریق سالم۔ ان الفاظ میں مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد تر یا خشک کھجور کے عوض عریہ کے بیع کی اجازت دی۔ اس کے علاوہ اور کسی میں نہیں دی۔

ع۵ مسلم البیوع ابن ماجہ الاحکام۔

ع۶ ایضا۔ باب تفسیر العرایا ص ۲۹۲ - المساقاۃ باب الرجل یکون لہ ممر او شرب فی حائط ص ۳۲۰ مسلم - البیوع - ترمذی نسائی - الشروط - ابن ماجہ التجارات -

بَابُ بَیْعِ الثَّمَرِ عَلٰی رُؤُسِ النَّخْلِ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ ط ۲۹

درخت کے پھل کی سونے اور چاندی کے عوض بیع

۱۲۸۳ عَنْ عَطَاءٍ وَّاَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھل

نَھَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ بَیْعِ الثَّمَرِ حَتّٰی یَطِیْبَ

کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک لذیذ نہ ہو جائے اور سوائے

وَلَا یُبَاعُ شَیْئٌ مِّنْہُ اِلَّا بِالدِّیْنَارِ وَالدِّرْھَمِ اِلَّا الْعَرَایَا ع۵

عرایا کے ان میں سے کسی کو دینار و درہم کے علاوہ کسی اور چیز کے عوض نہ بیچا جائے۔

۱۲۸۴ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ الْوَھَّابِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِکًا وَّسَاَلَہٗ

حدیث عبداللہ بن عبدالوہاب نے کہا میں نے مالک سے سنا اور ان سے عبیداللہ بن ربیع

عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ الرَّبِیْعِ اَحَدَّثَکَ دَاؤُدُ عَنْ اَبِی سُفْیَانَ عَنْ اَبِی

نے پوچھا تھا کہ کیا آپ سے داؤد نے ابوسفیان سے روایت کرتے ہوئے اور وہ

۱۲۸۳ تشریحات اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل کو سونے چاندی یا کسی بھی ثمن اصطلاحی کے عوض بیچنا جائز ہے۔ اگرچہ ادھار ہو۔ اور اس جنس سے بیچنا بہر حال منع ہے۔ اس کے علاوہ اور جنس سے بیچنے میں اگر بیع نقد ہو کہ مشتری اسی مجلس میں قیمت ادا کر دے اور درخت کا پھل اتار لے تو جائز ہے۔ اور ادھار ممنوع ہے۔ بشرطیکہ وہ جس کے عوض بیچا ہو مکیل ہو ورنہ ادھار بھی جائز ہے۔

۱۲۸۴ تشریحات عبیداللہ کے باپ ربیع۔ ابوجعفر منصور عباسی شہنشاہ کے حاجب ہیں۔ انھیں کا بیٹا فضل شہنشاہ ہارون رشید کا بعد میں وزیر ہوا۔ ابوسفیان وہی ہیں جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔ یعنی ام المومنین حضرت زینب کے بھتیجے ابو احمد بن جحش کے بیٹے کے غلام۔ محدثین کی اصطلاح یہ ہے کہ شیخ تلمیذ پر قرأت کرے تو اسے حدثنا سے بیان کرتے ہیں اور اگر تلمیذ شیخ پر قرأت کرے تو اسے "اخبرنا" سے روایت کرتے ہیں۔ اس سند میں یہ ہے کہ عبداللہ بن عبدالوہاب کے سامنے عبیداللہ بن ربیع نے امام مالک کو حدیث پڑھ کر سنائی۔ اور امام مالک نے۔ ہاں۔ کہا تو اسے بھی امام بخاری نے۔ حدثنا۔ سے تعبیر فرمایا حالانکہ اسے اخبرنا سے تعبیر کرنا چاہئے تھا۔ یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ جلد اول میں گزر چکا کہ امام بخاری کے نزدیک اخبرنا حدثنا ہم معنی ہیں۔ اس مخصوص طریقے کو محدثین کی اصطلاح میں۔ عرض السامع۔ کہتے ہیں۔ حضرت

ع۵ ابوداود البیوع، ابن ماجہ التجارات۔

149

هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا

حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کی ہے؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ قَالَ نَعَمْ عہ

وسلم نے پانچ وسق یا اس سے کم میں عرایا کے بیع کی اجازت دی ہے۔ انھوں نے کہا۔ ہاں۔

۱۲۸۵ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ بُشَيْرًا قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ أَبِي

حدیث حضرت سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حَثْمَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے درخت کے پھل کا تخمینہ لگا کر خشک کھجوروں کے عوض بیچنے سے منع فرمایا ہے ہاں

نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ وَرَخَّصَ فِي الْعَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا

عریہ میں اس کی اجازت دی ہے تاکہ اس کے مالک تر کھجوریں کھائیں اور سفیان (بن عیینہ)

يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا عہ وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ

نے دوسری بار یہ کہا ہاں عریہ میں تخمینے کے ساتھ بیچنے کی اجازت دی تاکہ

امام مالک اس طریقے کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ شیخ نے حدیث بیان کی تو اس کا احتمال رہتا ہے کہ تلمیذ سے اس کے ضبط میں کچھ نقص رہ جائے۔ مگر جب تلمیذ نے خود حدیث پڑھ کر سنائی اور شیخ نے سن کر۔ اس کی تصدیق میں نعم کہا۔ تو ضبط میں کسی نقص کا احتمال نہ رہا۔

اودون خمسۃ اوسق: یہ شک داؤد بن حصین سے ہوا۔ جیسا کہ مسلم میں ہے۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ عرایا میں اس کی اجازت ہے۔ کہ درخت پر جو پھل ہوں ان کا تخمینہ لگا کر سوکھی کھجوروں کے عوض بیچے جبکہ وہ پانچ وسق یا اس سے کم ہوں۔ مثلاً یہ تخمینہ لگایا کہ درخت پر چار وسق کھجوریں ہیں۔ ان کو چار وسق سوکھی کھجوروں کے عوض بیچدیا۔ غالباً پانچ وسق کی تحدید اس وجہ سے ہے کہ اس عہد میں پانچ وسق سے زیادہ کھجوریں ایک درخت میں نہیں ہوتی تھیں۔

تشریحات ۱۲۸۵ سہل بن ابو حثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کا نام عامر بن ساعدہ ہے اور کنیت ابو یحییٰ یا ابو محمد انصاری مدنی صحابی ہیں۔ یہ صغار صحابہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہ سات آٹھ سال کے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

عہ مسلم۔ ابوداؤد ترمذی۔ نسائی۔ البیوع۔ الشروط۔ عہ المساقات باب الرجل یکون لہ ممر او شرب فی حائط ص ۳۲۱
مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی البیوع۔ نسائی البیوع۔ الشروط۔ لہ الثانی البیوع باب تحریم الرطب بالتمر الا فی العرایا ص ۹

فِی العَرِیَّۃِ یَبِیْعُھَا اَھْلُھَا بِخَرْصِھَا یَاکُلُوْنَھَا رُطَبًا وَقَالَ ھُوَسَوَاءٌ۔

اس کے مالک تر کھجوریں کھائیں اور کہا کہ دونوں کا مفہوم ایک ہے —

— قَالَ سُفْیَانُ قُلْتُ لِیَحْیٰی وَاَنَا غُلَامٌ اِنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ

سفیان نے کہا میں نے یحیٰی سے کہا اور میں اسوقت بچہ تھا کہ مکے والے کہتے ہیں کہ

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِیْ بَیْعِ الْعَرَایَا فَقَالَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرایا کے بیچنے کی اجازت دی ہے۔ اس پر یحیٰی نے کہا

وَمَا یُدْرِیْ اَھْلَ مَکَّۃَ قُلْتُ اِنَّھُمْ یَرْوُوْنَہٗ عَنْ جَابِرٍ فَسَکَتَ —

کہ اہل مکہ کو کیسے معلوم ہوا میں نے بتایا کہ وہ لوگ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں تو

قَالَ سُفْیَانُ اِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ جَابِرًا مِّنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ قِیْلَ

وہ خاموش رہے۔ سفیان نے کہا میری مراد یہ تھی کہ حضرت جابر اہل مدینہ سے ہیں۔

لِسُفْیٰنَ وَلَیْسَ فِیْہِ نَھْیٌ عَنْ بَیْعِ الثَّمَرِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُہٗ

(وہ خوب جانتے ہیں) سفیان سے پوچھا گیا کہ اس حدیث میں یہ نہیں کہ قابل انتفاع

قَالَ لَا۔

ہونے سے پہلے پھل کی بیع ممنوع ہے۔ بتایا کہ یہ نہیں ہے۔

حضرت زید بن ثابت اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کی ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں واصل بحق ہوئے۔ [1]

یاکلہا اھلہا : یاکلھا کی ضمیر منصوب متصل کا مرجع، اثمار، ہے۔ جس پر خرص، دلالت کررہا ہے کہ ان پھلوں کو وہ کھائے جو خریدنے کے بعد اس کا مالک ہے۔ یعنی خریدار۔

یاکلونھا : اس میں ضمیر منصوب متصل کا مرجع پہلے جملے کی طرح، الثمار، ہے۔ اور ضمیر مرفوع متصل کا مرجع اہل مخروص ہیں یعنی جن کے لئے تخمینہ لگایا گیا۔ یعنی مشتری۔ اس طرح دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہوا۔ ہوسواء کا مطلب یہی ہے۔

انا غلام : سفیان بن عیینہ کے اس ارشاد کا منشا یہ ہے کہ میں کم سنی ہی سے حدیث سنتا آیا ہوں۔ اور وہ بھی پوری تحقیق کے ساتھ۔ اور میں کم سنی ہی میں اپنے شیوخ سے علمی بحث کرلیتا تھا۔ یہ اپنی ذہانت و فطانت کے اظہار کیلئے فرمایا۔ بوقت ضرورت اپنے فضل و کمال بیان کرنا مذموم نہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر سے فرمایا انی حفیظ علیم (یوسف ۵۵)

[1] اصابہ ثانی ص ۸۶

باب تفسیر العرایا ص۲۹۲ عرایا کی تفسیر

۴۰۷ وَقَالَ مَالِكٌ اَلْعَرِيَّةُ اَنْ يُّعْرِيَ الرَّجُلُ الرَّجُلَ النَّخْلَةَ ثُمَّ يَتَأَذّٰى بِدُخُوْلِهٖ عَلَيْهِ فَرُخِّصَ لَهٗ اَنْ يَّشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ

ت اور امام مالک نے فرمایا عَرِیَّہ یہ ہے کہ ایک شخص کسی کو کھجور کا درخت (پھل کھانے کیلئے) دیدے پھر اسکے باغ کے اندر آنے جانے سے اذیت ہوتو اسے یہ اجازت دی گئی کہ اسکے پھل کو خشک کھجوروں کے عوض خرید لے۔

۴۰۸ وَقَالَ ابْنُ اِدْرِيْسَ لَاتَكُوْنُ اِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدًا بِيَدٍ وَّلَا تَكُوْنُ بِالْجُذَافِ۔

ت اور ابن ادریس نے فرمایا یہ اسی وقت جائز ہے کہ ثمن میں جو خشک کھجور دی جائے وہ ناپ کر دی جائے اور عقد کی مجلس ہی میں دی جائے۔ اندازے سے نہ ہو۔

توضیح گزرچکاکہ۔عرایا۔عَرِیَّۃ کی جمع ہے۔اس کا مادہ عُرِیٌ ہے۔جس کا معنی ننگا ہونا ہے۔یہاں بمعنی عطیہ ہے۔وہ کھجور کا درخت جوکسی کواس لئے دیا گیا ہو کہ اس کا پھل کھالے۔

۴۰۷، ۴۰۸ تشریحات امام مالک کے ارشاد کو علامہ ابن عبدالبر نے سند متصل کے ساتھ بطریق ابن وہب روایت کیا ہے ابن ادریس سے کون بزرگ مراد ہیں اس میں اختلاف ہے۔علامہ ابن تین نے کہا کہ اس سے مراد، عبداللہ راوی کوفی ہیں۔اکثر شارحین کی یہی رائے ہے۔علامہ مزی نے یقین کے ساتھ کہا کہ یہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔اس طرح حضرت امام شافعی کا تذکرہ صحیح بخاری میں دوجگہ ہوا۔ ایک یہاں اور ایک کتاب الزکوٰۃ ہیں۔ علامہ ابن بطال کو اس میں تردد ہے کہ یہ کون صاحب ہیں۔

وَمِمَّا يُقَوِّيْهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ بِالْاَوْسُقِ الْمُوَسَّقَةِ (اور جن باتوں سے اسے قوت ملتی ہے، حضرت سہل بن ابوحثمہ کا یہ قول بھی ہے کہ وہ کھجور وسق سے ناپی ہوئی ہو۔

یہ قول ابن ادریس کا ہے۔یا امام بخاری کا۔ دونوں کا احتمال ہے۔ علامہ ابن بطال کی رائے ہے کہ یہ امام بخاری کا قول ہے۔اور امام مزی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام شافعی کا ارشاد ہے۔

الاوسق الموسقۃ سے مراد ہے کہ درخت کے پھل کے عوض جو خشک کھجوریں دی جائیں وہ وسق یا کسی بھی پیمانے سے ناپی ہوئی ہوں۔ یہ ترکیب ایسی ہی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

اَلْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔ اور تلے اوپر چاندی سونے کے ڈھیر۔
(آل عمران — ۱۴)

۴۰۹ وَقَالَ ابْنُ اِسْحَاقَ فِیْ حَدِیْثِہٖ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ
ت اور امام ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا کَانَتِ الْعَرَایَا اَنْ یُّعْرِیَ الرَّجُلُ فِیْ مَالِہِ النَّخْلَۃَ
روایت کرتے ہوئے کہا عرایا کی صورت یہ تھی کہ کوئی اپنے مال میں سے
وَالنَّخْلَتَیْنِ۔
ایک دو کھجور کے درخت کسی کو پھل کھانے کے لئے دیدے۔

۴۱۰ وَقَالَ یَزِیْدُ عَنْ سُفْیَانَ بْنِ حُصَیْنٍ اَلْعَرَایَا نَخْلٌ کَانَتْ
ت اور سفیان بن حصین سے روایت کرتے ہوئے یزید نے کہا کہ عرایا وہ کھجور کے
تُوْھَبُ لِلْمَسَاکِیْنِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّنْتَظِرُوْا بِھَا رُخِّصَ
درخت ہیں جو مسکینوں کو (پھل کھانے کے لئے) دیدیے جاتے اور وہ مسکین پھل کے تیار

تشریحات ۴۰۹ حضرت امام بخاری نے عرایا کی تفسیر کو حضرت امام محمد بن اسحاق کی حدیث کا جز بتایا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کسی سند سے انھیں اس حدیث کے ساتھ یہ تفسیر ملی ہو۔ امام بخاری کے ساتھ جو ہمارا اعتقاد ہے۔ اس کے مطابق ہم یہی کہیں گے۔ مگر کتب حدیث کے تتبع سے یہ ظاہر ہے کہ ان کی اس حدیث کے ساتھ یہ تفسیر کہیں مذکور نہیں۔ امام ترمذی[۱] نے یہ حدیث ذکر فرمائی ہے۔ اس میں یہ تفسیر نہیں۔ امام ابو داؤد[۲] نے صرف تفسیر ذکر کی ہے۔ نہ یہ حدیث ذکر کی ہے نہ کوئی اور حدیث۔

افادہ: امام محمد بن اسحاق پر دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولینا اشرفعلی تھانوی نے اپنی تحریر میں انتہائی رکیک جرحیں کی ہیں جن کے مدلل جوابات مسند الوقت حضرت مفتی اعظم ہند مولینا شاہ ابو البرکات محی الدین مصطفیٰ رضا قدس سرہ نے وقایہ اہلسنت میں دیئے ہیں۔ جن کا بضرورت اقتباس عزیز سعید مولینا حافظ عبد الحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے اپنے رسالے (اذان خطبہ کہاں ہو؟) میں نقل کر دیئے ہیں۔ یہاں مجھے یہ بتانا ہے کہ امام ابن اسحٰق اس پائے کے امام ہیں کہ حضرت امام بخاری نے ان کے قول کو بطور سند ذکر فرمایا ہے وہ بھی احکام میں۔ اس سے ثابت کہ امام ابن اسحٰق ان کے نزدیک صرف ثقہ ہی نہیں حجت ہیں۔

تشریح ۴۱۰ اس تعلیق کو امام احمد نے اپنی مسند[۳] میں موصولا روایت کیا ہے۔ یہ یزید، یزید بن ہارون مشہور محدث ہیں۔

---

۱ اول البیوع باب فی العرایا ص ۱۵۶ ۲ ثالث البیوع باب تفسیر العرایا ص ۱۲۲ - ۳ جلد خامس ص ۱۹۲

لَهُمْ اَنْ يَّبِيْعُوْهَا بِمَا شَاءُوْا مِنَ التَّمْرِ

ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے تھے اسلئے یہ لوگ اسے جتنی سوکھی کھجوروں کے عوض چاہتے بیچ دیتے۔

بَابُ بَيْعِ الثِّمَارِ قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ صَلَاحُهَا ص ۲۹۲ — قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع

۱۱۴۱ عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِيْ حَثْمَةَ الْاَنْصَارِيِّ مِنْ بَنِيْ حَارِثَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

ت حضرت سہل بن ابوحثمہ جو بنی حارثہ کے ایک فرد تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ فِيْ عَهْدِ

عنہ سے روایت کرتے ہوئے حدیث بیان کی کہ انھوں نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُوْنَ الثِّمَارَ فَاِذَا جَدَّ

میں لوگ پھلوں کو خرید لیتے اور جب پھل کاٹے جاتے اور طرفین بدلین پر قبضہ کرنے آتے

النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيْهِمْ قَالَ الْمُبْتَاعُ اِنَّهٗ اَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ

تو خریدار کہتا کہ پھل کو دمان لگ گیا اسے بیماری لگ گئی اسے قشام لگ گیا اور

اَصَابَهٗ مُرَاضٌ اَصَابَهٗ قُشَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّوْنَ بِهَا فَقَالَ رَسُوْلُ

پھلوں کی بیماریوں کا ذکر کرتے طے شدہ قیمت سے کم دینے پر جھگڑا کرتے۔ جب حضور کی

تشریحات ۱۱۴۱ امام بخاری نے اس تعلیق کو امام لیث بن سعد سے بطریق ابو الزناد ذکر کیا ہے۔ حضرت لیث بن سعد کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی ہے۔ اور امام بخاری کی ولادت ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں ہوئی اسلئے یہ مسند نہیں معلق ہے۔ اسے امام ابوداؤد[۱] نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں امام لیث نہیں۔ دمان، قشام مخصوص بیماریاں ہیں جو کھجوروں کے پھلوں میں تیار ہونے سے پہلے لاحق ہو جاتی تھیں۔ جن کی وجہ سے پھل خراب ہو جاتے یا جھڑ جاتے یا خوب اچھی طرح بڑھ نہیں پاتے۔ مُراض، مطلقاً ہر بیماری کو کہتے ہیں جھگڑا یہ ہوتا کہ خریدار یہ کہتا کہ بیماری کی وجہ سے پھل کم آئے ہیں۔ خراب آئے ہیں۔ اسلئے مقررہ قیمت نہیں دونگا کم دونگا۔

کالمشورۃ: یہ حضرت زید بن ثابت کا اجتہاد ہے۔ ورنہ دوسری احادیث کثیرہ اس پر نص ہیں کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے قطعی ممانعت فرمادی ہے۔ جن میں سے کئی حدیثیں گزر چکی ہیں اور کچھ آگے آرہی ہیں

[۱] ثانی البیوع باب فی بیع الثمار قبل ان یبدو صلاحها ص ۱۳۲

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا کَثُرَتْ عِنْدَہُ الْخُصُوْمَۃُ فِیْ
خدمت میں یہ جھگڑے بکثرت آنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشورہ
ذَالِکَ فَاِمَّا لَا فَلَا تَبْتَاعُوْا حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُ الثَّمَرِ کَالْمَشُوْرَۃِ
دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ خرید و فروخت نہیں چھوڑ سکتے تو جب تک پھل
یُشِیْرُ بِھَا لِکَثْرَۃِ خُصُوْمَتِہِمْ ـــ وَاَخْبَرَنِیْ خَارِجَۃُ بْنُ زَیْدٍ
قابل انتفاع نہ ہو جائیں مت بیچو اور خارجہ بن زید نے خبر دی کہ
اَنَّ زَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَّمْ یَکُنْ یَبِیْعُ ثِمَارَ اَرْضِہٖ حَتّٰی تَطْلُعَ
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک ثریا طلوع نہ کرلیتی پھلوں کو نہیں
الثُّرَیَّا فَیَتَبَیَّنَ الْاَصْفَرُ مِنَ الْاَحْمَرِ۔
بیچتے اس وقت زرد، سرخ سے ممتاز ہو جاتا۔

یا ہو سکتا ہے کہ ابتداءً بطور مشورہ منع فرمایا ہو اور بعد میں قطعی ممانعت فرمادی۔

فَاِمَّا لَا : اس میں ان شرطیہ کے ساتھ ما تاکید کے لئے زائد ہے۔ یعنی اگر درختوں پر پھل کی خریداری نہیں چھوڑ سکتے۔ الخ۔

حتی تطلع الثریا : یہ ثروی کی تصغیر ہے۔ جس کے معنی مالدار عورت کے ہیں اور برج ثور کی گردن میں چھ ستاروں کے مجموعے کا نام ہے جو جھومر کی طرح اکھٹے ہیں۔ جسے فارسی میں پروین کہتے ہیں۔ اس کے طلوع ہونے سے مراد فجر کے وقت طلوع ہونا ہے عرب کا یہی عرف ہے کہ وہ ستارے کے طلوع سے فجر کے وقت طلوع مراد لیتے ہیں۔ ثریا حجاز میں، ہندی اساڑھ کے مہینے میں طلوع ہوتی ہے۔ جبکہ گرمی وہاں پورے شباب پر ہوتی ہے۔ اس وقت تک کھجوریں تیار ہو جاتی ہیں۔ اور بیماریوں کے خطرے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ مسند امام اعظم میں حضرت عطار سے مروی ہے کہ فرمایا۔ جب ثریا طلوع ہو جاتی ہے تو پھلوں سے آفت اٹھالی جاتی ہے ـــ علامہ ابن حجر نے یہ حدیث مسند امام اعظم کے حوالے سے فتح الباری میں نقل کی ہے یہ دلیل ہے کہ مسند امام اعظم ان کے نزدیک بھی حجت ہے۔

ابو داؤد[1] میں بطریق عطاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے۔ کہ فرمایا۔ جب ثریا صبح کے وقت طلوع ہوتی ہے تو ہر شہر سے آفت اٹھالی جاتی ہے۔ نیز مسند امام احمد[2] میں بھی ایک جگہ ہے۔ من کل بلد۔ کے حذف کے ساتھ ہے۔ نیز اسی میں دوسری روایت[3] میں یہ ہے ـــ جب بھی ثریا صبح کو

---

۱ عمدۃ القاری الثانی عشر ص ۴ ۲ ثانی ص ۳۴۱ ۳ ثانی ص ۳۸۸

۱۲۸۶ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ بَیْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی یَبْدُوَ صَلَاحُهَا نَهَی الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ عہ

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا بائع اور مشتری دونوں کو منع فرمایا۔

۱۲۸۷ ثنا سَعِیْدُ بْنُ مِیْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتّٰی تُشَقِّحَ قَالَ تَحْمَارُّ اَوْ تَصْفَارُّ وَیُؤْكَلُ مِنْهَا۔

حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رنگ پکڑنے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا یعنی سرخ ہونے لگے یا زرد ہونے لگے اور کھانے کے لائق ہو جائے۔

بَابُ بَیْعِ النَّخْلِ قَبْلَ اَنْ یَبْدُوَ صَلَاحُهَا ص ۲۹۲ کھجور کے درخت کے پھل کو قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا۔

۱۲۸۸ اَنَا حُمَیْدٌ ثنا اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ

حدیث: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

طلوع کرتی ہے تو اگر کوئی آفت آنے والی ہوتی ہے تو اٹھالی جاتی ہے یا اس میں تخفیف ہو جاتی ہے۔

تشریحات ۱۲۸۷ حضرت جابر کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کھجور کے قابل انتفاع ہونے کی حد یہ ہے کہ وہ رنگ پکڑلے۔ اور وہ اس لائق ہو جائے کہ لوگ اسے کھانے لگیں۔ یہ ہر پھل میں مختلف ہوتا ہے۔ جیسے ہر دیار میں لوگ اپنے یہاں کے پھلوں کے بارے میں جانتے ہیں۔

تشریحات ۱۲۸۸ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث میں تفصیل ہے۔ ثمر یعنی عام پھلوں کے بارے میں یہ مذکور ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے بیچنا منع ہے۔ اس کیلئے کوئی خاص علامت

عہ مسلم ابی داؤد البیوع۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتّٰى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا
تعالیٰ علیہ وسلم نے پھل کی بیع سے جبتک قابل انتفاع نہ ہو جائیں اور درخت پر

وَعَنِ النَّخْلِ حَتّٰى تَزْهُوَ قِيْلَ وَمَا تَزْهُوْ قَالَ تَحْمَارُّ اَوْ تَصْفَارُّ
کھجور کی بیع سے جب تک رنگ نہ پکڑے منع فرمایا عرض کیا گیا رنگ پکڑنے کا کیا مطلب

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ كَتَبْتُ اَنَا عَنْ مُعَلَّى بْنِ مَنْصُوْرٍ اِلَّا اَنِّىْ لَمْ اَكْتُبْ
تو فرمایا سرخ ہونے لگے یا زرد ہونے لگے ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا میں نے

هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنْهُ۔
معلی بن منصور کی حدیث لکھی مگر یہ حدیث ان سے نہیں لکھی۔

بَابٌ اِذَا بَاعَ الثِّمَارَ قَبْلَ اَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ

قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچا پھر اسے کوئی آفت آپہنچی تو جو نقصان ہوا وہ بائع کا ہوا۔ ص ۲۹۳

حدیث ۱۲۸۹ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاَيْتَ اِنْ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ (تم لوگ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے

مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ۔
سے پہلے بیچتے ہو) اگر اللہ پھل کو تیار ہونے سے پہلے روک دے تو تم کس چیز کے عوض اپنے بھائی کا مال لوگے۔

مقرر نہیں فرمائی۔ یہ ہر پھل اور ہر مقام کے لحاظ سے الگ ہے۔ کھجور ان کے شہروں کی چیز ہے اس کی علامت بیان فرمادی۔ کہ جب تک وہ سرخ یا زرد نہ ہونے لگے۔ بیچنا منع ہے۔ اور زہو کے معنی پوچھنے والے خود حمید طویل تھے۔ جیسا کہ پانچ ابواب کے بعد باب بیع المخاضرۃ۔ میں ہے۔ فقلنا لانس وما زهوها ہم نے حضرت انس سے کہا۔ اس کا رنگ پکڑنا کیا ہے۔

توضیح باب امام بخاری کے اس فرمانے سے کہ بیع کے بعد کوئی آفت آپہنچی تو جو نقصان ہوا وہ بائع کا ہوا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی آفت نہیں پہنچی یا جو پھل آفت سے بچ گئے وہ مشتری کے ہیں۔ اور یہ حکم اسی وقت صحیح ہوگا جب بیع درست ہو۔

۱۲۸۹ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ اَنْ يَّبْدُوَ
ابن شہاب نے کہا اگر کوئی قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو خرید لے پھر اسے
صَلَاحُهٗ ثُمَّ اَصَابَتْهُ عَاهَةٌ كَانَ مَا اَصَابَهٗ عَلٰى رَبِّهٖ۔
کوئی آفت پہنچ جائے تو جتنا برباد ہوا وہ اس کے مالک کا ہے۔

بَابُ اِذَا اَرَادَ بَيْعَ تَمْرٍ بِتَمْرٍ خَيْرٍ مِّنْهُ ص۲۹۳ جب کھجور کو اس سے اچھی کھجور کے عوض بیچنا چاہے

۱۲۹۰ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ وَعَنْ
حدیث حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے
اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے خیبر پر ایک صاحب کو عامل بنایا وہ عمدہ کھجوریں

تشریح ۱۲۸۹ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع کی ممانعت کی یہ علت ہے۔ یعنی بائع نے تو یہ سمجھ کے قیمت طے کی تھی کہ اس درخت پر مثلا پانچ وسق پھل تیار ہوں گے تو جو قیمت طے ہوئی پانچ وسق کی طے ہوئی۔ جب کسی آفت کیوجہ سے پھل کا کل یا بعض تباہ ہوگیا۔ تو کل کی قیمت یا بعض کی بلا کسی عوض کے اسے دینی پڑے گی۔ اس لئے یہ بیع درست نہیں۔

اور امام بخاری نے اس کا مطلب یہ سمجھا کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جتنے پھل تباہ ہوئے اس کے تناسب سے قیمت کم کر دی جائے۔ لیکن اس میں کتنا اختلاف اور تنازع ہوگا۔ ظاہر ہے۔ اس لئے اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیع صحیح ہے اور جو نقصان ہوا اس کی مقدار قیمت کم کر دی جائے یا اسے بائع پورا کرے۔ بلکہ اس بیع کے حرام ہونے کی علت ہے۔ اور یہ بیع سرے سے صحیح ہی نہیں۔

تشریحات ۴۱۲ احناف کے یہاں یہ بیع فاسد ہے لیکن اگر عقد کے بعد مشتری نے درخت پر قبضہ کر لیا اور جو برباد ہوگیا تو وہ مشتری کا گیا۔ بائع پر کوئی تاوان نہیں۔ اور اگر مشتری کے قبضے سے پہلے برباد ہوا تو بائع کا نقصان ہوا۔ اور اگر کل برباد ہوگیا تو ثمن کا مستحق نہیں۔

تشریحات ۱۲۹۰ الاعتصام میں اخیر میں یہ زائد ہے۔ الیا صت کرد۔ برابر برابر خرید دیا اسے بیچو اور اسکی قیمت سے اسے خرید و اور ایسا ہی تول میں بھی کرو۔ جن صاحب کو عامل بنایا تھا ان کا نام سواد بن غزیہ یا مالک بن صعصعہ تھا۔ اول الذکر انصار کے حلیف ہیں اور دوسرے صاحب خزرجی مازنی انصاری ہیں۔ جمع سے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلٰی خَیْبَرَ فَجَاءَہٗ بِتَمْرٍ جَنِیْبٍ

لائے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں عرض کیا

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَکُلُّ تَمْرِ خَیْبَرَ ھٰکَذَا

نہیں بخدا یا رسول اللہ! ہم ایک صاع دو صاع کے عوض اور دو صاع تین صاع کے

قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا لَنَاخُذُ الصَّاعَ مِنْ ھٰذَا بِالصَّاعَیْنِ

عوض لیتے ہیں فرمایا ایسا مت کرو ملی جلی کو درہم کے عوض بیچو

وَالصَّاعَیْنِ بِالثَّلٰثَۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعَ بِالدَّرَاھِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاھِمِ جَنِیْبًا ع۔

اور درہم کے عوض عمدہ کھجوریں خریدو۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ اَوْ اَرْضًا مَزْرُوْعَۃً اَوْ بِاِجَارَۃٍ ص ۲۹۳

جس نے کھجور کا تابیر شدہ درخت یا فصل لگا ہوا کھیت بیچا یا کرایہ پر لیا تو اس درخت کا پھل اور کھیتی کس کی ہے۔

۱۲۹۱ عَنْ نَافِعٍ مَوْلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَیُّمَا نَخْلٍ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام نافع سے مروی ہے کہ جو

ہر قسم کی ملی جلی کھجوریں مراد ہیں۔ عادت یہی تھی کہ جتنی بھی کھجوریں وصول ہوتیں اچھی خراب ملا دی جاتیں چونکہ کھجوریں سب ایک جنس کی ہیں۔ اس لئے کمی بیشی کے ساتھ ان کی بیع سود ہے۔ اگرچہ مبیع خراب ہو اور ثمن عمدہ یا اس کے برعکس۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت حیلہ جائز ہے۔ کیونکہ کمی بیشی کے ساتھ کھجوریں کھجوروں کے عوض بیچیں یا ردی کھجوروں کو نقد کے بدلے بیچکر اس نقد سے عمدہ کھجوریں خریدیں۔ دونوں کا حاصل ایک ہوا۔ اسلئے اس کی حیثیت حیلے ہی کی ہوئی۔

تشریحات ۱۲۹۱ یہ حدیث امام بخاری نے اپنے شیخ ابراہیم سے بر سبیل مذاکرہ سنی ہے۔ اسی لئے ابتداء سند میں قال لی ابراھیم۔ کہا۔ اور یہ حدیث نافع پر موقوف ہے۔ اگرچہ اس کے اجزاء دوسری سندوں کیساتھ

ع۔ الوکالۃ، باب الوکالۃ فی الصرف والمیزان ص ۳۰۸ - ثانی - المغازی - باب استعمال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اھل خیبر ص ۶۰۵ - الاعتصام - باب اذا اجتہد العامل والحاکم فاخطا ص ۱۰۹۲ - مسلم - نسائی - البیوع -

بِيعَتْ قَدْ اُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ فَالثَّمَرُ لِلَّذِىْ اَبَّرَهَا وَكَذٰلِكَ الْعَبْدُ وَ

تابیر شدہ کھجور کا درخت بیچا گیا اور پھل کا تذکرہ نہیں کیا گیا تو پھل تابیر کرنے والے کا ہے اور

الْحَرْثُ سَمّٰى لَهٗ نَافِعٌ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَ ۔

ایسے ہی غلام اور کھیت۔ نافع نے ان تینوں کا نام لے کر ذکر کیا۔

حدیث ۱۲۹۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ اُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا

نے فرمایا جس نے تابیر شدہ کھجور کا درخت بیچا تو اس کا پھل بائع کے لئے ہے مگر یہ کہ مشتری شرط کرلے کہ

لِلْبَائِعِ اِلَّا اَنْ يَّشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ ۔ عہ

پھلوں کے ساتھ خرید تا ہوں۔

مرفوعا بھی مروی ہیں۔ باب بیع النخلہ باصلہ میں اس کا پہلا جز مرفوعا مروی ہے۔ اسمیں یہ زائد ہے۔ ثم باع باصلہ تابیر کے بعد اس درخت کو تنے کے ساتھ بیچا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تابیر کے بعد اگر صرف درخت بیچا تو پھل بائع کا ہے۔ اسی طرح فصل بھی بائع کی ہے۔ اسی طرح غلام بیچا اور اس کے پاس کچھ مال ہے تو مال بائع کا ہے۔ جبکہ عقد کے وقت یہ تصریح نہ ہو کہ درخت مع پھل کے اور کھیت مع فصل کے اور غلام مع مال کے خرید رہا ہوں اور اگر یہ تصریح کردی ہو تو یہ سب مشتری کے ہوں گے۔

قد ابرت: تابیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کھجور کے شگوفے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک کو مادہ کہتے ہیں اور ایک کو نر مادہ شگوفے کو تھوڑا سا چیر کر اسمیں نر شگوفے کا کچھ حصہ ڈال دیتے ہیں جسے اردو میں گابھا دینا بولتے ہیں۔ اور عربی میں تابیر اور تلقیح۔

مطابقت باب یہ حدیث باب کے دو پہلے والے جز سے صراحۃً مطابق ہے۔ اور اجارے کے ساتھ لزوماً کہ جب بیع کے باوجود جو بائع کی ملک کی بالکلیہ زوال کی موجب ہے۔ پھل اور فصل بائع کی ہے تو اجارے میں بدرجۂ اولی ہوگی کیونکہ اجارے میں درخت اور کھیت مالک کی ملکیت ہی میں رہتے ہیں مگر چونکہ مالک نے از خود معینہ مدت تک اس سے نفع حاصل کرنے کا حق متاجر کو دیدیا ہے۔ اس لئے وہ اتنی مدت تک ان سے نفع نہیں حاصل کرسکتا۔

تشریحات ۱۲۹۴، ۱۲۹۳ اوکان زرعا۔ کھیت میں فصل رہتے ہوئے اندازہ کرکے کہ اسمیں اتنا غلہ ہے مثلاً دس وسق اسے دس وسق غلے کے عوض بیچنے کو محاقلہ کہتے ہیں۔ یہاں تغلیبا اسے بھی مزابنت کہدیا گیا ہے۔

عہ ایضا باب بیع النخل باصلہ ص ۲۹۳ المساقاۃ باب الرجل یکون لہ ممر ص ۳۲۰ مسلم ابو داؤد۔ البیوع ابن ماجہ التجارات۔

بَابُ بَیْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ کَیْلًا ص۲۹۳ فصل کو ناپے ہوئے غلے کے عوض بیچنا۔

۱۲۹۳ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ اَنْ یَّبِیْعَ تَمَرَ حَائِطِهٖ اِنْ کَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ کَیْلًا وَاِنْ کَانَ کَرْمًا اَنْ یَّبِیْعَهٗ بِزَبِیْبٍ کَیْلًا وَاِنْ کَانَ زَرْعًا اَنْ یَّبِیْعَهٗ بِکَیْلِ طَعَامٍ نَهٰی عَنْ ذٰلِکَ کُلِّهٖ عہ

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزابنت سے منع فرمایا مثلاً اپنے باغ کے کھجور کے پھل کو خشک کھجور کے عوض ناپ کر بیچے اور اگر انگور ہے تو اسے منقی کے عوض ناپ کر بیچے اور اگر فصل ہے تو اسے ناپے ہوئے غلے کے عوض بیچے۔ ان سب سے منع فرمایا۔

بَابُ بَیْعِ الْمُخَاضَرَةِ ص۲۹۳ بیع مخاضرہ کا بیان

۱۲۹۴ ثنا اِسْحٰقُ بْنُ اَبِیْ طَلْحَةَ الْاَنْصَارِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ وَالْمُخَاضَرَةِ وَالْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ وَالْمُزَابَنَةِ۔

حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔

۱۲۹۴ **تشریحات** مخاضرہ، خضرۃ سے باب مفاعلت کا مصدر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں یا فصل کو بیچنا۔ یہ بھی ممنوع ہے جیسا کہ بارہا گزر چکا۔

باب من اجری امر الامصار علی ما یتعارفون بینهم فی البیوع و الاجارة والمکیال والوزن وسنتهم علی نیاتهم ومذاهبهم المشهورة ص۲۹۳۔

خرید و فروخت، کرائے اور ناپ اور تول میں ہر شہر کا معاملہ اس کے عرف اور اس کے طریقے اور مشہور و معروف روش پر ہے۔

عہ مسلم ابوداؤد، البیوع - ابن ماجہ التجارات۔

۴۱۳ وَقَالَ شُرَیْحٌ لِلْغَزَّالِیْنَ سُنَّتُکُمْ بَیْنَکُمْ

ت اور قاضی شریح نے سوت بیچنے والوں سے کہا تمہارا فیصلہ تمہارے آپس کے رواج کے مطابق ہوگا۔

۴۱۴ عَنْ مُحَمَّدٍ لَا بَاسَ الْعَشَرَۃُ بِاَحَدَ عَشَرَ وَیَاخُذُ لِلنَّفَقَۃِ رِبْحًا۔

ت دس کی چیز کو گیارہ کے عوض بیچنے میں حرج نہیں اور اخراجات کیلئے نفع لے سکتا ہے۔

۴۱۵ وَاکْتَرَی الْحَسَنُ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مِرْدَاسٍ حِمَارًا فَقَالَ بِکَمْ

ت امام حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے کرائے پر گدھا لیا۔ پوچھا کرایہ کیا ہوگا

فَقَالَ بِدَانَقَیْنِ فَرَکِبَہٗ ثُمَّ جَاءَ مَرَّۃً اُخْرٰی فَقَالَ الْحِمَارُ الْحِمَارُ

انھوں نے کہا دو دانگ امام حسن بصری اس پر سوار ہو گئے پھر دوبارہ آئے اور فرمایا گدھا

فَرَکِبَہٗ وَلَمْ یُشَارِطْہُ فَبَعَثَ اِلَیْہِ بِنِصْفِ دِرْھَمٍ۔

گدھا لاؤ اور سوار ہو گئے کرایہ طے نہیں کیا اور ان کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

تشریحات ۴۱۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کچھ سوت بیچنے والے قاضی شریح کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے اور کہا ہمارا آپس کا رواج یہ ہے کہ تو فرمایا تمھارا آپس کا رواج معتبر ہے۔

تشریح ۴۱۴ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

محمد سے مراد امام المعبرین محمد بن سیرین ہیں۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز سو دینار میں خریدی تھی۔ اس کے بارے میں یہ بات طے ہو گئی کہ ہر دس دینار پر ایک دینار نفع لونگا۔ خریدار نے قبول کر لیا تو یہ بیع صحیح ہے۔ اسے مرابحہ کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ بائع نے جس دام پر خریدا ہے اس کو صحیح بتادے، غلط بتائے گا تو یہ دھوکا ہوگا۔ بائع نے اس چیز کے نقل وحمل وغیرہ پر جو خرچ کیا ہے وہ بھی رکھ سکتا ہے مگر اس صورت میں یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے بلکہ یہ کہے کہ یہ چیز اتنے میں پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہو۔

تشریح ۴۱۵ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ دانق نون کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ ہے۔ دانگ کا معرب۔ ایک درہم کے چھٹے حصے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک درہم چھ دانگ کا ہوتا ہے۔ اس تعلیق کا مفاد یہ ہے کہ یہ عام رواج ہے۔ کہ ایک شخص کسی جانور کو سواری کے لئے کسی مخصوص جگہ کرایہ پر لیتا ہے اور کوئی کرایہ طے ہو جاتا ہے۔ تو دوبارہ کرایہ نہیں طے کرتا نہ پوچھتا ہے بغیر کچھ پوچھے ہوئے جانور پر سوار ہو جاتا ہے۔ اور پہلے والا کرایہ دیدیتا ہے۔ اسمیں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ حرج ہوتا تو امام حسن بصری ایسا نہیں کرتے حالانکہ کرایہ طے کئے بغیر جانور پر سوار ہونا جائز نہیں۔ مگر چونکہ ایک رواج ہے۔ وہ بمنزلہ اس کے ہے

۱۲۹۵ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ هِنْدُ اُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ اَنْ اٰخُذَ مِنْ مَّالِهٖ سِرًّا قَالَ خُذِيْ اَنْتِ وَبَنِيْكِ مَا يَكْفِيْكِ بِالْمَعْرُوْفِ ع۵

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ معاویہ کی ماں ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو سفیان بخیل انسان ہیں۔ اگر میں چپکے چپکے ان کے مال سے کچھ لے لوں تو کوئی گناہ ہے فرمایا تو اور تیرے بچے اتنا لے سکتے ہیں جو عرف کے مطابق ہو۔

کرایہ طے ہے۔ حضرت حسن بصری نے دوبارہ کرایہ کچھ زیادہ بھیجا۔ یہ ان کا کرم تھا۔

تشریحات ۱۲۹۵ ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ عرضداشت فتح مکہ کے موقع پر پیش کی تھی۔ جب وہ اسلام قبول کرنے آئی تھیں۔ ان کے باپ عتبہ کو غزوہ بدر میں شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مارا تھا۔ اس کے انتقام میں انھوں نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے ان کا جگر چبایا تھا۔ ناک کان کاٹ کر ہار پہنا تھا۔ اس کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن عورتوں کے قتل کا حکم دیا انہیں یہ بھی تھیں۔ یہ انتہائی ذہین اور عقلمند عورت تھیں۔ اس لئے بجائے بھاگنے چھپنے کے جب عورتیں قبول اسلام کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو یہ بھی جھنڈ میں شامل ہو کر حاضر خدمت ہوئیں۔ اسلام قبول کر کے بیعت کر لی۔ عورتوں سے اس پر بھی بیعت لی گئی تھی کہ چوری نہیں کریں گی۔ اس وقت انھوں نے یہ عرضداشت پیش کی تھی۔

حدیث زیر بحث ان کے حسن اسلام کی دلیل ہے۔ عورتوں میں بلا اجازت شوہر کے مال خرچ کرنے کی عادت ہوتی ہے اور اسے عیب بھی نہیں مانا جاتا مگر اسلام نے چند منٹ میں وہ خوف خدا پیدا کر دیا کہ انھیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ بھی گناہ نہ ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرد پر واجب ہے کہ عرف کے مطابق اپنے اہل و عیال کو نان نفقہ دے۔ حتی کہ اگر وہ کوتاہی کرے تو عورت بقدر کفایت اس کی اجازت کے بغیر بھی لے سکتی ہے۔

جو لوگ قضا علی الغائب کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے دلیل لاتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابو سفیان وہاں موجود نہیں تھے اور حضور نے ان کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ اس پر گذارش ہے کہ اولاً یہ قضا نہیں۔ حضرت ہندہ نے ایک حکم شرعی پوچھا تھا اور حضور نے بیان فرما دیا۔ ثانیاً بعض مفصل روایتوں میں

ع۵ ثانی النفقات باب اذا لم ینفق الرجل فللمرأۃ ان تاخذ بغیر علمہ ص ۸۰۸ الاحکام باب القضاء علی الغائب ص ۱۰۶۴۔

ہے کہ حضرت ابوسفیان اس وقت وہاں موجود تھے۔ اور یہ سنکر کہا۔ بطریق معروف تم جتنا بھی لوگی وہ تمہارے لئے حلال ہے۔

حضرت ہندہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کا نسب عبد مناف پر جاکر نسب نبوی سے مل جاتا ہے۔ یہ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی بیٹی تھیں۔ بہت ذہین عقلمند، بڑی خاتون تھیں۔ ان کی شادی پہلے فاکہہ بن مغیرہ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا سے ہوئی تھی۔ فاکہہ بہت فیاض مہمان نواز تھا۔ اس کے گھر لوگ اذن لئے بغیر چلے جایا کرتے تھے۔ ایکدن فاکہہ ہندہ کو گھر میں اکیلے چھوڑکر کسی کام سے چلا گیا۔ اس اثنا میں ایک شخص آیا۔ اندر جاکر جب دیکھا کہ ہندہ تنہا ہے تو وہ بھاگا اتنے میں فاکہہ آگیا۔ اسے بھاگتا ہوا دیکھکر اسے بدگمانی ہوئی اور اندر جاکر ہندہ کو پاؤں سے مارا اور پوچھا تیرے پاس یہ کون تھا۔ ہندہ نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں۔ اس پر فاکہہ نے کہا۔ اپنے اہل کے پاس چلی جا۔ فاکہہ نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ جب یہ خبر ہندہ کے باپ عتبہ کو ملی تو اس نے تنہائی میں ہندہ سے کہا۔ اے بیٹی تیرے بارے میں افواہ پھیلی ہے۔ اگر صحیح ہے تو بتادے میں فاکہہ کو ختم کرادوں اور جھوٹ ہے تو یمن کے کسی کاہن کے یہاں جیلکر فیصلہ کرالیں۔ ہندہ نے قسم کھاکر کہا یہ جھوٹ ہے اور میں پاکدامن ہوں۔

عتبہ نے فاکہہ سے کہا تونے میری بیٹی پر بہت بڑا الزام لگایا ہے۔ یمن کے کسی کاہن کے پاس چل۔ فاکہہ راضی ہوگیا۔ فاکہہ اپنے قبیلہ بنی مخزوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ چلا۔ اور عتبہ اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ہندہ کو ساتھ لے کر چلا۔ ہندہ کی دلبستگی کے لئے کچھ عورتیں بھی تھیں۔ جب یمن قریب آگیا تو ہندہ گھبرا گئی اور چہرہ فق ہوگیا۔ اس پر عتبہ نے کہا۔ اے بیٹی تیرا یہ حال صرف اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ تجھ سے برائی سرزد ہوئی ہے۔ ہندہ نے کہا۔ بخدا اے ابا ایسا نہیں۔ میں اس لئے گھبرا رہی ہوں کہ ہم ایک انسان کے پاس جارہے ہیں جو ٹھیک باتیں بھی بتاتا ہے اور غلط بھی۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں وہ مجھ پر داغ نہ لگادے پھر میں پورے عرب میں بدنام ہوجاؤں گی۔ عتبہ نے کہا۔ میں کاہن کی آزمائش کے لئے ایک چیز چھپادیتا ہوں پہلے آزما لوں گا۔ پھر تیرا معاملہ پیش کروں گا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو سیٹی دی جب اس نے عضو تناسل باہر نکال دیا تو اس کے سوراخ میں گیہوں کا دانہ ڈالدیا۔

جب کاہن کے پاس پہنچے تو ان کی اعزاز کے ساتھ مہمان نوازی کی، اونٹ ذبح کرکے انھیں کھلایا۔ عتبہ نے اپنا معاملہ یوں پیش کیا کہ ہم لوگ ایک معاملہ لے کر تیرے پاس آئے ہیں۔ مگر تیرے جانچنے کے لئے ایک چیز چھپائی ہے بتادو کیا ہے۔ کاہن نے کہا۔ ثَمَرَۃٌ فِی کَمرۃ۔ گیہوں کا دانہ گولائی میں عتبہ نے کہا ذرا اس سے واضح کر کاہن نے کہا حبۃ من بر فی احلیل مھر۔ گھوڑے کے احلیل میں گیہوں کا دانہ ہے۔

اب عتبہ نے کاہن سے کہا۔ ان عورتوں کو دیکھو۔ کاہن ہر ایک عورت کے کندھے پر ہاتھ رکھتا اور کہتا یہ وہ نہیں ہے اور واپس کرتا جاتا۔ یہاں تک کہ ہندہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو کہا

انھضی غیر رسحاء ولا زانیۃ تلد ملکا کھڑی ہوجا پاک صاف تو زانیہ نہیں تو ایک بادشاہ

۱۲۹۶ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ عُرْوَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهُ سَمِعَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ یہ آیت کریمہ۔ جو مالدار

عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا تَقُوْلُ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ

ہو وہ بچے اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھائے یتیم کے اس ولی کے

یقال له معاویة جنے گی جس کا نام معاویہ ہوگا۔

یہ سن کر فاکھہ نے ہندہ کو دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہندہ نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا ہٹ، میں یہ کوشش کرونگی کہ یہ بادشاہ تیرے علاوہ کسی اور سے ہو۔ اس کے بعد ابو سفیان سے شادی کی لہ

جب تک ایمان سے مشرف نہ ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شدید ترین مخالف تھیں۔ ایمان لانے کے بعد عرض کیا۔۔۔ یا رسول اللہ! روئے زمین پر کسی کا ذلیل ہونا مجھے اتنا پسند نہ تھا جتنا آپ کا اور آپ کے متعلقین کا تھا۔ اور آج یہ حال ہے کہ آپ کا اور آپکے متعلقین کا عزیز ہونا سب سے زیادہ پسند ہے۔ ٢ہ

ہندہ کا ایک مخصوص بت تھا۔ اسلام لانے کے بعد اسے بسولے سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور کہا ہم تیرے بارے میں فریب میں تھے ٣ہ

انکے دل میں اسلام کے جاگزیں ہونے کا ایک سبب یہ بھی لکھا ہے کہ انھوں نے فتح مکہ کے بعد صحابہ کرام کو رات میں مسجد حرام میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا اور یہ کہا کہ اس رات سے پہلے کما حقہ اللہ کی عبادت اس مسجد میں نہیں ہوئی بخدا لوگوں نے پوری رات نماز قیام رکوع وسجود میں گزار دی ٤ہ

چادر میں منہ چھپا کر عورتوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لی تھی ان میں یہ بھی تھا۔ چوری نہیں کریں گی۔ زنا نہیں کریں گی۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ چوری نہ کرنے پر ہندہ نے وہ کہا جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ زنا نہیں کریں گی۔ پر کہا۔ کیا شریف عورت بھی زنا کراتی ہے۔ اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ پر کہا۔ بچے جب چھوٹے تھے ہم نے انھیں پالا۔ آپنے بدر میں انھیں قتل کر دیا۔ بر بنائے قول صحیح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں واصل بحق ہوئیں ٥ہ

تشریحات ۱۲۹۶ یتیم کا مال کھانا حرام ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ (النساء آیت ۵)

جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ بلاشبہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں اور وہ لوگ بہت جلد بھڑکتی آگ میں جلیں گے۔

لہ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸-۱۳۹ ٢ہ بخاری اول باب ذکر ھند بنت عتبة ص ۵۳۹ ٣ہ اصابہ جلد رابع ص ۴۷۶ ٤ہ اصابہ ص ۴۷۵ ٥ہ اصابہ ص ۴۷۶

وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ اُنْزِلَتْ فِیْ وَالِی الْیَتِیْمِ الَّذِیْ یُقِیْمُ
بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو یتیم کی پرورش کرتا ہے اور اس کے مال کی دیکھ بھال کرتا ہے
عَلَیْہِ وَیُصْلِحُ فِیْ مَالِہٖ اِنْ کَانَ فَقِیْرًا اَکَلَ مِنْہُ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ع۵
اگر محتاج ہے تو دستور کے مطابق اس کے مال سے کھا سکتا ہے۔

بَابُ بَیْعِ الشَّرِیْکِ مِنْ شَرِیْکِہٖ ص۲۹۴ ایک شریک کا دوسرے شریک کے ہاتھ مال مشترک بیچنا۔

حدیث ۱۲۹۷ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَعَلَ النَّبِیُّ
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَۃَ فِیْ کُلِّ مَالٍ لَمْ یُقْسَمْ فَاِذَا
مال میں شفعہ کا حق دیا جو منقسم نہ ہو۔ جب حدیں قائم کر دی گئیں ہوں اور راستے بدل دیئے

لیکن کسی یتیم کا ولی مفلس و محتاج ہے وہ اپنا پورا وقت اس کی اور اس کی جائداد دوکان کی دیکھ بھال میں صرف کرتا ہے اسے فرصت نہیں کہ اپنے لئے کچھ کر سکے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کھائے کیا؟ اس آیت میں اسے اجازت دی گئی کہ دستور کے مطابق یتیم کے مال سے کھا سکتا ہے۔ اسی کی روشنی میں فقہا نے فرمایا۔ المعروف کالمشروط عرف اور دستور جن باتوں کا ہو وہ ذکر کردہ شرط کے مثل ہے۔

تشریحات ۱۲۹۷ اس باب کے بعد بطریق مسدد جو روایت ہے اس میں فی کل مالم یقسم ہے۔ یعنی مال۔ نہیں ہے۔

مطابقت: یہاں باب یہ ہے۔ شریک کا اپنے شریک کے ہاتھ بیع۔ اور حدیث میں شریک کی بیع کا کوئی تذکرہ نہیں۔ مطابقت یوں ہے۔ کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے۔ کہ جو مال منقسم نہ ہو اسمیں شفعہ ہے۔ اب صورت یہ ہوئی کہ ایک مکان زید و عمرو کے درمیان مشترک تھا اور یہ اشتراک بطریق شیوع تھا مثلاً نصف نصف۔ ابھی تقسیم نہیں ہوئی تھی کہ زید نے اپنا حصہ بکر کے ہاتھ بیچ دیا۔ جب تک یہ مکان زید و بکر آپس میں تقسیم نہیں کریں گے عمرو کو شفعہ کا حق ہے۔ اس حق کی بنا پر عمرو نے اس مکان کا زید والا حصہ لے لیا۔ یہ بھی ایک طرح کی بیع ہے۔ اب ایسا ہو گیا کہ عمرو نے جو شفیع ہے اور زید کا اس مکان میں شریک ہے۔ اس نے اپنے شریک زید سے اس کو خرید لیا۔

شفعہ کے احکام شفعہ کا مطلب یہ ہے۔ ہمسایہ ہونے کی وجہ سے زمین، مکان وغیرہ میں یا کسی چیز میں شریک ہونے کی وجہ سے جب اس کا مالک بیچے تو بالجبر خریداری کا حق۔ شفعہ کے بارے میں ائمہ میں قدیم سے کثیر اختلافات ہیں مثلاً شفعہ صرف مکان زمین کھیت باغ میں ہے یا ہر چیز میں۔ جائداد منقولہ غیر منقولہ سب میں صرف مکان وغیرہ جائداد

ع۵ ثانی تفسیر سورۃ النساء باب ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف ص۶۵۸

وَقَعَتِ الْحُدُوْدُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ۔ ع۵

گئے ہوں تو شفعہ نہیں۔

بَابُ اِذَا اشْتَرٰی شَیْئًا لِّغَیْرِہٖ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فَرَضِیَ ص ۲۹۴

جب کسی کے لئے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خریدی اور وہ راضی ہوگیا۔

حدیث ۱۲۹۸ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

غیر منقولہ میں ہے تو شفعہ کا حق کس کو ہے۔ پھر ان سب میں مختلف شقیں ہیں۔ اور ان سب کے احکام مختلف ائمہ کے نزدیک مختلف ہیں۔ ہمارا اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس پر اتفاق ہے کہ شفعہ صرف زمین کھیت مکان باغ میں ہے۔ البتہ اسمیں اختلاف ہے کہ کب تک حق شفعہ ہے اور کس کس کو ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ۔ شفعہ کا حق صرف شریک اور خلیط کو ہے۔ جار (پڑوسی) کو نہیں اگرچہ ملاصق ہو۔ ہمارے یہاں شریک اور خلیط کے ساتھ پڑوسی کو بھی حق شفعہ حاصل ہے جبکہ وہ ملاصق ہو۔

خلیط کا مطلب یہ ہے کہ وہ مبیع میں شریک ہو۔ مثلا جو مکان یا کھیت وغیرہ بیچا گیا وہ بائع اور اس کی ملک تھا۔ شریک کا مطلب یہ ہے۔ یہ مبیع میں شریک نہیں۔ اس کا حصہ بائع کے حصے سے ممتاز ہے۔ مگر مبیع کے حق میں شریک ہے۔ مثلا دونوں کا راستہ ایک ہے۔ اور یہ راستہ خاص ہے۔ شارع عام نہیں۔ یا کھیت ہے۔ پانی ایک ہی نالی سے دونوں میں آتا ہے۔ جار ملاصق وہ ہے کہ اس کے مکان کی پچھیت دوسرے کے مکان میں ہو۔ اس کی مزید تفصیل بہار شریعت حصہ پانزدہم میں دیکھیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مکان منقسم ہو ہر شریک کی حد مقرر ہو، سب کا راستہ الگ الگ ہو تو بحیثیت شریک اور خلیط شفعہ کا حق نہیں۔ لیکن اگر جار ملاصق ہو تو اس حیثیت سے اسے شفعہ کا حق ہے۔ جیساکہ دوسری حدیث میں فرمایا۔ جار الدار احق بالدار۔ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حقدار ہے۔

تشریحات ۱۲۹۸ یہاں یہ حدیث کچھ اختصار کے ساتھ ہے۔ کتاب المزارعت میں پوری تفصیل کے ساتھ ہے یہاں تیسرے شخص کے قول میں۔ بفرق من ذُرَۃ ہے اور مزارعت وغیرہ میں مِنَ الْاُرُزِّ ہے یعنی ایک فرق دھان کے عوض۔ عام طور پر "اُرُز" کا ترجمہ چاول کیا جاتا ہے۔ مگر اس حدیث کے اخیر میں ہے۔

ع۵ باب بیع الارض والدور والعروض ص ۲۹۴ باب الشفعۃ فیما لم یقسم ص ۳۰۰ الشرکۃ باب الشرکۃ فی الارضین وغیرھا ص ۳۳۹ باب اذا اقتسم الشرکاء الدور ص ۳۳۹ ثانی الحیل باب فی الھبۃ والشفعۃ ص ۱۰۳۲ ابوداؤد البیوع ترمذی البیوع الاحکام ابن ماجہ۔

اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلٰثَۃُ نَفَرٍ یَّمْشُوْنَ فَاَصَابَھُمُ الْمَطَرُ

تین شخص نکلے وہ چلے جا رہے تھے کہ بارش آگئی تو یہ لوگ پہاڑ کے اندر ایک غار میں چلے گئے

فَدَخَلُوْا فِیْ غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْحَطَّتْ عَلَیْھِمْ صَخْرَۃٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ

اس کے بعد غار کے منھ پر ایک چٹان گر پڑی اب ان میں سے بعض نے بعض سے کہا سب سے

اُدْعُوا اللّٰہَ بِاَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوْہُ فَقَالَ اَحَدُھُمْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ کَانَ

افضل عمل جو تم نے کیا ہو اس کے وسیلے سے اللہ سے دعا کرو تو ان میں سے ایک نے کہا اے

لِیْ اَبَوَانِ شَیْخَانِ کَبِیْرَانِ فَکُنْتُ اَخْرُجُ فَاَرْعٰی ثُمَّ اَجِیْءُ فَاَحْلُبُ فَاَجِیْءُ

اللہ میرے بوڑھے سن رسیدہ ماں باپ تھے میں نکل جاتا جانوروں کو چراتا پھر واپس آکر انھیں

بِالْحِلَابِ فَاٰتِیْ بِہٖ اَبَوَیَّ فَیَشْرَبَانِ ثُمَّ اَسْقِی الصِّبْیَۃَ وَاَھْلِیْ وَامْرَأَتِیْ

دوہتا اور دودھ کا پورا برتن ماں باپ کو دیتا وہ پی لیتے تو بچوں کو اور اپنے اہل اور بیوی کو

فَاحْتَبَسْتُ لَیْلَۃً فَجِئْتُ فَاِذَا ھُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَکَرِھْتُ اَنْ اُوْقِظَھُمَا وَ

پلاتا۔ ایک رات میں پھنس گیا اور آیا تو دونوں سو گئے تھے۔ میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ انھیں

الصِّبْیَۃُ یَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَیَّ فَلَمْ یَزَلْ ذَالِکَ دَاْبِیْ وَدَاْبُھُمَا حَتّٰی

جگاؤں اور بچے میرے پاؤں کے پاس چیختے رہے یہی حال رہا یہاں تک کہ فجر طلوع کر آئی۔

طَلَعَ الْفَجْرُ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذَالِکَ ابْتِغَاءَ وَجْھِکَ

اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ میں نے یہ تیری رضا مندی کے لئے کیا ہے تو

فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَۃً نَرٰی مِنْھَا السَّمَاءَ قَالَ فَفَرَجَ عَنْھُمْ فَقَالَ الْاٰخَرُ

غار کو اتنا کھول دے کہ ہم آسمان دیکھیں۔ اس دعا پر اتنا کھول دیا۔ اب دوسرے نے کہا اے

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ کُنْتُ اُحِبُّ امْرَأَۃً مِّنْ بَنَاتِ عَمِّیْ کَاَشَدِّ

اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں اپنے چچا کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کے ساتھ اتنی محبت کرتا تھا

مَا یُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ فَقَالَتْ لَاتَنَالُ ذٰلِکَ مِنْھَا حَتّٰی تُعْطِیَھَا

جتنی زیادہ کوئی مرد عورتوں سے کرتا ہے اس نے کہا تھیں کچھ نہیں ملے گا جب تک سو دینار نہیں

مِاءَۃَ دِیْنَارٍ فَسَعَیْتُ فِیْھَا حَتّٰی جَمَعْتُھَا فَلَمَّا قَعَدْتُّ بَیْنَ رِجْلَیْھَا

دوگے تو میں نے اس کے لئے کوشش کی یہاں تک کہ سو دینار جمع کر لئے اور جب میں اس کے دونوں

کہ میں نے اسے کھیت میں بویا۔ مزارعت میں ہے کہ میں اسے بار بار بوتا رہا۔ اور سب کو معلوم ہے کہ چاول بویا نہیں جاتا۔ البتہ دھان بویا جاتا ہے۔ فرق تین صاع کا ہوتا ہے۔ ہم نے جلد ثالث صفحہ ۷۹ پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت

قَالَتْ اِتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ اِلَّا بِحَقِّهٖ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا فَاِنْ

پاؤں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر اور حق کے بغیر مہر مت توڑ۔ یہ سنکر میں اٹھ کھڑا ہوا

كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّىْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً

اور اسے چھوڑ دیا۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا تو کچھ اور

قَالَ فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ وَقَالَ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ

کھول دے۔ تو اللہ نے دو تہائی کھول دیا اور تیسرے نے کہا اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ ہے

اَنِّىْ اسْتَاْجَرْتُ اَجِيْرًا بِفَرَقٍ مِّنْ ذُرَةٍ فَاَعْطَيْتُهٗ فَاَبٰى ذٰلِكَ اَنْ

کہ میں نے ایک فرق جوار پر ایک مزدور کیا تھا۔ میں نے اسے دیا تو اس نے اسوقت لینے سے انکار

يَّاْخُذَ فَعَمَدْتُّ اِلٰى ذٰلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهٗ حَتّٰى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا

کیا میں نے اس جوار کو بو دیا۔ یہاں تک کہ گائے اور اس کا چرواہا خریدا اس کے بعد وہ شخص

وَّرَاعِيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ اَعْطِنِىْ حَقِّىْ فَقُلْتُ انْطَلِقْ اِلٰى

آیا اور کہا۔ اے اللہ کے بندے میرا حق دے تو میں نے کہا جا یہ گائیں اور ان کے چرواہے

ذٰلِكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيْهَا فَقَالَ اَتَسْتَهْزِئُ بِىْ قَالَ قُلْتُ مَا اَسْتَهْزِئُ بِكَ

کو لے جا اس نے کہا میرے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے میں نے کہا میں ٹھٹھا نہیں کرتا یہ

وَلٰكِنَّهَا لَكَ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّىْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ

سب تیرا ہی ہے اے اللہ اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے یہ تیری رضا حاصل کرنے کے لئے

فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ۔ ع۵

کیا تھا تو غار کا منھ کھول دے۔ اب پورا کھول دیا گیا۔

امام احمد رضا قدس سرہ کی فرق کے بارے میں مختلف اقوال میں یہ تطبیق نقل کر دی ہے کہ صحیح یہ ہے کہ فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے جو حجازی صاع سے تین اور عراقی سے دو صاع ہوتا ہے اس تقدیر پر ایک فرق ۵۷۶ روپے بھر ہوا۔

مطابقت باب کے ساتھ مطابقت اخیر حصے سے ہے۔ کہ تیسرے شخص نے مزدور کے غلے کی کاشت کی اور پیداوار سے گائے اور چرواہے کو خریدا۔ اور یہ سب مزدور کی بلا اجازت ہوا۔ بلکہ اس کے علم کے بغیر ہوا مگر جب

ع۵ المزارعۃ باب اذا زرع بمال قوم بغیر اذنهم ص ۳۱۳ الانبیاء باب حدیث الغار ص ۴۹۳۔ الاجارۃ باب من استاجر اجیرا فعمل فیہ المستاجر ص ۳۰۳ مسلم الذکر، نسائی رقاق ،

بَابُ الشِّرٰی وَالْبَیعِ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَاَھْلِ الْحَرْبِ ص۲۹۵

حربی اور مشرکین کے ساتھ خرید و فروخت۔

۱۲۹۹ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ کُنَّا مَعَ

حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثِیْنَ وَمِاءَۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ مَعَ اَحَدٍ

ایک سو تیس آدمی تھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے ساتھ غلہ ہے تو ایک صاحب کے پاس

مِّنْکُمْ طَعَامٌ فَاِذَا مَعَ رَجُلٍ صَاعٌ مِّنْ طَعَامٍ اَوْ نَحْوُہٗ فَعُجِنَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُّشْرِکٌ مُّشْعَانٌّ

ایک صاع کے قریب غلہ تھا (انھوں نے پیش کیا) اسے گوندھا گیا پھر ایک

اس نے رضامندی ظاہر کردی تو صحیح ہوگیا۔ اسے فقہ کی اصطلاح میں فضولی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گزشتہ امتوں کے واقعات جو معتمد سند کے ساتھ مروی ہوں معتبر ہیں بلکہ حجت بھی۔ اسی سے آج کل کے کچھ محققین کی اس جدت کا رد ہوگیا جو صحابہ کرام و تابعین عظام کی بہت سی روایتوں کو یہ کھکر رد کردیتے ہیں کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہے۔ حالانکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔ فرمایا

وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج [۵] بنی اسرائیل کی باتیں بیان کرو اسمیں کوئی حرج نہیں۔

اس بارے میں صحیح یہ ہے کہ اگلی امتوں کی جو روایات ثقہ معتمد صحابہ و تابعین یا ائمہ دین سے مروی ہیں۔ اور قرآن و احادیث کے معارض نہیں وہ معتبر ہیں۔

تشریحات ۱۲۹۹ یہاں یہ حدیث مختصر تھی۔ اس لیے ہم نے کتاب الہبہ کی حدیث ذکر کی جو مفصل تھی۔ امام بخاری نے اس پر تین باب قائم فرمایا ہے۔ اول یہی کہ۔ حربی مشرک سے خرید و فروخت جائز ہے۔ دوسرے یہ۔ کہ مشرک کا ہدیہ قبول کرنا۔ تیسرے پیٹ بھر کر کھانا۔ ان میں دو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت۔ بیعا او عطیۃ او ھبۃ۔ بیچے گا کہ دیگا یا ہبہ کرے گا۔ اس لئے کہ اگر مشرک حربی سے خرید و فروخت جائز نہ ہوتی۔ یا اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوتا تو یہ ارشاد لغو ہوتا۔ پھر اس نے بکری بیچی اور حضور نے خریدی۔ یہ اس بیع کی صحت پر نص ہے۔

سواد البطن اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ پیٹ کے اندر جو کالے رنگ کے اعضا تھے۔ اس سے اس جگہ کلیجی، طحال وغیرہ مراد ہیں۔

ففضلت القصعتان اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں پیالوں میں کھانا بچ گیا۔ جیسا کہ۔ اطعمہ کی روایت میں واضح ہے۔ وفضل فی القصعتین۔ یہی وجہ ہے کہ فحملناہ میں ضمیر مفعول واحد ہے۔

[۵] بخاری اول الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱۔

طَوِيْلٌ بِغَنَمٍ يَسُوْقُهَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعًا اَمْ

پراگندہ سر کھڑے بالوں والا لمبے قد کا مشرک اپنی بکریاں ہانکتے ہوئے آیا۔ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَطِيَّةً اَوْ قَالَ اَمْ هِبَةً قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَرٰى مِنْهُ شَاةً فَصُنِعَتْ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیمت پر دیگا یا عطیے کے طور پر یا ہبہ کے طور پر۔ اس نے کہا قیمت پر۔

وَاَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَوَادِ الْبَطْنِ اَنْ يُّشْوٰى وَ

تو اس سے ایک بکری خریدی اور اسے ذبح کیا گیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیٹ کے

اَيْمُ اللّٰهِ مَا فِي الثَّلٰثِيْنَ وَالْمِائَةِ اِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

اندرونی کالے اعضا کے بھوننے کا حکم دیا۔ بخدا ایک سو تیس میں سے ہر شخص کو نبی صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهٗ حُزَّةً مِّنْ سَوَادِ بَطْنِهَا اِنْ كَانَ شَاهِدًا اَعْطَاهَا اِيَّاهُ

تعالیٰ علیہ وسلم نے کاٹ کاٹ کر ایک ایک ٹکڑا دیا۔ اگر موجود تھا تو اسے دیدیا اور اگر غائب

وَاِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهٗ فَجَعَلَ مِنْهَا قَصْعَتَيْنِ فَاَكَلُوْا اَجْمَعُوْنَ وَ

تھا تو اس کا حصہ رکھدیا ان سب کو دو پیالوں میں کیا سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا

شَبِعْنَا فَفَضَلَتِ الْقَصْعَتَانِ فَحَمَلْنَاهُ عَلَى الْبَعِيْرِ۔ ع۹

ان دونوں پیالوں میں کھانا بچ رہا جسے ہم نے اونٹ پر لادلیا۔

جو طعام مفضول کی طرف راجع ہے۔

یہ واقعہ دارالاسلام اور دارالحرب کی تحدید اور حربی کفار کے احکام کی تشریع سے پہلے کا ہے۔ اخیر حکم یہ ہے۔ کہ ذمی کو ہدیہ دینا اور اس کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور حربی کو نہ دینا جائز اور نہ لینا جائز۔ اس پر سورہ ممتحنہ کی یہ آیتیں دلیل ہیں۔ ارشاد ہے۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ الاٰيَة۔

اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں اور تمھیں انھیں سے منع کرتا جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا۔

ع۵ الہبۃ باب قبول الہدیۃ للمشرکین ص ، ۳۵۶ ثانی الاطعمۃ باب الاکل شبعا ص ۸۱۰ مسلم اطعمہ۔

بَابُ شِرَی المملوکِ مِنَ الحَرْبِیِّ وَھِبَتِہٖ وَعِتقِہٖ ص ۲۹۵

حربی سے غلام خرید نا اور حربی کا ہبہ کرنا اور آزاد کرنا۔

۴۱۶ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِسَلْمَانَ کَاتِبْ وَکَانَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمان سے فرمایا — مکاتبت کرلے اور

حُرًّا فَظَلَمُوْہُ وَبَاعُوْہُ۔

یہ آزاد تھے — ان پر کچھ لوگوں نے ظلم کیا اور انھیں بیچ دیا۔

پہلی آیت سے مراد ذمی ہیں اور دوسری آیت سے مراد حربی ہیں۔ پوری تفصیل۔ الحجۃ المؤتمنۃ۔ میں مطالعہ کریں۔

تشریحات ۴۱۶ اس تعلیق کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے مستدرک میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا قصہ بہت طویل اور دلچسپ اور عبرت آموز ہے۔ یہ اصفہان کی ایک بستی ”جیّ“ کے باشندے تھے۔ ان کا باپ وہاں کا زمیندار تھا[۱] اس نے ان کا نام مابہ یا بہبود رکھا تھا[۲]۔ بخاری میں ہے کہ اصل میں، رامہرمز کے باشندے تھے[۳]۔ اسلام لانے کے بعد ان کا نام سلمان رکھا گیا۔ سلمان الخیر سلمان بن اسلام القاب ہیں۔ کینت ابو عبداللہ۔ بخاری ہی میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ دس سے زائد آقاؤں کے قبضے میں رہا ہوں[۴]۔

اس کی تفصیل میں روایتیں مختلف ہیں اور بہت طویل۔ انھوں نے دین حق کی تلاش میں گھر چھوڑا اور متعدد راہبوں کی خدمت میں رہے۔ اخیر میں عمودیہ کے ایک راہب کے پاس رہے جو غیر محرف صحیح دین عیسوی پر تھا۔ وہ جب مرنے لگا تو اس نے ان کے دریافت کرنے پر یہ وصیت کی۔ کہ آج روئے زمین پر میرے علم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ہمارے طریقے پر ہو۔ ہاں ایک ”نبی“ کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وہ عرب میں دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی سرزمین میں مبعوث ہوگا۔ اس کی واضح علامتیں یہ ہیں۔ صدقہ نہیں کھائے گا۔ ہدیہ کھائے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو ان کی خدمت میں چلے جاؤ۔ یہ وصیت کر کے وہ راہب مرگیا۔ کچھ دنوں کے بعد بنی کلب کے کچھ تاجر آئے۔ ان کے ساتھ وہ عرب کی طرف چلے۔ ان غداروں نے ”وادی القریٰ“ میں لاکر انھیں ایک یہودی کے ہاتھ بیچدیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس یہودی کا ایک بھتیجہ آیا جو مدینہ طیبہ کے بنی قریظہ کا فرد تھا۔ اس یہودی نے اس کے ہاتھ فروخت کردیا۔ اس طرح یہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ مدینہ طیبہ آتے ہی اس راہب کی بتائی ہوئی علامتوں سے پہچان لیا کہ یہی شہر ان کا قبلہ مقصود ہے۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے قبا تشریف لائے۔ تو اس یہودی کے ایک بھتیجے نے آکر کہا کہ۔ بنی قیلہ کو اللہ ہلاک کردے۔ یہ سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو آج ہی مکہ سے آیا ہے۔ ان کا گمان یہ ہے

[۱] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۱ [۲] اصابہ جلد ثانی ص ۶۲ [۳] اول اسلام سلمان فارسی ص ۵۶۲ [۴] ...

کہ یہ نبی ہے۔ حضرت سلمان وہیں کھجوروں کے درخت پر کچھ کام کر رہے تھے۔ یہ سن کر فورِ شوق میں ان کا یہ حال ہوا کہ انھیں درخت پر رہنا مشکل ہو گیا۔ اتر کر نیچے آئے اور اس یہودی سے پوچھا، تم کیا کہہ رہے تھے۔ اس پر ان کا آقا اتنا غصہ ہوا کہ انھیں ایک سخت گھونسہ مارا اور کہا۔ تمھیں ان باتوں سے کیا غرض تم چلو اپنا کام کرو۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ اس نے جو کہا ہے اسے اچھی طرح سُن لوں۔

ان کے پاس کچھ کھانے کی چیز تھی۔ اسے لے کر شام کو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور قبا میں تشریف فرما تھے۔ اور عرض کیا کہ یہ صدقہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ اور حاضرین کو کھلا دیا۔ انھوں نے جی میں کہا۔ پہلی نشانی صحیح نکلی۔ پھر جب حضور مدینہ آگئے۔ تو پھر وہ کچھ لے کر حاضر ہوئے ہو عرض کیا۔ یہ ہدیہ ہے۔ اسے حضور نے خود بھی کھایا اور حاضرین کو بھی کھلایا۔ انھوں نے اپنے جی میں کہا کہ دو نشانیاں ہوئیں۔ سلمان کہتے ہیں، اس کے بعد میں حضور کے پیچھے آیا۔ حضور سمجھ گئے۔ اور پشت مبارک سے چادر سرکا دی۔ میں نے مہر نبوت کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جھک کر اسے بوسہ دینے لگا اور فرطِ مسرت میں رونے لگا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ سامنے آؤ۔ سامنے حاضر ہو کر کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہو گیا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تم کون ہو۔ میں نے اپنی سرگزشت بیان کی۔ حضور اس پر بہت مسرور ہوئے کہ صحابہ نے میری داستان سُنی [1]

ایک[2] روایت میں یہ ہے کہ یہ اس وقت ایک انصاری خاتون کے غلام تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کی خبر سُنی تو اپنی مالکہ سے کہا۔ ایکدن مجھے بخش دو۔ اس نے بخشدیا۔ اس دن وہ جنگل سے لکڑیاں لائے اور اسے بیچکر کھانا تیار کیا اور یہی کھانا لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے بعد پھر ایکدن مانگا اور لکڑیاں بیچکر کھانا تیار کیا۔ دوبارہ اسے لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

حضرت سلمان چونکہ غلام تھے۔ اس لئے بدر و اُحد میں شریک نہ ہو سکے۔ ایکدن ان سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلمان اپنے آقا سے مکاتبت کر لو۔ یعنی یہ طے کر لو کہ تم مجھ سے اتنا مال لے لو اس کے بعد آزاد کر دو۔ ان کے آقا نے تین سو یا پانچسو[3] کھجور کے درخت بٹھانے اور چالیس اوقیہ سونے پر معاملہ طے کیا۔ کہ جب یہ کھجور کے درخت پھل دینے لگیں تو تم آزاد ہو۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا۔ اپنے بھائی سلمان کی مدد کرو۔ اس پر کسی نے تیس کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس پودے دیئے۔ یہاں تک کہ تین سو یا پانچ سو ہو گئے۔ انھوں نے آکر گوشگزار کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے سب پودے بٹھا دیئے۔ صرف ایک پودا حضرت سلمان نے بٹھایا۔ اس ایک کے علاوہ سب پودے بہت جلد پھل دینے لگے۔

---

[1] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۱ تا ۴۴۴۔ [2] ایضاً ص ۴۳۸ [3] ایضاً ص ۴۴۰۔

پھر کہیں سے مال غنیمت آیا اس میں سے مرغی کے انڈے برابر سونا حضرت سلمان کو دیا کہ جاؤ نقد بھی ادا کر دو۔ انھوں نے عرض کیا۔ اتنے سے کیا ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے زبان مبارک پر پھیرا۔ اور فرمایا۔ لے جاؤ پورا ہوجائے گا۔ اسے لے جاکر وزن کیا تو چالیس اوقیہ بھرپورا ہوا۔ ایک اوقیہ چالیس درم کا اور ایک درم تین ماشہ ۱/۵ رتی کا۔ اور ایک روپیہ سوا گیارہ ماشے کا۔ اس طرح چالیس اوقیہ لگ بھگ چار سو روپے بھر ہوا یعنی تقریباً ساڑھے چار کلوگرام۔

آزادی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مواخاۃ قائم فرمادی [1] بدر و اُحد کے معرکوں کے وقت یہ غلام تھے اس لئے ان میں شریک نہ ہو سکے۔ پہلا وہ غزوہ جسمیں یہ شریک ہوئے۔ خندق ہے۔ اس کے بعد کے تمام مشاہد میں ہمرکاب سعادت رہے۔

جب قریش نے قبائل عرب کا بڑی دل لشکر لے کر مدینہ طیبہ پر حملے کا ارادہ کیا۔ اور اندرونی طور پر مدینے کے یہود بنی قریظہ سے بھی سازباز کرلی تھی۔ جس کے نتیجے میں غزوہ خندق ہوا۔ تو سلمان فارسی ہی کے مشورہ پر خندق کھودی گئی۔ جو بظاہر مدینہ طیبہ کی حفاظت کا سبب بنی۔

خندق کی کھدائی کے وقت انصار نے کہا۔ سلمان ہم میں سے ہے۔ اور مہاجرین نے کہا ہم میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا۔

سلمان منا اهل بیت [2] سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرصے تک مدینہ طیبہ ہی میں رہے۔ حضرت صدیق اکبر کے اخیر یا حضرت فاروق اعظم کے شروع عہد خلافت میں عراق میں بود و باش اختیار کرلی تھی۔

عہد فاروقی میں جب ایران پر عام لشکر کشی شروع ہوگئی۔ تو مجاہدین کی ایک فوج کے ساتھ یہ بھی ایک شہر کے محاصرے میں شریک ہوئے۔ مجاہدین سے فرمایا۔ کہ ابھی ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ انھیں اسلام کی دعوت دوں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ یہ تشریف لے گئے۔ حمد و ثنا کے بعد اہل شہر سے فرمایا۔ میں بھی تمھارا ہم قوم ہوں۔ اللہ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی تم لوگ اہل عرب کی فرمانبرداری دیکھ رہے ہو اگر تم لوگ مسلمان ہوجاؤ تو تم کو وہ سارے حقوق حاصل ہوں گے جو ہمیں حاصل ہیں۔ اور اگر اسلام منظور نہیں تو جزیہ دو۔ اور اگر یہ بھی منظور نہیں تو پھر لڑائی ہے۔ تین دن تک انھیں اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ چوتھے دن حملے کی اجازت دی اور وہ شہر فتح ہوگیا [3] جلولا کے بھی معرکے میں شریک رہے۔ یہیں مشک کی ایک تھیلی ملی تھی۔ جسے محفوظ رکھا اور وفات کے وقت کام میں لائے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو مدائن کا والی بنایا تھا۔ اور عرصے تک اس عہدے پر رہے۔ مزاج میں بہت سادگی تھی۔ اور یہ سادگی ان ایام میں بھی باقی رہی۔ لباس میں ایک اونچا پائجامہ اور عبا یعنی کمبل رہتا تھا۔ ایرانی

[1] مسند امام احمد جلد خامس ص ۴۴۴ بخاری جلد اول ص ۲۶۴ [2] مستدرک الحاکم جلد ثانی ص ۵۹۸ [3] مسند امام احمد خامس ص ۴۴۰، ۴۴۱۔

ان کا یہ حال دیکھکر انھیں آتا دیکھتے تو کہتے ۔ گرگ آمد، گرگ آمد ۔ بھیڑیا آیا، بھیڑیا آیا ۔ ایک مرتبہ چست کرتا اتنا چھوٹا کہ ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں پہنکر بلا زین کے گدھے پر سوار ہوکر نکلے ۔ بچوں نے پیچھا کیا ۔ اور شور مچانے لگے ۔ لوگوں نے دیکھا تو ڈانٹا کہ جانتے نہیں ۔ یہ یہاں کے حاکم ہیں ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں بیمار پڑے ۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لئے آئے ۔ تو یہ رونے لگے ۔ حضرت سعد نے کہا ۔ کیا بات ہے کیوں روتے ہو ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے راضی رہتے ہوئے دنیا سے گئے ۔ حوض کوثر پر ان سے ملوگے ۔ اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی ۔ فرمایا ۔ خدا کی قسم میں موت سے نہیں گھبراتا اور نہ دنیا کی خواہش ہے ۔ رونا اس لئے ہوں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا ۔ کہ دنیوی ساز و سامان ایک مسافر سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے ۔ اور اس وقت میرے اردگرد سانپ اکٹھے ہیں ۔ یعنی اسباب ۔ حضرت سعد کہتے ہیں ۔ ان سانپوں کی کل تعداد یہ تھی ۔ ایک بڑا پیالہ ۔ ایک لگن ۔ اور ایک تسلہ ۔ حضرت سعد نے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے ۔ فرمایا ۔ جب کوئی کام کرنا چاہو کوئی فیصلہ کرنا چاہو ۔ کچھ تقسیم کرنا چاہو تو خدا کو یاد رکھو ۔ بیماری کی حالت میں اور بھی لوگوں نے نصیحت کی خواہش کی تو فرمایا ۔ اگر تم سے ہوسکے تو حج یا عمرہ یا جہاد یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جان دو ۔ فسق و فجور اور خیانت کی حالت میں نہ مرو ۔

جب زیست کی امید منقطع ہوگئی تو اپنی اہلیہ سے وہ مشک کی تھیلی منگائی ۔ جو "جلولا" میں ملی تھی ۔ اسے اپنے ہاتھ سے پانی میں گھولا ۔ اور اپنے ہر چہار طرف چھڑکوا دیا اور سب کو باہر کر دیا ۔ لوگ کچھ دیر کے بعد اندر آئے تو جان جان آفریں کے سپرد کر چکے تھے ۔ مدائن میں ۳۵ھ میں واصل بحق ہوئے ۔ دو سو پچاس یا تین سو پچاس سال کی عمر پائی ۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری کا زمانہ پایا مگر یہ صحیح نہیں ۔ ان کے ابتدائی حالات اس کی تصدیق نہیں کرتے ۔ پینتیس سال اسلام کا زمانہ پایا اور دس سال عہد نبوت کا ۔

اثبات باب یہاں باب یہ ہے ۔ حربی سے غلام خریدنا اور حربی کا ہبہ اور اس کا غلام آزاد کرنا ۔ اپنی اکثر عادت کے مطابق حضرت امام بخاری نے اپنا خیال نہیں تحریر فرمایا ۔ لیکن جو تعلیقات اور احادیث تحریر کی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ تینوں صحیح ہیں اور اس تعلیق سے اس طرح ثابت ہیں کہ اگرچہ حضرت سلمان اصل میں آزاد تھے ۔ مگر جب ان پر غلبہ پاکر ایک حربی نے قبضہ کرلیا اور غلام بنا لیا ، وہ اس عہد کے دستور کے مطابق غلام ہوگئے اور جب اس مشرک تاجر نے وادی القریٰ کے یہودی کے ہاتھوں انھیں بیچا اور اس یہودی نے مدینے کے یہودی کے ہاتھ بیچا ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان سے فرمایا کہ مکاتبت کرلے ۔ تو معلوم ہوا کہ حربی کی بیع بھی صحیح ہے اور خریداری بھی اور عتق بھی ۔

۱۷۱۴ وَسُبِیَ عَمَّارٌ وَّصُهَيْبٌ وبلالٌ

ت اور عمار صہیب اور بلال غلام بنائے گئے۔

تشریحات ۹۱۷ حضرت عمار کہیں سے نہ قید کرکے آئے تھے اور نہ کبھی بیچے اور خریدے گئے۔ اس لئے ان کا ذکر یہاں بے محل ہے۔ یہ عربی النسل عنسی بزرگ تھے۔ ان کے والد حضرت یاسر یمن کے باشندے تھے۔ مکہ آکر بس گئے تھے۔ اور ابوحذیفہ بن مغیرہ مخزومی کے حلیف بن گئے۔ اور ابوحذیفہ نے ان کی شادی حضرت سُمَیّہ سے کردی تھی۔ جو ان کی باندی تھیں۔ حضرت عمار پیدا ہوئے تو ابوحذیفہ نے ان کو آزاد کردیا۔ جب تک ابوحذیفہ زندہ رہا یہ اس کے ساتھ رہے۔ اور جب وہ مرگیا اور اسلام آیا تو یہ تینوں مشرف باسلام ہوگئے۔ یہ تینوں قدیم الاسلام ہیں۔ خصوصیت سے جن کمزوروں کو سنگدل بہت ستاتے تھے ان میں یہ تینوں بھی ہیں۔ ایک مرتبہ انھیں اذیتیں دی جارہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان پر گزر ہوا تو فرمایا۔ اے آل یاسر صبر کرو تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔

ابوجہل لعین نے حضرت سمیہ کی شرمگاہ میں نیزہ بھونک دیا تھا جس کے صدمے سے شہید ہوگئیں۔ یہ اسلام میں پہلی شہید ہیں۔ حضرت یاسر بھی روز روز کی جان لیوا تکالیف سے ایک دن جاں بحق ہوگئے۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی عربی النسل ہیں۔ نمر بن قاسط کے فرد ہیں۔ ان کے والد کسریٰ کی طرف سے اُبُلّہ کے عامل تھے۔ یہ جگہ موصل کے نواحی میں جزیرے کے قریب فرات کے کنارے ہے۔ رومی ان کی بستی پر حملہ کرکے انھیں قید کرکے لے گئے۔ قید کے وقت سن شعور کو پہنچ چکے تھے۔ جب یہ جوان ہو گئے۔ تو رومیوں نے بنی کلب کے ایک شخص کے ہاتھ بیچدیا۔ اس نے مکے لاکر عبد اللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت کیا۔ اس نے انھیں آزاد کردیا۔ جب اسلام آیا تو یہ اور حضرت عمار ایک ساتھ دار ارقم میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے صاحبزادے کی روایت یہ ہے کہ خود روم سے بھاگ آئے تھے اور مکہ آکر عبد اللہ بن جدعان کے حلیف بن گئے۔ جب یہ ہجرت کے ارادے سے مکے سے نکلے تو اہل مکہ نے ان کا پیچھا کیا اور قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اہل مکہ سے کہا۔ میرا ترکش تیر سے بھرا ہوا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں تم میں سب سے زیادہ ماہر تیرانداز ہوں۔ تم میرے قریب اس وقت تک نہیں آسکتے جب تک کہ تیر ختم نہ ہوجائے اور قریب جب آؤگے تو پھر تلوار سے خبر لوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ میرا سب مال لے لو اور لوٹ جاؤ۔ اس پر وہ ستمگر راضی ہوگئے۔ انھوں نے اپنے مال کا پتہ بتا دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبا میں حاضر ہوئے۔ ان کی داستان سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ سودا نفع بخش ہے اے ابو یحییٰ۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔

اور کچھ لوگ اپنے آپ کو اللہ کی مرضی حاصل کرنے کیلئے بیچتے ہیں اور اللہ بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

یہ اور حضرت علی اس وقت کے اخیر مہاجر ہیں۔ تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جہاں بھی تشریف لے گئے، جس جنگ میں گئے، جو بھی بیعت کی سب میں میں حاضر تھا۔ ہر غزوے میں حضور کے دائیں بائیں رہتا۔ جب آگے سے اندیشہ ہوتا آگے رہتا پیچھے سے ہوتا پیچھے رہتا۔ میں نے کبھی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دشمن کے سامنے نہیں ہونے دیا۔ قبل بعثت بھی رفقاء خصوصی میں تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سابق العرب ہوں۔ صہیب سابق الروم، سلمان سابق الفارس، بلال سابق الحبشہ ہیں۔
چونکہ نشو ونما رومیوں میں ہوئی تھی۔ اس لئے کما حقہٗ عربی بول نہیں پاتے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوالی مدینہ میں ان سے ملنے گئے۔ جب انھوں نے دیکھا تو پکارنے لگے۔ یا ناس یا ناس، اے لوگو، اے لوگو!
حضرت عمر نے ہمراہیوں سے دریافت فرمایا۔ انھیں کیا ہوگیا ہے۔ فرمایا یہ اپنے غلام کو ناس ناس کہکر پکار رہے ہیں۔
حضرت عمر نے فرمایا۔ اے صہیب تم میں تین عیب ہیں۔ تم رومی ہو اور اہل عرب سے نسب ملاتے ہو، اور ہکلاتے ہو یعنی عربی صحیح نہیں بولتے۔ اور فضول خرچ ہو اور نبی کے نام پر کنیت رکھتے ہو، ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی۔ فرمایا میں دراصل عربی ہوں۔ رومی مجھے قید کرنے گئے، انھیں میں نشو ونما ہوئی۔ اس لئے صحیح عربی نہیں بول پاتا۔ اور چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوب کھانا کھلاؤ۔ تو میں اس پر عمل کرتا ہوں۔ اور ابو یحییٰ خود حضور نے میری کنیت رکھی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ ہے۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ یہ بنی جمح کے خانہ زاد غلام تھے۔ یعنی یہ اپنے آقا کی مملوکہ کنیز کے بطن سے تھے۔ یہ بھی قدیم الاسلام بزرگوں میں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ سب سے پہلے جن بزرگوں نے اسلام ظاہر کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال، عمار، صہیب، حضرت عمار کی والدہ سمیہ اور حضرت مقداد بن اسود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تو ظالموں کا داؤں نہیں چل سکا مگر بقیہ حضرات کو مکے کے ستمگر طرح طرح ستاتے۔
امیہ بن خلف حضرت بلال کو چلچلاتی دھوپ میں ننگے بدن چت لٹا کر سینے پر بھاری چٹان رکھدیتا اور کہتا۔ یوں ہی رہ یہاں تک کہ مرجائے۔ یا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر جائے۔ اسی حالت میں حضرت صدیق اکبر نے دیکھا۔ اور ایک قوی غلام کے عوض ان کو خرید کر آزاد کردیا۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا۔ مجھے بھی شریک کرلو۔ فرمایا میں انھیں آزاد کرچکا۔ آزادی کے بعد یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔ جب اذان مشروع ہوئی تو موذن مقرر ہوئے۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خزانچی بھی تھے۔ تمام مشاہد میں ہمرکاب سعادت رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک تک مدینہ رہے۔ اور اذان دیتے رہے۔ پھر شام

جہاد کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روکنا چاہا مگر راضی نہ ہوئے اور شام ہی میں ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ اور دمشق میں باب صغیر کے پاس مدفون ہیں۔
ان کی استقامت اور عزیمت کا حال یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مشرکین نے جو چاہا ہم سے کہلا لیا سوائے بلال کے کہ انتہائی تکالیف کے باوجود کبھی ظالموں کے سامنے سپر نہیں ڈالی اور کبھی کوئی کلمہ انکی مرضی کے مطابق زبان پر نہیں لائے بلکہ ہمیشہ احد احد فرمایا۔ ظالم مشرک انھیں کبھی تپتے ہوئے سنگریزوں پر لٹاتے کبھی انگاروں پر سلاتے کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھاتے۔ کبھی گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتے وہ گھسیٹتے۔ مگر کوئی ستم انھیں متزلزل نہ کر سکا۔
جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بیت المقدس کے لئے شام تشریف لے گئے تو انھوں نے بھی "جابیہ" میں آکر استقبال کیا اور ساتھ ساتھ بیت المقدس بھی گئے۔
ایک دن حضرت عمر نے فرمایا۔ اے بلال آج اذان کہدو۔ عرض کیا۔ میں نے عہد کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے اذان نہیں کہوں گا مگر آپ کی خاطر کہدیتا ہوں۔ حضرت بلال کی آواز بہت سریلی دلکش اور بلند تھی۔ جب اذان شروع کی تو عہد نبوت کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر گیا اور تمام حاضرین بیخود ہو گئے ہر آنکھ اشکبار ہو گئی۔ حضرت عمر کا روتے روتے برا حال ہو گیا۔ حضرت معاذ حضرت ابو عبیدہ بھی زار و قطار رونے لگے۔
ایک بار خواب دیکھا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ اے بلال، کیا یہ مروتی ہے کہ میری زیارت کو نہیں آتے، خواب سے بیدار ہوتے ہی مدینہ کی راہ لی اور روضہ اقدس پر پہنچ کر مرغ بسمل کیطرح تڑپنے لگے۔
حضرات حسنین کریمین پر نظر پڑی تو ان سے لپٹ لپٹ کر رونے لگے۔ اور انھیں پیار کرنے لگے۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ آج صبح کو اذان کہدیجئے۔ صبح کو جب حضرت بلال نے اذان شروع کی تو پورے مدینے میں کہرام مچ گیا جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا۔ تو مدینہ لرز اٹھا۔ پردہ نشیں خواتین خورد سال بچے گھروں سے نکل آئے۔ ساکنان مدینۃ الرسول کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد زریں کی یاد تازہ ہو گئی ایسا رقت انگیز سماں مدینے میں کبھی پیدا نہیں ہوا۔
جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان میں اور حضرت ابو رویحہ عبد اللہ بن عبد الرحمن خثعمی میں مواخات قائم کر دی۔ اس رشتہ نے ان میں بہت زیادہ محبت و الفت پیدا کر دی۔ جب شام جانے لگے تو حضرت فاروق اعظم سے کہہ گئے کہ میرا وظیفہ ابو رویحہ کو دیدیا کیجئے۔ اور انھیں بھی شام بلا لیا حضرت ابو بکر نے چونکہ ان کو خرید کر آزاد کیا تھا۔ اس لئے ان سے بھی بے پناہ محبت کرتے تھے اور احترام بھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان سے شام جانے کی اجازت طلب کی تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ بلال میں تمھیں اللہ اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں مجھے جدائی کا داغ نہ دو، تو رک گئے۔

تمام غزوات میں ساتھ ساتھ رہے۔ بلکہ ہر سفر میں ہمراہ رہتے۔ آگے آگے نیزہ لے کر چلتے انھیں کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد کعبے کے اندر گئے تو یہ ساتھ تھے۔ اسلام کے سب سے پہلے مؤذن ہیں۔ کعبے کی چھت پر سب سے پہلے انھوں نے اذان دی۔ اس پائے کے بزرگ ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا، ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا۔

اُمیّہ بن خلف نے انھیں طرح طرح ستایا تھا۔ غزوہ بدر میں انھیں موقع مل گیا تو اس کا سر قلم کر لیا۔ حضرت ابوبکر نے سنا تو فرمایا۔ اے بلال! تم نے اپنا بدلہ لے لیا [۱]

مطابقت باب حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رومیوں سے بنی کلب کے ایک فرد نے خرید ا اور اس سے عبداللہ بن جدعان نے۔ یہ تینوں حربی تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حربیوں کی آپس کی خرید و فروخت درست ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی جمح کے خانہ زاد غلام تھے۔ ان کے آقا سے حضرت صدیق اکبر نے خریدا تو معلوم ہوا کہ مسلمان کا حربی سے کچھ خریدنا درست ہے۔

اس باب پر امام بخاری نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَادِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (نحل - ۷۱)

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ جنھیں زیادہ روزی دی گئی یہ لوگ اپنے غلاموں اور باندیوں کو نہیں دیں گے کہ سب برابر ہو جائیں۔ تو کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں۔

وجہ استدلال یہ خطاب مشرکین سے ہے۔ اللہ عز وجل نے مشرکین کی ملک ان کے غلاموں اور کنیزوں پر ثابت فرمائی۔ حالانکہ ان کی ملکیت عموماً غیر شرعی طریقوں سے حاصل ہوتی تھی پھر بھی ان کی ملکیت کو ثابت مانا جب مشرکین کی املاک ان کی ملک ہیں۔ تو ان کا بیچنا، ہبہ کرنا آزاد کرنا سب درست ہے۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سے خرید لے یا وہ کسی مسلمان کو کچھ بیچدیں تو یہ بھی درست اور مسلمان کی ملک اس سے ثابت ہوگی۔

مشرکین اللہ عز وجل کی دی ہوئی روزی میں سے کچھ اللہ کے لئے کر دیتے اور کچھ بتوں کے لئے۔ اس طرح بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے۔ ان کے رد کے لئے فرمایا۔ کہ تم اور تمھارے مملوک دونوں بنی آدم ہو اور اللہ کے بندے ہونے میں مساوی مگر تم یہ نہیں پسند کرتے کہ تمھارے مملوک تمھارے مال میں برابر کے حصہ دار ہوں۔ تو پھر یہ کیا بے عقلی ہے کہ اللہ عز وجل کی عطا فرمودہ روزی میں بتوں کو اللہ کا شریک بناتے ہو۔ جبکہ بُت اللہ کی مخلوق اور اس کے مملوک ہیں۔

---

[۱] یہ تمام تفصیلات اصابہ، الاستیعاب، اسد الغابہ، طبقات ابن سعد، مستدرک للحاکم سے لی گئی ہیں۔

۱۳۰۰ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ اِبْرَاهِیْمُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْیَةً

نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی ایک ایسی بستی میں تشریف لے گئے جسمیں ایک بادشاہ یا ایک ظالم تھا۔

فِیْهَا مَلِكٌ مِّنَ الْمُلُوْكِ اَوْ جَبَّارٌ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِیْلَ دَخَلَ اِبْرَاهِیْمُ بِامْرَاَةٍ

اس سے کہا گیا کہ ابراہیم ایک ایسی عورت کے ساتھ آئے ہیں جو حسین ترین عورتوں میں سے ہے۔ اس

هِیَ مِنْ اَحْسَنِ النِّسَاءِ فَاَرْسَلَ اِلَیْهِ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ مَنْ هٰذِهِ الَّتِیْ مَعَكَ

بادشاہ نے ابراہیم کو بلاکر پوچھا اے ابراہیم تمھارے ساتھ یہ کون عورت ہے۔ فرمایا میری بہن ہے

قَالَ اُخْتِیْ ثُمَّ رَجَعَ اِلَیْهَا فَقَالَ لَا تُكَذِّبِیْ حَدِیْثِیْ فَاِنِّیْ اَخْبَرْتُهُمْ اَنَّكِ

پھر ابراہیم سارہ کے پاس لوٹے تو فرمایا وہاں جاکر میری بات جھٹلانا مت میں نے انھیں بتایا ہے

اُخْتِیْ وَاللّٰهِ اِنْ عَلَی الْاَرْضِ مِنْ مُّؤْمِنٍ غَیْرِیْ وَغَیْرُكِ فَاَرْسَلَ بِهَا اِلَیْهِ

کہ تم میری بہن ہو۔ بخدا اس زمین پر اس وقت سوائے میرے اور تیرے اور کوئی مومن نہیں۔ اس بادشاہ

تشریحات ۱۳۰۰ باب سے مطابقت اس حصے سے ہے کہ اس کافر بادشاہ نے حضرت ہاجرہ، حضرت سارہ کو ہبہ کیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اسے رد نہیں فرمایا۔ قبول فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم مدین سے جب ہجرت کرکے مصر تشریف لے گئے تھے۔ تو یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ یہ واقعہ اُردُن میں پیش آیا تھا اور اس بادشاہ کا نام عمرو بن امرئ القیس بن قابلیون بن سبا تھا۔

حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا ہاران کی صاحبزادی تھیں۔ بہن بنانے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے۔ دوسری وہ جو خود حدیث میں ہے۔ کہ اس وقت اس سرزمین پر سوائے ان دونوں کے اور کوئی مومن نہ تھا۔ اس تقدیر پر اخوت اسلامی کی بنا پر کہا۔

حضرت لوط علیہ السلام اس وقت باحیات تھے۔ مگر وہاں موجود نہ تھے۔ حدیث میں الارض سے مراد خاص وہ جگہ ہے۔ بجائے زوجہ بتانے کے بہن بتانے کی توجیہ علمار نے مختلف کی ہے۔ ایک یہ کہ اس ظالم کی عادت تھی کہ بیویوں کو شوہروں سے چھین لیتا مگر بہنوں کو بھائیوں سے نہیں چھینتا تھا۔ یہی توجیہ زیادہ لگتی ہوئی ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ وہ ظالم ہر خوبصورت عورت کو غصب کرلیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ خیال فرمایا اگر اس کے علم میں یہ بات آئی کہ میں شوہر ہوں تو کہیں مجھے غیرت کیوجہ سے قتل نہ کرادے۔ اور بہن بتانے میں اسے غیرت آنے کا سوال ہی نہیں۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ اعلم۔

فَقَامَ اِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتْ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ

نے سارہ کو اپنے یہاں بلایا۔ اور ان کی طرف بڑھا۔ سارہ بھی اٹھیں وضو کیا اور نماز پڑھنے لگیں اور یہ

وَبِرَسُوْلِكَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِيْ اِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ فَغُطَّ

دعا کی۔ اے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاکدامن رہی ہوں تو کافر کو مجھ پر

حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ ـ قَالَ الْاَعْرَجُ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

قابو نہ دے۔ یہ دعا کرتے ہی وہ کافر زمین پر گر پڑا ناک سے خرخر آواز نکلنے لگی اور پاؤں زمین پر رگڑنے

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ ـ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ اِنْ يَّمُتْ يُقَلْ هِيَ قَتَلَتْهُ فَاُرْسِلَ ثُمَّ

لگا یہ دیکھکر سارہ نے کہا اے اللہ اگر یہ مرجائے گا تو کہا جائے گا کہ اسی نے اسے مار ڈالا ہے

قَامَ اِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي وَتَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ اٰمَنْتُ بِكَ وَ

اب وہ ٹھیک ہوگیا۔ پھر وہ سارہ کی طرف بڑھا سارہ نے پھر وضو کیا اور نماز پڑھی اور یہ دعا کی اے اللہ

بِرَسُوْلِكَ وَاَحْصَنْتُ فَرْجِيْ اِلَّا عَلٰى زَوْجِيْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ

اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور پاکدامن رہی ہوں تو اس کافر کو مجھ پر قابو نہ دے۔ اب

حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ ـ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ

پھر وہ زمین پر گرا ناک سے خرخر آواز نکالنے لگا اور پاؤں زمین پر رگڑنے لگا تو سارہ نے کہا اے اللہ

ابن ہشام نے تیجان میں لکھا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت سارہ کے ساتھ بادشاہ کے محل میں تشریف لے گئے تھے۔ انھیں محل سے باہر کردیا۔ اللہ عزوجل نے محل کو شفاف شیشے کی طرح کردیا۔ وہ بادشاہ اور حضرت سارہ کو دیکھتے رہے اور ان کی باتیں سنتے رہے۔ لیکن یہاں بخاری میں فارسل بها الیه ہے یعنی سارہ کو بادشاہ کے پاس بھیجا۔ اس سے تبادر یہی ہے کہ وہاں صرف حضرت سارہ گئی تھیں۔

فرجعت کتاب الانبیاء میں یہ ہے کہ وہ جب لوٹ کر آئیں تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم نماز پڑھ رہے ہیں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب سے حضرت سارہ گئی تھیں اسی وقت سے نماز پڑھ رہے تھے۔

فَغُطَّ ۔ غَطٌّ سے ماضی مجہول ہے۔ گلا دبوچنے پر ناک سے خرخراہٹ کی آواز نکلنے کو کہتے ہیں۔ مسلم کی روایت یہ ہے کہ جب حضرت سارہ اس ظالم کے پاس پہنچی تو وہ صبر نہ کرسکا۔ ان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ فقبضت یدہ قبضۃ شدیدۃ ۔ اس کا ہاتھ بری طرح سکڑ گیا۔

تینوں باتیں ہوئی ہوں گی۔ ہاتھ بھی سکڑا ہوگا۔ گلا بھی گھٹ گیا ہوگا۔ اور پاؤں بھی رگڑنے لگا ہوگا۔ کتاب الانبیاء میں یہ زائد ہے، کہ اپنی یہ درگت دیکھکر اس ظالم نے حضرت سارہ سے کہا۔ اللہ سے میرے لئے دعا کرو۔ اور میں تم کو

151

فَقَالَتْ اللّٰھُمَّ اِنْ یَّمُتْ یُقَلْ ھِیَ قَتَلَتْہُ فَاُرْسِلَ فِی الثَّانِیَۃِ اَوْفِی الثَّالِثَۃِ

اگر یہ مرجائے گا تو کہا جائے گا کہ اسی نے اسے قتل کر دیا۔ تو اب پھر ٹھیک ہو گیا۔ دوسری مرتبہ

فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا اَرْسَلْتُمْ اِلَیَّ اِلَّا شَیْطَانًا اِرْجِعُوْھَا اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاَعْطُوْھَا

یا تیسری مرتبہ اس نے اپنے ہرکاروں سے کہا تم نے میرے پاس شیطان کو بھیجا ہے اسے ابراہیم

آجَرَ فَرَجَعَتْ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ فَقَالَتْ اَشَعَرْتَ اَنَّ اللّٰہَ کَبَتَ الْکَافِرَ

کے پاس لوٹا دو۔ اور اسے ہاجرہ کو دیدو سارہ ابراہیم کے پاس آئیں اور عرض کیا کیا

وَاَخْدَمَ وَلِیْدَۃً ؑ عہ

آپ کو پتہ چلا کہ اللہ نے کافر کو ذلیل کر دیا اور اس سے ایک خادمہ دلوائی۔

کوئی ضرر نہیں پہچاؤں گا تو حضرت سارہ نے وہ دعا فرمائی۔ کتاب الانبیاء میں صرف دو بار کا ذکر ہے۔ اور یہاں شک کے ساتھ ہے دو بار یا تین بار ایسا ہوا۔

قال الاعرج : اللھم ان یمت سے فارسل تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر موقوف ہے اس لئے امام بخاری نے اس کو امتیاز کے لئے قال الاعرج سے بیان کیا۔ اعرج سے مراد عبد الرحمٰن بن ہرمز ہیں۔ پیر میں لنگ تھا اس لئے انھیں اعرج کہتے تھے۔

واعطوھا آجر : الف ممدودہ کے ساتھ آجر بھی ہے اور ہا ہوز کے ساتھ ھاجر بھی ہے۔ یہ سریانی زبان کا کلمہ ہے۔ مصر کے ایک شہر حفن کے بادشاہ کی صاحبزادی تھیں۔ حفن نیل کے مشرقی ساحل پر ایک شہر تھا جسکے آثار شارحین بخاری علامہ عسقلانی اور علامہ عینی کے عہد تک موجود تھے۔ اس وقت وہ انضنا کے دیہاتوں میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبر سے گیہوں خریدتے تھے اسی نے بادشاہ سے چغلی کی تھی۔ اور یہ بتایا تھا کہ میں نے سارہ کو آٹا گوندھتے دیکھا ہے۔

اس ظالم نے جب حضرت سارہ کی یہ رفعت شان دیکھی تو ان کی خدمت کے لئے حضرت ہاجرہ کو دیا اور کہا کہ ان کی شان یہ نہیں کہ یہ خود کام کریں۔

مسائل اس حدیث سے یہ مسائل مستخرج ہوتے ہیں۔ کافر اور ظالم بادشاہ کا عطیہ قبول کرنا جائز ہے۔ جان مال آبرو کا خطرہ ہو تو توریہ کی اجازت ہے۔ یعنی ایسی بات کہنا کہ جو ظاہر کے خلاف ہو۔ مگر اس کا صحیح معنی بھی ہو بلکہ ایسے موقع پر خلاف واقعہ بات کہنے کی بھی اجازت ہے بلکہ کبھی واجب ہوتی ہے۔ بوقت مجبوری ظالم کے آگے سپر ڈالنا جائز ہے۔ بیوی کو بہن کہنے سے طلاق نہیں پڑتی۔ خلوص نیت سے دعا قبول ہوتی ہے۔ عمل صالح کو ذریعہ بنا کر دعا کرنے سے اللہ عزوجل بندے کی مدد فرماتا ہے۔

عہ الھبۃ باب قبول ھدیۃ المشرکین ص ۳۵۶ باب اذا قال اخدمتک ھذہ الجاریۃ ص ۳۵۸ ثانی الاکراہ باب اذا استکرھت المرأۃ علی الزنی ص ۱۰۲۸ ۔

۱۳۰۱ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ لِصُھَیْبٍ

حدیث حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضرت صہیب سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے باپ

اِتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تَدَّعِ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْکَ فَقَالَ صُھَیْبٌ مَا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ کَذَا

کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب نہ کرو تو صہیب نے کہا مجھے اس سے خوشی

وَکَذَا وَاَنِّیْ قُلْتُ ذٰلِکَ وَلٰکِنِّیْ سُرِقْتُ وَاَنَا صَبِیٌّ

نہ ہوگی کہ میرے لئے اتنی اور اتنی دولت ہو اور میں ایسا کروں لیکن قصہ یہ ہے کہ میں بچہ تھا کہ چرا لیا گیا۔

بَابُ قَتْلِ الْخِنْزِیْرِ ص ۲۹۶ خنزیر کے قتل کرنے کا بیان

۱۳۰۲ عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّہٗ سَمِعَ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ

نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ عنقریب (عیسیٰ) ابن مریم

۱۳۰۱ تشریحات گزر چکا کہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصل میں عرب تھے۔ تمر بن قاسط کے صاحبزادے جو بنی ربیعہ کے فرد تھے۔ بچپنے میں رومی انھیں اٹھالے گئے تھے۔ اس لئے ان کی زبان رومی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ ان کے عربی ہونے پر شبہہ کرتے تھے۔ اسی بنا پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ فرمایا اور حضرت صہیب نے وہ جواب دیا۔ مطلب یہ ہے کہ میری زبان کی وجہ سے میرے عربی ہونے پر شک نہ کرو۔ میں حقیقت میں عربی ہوں۔ عہد طفلی ہی میں رومیوں کے قبضے میں چلا گیا اور ان کی زبان بولنے لگا۔

مناسبت: بیوع کے ابواب سے اس باب کی مناسبت یہ ہے۔ کہ بیع کا اصل محل مال ہے اور خنزیر واجب القتل ہے تو شرعاً مال نہیں۔ اسے لازم کہ اس کی بیع درست نہیں۔ اس سے ذمیوں کے خنزیر مستثنیٰ ہیں کیونکہ انکے نزدیک یہ مال ہے۔ اور فرمایا گیا۔

وَاَمْوَالُھُمْ کَاَمْوَالِنَا ـــــ ذمیوں کے مال ہمارے مال کے مثل ہیں۔

۱۳۰۲ تشریحات حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کی تفصیل میں مختلف حکایتیں مروی ہیں۔ امام نسائی اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہودیوں کے بادشاہ نے حضرت عیسیٰ کے شہید کرنے کا حکم دیدیا اور یہودی انھیں تلاش کرنے کے لئے نکلے تو حضرت عیسیٰ اپنے بارہ حواریوں کے ساتھ ایک مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا تم میں

لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُّقْسِطًا
اتریں گے وہ انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے۔ صلیب توڑیں گے ، سور
فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَ
مار ڈالیں گے جزیہ ختم کردیں گے اور ان کے زمانے میں مال کی
يَفِيْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ ع۵
اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی خیرات نہ لے گا۔

کون یہ پسند کرتا ہے کہ وہ میرے مشابہ کر دیا جائے۔ اور میرے بجائے قتل کیا جائے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ ان میں ایک سب سے کمسن جوان نے عرض کیا۔ میں حاضر ہوں۔ تین بار یہی فرمایا۔ اور اس نے ہر بار حامی بھری۔ وہ حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہوگیا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ یہودی آئے اور اس جوان کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ لے گئے اور پھانسی دیدی لہ

اس کے برخلاف عام طور پر یہ مشہور ہے۔ جب یہودیوں نے طے کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے دی جائے اور انھوں نے پھانسی کا تختہ بھی کھڑا کر لیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام روپوش ہوگئے۔ ان کے حواریں میں یہوذا نامی ایک منافق تھا۔ اس نے نشاندہی کی۔ یہودیوں نے اس مکان کو جسمیں حضرت عیسیٰ تھے گھیر لیا۔ یہوذا حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھا۔ جبریئل امین ہمیشہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہتے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ کو لے کر آسمان پر چلے گئے۔ اور یہوذا کی شکل حضرت عیسیٰ کے مثل کر دی گئی۔ یہودی اسی کو پکڑ کر لے گئے۔ اور پھانسی دیدی۔ اور اس کی لاش پھانسی ہی پر چھوڑ دی۔

جب روم کے شہنشاہ کو کسی نے بتایا کہ ایک صاحب اپنے کو خدا کا رسول کہتے تھے۔ ان سے عظیم الشان معجزے ظاہر ہوتے تھے۔ وہ مردے جلاتے تھے۔ مادر زاد اندھے کو بینا اور سفید داغ والے کو صحتمند بنا دیتے تھے تو اس نے اپنے آدمی بھیجکر مصلوب کو تختہ دار سے اتارا اور وہ تختہ روم لے گیا۔ شاہ روم نے اس کی تعظیم کی اور اس کے مثل اور بھی تختے بنائے۔ جس کی پرستش کرنے لگے۔

خصوصیت سے صلیب توڑنا۔ غالباً اس بنا پر ہے کہ اسمیں نصاریٰ کے دو اعتقاد کا بطلان ہے۔ ایک یہ کہ انھیں پھانسی دی گئی۔ دوسرے یہ کہ اس کی پرستش کرتے تھے۔ خنزیر کا قتل اس وجہ سے ہوگا کہ نصاریٰ کی سب سے زیادہ مرغوب غذا ہے۔ اور حقیقت میں نجس العین اور ہر جانور سے زیادہ گندہ۔ قیامت کے قریب دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے صبح صادق طلوع ہونے کے بعد حضرت عیسیٰ جامع دمشق کے شرقی سفید منارے پر اتریں گے ۲؎ یہود اور تمام کفار کو قتل فرمائیں گے ان کے زمانے میں اسلام یا قتل کا قانون

ع۵ مسلم ایمان۔ ترمذی فتن۔ لہ کمالین ۲؎ مسلم ثانی الفتن باب ذکر الدجال ص ۴۰۱

بَابُ لَا یُذَابُ شَحْمُ الْمَیْتَةِ وَلَا یُبَاعُ وَدَکُهٗ ص۲۹۶ مردار کی چربی نہ پگھائی جائے اور نہ اسے بیچا جائے۔

حدیث ۱۳۰۳ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ یَقُوْلُ بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ فُلَانًا بَاعَ خَمْرًا فَقَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ فُلَانًا اَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْهِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْهَا فَبَاعُوْهَا۔ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ فلاں نے شراب بیچی ہے تو فرمایا اللہ اسے مار ڈالے کیا اس نے یہ نہیں جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہود کو مار ڈالے ان پر چربی حرام کی گئی تھی تو انھوں نے چربی کو پگھلا کر بیچا۔

حدیث ۱۳۰۴ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْهِمُ الشُّحُوْمُ فَبَاعُوْهَا وَاَکَلُوْا اَثْمَانَهَا عہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے۔ ان پر چربی حرام کی گئی تو اسے بیچا اور اس کی قیمتیں کھائیں۔

ہوگا جزیہ لے کر ذمی بنانے کا حکم ان کے عہد کے پہلے تک ہے۔ ان کے زمانے میں نہ کوئی ذمی ہوگا اور نہ انکی عبادت گاہیں۔

تشریحات ۱۳۰۳، ۱۳۰۴ یہ صاحب حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جیسا کہ مسلم میں ہے۔ یہ ممتاز مشاہیر صحابہ میں سے ہیں۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ انھوں نے شراب کیسے بیچا۔ اس کی توجیہ اسماعیلی نے یہ کی ہے کہ شراب پینے کی حرمت کی تصریح قرآن مجید میں ہے۔ اس کی حرمت ہر صحابی کو معلوم تھی۔ مگر بیچنے کی حرمت قرآن مجید میں نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تجارت سے ضرور منع فرمایا ہے مگر یہ حدیث ان تک پہنچی نہ تھی۔ اس لئے اسے بیچا۔ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قیاس سے ثابت فرمایا۔ اس سے ظاہر کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک بھی وہ حدیث نہیں پہنچی تھی ورنہ اسے پیش کرتے۔ اجتہاد سے کام نہ لیتے اس لئے اغلب یہی ہے کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔ اور اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اس لئے بیچا۔

قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ لَعَنَهُمْ قُتِلَ لُعِنَ الْخَرّٰصُوْنَ الْکَذّٰبُوْنَ۔

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ قاتلہم اللہ کے معنی ہیں اللہ ان پر لعنت کرے۔ قرآن مجید میں ہے قتل الخراصون یعنی جھوٹوں

عہ الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص ۴۹۱ مسلم البیوع۔ نسائی الذبائح۔ ابن ماجہ الاشربہ
عہ مسلم البیوع۔

باب بیع التصاویر التی لیس فیہا روح وما یکرہ من ذلک ص ۲۹۶ غیر جاندار کی تصویر بیچنا اور اسمیں کیا مکروہ ہے۔

۱۳۰۵ عن سعید بن ابی الحسن قال کنت عند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

حدیث سعید بن ابو الحسن نے کہا۔ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں تھا کہ ایک

عنہما اذ اتاہ رجل فقال یا ابا عباس انی انسان انما معیشتی من

شخص آیا اور کہا اے ابو عباس میں ایک انسان ہوں میرا ذریعہ معاش ہاتھ کی کاریگری ہے میں

صنعۃ یدی وانی اصنع ھذہ التصاویر فقال ابن عباس لا احدثک

یہ تصویریں بناتا ہوں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں تم سے وہی بیان کرونگا

الا ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول سمعتہ یقول

جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ فرماتے تھے جو شخص کوئی تصویر بنائے گا اسے

من صور صورۃ فان اللہ معذبہ حتی ینفخ فیہا الروح ولیس بنافخ

اللہ عزوجل ضرور عذاب دیگا جب تک اسمیں روح نہ ڈال دے۔ اور وہ کبھی بھی اسمیں جان نہ

فیہا ابدا فربا الرجل ربوۃ شدیدۃ واصفر وجہہ فقال ویحک

ڈال سکے گا۔ اس پر اس شخص نے لمبی ٹھنڈی سانس لی اور اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا تو حضرت

قاتل باب مفاعلت کا ماضی ہے۔ جس کے معنی آپس میں لڑنے کے ہیں۔ اللہ عزوجل سے لڑنے کی کسے مجال ہے۔ یہ محال ہے کہ کوئی اللہ عزوجل سے لڑائی کرسکے۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ اس کے معنی کو بتایا جائے۔ امام بخاری کی تفسیر کا حاصل یہی ہے کہ یہاں قاتل مشارکت کے لئے نہیں۔ بلکہ مجرد کے معنی میں ہے۔ اور اس کا لازمی معنی مراد ہے لعنت یعنی اپنی مہربانی سے بالکلیہ محروم کرنا۔ انسان کسی کو اس وقت قتل کرتا ہے جب اس کے لئے مہربانی کی کوئی گنجائش نہ رہے۔ اس لئے قتل کرنے کو مہربانی سے بالکلیہ محروم کرنا لازم ہے۔

تشریحات ۱۳۰۵ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے۔ خواہ مجسمہ ہو یا کپڑے کاغذ وغیرہ پر خواہ ہاتھ سے بنائیں یا کیمرہ وغیرہ آلات سے۔ البتہ درخت پہاڑ وغیرہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانا جائز ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوی ہے۔ جو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اخذ فرمایا ہے۔ تصویر بنانے پر اللہ عزوجل اسے عذاب دیتا رہے گا جب تک اسمیں جان نہ ڈالدے۔ یہ ارشاد کہ وہ اسمیں کبھی بھی جان نہ ڈال سکے گا۔ اس پر قرینہ ہے کہ اس پر ہمیشہ عذاب ہوتا رہے گا۔

کل شی لیس فیہ روح، الشجر سے بدل ہے بدل الکل عن البعض۔ بعض نحویوں نے اسے جائز کہا ہے۔ اس تقدیر پر بدل کی پانچ قسمیں ہو جائیں گی۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے۔

رحم اللہ اعظما دفنوھا بسجستان طلحۃ الطلحات۔

اِنْ اَبَیْتَ اِلَّا اَنْ تَصْنَعَ فَعَلَیْكَ بِهٰذَا الشَّجَرِ كُلِّ شَیْئٍ لَیْسَ فِیْهِ رُوْحٌ ع۵

ابن عباس نے فرمایا تیرا برا ہو اگر تصویریں بنانے سے باز نہیں رہے گا تو اس درخت اور بے جان کی بنا۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ بَاعَ حُرًّا ص۲۹۷ آزاد کو بیچنے کا گناہ

حدیث ۱۳۰۶ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ ثَلٰثَةٌ اَنَا

کہ فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا تین قسم کے لوگوں کا قیامت کے دن میں فریق ہوں گا۔ ایک وہ

اللہ ان ہڈیوں پر رحمت نازل فرمائے جسے لوگوں نے سجستان میں دفن کیا ہے طلحۃ الطلحات پر

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدَةَ عَنْ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّضْرَ بْنَ اَنَسٍ قَالَ۔ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ الحدیث

ابو عبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ روایت ہے محمد سے وہ روایت کرتے ہیں عبدہ سے وہ روایت کرتے ہیں سعید سے کہ میں نے نضر بن انس سے سنا کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے یہاں تھا۔ الخ

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ حدیث مذکور ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے۔ جس میں سعید بن ابوعروبہ حضرت انس بن مالک کے صاحبزادے نضر بن انس سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم نے اس سند میں سعید اور نضر بن مالک کے درمیان قتادہ کو ذکر کیا ہے اس سے خیال ہوتا ہے کہ سعید بن ابوعروبہ نے نضر سے نہیں سنا ہے۔

امام بخاری نے اس شبہے کو دور کرنے کے لئے فرمایا ــــ کہ سعید بن ابوعروبہ نے صرف یہ ایک حدیث نضر بن مالک سے سنی ہے۔ کتاب اللباس میں امام بخاری نے اس حدیث کی سند یوں ذکر کی ہے۔

ہم سے سعید بن ابوعروبہ نے حدیث بیان کی۔ میں نے نضر بن انس کو قتادہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا۔ غالباً اسی سے مسلم کے کسی راوی کو اشتباہ ہوا اور اس نے سعید بن ابوعروبہ اور نضر بن انس کے درمیان قتادہ کو ذکر کر دیا۔

تشریحات ۱۳۰۶ اللہ عزوجل ہر مظلوم کی قیامت کے دن حمایت فرمائیگا۔ ان تینوں میں خصوصیت سے فریق بننے کا تذکرہ بطور مبالغہ ہے۔ اور ان تینوں کی شناعت شدیدہ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کیونکہ یہ اس عہد میں بہت رائج تھا۔ اور قسم کھاکر مکرنا تو آج بھی شائع اور ذائع ہے۔

علاوہ ازیں یہ تینوں جرم انتہائی کمزوروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جن کا دنیا میں کوئی حامی نہیں ہوتا۔ غایت کرم سے فرمایا کہ میں انکا حامی ہوں۔ فریق کے لئے حمایت لازم ہے۔ پہلی صورت میں مراد یہ ہے کہ جس کے خلاف بدعہدی کی ہے اس کا حامی ہونگا۔

ع۵ مسلم اللباس۔ نسائی الزینۃ۔ ۵ جلد ثانی اللباس باب ص ۸۸۱

خَصۡمُهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ رَجُلٌ اَعۡطٰى بِىۡ ثُمَّ غَدَرَ وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَاَكَلَ
جس نے میرے نام کے ساتھ عہد کیا پھر توڑ دیا۔ دوسرے وہ جس نے کسی آزاد کو بیچا اور اس کی قیمت کھائی تیسرے
ثَمَنَهٗ وَرَجُلٌ اِسۡتَاجَرَ اَجِيۡرًا فَاسۡتَوۡفٰى مِنۡهُ وَلَمۡ يُعۡطِ اَجۡرَهٗ عه
وہ جس نے کوئی نوکر یا مزدور رکھا اور اس سے پورا کام لیا اور مزدوری یا تنخواہ نہیں دی۔

جس طرح آزاد انسان کے عین کو بیچنا جائز نہیں نہ اسے جائز نہ کسی دوسرے کو اسی طرح اس کے کسی بھی جز کی بیع باطل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو رائج ہے کہ لوگ خون، گردہ، آنکھ وغیرہ بیچتے ہیں۔ یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع مملوک کی ہوتی ہے۔ انسان کی ذات کی طرح اس کے اجزا بھی کسی کی ملک نہیں۔ نہ خود اس کی نہ کسی دوسرے کی جس طرح بیچنا جائز نہیں ویسے بطور ہبہ اور عطیہ بھی دینا جائز نہیں۔

بَابُ اَمۡرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ الۡيَهُوۡدَ بَيۡعِ اَرَضِيۡهِمۡ حِيۡنَ اَجۡلَاهُمۡ ص۲۹۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہودیوں کو اپنی زمین بیچنے کا حکم دینا جب انھیں جلا وطن کیا تھا۔

یہ باب صرف ابوذر کے نسخے میں ہے۔ اور ارضیھم۔ را کے فتحے کے ساتھ ہے۔ اس میں دو شذوذ ہیں۔ ایک یہ کہ را کے فتحے کی وجہ سے واحد کا وزن سلامت نہیں رہا۔ حالانکہ یہ جمع مذکر سالم ہے۔ دوسرے یہ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے حالانکہ جمع سالم غیر ذوی العقول کی نہیں آتی۔

فیه المقبری عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه۔ اس بارے میں حضرت ابو سعید مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

اس سے امام بخاری نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو کتاب الجہاد[۵] باب اجلاء الیہود من جزیرۃ العرب، میں ذکر کی ہے۔

ابو سعید مقبری حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا۔ یہودیوں کے پاس چلو۔ ہم چلے اور بیت المدارس پہنچے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (یہودیوں سے) فرمایا۔ اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے۔ جان لو زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تم کو اس زمین سے جلاوطن کر دوں۔ تم اسے بیچدو ورنہ جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔

ص۲۹۷
باب بیع العبید بالعبید والحیوان بالحیوان نسیئة چند غلاموں کو ایک غلام کے عوض اور حیوان کو حیوان کے عوض

مقصود باب غلام غلام حیوان، حیوان ایک جنس کے ہیں۔ بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ اسمیں کمی زیادتی اور ادھار سود ہوگا۔

عه الاجارۃ باب اثم من منع اجر الاجیر ص ۳۰۲ [۵] جلد اوّل ص ۴۴۹

۴۱۸ وَاشْتَرَی ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا رَاحِلَۃً بِاَرْبَعَۃِ اَبْعِرَۃٍ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک سواری کے لائق اونٹ چار اونٹوں کے

مَضْمُوْنَۃٍ عَلَیْہِ یُوْفِیْھَا صَاحِبُھَا بِالرَّبَذَۃِ۔

بدلے خریدا جس کے بارے میں ضمانت لے لی تھی کہ اس کا مالک ربذہ میں دیگا۔

۴۱۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ یَکُوْنُ الْبَعِیْرُ خَیْرًا مِّنَ الْبَعِیْرَیْنِ۔

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کبھی ایک اونٹ دو اونٹ سے بہتر ہوتا ہے۔

۴۲۰ وَاشْتَرَی رَافِعُ بْنُ خَدِیْجٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بَعِیْرًا بِبَعِیْرَیْنِ

ت اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض خریدا اور ایک فورا

فَاَعْطَاہُ اَحَدَھُمَا وَقَالَ آتِیْکَ بِالْاٰخَرِ غَدًا رَھْوًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

دیا اور فرمایا دوسرا کل ان شاء اللہ بلا تاخیر دے دوں گا۔

۴۲۱ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَیَّبِ لَا رِبَا فِی الْحَیْوَانِ الْبَعِیْرِ بِالْبَعِیْرَیْنِ وَالشَّاۃِ

ت اور حضرت ابن مسیب نے کہا۔ حیوان میں سود نہیں ایک اونٹ دو اونٹ کے

اس کے ازالے کے لئے یہ عنوان قائم فرمایا ــــ کہ اس میں تفاضل بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز۔ یعنی ان میں سود نہیں۔ اور اس باب میں حیوان عام ہے۔ ایک جنس کے حیوان کو دوسرے جنس سے بیچیں یا اسی جنس سے۔ امام بخاری کے نزدیک سب جائز ہے۔ ہمارے یہاں نقد جائز اور ادھار حرام۔ یہ حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے عوض ادھار بیچنے کو منع فرمایا۔

یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت سمرہ[۱] بن جندب حضرت ابن عمر[۲] حضرت ابن عباس[۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

تشریحات ۴۱۸ اس تعلیق کو امام مالک نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے معارض ابن سیرین سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے ابن عمر سے پوچھا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض جائز ہے۔ اگر ادائیگی کے لئے میعاد مقرر ہو تو۔ انھوں نے اسے ناپسند فرمایا۔

تشریحات ۴۱۹ اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موصولا روایت فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد حق ہے۔ مگر اس سے ادھار بیچنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

تشریحات ۴۲۰ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریح ۴۲۱ اس تعلیق کے پہلے جز لا ربو فی الحیوان۔ کو امام مالک نے موطا میں اور البعیر بالبعیرین کو امام

[۱] اول البیوع باب کراھیۃ بیع الحیوان بالحیوان ص ۱۴۸۔ [۲] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۴۴ [۳] ایضا۔

بالشاتین الی اجل

کے عوض ایک بکری دو بکری کے عوض میعاد مقررہ تک بیچنا جائز ہے۔

۴۲۲ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بَعِيرٌ بِبَعِيرَيْنِ وَدِرْهَمٌ بِدِرْهَمٍ نَسِيئَةً

ت اور ابن سیرین نے فرمایا کہ ایک اونٹ دو اونٹ کے عوض اور ایک درہم ایک درہم کے عوض ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

۱۳۰۷ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتْ إِلَىٰ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ ثُمَّ صَارَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ام المومنین حضرت صفیہ قیدیوں میں تھیں یہ دحیہ کلبی کے حصے میں آئیں پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہو گئیں

بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ ص ۲۹۷ غلام کی بیع

۱۳۰۸ أَخْبَرَنِي ابْنُ مُحَيْرِيزٍ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۲۲ اس تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں موصولا روایت کیا ہے۔ اس قول کا دوسرا جز صریح احادیث کے خلاف ہے۔

تشریحات ۱۳۰۷ اس حدیث کے بعض[1] طرق میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صفیہ کو سات افراد کے بدلے خریدا تھا۔ اسی سے باب کو مطابقت ہے۔

تشریحات ۱۳۰۸ یہ سوال و جواب غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر ہوا تھا۔ جبکہ بہت سی لونڈیاں قید ہوئی تھیں۔ اس وقت صحابہ کرام بہت تنگدست تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عزل جائز ہے۔ البتہ اپنی زوجہ سے عزل کرنا ہو تو اس سے اجازت ضروری ہے۔ عزل کے لغوی معنی علحدہ کرنا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ جماع میں انزال کے وقت عضو باہر نکال لینا تاکہ منی باہر گرے۔ اسی پر قیاس کر کے یہ بھی جائز ہے کہ مانع حمل دوائیں استعمال کی جائیں۔

[1] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۴۷

أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے — انھوں نے عرض کیا — یا رسول اللہ! ہم قیدی پاتے ہیں اور انکی

يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا فَنُحِبُّ الْأَثْمَانَ فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ فَقَالَ
قیمت چاہتے ہیں — تو عزل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں — فرمایا — کیا یہ تم لوگ کرتے ہو

أَوَ إِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذٰلِكَ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذٰلِكُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ
اگر نہ کرو تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس کی پیدائش اللہ نے لکھدی ہے — وہ پیدا ہو کر

اللّٰهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا وَهِيَ خَارِجَةٌ ع٥
رہے گا۔

بَابُ بَيْعِ الْمُدَبَّرِ ص۲۹۷ — مدبر کی بیع

حدیث ۱۳۰۹ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے — کہ — انھوں نے فرمایا — نبی صلی اللہ

یا مرد اپنے عضو پر یا عورت رحم کے منہ پر خول وغیرہ چڑھالے۔
مگر آپریشن نہ مرد کو جائز ہے نہ عورت کو۔ کیونکہ یہ تغییر خلق اللہ ہے جو بحکم قرآن شیطانی کام ہے۔ شیطان جب راندۂ درگاہ ہونے لگا تو اس نے دھمکی دی تھی۔

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ (النساء - ۱۱۹) — میں ضرور ضرور ان سے کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں۔

اسی طرح لُپ لگوانا بھی حرام ہے۔ کیونکہ اسمیں بلاضرورت شرعیہ شرمگاہ اور مواضع ستر اجنبی ڈاکٹروں کو دکھانا اور انھیں چھونے دینا ہے۔
البتہ اس اندیشے سے حمل روکنے کی کوشش ایمان کی کمزوری ہے کہ زیادہ بچے ہو جائیں گے تو ان کی پرورش کیسے ہوگی ارشاد ہے۔

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ (الانعام - ۱۵۱) — ہم تھیں بھی روزی دیتے ہیں اور انھیں بھی۔
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ (الاسراء - ۳۱) — ہم انھیں بھی روزی دیتے ہیں اور تھیں بھی۔

تشریحات ۱۳۰۹ مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کے بارے میں اس کے مالک نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ مطلق جبکہ اس کے آقا نے مطلق مرنے پر آزادی معلق کی ہو۔ اس کو

ع٥ العتق باب من ملک من العرب رقیقا ص ۳۴۵ الثانی النکاح باب العزل ص ۷۸۴ المغازی باب غزوۃ بنی المصطلق ص ۵۹۳ القدر باب قوله وکان امر الله قدرا مقدورا ص ۹۷۷ التوحید باب قول الله هو الله الخالق الباری ص ۱۱۰۱ مسلم النکاح - ابو داؤد النکاح - نسائی عتق - عشرۃ النساء۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ عہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے مدبر کو بیچا۔

بَابُ ھَلْ یُسَافِرُ بِالْجَارِیَۃِ قَبْلَ اَنْ یَّسْتَبْرِئَھَا ص۲۹۷ استبرا سے پہلے لونڈی کیساتھ سفر کرنا۔

۴۲۳ وَلَمْ یَرَ الْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ یُّقَبِّلَھَا اَوْ یُبَاشِرَھَا۔

ت امام حسن بصری ایسی لونڈی کا بوسہ لینے یا اسے چپکانے میں حرج نہیں جانتے تھے۔

۴۲۴ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِذَا وُھِبَتِ الْوَلِیْدَۃُ الَّتِیْ

ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ جس باندی سے ہمبستری کی جا چکی ہو اور اسے ہبہ

تُوْطَأُ اَوْ بِیْعَتْ اَوْ عُتِقَتْ فَلْیُسْتَبْرَأْ رَحِمُھَا بِحَیْضَۃٍ وَلَا تُسْتَبْرَأُ الْعَذْرَاءُ

کیا جائے یا بیچا جائے یا اسے آزاد کیا جائے تو ضروری ہے کہ ایک حیض تک استبرا کرے اور کنواری پر استبرا نہیں۔

۴۲۵ وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ اَنْ یُّصِیْبَ مِنْ جَارِیَتِہِ الْحَامِلِ مَادُوْنَ الْفَرْجِ

ت اور امام عطار نے کہا حاملہ باندی کی شرمگاہ کے علاوہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے

نہ بیچنا جائز ہے نہ اس کو ہبہ کرنا جائز ہے۔ دوسرے مقید یہ وہ ہے جسے اس کے مالک نے یوں کہا ہو اگر میں اس مرض میں مرجاؤں یا اس سفر میں مرجاؤں تو تو آزاد ہے۔ اور مالک اس مرض سے اچھا ہو گیا یا سفر سے واپس آ گیا تو اسے بیچنا جائز ہے۔

حضرت امام شافعی حضرت امام احمد دونوں قسم کے مدبر کی بیع کو جائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے۔ بیع المزایدہ ۔ میں مفصل گزر چکی ہے۔ اور وہیں احناف کے دلائل بھی مذکور ہیں۔

تشریحات ۴۲۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ مگر صرف ان یقبلھا تک البتہ امام عبدالرزاق نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔ یصیب مادون الفرج ۔ شرمگاہ کے علاوہ کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

باندی کو خریدنے کے بعد استبرا واجب ہے۔ یعنی جب تک ایک حیض نہ آجائے اس سے ہمبستری جائز نہیں۔ سفر میں چونکہ اس کا خطرہ رہتا ہے کہ کہیں جماع نہ کر بیٹھے۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب باندھا ہے۔ مگر حسب عادت اپنا کوئی فیصلہ نہیں تحریر فرمایا۔

تشریح ۴۲۴ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۲۵ مراد یہ ہے کہ حمل کی حالت میں کسی باندی کو خریدا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سے ہمبستری جائز نہیں۔ حدیث میں فرمایا۔

عہ ابوداؤد العتق۔ نسائی البیوع ۔ القضا۔ ابن ماجہ الاحکام۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (مومنون-۶)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وہ مومن اپنی مراد کو پہنچے جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں اور شرعی باندیوں سے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ وَالْاَصْنَامِ ص۲۹۸

مردار اور بتوں کی بیع

حدیث ۱۳۱۰ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ

تعالیٰ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے سال میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيْرِ وَالْاَصْنَامِ فَقِيْلَ

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے شراب مردار سور اور بتوں کے بیچنے اور

لایحل لامرئ یومن باللہ والیوم الاخر جو شخص اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے
ان یسقی ماءہ زرع غیرہ [۱] حلال نہیں کہ اس کا پانی دوسرے کا کھیت سینچے۔

آیہ کریمہ سے استدلال یوں ہے کہ جب باندیاں حلال ہیں تو ان سے بوسہ وکنار بھی حلال۔ البتہ حمل کی حالت میں ہمبستری اس حدیث کی وجہ سے حرام ہے۔ حتی کہ اگر یہ حمل اس کے موجودہ آقا کا ہو مثلاً اس نے خریدنے سے پہلے اس کے ساتھ زنا کیا ہو تو اسے ہمبستری بھی جائز ہے۔

پھر اس کے بعد امام بخاری نے ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ان الفاظ میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنے لئے چن لیا اور انھیں اپنے ہمراہ لے کر چلے۔ جب سد الروحا پر پہنچے تو نزول اجلال فرمایا اور زفاف فرمایا۔ حضرت صفیہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اپنے لئے منتخب فرمایا تو یہ حضور کی باندی ہوگئیں اور قبل استبرا انھیں لے کر سفر فرمایا۔ یہی باب کا عنوان ہے۔ اگرچہ اس میں کلام ہے۔

مسائل: ۔ ہمارے یہاں باندی سے استبراء سے قبل مباشرت اور بوس وکنار جائز نہیں۔ کیونکہ اسمیں جماع میں مبتلا ہو جانے کا قوی خطرہ ہے۔

تشریحات ۱۳۱۰ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مردار شراب خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت صحیح نہیں اس لئے کہ یہ سب مال نہیں۔ رہ گیا ان سے انتفاع تو اس میں تفصیل ہے۔ چمڑے سے دباغت کے بعد انتفاع جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث گزر چکی۔ اسی طرح مردار کے اجزا سے جنہیں زندگی نہیں ہوتی۔ انتفاع جائز ہے۔ مثلاً بال، ہڈی، پٹھے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک کنگھا ہاتھی کے دانت [۲] کا تھا۔ نیز ایک حدیث [۳] میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ اور فاطمہ

---

[۱] مسند امام احمد رابع ص ۱۰۸ [۲] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۵۶ [۳] مسند امام احمد جلد خامس ص ۲۷۵

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ شُحُوْمَ الْمَيْتَةِ فَاِنَّهٗ تُطْلٰى بِهَا السُّفُنُ وَتُدْهَنُ بِهَا
خرید نے کو حرام فرمادیا ہے۔ اس پر عرض کیا گیا یا رسول اللہ! مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا رائے

الْجُلُوْدُ وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
عالی ہے کیونکہ اسے کشتیوں پر ملتے ہیں اور کھالوں میں چکنائی دیتے ہیں اور اسے چراغ میں جلاتے ہیں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ
فرمایا اجازت نہیں حرام ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل یہود کو برباد

شُحُوْمَهَا اَجْمَلُوْهُ ثُمَّ بَاعُوْهُ فَاَكَلُوْا ثَمَنَهٗ۔
کردے۔ جب اللہ نے مردار کی چربیوں کو حرام فرمایا تو انھوں نے اسے پگھلایا اور بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كِتَابُ السَّلَمِ ص ۲۹۸

بَابُ السَّلَمِ فِيْ وَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ ص ۲۹۸ — سلم وزن معلوم میں ہے

۱۳۱۱ عَنْ اَبِي الْمِنْهَالِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَدِمَ
حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے لیے پٹھے کا ہار اور ہاتھی کے دانت کے دو کنگن خرید لا۔
اور جن چیزوں سے انتفاع جائز ہے ان کی خرید و فروخت بھی جائز۔ جیسا کہ جلد ثانی ص ۱۴۲-۱۴۳ پر گزر چکا۔

بیع سلم فی الحال قیمت دے کر کچھ مدت کے بعد مبیع کا لینا طے ہو تو اسے بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کے صحیح ہونے کے لئے چودہ شرطیں ہیں۔ ثمن اور مبیع دونوں کی جنس، نوع، وصف، مقدار معین کر دی جائے۔ یہ آٹھ شرطیں ہوئیں۔ ثمن مجلس عقد میں پورا ادا کر دیا جائے۔ مبیع کی ادائیگی کی میعاد بقید سن ماہ تاریخ مقرر ہو۔ اگر مبیع کے ڈھونے میں دقت ہو تو بیع کی ادائیگی کی جگہ بھی نامزد ہو۔ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک مبیع بازار میں بآسانی ملتی رہے۔ اسمیں خیار شرط اور خیار رویت نہ ہو۔ ان چودہ شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو یہ بیع ناجائز اور سود ہے۔

تشریحات ۱۳۱۱ اس حدیث میں کیل اور وزن کا ذکر اس اعتبار سے ہے کہ زیادہ تر مکیل اور موزون میں بیع سلم رائج تھی۔ ورنہ بیع سلم ہر اس چیز میں جائز ہے۔ جس کے مقدار کی تعیین کسی بھی صورت سے اس طرح ہو جائے کہ نزاع کا خطرہ نہ رہے۔ مثلاً کپڑے انڈے وغیرہ میں، کپڑے کی مقدار ناپ سے اور انڈے کی مقدار گنتی سے متعین ہو سکتی ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَھُمْ یُسْلِفُوْنَ بِالثَّمَرِ
مدینہ تشریف لائے تو اس وقت وہ لوگ پھلوں کی دو سال تین سال کے ادھار پر خرید و فروخت
السَّنَتَیْنِ وَالثَّلٰثَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَسْلَفَ
کرتے تھے۔ تو فرمایا جو ادھار خرید فروخت کرنا چاہے اسے لازم ہے کہ کیل معلوم اور
فِیْ شَیْئٍ فَفِیْ کَیْلٍ مَّعْلُوْمٍ وَّوَزْنٍ مَّعْلُوْمٍ اِلٰی اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ عہ
وزن معلوم میں کرے۔

حدیث ۱۳۱۲ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدٌ اَوْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اَبِی الْمُجَالِدِ قَالَ اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ
محمد یا عبد اللہ بن ابو مجالد نے کہا عبد اللہ بن شداد بن الہاد اور ابو بردہ
شَدَّادِ بْنِ الْھَادِ وَاَبُوْ بُرْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فِی السَّلَفِ فَبَعَثُوْنِیْ اِلٰی
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیع سلف (سلم) کے بارے میں اختلاف کیا تو ان لوگوں نے مجھے ابن
ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ اِنَّا کُنَّا نُسْلِفُ عَلٰی عَھْدِ
ابو اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا تو میں نے ان سے پوچھا انھوں نے بتایا کہ ہم
رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ فِی الْحِنْطَۃِ وَ
لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے
الشَّعِیْرِ وَالزَّبِیْبِ وَالتَّمْرِ وَسَاَلْتُ ابْنَ اَبْزٰی فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِکَ عہ
میں بیع سلف گیہوں، جو، منقی اور کھجور میں کرتے تھے اور میں نے ابن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے بھی ایسا ہی بتایا

تشریحات ۱۳۱۲ امام بخاری نے اس حدیث کو اکٹھے چھ طریقوں سے تھوڑے سے تغیر اور کمی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابو المجالد کے نام میں اختلاف ہے کہ محمد تھا یا عبد اللہ۔ اسی لئے عمرو بن حفص کے طریقے میں شک ہے۔ بقیہ طریقے میں ابن المجالد ہے یا محمد بن ابو المجالد ہے۔ یہ کبار تابعین میں ہیں۔ امام مجاہد کے داماد اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔

اس کے بعد باب السلم الی من لیس عندہ اصل۔ میں کچھ تفصیل ہے۔ محمد بن ابو المجالد نے کہا۔ مجھے عبد اللہ بن شداد اور ابو بردہ نے عبد اللہ بن ابو اوفی کے پاس بھیجا۔ کہ ان سے پوچھوں۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں گیہوں میں بیع سلم کرتے تھے۔ تو عبد اللہ بن اوفی نے فرمایا۔ شام کے کاشتکاروں سے گیہوں جو منقی میں وزن معلوم اور میعاد معلوم تک بیع سلم کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا۔ اسی کے ساتھ جس کی اصل

عہ یہیں اس باب کے پہلے اور بعد میں۔ مسلم ابو داؤد۔ ترمذی البیوع نسائی الشروط البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

عہ یہیں اکٹھے چھ طریقے سے۔ باب السلم الی اجل معلوم ص ۳۰۰ ابو داود و نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔

بَابُ السَّلَمِ اِلٰى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهٗ اَصْلٌ ص ۲۹۹ اس سے بیع سلم کرنا جس کے پاس مسلم فیہ کی اصل نہ ہو۔

۱۳۱۳ سَمِعْتُ اَبَا الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيَّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ فَقَالَ نَهَى

حدیث ابو البختری طائی نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم کے بارے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتّٰى يُوْزَنَ فَقَالَ الرَّجُلُ

میں پوچھا تو فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع سے منع فرمایا جب تک وہ کھانے

وَاَيُّ شَيْءٍ يُوْزَنُ فَقَالَ رَجُلٌ اِلٰى جَانِبِهٖ حَتّٰى يُحْرَزَ۔

اور تولنے کے لائق نہ ہو جائے، ایک شخص نے پوچھا کیا چیز وزن کیجائے گی اس پر حضرت ابن عباس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا ایسی ہو جائے کہ اسکی حفاظت کیجائے۔

موجود ہو؟ - فرمایا - ہم اس بارے میں ان سے سوال ہی نہیں کرتے - پھر ان دونوں صاحبوں نے عبدالرحمن بن ابزی کے پاس یہی پوچھنے کے لئے بھیجا - تو انھوں نے بھی فرمایا - کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بیع سلم کرتے تھے - اور یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے پاس کھیتی ہے، یا نہیں - بعض طرق میں زبیب کے بجائے زیت آیا ہے یعنی زیتون۔

اس حدیث میں نبیط اھل الشام - آیا ہے - یہ ایک قوم تھی جو دیہاتوں میں رہتی تھی اور ان کا پیشہ کاشتکاری تھا - نبط کے معنی زمین سے پانی ابلنا ہے - یہ قوم کنواں کھود کر پانی نکالنے کی ماہر تھی - اس لئے انھیں نبیط کہا جاتا تھا - بیع سلم صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مسلم فیہ یعنی جو مبیع مقرر ہوئی ہے - وہ مسلم الیہ یعنی مشتری کے پاس عقد کے وقت یا درمیان میں موجود ہو - صرف یہ ضروری ہے کہ عقد کے وقت سے لے کر ادائیگی کے وقت تک بازار میں آسانی ملتی ہو - نایاب نہ ہو۔

اسی باب میں جو روایت محمد بن مقاتل سے ہے اس میں شروع میں یہ زائد ہے - کہ ان دونوں (عبداللہ بن شداد اور ابوبردہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اموال غنیمت پاتے تو شام کے نبطی آتے اور ان سے بیع سلم کرتے۔

تنبیہ بعض مترجمین نے اصل کا ترجمہ راس المال کیا ہے - یہ صحیح نہیں - راس المال اس قیمت کو کہتے ہیں جو پیشگی عقد کے وقت دی جاتی ہے - بلکہ اس سے مراد کھیتی ہے - جیسا کہ حدیث کے اخیر حصے سے ظاہر ہے جو حضرت عبدالرحمن بن ابزی کے ارشاد میں ہے - نیز باب السلم الی اجل معلوم میں بجائے اصل کے زرع کی تصریح ہے۔

تشریحات ۱۳۱۴ مطابقت : علامہ ابن بطال نے کہا کہ اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کے بعد والے باب سے ہے - مگر کچھ لوگوں نے یوں مناسبت نکالی ہے کہ جب درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں میں سلم جائز نہیں تو اس کا وجود کالعدم ہے - اس طرح گویا ایسے شخص کے ساتھ بیع سلم ہوئی جسکے پاس اسکی اصل نہیں۔

اقول : مگر ظاہر ہے کہ یہ کچھ نہیں - اصل تو موجود ہے۔

علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اس حدیث میں سلم سے مراد لغوی معنی ہے - یعنی قیمت اب لے لو اور جب کھجوریں تیار ہو جائیں گی تو ہم لے لیں گے - یہ دو وجہ سے ناجائز ہے - قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیع ممنوع ہے - جیسا کہ احادیث

بَابُ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ ص ۲۹۹ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع

۱۳۱۴ عَنْ اَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ

حدیث ابو البختری نے کہا میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں میں

فَقَالَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ الْوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ ۔

سلم کے بارے میں پوچھا تو فرمایا قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔ اور چاندی کی نقد کے عوض ادھار بیع سے

بَابُ السَّلَمِ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ ص ۳ : بیع سلم مدت معلومہ تک ہونا ضروری ہے۔

۴۲۵ وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْسَعِيْدٍ وَالْاَسْوَدُ وَالْحَسَنُ ۔

ت اور یہی حضرت ابن عباس اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور امام اسود اور امام حسن بصری کا قول ہے۔

گزر چکیں۔ دوسرے یہ کہ اسمیں مقتضائے عقد کے خلاف شرط ہے۔ کیونکہ جب عقد تام ہوگیا تو اسمیں مشتری کا بائع کی ملک یعنی درخت سے بلا عوض نفع حاصل کرنا ہے۔

اقول وھوالمستعان ۔ اگر سلم کے شرعی معنی بھی مراد لیں تو یہ بیع درست نہ ہوگی کیونکہ بیع سلم کے صحت کی شرائط میں مسلم فیہ کی وہ مقدار معلوم ہونا ضروری ہے جسے مُسلَم الیہ کو ادا کرنا ہے۔ اور پھل ابھی تیار نہیں۔ معلوم نہیں کتنا خراب ہوگا کتنا گرے گا۔ علاوہ ازیں کھجوریں کیلی ہے تو کیل سے مقدار معلوم ہونی ضروری ہے اور یہ معلوم نہیں۔ دوسری شرط میعاد کا معلوم ہونا ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں۔ کیونکہ یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو کھجوریں تیار ہونگی۔ بلکہ تیسری شرط وصف بھی معلوم نہیں، کیسے معلوم کہ کھجوریں کیسی تیار ہوں گی۔

ابو البختری کا نام سعید بن فیروز کوفی طائی ہے۔ ۸۳ھ کی مشہور جنگ دیر جماجم میں خارجیوں کے ہاتھ شہید ہوئے۔

۱۳۱۴ تشریحات اس کے بعد والی روایت میں یہ ہے۔ و نھی عن ورق بالذھب نسأ۔ چاندی کی سونے کے عوض ادھار بیع سے منع فرمایا ہے۔

پہلی روایت معنی کے اعتبار سے عام ہے۔ خواہ چاندی کو چاندی کے عوض بیچیں خواہ سونے کے۔ دونوں میں ادھار سود ہے۔

۴۲۵ تشریح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو امام شافعی اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اخیر کے الفاظ یہ ہیں۔ ابوحسام بن مسلم اعرج حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انھوں نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ بیع سلم میں میعاد معین طے ہونا ضروری ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کے لئے میعاد ضروری قرار دی ہے۔ فرمایا:۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۔ (بقرہ ۲۸۲)

اے ایمان والو جب میعاد مقررہ تک ادھار لین دین کرو تو اسے لکھ لو۔

152

۴۲۶ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا لَا بَأْسَ بِالطَّعَامِ الْمَوْصُوْفِ
ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا غلے کا بھاؤ بیان کر دیا گیا ہو تو معینہ مدت تک کے لئے
بِسِعْرٍ مَّعْلُوْمٍ إِلٰى أَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ مَا لَمْ يَكُ ذٰلِكَ فِيْ زَرْعٍ لَّمْ يَبْدُ صَلَاحُهٗ۔
سلم میں حرج نہیں۔ اگر وہ غلہ اس کھیت میں نہ ہو جو قابل انتفاع نہ ہوا ہو۔

بَابُ عَرْضِ الشُّفْعَةِ عَلٰى صَاحِبِهٖ قَبْلَ الْبَيْعِ ص۳

شفعہ کے حقدار پر بیچنے سے پہلے شفعہ پیش کرنا۔

۴۲۷ وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَذِنَ لَهٗ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شُفْعَةَ لَهٗ۔
ت اور حکم نے کہا۔ بیع سے پہلے مالک کو بیچنے کی اجازت دیدی تو اب اسے شفعہ کا حق نہیں رہا۔

۴۲۸ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بِيْعَتْ شُفْعَتُهٗ وَهُوَ شَاهِدٌ لَّا يُغَيِّرُهَا فَلَا شُفْعَةَ لَهٗ۔
ت اور امام شعبی نے فرمایا جب حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے وہ چیز بیچی گئی جسیں اسے شفعہ کا حق حاصل تھا اور اس نے مطالبہ نہیں کیا تو اب اسے شفعہ کا حق نہ رہا۔

اور امام حاکم نے بھی اس کی تخریج کی اور اسے صحیح کہا۔ امام ابن ابی شیبہ نے دوسرے طریقے سے عکرمہ سے روایت کیا کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سلم میں وظیفہ ملنے یا کھیت کٹنے کی میعاد نہ مقرر کی جائے بلکہ وقت مقرر کر دیا جائے۔ مثلاً فلاں مہینہ فلاں تاریخ۔
حضرت ابو سعید خدری کی تعلیق کو امام عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں اور امام اسود کے قول کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔

تشریحات ۴۲۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا۔

توضیح باب بائع نے بیع سے پہلے جسے شفعہ کا حق ہے۔ اس سے کہا کہ اسے خرید لو۔ اس نے انکار کیا تو بیع کے بعد اسے شفعہ کا حق ہے یا نہیں؟ اس بارے میں علمار کا اختلاف ہے۔ ہمارا مذہب ہے کہ اسے اب بھی شفعہ کا حق ہے۔ اس لئے کہ حق شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے۔ گویا بیع اس کا سبب ہے۔ وجوب سبب کے بغیر مسبب کا وجود ناممکن۔ اس لئے بیچنے سے پہلے انکار سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ حسب عادت امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ تحریر نہیں کیا۔

تشریحات ۴۲۷ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ اور امام وکیع نے روایت کیا ہے۔ یہ حکم بن عتبہ ابو محمد یا ابو عبد اللہ کوفی تابعی ہیں۔ اور گزر گیا کہ تابعی کا قول ہم پر حجت نہیں۔ حضرت امام اعظم بھی تابعی ہیں۔

تشریحات ۴۲۸ امام شعبی کا نام عامر بن شراحیل ہے۔ ائمہ تابعین میں ہیں۔ سیکڑوں صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہیں۔ صرف ایک حدیث، علی، طلحہ اور زبیر جنت میں ہیں۔ کے بارے میں فرمایا۔ میں نے یہ فرماتے ہوئے پانچسو

۱۳۱۵ **حدیث** اَخْبَرَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مَیْسَرَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِیْدِ قَالَ وَقَفْتُ عَلٰی سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ فَجَاءَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَۃَ فَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی اِحْدٰی مَنْکِبَیَّ اِذْ جَاءَ اَبُوْ رَافِعٍ مَّوْلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا سَعْدُ اَبْتَعْ مِنِّیْ بَیْتَیَّ فِیْ دَارِکَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللہِ مَا اَبْتَاعُھُمَا فَقَالَ الْمِسْوَرُ وَاللہِ لَتَبْتَاعَنَّھُمَا فَقَالَ سَعْدٌ وَاللہِ لَا اَزِیْدُکَ عَلٰی اَرْبَعَۃِ اٰلَافٍ مُّنَجَّمَۃٍ اَوْ مُقَطَّعَۃٍ۔ قَالَ اَبُوْ رَافِعٍ لَقَدْ اُعْطِیْتُ بِھِمَا خَمْسَ مِائَۃِ دِیْنَارٍ وَلَوْلَا اَنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْجَارُ اَحَقُّ بِسَقَبِہٖ مَا اَعْطَیْتُکَھُمَا بِاَرْبَعَۃِ اٰلَافٍ وَاِنَّمَا اُعْطٰی بِھِمَا خَمْسَ مِائَۃِ دِیْنَارٍ فَاَعْطَاھَا اِیَّاہُ عہ

عمرو بن ثرید نے کہا۔ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس کھڑا تھا۔ کہ حضرت مسور بن مخرمہ آئے اور میرے ایک کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اتنے میں ابو رافع نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام آئے اور کہا۔ اے سعد! میرے ان دو مکانوں کو خرید لو جو آپ کے محلے میں ہیں۔ تو حضرت سعد نے کہا بخدا میں انھیں نہیں خریدوں گا اس پر حضرت مسور نے کہا بخدا آپ انھیں ضرور خریدلیں حضرت سعد نے فرمایا میں چار ہزار (درہم) سے زیادہ نہیں دونگا۔ وہ بھی قسط وار۔ اس پر حضرت ابو رافع نے کہا مجھے ان کے عوض پانچسو دینار دیے جا رہے ہیں اور اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہوتا تو تم کو چار ہزار میں نہ دیتا۔ کہ پڑوسی پڑوس کا سب سے زیادہ حقدار ہے حالانکہ مجھے ان کے پانچ سو دینار مل رہے ہیں تو انھوں نے وہ دونوں گھر انھیں دیدیا۔

صحابہ کو پایا۔ ان کے اس ارشاد کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ یہی ہمارا بھی مذہب ہے۔ اس قول کو باب سے مناسبت نہیں بیع کے وقت موجود ہونے اور قبل بیع منقطع ہونے میں بہت فرق ہے۔

۱۳۱۵ **تشریحات** مطابقت:۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا مکان فروخت کرنے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ اسے خرید لیں۔ بس اتنی مناسبت کافی ہے۔ ایسا کرلینا بہتر ہے لیکن اسمیں ایک قسم کا تخالف ہے۔ تعلیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ اس کے بعد شفیع کو شفعہ کا حق رہتا ہے یا نہیں اور حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ باب کا مقصد یہ ہے کہ ایسا کرنا چاہئے یا نہیں۔

باربعۃ آلاف: کتاب الحیل میں باربع مائۃ مثقال۔ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عہد میں ایک مثقال دس درہم کا ہوتا تھا۔ اس سے مراد چاندی ہے یہی اس زمانے کا عرف تھا۔ کہ جب عدد کے ساتھ درہم یا دینار کچھ مذکور نہ ہوتا

عہ الثانی۔ الحیل۔ باب فی الھبۃ والشفعۃ۔ بطریقین ص ۱۰۳۲۔ باب احتیال العامل بطریقین ص ۱۰۳۳۔ ابوداود۔ البیوع ابن ماجہ الاحکام۔

بَابُ اَیُّ الْجِوَارِ اَقْرَبُ ۳ـ کون سا پڑوسی سب سے قریب ہے۔

۱۳۱۶ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے
قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِيْ جَارَيْنِ فَإِلٰى أَيِّهِمَا أُهْدِيْ قَالَ أَقْرَبِهِمَا مِنْكِ بَابًا ع۵
دو پڑوسی ہیں تو کس کو ہدیہ دوں فرمایا جس کا دروازہ تجھ سے زیادہ قریب ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فی الاجـــارات ۳۱۰

بَابُ اِسْتِئْجَارِ الرَّجُلِ الصَّالِحِ وَالْخَازِنِ الْاَمِيْنِ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَعْمِلْ مَنْ اَرَادَهٗ

نیک انسان اور امانتدار خازن کو نوکر رکھنا اور جو خواہشمند کو کام پر نہ رکھے۔

۱۳۱۷ ثَنَا أَبُوْ بُرْدَةَ عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى قَالَ أَقْبَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

تو درہم ہی مراد ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں خمس مائۃ دینار۔ اس پر قرینہ بھی ہے۔ اس لئے کہ دینار سونے کا سکہ تھا جو ایک مثقال کا ہوتا تھا۔ یہ حدیث ہماری دلیل ہے کہ جوار کی وجہ سے بھی شفعہ کا حق ہوتا ہے۔

تشریحات ۱۳۱۶ پہلی والی حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ پڑوسی کی بنا پر حق شفعہ ہے۔ اس باب سے یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ جو پڑوسی زیادہ قریب ہے۔ اس کو حق تقدیم ہے۔ اگرچہ اس حدیث میں ہدیہ دینے کا ذکر ہے مگر چونکہ یہ ہدیہ رشتے کی بنا پر نہیں۔ پڑوسی ہونے کی بنا پر ہے اور اسمیں قریب تر دروازے کو حق تقدیم ہے تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ پڑوس کی وجہ سے جو حق پڑوسی کو ہوتا ہے اسمیں قریب تر پڑوسی کو حق تقدیم ہے اور شفعہ جوار کی بھی بنیاد پڑوس ہی ہے۔ اس لئے قریب تر کو حق تقدیم حاصل ہوگا۔

تشریحات ۱۳۱۷ یہ حدیث تفصیل سے استتابۃ المعاندین۔ میں یوں مذکور ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ دو شخص اور تھے۔ ایک داہنے دوسرا بائیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔ دونوں نے (کسی عہدے کا) سوال کیا۔ اس پر حضور نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابو موسیٰ یا اے عبداللہ بن قیس! میں نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں کے دل میں جو تھا اسے مجھے انھوں نے نہیں بتایا اور نہ میں کسی اور طرح جان سکا کہ یہ کوئی عہدہ طلب کرنے آئے ہیں۔ اب تو ایسا ہو گیا۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ہونٹ کے سکڑنے کی وجہ سے

ع۵ الھبۃ باب بمن یبدأ بالھدیۃ ص ۳۵۲۔ ثانی۔ الادب باب حق الجوار فی قرب الابواب ص ۸۹۰ ابو داود۔ الادب۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي رَجُلَانِ مِنَ الْأَشْعَرِيِّينَ قَالَ قُلْتُ مَا عَلِمْتُ
حاضر ہوا اور میرے ساتھ قبیلہ اشعر کے دو شخص اور تھے جن کے بارے میں مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ
أَنَّهُمَا يَطْلُبَانِ الْعَمَلَ قَالَ لَنْ أَوْلَا نَسْتَعْمِلُ عَلَى عَمَلِنَا مَنْ أَرَادَهُ عہ
دونوں عامل بننے کے ارادے سے آئے ہیں (انکی درخواست پر) حضور نے فرمایا میں کسی منصب کے طلبگار کو عامل نہیں بناتا یا یہ فرمایا، ہرگز نہیں بناتا۔

بَابُ رَعْيِ الْغَنَمِ عَلَى قَرَارِيطَ ط ۳۱ قراریط پر بکریاں چرانا۔

۱۳۱۸ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَعَثَ
حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مسواک اوپر اٹھ گئی۔ فرمایا۔ جو کسی عہدے کا خواہشمند ہو ہم ہرگز اسے نہیں دیتے یا ہم نہیں دیتے۔ اے ابو موسیٰ یا عبداللہ بن قیس تم یمن جاؤ۔ پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ جب یہ حضرت ابو موسیٰ کے پاس پہنچے تو ان کے لئے گدا بچھایا اور کہا اس پر بیٹھئے۔ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی مشکیں بندھی ہوئی ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا۔ یہ پہلے یہودی تھا، پھر مسلمان ہوا، پھر یہودی ہو گیا۔ آپ بیٹھئے۔ تو تین بار فرمایا۔ جب تک اللہ اور رسول کے فیصلے کے مطابق یہ قتل نہیں کیا جائے گا میں نہیں بیٹھوں گا۔ اب وہ قتل کیا گیا، اس کے بعد دونوں نے قیام اللیل کا تذکرہ کیا۔

مطابقت باب جن دو صاحبوں نے طلب فرمایا۔ انھیں عہدہ نہیں دیا۔ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلب نہیں فرمایا، تو انھیں عطا فرمایا۔ اور یہ صالح امین اور اس کے اہل تھے۔ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ اس منع سے تحریم ظاہر ہے۔ تحریم نہ بھی ہو تو اس سے احتراز ضروری ہے۔ مگر یہ اس وقت ہے جبکہ اس کام کے اہل بہت سے لوگ ہیں لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ اہل صرف ایک ہی شخص ہو اور اس کو معلوم ہے کہ دوسرا اہل نہیں تو سوال بھی واجب اور قبول کرنا بھی واجب۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والتسلیم نے بادشاہ مصر سے فرمایا۔

اِجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ مجھے زمین کے خزانوں پر والی بنادے۔ بیشک میں حفاظت کرنے والا اور علم والا ہوں۔
(یوسف - ۵۵)

۱۳۱۸ تشریحات غنم ایسی جمع ہے کہ اس کا اس لفظ سے واحد نہیں آتا۔ واحد کے لئے شاۃ آتا ہے۔ قراریط قیراط کی جمع بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی درہم یا دینار کا ٹکڑا۔ نصف دانگ یا دینار کا بیسواں حصہ یا چوبیسواں حصہ۔ قاموس میں ہے کہ اس کا وزن مختلف ہوتا ہے۔ مکہ معظمہ میں دینار کا چوبیسواں حصہ اور عراق میں بیسواں حصہ۔ قیراط کے اصل معنی چاندی سونے کے ٹکڑے کے ہیں۔ اسی اعتبار سے ایک حدیث میں فرمایا کہ۔ ہر قیراط احد کے برابر۔ اب مطلب یہ ہوگا کہ قیراطوں کے عوض بکریاں چراتا تھا۔ ابن ماجہ میں بالقراریط ہے۔ نیز سُوید بن سعید

عہ ثانی استتابۃ المعاندین۔ باب حکم المرتد والمرتدۃ ص ۱۰۲۳ الاحکام باب ما یکرہ من الحرص علی الامارۃ ص ۱۰۵۸
مسلم المغازی ابو داود حدود۔ نسائی طہارت۔ قضا۔

اللہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعاھا علی

فرمایا۔ اللہ نے کوئی بھی ایسا نبی نہیں مبعوث فرمایا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا اور

قراریط لاھل مکۃ عہ

حضور نے بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی میں قراریط پر مکے والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

باب استیجار المشرکین عند الضرورۃ اذا لم یوجد اھل الاسلام ص ۳۰۱

ضرورت پر مشرکوں کو مزدور رکھنا جب مسلمان نہ ملیں۔

۱۳۱۹ عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا واستاجر

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ

ابن ماجہ کے شیخ کا قول بھی مذکور ہے۔ کہ ہر بکری ایک قیراط پر۔ لیکن امام محمد بن ناصر نے فرمایا کہ یہ سوید کی خطا ہے۔ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اجرت پر کبھی بکریاں نہیں چرائیں۔ حضور اپنے گھر کی بکریاں چراتے تھے۔ امام ابراہیم بن اسحٰق حربی نے کہا کہ قراریط مکے کے نواحی میں جیاد کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اس وقت عمر مبارک بیس سال کی تھی[2] علامہ ابن جوزی نے اسی کو ترجیح دی۔[3] ملا علی قاری نے اسے صحیح کہا۔[4] علامہ بدرالدین محمود عینی نے اسکی ترجیح کی دو وجہیں بیان فرمائیں۔

اول: حدیث میں، علی قراریط ہے۔ علی کا حقیقی معنی استعلا ہے۔ اور مقابلہ مجازی۔ اور جہاں حقیقی معنی درست ہو سکتے ہوں معنی مجازی مراد لینا ساقط ہوتا ہے۔ قراریط کو جگہ مانا جائے تو علی کا معنی حقیقی بلا تردد درست ہے۔

دوم: ایک روایت میں یہ ہے۔ کنت ارعی غنم اھلی بالجیاد۔ میں جیاد میں اپنے گھر کی بکریاں چراتا تھا۔ جیاد مکہ معظمہ کے زیریں حصے میں ایک جگہ کا نام تھا جس کے قریب ہی میں قراریط بھی تھا۔

جانور چرانے کا کام عرب میں اس وقت حقیر نہیں تھا۔ بڑے بڑے شرفاء کے بچے یہ کام کرتے تھے۔ اس سے تحمل، بردباری جفاکشی، تعلیم و تربیت کے مختلف نشیب و فراز اور اصلاح و تہذیب کی بہترین مشاقی ہوتی ہے۔ اسی لئے ہر نبی کیلئے قبل نبوت اسے ضروری قرار دیا گیا۔

تشریحات ۱۳۱۹ یہ حصہ حدیث ہجرت کا جز ہے۔ جو پوری تفصیل سے باب ہجرت میں مذکور ہے۔ دیل اور عبد بن عدی، بنی بکر کی شاخ ہیں۔ عاص بن وائل یہ مشہور دشمن اسلام ہے۔ یہ قریش کے ایک بطن۔ بنی سہم کا فرد تھا۔ امام اسحٰق نے کہا کہ اس دیلی کا نام عبد اللہ بن ارقم تھا۔ ابن ہشام نے کہا۔ عبد اللہ بن اریقط۔ امام مالک نے فرمایا رقیط تھا۔ عامر بن فہیرہ حضرت صدیق اکبر کے غلام تھے۔ یہ پہلے طفیل بن عبد اللہ کے غلام تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

عہ ابن ماجہ التجارات باب الصناعات ص ۱۵۶ ۔ [1] شرح شفا ملا علی قاری جلد ثانی ص ۲۶۰ [2] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۸۰
[3] شرح شفا ملا علی قاری ثانی ص ۲۶۰ ۔ [4] ایضاً

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ بَکْرٍ رَّجُلًا مِّنْ بَنِی الدِّیْلِ ثُمَّ مِنْ
وسلم اور ابوبکر نے بنی دیل کی شاخ بنی عبد بن عدی کے ایک شخص کو جو راستے کا ماہر تھا راستہ بتانے
بَنِیْ عَبْدِ بْنِ عَدِیٍّ هَادِیًا خِرِّیْتًا ۔ وَالْخِرِّیْتُ الْمَاهِرُ بِالْهِدَایَةِ ۔ قَدْ
کے لئے مزدور لیا خرّیت راستے کے ماہر کو کہتے ہیں اور یہ آل عاص بن وائل کا حلیف بن چکا
غَمَسَ یَمِیْنَ حِلْفٍ فِیْ آلِ الْعَاصِ بْنِ وَائِلٍ وَهُوَ عَلٰی دِیْنِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ
تھا اور کفار قریش کے دین پر تھا ان دونوں حضرات نے اس پر اعتماد فرمایا اور اپنی اپنی
فَاَمِنَاهُ وَدَفَعَا اِلَیْهِ رَاحِلَتَیْهِمَا وَوَاعَدَاهُ غَارَ ثَوْرٍ بَعْدَ ثَلَاثِ لَیَالٍ فَاَتَاهُمَا
سواریاں اس کو دے دیں اور یہ واعدہ لے لیا کہ تین راتوں کے بعد غار ثور پر انھیں لیکر
بِرَاحِلَتَیْهِمَا صُبْحَةَ لَیَالٍ ثَلٰثٍ فَارْتَحَلَا وَانْطَلَقَ مَعَهُمَا عَامِرُ بْنُ فُهَیْرَةَ
آئے گا وہ وعدے کے مطابق تیسری رات کی صبح کو آیا دونوں نے وہاں سے کوچ کیا اور ان کے ساتھ عامر
وَالدَّلِیْلُ الدِّیْلِیُّ فَاَخَذَ بِهِمْ طَرِیْقَ السَّاحِلِ ۔
بن فہیرہ اور دیلی راستہ بتانے والا بھی چلا۔ اس نے ساحلی راستہ اختیار کیا۔

نے ابھی دار ارقم میں خفیہ مجلس ارشاد و تبلیغ قائم نہیں فرمائی تھی اس وقت یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ ہجرت کے مقدس سفر میں انھیں ہمراہی کا شرف حاصل ہوا۔ ہجرت کے تین مسافروں میں ایک تھے۔ بیر معونہ کے حادثہ فاجعہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔

قد غمس : اس سے مراد حلیف بننا ہے۔ اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ جب وہ کوئی معاہدہ کرتے تو فریقین ایک ساتھ کسی برتن میں رکھے ہوئے پانی وغیرہ میں ہاتھ ڈبوتے۔ اس لئے اسے قد غمس سے تعبیر فرمایا۔ یمین معنی قسم حلف محالفت۔

راحلتیھما : حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے سفر کے لئے آٹھ سو درہم میں دو اونٹنیاں چار مہینے پہلے ہی خریدی تھیں۔ جنھیں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کر دیا تھا۔ ہجرت کی رات سے قبل دوپہر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر کے گھر تشریف لائے اور انھیں بتایا کہ ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔ میرے باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ کیا میں ساتھ رہوں گا۔ فرمایا۔ ہاں۔ انھوں نے دونوں اونٹنیاں پیش کیں۔ فرمایا۔ قیمت لو تو قبول ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے اصرار فرمایا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر قیمت لینا گوارا نہیں فرمایا۔ تو مجبور ہو کر قیمت لی۔ یہاں یہی اونٹنیاں مراد ہیں۔

غار ثور : یہ غار جبل ثور کی چوٹی پر ہے۔ یہ پہاڑ مکہ معظمہ سے تین میل کے فاصلے پر داہنی طرف ہے۔ اسکی بلندی ایک میل ہے۔ اس پر سے سمندر دکھائی دیتا ہے[1]۔ اس غار میں یہ حضرات تین دن رہے۔

---

[1] زرقانی علی المواہب اول ص ۳۸۰

بَابُ اَجْرِ السَّمْسَرَةِ ص ۳۰۳ دلالی کی اجرت

۴۲۸ وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيرِينَ وَعَطَاءٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَالْحَسَنُ بِأَجْرِ السِّمْسَارِ بَأْسًا

ت ابن سیرین، عطا، ابراہیم اور حسن بصری نے دلالی کی اجرت میں کوئی حرج نہیں جانا۔

۴۲۹ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ اَنْ يَّقُوْلَ بِعْ هٰذَا الثَّوْبَ فَمَا زَادَ عَلٰى كَذَا وَ كَذَا فَهُوَ لَكَ۔

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ کسی سے کہے اس کپڑے کو بیچ دو۔ اتنے اور اتنے سے جو زیادہ ملے وہ تیرا ہے۔

۴۳۰ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ اِذَا قَالَ بِعْهُ بِكَذَا وَكَذَا فَمَا كَانَ مِنْ رِبْحٍ فَهُوَ لَكَ اَوْ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ۔

ت اور امام ابن سیرین نے کہا جب کسی سے کہا اس چیز کو اتنے اور اتنے میں بیچدے جو نفع ہوگا وہ تیرا ہے یا میرے اور تیرے درمیان ہے تو کوئی حرج نہیں۔

۴۳۱ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُوْنَ عِنْدَ شُرُوْطِهِمْ۔

ت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان اپنی شرطوں کے پابند رہیں۔

طریق الساحل :۔ قریش نے اشتہار عام دیدیا تھا کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا ابو بکر کا سر کاٹ کر لائے یا انھیں زندہ گرفتار کر لائے تو اسے ایک صاحب کے عوض سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ قریش کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مدینہ طیبہ میں اسلام پھیل رہا ہے۔ اسلئے قیاس کیا کہ مدینے ہی جائیں گے۔ اس لئے قسمت آزماؤں کی زیادہ تگ و دو عام معروف راستے میں ہی ہوگی۔ اس لئے اس دیلی خریت نے ساحلی راستہ اختیار کیا۔

مسائل : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی کافر کو مزدور رکھنا جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ کام کی مدت دو چار دن بعد یا مہینے دو مہینے کے بعد مقرر ہو۔ یہ بھی سنت ہے کہ جہاں تک ہو سکے خطرے سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ بچنے کی سبیل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو خطرے میں ڈالنا ممنوع ہے۔ جب کہیں اپنی جان اپنے مال اپنے ایمان کا خطرہ قویہ کا ظن غالب ہو جائے تو ہجرت فرض ہے۔

۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰ تشریحات ان سب تعلیقات کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے سوائے حضرت حسن بصری کے قول کے اس کا ماخذ نہیں مل سکا۔ دلال مقرر کرنا اور اس کی اجرت جائز ہے جب کہ اجرت معین اور معلوم ہو۔

۴۳۱ تشریحات اس حدیث کو امام ابو داؤد نے قضا میں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام ابن ابی شیبہ نے بطریق عطا روایت کیا ہے۔ ان کی روایت میں "المومنون" ہے۔ نیز امام دار قطنی اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ اسمیں یہ زیادہ ہے۔ ما وافق الحق۔ اور امام اسحق

بَابُ مَا يُعْطِى فِي الرُّقْيَةِ عَلَى أَحْيَاءِ الْعَرَبِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ [۳۰۴] سورہ فاتحہ پڑھکر عرب کے قبائل پر دم کرنے پر جو دیا جائے۔

۴۳۲	وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا يَشْتَرِطُ الْمُعَلِّمُ إِلَّا أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا فَيَقْبَلَهُ
ت	اور امام شعبی نے کہا معلم شرط نہ کرے اور تلمیذ کچھ دیدے تو قبول کرلے۔
۴۳۳	وَقَالَ الْحَكَمُ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا كَرِهَ أَجْرَ الْمُعَلِّمِ۔
ت	اور حکم نے کہا میں نے کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ معلم کی اجرت کو مکروہ جانتا ہو۔

نے اپنی مسند میں بطریق کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف عن ابیہ عن جدہ ۔ روایت کیا۔ اخیر میں ہے۔ الاشرطا حرم حلالا او احل حراما ۔ مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام کردے یا حرام کو حلال کردے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جب یہ شرط کرلی کہ اس چیز کو اتنی قیمت میں بیچو جو زائد حاصل کرسکو وہ تمھارا ہے۔ تو اس حدیث کی رو سے یہ جائز ہے۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ چونکہ اجرت مجہول ہے۔ اس لئے یہ جائز نہیں۔ اور یہ حرام کو حلال کرتا ہے کیونکہ اجارے میں اجرت مجہول ہو تو فاسد ہے اور یہ جائز نہیں۔ اس لئے یہ استدلال درست نہیں۔

توضیح رُقیہ ۔ ہر وہ کلام جس سے بیماری، جادو، خوف، جن شیطان کے اثر سے شفا چاہی جائے۔ اس سلسلے میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ کسی کی تکلیف دور کرنے کے لئے قرآن مجید پڑھ کر دم کرنے پر اجرت جائز ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں جائز ہے۔ اور یہی بقیہ تین ائمہ کا بھی مذہب ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی ہمارے یہاں جائز نہیں۔ دوسرے ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ ان حضرات نے رقیہ پر قیاس کیا۔ ہمارا کہنا ہے کہ رقیہ میں جواز خلاف قیاس ہے۔ اس لئے اس پر قیاس درست نہیں۔ اصل مذہب ہمارا یہی ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم یا کسی بھی طاعت پر اجرت لینی حرام ہے۔ مگر متاخرین نے بضرورت دین کی بقا و تحفظ کے لئے اجازت دیدی ہے وہ بھی صرف انھیں طاعات میں جنہیں ضرورت ہے۔ آجکل یہ وبا عام ہے کہ حفاظ تراویح کے لئے اجرت طے کرتے ہیں اور اجرت پر سناتے ہیں یہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اس میں ضرورت نہیں۔ اگر حافظ نہ ملے تو سورۃ تراویح پڑھ سکتے ہیں۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا سنت ہے اور تلاوت پر اجرت حرام۔ ایسی صورت میں ترجیح حرام ہی کو ہوگی۔

تشریحات ۴۳۲ امام شعبی کے اس فتوے کو امام ابن ابی شیبہ نے موصولا روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینی ان کے نزدیک جائز نہیں۔ اس لئے شرط کا مطلب اجرت طے کرنا ہے۔ بغیر کسی شرط کے پڑھادیا اور تلمیذ نے کچھ دیدیا تو یہ اجرت نہ ہوئی ہدیہ ہوگا یا صدقہ۔

تشریحات ۴۳۳ یہ حکم بن عتبہ ہیں۔ ان کی تعلیق کو امام بغوی نے جعدیات میں روایت کیا ہے۔ طاعت پر اجرت جائز نہیں۔ یہ صحابہ تابعین میں سے اکثر کا مذہب ہے۔ عبد اللہ بن شقیق نے کہا۔ معلم کی اجرت مکروہ ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام اسے مکروہ جانتے تھے اور سخت جانتے تھے۔ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ لوگ اسے مکروہ جانتے تھے کہ مکتب میں بچوں سے اجرت لی جائے۔ امام زہری، امام اسحق کا مذہب یہی ہے کہ جائز نہیں۔ امام شعبی کا قول

۴۳۴ وَاَعْطَى الْحَسَنُ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ

ت اور امام حسن بصری نے دس درہم دیا۔

۴۳۵ وَلَمْ يَرَ ابْنُ سِيْرِيْنَ بِاَجْرِ الْقَسَّامِ بَاْسًا وَّقَالَ كَانَ يُقَالُ السُّحْتُ الرُّشْوَةُ فِى الْحُكْمِ وَكَانُوْا يُعْطُوْنَ عَلَى الْخَرْصِ۔

ت اور ابن سیرین قسام کی اجرت میں حرج نہیں جانتے تھے اور فرمایا کہا جاتا تھا کہ السحت فیصلہ میں رشوت ہے۔ اور لوگ اندازہ لگانے پر اُجرت دیتے تھے۔

۱۳۲۰ عَنْ اَبِى الْمُتَوَكِّلِ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رَّضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ انْطَلَقَ نَفَرٌ

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا صحابہ کرام کی ایک جماعت ایک سفر میں

ابھی گزرا۔ حکم بن عتبہ نے اپنے سماع کی نفی کی ہے۔ اور عدم سماع، سماع عدم نہیں۔

دلائل : طاعت پر اجرت لینی اور دینی جائز نہیں۔ یہ احادیث سے ثابت ہے۔ امام احمد[1] نے عبد اللہ بن شبل سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ ولا تستکثروا بہ۔ قرآن پڑھو اور اس کا عوض نہ کھاؤ اور اسے کثرت سے مال جمع کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔

اس کے علاوہ علامہ عینی نے مزید سات احادیث اس کی حرمت پر ذکر کی ہیں۔

۴۳۴ تشریحات اس تعلیق کو امام ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے۔ امام حسن بصری سے ان کے بھتیجے نے کہا۔ جب میں پڑھ چکا تو میں نے اپنے چچا سے کہا۔ معلم کچھ چاہتا ہے۔ تو فرمایا۔ یہ لوگ کچھ لیتے نہیں تھے اسے پانچ درہم دیدو۔ میں زیادہ کے لئے اصرار کرتا رہا تو فرمایا کہ دس درہم دیدو۔ اس واقعے میں یہ بات ظاہر ہے کہ پہلے سے کچھ طے نہیں تھا۔ مگر معلم نے جب طلب کیا تو یہ ایک طرح کی اجرت ہی ہو گئی۔ ہو سکتا ہے امام حسن بصری کا مذہب جواز ہو۔

۴۳۵ تشریحات قسام، قاسم کا مبالغہ ہے۔ علامہ کرمانی نے کہا کہ یہ قاسم کی جمع ہے۔ تو یہ قاف کے ضمے کے ساتھ ہوگا۔ خارص تخمینہ لگانے والا یعنی درخت پر جو پھل ہوں ان کا یا کسی بھی ڈھیر وغیرہ کا تخمینہ لگانے والا ان دونوں کی اجرت جائز ہے۔ جیسے تولنے والے اور سکّے کو پرکھنے والے کی اجرت ان دونوں کا ذکر یہاں امام بخاری نے بلا کسی ترتیب کا لحاظ کئے ہوئے ضمناً کر دیا ہے۔

امام ابن سیرین سے اس بارے میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ ایک تو یہی جو گزرا۔ دوسرے یہ کہ وہ اسے مکروہ جانتے تھے۔ تطبیق یہ ہے کہ حرج نہ جاننے کا یہ مطلب ہے کہ حرام نہیں جانتے تھے۔ اور مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے۔

السُّحت : سحت کی یہ تفسیر حضرت عمر حضرت علی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے طبری نے روایت کیا ہے بلکہ ایک حدیث مرسل بھی مروی ہے کہ فرمایا۔ جس جسم کو سُحت اگائے تو جہنم اسکی حقدار ہے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! سُحت کیا ہے۔ فرمایا۔

[1] مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۲۸۔

مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَۃٍ سَافَرُوْھَا حَتّٰی نَزَلُوْا

گئی۔ اور عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے پر اتری ان سے کہا۔ ہمیں مہمان بنالو تو انھوں نے انکار کر دیا۔

عَلٰی حَیٍّ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْھُمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ

اس قبیلے کے سردار کو ڈس لیا گیا۔ ان لوگوں نے ہر ممکن کوشش کی مگر کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ ان میں سے

ذٰلِكَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَہٗ بِکُلِّ شَیْئٍ لَا یَنْفَعُہٗ شَیْئٌ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَوْ اَتَیْتُمْ ھٰؤُلَاءِ

بعض نے کہا۔ ان لوگوں کے پاس جاؤ جو ٹھہرے ہوئے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہو

الرَّھْطَ الَّذِیْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّہٗ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ بَعْضِھِمْ شَیْئٌ فَاَتَوْھُمْ فَقَالُوْا یَا اَیُّھَا

قبیلے کے کچھ لوگوں نے آکر کہا۔ اے گروہ والو ہمارے سردار کو ڈس لیا گیا ہے ہم نے ہر ممکن کوشش کی مگر

الرَّھْطُ اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَیْنَا لَہٗ بِکُلِّ شَیْئٍ لَا یَنْفَعُہٗ فَھَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْکُمْ

کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ تمھارے پاس کچھ علاج ہے۔ تو ان میں سے ایک صاحب نے کہا بخدا میں جھاڑتا ہوں

مِنْ شَیْئٍ فَقَالَ بَعْضُھُمْ نَعَمْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْقِیْ وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ لَقَدِ اسْتَضَفْنٰکُمْ

لیکن ہم نے تم سے مہمان بنانے کے لئے کہا تو تم نے مہمان نہیں بنایا اس لئے میں اس وقت تک نہیں جھاڑوں گا

فَلَمْ تُضَیِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَّکُمْ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْھُمْ عَلٰی

جبتک کہ اس پر کچھ معاوضہ نہ دو۔ بکریوں کے ایک ریوڑ پر معاملہ طے ہو گیا۔ یہ گئے اور اس پر پھونکنے لگے

فیصلے پر رشوت۔

۱۳۲۰ تشریحات بخاری میں نَفَرٌ ہے۔ یہ خاص مردوں کی جماعت پر بولا جاتا ہے۔ وہ بھی تین سے لے کر دس تک پر۔ یہ اسم جمع ہے۔ مگر ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ تیس افراد تھے۔ ترمذی میں یہ بھی ہے کہ وہاں رات کو پہنچے تھے۔ دارقطنی میں ہے کہ اس سریّے کے امیر حضرت ابو سعید خدری تھے۔ مگر اس میں کلام ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت روایت معتمد کی بنا پر ان کی عمر دس سال تھی۔ اکمال میں ہے کہ ۷۴ھ میں چوراسی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

حی : عرب کے انساب کے طبقات چھ ہیں۔ شعب۔ اس کی جمع شعوب ہے۔ جب کسی قوم کو سب سے اوپر کے مورث کی طرف منسوب کیا جائے جو مختلف قبائل کا جدا علی ہو جیسے بنو عدنان، بنو قحطان۔ قبیلہ۔ اس کی جمع قبائل ہے۔ شعوب کے اقسام۔ جیسے بنی مضر، بنو ربیعہ۔ عمارہ قبائل کے اقسام جیسے قریش، کنانہ، اس کی جمع عمارات اور عمائر ہے۔ بطن۔ عمارہ کے اقسام جیسے عبد مناف۔ مخزوم اس کی جمع بطون اور ابطن آتی ہے۔ فخذ بطون کے اقسام جیسے بنی ہاشم۔ بنی امیہ۔ اسکی جمع افخاذ۔ فصیلہ، افخاذ کے اقسام جیسے بنی عباس۔ لیکن زیادہ تر ان سب کی تعبیر کے لئے قبیلہ اور بطن ہے۔ حی کا اطلاق ان چھوں پر ہوتا ہے۔

لُدِغَ : ترمذی میں ہے کہ اسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ فضائل القرآن میں اسی حدیث میں اور طب میں حضرت ابن

قَطِيعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ فَكَأَنَّمَا
اور سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ وہ بالکل اچھا ہوگیا۔ گویا رسی سے بندھا ہوا تھا کھل گیا۔ اور چلنے لگا

نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِي وَمَا بِهِ قَلَبَةٌ قَالَ فَأَوْفَوْهُمْ جُعْلَهُمُ
اور اسے کوئی تکلیف نہیں رہی۔ اس قبیلے کے لوگوں نے جو معاوضہ طے ہوا تھا دیا۔ کچھ نے کہا۔ اسے تقسیم

الَّذِي صَالَحُوهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمُ اقْسِمُوا فَقَالَ الَّذِي رَقٰى لَا تَفْعَلُوا
کرلو۔ اس پر جھاڑنے والے نے کہا ایسا مت کرو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور

حَتّٰى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِي كَانَ فَنَنْظُرَ
سارا واقعہ بیان کریں۔ دیکھیں حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں وہ لوگ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوا لَهُ فَقَالَ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو بیان کیا تو فرمایا تم کو کیسے معلوم کہ یہ دعا ہے۔ پھر فرمایا

وَمَا يُدْرِيكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ ثُمَّ قَالَ قَدْ أَصَبْتُمْ وَاقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا
تم نے ٹھیک کیا تقسیم کرلو اور اپنے ساتھ میرا بھی حصہ

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ
مقرر کرو۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنسے۔

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں "سلیم" ہے۔ اس کے معنی بھی نیش زدہ کے ہیں۔

اس قسم کا ایک واقعہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی میں بطریق خارجہ بن صلت ان کے چچا علاقہ بن صحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ لوگ ایک قوم پر گزرے اور ان میں ایک شخص پاگل زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے کہا تم لوگ ان صاحب کے پاس سے خیر لے کر آئے ہو اس شخص پر دم کرو۔ علاقہ بن صحار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین دن روزآنہ دو بار سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم فرمایا۔ تو وہ اچھا ہوگیا۔ انھوں نے دو سو بکریاں دیں۔ ان لوگوں نے جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو واقعہ سنایا تو فرمایا۔ لے لو۔ اور فرمایا۔

ولعمری لمن اکل برقیۃ باطل فقد اکلتَ برقیۃ حق۔ گناہ اس پر ہے جو باطل منتر کے عوض کھائے تو نے تو حق دعا پر کھایا ہے۔

فقال بعضھم: یہ صاحب خود حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ امام اعمش[1] کی روایت میں ہے۔

قلت نعم انا ولکن لا ارقیہ حتی تعطونا غنما میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ مگر جبتک بکریاں نہیں دوگے دم نہیں کرونگا۔

عہ ثانی فضائل القرآن باب فضل سورۃ الفاتحہ ص ۷۴۹، الطب باب الرقی بفاتحۃ الکتاب ص ۸۵۴ باب النفث فی الرقیۃ ص ۸۵۵ ابوداؤد، ترمذی، نسائی، البیوع، ابن ماجہ۔ التجارات۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۸۳

[1] ابن ماجہ۔ التجارات، باب اجر الراقی ص ۱۵۷۔

بَابُ خِرَاجِ الْحَجَّامِ ۳۰۴ سینگی لگانے والے کی مزدوری۔

۱۳۲۱ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ سَمِعْتُ اَنَسًا یَقُوْلُ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْتَجِمُ وَلَمْ یَکُنْ یَظْلِمُ اَحَدًا اَجْرَہٗ ؎۵

حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سینگی لگواتے تھے اور کسی کو مزدوری سے محروم نہیں فرماتے تھے۔

بَابُ مَاجَاءَ فِیْ کَسْبِ الْبَغِیِّ وَالْاِمَاءِ ۳۰۴ بدکار عورتوں اور باندیوں کی کمائی کے بارے میں جو کچھ آیا ہے

۴۳۶ وَکَرِہَ اِبْرَاھِیْمُ اَجْرَ النَّائِحَۃِ وَالْمُغَنِّیَۃِ

ت اور حضرت ابراہیم نخعی نے نوحہ کرنے والی اور گانے والی کی مزدوری کو مکروہ جانا

اسی میں یہ بھی ہے کہ سات بار پڑھ کر دم فرمایا تھا۔

بقطیع من الغنم : قطیع کے معنی ریوڑ کے ہیں۔ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ نسائی کی روایت میں ہے۔ کہ تیس بکریاں طلب کیں۔

مسائل : اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید اور اس کے حکم میں احادیث کی دعاؤں اور بزرگان دین کے کلمات کو بہ نیت شفا اور بہ نیت قضاء حاجت پڑھنا اور مریض پہ دم کرنا جائز ہے۔ ممنوع وہ کلمات ہیں جن میں شیاطین یا معبودانِ باطلہ سے استعانت ہو۔ یا وہ حرام ہوں یا جن کے معانی معلوم نہ ہوں ــــ اور اسی کے مثل ان کو لکھ کر پینا نا بھی جائز اور پانی پر دم کرکے پلانا بھی۔ تیل پر دم کرکے بدن پر مالش کرنا بھی۔ دوا یا جھاڑنے یا دم کرنے تعویذ لکھنے پر اجرت لینی جائز ہے۔ بوقت ضرورت جب کوئی حکم قرآن وحدیث میں نہ ملے تو بشرط استعداد (اجتہاد کی اجازت ہے۔ اور اس پر عمل کی بھی۔ جب کسی چیز کی حلت وحرمت میں شبہہ ہو اور شبہہ کسی دلیل پر مبنی ہو تو اس سے بچنا بہتر ہے۔

۴۳۶ تشریحات اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اس کو باب سے مناسبت یہ ہے، زنا کے عوض کی طرح نوحہ کرنے اور گانے کی مزدوری بھی حرام ہے۔ کیونکہ زنا کی طرح یہ بھی حرام وگناہ ہیں۔ افادہ یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ صرف زنا کی اجرت کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ ہر گناہ پر اجرت لینی حرام ہے۔

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا تُکْرِھُوْا فَتَیَاتِکُمْ عَلَی الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَنْ یُّکْرِھْھُنَّ فَاِنَّ اللّٰہَ مِنْ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورہ نور ـ ۳۳)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد۔ اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر جبکہ وہ بچنا چاہیں تاکہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال حاصل کرو اور جو انھیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت میں رہیں بخشنے والا مہربان ہے۔

؎۵ مسلم الطب۔

۴۳۷ وَقَالَ مُجَاهِدٌ فَتَيَاتِكُمْ اِمَائِكُمْ

ت اور امام مجاہد نے فرمایا کہ اس آیت میں فتیات سے مراد کنیزیں ہیں۔

۱۳۲۲ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَسْبِ الْاِمَاءِ عہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کنیزوں کی کمائی سے منع فرمایا۔

بَابُ عَسْبِ الْفَحْلِ ص۳۰۵ نر کی جفتی کی اجرت

عسب کے معنی جفتی اور جفتی کی اُجرت اور نر کے نطفے کے ہیں۔ یہاں مراد جفتی کی اُجرت ہے۔

۱۳۲۳ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وقول اللہ تعالیٰ : اس میں قول کے لام کو ضمہ اور کسرہ دونوں پڑھنا درست ہے۔ یہ عنوان باب کا جز ہے۔ اور عنوان کے لئے بمنزلہ دلیل ہے۔ اس طرح کہ زمانہ جاہلیت میں رواج عام تھا کہ کنیزوں سے کمائی کراتے تھے اور ان کی کمائی لے لیتے۔ اس سے منع فرمایا گیا۔ اور نہی میں اصل تحریم۔ تو ثابت ہوا کہ بدکاری کی مزدوری حرام ہے۔

شان نزول : اس آیت کا یہ ہے کہ راس المنافقین ابن ابی ابن سلول کی چھ باندیاں تھیں، وہ ان کو کمائی پر مجبور کیا کرتا تھا۔ اسلام نے جب زنا حرام فرمادیا تو انھوں نے انکار کیا۔ اس نے مجبور کرنا چاہا تو ایک کنیز نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فتیات : فتاۃ کی جمع ہے جو فتی کا مونث ہے۔ اس کے معنی جوان عورت کے ہیں۔ خواہ وہ آزاد ہو خواہ کنیز۔ مگر عرف میں جب مطلق بولتے ہیں تو کنیز مراد ہوتی ہے۔ ان اردن تحصنا۔ تعریض کے لئے ہے۔ اس لئے اس کا مفہوم معتبر نہیں

توضیح باب باب کے دو جز ہیں۔ اول بدکار عورت کی کمائی یہ بہرحال حرام ہے۔ دوسرے کنیز کی کمائی یہ حلال بھی ہو سکتی ہے جبکہ حلال کام کی مزدوری ہو۔ مثلاً سینے کی۔ اور حرام بھی۔ مگر یہ تفریق لفظ کے معنی لغوی کے اعتبار سے ہے۔ عرف میں کسب جب امۃ کی طرف مضاف ہو تو اس سے حرام کمائی ہی مراد ہوتی ہے جیسا کہ ابھی حدیث آرہی ہے۔

تشریحات ۱۳۲۲ باب کے پہلے جز پر صراحۃً دلالت کرنے والی حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پہلے لائے جسمیں یہ ہے کہ بدکار عورت کے مہر یعنی اجرت سے منع فرمایا اور دوسرے جز پر بالتصریح دلالت کرنے والی حدیث یہ لائے۔ اگرچہ اس کی دلالت پہلے جز پر بھی ہے۔ کہ اسمیں کسب الاماء سے مراد حرام کمائی اور بدکاری کی اجرت ہی ہے۔

تشریحات ۱۳۲۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جفتی کی اجرت مال حرام ہے۔ ہاں اگر مادہ والا خوشی کچھ دیدے تو جائز ہے بشرطیکہ المعروف کالمشروط کی حد تک رواج عام نہ پڑ گیا ہو۔

عہ ثانی الطلاق باب مهر البغی ص ۸۰۵ ابو داود - البیوع -

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ ۔ ع۵
نر کی جفتی کی اجرت سے منع فرمایا۔

بَابُ اِذَا اسْتَاجَرَ اَرْضًا فَمَاتَ اَحَدُھُمَا ص۳۰۵ جب کسی زمین کو اجارے پر دیا پھر متعاقدین میں سے ایک مرگیا۔

۴۳۸ وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ لَیْسَ لِاَھْلِہٖ اَنْ یُّخْرِجُوْہُ اِلٰی تَمَامِ الْاَجَلِ ۔
ت اور امام ابن سیرین نے فرمایا مرنے والے کے اہل کو یہ حق حاصل نہیں کہ میعاد پوری ہونے سے پہلے اسے اس میں سے نکالیں۔
۴۳۹ وَقَالَ الْحَسَنُ وَالْحَکَمُ وَاِیَاسُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ تُمْضَی الْاِجَارَۃُ اِلٰی اَجَلِھَا ۔
ت اور امام حسن اور حکم اور ایاس بن معاویہ نے کہا۔ اجارہ اپنی میعاد تک چلایا جائے گا۔
۴۴۰ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَعْطَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
ت اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

توضیح باب اجارہ کے معنی ہیں کرائے پر نفع حاصل کرنے کے لئے کوئی چیز لینی۔ چیز کے مالک کو جو کرائے پر دیتا ہے مجیر کہتے ہیں۔ اور جو لیتا ہے اسے مستاجر۔ اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔
کسی نے کوئی چیز ایک معین مدت تک کے لئے کرائے پر لی۔ اور مدت پوری ہونے سے پہلے مجیر یا مستاجر میں سے کوئی مرگیا تو یہ عقد اجارہ باقی رہا یا فسخ ہوگیا۔ اس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ حضرت امام بخاری نے حسب عادت اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ عقد اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔

تشریحات ۴۳۸ اس تعلیق میں "لاھلہ" کی ضمیر مجرور متصل اور یخرجوہ۔ کی ضمیر منصوب متصل کے مرجع کے بارے میں اختلاف ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ حضرت امام ابن سیرین کا یہ ارشاد یا تو کسی سائل کے جواب میں ہے یا کسی لمبے ارشاد کا جزء ہے۔ مثلاً کسی نے پوچھا ہو کہ مجیر و مستاجر میں سے کوئی مر جائے اور ابھی اجارے کی میعاد باقی ہو تو کیا حکم ہے۔ تو وہ فرمایا۔ یا یہ از خود ارشاد فرمایا ہو کہ مجیر و مستاجر میں سے کوئی مر جائے تو میت کے اہل کو یہ حق نہیں کہ مستاجر کو میعاد سے پہلے نکالے۔ لاھلہ۔ کی ضمیر کا مرجع میت ہے۔ جس پر پہلے کا جملہ یا سوال کا جملہ ماتؔ دلالت کرتا ہے اور یخرجوہ کی ضمیر کا مرجع مستاجر ہے۔ اگر ہماری گزارش کو تسلیم نہ کیا جائے تو یہ جملہ مہمل ہو جائے گا۔
امام ابن سیرین کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مجیر یا مستاجر کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔

تشریحات ۴۳۹ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا بھی حاصل یہی ہے کہ مواجرین میں سے کسی ایک کے مرنے سے اجارہ فسخ نہ ہوگا۔

تشریحات ۴۴۰ علامہ عینی نے فرمایا۔ اس تعلیق کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں امام بخاری نے اپنا کلام بھی داخل کر دیا ہے۔ مسلم کی روایت یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے یہ معاملہ کیا کہ جو بھی پھل یا غلہ پیدا ہو اس کا آدھا دیں گے۔ اور یہ فرمایا۔ ہم جب تک چاہیں گے تم کو اس پر باقی رکھیں گے۔ وہ اسی پر رہے۔ یہاں تک

ع۵ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی البیوع۔ ابن ماجہ التجارات۔ لے ثانی کتاب المساقاۃ والمزارعۃ ص ۱۴، ۱۵

وَسَلَّمَ خَيْبَرَ بِالشَّطْرِ فَكَانَ ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خیبر نصف پیداوار پر دیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

وَاَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ وَلَمْ يُذْكَرْ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ جَدَّدَا الْاِجَارَةَ

زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شروع ایام میں ایسا ہی رہا۔ اور یہ کہیں مذکور نہیں کہ حضرت

بَعْدَ مَا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نیا عقد کیا ہو۔

۱۳۲۴ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ

حدیث حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر یہودیوں کو اس شرط

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا وَيَزْرَعُوْهَا وَلَهُمْ شَطْرُ

پر دیا تھا کہ وہ اس کی زمین میں کام کریں اور بوئیں اور انھیں پیداوار کا آدھا ہوگا اور

مَا يَخْرُجُ مِنْهَا۔ وَاَنَّ ابْنَ عُمَرَ حَدَّثَهٗ اَنَّ الْمَزَارِعَ كَانَتْ تُكْرٰى عَلٰى شَيْءٍ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نافع سے حدیث بیان کی کہ کھیت کرایے پر دئے جاتے تھے نافع نے

سَمَّاهُ نَافِعٌ لَا اَحْفَظُهٗ ۔ وَاَنَّ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ حَدَّثَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کرائے کی مقدار بھی بتائی تھی میں بھول گیا اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ ۔

بیان کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرائے پر دینے سے منع فرمایا۔

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں تیما اور اریحا جلاوطن کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ۔ فکان ذلک سے اخیر تک امام بخاری کا کلام ہے۔

مطابقت : امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین وہاں کے باشندوں کو مزارعت پر دی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقد کی تجدید نہیں کی۔ اور وہ عقد باقی رہا تو معلوم ہوا کہ موآجرین کی موت سے عقد اجارہ فسخ نہیں ہوتا باقی رہتا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ عقد مزارعت نہیں تھا۔ اور ان سے جو نصف لیا جاتا تھا بطور مزارعت نہیں لیا جاتا تھا بلکہ خراج مقاسمہ تھا۔

کسی ملک کو فتح کرنے کے بعد اس کا مالک سلطان اسلام ہوتا ہے۔ اسے یہ حق حاصل ہے کہ پورا ملک خود لے لے اور باشندوں کو بے دخل کر دے۔ اور یہ بھی حق رہتا ہے کہ احسان کرتے ہوئے زمین مفتوحین کو دے دے اور ان پر پیداوار کا ربع یا نصف خراج مقرر کر دے۔ اسی کو خراج مقاسمہ کہتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کچھ پیداوار نہ ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم بَابٌ فِی الْحَوَالَۃِ وَھَلْ یَرْجِعُ فِی الْحَوَالَۃِ ص ۳۰۵

حوالے کا بیان اور کیا حوالے سے رجوع کر سکتا ہے۔

۴۴۱ وَقَالَ الْحَسَنُ وَقَتَادَۃُ اِذَا کَانَ یَوْمَ اَحَالَ عَلَیْہِ مَلِیًّا جَازَ

ت اور امام حسن بصری اور قتادہ نے کہا اگر حوالہ کے دن خوشحال تھا تو جائز ہے۔

۴۴۲ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَتَخَارَجُ الشَّرِیْکَانِ وَاَھْلُ

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔شرکا یا وارثوں نے اس پر صلح کر لی کہ کچھ لوگ مال

الْمِیْرَاثِ فَیَاْخُذُ ھٰذَا عَیْنًا وَھٰذَا دَیْنًا فَاِنْ تَوِیَ لِاَحَدِھِمَا لَمْ یَرْجِعْ عَلٰی صَاحِبِہٖ

لیں اور کچھ لوگ دین۔ اب اگر ان میں سے کسی کا حصہ ضائع ہوگیا تو دوسرے سے وصول نہیں کر سکتا۔

۱۳۲۴ مزارعت جائز ہے یا نہیں۔ اس پر بقدر ضرورت بحث اس کے باب میں مذکور ہوگی۔

تشریحات وان رافع بن خدیج۔ الی آخرہ۔ مذکورہ سند کے ساتھ نافع ہی سے مروی ہے۔

۴۴۱ تشریحات حوالہ ۔ حول سے ہے۔ جس کے معنی پھیرنے منتقل کرنے کے ہیں۔ یہاں عقد حوالہ مراد ہے۔ یعنی اپنا دین کسی اور کی طرف منتقل کرنا۔ مدیون کو محیل اور دائن کو محتال، محتال لہ حویل۔ اور جس کی طرف منتقل کیا گیا اسے محتال علیہ اور محال علیہ اور دین کو محال کہتے ہیں۔

امام حسن بصری اور قتادہ کے اس ارشاد کو امام ابن ابی شیبہ اور اثرم نے روایت کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس دن عقد حوالہ ہوا تھا اس دن محتال علیہ خوشحال تھا۔ تو اگرچہ بعد میں مفلس ہو جائے دائن اس سے وصول کرنے کا حق رکھتا ہے۔

اس خصوص میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جب حوالہ صحیح ہوگیا تو محیل اصل مدیون دین سے بری ہوگیا۔ محتال لہ یعنی دائن کو یہ حق نہ رہا کہ محیل سے مطالبہ کرے جب تک کہ اس دین کے ہلاک ہونے کی صورت نہ پیدا ہو جائے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ محتال لہ نے حوالہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کوئی گواہ نہیں۔ اور اس نے قسم کھائی۔ دوسرے یہ کہ محتال علیہ مفلس ہو کر مرا نہ اس کے پاس عین ہے نہ دین۔ اور نہ کفیل ان دونوں صورتوں میں مدیون یعنی محیل سے مطالبہ کر سکتا ہے۔

۴۴۲ تشریحات یتخارج ۔ دو یا زیادہ اشخاص چند چیزوں میں شریک ہوں۔ تو ہر شریک کا ان تمام مشترک میں حصہ شائع ہے۔ جیسے ایک مورث کے چند وارث ۔ اگر مورث نے ترکے میں عین کے ساتھ دین بھی چھوڑا تقسیم کے وقت باہمی رضامندی سے کچھ شریک، یا وارث نے عین لے لیا اور کچھ نے دین۔ اب اگر دین وصول نہ ہو، اور نہ آئندہ وصول ہونے کی امید ہو یعنی دین ہلاک ہوگیا۔ تو اب یہ ان لوگوں سے جنھوں نے عین لیا تھا۔ وصول نہیں کر سکتا۔ اسی طرح چند اشخاص شرکت میں کوئی کاروبار کرتے تھے۔ اب وہ اپنا اپنا حصہ تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ کچھ سامان ہے اور کچھ ان کا دین دوسروں پر ہے۔ ان شریکوں نے آپس میں یہ طے کر لیا۔ کہ کچھ لوگوں نے مال لیا۔ اور کچھ لوگوں نے دین۔ اب اگر دین ہلاک ہو جائے تو یہ لوگ دوسرے شرکا سے وصول نہیں کر سکتے۔

امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ جیسے یہاں عین دین کی تقسیم کے بعد رجوع کا حق نہیں اسی طرح حوالے میں بھی نہیں۔

۱۳۲۵ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مالدار کا
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَطْلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ فَاِذَا اُتْبِعَ اَحَدُكُمْ عَلٰی مَلِیٍّ فَلْیَتْبَعْ
قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور تم میں سے کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالے کیا جائے تو اسے مان لینا چاہیے۔

بَابُ اِذَا اَحَالَ دَیْنَ الْمَیِّتِ عَلٰی رَجُلٍ جَازَ ۳۰۵ میت کا دین کسی شخص پر حوالہ کیا جائے تو جائز ہے۔

۱۳۲۶ ثنا یَزِیْدُ بْنُ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ
حدیث حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے
كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِیَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ
تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں

تشریحات ۱۳۲۵ مَطْلٌ ۔ کے اصل معنی لوہے کو پیٹ کر لمبا کرنے کے ہیں۔ یہاں ٹال مٹول کرنے کے معنی میں ہے۔ مالدار کو یہ جائز نہیں کہ میعاد پوری ہونے پر قرض کی ادائیگی میں حیلہ بہانہ کرے۔ ہاں اگر کوئی تنگدست ہے تو وہ مجبور اور معذور ہے۔
مَلِیٌّ : یہ مہموز لام ہے۔ معتل لام نہیں۔ اس کی اصل مَلِیْئٌ تھی۔ ہمزہ کو یاء سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کر دیا گیا۔ اس کے معنی مالدار کے ہیں۔
فاذا اتبع : اس کے معنی یہ ہیں کہ جب دین کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو دائن کو چاہیے کہ اسے قبول کرلے امام احمد کی ایک روایت ان الفاظ میں ہے۔ اذا احیل فَلْیَحْتَلْ ۔ ابن ماجہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔ اذا احلته علی ملی فاتبعه ۔
امام بخاری نے اس کے بعد والے باب میں اس کا معنی یہ بتایا۔ جب کسی کا حق تم پر ہو اور تم کسی مالدار کے حوالہ کر دو اور وہ تمہاری طرف سے ضامن ہو جائے۔ اس کے بعد تم مفلس ہو جاؤ تو قرض خواہ محتال علیہ سے حق وصول کر سکتا ہے۔
لیکن امام بخاری کی یہ اپنی رائے ہے۔ دائن حوالے کے بعد بہر حال محتال سے وصول کر سکتا ہے۔ مدیون مفلس ہو یا نہ ہو۔ بلکہ محیل سے مطالبے کا اس کو حق نہ رہا۔ جبتک کہ دین کے ہلاک ہونے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔

تشریحات ۱۳۲۶ یہ حدیث بخاری کی ساتویں ثلاثیات سے ہے۔ یہ بھی حضرت امام اعظم کے تلمیذ مکی بن ابراہیم سے امام بخاری کو ملی ہے۔
اس قسم کے واقعات احادیث میں متعدد آئے ہیں۔ کہ مقروض کی نماز جنازہ پڑھنے سے توقف فرمایا۔ جب کسی صاحب نے قرض اپنے ذمے لیا تو نماز پڑھائی۔ دارقطنی نے ایک واقعہ ذکر کیا ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے

عہ باب اذا احال علی ملی فلیس له رد ص ۳۰۵ الاستقراض باب مطل الغنی ظلم ص ۳۲۳ - مسلم ابوداود - ترمذی - نسائی البیوع - ابن ماجہ صدقات -

عَلَيْهَا فَقَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالَ لَا فَصَلَّى عَلَيْهِ

فرمایا اس پر قرض ہے؟ لوگوں نے کہا۔ نہیں۔ فرمایا کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس کی نماز

ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَىٰ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قِيلَ

جنازہ پڑھ دی اس کے بعد دوسرا جنازہ لایا گیا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں

نَعَمْ قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا ثَلٰثَةَ دَنَانِيرَ فَصَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوا

فرمایا اس پر قرض ہے عرض کیا گیا ہاں فرمایا کچھ مال چھوڑا ہے لوگوں نے عرض کیا تین دینار تو اس کی نماز

صَلِّ عَلَيْهَا قَالَ هَلْ تَرَكَ شَيْئًا قَالُوا لَا قَالَ فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَالُوا ثَلٰثَةُ

جنازہ پڑھی اس کے بعد تیسرا جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے عرض کیا اس کی نماز جنازہ پڑھ دیں فرمایا

دَنَانِيرَ قَالَ صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ

کیا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کچھ نہیں فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ ابو قتادہ نے کہا

يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ فَصَلَّى عَلَيْهِ عه

یا رسول اللہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ تو حضور نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

ذمہ لیا۔ اور امام طحاوی نے ایک واقعہ ذکر کیا جس میں ہے کہ ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی اور صاحب نے اپنے ذمہ لیا تھا۔
قرض لے کر ادا نہ کرنے کی شناعت اس سے ظاہر ہوئی کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مجاہر بے باک فساق کی نماز جنازہ اگر علماء مشائخ اس نیت سے نہ پڑھیں کہ دوسروں کو عبرت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ مگر وہ شخص مسلمان ہے تو اس کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نماز جنازہ پڑھیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ صلوا علی صاحبکم تم لوگ اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت قرض ادا کئے بغیر مر جائے اور کوئی شخص اس کی طرف سے قرض ادا کر دے تو میت بری الذمہ ہو جائے گا جیسا کہ اسی حدیث کی اس روایت میں جو دار قطنی نے کی ہے اخیر میں ہے۔ کہ جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ خبر دی کہ میں نے اس کا قرض ادا کر دیا تو فرمایا۔ اب تو نے اس کی کھال کو ٹھنڈک پہنچائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الکفالۃ ۳۰۵ کفالت کا بیان

کفالت کے معنی شریعت میں یہ ہیں۔ ایک شخص اپنے ذمے کو دوسرے کے ساتھ مطالبے میں ملا دے۔ یعنی مطالبہ زید کے ذمہ تھا۔ دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔ یہ مطالبہ نفس کا ہو یا دین کا یا عین کا۔

عه الکفالۃ باب من تکفل عن میت دینا فلیس لہ ان یرجع ص ۳۰۶ نسائی الجنائز۔

بَابُ الْكَفَالَةِ فِي الْقَرْضِ وَالدُّيُوْنِ بِالْاَبْدَانِ وَغَيْرِهَا ص ۳۰۵ قرض اور دیون میں کسی کی شخصی وغیرہ مثلاً مالی ضمانت لینا۔

۴۴۳ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الْاَسْلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ
ت حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو صدقہ وصول کرنے کیلئے
تَعَالٰى عَنْهُ بَعَثَهُ مُصَدِّقًا فَوَقَعَ رَجُلٌ عَلٰى جَارِيَةِ امْرَأَتِهِ فَاَخَذَ حَمْزَةُ مِنَ الرَّجُلِ
بھیجا ایک شخص نے اپنی بیوی کی کنیز سے زنا کر لیا حمزہ نے اس شخص کی طرف سے ضامن لئے یہاں تک
كُفَلَاءَ حَتّٰى قَدِمَ عَلٰى عُمَرَ وَكَانَ عُمَرُ قَدْ جَلَدَهُ مِائَةً فَصَدَّقَهُمْ وَعَذَرَهُ بِالْجَهَالَةِ
کہ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر۔ اس شخص کو سو کوڑے مار چکے تھے حضرت عمر نے انکی تصدیق فرمائی اور لاعلمی کیوجہ سے اسے معذور رکھا
۴۴۴ وَقَالَ جَرِيْرٌ وَالْاَشْعَثُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فِي
ت اور جریر اور اشعث نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مرتدین کے بارے میں کہا

تشریحات ۴۴۳ اس تعلیق کو امام ابوجعفر طحاوی[1] نے پوری تفصیل سے یوں روایت کیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمزہ بن عمرو اسلمی کو سعد بن ہزیم میں صدقہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت حمزہ کی خدمت میں صدقہ کا مال حاضر کیا گیا کہ صدقہ لے لیں۔ ایک مرد اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اپنی باندی کے مال کا صدقہ تو دے۔ وہ عورت کہہ رہی تھی کہ تو اپنے بیٹے کے مال کا صدقہ دے۔ حمزہ نے ان کا قصہ پوچھا تو بتایا گیا۔ یہ شخص اس عورت کا شوہر ہے۔ اسکی کنیز کے ساتھ اس نے ہمبستری کی تھی۔ جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس عورت نے اس لڑکے کو آزاد کر دیا اور یہ مال اسی لڑکے کا ہے۔ یہ سنکر حمزہ نے کہا کہ میں اسے سنگسار کرونگا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ اس کا معاملہ حضرت عمر کے پاس پیش ہو چکا ہے انھوں نے اسے سو کوڑے مارے ہیں۔ اور سنگسار کرنا ضروری نہیں جانا۔ یہ سن کر حضرت حمزہ نے اس شخص سے ضامن لیا کہ حضرت عمر کے پاس چلے اور ان سے دریافت کیا جائے۔ جب حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے انکی تصدیق فرمائی اور فرمایا۔ سنگسار اس لئے نہیں کیا کہ یہ شخص جانتا نہ تھا اور لاعلمی کیوجہ سے معذور رکھا گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال کے علاوہ اور حقوق میں بھی کفالت درست ہے۔ حضرت حمزہ خود صحابی ہیں اور حضرت عمر نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ نہ انھوں نے اور نہ کسی اور صحابی نے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ شخصی ضمانت بھی درست ہے۔ وہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اس لئے جہالت عذر تھی۔ اب جہالت عذر نہیں۔ جبکہ مجرم دار الاسلام میں رہتا ہو۔

تشریحات ۴۴۴ حارثہ بن مضرب نے کہا۔ میں نے صبح کی نماز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ پڑھی جب انھوں نے سلام پھیرا تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر بتایا۔ کہ وہ بنی حنیفہ کی مسجد کی طرف گیا تو عبداللہ بن نواحہ کے مؤذن کو یہ کہتے سنا۔ کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ حضرت ابن مسعود نے حکم دیا کہ ابن نواحہ اور اس کے ساتھیوں کو میرے پاس لاؤ۔ جب یہ سب حاضر کر دیئے گئے تو حضرت ابن مسعود نے قرظہ بن کعب کو حکم دیا۔ انھوں نے ابن نواحہ کی گردن اڑا دی

---

[1] شرح معانی الآثار ثانی الحدود۔ باب الرجل یزنی بجاریۃ امرأتہ ص ۸۳

اَلْمُرْتَدِّیْنَ اسْتَتِبْهُمْ وَكَفِّلْهُمْ فَتَابُوْا وَكَفَّلَهُمْ عَشَائِرُهُمْ

ان سے توبہ کا مطالبہ کیجئے اور ان سے کفیل لیجئے۔ اس پر انھوں نے توبہ کی اور انکی ضمانت ان کے قبیلے والوں نے لی۔

۴۴۵ وَقَالَ حَمَّادٌ إِذَا تَكَفَّلَ بِنَفْسٍ فَمَاتَ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ قَالَ الْحَكَمُ يَضْمَنُ

ت اور امام حماد نے کہا کہ اگر کوئی کسی کا ضامن بنا تھا پھر مرگیا تو اس پر کچھ نہیں حکم نے کہا اس پر ضمان ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ص ۳۰۶

اللہ عزوجل کے ارشاد کا بیان۔ جس سے تم نے قسم کھا کر عہد کیا ان کا حصہ دو۔

۱۳۲۷ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَلِكُلٍّ

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ولکل جعلنا موالی میں موالی

جَعَلْنَا مَوَالِيَ وَرَثَةً وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ كَانَ الْمُهَاجِرُوْنَ لَمَّا قَدِمُوا

سے مراد وارث ہیں اور والذین عاقدت ایمانکم سے مراد یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ طیبہ

الْمَدِيْنَةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِثُ الْمُهَاجِرُ الْأَنْصَارِيَّ دُوْنَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے تو مہاجر انصار کا بغیر رشتے کے وارث ہوتا تھا اس

ذَوِيْ رَحِمِهِ لِلْأُخُوَّةِ الَّتِيْ آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ فَلَمَّا

اسلامی اخوت کی بنا پر جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے درمیان

پھر اس کے ساتھیوں کے بارے میں مشورہ لیا۔ حضرت عدی بن حاتم نے مشورہ دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ مگر حضرت جریر اور حضرت اشعث بن قیس نے کہا انھیں حکم دیجئے کہ توبہ کرلیں۔ اور ان کے قبیلے والوں کو ضامن بنائیے یہ ایک سو ستر آدمی تھے۔ [۱]

یہاں اس بات پر کفالت تھی کہ آئندہ مرتد نہیں ہوں گے اور اسلام پر قائم رہیں گے۔

۴۴۵ تشریحات حضرت امام حماد حضرت امام اعظم کے مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت امام اعظم کی اکثر روایات انھیں سے ہیں۔ حضرت امام حماد کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر ضامن مرگیا تو اس پر ضمان نہیں۔ کہ اس کے ترکے سے وصول کیا جائے۔ اور حکم بن عتبہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ضمان ہے۔ اس کے ترکے سے وصول کیا جائے گا۔

۱۳۲۷ تشریحات سورہ نساء کی تینتیسویں آیت یہ ہے۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۔ اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں۔ ماں باپ، رشتہ دار اور جن سے تمھارا عقد حلف بندھ چکا ہے۔ جو کچھ چھوڑیں ان کو ان کا حصہ دو۔

---

[۱] عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۱۱۵ بحوالہ دارقطنی و ابن ابی شیبہ۔

نَزَلَتْ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ نُسِخَتْ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ اِلَّا
قائم کردی تھی جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ تو وہ منسوخ ہوگیا پھر فرمایا والذین عاقدت

النَّصْرَ وَالرِّفَادَةَ وَالنَّصِيحَةَ وَقَدْ ذَهَبَ الْمِيرَاثُ وَيُوصِي لَهُ ۔ عـه
ایمانکم کی رو سے امداد تعاون خیرخواہی باقی ہے۔ میراث منسوخ ہوگئی اور وصیت باقی ہے جس کے لئے چاہو کرو۔

۱۳۲۸ ثَنَا عَاصِمٌ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَبَلَغَكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حدیث عاصم نے کہا میں نے حضرت انس سے دریافت کیا۔ کیا آپ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حِلْفَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ قَدْ حَالَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
علیہ وسلم نے فرمایا اسلام میں حلف نہیں تو حضرت انس نے فرمایا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ قُرَيْشٍ وَّالْاَنْصَارِ فِي دَارِيْ ۔ عـه
اور انصار کے مابین میرے گھر میں حلف قائم فرمائی۔

عقدت ایمانکم میں ایک قرأت عاقدت بھی ہے۔ امام بخاری نے اسی کو لیا ہے۔ یہ اپنے عموم کے لحاظ سے اس عقد مواخات کو بھی شامل ہے۔ جو ہجرت کے وقت مہاجرین اور انصار میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا جس کی رو سے مہاجرین انصار کی میراث پاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت۔ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ سے منسوخ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ وَالَّذِينَ عَاقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيبَهُمْ پہلے نازل ہوئی ہے اور وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُونَ، بعد میں نازل ہوئی ہے۔

ثُمَّ قَالَ: اس سے مراد یہ ہے کہ منسوخ صرف حق وراثت ہے۔ بقیہ بحیثیت مسلمان کے ایک مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر ہے۔ مثلاً امداد تعاون خیرخواہی، وہ باقی ہے۔

۱۳۲۸ تشریحات سوال کا مقصد یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں قبائل آپس میں محالفت کرتے تھے۔ اب اسلام میں یہ عقد نہیں ہوتا۔ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممنوع نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے گھر میں مہاجرین اور انصار میں مواخات قائم فرمائی تھی یہ بھی ایک قسم کی محالفت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں میں ایسی قوی اور مضبوط یگانگت پیدا کردی ہے۔ کہ عہد جاہلیت کے محالفت کی ضرورت نہیں رہی۔ جیسا کہ مسلم میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام میں حلف نہیں۔ یہ جاہلیت میں تھی اسلام نے اس میں اور قوت پیدا فرمادی۔ یعنی محالفت کی وجہ سے باہمی تعاون و ہمدردی کا جو جذبہ پیدا ہوتا تھا اسلام نے

عـه ثانی تفسیر نساء باب قولہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ ص ۶۵۵ الفرائض باب ذوی الارحام ص ۹۹۹ ابوداؤد نسائی۔ الفرائض عـه ۴ مسلم الفضائل

ابوداؤد الفرائض۔ لـه ثانی فضائل الصحابہ باب مواخاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۰۸

عـه ثانی الاعتصام باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۹۰-م

بَابُ مَنْ تَكَفَّلَ عَنْ مَيِّتٍ دَيْنًا فَلَيْسَ لَهُ اَنْ يَّرْجِعَ ص ۳۰۶

کسی نے میت کے قرض کی ضمانت لی تو اس سے رجوع کا اسے حق نہیں۔

ت ۴۴۶ وَبِهٖ قَالَ الْحَسَنُ۔ اور یہی امام حسن بصری کا قول ہے۔ اور یہی جمہور ائمہ کا مذہب ہے۔

۱۳۲۹ سَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حدیث حضرت امام محمد بن علی باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ قَدْ جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ قَدْ اَعْطَيْتُكَ

روایت فرمائی کہ انھوں نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اگر بحرین کا مال آجائے گا تو تم کو

هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَلَمْ يَجِئْ مَالُ الْبَحْرَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اتنا اور اتنا ضرور دوں گا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک بحرین کا مال نہیں آیا جب آیا

وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَاءَ مَالُ الْبَحْرَيْنِ اَمَرَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَنَادٰى مَنْ كَانَ

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منادی کرنے کا حکم دیا اور یہ منادی کی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ

لَهٗ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِدَةٌ اَوْ دَيْنٌ فَلْيَاْتِنَا فَاَتَيْتُهٗ فَقُلْتُ

علیہ وسلم نے جس کسی سے کوئی وعدہ فرمایا ہو یا حضور پر کسی کا دین ہو وہ میرے پاس آئے حضرت

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِيْ كَذَا وَكَذَا فَحَثٰى لِيْ حَثْيَةً فَعَدَدْتُهَا

جابر نے کہا میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انھیں بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ یہ فرمایا تھا

فَاِذَا هِيَ خَمْسُ مِائَةٍ وَقَالَ خُذْ مِثْلَيْهَا ؏

انھوں نے ایک چلو بھر کر دیا میں نے اسے گنا تو وہ پانچسو تھے اور فرمایا اس کا دونا اور لے لے۔

اس سے بڑھ کر پیدا کر دیا ہے۔ اب اس کی کوئی حاجت نہیں

تشریحات ۱۳۲۹ یہاں کی روایت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو ارشاد ذکر فرمایا ہے اس میں ھکذا ھکذا دو بار ہے۔ مگر بخاری ہی کی دوسری ابواب کی تمام روایتوں میں تین بار ہے بلکہ الشہادات کی روایت میں تصریح ہے۔ فبسط یدیہ ثلث مرات۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین بار اپنے دونوں دست مبارک کو پھیلایا۔ یعنی اس طرح اس طرح دوں گا۔ اسی طرح مغازی کی بھی روایت میں ثلاثا کی تصریح ہے۔ مغازی میں بطریق ابن منکدر جو روایت ہے۔ اس کے اخیر میں یہ ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں تین بار حاضر ہوا مگر انھوں نے کچھ نہیں دیا۔ تیسری بار میں نے ان سے عرض کیا۔ یا تو مجھے عطا فرمائیے یا آپ مجھے دینے میں بخل کر رہے ہیں۔ فرمایا۔ تم نے کیا کہا۔ میں نے بخل کیا ہے۔ بخل سے بڑی کون بیماری ہے۔ میں نے دینے ہی کیلئے

؏ الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ او وعد ثم مات ص ۳۵۴، الجھاد باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین ص ۴۴۳ باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من البحرین ص ۴۴۸ الشھادات باب من امر بانجاز الوعد ص ۳۶۹ ثانی المغازی باب قصۃ

عمان و البحرین ص ۶۲۵ مسلم فضائل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بَابُ جِوَارِ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیقِ فِی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعَقْدِهٖ ص ۳۰۷

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مشرک کی امان قبول کرنا اور معاہدہ کرنا۔

۱۳۳۵۔ اَخْبَرَنِی عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ لَمْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے جب سے ہوش سنبھالا تو اپنے والدین

اَعْقِلْ اَبَوَیَّ قَطُّ اِلَّا وَهُمَا یَدِیْنَانِ الدِّیْنَ وَلَمْ یَمُرَّ عَلَیْنَا یَوْمٌ اِلَّا یَاْتِیْنَا فِیْهِ رَسُوْلُ

کو دین کا پابند پایا اور کوئی دن نہ گزرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے یہاں صبح و شام نہ آتے

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَیِ النَّهَارِ بُکْرَةً وَعَشِیَّةً فَلَمَّا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُوْنَ

جب مسلمانوں پر بلائیں توڑی جانے لگیں

خَرَجَ اَبُوْ بَکْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِیَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ

تو ابو بکر حبشہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے۔ یہاں تک کہ برک الغماد تک پہنچ گئے وہاں

وَهُوَ سَیِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ اَیْنَ تُرِیْدُ یَا اَبَا بَکْرٍ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اَخْرَجَنِیْ قَوْمِیْ وَاَنَا اُرِیْدُ

ابن دغنہ بنی قارہ کا سردار ملا پوچھا اے ابو بکر کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا میری قوم نے مجھے نکال دیا

اَنْ اَسِیْحَ فِی الْاَرْضِ وَاَعْبُدَ رَبِّیْ قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ اِنَّ مِثْلَكَ لَا یَخْرُجُ وَلَا یُخْرَجُ

ہے میں چاہتا ہوں کہ زمین میں سیاحت کروں اور اپنے رب کی عبادت کروں ابن دغنہ نے کہا تمہارے جیسا

فَاِنَّكَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ

نہ نکلے گا نہ نکالا جائیگا کیونکہ تم ناداروں کو کما کر دیتے ہو اور صلہ رحمی کرتے ہو اور مجبوروں کا بار اٹھاتے ہو اور مہمانداری کرتے ہو

وَاَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ اَبِیْ

اور حق اختیار کرنے کیوجہ سے کسی پر مصیبت آئے تو اس کی مدد کرتے ہو۔ اور میں تم کو امان دیتا ہوں لوٹو اور اپنے پروردگار

بَکْرٍ فَطَافَ فِیْ اَشْرَافِ کُفَّارِ قُرَیْشٍ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ لَا یَخْرُجُ مِثْلُهٗ وَلَا

کی اپنے شہر میں عبادت کرو ابن دغنہ بھی چلا اور ابو بکر بھی اس کے ساتھ لوٹے اور ابن دغنہ کفار قریش کے رؤسا میں

گھیں بار بار واپس کیا ہے۔

بحرین والوں سے مصالحت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں کا حاکم مقرر فرمادیا۔ کہ وقت پر خراج وصول کر کے خدمت اقدس میں حاضر کرتے تھے۔ ایکبار خدمت اقدس میں بھی حاضر کیا تھا جسمیں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور قصہ درپیش ہوا تھا۔

تشریحات ۱۳۳۵ اس حدیث کا کچھ جز کتاب الصلوٰۃ ص۶۸ پر مذکور ہے۔ وہاں مختصر تھی اس لئے چھوڑ دیا تھا۔ یہاں پوری تفصیل ہے۔ اس لئے یہاں ذکر کر دیا۔ یہاں امام بخاری نے اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں ایک بطریق یحیی بن بکیر۔ دوسری بطریق ابو صالح۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ تعلیق ہے۔

يُخْرَجُ أَتُخْرِجُوْنَ رَجُلًا يَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي

گھوما اور ان سے کہا ابوبکر نہ نکلے گا اور نہ نکالا جائے گا تم لوگ ایسے شخص کو نکالتے ہو جو نادار کو کما کر دیتا ہے

الضَّيْفَ وَيُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوْا

اور صلہ رحمی کرتا ہے اور مجبوروں کا بار اٹھاتا ہے مہمانداری کرتا ہے حق پر استقامت کی وجہ سے اگر کسی پر مصیبت

أَبَا بَكْرٍ وَّقَالُوْا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ فَيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ

آتی ہے تو مدد کرتا ہے قریش نے ابن دغنہ کی امان کو تسلیم کر لیا اور ابو بکر کو امان دیدیا البتہ ابن دغنہ سے کہا کہ

مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِيْنَا بِذٰلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنَّ وَإِنَّا قَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَ

ابو بکر سے کہدو اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے نماز ادا کرے جو چاہے پڑھے اور ہمیں ایذا نہ دے اور علانیہ نماز

نِسَاءَنَا قَالَ ذٰلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِيْ بَكْرٍ فَطَفِقَ أَبُوْ بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهٗ فِيْ دَارِهٖ وَلَا

یا کچھ نہ پڑھے ہم کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنہ میں نہ پڑ جائیں اس بات کو ابن دغنہ نے ابو بکر سے کہدیا

يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلٰوةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِيْ غَيْرِ دَارِهٖ ثُمَّ بَدَا لِأَبِيْ بَكْرٍ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا

اس کے بعد ابو بکر اللہ کی عبادت اپنے گھر میں کرتے۔ اور اپنے گھر کے علاوہ کہیں نہ نماز ادا کرتے نہ قرآن پڑھتے اسکے

بِفِنَاءِ دَارِهٖ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّيْ فِيْهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ

بعد ان کے دل میں آیا اور انھوں نے اپنے مکان کے صحن میں مسجد بنالی اسمیں نماز پڑھتے قرآن کی تلاوت کرتے اسکی

الْمُشْرِكِيْنَ وَأَبْنَاؤُهُمْ وَيَعْجَبُوْنَ مِنْهُ وَيَنْظُرُوْنَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَجُلًا

وجہ سے مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کے گرد ہجوم کرکے گرے پڑتے اور اسے پسند کرتے اور انھیں دیکھتے اور ابو بکر

ولم اعقل : حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر مبارک ہجرت کے وقت آٹھ سال تھی۔ اس لئے ان کا ہجرت سے قبل سن شعور کو پہنچ جانا مستبعد نہیں۔ اس حدیث میں دین سے مراد دین اسلام ہے۔ الدین پر الف لام عہد کا ہے۔ ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ خصوصیت ہے کہ ان پر ایک آن کے لئے حکماً بھی کفر طاری نہیں ہوا۔ ان کے والدین کریمین ان کی پیدائش سے پہلے ہی مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ بلکہ بالفرض ام المومنین کی ولادت کے وقت والدہ ماجدہ مشرف باسلام نہ ہوئی تھیں تو بھی حضرت صدیق تو برسوں پہلے اول روز ہی سے مشرف باسلام ہیں۔

برك الغماد : غین کو ضمہ بھی ہے اور کسرہ بھی۔ یمن کے انتہائی سرے پر ایک جگہ کا نام ہے۔ مکہ معظمہ سے پانچ دن کی مسافت پر ہے۔

ابن الدغنہ : اس کا نام ربیعہ بن رفیع ہے۔ یہ امام ابن اسحٰق کا قول ہے۔ مگر مغلطائی نے کہا کہ اس کا نام مالک تھا۔ دغنہ اس کی ماں کا نام ہے۔ اس کے معنی بارش اور بادل کے ہیں۔ دَثِنَۃ اور دُثُنّۃ بھی کہا گیا ہے۔ ڈھیلی ڈھالی زیادہ گوشت

بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِيْنَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذٰلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِّنَ

بہت رقیق القلب تھے جب تلاوت کرتے تو آنسو کو روک نہ پاتے اس بات نے مشرکین قریش کے سرداروں کو

الْمُشْرِكِيْنَ فَأَرْسَلُوْا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ وَقَالُوْا لَهُ إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا

گھبراہٹ میں ڈالدیا انھوں نے ابن دغنہ کو بلوایا وہ آیا تو اس سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی

أَبَا بَكْرٍ عَلٰى أَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذٰلِكَ فَابْتَنٰى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَ

کہ وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت کرے۔ وہ آگے بڑھ گیا اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور

أَعْلَنَ الصَّلٰوةَ وَالْقِرَاءَةَ وَقَدْ خَشِيْنَا أَنْ يَّفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأْتِهِ فَإِنْ أَحَبَّ

علانیہ نماز و قرآن پڑھتا ہے اور ہم کو اندیشہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنے میں پڑجائیں تم اس کے پاس جاؤ اگر

أَنْ يَّقْتَصِرَ عَلٰى أَنْ يَّعْبُدَ رَبَّهُ فِيْ دَارِهِ فَعَلَ وَإِنْ أَبٰى إِلَّا أَنْ يُّعْلِنَ ذٰلِكَ

یہ پسند کرے کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے تو کرے اور اگر نہ مانے اور اعلان کے ساتھ عبادت کرنے

فَسَلْهُ أَنْ يَّرُدَّ إِلَيْكَ ذِمَّتَكَ فَإِنَّا كَرِهْنَا أَنْ نُّخْفِرَكَ وَلَسْنَا مُقِرِّيْنَ لِأَبِيْ بَكْرٍ

پر اصرار کرے تو اس سے کہہ کہ وہ تیری امان لوٹادے۔ ہم تیری امان کو توڑنا ناپسند کرتے ہیں اور ابوبکر

الْاِسْتِعْلَانَ قَالَتْ عَائِشَةُ فَأَتَى ابْنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ قَدْ عَلِمْتَ الَّذِيْ

کو علانیہ نماز اور قرآن پڑھنے پر رہنے نہیں دیں گے ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور عرض کیا تم جانتے ہو

عَاقَدْتُّ لَكَ عَلَيْهِ فَإِمَّا أَنْ تَقْتَصِرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَإِمَّا أَنْ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِيْ فَإِنِّيْ

میں نے جس شرط پر امان دی تھی یا تو گھر کے اندر نماز و تلاوت پر اقتصار کرو یا میری امان لوٹادو اسلئے

لَا أُحِبُّ أَنْ تَسْمَعَ الْعَرَبُ أَنِّيْ أُخْفِرْتُ فِيْ رَجُلٍ عَقَدْتُّ لَهُ۔ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ إِنِّيْ

کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ عرب یہ سنیں کہ میں نے ایک شخص کو امان دی تھی اس کو توڑ دیا گیا اس پر ابوبکر نے

أَرُدُّ إِلَيْكَ جِوَارَكَ وَأَرْضٰى بِجِوَارِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہا میں تیری امان رد کرتا ہوں اور اللہ کی امان پر راضی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسوقت

والی عورت ... القارہ ـــ را مخفف۔ خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کا نام قارہ ہے۔ اس کے معنی کالے پتھریلے ٹیلے کے ہیں۔ بنو بکر کے ساتھ ایک جنگ میں ان لوگوں نے ایسے ہی ٹیلے پر صف بندی کی تھی۔ اس لئے ان کو قارہ کہا جانے لگا۔

فابتنی مسجدا: یہ شرف بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اولیات میں سے ہے۔ کہ انھوں نے اسلام میں سب سے پہلے مسجد بنائی۔ مکہ معظمہ میں مسفلہ شارع ابوبکر میں ایک مسجد ابوبکر کے نام سے اب بھی موجود ہے۔ ہوسکتا ہے۔ یہ مسجد اسی جگہ بنائی گئی ہو۔

يَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُرِيْتُ دَارَ
مکہ ہی میں تھے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمھاری ہجرت کی جگہ دکھائی
هِجْرَتِكُمْ رَأَيْتُ سَبِخَةً ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لَابَتَيْنِ وَهُمَا الْحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنْ
گئی ہے۔ میں نے دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں والی شور زمین دیکھی ہے اب جس کو ہجرت کرنی تھی
هَاجَرَ قِبَلَ الْمَدِيْنَةِ حِيْنَ ذَكَرَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مدینے کی طرف ہجرت کی جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ذکر فرمایا اور حبشہ ہجرت کرنے والوں میں سے
وَرَجَعَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ بَعْضُ مَنْ كَانَ هَاجَرَ إِلٰى أَرْضِ الْحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُوْ بَكْرٍ
بہت سے لوگ مدینہ چلے گئے ابو بکر نے ہجرت کی تیاری کرلی اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے
مُهَاجِرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رِسْلِكَ فَإِنِّيْ أَرْجُوْ
فرمایا رُکے رہو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت دی جائے گی ابو بکر نے عرض کیا آپ پر میرے
أَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ هَلْ تَرْجُوْ ذٰلِكَ بِأَبِيْ أَنْتَ قَالَ نَعَمْ فَحَبَسَ أَبُوْ بَكْرٍ نَفْسَهٗ
باپ قربان کیا حضور کو ہجرت کی اجازت ملنے کی امید ہے فرمایا ہاں تو ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَصْحَبَهٗ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيْنِ كَانَتْ
وسلم کی رفاقت کے لئے اپنے کو روک لیا اور سواری کی دو اونٹنیاں ان کے
عِنْدَهٗ وَرَقَ السَّمُرِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ عہ
پاس تھیں۔ انھیں چار مہینے تک ببول کے پتے کھلائے۔

لابتین: لَابَۃٌ کا تثنیہ ہے۔ ایسے کالے پتھروں والی زمین جو دیکھنے میں ایسے لگتے ہوں گویا جلے ہوئے ہیں۔ حرۃ۔ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مدینہ کے مغرب و مشرق میں دو ایسے ہی سنگستان ہیں جنھیں حرہ شرقی اور حرہ غربی کہا جاتا ہے۔ السمرۃ۔ ببول کے مشابہ ایک خاردار درخت جو بہت بڑا ہوتا ہے۔ باب ہجرت میں اس کے بعد وھو الخبط ہے۔ اس کے معنی درخت سے ڈنڈے وغیرہ سے توڑتے ہوئے پتے۔

مسائل اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنی جان و مال آبرو دین بچانے کے لئے کافر کی امان قبول کرسکتا ہے۔ یہ رخصت ہے۔ اور عزیمت یہ ہے۔ اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھے اور اس کی حمایت پر اعتماد کرے۔ جیساکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا۔ کہ ابن دغنہ کی امان رد فرمادی۔

عہ کتاب الصلوۃ باب المسجد یکون فی الطریق ص ۶۸ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۲-۵۵۳

۱۳۳۱ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُؤْتٰی بِالرَّجُلِ الْمُتَوَفّٰی عَلَیْهِ الدَّیْنُ

میں جب کوئی مقروض فوت شدہ لایا جاتا تو دریافت فرماتے کہ اپنی قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ

فَیَسْأَلُ هَلْ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ فَضْلًا فَاِنْ حُدِّثَ اَنَّهٗ تَرَكَ لِدَیْنِهٖ وَفَاءً صَلّٰی وَاِلَّا قَالَ

مال چھوڑا ہے؟ اگر عرض کیا جاتا کہ اتنا چھوڑا ہے کہ قرض ادا کیا جا سکے تو اس کے جنازے کی نماز

لِلْمُسْلِمِیْنَ صَلُّوْا عَلٰی صَاحِبِكُمْ فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْفُتُوْحَ قَالَ اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ

پڑھتے ورنہ مسلمانوں سے فرماتے اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم لوگ پڑھ لو جب فتوحات ہوئی

مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَمَنْ تُوُفِّیَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتَرَكَ دَیْنًا فَعَلَیَّ قَضَاؤُهٗ وَ

تو فرمایا میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ جو مسلمان مقروض وفات پائے تو اس کے قرض

مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهٖ ؎

کی ادائیگی مجھ پر ہے اور جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثین کا ہے۔

۱۳۳۱ **تشریحات** اس حدیث کا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بالکل ظاہر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امان تو بہت دور ہے۔ کسی امان کا تذکرہ نہیں۔ ابوذر اور ابوالوقت کی روایت میں نہ باب ہے نہ ترجمہ صرف حدیث ہے۔ مستملی کی روایت میں حدیث بھی نہیں۔ نسفی اور ابن شبویہ کی روایت میں باب بلاعنوان ہے، اسمیں کوئی حرج نہیں۔ ابن بطال نے اس حدیث کو ,, باب من تکفل عن میت بدین ،، کے اخیر میں ذکر کیا ہے۔ اور یہی مناسب ہے۔

فترك دینا: مسلم کی روایت میں فترك دینا او ضیعة ہے، اور دوسری روایت میں ,, ضیاعًا ،، ہے۔ یہ ضاع یضیع کا مصدر ہے۔ بمعنی عیال۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم خصوصی ہے کہ اپنے بینوا مقروض امتیوں کا بار اپنے اوپر لے لیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ الْوَكَالَةِ وَوَكَالَةِ الشَّرِیْكِ الشَّرِیْكَ فِی الْقِسْمَةِ وَغَیْرِهَا ص ۳۰۸

وکالت کا بیان۔ ایک شریک کا دوسرے شریک کا تقسیم کرنے کے لئے وکیل ہونا یا کسی اور بات میں۔

نسفی کی روایت میں وکالة الشریك سے پہلے لفظ باب نہیں۔ اوروں میں ہے۔ زیادہ مناسب باب کا ہونا ہی ہے۔ وکالت کے معنی لغت میں حفاظت کے ہیں۔ اسی سے وکیل اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ نیز اس کے معنی کارساز کے بھی ہیں۔ یہاں بمعنی تفویض ہے۔ اپنا کام دوسرے کو سپرد کرنا جبکہ وہ قبول کرلے۔

؎ ثانی النفقات باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ترك كلًا او ضیاعا فالیّ ص ۸۰۹ مسلم الفرائض۔ ترمذی الجنائز۔

۱۳۳۲ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْطَاہُ غَنَمًا یَّقْسِمُھَا عَلٰی صَحَابَتِہٖ فَبَقِیَ عَتُوْدٌ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِہٖ اَنْتَ عہ

حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں بکریاں دیں کہ صحابہ پر تقسیم کردیں ایک سال بھر کا بچہ بچ گیا اس کا تذکرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا تو فرمایا اس کی تم قربانی کرلو۔

بَابُ اِذَا وَکَّلَ الْمُسْلِمُ حَرْبِیًّا فِیْ دَارِ الْحَرْبِ اَوْ فِیْ دَارِ الْاِسْلَامِ جَازَ

جب مسلمان کسی حربی کو دارالحرب یا دارالاسلام میں وکیل بنائے تو جائز ہے۔

۱۳۳۳ عَنْ صَالِحِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَاتَبْتُ اُمَیَّۃَ بْنَ خَلَفٍ کِتَابًا بِاَنْ یَّحْفَظَنِیْ فِیْ صَاغِیَتِیْ بِمَکَّۃَ وَاَحْفَظَہٗ فِیْ صَاغِیَتِہٖ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلَمَّا ذَکَرْتُ

حدیث حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اور امیہ بن خلف نے آپس میں ایک معاہدہ لکھا تھا کہ وہ مکے میں میری جائداد کی نگرانی کرے اور میں مدینے میں اسکی جائداد کی نگرانی کرونگا جب میں نے اپنا نام عبدالرحمن لکھا تو اس نے کہا میں رحمٰن کو نہیں جانتا

۱۳۳۲ تشریحات بکری کا بچہ جو چرنے چگنے اور جفتی کے لائق ہو جائے۔ سال بھر کا بچہ۔ کتاب الاضاحی میں بطریق بعجہنی جو روایت ہے اسمیں جذع ہے۔ یعنی جوان بچہ۔ اسی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ بکریاں قربانی کرنے ہی کے لئے تقسیم فرمائی تھیں۔

مطابقت: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن صحابہ کرام پر بکریاں تقسیم کرنے کے لئے دی تھیں ان میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ اس لئے یہ بقیہ صحابہ کے شریک ہوئے اور انھیں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ شریک کو شرکا کے درمیان تقسیم کرنے پر وکیل بنانا ہوا۔

۱۳۳۳ تشریحات امیہ بن خلف کفار قریش کے رؤسا میں اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہت بڑا دشمن تھا اور ان بدبختوں میں تھا جس کی ہلاکت کی نام لے کر دعا فرمائی تھی [۱] اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ صحابہ اسے قتل کریں گے [۲] ایک مرتبہ سڑی ہوئی ہڈی لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اسے توڑ کر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھونک سے اڑا دی اور کہا اے محمد! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ تیرا رب اسے زندہ کردیگا۔ اس پر سورہ یٰس

---

[۱] بخاری اول ص ۳۸ [۲] بخاری ثانی ص ۵۶۳ عہ الشرکۃ باب قسمۃ الغنم والعدل فیھا ص ۳۴۰ ثانی الضحایا باب اضحیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بکبشین اقرنین ص ۸۳۳ - مسلم - ترمذی - نسائی - ابن ماجہ - الضحایا -

الرَّحْمٰنَ قَالَ لَا اَعْرِفُ الرَّحْمٰنَ كَاتِبْنِي بِاسْمِكَ الَّذِي كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
اپنا وہ نام لکھو جو جاہلیت میں تھا تو میں نے عبد الرحمٰن کے بجائے عبد عمرو لکھوایا جب بدر کے معرکے کا
فَكَاتَبْتُهُ عَبْدُ عَمْرٍو فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ خَرَجْتُ اِلٰى جَبَلٍ لِاَحْرِزَهُ حِيْنَ
دن آیا تو جب لوگ سو گئے میں پہاڑ کی طرف چلا کہ اس کی حفاظت کرو بلال نے اسے دیکھ لیا
نَامَ النَّاسُ فَاَبْصَرَهُ بِلَالٌ فَخَرَجَ حَتّٰى وَقَفَ عَلٰى مَجْلِسِ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اُمَيَّةُ
وہ انصار کی ایک مجلس میں گئے اور کہا یہ امیہ بن خلف ہے اگر وہ بچ گیا تو میں نہیں بچا بلال کے ساتھ
بْنُ خَلَفٍ لَا نَجَوْتُ اِنْ نَجَا اُمَيَّةُ فَخَرَجَ مَعَهُ فَرِيْقٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ فِي آثَارِنَا فَلَمَّا
انصار کے لوگ چلے جب مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ لوگ ہمیں دھر لیں گے تو ان کے لئے امیہ کے بیٹے کو پیچھے
خَشِيْتُ اَنْ يَّلْحَقُوْنَا خَلَّفْتُ لَهُمْ اِبْنَهُ لِيَشْغَلَهُمْ فَقَتَلُوْهُ ثُمَّ اَبَوْا حَتّٰى يَتْبَعُوْنَا
کر دیا کہ انھیں پھنسائے رکھے انصار نے اسے مار ڈالا اس کے بعد بھی وہ نہیں مانے ہمارا پیچھا
وَكَانَ رَجُلًا ثَقِيْلًا فَلَمَّا اَدْرَكُوْنَا قُلْتُ لَهُ اُبْرُكْ فَبَرَكَ فَاَلْقَيْتُ عَلَيْهِ نَفْسِيْ
کرتے رہے وہ بھاری بدن کا انسان تھا جب وہ لوگ ہمارے بالکل قریب آگئے تو میں نے امیہ سے کہا

کی یہ آیت نازل ہوئی۔

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (۷۸) اس نے کہا ایسا کون ہے جو بالکل گلی ہوئی ہڈیوں کو زندہ کرے۔

ابتدا میں جب مشرکین سے مقاطعہ کا حکم نہیں ہوا تھا۔ مسلمانوں اور مشرکین میں نجی روابط تھے۔ خود حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیہ میں آمد رفت تھی[1] بلکہ واقعات ایسے ملتے ہیں کہ فتح مکہ تک جہت سے مسلمانوں اور مکے کے کافروں کے مابین ربط وضبط تھا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مکہ معظمہ میں بہت کچھ جائداد تھی۔ اور امیہ کی مدینہ طیبہ میں۔ اپنے مال کی حفاظت کے لئے یہ معاہدہ کیا تھا۔ اگر وہ امیہ سے یہ معاہدہ نہ کرتے تو مکہ معظمہ کی ان کی جائداد بچ نہ پاتی۔

ذکرت الرحمن : اس معاہدے میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا نام عبد الرحمٰن لکھوانا چاہا تو امیہ نے کہا کہ میں رحمٰن کو نہیں جانتا۔ اپنا عہد جاہلیت والا نام لکھواؤ۔ ان کا نام عبد عمرو تھا اور ایک قول یہ ہے کہ عبد الکعبہ تھا۔ اس روایت میں عبد عمرو ہے۔ یہی لکھوایا۔

ابنہ : امیہ کے اس لڑکے کا نام علی بن امیہ تھا۔ اسے حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا۔ امیہ کو کس نے قتل کیا۔ اس بارے میں پانچ اقوال ہیں۔ اول خبیب بن اساف خفیفہ انصاری۔ یہ امام واقدی کا قول ہے۔ دوم امام ابن اسحٰق نے کہا کہ اسے بنی مازن کے ایک انصاری نے قتل کیا تھا۔ سوم ابن ہشام نے کہا۔ معاذ بن عفراء۔ خارجہ بن زید اور خبیب نے مل کر قتل کیا تھا۔ فتخللوہ بالسیوف سے بظاہر یہی متبادر ہے۔ کہ چند بزرگوں نے ملکر تلوار گھیڑی تھی۔ چہارم امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ رفاعہ بن رافع نے تلوار بھونکی تھی۔ پنجم ایک قول یہ ہے کہ حضرت بلال

---

[1] ایضاً

لِاَمْنَعَهُ فَتَخَلَّلُوْهُ بِالسُّيُوْفِ مِنْ تَحْتِيْ حَتّٰى قَتَلُوْهُ وَاَصَابَ اَحَدُهُمْ رِجْلِيْ بِسَيْفِهٖ

زمین پر پڑ جاؤ جب وہ زمین پر پھیل گیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے اوپر ڈال دیا تاکہ اس کو بچا لوں۔ مگر انصار نے

وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ يُرِيْنَا ذٰلِكَ الْاَثَرَ فِيْ ظَهْرِ قَدَمِهٖ عہ

میرے نیچے تلواریں گھسیڑ کر اسے مار ڈالا اور کسی کی تلوار سے میرے پاؤں پر بھی زخم لگ گیا عبد الرحمن بن عوف اپنے قدم کی پیٹھ پر اس کا نشان ہمیں دکھاتے تھے۔

بَابُ اِذَا اَبْصَرَ الرَّاعِيْ اَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ اَوْ شَيْئًا يَّفْسُدُ ذَبَحَ وَاَصْلَحَ مَا يَخَافُ الْفَسَادَ ص ۳۰۸

چرواہا یا وکیل کسی بکری کو مرتے ہوئے دیکھے یا کسی چیز کو خراب ہوتے ہوئے دیکھے تو ذبح کر دے اور جس چیز کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو اسے ٹھیک کر دے۔

حدیث ۱۳۳۴ عَنْ نَافِعٍ اَنَّهٗ سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ عَنْ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے (انھوں نے بیان کیا) میری کچھ بکریاں

اَبِيْهِ اَنَّهٗ كَانَتْ لَهٗ غَنَمٌ تَرْعٰى بِسَلْعٍ فَاَبْصَرَتْ جَارِيَةٌ لَّنَا بِشَاةٍ مِّنْ غَنَمِنَا مَوْتًا فَكَسَرَتْ

تھیں جو سلع میں چرتی تھیں ہماری ایک کنیز نے ایک بکری کو دیکھا مر رہی ہے تو اس نے پتھر توڑا اور اس

حَجَرًا فَذَبَحَتْهَا بِهٖ فَقَالَ لَهُمْ لَا تَاْكُلُوْا حَتّٰى اَسْاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

سے بکری کو ذبح کر دیا حضرت کعب نے گھر والوں سے کہا اسے کوئی نہ کھائے جب تک میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَسَلَّمَ اَوْ اُرْسِلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّسْاَلُهٗ وَاِنَّهٗ سَاَلَ

وسلم سے دریافت نہ کر لوں یا یہ کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجکر دریافت نہ کرا لوں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قتل کیا تھا لہ

امیہ بن خلف چونکہ رات ہی میں مار ڈالا گیا تھا وہ بھی میدان جنگ سے دور۔ اس لئے جب اس کو قلیب بدر میں پھینکنے کے لئے گھسیٹنے لگے تو اس کے جوڑ الگ ہو گئے۔ اور اس کو وہیں مقتل میں دبا دیا گیا۔

مسائل: حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں تھے جو دار الاسلام تھا۔ امیہ بن خلف مکہ معظمہ میں تھا جو اس وقت دار الحرب تھا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکے میں امیہ کو اپنا وکیل بنایا اور اس نے ان کو مدینہ طیبہ میں اپنا وکیل بنایا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ حربی کافر کو دار الحرب میں اپنا وکیل بنانا اور حربی کا مسلمان کو دار الاسلام میں اپنا وکیل بنانا جائز ہے۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ وکیل کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں۔ کافر وہ بھی حربی مسلمان کا وکیل ہو سکتا ہے۔

تشریحات ۱۳۳۴ سند میں ہے۔ سمع ابن مالک۔ نافع نے کہا کہ انھوں نے مالک بن کعب کے صاحبزادے سے سنا۔ یہ صاحبزادے کون تھے۔ بخاری ہی میں کتاب الذبائح کی ایک روایت میں، عبد اللہ کی تصریح ہے اور امام مزی نے اطراف میں عبد اللہ ہی سے روایت کیا ہے مگر ابن وہب نے عبد الرحمن بن مالک سے روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ امام بخاری

عہ ثانی المغازی باب قتل ابی جہل ص ۵۶۴ لہ فتح الباری جلد سابع ص ۲۸۴

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِکَ اَوْ اَرْسَلَ فَاَمَرَہٗ بِاَکْلِھَا قَالَ

انھوں نے خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا یا کسی کو بھیجکر دریافت کرایا تو حضور نے

عُبَیْدُ اللّٰہِ فَیُعْجِبُنِیْ اَنَّھَا اَمَۃٌ وَّ اَنَّھَا ذَبَحَتْ عہ

کھانے کی اجازت دیدی عبید اللہ نے کہا مجھے یہ بات پسند آئی کہ وہ کنیز تھی اور اس نے ذبح کیا۔

بَابُ وَکَالَۃِ الشَّاھِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَۃٌ ص ۳۰۹

موجود اور غیر موجود کو وکیل کرنا جائز ہے۔

۴۴۷ وَکَتَبَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اِلٰی قَھْرَمَانِہٖ وَھُوَ

ت اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے کارپرداز کو لکھا اور وہ وہاں موجود

غَائِبٌ عَنْہُ اَنْ یُّزَکِّیَ عَنْ اَھْلِہِ الصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ۔

نہیں تھا کہ ان کے چھوٹے بڑے اہل کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے۔

۱۳۲۵ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ لِرَجُلٍ عَلٰی

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک شخص کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ایک جگہ عبد الرحمٰن کی تصریح کی ہے۔ علامہ عسقلانی نے اسی کو ظاہر بتایا کہ یہ عبد الرحمٰن ہیں۔

امام بخاری کی غرض اس باب اور اس حدیث کے ذکر سے یہ ہے کہ وکیل بھی مال پر امین ہوتا ہے۔ امین اگر امانت کے بارے میں کوئی خبر دے تو اسے سچ مانا جائے گا۔ جب تک کہ اس کے جھوٹ اور خیانت کی دلیل نہ قائم ہو۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل اخذ ہوئے۔ عورت کنیز کا ذبیحہ درست ہے۔ جس دھاردار چیز سے ذبح کیا جائے درست ہے۔ مثلا بانس کا چھلکا پتھر، چھری، وغیرہ، سوائے دانت اور ناخن کے۔ اس لئے کہ حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

تشریحات ۴۴۷ یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ہیں یا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ بعض نسخوں میں عمرو واؤ کے ساتھ ہے۔ بعض میں عُمر بغیر واؤ کے۔ اس لئے اس کا فیصلہ مشکل ہے۔ ان یزکی۔ سے مراد صدقہ فطر ہے۔ اس لئے کہ نابالغ پر زکوٰۃ بالاتفاق واجب نہیں نیز اس پر اتفاق ہے کہ بالغ کی زکوٰۃ خود اس پر واجب ہے اس کے باپ پر نہیں۔ البتہ چھوٹے بچوں کی طرف سے باپ پر صدقہ فطر واجب ہے۔ اور بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ بالغ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہے۔ ہمارے یہاں بالغ اولاد کی طرف سے باپ پر واجب نہیں۔ اسکی بحث چوتھی جلد میں گزر چکی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ ارشاد تبرع پر محمول ہے۔

تشریحات ۱۳۲۵ **مطابقت:** باب کا دو جز تھا۔ پہلا حاضر کو وکیل بنانا۔ یہ اس حدیث سے ثابت کہ فرمایا اعطوہ یہ خطاب کا صیغہ ہے اور دوسرا جز تھا۔ غائب کو وکیل بنانا یہ تعلیق سے ثابت ہے۔

عہ ثانی ذبائح باب ما انھر الدم من القصب والمروۃ والحدید ص ۸۲۷ دو طریقے سے۔ باب ذبیحۃ الامۃ والمرأۃ ص ۸۲۷ دو طریقے سے۔ ابن ماجہ الذبائح۔

النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سِنٌّ مِّنَ الْاِبِلِ فَجَاءَہٗ یَتَقَاضَاہُ فَقَالَ
پر ایک خاص عمر کا اونٹ واجب تھا وہ حضور کی خدمت میں آکر تقاضا کرنے لگا حضور نے
اَعْطُوْہُ فَطَلَبُوْا سِنَّہٗ فَلَمْ یَجِدُوْا لَہٗ اِلَّا سِنًّا فَوْقَہَا فَقَالَ اَعْطُوْہُ فَقَالَ اَوْفَیْتَنِیْ
حکم دیا کہ اس کا حق اسے دیدو، لوگوں نے ڈھونڈھا مگر اس عمر کا اونٹ نہیں ملا اس سے بڑی عمر کا ملتا تھا فرمایا وہی دیدو۔ اس پر
اَوْفَی اللّٰہُ بِکَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ خِیَارَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً
اس شخص نے عرض کیا آپ نے مجھے پورا دیا اللہ تعالیٰ آپکو بھی پورا دے، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو حقوق کو سب سے زیادہ عمدگی سے ادا کرے

تکمیل: اس کے بعد متصل جو روایت ہے اسمیں یہ زائد ہے۔ کہ اس شخص نے سخت کلامی کی۔ اس پر صحابہ کرام برہم ہو گئے تو فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ حق والے کو کہنے کا حق ہے۔

سنا من الابل: اہل عرب نے دس سال کی عمر تک اونٹ کے سال بسال نام رکھتے تھے۔ جیسے بنت مخاض۔ بنت لبون، جس کی تفصیل جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مثلاً بنت لبون واجب تھا یا جذعہ واجب تھا۔ حسن اخلاق اور جود و عطا کا اثر یہ ہوا کہ ابھی سخت کلامی کر رہا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ کلمات فضل اور دعا کہے۔

بَابُ اِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ اَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ جَازَ ص ۳۰۹ جب کسی قوم کے وکیل یا شفیع کو دیا تو جائز ہے۔

۱۳۳۶ وَزَعَمَ عُرْوَۃُ اَنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ وَالْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَۃَ اَخْبَرَاہُ اَنَّ
حدیث مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی۔ جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ حِیْنَ جَاءَہٗ وَفْدُ ہَوَازِنَ مُسْلِمِیْنَ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا کہ ان کے مال اور قیدی
فَسَاَلُوْہُ اَنْ یَّرُدَّ اِلَیْہِمْ اَمْوَالَہُمْ وَسَبْیَہُمْ فَقَالَ لَہُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
انھیں واپس کر دیئے جائیں تو حضور کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے سب سے زیادہ

لوکیل پر تنوین بھی صحیح ہے۔ اور یہ درست ہے کہ قوم کی جانب مضاف ہو۔ جیسے کہتے ہیں انا بین ذراعی وجبهة اسد ای بین ذراعی اسد وجبهته۔ مراد یہ ہے کہ کسی قوم کے وکیل یا کسی قوم کے شفیع کو کچھ دیا کہ اسے پوری قوم پر تقسیم کر دے یہ جائز ہے۔

۱۳۳۶ تشریحات ہوازن اور ثقیف عرب کے بہت مشہور جنگجو اور بہادر قبیلے تھے۔ ان کو جب مکہ فتح ہونے کی اطلاع ملی تو بوکھلا گئے اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کی نیت سے حنین میں جمع

عہ باب الوکالۃ فی قضاء الدیون ص ۳۰۹ الاستقراض باب استقراض الابل ص ۳۲۱ باب ہل یعطی اکبر من سنہ ص ۳۲۲ باب حسن القضاء ص ۳۲۲ باب لصاحب الحق مقال ص ۳۲۳ الھبۃ باب الھبۃ المقبوضۃ وغیر المقبوضۃ ص ۳۵۵ باب من اھدی لہ ھدیۃ وعندہ جلساءہ فھو احق بہ ص ۳۵۵ مسلم، ترمذی، نسائی۔ البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْحَدِیْثِ اِلَیَّ اَصْدَقُهٗ فَاخْتَارُوْا اِحْدَی الطَّائِفَتَیْنِ

سچی بات پسند ہے دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرو ۔ قیدی یا مال ۔ اور میں نے ان کا انتظار کیا

اِمَّا السَّبْیُ وَاِمَّا الْمَالُ وَقَدْ کُنْتُ اِسْتَانَیْتُ بِهِمْ وَقَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طائف سے واپس ہوئے تو دس دن سے زیادہ انکا انتظار کیا تھا

تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انْتَظَرَهُمْ بِضْعَ عَشَرَ لَیْلَةً حِیْنَ قَفَلَ مِنَ الطَّائِفِ فَلَمَّا

جب ہوازن کے وفد کو یقین ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے صرف ایک ہی

تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیْرُ رَادٍّ اِلَیْهِمْ اِلَّا اِحْدَی

واپس فرمائیں گے تو عرض کیا ہم قیدی چاہتے ہیں اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں

الطَّائِفَتَیْنِ قَالُوْا فَاِنَّا نَخْتَارُ سَبْیَنَا فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کے روبرو کھڑے ہوئے پہلے اللہ کی وہ ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے پھر فرمایا اما بعد

فِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاَثْنٰی عَلَی اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اِخْوَانَکُمْ

تمہارے یہ بھائی توبہ کرکے آئے ہیں اور میں مناسب جانتا ہوں کہ ان کے قیدی

هٰؤُلَاءِ قَدْ جَاءُوْنَا تَائِبِیْنَ وَاِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ اَنْ اَرُدَّ اِلَیْهِمْ سَبْیَهُمْ فَمَنْ

انھیں واپس کردوں تم میں سے جو بخوشی اسے پسند کرے وہ یہی کرے

اوطاس بھی کہتے ہیں اکٹھے ہوگئے۔ یہ جگہ عرفات سے تین دن کی مسافت پر پورب طائف کی جانب ہے۔ چھ شوال ۸ھ کو دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ بعض اصولی غلطیوں اور ضرورت سے زیادہ جوش کیوجہ سے ابتداء میں اکثر مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے مگر پھر اللہ کی مدد شامل حال ہوئی اور مجاہدین اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔ اور ہوازن و ثقیف اپنے بال بچوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس معرکے میں اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا تھا جس کی نظیر نہیں۔ چھ ہزار عورتیں اور بچے قیدی تھے۔ چار ہزار بیس اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی۔

حنین داوطاس کی شکست خوردہ فوج طائف میں بھاگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑھ کر طائف کا محاصرہ فرمایا۔ بیس دن کے محاصرہ کے بعد جعرانہ واپس ہوئے۔ یہیں حنین کا مال غنیمت جمع تھا۔ دس دن سے زائد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہوازن کا انتظار کیا۔ جب وہ نہیں آئے تو بروایتے تمام مال غنیمت خمس نکالنے کے بعد مجاہدین پر تقسیم فرمادیا۔ اس کے بعد ہوازن کا وفد آیا۔

امام محمد بن اسحق نے بیان فرمایا کہ انھوں نے یہ عرض کیا، یا رسول اللہ ہم پر احسان فرمائیے اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔ ہوازن کے رئیس اعظم حضرت مالک بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اہل وعیال کے علاوہ سو اونٹ عطا فرمائے۔ اس پر انھوں نے ایک مدحیہ قصیدہ عرض کیا جس کے دو شعر یہ ہیں

ما ان رأیت ولا سمعت بواحد فی الناس کلهم کمثل محمد

اَحَبَّ مِنْكُمْ اَنْ يُّطَيِّبَ بِذٰلِكَ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْكُمْ عَلٰى حَظِّهٖ
اور جو چاہتا ہو کہ اس کا یہ حصہ باقی رہے (تو اس کی صورت یہ ہے کہ اس وقت دیدے) اس شرط پر کہ سب
حَتّٰى نُعْطِيَهٗ اِيَّاهُ مِنْ اَوَّلِ مَا يُفِيْئُ اللّٰهُ عَلَيْنَا فَلْيَفْعَلْ فَقَالَ النَّاسُ قَدْ طَيَّبْنَا
سے پہلا جو مال غنیمت اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اس میں سے ہم اسے اس کے عوض دیدیں گے۔ تو ایسا بھی کر سکتا
ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا لَا
ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے انھیں بخوشی دیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نَدْرِيْ مَنْ اَذِنَ مِنْكُمْ فِيْ ذٰلِكَ مِمَّنْ لَّمْ يَاْذَنْ فَارْجِعُوْا حَتّٰى يَرْفَعَ اِلَيْنَا عُرَفَاءُ
نے فرمایا ہم نہیں جانتے تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے نہیں دی لوٹ جاؤ یہاں تک کہ
كُمْ اَمْرَكُمْ فَرَجَعَ النَّاسُ فَكَلَّمَهُمْ عُرَفَاؤُهُمْ ثُمَّ رَجَعُوْا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
تمھارے سردار آکر ہمیں بتائیں لوگ لوٹ گئے اور ان کے سرداروں نے ان سے بات چیت کی پھر
اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرُوْهُ اَنَّهُمْ قَدْ طَيَّبُوْا وَاَذِنُوْا عہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ خبر دی کہ سب نے بخوشی اجازت دیدی۔

بَابُ وَكَالَةِ الْمَرْاَةِ الْاِمَامَ فِي النِّكَاحِ ص۳۱ کسی عورت کا امام کو نکاح کا وکیل کرنا۔

حدیث ۱۳۳۷ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ
حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک عورت

میں نے پوری دنیا میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل کسی کو نہ دیکھا نہ سنا۔

اوفی واعطی للجزیل لمجتد ومتی تشاء یخبرک عما فی غد[۱]

سب سے زیادہ وفا فرمانے والے سب سے زیادہ سائل کو عطا فرمانے والے اور جب تو چاہے تجھے کل آئندہ کی خبریں بتادیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ہوازن کے قبائل شمائل وسلمہ وغیرہ پر سردار مقرر فرمادیا۔ اسی میں ہے کہ حضور نے ان سے فرمایا۔ تمھارے بچوں عورتوں میں سے جتنے میرے اور بنی عبد المطلب کے ہیں وہ سب میں نے دیدیا۔ اس پر مہاجرین نے کہا جو کچھ ہمارا حصہ ہے وہ رسول اللہ کا ہے۔ اور انصار نے بھی یہی عرض کیا۔ جو لوگ وفد میں آئے تھے پوری قوم کے وکیل اور سفارشی تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان وکیلوں اور شفیعوں کو تمام قیدی عطا فرمادیئے۔ جو پوری قوم پر تقسیم کرتے تھے۔ یہی باب ہے۔

مروان بن حکم: اسکے بارے میں جلد رابع ص۳۸۹ وص۳۹ پر بتا آئے ہیں کہ یہ صحابی نہیں۔ اور اسکے سیکڑوں عیوب کے باوجود محدثین اسکی حدیث کو قبول کرتے ہیں۔ اسے حدیث میں متہم نہیں جانتے۔

عہ العتق باب من ملک من العرب رقیقا ص ۳۴۵ الھبۃ باب من رای الھبۃ الغائبۃ جائزۃ ص ۳۵۲ باب اذا وھب جماعۃ لقوم ص ۳۵۵ الجھاد باب من قال ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین ص ۴۴۲ ثانی المغازی باب قول اللہ تعالیٰ یوم حنین ص ۶۱۸ الاحکام باب العرفاء للناس ص۱۰۶۴۔ ابوداؤد، الجھاد، نسائی السیر۔ [۱] الامن والعلی کو الامام ابن اسحق ص۱۴۰

اِمْرَأَةٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ قَدْ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے
وَهَبْتُ لَكَ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ رَجُلٌ زَوِّجْنِيْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قَدْ زَوَّجْتُهَا
اپنے آپ کو حضور کو دیدیا اس پر ایک صاحب نے عرض کیا میری اس سے شادی کر دیں
بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ عہ
یا رسول اللہ! فرمایا تیرے ساتھ جو قرآن ہے اس پر تیرے ساتھ اس کی شادی کر دی۔

۱۳۳۷ امام بخاری نے صرف کتاب النکاح میں اس حدیث کو چھ طریقے سے مختصر اور مفصل روایت فرمایا۔ یہاں

تشریحات یہ حدیث مختصر ہے مفصل یہ حدیث یوں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک خاتون حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ خود کو حضور کو نذر کردوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی طرف نظر اٹھائی اور نیچے کرلی۔ پھر سر اقدس جھکالیا۔ جب ان خاتون نے تین بار یہ درخواست پیش کی تو حضور نے فرمایا مجھے اب مزید عورتوں کی حاجت نہیں۔ اب ایک صاحب کھڑے ہوئے اور یہ عرض کیا یا رسول اللہ! اگر حضور کو حاجت نہیں تو ان کی مجھ سے شادی کردیں۔ دریافت فرمایا کیا تیرے پاس کچھ ہے۔ عرض کیا نہیں واللہ یا رسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا گھر والوں کے پاس جاؤ دیکھو کچھ مل جائے۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے تو عرض کیا۔ نہیں واللہ یا رسول اللہ۔ میں نے کچھ نہیں پایا تو فرمایا دیکھو چاہے لوہے کی انگوٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ وہ گئے اور لوٹ کر آئے تو عرض کیا واللہ یا رسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں۔ سوائے اس میرے تہبند کے کچھ نہیں۔ حضرت سہل نے فرمایا۔ اس کے پاس چادر نہیں تھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے تہبند کو کیا کروگے۔ اگر تم اسے پہنوگے تو اس کے اوپر کچھ نہیں رہے گا اس پر وہ صاحب بیٹھ گئے اور دیر تک بیٹھے رہے پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں واپس ہوتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ تو انھیں بلانے کا حکم دیا وہ بلائے گئے۔ جب آگئے تو فرمایا۔ تجھے کتنا قرآن یاد ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ فلاں فلاں فلاں سورتیں۔ فرمایا، انھیں یادداشت سے پڑھ لیتے ہو۔ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ جاؤ جو تمھیں قرآن یاد ہے اس کے عوض میں نے اس کا تم کو مالک بنایا۔ یعنی نکاح کردیا۔

مسائل: ان خاتون کا نام خولہ بنت حکیم یا ام شریک تھا۔ اکثر روایتوں میں زَوَّجتکھا ہے۔ مگر بہت سی روایتوں میں مَلَّکتُکھا ہے۔ اس سے بھی مراد نکاح کرنا ہی ہے۔ اسی لئے فقہا نے فرمایا کہ نکاح لفظ تزویج کے بجائے تملیک سے بھی صحیح ہے۔ اسی طرح لفظ ہبہ سے بھی۔

عہ ثانی فضائل القرآن باب من تعلم القرآن وعلمه ص ۷۵۲، باب القراءة عن ظهر القلب ص ۷۵۴، النكاح باب تزويج المعسر ص ۷۶۱، باب عرض المرأة نفسها على الرجل الصالح ص ۷۶۷، باب النظر الى امرأة قبل التزويج ص ۷۶۸/۷۶۹، باب اذا كان الولى هو الخاطب تعليقا ص ۷۷۰، مسندا ص ۷۷۱، ۷۷۲/۲، باب السلطان ولى ص ۷۷۱، باب اذا قال الخاطب زوجنى فلانة ص ۷۷۲، باب التزويج على القرآن وبغير صداق ص ۷۷۳، التوحيد باب قل اى شيئ اكبر شهادة ص ۱۱۰۳، مسلم ابوداؤد ترمذی نکاح نسائی نکاح و فضائل القرآن۔

بَابُ اِذَا وَکَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَکِیْلُ شَیْئًا فَاَجَازَهُ الْمُوَکِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ وَاِنْ اَقْرَضَ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی جَازَ ص۳۱۰

جب کسی کو وکیل بنایا اور وکیل نے کچھ چھوڑ دیا تو اگر موکل نے جائز کر دیا تو جائز ہے اور اگر میعاد مقرر تک قرض دیا تو جائز ہے۔

۱۳۳۸ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ وَکَّلَنِیْ
حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَکٰوةِ رَمَضَانَ فَاَتَانِیْ آتٍ فَجَعَلَ
رمضان کی زکوٰۃ یعنی صدقہ فطر کی حفاظت پر مجھے مقرر فرمایا ایک آنیوالا آیا اور

اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی کو ہبہ کر دے تو اسے بغیر مہر اپنی زوجیت میں رکھنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کو یہ جائز نہیں۔ یہ نکاح بغیر مہر ہوا۔ یہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ جس عورت کو چاہیں بغیر مہر کے نکاح فرما دیں۔ یہ نکاح بغیر مہر اس لئے ہے کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے جو شوہر اپنی زوجہ کو دے۔ قرآن مجید کی سورتیں نہ مال ہیں اور نہ اس کی صلاحیت رکھتی ہیں کہ وہ کسی کو دی جائیں۔ اس لئے اسے مہر ٹھہرانا کسی طرح درست نہیں۔

ولو خاتم من حديد : اس سے حضرت امام شافعی وغیرہ نے استدلال فرمایا کہ اقل مہر کی کوئی مقدار نہیں۔ جو چیز بھی مبیع اور قیمت ہو سکے وہ مہر ہو سکتی ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ مہر کی جانب اقل مقرر ہے۔ وہ دس درہم ہے۔ اس سے کم مہر مقرر کرنا صحیح نہیں۔ جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ فرمایا۔ لا مهر اقل من عشرة دراهم۔ دس درہم سے کم مہر نہیں۔ یہ قیاسی چیز نہیں۔ اس لئے مرفوع کے حکم میں ہے۔ اسکی سند پر جو کلام کیا گیا ان سب کے جوابات علامہ عینی وغیرہ علمائے احناف نے دیے ہیں۔ اور خاتم حدید کا ذکر بطور مبالغہ ہے مقصد یہ تھا کہ دیکھو کچھ بھی حقیر سے حقیر چیز بھی تمھارے گھر میں ہے۔ جیسے فرمایا۔ تصدقوا ولو بظلف محرق۔ تصدقوا ولو بفرسن شاة۔ حالانکہ جلا ہوا کھر یا بکری کا کھر قابل انتفاع نہیں۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ مگر ہمارے یہاں جائز نہیں۔ نہ لوہے کی نہ کسی اور دھات کی سوائے چاندی کے۔ ابوداؤد میں ہے۔ کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور وہ پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا کیا بات ہے میں تجھ پر بتوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے اسے پھینک دیا۔ پھر وہ آئے اور لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ فرمایا کیا بات ہے میں تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں انھوں نے اسے بھی پھینک دیا۔

تشریحات ۱۳۳۸ اس حدیث کی سند امام بخاری نے یوں شروع کی ہے۔ قال عثمان الهيثم ابو عمرو مگر امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں یہ سند ذکر کی۔ عن ابراهيم بن يعقوب عن عثمان بن الهيثم۔ اس سے شراح کو خیال ہوا کہ یہ تعلیق ہے۔ امام بخاری نے اپنے شیخ کو ذکر نہیں کیا۔ مگر اللباس، الایمان والنذور میں۔ حدثنا

يَحْثُو مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ وَقُلْتُ وَاللّٰهِ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
غلہ میں سے لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا بخدا میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ
وسلم کی خدمت میں ضرور پیش کرونگا اس نے کہا میں محتاج ہوں اور بہت سے عیال ہیں اور مجھے سخت
قَالَ فَخَلَّيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ
احاجت ہے میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ۔
مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْبَارِحَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ شَكَى حَاجَةً شَدِيدَةً وَعِيَالًا
اے ابو ہریرہ رات کا تمھارا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے سخت حاجت اور عیال
فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ قَالَ أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَكَ وَسَيَعُودُ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ سَيَعُودُ
کی شکایت کی تو میں نے اسے چھوڑ دیا فرمایا سنو وہ تم سے جھوٹ بولا ہے اور پھر آئے گا میں نے رسول اللہ
لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَعُودُ فَرَصَدْتُهُ فَجَعَلَ يَحْثُو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے یقین کر لیا کہ وہ آئے گا میں اس کی تاک میں رہا وہ آیا اور غلہ
مِنَ الطَّعَامِ فَأَخَذْتُهُ فَقُلْتُ لَأَرْفَعَنَّكَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
لپ سے اٹھانے لگا میں نے پکڑ لیا اور کہا تجھکو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلونگا
وَسَلَّمَ قَالَ دَعْنِي فَإِنِّي مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ لَا أَعُودُ فَرَحِمْتُهُ فَخَلَّيْتُ سَبِيلَهُ
اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور میرے عیال ہیں میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا صبح کو پھر رسول اللہ
فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمھارا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

عثمان بن الهیثم، موجود ہے۔ جب عثمان الهیثم امام بخاری کے مشائخ میں سے ہیں تو اس حدیث کے منقطع ہونے پر جزم کرنا درست نہیں۔ قال۔ اس لئے کہا ہوگا کہ ہو سکتا ہے، بر سبیل مذاکرہ یہ حدیث عثمان سے سنی ہو۔

بحفظ زکوۃ رمضان : اس سے مراد صدقۂ فطر ہے۔ رواج یہ تھا کہ عید الفطر سے تین دن پہلے سے صدقۂ فطر جمع ہوتا تھا اور عید الفطر کے دن مساکین پر تقسیم ہوتا تھا۔

فجعل یحثو : دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں ملا کر کوئی چیز لینا۔ ابو المتوکل کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ صدقے کی حفاظت پر مقرر تھے۔ انھوں نے ڈھیر میں ہتھیلی کا نشان دیکھا ایسا گویا اس میں سے کوئی کچھ لے گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکایت کی تو فرمایا اگر اس کو پکڑنا چاہتے ہو تو یہ دعا پڑھ لو۔ سُبْحَانَ مَنْ سَخَّرَكَ لِمُحَمَّدٍ ۔ وہ ذات پاک ہے جس نے

فَعَلَ اَسِیْرُكَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ شَكٰی حَاجَةً شَدِیْدَةً وَّعِیَالًا فَرَحِمْتُهٗ فَخَلَّیْتُ

اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی۔ تو میں نے رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا فرمایا

سَبِیْلَهٗ قَالَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ كَذَبَكَ وَسَیَعُوْدُ فَرَصَدْتُّهُ الثَّالِثَةَ فَجَعَلَ یَحْثُوْ مِنَ

وہ جھوٹ بولا ہے اور پھر آئے گا۔ میں اس کی تاک میں تیسری بار بھی رہا وہ آیا اور غلہ چلو سے

الطَّعَامِ فَاَخَذْتُهٗ فَقُلْتُ لَاَرْفَعَنَّكَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑا اور کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

وَهٰذَا آخِرُ ثَلٰثِ مَرَّاتٍ اَنَّكَ تَزْعُمُ لَا تَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ قَالَ دَعْنِیْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ

پیش کروں گا۔ اور تین بار کا یہ آخری موقع ہے۔ تو کہتا ہے کہ نہیں آؤنگا اور پھر آتا ہے اس نے کہا مجھے

یَنْفَعُكَ اللّٰہُ بِهَا قُلْتُ مَا هُوَ قَالَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آیَةَ الْكُرْسِیِّ اَللّٰہُ

چھوڑ دو میں تم کو کچھ کلمے سکھاتا ہوں جس سے اللہ تجھے فائدہ دیگا میں نے عرض کیا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا جب

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ حَتّٰی تَخْتِمَ الْآیَةَ فَاِنَّكَ لَنْ یَّزَالَ عَلَیْكَ مِنَ اللّٰہِ حَافِظٌ

بچھونے پر سونے کے لئے جاتو آیۃ الکرسی اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم اخیر آیت تک پڑھ لیا کر اللہ کی

وَّلَا یَقْرُبُكَ شَیْطَانٌ حَتّٰی تُصْبِحَ فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ فَاَصْبَحْتُ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ

جانب سے ایک محافظ صبح تک رہے گا اور شیطان تیرے قریب نہیں آئے گا۔ میں اسکے راستے سے ہٹ گیا صبح ہوئی

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ اَسِیْرُكَ الْبَارِحَةَ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ زَعَمَ

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تجھ سے تیرے رات والے قیدی نے کیا کہا میں نے عرض کیا

اَنَّهٗ یُعَلِّمُنِیْ كَلِمَاتٍ یَنْفَعُنِی اللّٰہُ بِهَا فَخَلَّیْتُ سَبِیْلَهٗ قَالَ مَا هِیَ قَالَ قَالَ لِیْ اِذَا

یارسول اللہ! اس نے کہا کہ تمھیں کچھ کلمات سکھا دیتا ہوں جس سے اللہ تجھے نفع دے گا تو میں اسکے راستے سے

تجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قابو میں کر دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے یہ پڑھا تو وہ سامنے کھڑا نظر آیا۔ اور انھوں نے پکڑ لیا۔

اسیر : قیدی کو اسیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سَیر یعنی تسمے چمڑے کی رسی سے اس کو باندھا کرتے تھے۔ اسماعیلی کی روایت میں یہ ہے کہ اس نے پہلی بار بھی کہا تھا۔ لا اعود۔ دوبارہ نہیں آؤں گا۔

آیۃ الکرسی : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ اور سورہ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں۔ یعنی آیۃ الکرسی کے ساتھ انھیں بھی پڑھے۔

مطابقت باب : باب کے دو جز ہیں۔ ایک یہ کہ وکیل نے موکل کی اجازت کے بغیر اگر موکل کی چیز کسی کو دیدی اور موکل نے اسے نافذ کر دیا تو وکیل کا دینا درست ہوگیا۔ یہ اس طرح ثابت کہ شیطان سے جو سارق کی صورت میں آیا تھا اس نے لے لیا تھا اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھینا نہیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔

اَوَيْتَ اِلٰى فِرَاشِكَ فَاقْرَأْ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مِنْ اَوَّلِهَا حَتّٰى تَخْتِمَ الْآيَةَ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ

ہٹ گیا دریافت فرمایا وہ کیا ہیں میں نے کہا اس نے مجھ سے کہا جب تم بچھونے پر سونے کے لئے جاؤ تو آیۃ الکرسی

اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَقَالَ لِيْ لَنْ يَّزَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ وَّلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ

شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم اور مجھ سے کہا اب صبح تک اللہ کی جانب سے ایک نگہبان

حَتّٰى تُصْبِحَ وَكَانُوْا اَحْرَصَ شَيْءٍ عَلَى الْخَيْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تجھ پر رہے گا اور شیطان تیرے نزدیک نہیں آئیگا۔ اور صحابہ اچھی بات کے سب سے زیادہ شوقین تھے۔ اس پر نبی صلی

وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلٰثِ لَيَالٍ

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے یہ سچ کہا اگرچہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے تم اے ابو ہریرہ جانتے ہو تین راتوں

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ عہ

سے کس سے بات کرتے رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان تھا۔

بَابُ اِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهٗ مَرْدُوْدٌ ص ۳۱۲ جب وکیل کسی چیز کو بیع فاسد کے طریقے سے بیچے تو اسکی بیع قابل رد ہے۔

۱۳۳۹ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَبْدِ الْغَافِرِ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ

جو بمنزلہ اجازت ہے۔ دوسرا جز یہ ہے کہ اگر وکیل نے مقررہ مدت تک قرض دیا اور موکل نے منظور کر لیا تو جائز ہے۔ حدیث کے کسی حصے سے اس جز کو مطابقت نہیں مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ جب وکیل نے بلا عوض دیا اور موکل نے تسلیم کر لیا تو درست ہو گیا تو قرض بدرجۂ اولیٰ درست ہوگا۔ کہ اسمیں میعاد کے بعد رقم کی واپسی طے ہوتی ہے۔

مسائل: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اجنہ اور شیاطین انسانوں کے مال کی چوری کرتے ہیں۔ اور یہ بھی غذا کے محتاج ہیں اور انھیں یہ قدرت حاصل ہے کہ جو شکل چاہیں اختیار کریں۔ آیۃ الکرسی کی فضیلت یہ ہے کہ اس کا قاری منجانب اللہ ہر حادثے خصوصًا شیطان کی مداخلت سے محفوظ رہتا ہے۔ مجرم کو حاکم کے پاس لے جانا واجب نہیں۔ معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

تشریحات ۱۳۳۹ اس حدیث کی سند کی ابتدا میں ہے۔ حدثنا اسحٰق۔ یہ کون بزرگ ہیں متعین نہیں ہو سکا۔ ابو نعیم نے کہا کہ یہ اسحٰق بن راہویہ ہیں۔ ابو علی جبائی نے کہا کہ ہمارے شیوخ میں کسی نے انھیں ان کے باپ کے نام کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اسحٰق بن منصور ہوں۔ اس پر یہ قرینہ ہے کہ مسلم نے اسی طرح ذکر کیا ہے یہ حدیث بھی حیلۂ شرعیہ کی اصل ہے۔

ردی: یہ اصل میں رَدِیْءٌ کریم کے وزن پر مہموز لام ہے۔ ہمزہ سے قبل یا زائد ہے تخفیف کیلئے ہمزہ کو یا سے بدل دیا اور یا، کا یا، میں ادغام کر دیا۔

عہ باب صفۃ ابلیس وجنودہ ص۴۶۵ الثانی فضائل القرآن باب فضل البقرۃ ص ۷۴۹۔

عَنْهُ قَالَ جَاءَ بِلَالٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں برنی کھجور لائے۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا یہ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْنَ هٰذَا قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِيٌّ

کہاں سے لائے ہو۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ہمارے پاس کچھ خراب کھجوریں تھیں

فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِنُطْعِمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ

ان کے دو صاع کو ایک صاع کے عوض بیچی ہے تاکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھلائیں نبی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَوَّهْ أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا اَوَّہْ اَوَّہْ یہ بالکل سود ہے یہ بالکل سود ہے

ذٰلِكَ وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ ؏

ایسا مت کر لیکن اگر تم خریدنا چاہو تو خراب کھجور کو کسی اور چیز کے عوض بیچو پھر اس سے (اچھی کھجور) خریدو۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوفِ ص ۳۱۱

وقف اور اسکی آمد و خرچ کیلئے وکیل بنانا اور دستور کے مطابق اس میں سے دوست کو کھلانا اور خود کھانا۔

حدیث ۱۳۴۰ عَنْ عَمْرٍو قَالَ فِي صَدَقَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ لَيْسَ عَلَى الْوَلِيِّ

عمرو بن دینار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے کے بارے میں فرمایا (انھوں نے یہ اجازت دی

جُنَاحٌ أَنْ يَأْكُلَ وَيُوكِلَ صَدِيقًا لَهُ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ

تھی) کہ اس کا منتظم اگر خود اس میں سے کھائے یا اپنے دوست کو کھلائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ

تَعَالَى عَنْهُمَا هُوَ يَلِي صَدَقَةَ عُمَرَ يُهْدِي لِلنَّاسِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

مال جمع نہ کرے اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر کے صدقات کے نگراں تھے یہ مکہ میں جن کے پاس

كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمْ۔

جاکر ٹھہرتے تھے انھیں ہدیہ دیا کرتے تھے۔

اَوَّہْ اَوَّہْ: یہ کلمۂ زجر غم و اندوہ حسرت خفگی ظاہر کرنے کیلئے بولا جاتا ہے۔ اس کا معنی کوئی نہیں کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ اردو کا جو لفظ بھی لائیں گے وہ ترجمہ نہیں ہوگا تعبیر ہوگی۔

تشریحات ۱۳۴۰ یہ حدیث مرسل ہے۔ اسلئے کہ حضرت عمرو بن دینار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ یہاں ولی اور وکیل سے وقف کا ناظر مراد ہے جیسے متولی نے وقف کی دیکھ بھال کیلئے بطور ملازم رکھا ہو۔

؏ مسلم۔ نسائی۔ البیوع۔

بَابُ الْوَكَالَةِ فِي الْحُدُودِ ص ۳۱۱ حدود میں وکیل کرنا

۱۳۴۱ اَخْبَرَنِیْ عُبَیْدُ اللہِ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَۃَ وَ زَیْدَ بْنَ خَالِدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی
حدیث حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہم لوگ
عَنْهُمَا قَالَا كُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا
اَنْشُدُكَ اِلَّا قَضَیْتَ بَیْنَنَا بِكِتَابِ اللہِ فَقَامَ خَصْمُهٗ وَكَانَ اَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ
میں آپ کو قسم دیتا ہوں ہمارے درمیان کتاب اللہ سے فیصلہ فرمائیں اس کے بعد اس کا فریق کھڑا ہوا اور
اِقْضِ بَیْنَنَا بِكِتَابِ اللہِ وَائْذَنْ لِیْ قَالَ قُلْ قَالَ اِنَّ ابْنِیْ كَانَ عَسِیْفًا عَلٰی
وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا اور عرض کیا ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں اور مجھے اجازت دیں
هٰذَا فَزَنٰی بِامْرَاَتِهٖ فَافْتَدَیْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ ثُمَّ سَاَلْتُ رِجَالًا مِنْ
فرمایا کہو تو اس نے عرض کیا، میرا بیٹا اس کے یہاں نوکر تھا اس نے اسکی عورت سے زنا کیا تو میں نے سو بکریاں
اَهْلِ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِیْ اَنَّ عَلٰی ابْنِیْ جَلْدَ مِائَةٍ وَتَغْرِیْبَ عَامٍ وَعَلٰی امْرَاَتِهٖ
اور ایک خادم فدیے میں دیا پھر میں نے کچھ اہل علم سے پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ میرے اس بیٹے کی سزا سو کوڑے

تشریحات ۱۳۴۱ یہ حدیث یہاں کتاب الوکالۃ میں بہت مختصر تھی۔ علامہ عینی نے کتاب المحاربین کی مفصل روایت ذکر کی تھی۔ انھیں کی متابعت میں میں نے بھی وہی مفصل روایت لکھدی۔ حدود و قصاص میں وکالت صحیح ہے یا نہیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ درست نہیں بلکہ ضروری ہے کہ مدعی اور ملزم حاکم کے روبرو حاضر ہوں۔ حضرت امام شافعی اور کچھ ائمہ نے فرمایا۔ جائز ہے۔ اس سلسلے میں پوری بحث کتاب الحدود میں آئے گی۔ کتاب الشروط کی روایت کے اخیر میں ہے۔ واعترفت فامر بها رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم فرجمها۔ اس عورت نے زنا کا اقرار کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ تو اسے (انیس نے) سنگسار کیا۔

اس کا ظاہر یہ ہے کہ حضرت انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب اس عورت نے زنا کا اقرار کرلیا تو انھوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر رجم کا حکم دیا۔ تو انھوں نے اسے سنگسار کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حدود میں نہ فدیہ جائز ہے نہ صلح۔ ایک سال کی جلاوطنی بطور تعزیر تھی یہ حد میں داخل نہیں اس کی بھی مکمل بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

یہاں خادم ہے۔ اور ایک روایت میں جاریہ ہے۔ اور دوسری روایتوں میں "ولیدۃ" جس کا حاصل بھی کنیز ہی ہے۔ یہ خادم ہونے کے منافی نہیں۔ دوسرے صاحب کو افقہ زیادہ سمجھدار کہا۔ یہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ پہلے صاحب نے

الرَّجْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَقْضِيَنَّ
ہے اور سال بھر جلا وطن کرنا ہے اور اسکی عورت کی سزا سنگسار کرنا ہے۔ یہ سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس
بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ الْمِائَةُ الشَّاةُ وَالْخَادِمُ رَدٌّ عَلَيْكَ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ
کے قبضے میں میری جان ہے میں تمہارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ ضرور ضرور کرونگا۔ سو بکریاں اور
وَّتَغْرِيْبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا أُنَيْسُ عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا
خادم تجھے واپس کی جائیں اور تیرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور سال بھر جلا وطن کرنا ہے۔ اور اے انیس تم جاؤ
عَلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔ قُلْتُ لِسُفْيٰنَ لَمْ تَقُلْ فَأَخْبَرُوْنِيْ أَنَّ عَلَى ابْنِيْ
اگر یہ عورت زنا کا اقرار کرلے تو اسے سنگسار کر دو۔ حضرت انیس گئے اور اس نے اقرار کرلیا تو اسے سنگسار کیا میں نے سفیان
الرَّجْمَ فَقَالَ أَشُكُّ فِيْهَا مِنَ الزُّهْرِيِّ فَرُبَّمَا قُلْتُهَا وَرُبَّمَا سَكَتُّ عہ
سے پوچھا۔ آپ نے فاخبرونی ان علی ابنی الرجم۔ نہیں کہا سفیان نے جواب دیا اس بارے میں زہری سے روایت میں مجھے شک ہے کبھی کہتا ہوں کبھی نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت بھی نہیں لی اور قسم بھی دلائی اس سے ان صاحب کے مزاج کی شدت مترشح ہے۔ اور دربار نبوت میں یہ غیر مناسب بات ہے۔ بخلاف دوسرے صاحب کے انھوں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ اور مقدمہ پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راویان حدیث دوسرے صاحب سے واقف رہے ہوں کہ وہ بہت سمجھدار انسان ہیں۔ یہ انیس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون ہیں۔ یہ معلوم نہ ہو سکا۔ نہ کہیں اور اس کا تذکرہ ملا۔ اور نہ انکی روایت کردہ کوئی حدیث ملی۔

حدیث ۱۳۴۲ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ۔
حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نعیمان یا ابن نعیمان کو نشے کی حالت میں لایا گیا
جِيْءَ بِالنُّعَيْمَانِ أَوِ ابْنِ النُّعَيْمَانِ شَارِبًا فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو اس وقت گھر میں تھے حکم دیا کہ اسے مارو

تشریحات ۱۳۴۲ نعیمان بدری صحابی ہیں۔ خوش طبع بزرگ تھے۔ علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ یہ نیک انسان تھے۔ یہ قصہ ان کے بیٹے کا ہے۔ عہد نبوی اور صدیقی میں شراب کی حد مقرر نہ تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کرکے اسی کوڑے مقرر فرمائی۔

عہ ثانی المحاربین باب الاعتراف بالزنی ص ۱۰۰۸ اول الوکالۃ باب الوکالۃ فی الحدود ص ۳۱۱ الصلح باب اذا اصطلحوا علی صلح جور ..... ص ۳۷۱ الشروط باب الشروط اللتی لاتحل فی الحدود ص ۳۷۶ ثانی الاحکام باب هل یجوز للحاکم ان یبعث رجلا وحدہ للنظر فی الامور ص ۱۰۶۸ اخبار الاحاد باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق ص ۱۰۷۸ الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم بعثت بجوامع الکلم ص ۱۰۸۰ الایمان باب کیف کان یمین النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم ص ۹۸۱ المحاربین باب من امر غیر الامام باقامۃ الحد غائبا عنه ص ۱۰۱۱ باب اذا رمی امراته او امراۃ غیرہ بالزنی عند الحاکم ص ۱۰۱۱ باب هل یامر الامام رجلا فیضرب الحد غائبا ص ۱۰۱۳-۱۴، مسلم ابوداؤد، ترمذی الحدود، نسائی القضا۔ ابن ماجه دارمی، موطا امام مالک حدود، مسند امام احمد جلد رابع ص ۱۱۵-۱۱۶ ،

مَنْ كَانَ فِي الْبَيْتِ أَنْ يَضْرِبُوا قَالَ فَكُنْتُ أَنَا فِيمَنْ ضَرَبَهُ فَضَرَبْنَا بِالنِّعَالِ وَالْجَرِيْدِ
میں بھی مارنے والوں میں تھا ہم نے اسے چپلوں اور کھجور کی ہٹنیوں سے مارا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَبْوَابُ الْحَرْثِ وَالْمُزَارَعَةِ وَمَا جَاءَ فِيهِ ص ۳۱۱ کھیتی باری کے ابواب اور اس بارے میں جو کچھ آیا ہے۔

بَابُ فَضْلِ الزَّرْعِ وَالْغَرْسِ إِذَا أُكِلَ مِنْهُ ص ۳۱۱ کھیتی اور درخت لگانے کی فضیلت جب اس سے کھایا جائے۔

وَقَوْلِ اللهِ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا (واقعہ ۶۴، ۶۵)

اور اللہ عزوجل کا ارشاد۔ ذرا بتاؤ تو تم جو بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو۔ یا ہم اگاتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چورچور کر کے رکھدیں۔

۱۳۴۳ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
حدیث حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ
نے فرمایا مسلمان جو بھی درخت لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اس میں سے چڑیا یا انسان یا چوپایا کھاتا ہے
طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ عہ
یہ اس کے لئے صدقہ (کا ثواب) ہے۔

تشریحات ۱۳۴۳ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سب کاروبار سے افضل کھیتی ہے۔ اس لئے کہ اس کا نفع انسان حیوان سب کو عام ہے۔ اور اس میں غیر اختیاری طور پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔ یہی علامہ نووی کا قول ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے افضل صنعت ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تجارت ہے۔ صنعت کے افضل ہونے پر احادیث بھی وارد ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ کون کمائی افضل ہے۔ فرمایا۔ ہاتھ سے کام کرنا اور ہر حلال بیع۔ اس حدیث سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کرلینا ضروری ہے جو بنائی کے پیشے کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ مناسب یہ ہے کہ حالات کے اختلاف سے یہ حکم بھی مختلف ہو۔ جب لوگ خوراک کے ضرورتمند ہوں۔ خوراک کی کمی ہو تو کاشتکاری افضل ہے۔ اور اگر ہاتھ کی بنی ہوئی اشیاء کے لوگ ضرورتمند ہوں تو دستکاری افضل ہے۔ اور جب کسی وجہ سے تجارت میں دشواری اور دقت ہو تو تجارت افضل ہے۔

عہ ثانی الحدود باب من امر بضرب الحد فی البیت ص ۱۰۰۲ باب الضرب بالجرید والنعال ص ۱۰۰۲ مسلم ابوداؤد ابن ماجہ حدود مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۱۵ وغیرہ۔

عہ ثانی الادب باب رحمۃ الناس والبھائم ص ۸۸۹ مسلم البیوع۔ ترمذی الاحکام۔

بَابُ مَا یُحْذَرُ مِنْ عَوَاقِبِ الْاِشْتِغَالِ بِآلَةِ الزَّرْعِ اَوْجَاوَزَ الْحَدَّ الَّذِیْ اُمِرَ بِهٖ ص ۳۱۲

کھیتی کے آلات میں مشغول ہونے کے انجام یا حد اعتدال سے آگے بڑھنے سے جو ڈرایا گیا۔

حدیث ۱۳۴۴ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ وَرَاٰی سِكَّةً وَّشَیْئًا مِّنْ آلَةِ الْحَرْثِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَدْخُلُ هٰذَا بَیْتَ قَوْمٍ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الذُّلَّ۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہل کا پھارا اور کھیتی کا کوئی سامان دیکھا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا یہ جس گھر میں جائے گا اللہ اس میں ذلت داخل فرمائے گا۔

بَابُ اقْتِنَاءِ الْكَلْبِ لِلْحَرْثِ ص ۳۱۲

کھیتی کے لئے کتا پالنا

حدیث ۱۳۴۵ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

تشریحات ۱۳۴۴ پہلی حدیث سے کھیتی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اس سے مذمت۔ امام بخاری نے باب سے دونوں میں تطبیق پیدا کر دی ہے۔ کھیتی بقدر ضرورت اور حد اعتدال تک محمود ہے۔ حد سے آگے بڑھنا مذموم ہے۔ یا زیادہ اشتغال کا انجام بخیر نہیں۔

ابوداؤد[۱] میں ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ہم انصار نے جب جہاد چھوڑ کر کھیتی باری میں پھنسنا چاہا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ۔ اے ایمان والو اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

مطلب یہ ہوا کہ جہاد مت چھوڑو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح مسلمان جب کھیتی وغیرہ میں پھنس جائے گا تو لازماً جہاد چھوڑ بیٹھے گا اور یہ ...... ہلاکت کا سبب ہے۔

یا اس حدیث میں ذل سے مراد مزاج میں نرمی ہے۔ جسے کمزوری لازم ہے جو موجب ہے ترک جہاد کا۔ اس لئے یہ ناپسند فرمایا خلاصہ یہ نکلا کہ کاشتکاری ایسا کام ہے کہ جب آدمی اس میں پھنستا ہے تو اس کے فوائد کو دیکھ کر اسمیں انہماک بڑھتا جاتا ہے اور جہاد چھوڑ بیٹھتا ہے۔ جو ذلت اور کمزوری کا موجب ہے۔ اور کاشتکاری کا ذکر اس عہد کے لحاظ سے ہے ورنہ ہر کام کا یہی حکم ہے کسی بھی کام میں اتنا انہماک کہ جہاد چھوڑ دیا جائے، ذلت کا موجب ہے۔ جیسا کہ اس زمانے میں ہے کہ مسلمان ایک ارب سے زائد ہیں مگر جہاد چھوڑ بیٹھے ہیں اس لئے پوری دنیا میں ذلیل و خوار ہیں۔

---

[۱] اول الجهاد باب فی قوله عز و جل وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ ص ۳۴۰

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَمْسَكَ كَلْبًا فَاِنَّهٗ يَنْقُصُ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ

ارشاد فرمایا جو بھی کتا پالے گا تو اس کے نیک عمل سے روزانہ ایک قیراط گھٹتا رہے گا مگر کھیت اور

قِيْرَاطٌ اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِيَةٍ وَقَالَ ابْنُ سِيْرِيْنَ وَاَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ

مویشی کی حفاظت کے لئے پالے۔ اور ابن سیرین اور ابو صالح نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا كَلْبَ غَنَمٍ اَوْ حَرْثٍ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا مگر بکری یا کھیت یا شکار

اَوْ صَيْدٍ وَقَالَ اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

کا کتا اور ابو حازم نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلْبَ صَيْدٍ اَوْ مَاشِيَةٍ ع۵

علیہ وسلم سے یہ روایت کیا شکار یا مویشی کا کتا۔

۱۳۴۶ اَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ سُفْيَانَ بْنَ

حدیث حضرت سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ قبیلہ ازدشنوءہ کے فرد صحابہ میں سے تھے کہ

اَبِيْ زُهَيْرٍ رَّجُلًا مِّنْ اَزْدِ شَنُوْءَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے ایسا کتا پالا جس کی

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا لَّا يُغْنِيْ

ضرورت کھیتی یا مویشی پالنے کے لئے نہیں تو اس کے عمل سے روزانہ

عَنْهُ زَرْعًا وَّلَا ضَرْعًا نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِّنْ عَمَلِهٖ قِيْرَاطٌ قُلْتُ اَاَنْتَ سَمِعْتَ هٰذَا مِنْ

ایک قیراط گھٹتا رہے گا میں نے پوچھا کیا آپ نے

رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيْ وَرَبِّ هٰذَا الْمَسْجِدِ ع۶

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہا ہاں اس مسجد کے رب کی قسم۔

تشریحات ۱۳۴۵، ۱۳۴۶ مسلم کی روایت میں مستثنیات میں شکاری کتا بھی ہے۔ بلکہ یہیں جو روایت بطریق ابن سیرین اور ابو صالح ہے اسمیں بھی ہے بلکہ ابو حازم کی روایت میں بھی کلب صید ہے۔ انھیں تینوں میں حصر نہیں۔ مکان وغیرہ کی حفاظت کے لئے بھی پالنا جائز ہے۔ عمل گھٹنے سے مراد آئندہ کے عمل میں کوتاہی ہے۔ یا واقعی گھٹنا مراد ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے اسمیں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ کتا نجاست کھاتا ہے۔ اسکا لعاب نجس ہے جو گھروں میں گر کر گھروں کو ناپاک کر دیتا۔ اسکا بھی خطرہ ہے کہ برتن میں منہ ڈال کر پانی یا کھانا ناپاک کر دے۔ گھر والوں کے علم میں نہ آئے اور اسے استعمال کر لیں۔ قیراط سے مراد جز ہے جسکی مقدار اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جانیں۔

ع۵ مسلم البیوع ع۶ مسلم البیوع نسائی ابن ماجہ الصید۔

بَابُ اِسْتِعْمَالِ الْبَقَرِ لِلْحِرَاثَةِ ص ۳۱۲ کھیتی کے لئے بیل استعمال کرنا

۱۳۴۷ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ عَلٰی بَقَرَةٍ اِلْتَفَتَتْ اِلَيْهِ فَقَالَتْ لَمْ اُخْلَقْ

فرمایا ایک شخص بیل پر سوار تھا تو بیل نے مڑ کر کہا میں اس کے لئے نہیں پیدا

لِهٰذَا خُلِقْتُ لِلْحِرَاثَةِ قَالَ اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَاَخَذَ الذِّئْبُ شَاةً

کیا گیا ہوں میں کھیتی کیلئے پیدا کیا گیا ہوں حضور نے فرمایا میں اس پر ایمان لایا اور ابوبکر و عمر بھی۔ اور ایک

فَتَبِعَهَا الرَّاعِیْ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِیَ لَهَا غَيْرِیْ قَالَ

بھیڑیئے نے ایک بکری پکڑلی چرواہے نے اس کا پیچھا کرکے چھین لیا تو بھیڑیئے نے اس سے کہا یوم السبع اس کا کون محافظ ہوگا۔

اٰمَنْتُ بِهٖ اَنَا وَاَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ قَالَ اَبُوْ سَلَمَةَ وَمَا هُمَا يَوْمَئِذٍ فِی الْقَوْمِ ع۵

جسدن سوائے میرے کوئی چرواہا نہ ہوگا۔ فرمایا میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان لائے۔ ابوسلمہ نے کہا اور ابوبکر و عمر قوم میں موجود نہیں تھے۔

۱۳۴۷

تشریحات تکمیل: کتاب الانبیاء میں ابتدائی حصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (ایکدن) صبح کی نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ انور فرمایا، اور ارشاد فرمایا۔ ایک شخص بیل ہانکتے ہانکتے اس پر سوار ہوگیا اور اسے مارا۔ اس پر بیل نے کہا۔ میں اس کے لئے نہیں پیدا کیا گیا ہوں میں کھیتی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ تو لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ بیل بات کرتا ہے۔ فرمایا میں اور ابوبکر و عمر اس پر ایمان لائے۔

اسی طرح بھیڑیئے کے قصے کے بعد بھی لوگوں نے کہا۔ سبحان اللہ بھیڑیا بات کرتا ہے۔ تو یہی فرمایا۔

یوم السبع: با کے سکون کے ساتھ اور ضمے کے ساتھ۔ اس کی شارحین نے چھ توجیہیں کی ہیں۔ سب سے اقرب وہ ہے جو علامہ نووی نے کی ہے کہ اس سے مراد کوئی عظیم فتنہ ہے جس میں لوگوں کو چوپایوں کا بھی ہوش نہ ہوگا اور وہ بغیر چرواہے کے جنگلوں میں چریں گے۔

چوپایوں کا انسانوں سے انسانوں کی زبان میں کلام کرنا بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ایک بھیڑیا ایک بکری کے ریوڑ میں آیا اور ایک بکری پکڑ کر بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور بھیڑیئے سے چھین لیا۔ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھا اور اپنے اگلے پاؤں کھڑا کرکے دونوں سرینوں کے درمیان دم دبا کر آگے کرکے بیٹھا۔ اور بولا۔ اللہ نے مجھے روزی دی تھی تونے اسے چھین لیا۔ اس شخص نے کہا۔ خدا کی قسم آج جیسی بات کبھی نہیں دیکھی۔ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ اس پر بھیڑیئے نے کہا۔ اس سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان دونوں سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغ میں ایک صاحب ہیں جو تمام گزشتہ اور تمام آئندہ کی خبریں دیتے ہیں۔ یہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنایا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکی تصدیق فرمائی۔ ۱ے

ع۵ الانبیاء، باب ص ۴۹۴ دو طریقے سے۔ المناقب باب ص ۵۱۷ مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص ۵۲۱

۱ے مشکوٰۃ باب المعجزات ص ۵۴۱

بَابُ اِذَا قَالَ اَکْفِنِیْ مُؤْنَۃَ النَّخْلِ اَوْغَیْرِہٖ وَتُشْرِکُنِیْ فِی الثَّمَرِ ص ۳۱۲

کھجور یا کسی بھی درخت کے بارے میں مالک نے کسی سے کہا اسپر تم محنت کرو اور پھل میں مجھے شریک رکھو۔

۱۳۴۸ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَتِ الْاَنْصَارُ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا انصار نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْسِمْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا النَّخِیْلَ قَالَ لَا

ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان کھجور کے باغ تقسیم فرمادیں فرمایا نہیں اس پر ان لوگوں نے عرض

فَقَالُوْا فَتَکْفُوْنَا الْمُؤْنَۃَ وَنُشْرِکُکُمْ فِی الثَّمَرَۃِ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ ع۱

کیا تو کام وہ کریں اور پھل میں ہمیں شریک رکھیں تو مہاجرین نے کہا منظور ہے۔

بَابُ قَطْعِ الشَّجَرِ وَالنَّخِیْلِ ص ۳۱۳

کھجور یا کوئی درخت کاٹنا

۱۳۴۹ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت عبداللہ (بن عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں روایت

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ حَرَّقَ نَخْلَ بَنِی النَّضِیْرِ وَقَطَعَ وَهِیَ الْبُوَیْرَۃُ وَلَهَا یَقُوْلُ حَسَّانُ

کیا کہ حضور نے بنی نضیر کے کھجوروں کے پیڑوں کو جلوادیا اور کٹوادیا۔ یہ بویرہ میں ہوا۔ اسی کے بارے میں حسان نے کہا۔

وَهَانَ عَلٰی سَرَاۃِ بَنِیْ لُؤَیٍّ ﴿﴾ حَرِیْقٌ بِالْبُوَیْرَۃِ مُسْتَطِیْرٌ۔ ع۲

بنی لوی کے سرداروں پر بویرہ میں پھیلی ہوئی آگ نے فتح کو آسان بنادیا۔

۱۳۴۸ **تشریحات** تکفونا المونۃ، یعنی درخت کی دیکھ بھال اُسے پانی دینا، گوڑنا اور اس کے دوسرے لوازمات مثلاً حفاظت وغیرہ مہاجرین کریں اور جو پیداوار ہو وہ ہم میں اور ان میں مشترک ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا۔ کہ انصار کو ان کی ملکیت سے دست بردار کر دیا جائے۔ اس لئے انکار فرمادیا مگر جب بٹائی کی تجویز رکھی تو منظور فرمالیا۔

۱۳۴۹ **تشریحات** مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینے کے تینوں یہودی قبائل بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ سے یہ معاہدہ فرمایا تھا۔ کہ اگر فریقین میں سے کسی پر دیت (خون بہا) لازم ہوگا۔ تو سب مل کر ادا کریں گے۔ سریہ بیر معونہ سے واپسی میں حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلۂ بنی عامر کے دو شخص کو قتل کر دیا۔ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امان دے چکے تھے۔ اس کی انھیں خبر نہ تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی دیت ادا کرنے کا اعلان فرمادیا۔ اسی دیت کے سلسلے میں بنی نضیر میں تشریف لے گئے گفتگو کے دوران حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک دیوار کے سایے میں تشریف فرما تھے۔ ان دغا بازوں نے ایک شخص کو بالاخانے

ع۱ الشروط باب الشروط فی المعاملۃ ص ۳۷۶۔ نسائی۔ ع۲ الجهاد باب حرق الدور والنخیل ص ۴۲۴ ثانی المغازی باب حدیث بنی النضیر ص ۵۷۵ تفسیر سورۃ حشر باب قولہ ما قطعتم من لینۃ ص ۷۲۵، مسلم ابوداؤد ابن ماجہ جہاد۔ دارمی سیر مسند امام احمد ثانی ص ۸

باب ۳۱۲

۱۳۵۰ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ قَيْسٍ الْاَنْصَارِيِّ سَمِعَ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى

حدیث حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اہل مدینہ میں سب سے زیادہ کھیت والے

عَنْهُ قَالَ كُنَّا اَكْثَرَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُزْدَرَعًا كُنَّا نُكْرِي الْاَرْضَ بِالنَّاحِيَةِ مِنْهَا مُسَمًّى

ہم لوگ تھے ہم اس شرط پر کھیت کرایہ پر دیتے کہ کھیت کے ایک معین حصے کی پیداوار کھیت کا مالک

لِسَيِّدِ الْاَرْضِ قَالَ فَمِمَّا يُصَابُ ذٰلِكَ وَتَسْلَمُ الْاَرْضُ وَمِمَّا تُصَابُ الْاَرْضُ

لے گا لیکن ہوتا یہ تھا کہ کبھی اس حصے کی پیداوار ماری جاتی اور کھیت محفوظ رہتا اور بعض اوقات

وَيَسْلَمُ ذٰلِكَ فَنُهِيْنَا وَاَمَّا الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ فَلَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ

کھیت کی پیداوار ماری جاتی اور وہ حصہ محفوظ رہتا اسلئے ہمیں اس سے منع کردیا گیا سونا چاندی اسوقت نہیں تھے۔

پر بھیجا کہ حضور پر پتھر گرادے۔ اپنے باطنی علم سے حضور کو خبر ہوگئی اور واپس تشریف لائے۔

نیز یہ در پردہ کفار قریش سے ساز باز بھی رکھتے تھے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی نضیر کا محاصرہ کرلیا۔ درمیان میں کھجوروں کا باغ تھا۔ جس کے جھنڈ سے کمیں گاہ کا کام لے سکتے تھے۔ اس لئے ان کے کچھ درخت کٹوا دیے اور جلوا دیے۔ اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ (حشر - ۱) لینہ کے کچھ درخت کٹوا دیے اور کچھ کو چھوڑا یہ سب اللہ کے اذن سے ہوا۔

یہ محاصرہ پندرہ دن رہا۔ تھک ہار کر بنی نضیر نے یہ شرط پیش کی کہ ہمیں مدینے کے باہر جانے کی اجازت دی جائے۔ اس شرط کے ساتھ کہ ہم جتنا مال و اسباب اپنے ہمراہ لے جاسکیں لے جائیں۔ یہ شرط منظور ہوئی اور یہ خیبر چلے گئے یہ واقعہ ربیع الاول ۴ھ میں ہوا۔

بنی لُؤَی: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جد اعلیٰ بنی لوی سے مراد قریش ہیں۔ بلکہ اور مخصوص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔

بُوَیرہ: بنی نضیر جہاں رہتے تھے اس جگہ کا نام ہے۔ لینہ معمولی کھجور کی ایک قسم ہے جسے عام عرب نہیں کھاتے تھے۔

تشریحات ۱۳۵۰ چار باب کے بعد، باب ما یکرہ من الشروط فی المزارعۃ۔ میں اس کی تفصیل یہ مذکور ہے کہ طے یہ ہوتا کہ کھیت کے اس حصے کی پیداوار میں لونگا۔ اور اس حصے کی کرایہ دار لے گا۔ اس میں یہ گڑبڑی ہوتی کہ کبھی مالک کے حصے میں کچھ نہ پیدا ہوتا۔ اور کرایہ دار کے حصے میں پیداوار ہوتی۔ اور کبھی الٹا ہوتا۔ اس لئے اس سے منع کردیا گیا۔

مزدرعا: یہ باب افتعال کا اسم ظرف یا مصدر میمی ہے۔ اصل میں مُزْتَرَعًا تھا۔ تا کو دال سے بدل دیا گیا۔

بَابُ الْمُزَارَعَةِ بِالشَّطْرِ وَنَحْوِهٖ ص۳۱۳ آدھی یا کم و بیش پیداوار پر زراعت۔

155

۴۴۸ وَقَالَ قَيْسُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ مَا بِالْمَدِينَةِ أَهْلُ بَيْتِ هِجْرَةٍ

ت اور قیس بن مسلم نے امام ابو جعفر صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا

إِلَّا يَزْرَعُونَ عَلَى الثُّلُثِ وَالرُّبُعِ۔

مدینے میں مہاجرین کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جو تہائی چوتھائی پیداوار پر کھیتی نہ کرتا ہو۔

۴۴۹ وَزَارَعَ عَلِيٌّ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ

ت حضرت علی اور حضرت سعد بن مالک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور عمر بن عبد العزیز

الْعَزِيزِ وَالْقَاسِمُ وَعُرْوَةُ وَآلُ أَبِي بَكْرٍ وَآلُ عُمَرَ وَآلُ عَلِيٍّ وَابْنُ سِيرِينَ۔

قاسم عروہ حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد اور ابن سیرین نے بٹائی پر کاشت کی ہے۔

۴۵۰ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْأَسْوَدِ كُنْتُ أُشَارِكُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ فِي الزَّرْعِ

ت اور عبد الرحمٰن بن اسود نے کہا میں اور عبد الرحمٰن بن یزید کھیتی میں ایک دوسرے کے شریک رہتے تھے۔

بالناحیۃ منھا : یعنی زمین کا ایک معین حصہ مالک زمین کے لئے نامزد ہوتا ہے، کہ اسکی پیداوار مالک زمین لے گا اور ایک حصہ کرایہ دار کے نامزد ہوتا ہے کہ اس کی پیداوار کرایہ دار لے گا۔

فمما یصاب : یعنی مالک کا نامزد حصہ برباد ہو جاتا اور بقیہ کھیت میں پیداوار ہوتی۔ اور کبھی کرایہ دار کا حصہ برباد ہو جاتا اور مالک کا محفوظ رہتا۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث حضرت امام اعظم اور ان ائمہ کی دلیل ہے جو یہ کہتے ہیں کہ بٹائی پر مزارعت جائز نہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ جن میں یہ حدیث کہ محاقلت سے منع فرمایا۔ گزر چکی ہے۔ محاقلت کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ بقیہ احادیث آگے آرہی ہیں۔ ہمارے ائمہ میں حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے اسے جائز کہا ہے۔ تعامل اور رواج عام کی وجہ سے اسی پر فتوی ہے۔

تشریح ۴۴۸ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں سند متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

تشریحات ۴۴۹ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر بن عبد العزیز اور آل ابو بکر و آل عمر کی تعلیقات کو امام ابن ابی شیبہ نے اور حضرت سعد بن مالک کی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کی تعلیقوں کو امام طحاوی نے اور قاسم بن محمد کی تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اور ابن سیرین کی تعلیق امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے کہا کہ عروہ بن زبیر کی تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے موصولا ذکر کیا ہے۔ مگر علامہ عینی نے فرمایا کہ میں نے نہیں پایا۔ سعد بن مالک سے مراد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

تشریحات ۴۵۰ اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا۔ اس میں یہ زائد ہے کہ میں غلہ اٹھا کر علقمہ اور اسود کے پاس لے جاتا۔ اگر اسمیں کوئی حرج ہوتا تو دونوں منع فرماتے۔ عبد الرحمٰن بن الاسود مشہور فقیہہ اور محدث اسود بن یزید کے بھائی۔ اور حضرت علقمہ کے بھتیجے ہیں۔

۴۵۱ وَعَامَلَ عُمَرُ النَّاسَ عَلٰی اِنْ جَاءَ عُمَرُ بِالْبَذْرِ مِنْ عِنْدِہٖ فَلَهُ الشَّطْرُ وَ اِنْ جَاءُوْا بِالْبَذْرِ فَلَهُمْ كَذَا۔

ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے یہ معاملہ کیا کہ اگر عمر بیج دے تو اسے آدھا اور اگر وہ لوگ بیج دیں ان کے لئے اتنا۔

۴۵۲ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاسَ اَنْ تَكُوْنَ الْاَرْضُ لِاَحَدِهِمَا فَيُنْفِقَانِ جَمِيْعًا فَمَا خَرَجَ فَهُوَ بَيْنَهُمَا وَرَاٰى ذٰلِكَ الزُّهْرِيُّ۔

ت اور امام حسن بصری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کہ زمین کسی کی ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور مل کر خرچ کرے اور پیداوار دونوں لیں۔ اور زہری کی بھی یہی رائے ہے۔

۴۵۳ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَاسَ اَنْ يُّجْتَنٰى الْقُطْنُ عَلَى النِّصْفِ

ت اور امام حسن بصری نے فرمایا کہ کوئی روئی اس شرط پر چنے کہ آدھی میں لونگا، کوئی حرج نہیں۔

۴۵۴ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَّالْحَكَمُ وَالزُّهْرِيُّ وَقَتَادَةُ لَا بَاسَ اَنْ يُّعْطِيَ الثَّوْبَ بِالثُّلُثِ اَوِ الرُّبُعِ اَوْ نَحْوِهٖ

ت اور ابراہیم ابن سیرین، عطار، حکم، زہری اور قتادہ نے کہا کہ تہائی یا چوتھائی وغیرہ کی شرط پر کپڑا بننے کے لئے دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

تشریحات ۴۵۱ ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو تفصیل کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت عمر نے نجران کے یہود و نصاری کو جلا وطن کیا تو ان کی زمینیں اور انگور کی بیلیں خرید لیں۔ اور جنھیں زمینیں دیں ان سے یہ طے کیا کہ اگر وہ لوگ کل بیج اپنے پاس سے لگائیں تو ان کو دو ثلث۔ اور عمر کے لئے تہائی۔ اور گر عمر بیج دے تو اس کا آدھا۔ اور کھجوروں میں یہ طے فرمایا کہ کام کرنے والوں کو خمس اور انگور کی بیلوں میں انھیں تہائی اور دو تہائی عمر کو۔

تشریحات ۴۵۲، ۵۴ امام ابراہیم نخعی کی تعلیق کو امام ابو بکر اثرم نے اور بقیہ تعلیقات امام ابو بکر بن شیبہ نے روایت کیا ہے علامہ عینی نے فرمایا کہ امام عطار اور حکم کا قول مجھے ابن ابی شیبہ میں نہیں ملا۔ اور امام زہری کے قول کی بھی تخریج پر میں واقف نہیں ہوا۔

ان تعلیقات کا ماحصل یہ ہے کہ بننے والے کو سوت دیا کہ کپڑا بن دے۔ جو کپڑا تیار ہو اس کا تہائی چوتھائی آدھا میرا ہے بقیہ تمھارا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

تشریح ۴۵۵ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو چوپایہ دیا کہ اسے کرایے پر چلاؤ۔ مثلاً بوجھ ڈھوؤ اور جو کرایے پر ملے اس کا آدھا تہائی میرا بقیہ تمھارا۔

ان سارے عقود میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں۔ کیونکہ اجرت بھی مجہول ہے اور مدت بھی جس سے نزاع کا قوی اندیشہ ہے۔ اور بعض کی تائید میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں۔ یہاں امام بخاری کو اپنی تائید میں احادیث نہیں ملیں تو اقوال رجال

۴۵۵ وَقَالَ مَعْمَرٌ لَا بَأْسَ أَنْ تَكُونَ الْمَاشِيَةُ عَلَى الثُّلُثِ أَوِ الرُّبُعِ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى

ت اور معمر نے کہا اسمیں کوئی حرج نہیں کہ مویشی معین مدت تک تہائی چوتھائی پر دی جائے۔

۱۳۵۱ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَلَ أَهْلَ خَيْبَرَ بِشَطْرِ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا مِنْ زَرْعٍ أَوْ ثَمَرٍ وَكَانَ يُعْطِي أَزْوَاجَهُ مِائَةَ وَسْقٍ ثَمَانُونَ وَسْقَ تَمْرٍ وَعِشْرُونَ وَسْقَ شَعِيرٍ وَقَسَمَ عُمَرُ فَخَيَّرَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ لَهُنَّ مِنَ الْمَاءِ وَالْأَرْضِ أَوْ يُمْضِيَ لَهُنَّ فَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْأَرْضَ وَمِنْهُنَّ مَنِ اخْتَارَ الْوَسْقَ وَكَانَتْ عَائِشَةُ اخْتَارَتِ الْأَرْضَ۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر والوں سے یہ معاملہ کیا تھا کہ وہ کھیتی یا پھل جو بھی پیدا ہو اس کا آدھا دیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج کو سو وسق عطا فرماتے تھے اسی وسق کھجور اور بیس وسق جو۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کی زمین تقسیم کی تو ازواج مطہرات کو اختیار دیدیا وہ چاہیں تو انھیں پانی اور زمین کا ایک قطعہ دیدیا جائے۔ یا پہلے کا عمل باقی رکھا جائے۔ ان میں سے کچھ نے زمین پسند فرمایا اور کچھ نے وسق کو۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زمین پسند فرمائی تھی۔

کا سہارا لیا۔ جبکہ تابعین کے بارے میں حضرت امام اعظم فرما چکے ہیں۔ ینازعونا وننازعوھم۔ تابعین سے ہمارا اختلاف چلتا رہتا ہے۔ یعنی ان کا فتویٰ ہم پر حجت نہیں۔

۱۳۵۱ تشریحات مزارعت اور مساقاۃ۔ یعنی بٹائی پر کھیتی اور باغ میں کام کرنے کے مجوزین کی بہت بڑی دلیل یہ حدیث ہے۔ مگر گزر چکا کہ یہ نہ مزارعت تھی نہ مساقات بلکہ خراج تھا۔

وقسم عمر: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن فرمایا تو وہاں کی زمین کو مستحقین پر تقسیم فرمادیا۔ اس وقت ازواج مطہرات کا معاملہ بھی درپیش ہوا کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیبر ہی کی پیداوار سے ازواج مطہرات کو عطا فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امہات المومنین کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ جن کو جو پسند ہوا اسے قبول فرمایا۔

فائدہ مزارعت کی چار قسمیں ہیں۔ اول کھیت یا باغ پر کوئی مخصوص حصہ ایک اپنے لئے رکھ لے کہ اس کی پیدا ر میں لونگا بقیہ کی پیداوار کاشتکار۔ یہ بالاتفاق ناجائز ہے۔ دوسرے یہ کہ معاوضے میں نقد طے ہو۔ یہ بالاتفاق جائز ہے معاوضے میں غلے کی کوئی مقدار طے ہو۔ مثلاً دس من یہ بھی ناجائز ہے۔ یہ طے ہو کہ نصف یا چوتھائی غلہ دینا ہوگا ہمارے یہاں مختار یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔

باب

حدیث ۱۳۵۲ قَالَ عَمْرٌو قُلْتُ لِطَاؤُسٍ لَوْ تَرَكْتَ الْمُخَابَرَةَ فَإِنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهُ قَالَ أَيْ عَمْرُو فَإِنِّي أُعْطِيهِمْ وَأُعِينُهُمْ وَإِنَّ أَعْلَمَهُمْ أَخْبَرَنِي يَعْنِي ابْنَ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَنْهَ عَنْهُ وَلَكِنْ قَالَ أَنْ يَمْنَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَأْخُذَ عَلَيْهِ خَرْجًا مَعْلُومًا۔ عہ

عمرو بن دینار نے امام طاؤس سے کہا اگر آپ مخابرہ چھوڑ دیں تو بہتر ہے اس لئے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو طاؤس نے کہا اے عمرو میں انھیں دیتا ہوں اور ان کی مدد کر دیتا ہوں اور ان میں سب سے زیادہ علم والے یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا ہے ہاں یہ فرمایا ہے کہ تم اپنے بھائی کو دیدو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس زمین پر اس سے محصول وصول کرو۔

بَابُ أَوْقَافِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرْضِ الْخَرَاجِ وَمُزَارَعَتِهِمْ وَمُعَامَلَتِهِمْ

صحابہ کرام کے اوقاف اور خراجی زمین اور صحابہ کی مزارعت اور معاملے کا بیان۔ ص ۳۱۴

حدیث ۱۳۵۳ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ لَوْلَا

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

تشریحات ۱۳۵۲ مخابرہ کے معنی مزارعت ہی کے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اگر بیج کاشتکار کا ہو تو مخابرہ کہتے ہیں۔ اور اگر مالک کا ہو تو مزارعت۔ ہمارے ہندوستان میں عام رواج یہی ہے۔ کہ بیج ہل بیل سب کاشتکار کا ہوتا ہے۔ وہی جوتتا اور بوتا بھی ہے یہاں تک کہ کاٹ کر گاہ کر غلہ بھس سے الگ کر کے آدھا کھیت کے مالک کو دیتا ہے۔ البتہ بھس سب کاشتکار لیتا ہے۔

لم ینه عنه : اس سے مراد یہ ہے کہ مطلقاً منع نہیں فرمایا۔ بلکہ اس مزارعت سے منع فرمایا جسمیں کوئی شرط فاسد ہو جس سے نزاع کا اندیشہ ہو۔ جیسا کہ امام طحاوی لہ وغیرہ نے زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا۔ اللہ رافع بن خدیج کی مغفرت فرمائے۔ میں ان سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ ہوا یہ کہ انصار کے دو صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ فرمایا۔ جب تمھارا یہ حال ہے تو کرایے پر کھیت مت دو۔ رافع نے صرف یہ سنا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ ممانعت کراہت تنزیہہ کی حد تک ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کراہت تحریم کا انکار فرما رہے ہیں۔

ان یمنح اخاہ : یہ ارشاد مکارم اخلاق اور حسن سلوک اور ہمدردی کی تلقین ہے۔

تشریحات ۱۳۵۳ اس حدیث کے راوی اسلم حضرت فاروق اعظم کے غلام تھے۔ یہ اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ سنہ ۱۱ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت کے پہلے سال امیر الحج بنا کر بھیجا تھا۔ تو مکہ معظمہ میں انھوں نے اسلم کو خرید ا تھا۔ ایک سو چودہ سال کی عمر پا کر واصل بحق ہوئے۔

عہ باب ما کان اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یواسی بعضھم بعضا ص ۳۱۵ - مسلم، ابو داؤد، البیوع، ترمذی الاحکام، نسائی المزارعۃ - ابن ماجہ الاحکام - لہ شرح معانی الآثار ثانی کتاب المزارعۃ والمساقاۃ ص ۲۵۹

آخِرُ الْمُسْلِمِيْنَ مَا فُتِحَتْ قَرْيَةٌ اِلَّا قَسَمْتُهَا بَيْنَ اَهْلِهَا كَمَا قَسَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
اگر آئندہ کے مسلمانوں کا مجھے خیال نہ ہوتا تو جو بھی بستی فتح ہوتی اس کے باشندوں پر تقسیم کر دیتا
تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ عہ
جیسے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر میں کیا تھا۔

بَابُ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَّوَاتًا ص۳۱۴

جس نے کسی غیر مملوک بنجر زمین کو آباد کیا۔

موات اور میتۃ، اس زمین کو کہتے ہیں جو کسی کی ملک نہ ہو اور نہ بستی کی ضروریات کے لئے ہو اس کا حکم یہ ہے کہ حاکم اسلام کی اجازت سے جو شخص اس پر قبضہ کرلے اسی کی ہے۔

۴۵۶ وَرَاٰى ذٰلِكَ عَلِيٌّ فِيْ اَرْضِ الْخَرَابِ بِالْكُوْفَةِ۔
ت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفے کی ویران زمین کے بارے میں یہی حکم ارشاد فرمایا۔
۴۵۷ وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَنْ اَحْيٰى اَرْضًا مَّيْتَةً فَهِيَ لَهٗ۔
ت اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شخص غیر مملوک بنجر زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے۔
۴۵۸ وَيُرْوٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
ت اور یہ بطریق عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے اور فرمایا
قَالَ فِيْ غَيْرِ حَقِّ مُسْلِمٍ وَّلَيْسَ لِعِرْقٍ ظَالِمٍ فِيْهِ حَقٌّ۔
جبکہ اس سے کسی مسلمان کی حق تلفی نہ ہوئی ہو اور ظلماً درخت گاڑنے والے کا اس میں کوئی حق نہیں۔

مُطابقت: باب کے پہلے جز یعنی صحابہ کرام کے اوقاف کے ثبوت کیلئے وصایا کی ایک طویل حدیث کا ایک جز بطور تعلیق ذکر فرمایا ہے۔ جسمیں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ اس باغ کو صدقہ کردے کہ اس کو بیچا نہ جا سکے۔ اور اس کے پھل کو کھایا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا اور باب کے بقیہ حصے کی حدیث مذکور سے مطابقت ظاہر ہے۔

تشریح ۴۵۶: یعنی جس نے اسے آباد کرلیا۔ مثلاً مکان بنالیا، باغ لگالیا، کھیت بنالیا۔ اسی کی ملک ہے۔

تشریح ۴۵۷: اس تعلیق کو امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تشریحات ۴۵۸ عن عمرو بن عوف: اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے من احيی ارضا میتۃ فهی له۔ کو مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور مزید یہ بھی فی غیر حق مسلم۔ الحدیث۔

اس تعلیق کو امام طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ عمرو بن عوف انصاری بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور بزرگ ہیں جو مزنی ہیں۔ ان کی بخاری میں سوائے اس کے اور کوئی حدیث نہیں۔

عہ الجهاد باب الغنيمة لمن شهد الوقعة ص ۴۴۰ ثانی المغازی، باب غزوۂ خیبر ص ۶۰۸ مسند امام احمد اول ص ۴۰
ابو داؤد الخراج۔

۴۵۹ وَیُرْوٰی فِیْہِ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ت اس باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث روایت کیجاتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳۵۴ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَعْمَرَ اَرْضًا لَّیْسَتْ لِاَحَدٍ فَھُوَ اَحَقُّ۔ قَالَ عُرْوَۃُ قَضٰی بِہٖ عُمَرُ فِیْ خِلَافَتِہٖ۔

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا جس نے ایسی زمین کو آباد کیا جو کسی کی ملک نہیں تو وہ اس کا حقدار ہے۔ عروہ نے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا۔

لعرق ظالم: عرق۔ میں تنوین بھی درست ہے۔ یعنی کسی غیر کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر درخت لگانے والے ظالم کو اس زمین میں درخت باقی رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ اور اضافت کے ساتھ بغیر تنوین لعرقِ ظالم بھی درست ہے یعنی ظالم نے جو درخت کہیں لگایا۔ اور یہ اسی وقت ہوگا کہ زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر لگائے۔ دونوں کا حاصل ایک ہی ہوا۔ اس لئے میں نے ترجمہ یہ کیا۔ ظلماً درخت لگانے والے کا اس زمین میں کوئی حق نہیں

۴۵۹ تشریحات حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث امام ترمذی[1] نے روایت کیا ہے۔ الفاظ بھی یہی ہیں۔ اور اسے حسن صحیح کہا۔

۱۳۵۴ تشریحات ظاہر حدیث پر نظر کرتے ہوئے جمہور ائمہ حتی کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی کہا کہ اس کے لئے حاکم اسلام سے اجازت کی بھی حاجت نہیں۔

مگر حضرت امام اعظم اور دوسرے بہت سے ائمہ نے فرمایا کہ اسمیں حاکم اسلام کی اجازت ضروری ہے۔ اگر کوئی حاکم اسلام کی اجازت کے بغیر کسی بنجر غیر مملوکہ زمین کو آباد کرے گا تو وہ اس کی ملک نہ ہوگی۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاحمی الاللّٰہ ولرسولہ۔ بچائی ہوئی زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ اس سے من احی ارضا میتۃ کا عموم خاص ہے۔

قال عروۃ: یہ تعلیق ہے جسے امام مالک نے موطا میں موصولا روایت کیا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے بلاعنوان باب قائم کرکے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ذکر کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوالحلیفہ کی وادی میں تشریف فرما تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا گیا۔ آپ متبرک بطحا میں جلوہ فرما ہیں نیز یہ حدیث کہ حضرت عبداللہ بن عمر تلاش کرکے وہیں اونٹ بٹھاتے تھے۔ جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بٹھاتے تھے۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث کہ وادی عقیق کے بارے میں فرمایا گیا۔ اس متبرک وادی میں نماز پڑھیں۔ یہ تینوں حدیثیں کتاب الحج میں گزر چکی ہیں۔

---

[1] باب ماذکر فی احیاء ارض الموات ص ۱۶۶

بَابُ اِذَا قَالَ رَبُّ الْاَرْضِ اُقِرُّكَ مَا اَقَرَّ اللّٰهُ وَلَمْ يَذْكُرْ اَجَلًا مَعْلُوْمًا فَهُمَا عَلٰى تَرَاضِيْهِمَا

جب زمین کا مالک کسی سے یہ کہے کہ میں تمکو زمین پر اسوقت تک رکھونگا جبتک اللہ رکھے اور کوئی معین میعاد مقرر نہ کرے تو یہ معاملہ ان دونوں کی رضامندی تک رہے گا۔ ص ۳۱۴

حدیث ۱۳۵۵ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود و نصاریٰ

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَجْلَى الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ وَكَانَ رَسُوْلُ
کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کر دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا تو

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا ظَهَرَ عَلٰى خَيْبَرَ اَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا وَكَانَتِ
یہود کو وہاں سے نکالنا چاہا اور جب کسی زمین کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح فرمالیں تو وہ

الْاَرْضُ حِيْنَ ظَهَرَ عَلَيْهَا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ فَاَرَادَ اِخْرَاجَ الْيَهُوْدِ مِنْهَا
زمین اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کی ہو جاتی ہے اس لئے حضور نے یہود کو وہاں سے

فَسَاَلَتِ الْيَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُقِرَّهُمْ بِهَا عَلٰى اَنْ
نکالنا چاہا تو یہود نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ انھیں یہیں رہنے دیں اس

يَّكْفُوْا عَمَلَهَا وَلَهُمْ نِصْفُ الثَّمَرِ وَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
شرط پر کہ وہ کام کریں گے اور انھیں پھلوں کا آدھا ملے گا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ بلاعنوان کا باب بمنزلہ فصل ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے۔ ذوالحلیفہ کسی کی ملک نہیں بلکہ اگر کوئی اسے آباد کرے تو بھی کسی کی ملک نہ ہوگی۔ اس لئے کہ یہ حاجیوں کے انتفاع کے لئے ہے۔ اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ جس بنجر غیر مملوکہ زمین سے لوگوں کی ضرورتیں وابستہ ہوں وہ آباد کرنے سے کسی کی ملک نہ ہوگی۔ جیسے چراگاہ وغیرہ۔

تشریحات ۱۳۵۵ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو احسان فرما کر یہودیوں کو خیبر ہی میں رہنے دیا اور غایت کرم یہ تھا کہ ان کی زمینیں انھیں کاشت کرنے کے لئے بھی دیدیں۔ مگر یہ فتنہ پرور قوم اپنی فسادی سرشت کیوجہ سے ہمیشہ نت نئے فتنے اٹھاتی رہی۔

خیبر فتح ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابھی وہیں تشریف فرما تھے۔ یہود چند دن پہلے تلواروں کے آگے سرنگوں ہو چکے تھے۔ مگر حرکت یہ کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے علم غیب سے معلوم ہوگیا اور بچ گئے۔ مگر بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور زہر کے اثر سے شہید ہو گئے۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن سہیل اور حضرت محیصہ قحط سالی کے زمانے میں خیبر گئے۔ یہودیوں نے حضرت عبداللہ کو قتل کر کے

وَسَلَّمَ نُقِرُّكُمْ بِهَا عَلٰى ذٰلِكَ مَا شِئْنَا فَقَرُّوْا بِهَا حَتّٰى اَجْلَاهُمْ عُمَرُ اِلٰى

وسلم نے یہ بھی فرمادیا تھا ہم تم کو اس پر برقرار رکھتے ہیں جب تک ہم چاہیں۔ یہود اس پر رہے یہاں تک

تَيْمَاءَ وَاَرِيْحَاءَ عہ

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تیمار اور اریحار جلاوطن کر دیا۔

بَابُ مَا كَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَاسِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الزِّرَاعَةِ وَالثَّمَرِ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کھیتی اور پھلوں میں ایک دوسرے کی کیسے مدد کیا کرتے تھے۔ ص۳۱۵

حدیث ۱۳۵۶ عَنْ اَبِي النَّجَاشِيِّ مَوْلٰى رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ

حضرت رافع بن خدیج بن رافع اپنے چچا ظہیر بن رافع سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ

بْنِ رَافِعٍ عَنْ عَمِّهٖ ظُهَيْرِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ ظُهَيْرٌ لَقَدْ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم کو اس چیز سے منع فرمادیا جسمیں ہمیں آسانی تھی رافع نے کہا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَمْرٍ كَانَ بِنَا رَافِقًا قُلْتُ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا وہ حق ہے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ حَقٌّ قَالَ دَعَانِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور دریافت فرمایا تم اپنے

مَا تَصْنَعُوْنَ بِمَحَاقِلِكُمْ قُلْتُ نُؤَاجِرُهَا عَلَى الرَّبِيْعِ وَعَلَى الْاَوْسُقِ مِنَ التَّمْرِ وَ

کھیتوں کو کیا کرتے ہو میں نے عرض کیا ہم کھیتوں کو اس شرط پر بونے کے لئے دیتے ہیں کہ نہر کے قریب

الشَّعِيْرِ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا ازْرَعُوْهَا اَوْ اَزْرِعُوْهَا اَوْ اَمْسِكُوْهَا قَالَ رَافِعٌ قُلْتُ سَمْعًا وَّطَاعَةً عہ

کی پیداوار اور کچھ وسق کھجور اور جو ہم لینگے۔ فرمایا ایسا مت کرو اسے خود بوؤ یا اسے کسی کو بلا عوض بونے کیلئے دو یا روکے رکھو۔ رافع نے کہا منظور ہے۔

نہر میں پھینک دیا۔ مگر رحمت عالم نے انھیں خیبر ہی میں رہنے دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک بار ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خیبر گئے تو یہودیوں نے انھیں سونے کی حالت میں چھت سے نیچے پھینک دیا جس کے صدمے سے ان کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اب پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں جلاوطن کر کے شام کے ساحلی علاقے تیمار اور اریحار بھیج دیا۔

تشریحات ۱۳۵۶ علی الربیع۔ ربیع کے معنی نہر کے ہیں۔ یعنی اس شرط پر دیتے کہ جو کھیت نہر کے قریب ہے۔ اسکی پیداوار ہم لیں گے۔ ایک روایت علی الربع بھی ہے۔ یعنی اس شرط پر دیتے کہ پیداوار کی چوتھائی ہماری ہوگی۔ اس روایت کی بنا پر یہ حدیث مطلقاً مزارعت سے ممانعت کی دلیل ہوگی۔

عہ مسلم المساقاۃ والمزارعۃ۔ ابوداؤد الامارۃ موطا امام مالک مساقاۃ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۱۴۹

عہ مسلم البیوع۔ نسائی المزارعۃ۔ ابن ماجہ احکام

۱۳۵۷ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانُوْا یَزْرَعُوْنَہَا بِالثُّلُثِ وَالرُّبُعِ

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ تہائی چوتھائی آدھی پیداوار پر بٹائی پر کھیتی

وَالنِّصْفِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اَرْضٌ فَلْیَزْرَعْہَا

کرتے تھے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس زمین ہو وہ خود بوئے یا کسی

اَوْلِیَمْنَحْہَا فَاِنْ لَّمْ یَفْعَلْ فَلْیُمْسِکْ اَرْضَہٗ عہ

کو بلا عوض بونے کے لئے دیدے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زمین پرتی رہنے دے۔

۱۳۵۸ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اَرْضٌ فَلْیَزْرَعْہَا اَوْلِیَمْنَحْہَا اَخَاہُ فَاِنْ

زمین ہو وہ خود بوئے یا بونے کے لئے اپنے بھائی کو دیدے اور اگر یہ پسند نہ ہو

اَبٰی فَلْیُمْسِکْ اَرْضَہٗ عہ

تو پرتی چھوڑ دے۔

۱۳۵۹ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کَانَ یُکْرِیْ مَزَارِعَہٗ عَلٰی

حدیث نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت

عَہْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَصَدْرًا مِّنْ

ابو بکر حضرت عمر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھی زمانے میں اور معاویہ کی امارت کے شروع

اِمَارَۃِ مُعَاوِیَۃَ ثُمَّ حُدِّثَ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

میں اپنے کھیت کرایے پر دیتے تھے پھر ان سے یہ حدیث بیان کی گئی کہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ

وعلی الاوسق: یعنی اس شرط پر دیتے کہ اتنے وسق مثلاً دس وسق غلہ ہم لیں گے۔ یہ معاملہ اس لئے ممنوع ہے کہ ہو سکتا ہے کل پیداوار اتنی ہی یا اس سے بھی کم ہو۔ دونوں صورتوں میں بٹائی پر لینے والے کا نقصان۔

۱۳۵۷، ۱۳۵۸ تشریحات یہ دونوں حدیثیں اسکی صریح دلیل ہیں کہ بٹائی پر زمین دینا منع ہے۔ یہی سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ صاحبین کا قول یہ ہے۔ چونکہ اس پر تعامل مسلمین ہے۔ نیز بعض احادیث سے جواز بھی ثابت ہے۔ اس لئے یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ طے ہو کہ پیداوار کا نصف یا ثلث وغیرہ کاشتکار کو ملے اور بقیہ کھیت کے مالک کا ہو۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

۱۳۵۹ تشریحات کان یکری۔ اس کا لفظی ترجمہ تو یہی ہے کہ وہ زمین کرایے پر دیتے۔ مگر مراد بٹائی پر دینا ہے۔ یعنی کرایے پر دینے کی مخصوص صورت۔

عہ مسلم البیوع۔ نسائی المزارعۃ۔ ابن ماجہ احکام عہ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ احکام

وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا إِلٰى	تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ تو حضرت ابن عمر
رَافِعٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَذَهَبْتُ مَعَهُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى	رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ اور ان سے پوچھا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كِرَاءِ الْمَزَارِعِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَدْ عَلِمْتَ	تو انھوں نے بتایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے اس پر حضرت
إِنَّا كُنَّا نُكْرِي مَزَارِعَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا عَلَى	ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم کھیتوں کو کرایے
الْأَرْبِعَاءِ وَشَيْءٍ مِّنَ التِّبْنِ عہ	پر دیتے تھے کہ نہر کے قریب کی پیداوار اور کچھ بھس ہمارا ہوگا۔

من امارة معاویه : سبط اکبر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت سپرد کردی تو وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔ اس لئے امارت سے مراد خلافت ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر پوری امت نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ انکے عہد میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا، یہ درست نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد خلافت کا دعویٰ فرمایا تھا۔

قد علمت : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھیتوں کو کرایے پر دینے سے منع فرمایا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ مطلقاً منع فرمایا۔ اور کسی قسم کو جائز نہیں رکھا۔ ایسا نہیں بلکہ اس مخصوص طریقے سے منع فرمایا جو عہد مبارک میں رائج تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ زمین کے مالک یہ شرط کر لیتے کہ نہر کے قریب جو کھیت ہے اس کی پیداوار اور کچھ بھس ہم لیں گے۔ اس سے منع فرمایا کیونکہ اس میں یہ خطرہ رہتا ہے کہ صرف اسی حصے میں پیداوار ہو بقیہ حصے میں کچھ نہ ہو۔ اور نیز بھس کی مقدار بھی مجہول تھی۔ حاصل یہ نکلا کہ مطلقاً مزارعت سے منع نہیں فرمایا اس مزارعت سے منع فرمایا جسمیں شرط فاسد ہو۔

علی الاربعاء : اربعاء۔ ربیع کی جمع ہے۔ جس کے معنی نہر صغیر کے ہیں۔ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ چوتھائی پر۔ کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں۔

علی التبن : عام مترجمین نے اس کا ترجمہ گھاس کیا ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ اس کے معنی بھس کے ہیں۔

مطابقت : حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ زمین کو کرایے پر دینا منع ہے۔ اسے لازم ہے کہ کھیت کا مالک یا تو خود کاشت کرے یا کسی کو اس طرح کاشت کیلئے دے کہ اس سے پیداوار میں سے کچھ نہ لے۔ یہی مواساۃ اور ہمدردی ہے۔

عہ مسلم البیوع۔ ابن ماجہ الاحکام۔

۱۳۶۰ حدیث اَخْبَرَنِیْ سَالِمٌ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ کُنْتُ اَعْلَمُ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْاَرْضَ تُکْرٰی ثُمَّ خَشِیَ عَبْدُ اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَحْدَثَ فِیْ ذٰلِکَ شَیْئًا لَمْ یَکُنْ عَلِمَہٗ فَتَرَکَ کِرَاءَ الْاَرْضِ ؎۵

سالم نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں یہ جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دی جاتی ہے پھر عبد اللہ کو اندیشہ ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی نیا حکم صادر فرمایا ہو جس کا علم انھیں نہ ہوا ہو۔ اس لئے انھوں نے بٹائی پر زمین دینا چھوڑ دیا۔

بَابُ کِرَاءِ الْاَرْضِ بِالذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ ص ۳۱۵

سونے چاندی کے عوض زمین کرائے پر دینا۔

۴۶۰ ت وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اِنَّ اَمْثَلَ مَا اَنْتُمْ صَانِعُوْنَ اَنْ تَسْتَاجِرُوا الْاَرْضَ الْبَیْضَاءَ مِنَ السَّنَۃِ اِلَی السَّنَۃِ ۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا زمین کے معاملے میں جو تم کرتے ہو ان میں سب سے افضل یہ ہے کہ خالی زمین کو سال بسال لگان پر دیا کرو۔

۱۳۶۱ حدیث عَنْ حَنْظَلَۃَ بْنِ قَیْسٍ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِیْجٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حَدَّثَنِیْ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے چچاؤں نے

۱۳۶۰ تشریحات حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یہ اندیشہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بعض ارشادات پر مطلع نہ ہوئے۔ اور دوسرے ایسے صحابہ جو علم و فہم میں ان سے کم تھے۔ مطلع تھے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام میں خبر واحد حجت ہے۔

۴۶۰ تشریحات اس تعلیق کو امام وکیع نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک زمین کو بٹائی پر دینا جائز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ نقد لگان طے کر کے دی جائے۔ اگر انکے نزدیک بٹائی پر دینا جائز نہ ہوتا تو اسے امثل نہ کہتے۔ امثل اور افضل کا مطلب یہی ہے کہ اس کے مقابل کی صورت بھی جائز ہے البتہ وہ بہتر نہیں۔ بہتر نہیں کا مطلب عدم جواز نہیں ہوتا۔

۱۳۶۱ تشریحات اَوْ بِشَیْءٍ یَّسْتَثْنِیْہِ ؛ یعنی زمین کا مالک اپنے لئے کچھ مستثنیٰ کرلے۔ بنتی کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ کل پیداوار کی تہائی یا چوتھائی ہماری ہوگی۔ یا وسق، دو وسق مثلا میرا ہوگا۔ یا زمین کے فلاں حصے کی پیداوار میری ہوگی۔ لیکن اس حدیث کے دوسرے طرق پر نظر رکھتے ہوئے ظاہر یہی ہے کہ مراد تیسری صورت ہے۔

؎۵ مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی۔

عَمَّايَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُكْرُوْنَ الْاَرْضَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بیان کیا کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زمین بٹائی پر دیتے تھے۔ اس شرط پر کہ جو نہروں کے

بِمَا يَنْبُتُ عَلَى الْاَرْبِعَاءِ اَوْ بِشَيْئٍ يَسْتَثْنِيْهِ صَاحِبُ الْاَرْضِ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

قریب پیداوار ہو یا زمین کے کسی بھی حصے کی پیداوار زمین کے مالک کی ہوگی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقُلْتُ لِرَافِعٍ فَكَيْفَ هِيَ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ فَقَالَ

منع فرمایا (حنظلہ نے کہا) میں نے حضرت رافع سے پوچھا کہ دینار اور درہم کے عوض ہو تو۔ رافع نے کہا۔ اسمیں کوئی

رَافِعٌ لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّيْنَارِ وَالدِّرْهَمِ وَكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ مَا لَوْ نَظَرَ

حرج نہیں اور جس سے منع کیا گیا اس میں حلال وحرام کی تمیز رکھنے والے حضرات غور کریں گے تو اس کی

فِيْهِ ذَوُو الْفَهْمِ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ لَمْ يُجِيْزُوْهُ لِمَا فِيْهِ مِنَ الْمُخَاطَرَةِ — قَالَ

اجازت نہیں دیں گے۔ کیونکہ اس میں خطرہ بالکل واضح ہے۔ اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا

اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مِنْ هٰهُنَا قَوْلُ اللَّيْثِ وَكَانَ الَّذِيْ نُهِيَ عَنْ ذٰلِكَ ۔

وکان الذی نہی عن ذلک سے لیث کا قول ہے۔

باب ص ۳۱۵

۱۳۶۲ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور کی خدمت میں

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَوْمًا يُحَدِّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اَنَّ رَجُلًا

ایک دیہاتی حاضر تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک

وکان الذی نہی: یہاں سے لما فیہ من المخاطرۃ۔ تک حدیث کا جز ہے یا مُدرج ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ نسفی اور ابن شبویہ کے نزدیک مدرج ہے۔ اسی لئے ان کے نسخوں میں نہیں۔ بیضاوی نے کہا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رافع کا قول ہے۔ علامہ طیبی نے کہا۔ یہ واضح نہیں ہو سکا کہ یہ کسی راوی کا قول ہے یا امام بخاری کا۔ بعض حضرات نے کہا کہ بخاری کے اکثر طرق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امام لیث کا قول ہے۔ اور یہاں تو امام بخاری نے تصریح کر دی ہے کہ یہ امام لیث کا قول ہے۔ یہ حصہ بھی سند مذکور کے ساتھ موصولا مروی ہے۔

۱۳۶۲ تشریحات

فبادر الطرف: یعنی کھیتی کے تمام مدارج پلک جھپکنے سے پہلے پہلے طے ہو گئے۔

قرشیا او انصاریا: قریش تجارت پیشہ تھے مکہ معظمہ میں کھیتی باڑی نہیں کرتے تھے۔ مگر جب مدینہ طیبہ آئے تو کاشتکاری بھی کرنے لگے اس پر اس دیہاتی نے عرض کیا۔

مناسبت: جنت میں کاشتکاری کی اجازت اس کی دلیل ہے کہ یہ ایک اچھا کام ہے۔ اس طرح اس حدیث کو کتاب الحرث

مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَاذَنَ رَبَّهٗ فِی الزَّرْعِ فَقَالَ لَهٗ اَلَسْتَ فِيْمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰی

جنتی اپنے رب سے جنت میں کھیتی کرنے کی اجازت مانگے گا تو اللہ عز و جل یہ فرمائے گا کیا تم اس حال میں

وَلٰكِنْ اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ قَالَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهٗ وَاسْتِوَاءُهٗ وَاسْتِحْصَادُهٗ

نہیں کہ جو چاہتے ہو ملتا ہے وہ عرض کرے گا کیوں نہیں مگر میں کھیتی کرنا چاہتا ہوں حضور نے

فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی دُوْنَكَ يَا ابْنَ آدَمَ فَاِنَّهٗ لَا يُشْبِعُكَ

فرمایا اس نے بیج ڈالا پلک جھپکنے میں وہ اُگ بھی گیا اور تیار بھی ہوگیا اور کاٹ بھی لیا گیا اسکی

شَیْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِیُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهٗ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ

پیداوار پہاڑوں کے برابر ہوئی۔ اب اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیگا۔ اسے لے تیرا پیٹ کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ یہ حدیث سُنکر اس دیہاتی نے عرض کیا

زَرْعٍ وَّاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ع۵

واللہ آپ اُسے قریشی یا انصاری ہی پائیں گے۔ اسلئے کہ یہی لوگ کاشتکار ہیں اور ہم لوگ کاشتکار نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

کے ساتھ مناسبت ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عہد نبوی میں کاشتکاری کرتے تھے یہ بھی دلیل جواز ہے۔ نیز صحابہ کرام مزارعت بھی کرتے تھے اس طرح کتاب کے دوسرے جز "المزارعة" سے بھی مناسبت ہوگئی۔ مگر چونکہ یہاں مزارعت کے ابواب چل رہے تھے اور اس حدیث میں صراحۃً مزارعت کا ذکر نہیں اس لئے اس پر بلا عنوان باب قائم فرمایا۔

ع۵ ثانی التوحید۔ باب کلام الرب مع اهل الجنة ص ۱۱۲۱ ۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص ۵۱۱

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ

ص ۳۱۶ مساقاۃ کا بیان

مساقاۃ کا مادہ سقی ہے۔ جس کے معنی پانی پلانے کے ہیں۔ اور مساقاۃ کے معنی ایک دوسرے کو پانی پلانا۔ مگر اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ درخت یا انگوروں کی بیلیں کسی کو اس شرط پر دینا کہ وہ اس میں کام کرے اور پیداوار کا کچھ حصہ لے۔ اور یہاں یہی مراد ہے۔ اہل مدینہ کے عرف میں اسے معاملہ کہتے ہیں جیسے مزارعت کو مخابرہ، مضاربت کو مقارضہ۔ وغیرہ۔

بَابٌ فِي الشِّرْبِ وَقَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ وَقَوْلِهٖ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ۔ وَمَنْ رَأَى صَدَقَةَ الْمَاءِ وَهِبَتَهٗ وَوَصِيَّتَهٗ جَائِزَةً مَقْسُوْمًا كَانَ أَوْ غَيْرَ مَقْسُوْمٍ۔ ثَجَّاجًا مُنْصَبًّا۔ اَلْمُزْنُ اَلسَّحَابُ۔ وَالْأُجَاجُ اَلْمُرُّ۔ فُرَاتًا۔ عَذْبًا۔

ص ۳۱۶ پانی کی تقسیم کا بیان اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا۔ اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے بنایا تو وہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے (انبیاء۔ آیت ۳۰) اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ ذرا بتاؤ تو تم جو پانی پیتے ہو اسے بادل سے تم نے اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں پھر کیوں شکر نہیں کرتے۔ واقعہ آیت ۶۹-۷۰ اور جو پانی کے صدقہ اور ہبہ اور وصیت کو جائز جانے خواہ وہ تقسیم شدہ ہو یا نہ ہو۔ ثجاجا۔ موسلا دھار المزن۔ بادل۔ الاُجاج۔ کھاری۔ فراتا۔ میٹھا خوشگوار۔

الشرب۔ شین کے کسرے کے ساتھ پانی کا حصہ۔ مقصود یہ ہے کہ اگر کسی تالاب اور کنوئیں سے چند کھیتوں چند باغوں میں پانی جاتا ہو۔ تو کس کو کتنا پانی دیا جائے گا۔

وجعلنا پانی اللہ عزوجل کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہر جاندار کی زندگی کا مدار پانی ہی پر ہے۔ انسان اور حیوانات کے علاوہ نباتات کی بھی پیدائش، افزائش اور حیات پانی ہی پر ہے۔ اس کے لئے امام بخاری نے ان دو آیتوں کو ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات کو ذکر کرکے امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں۔ جب ہر جاندار کی زندگی کا مدار پانی ہے اور یہ خالص عطیہ الٰہی ہے۔ تو اس پر کسی کو بالکلیہ استحقاق جتانا جائز نہیں۔ جب تک بطریق

شرعی کسی کی خاص ملک میں نہ آجائے۔ اس طرح ان آیات کو باب سے بھی مناسبت ہوگئی۔

ومن رأی ہمارے یہاں مُشاع یعنی غیر منقسم چیز کا ہبہ صحیح نہیں۔ اسی طرح صدقہ بھی۔ وصیت جائز ہے امام بخاری یہ کہنا چاہتے ہیں۔ پانی اگرچہ غیر تقسیم شدہ ہو اس کا ہبہ اور صدقہ وصیت سب درست ہے۔ اور اسی طرح اور چیزوں کا بھی۔ مُشاع کا ہبہ اور صدقہ درست نہیں۔ اس کی تفصیل کتاب الھبۃ میں آئے گی۔

ثجاجًا یہاں سے اخیر تک پانی خصوصا بارش کے پانی کے جو اوصاف دوسری آیتوں میں مذکور ہیں۔ ان کی تفسیر بیان کررہے ہیں۔ اس مناسبت سے کہ آیات مذکورہ میں پانی کا ذکر آگیا ہے۔

سورہ نبا میں ہے۔

وَاَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡمُعۡصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجًا۔ آیت ⑭ اور بادلوں سے موسلا دھار بارش برسائی۔

المزن اور اجاج۔ باب میں مذکور دوسری تیسری آیات میں ہے۔ اور سورہ فرقان اور سورہ فاطر میں ہے

هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ ⑬ ⑫ یہ میٹھا ہے نہایت شیریں۔

باب ۴۶۱ وَقَالَ عُثۡمَانُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ يَّشۡتَرِیۡ

اور حضرت عثمان نے کہا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کون ہے جو بیر رومہ خریدے

بِئۡرَ رُوۡمَةَ فَيَكُوۡنُ دَلۡوُهٗ فِيۡهَا كَدِلَاءِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ فَاشۡتَرَاهَا عُثۡمَانُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ

اور اس میں اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے مثل کردے تو اسے حضرت عثمان نے خریدا (اور مسلمانوں پر وقف کردیا)

تشریحات ۴۶۱ بیر رومہ مدینہ طیبہ کے مشہور کنوؤں میں سے ہے۔ جو عوالی مدینہ وادی عقیق میں ہے۔ ابن بطال نے کہا۔ کہ اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ اس میں تالا بند کرکے غائب ہوجاتا۔ مسلمان پانی پینے جاتے تو موجود نہیں رہتا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ فرمایا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پینتیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کردیا۔ کلبی نے کہا کہ اس کا مالک ایک مشک پانی ایک درہم میں دیتا تھا۔ اس تعلیق کو تھوڑے تغیر کے ساتھ امام ترمذی[1] نے روایت کیا ہے۔

---

[1] ثانی مناقب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ص۲۱۱

حدیث ۱۳۶۳ | حَدَّثَنِیْ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَدَحٍ فَشَرِبَ مِنْہُ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ غُلَامٌ

میں ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اس میں سے کچھ پیا۔ اور حضور کی داہنی طرف حاضرین میں سب سے

اَصْغَرُ الْقَوْمِ وَالْاَشْیَاخُ عَنْ یَسَارِہٖ فَقَالَ یَا غُلَامُ اَتَاْذَنُ لِیْ اَنْ اُعْطِیَہٗ

چھوٹا ایک بچہ تھا۔ اور معمر لوگ بائیں طرف تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ اے بچے! کیا تو اس کی اجازت دیتا ہے

الْاَشْیَاخَ قَالَ مَا کُنْتُ لِاُوْثِرَ بِفَضْلِیْ مِنْکَ اَحَدًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ۔ عہ

کہ میں اسے معمر لوگوں کو دیدوں۔ اس نے عرض کیا میں آپ کے تبرک کے بارے میں کسی کو اپنے اوپر ترجیح نہیں دے سکتا۔

یا رسول اللہ! تو حضور نے وہ پیالہ اس بچے کو عطا فرما دیا۔

حدیث ۱۳۶۴ | عَنِ الزُّہْرِیِّ حَدَّثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

حُلِبَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاۃٌ دَاجِنٌ وَھُوَ فِیْ دَارِ اَنَسِ بْنِ

علیہ وسلم کے پینے کے لئے ایک پلی ہوئی بکری دوہی گئی۔ اور حضور انس بن مالک کے گھر میں تشریف فرما تھے

مَالِکٍ وَشِیْبَ لَبَنُہَا بِمَاءٍ مِّنَ الْبِئْرِ الَّتِیْ فِیْ دَارِ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ فَاُعْطِیَ

اور اس کے دودھ میں اس کنوے کا پانی ملایا گیا جو حضرت انس کے گھر میں تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ مِنْہُ حَتّٰی اِذَا نَزَعَ

کو پیالہ پیش کیا گیا۔ حضور نے اس سے نوش فرمایا۔ اور حضور کے بائیں طرف حضرت ابوبکر تھے۔ اور داہنی

الْقَدَحَ مِنْ فِیْہِ وَعَلٰی یَسَارِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ عُمَرُ وَخَافَ اَنْ یُّعْطِیَہٗ

طرف ایک اعرابی تھے۔ جب حضور نے پیالہ اپنے منہ سے ہٹایا۔ تو حضرت عمر کو اندیشہ ہوا کہ کہیں

عہ باب من رای ان صاحب الحوض والقربۃ احق بمائہ ص۳۱۸ مظالم باب اذا اذن لہ وحلل لہ ص۳۳۱ ثانی الاشربۃ باب ھل یستاذن الرجل من عن یمینہ فی الشرب لیعطی الاکبر ص۸۴۳۔ مسلم اشربہ۔ الموطا صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الْاَعْرَابِیَّ اَعْطِ اَبَا بَکْرٍ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عِنْدَکَ فَاَعْطَاہُ الْاَعْرَابِیَّ الَّذِیْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ثُمَّ

آپ اعرابی کو نہ عطا فرمادیں اسلئے انھوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! ابوبکر کو عطا فرمائیں جو حضور کے پاس حاضر ہیں۔ مگر

قَالَ اَلْاَیْمَنُ فَالْاَیْمَنُ [1]

حضور نے ان اعرابی کو دیا جو داہنی طرف تھے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ داہنا مستحق ہے پھر داہنا۔

تشریحات ۱۳۶۳، ۶۴

داجن۔ ہر وہ پالتو جانور جسے گھر میں رکھ کر چارہ کھلایا جائے۔ یہ مذکر مونث دونوں کے لئے آتا ہے۔ جیسے لفظ شاۃ۔ داجنۃ، مؤنث بھی مستعمل ہے۔

داہنی طرف جو صاحبزادے تھے وہ حضرت فضل بن عباس تھے۔ جیسا کہ ابن بطال نے لکھاہے مگر ابن تین نے کہا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس تھے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایاہے۔ کہ یہی صحیح ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجلس میں کوئی ہدیہ پیش کیا جائے اور اس میں کسی کی تخصیص نہ کیجائے۔ تو تمام شرکا کو اس میں سے دینا مستحب ہے بشرطیکہ گنجائش ہو۔ اور داہنے والے کو پہلے دیا جائے اگرچہ بائیں والے علم وفضل اور عمر میں زیادہ ہوں۔ حدیث میں ذکر اگرچہ پانی اور دودھ کا ہے۔ لیکن کھانے پینے کی تمام چیزوں کو عام ہے۔ جیسا کہ مجدد اعظم اعلحضرت قدس سرہ نے "الملفوظ" میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ اِنَّ صَاحِبَ الْمَاءِ اَحَقُّ بِالْمَاءِ حَتّٰی یَرْوِیَ۔ ص۳۱۸

جس نے یہ کہا کہ پانی کا مالک پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے یہاں تک کہ اپنی حاجت پوری کرلے۔

حدیث ۱۳۶۵

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَا یُمْنَعُ فَضْلُ الْمَاءِ لِیُمْنَعَ بِہِ الْکَلَأُ [2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے ہوئے پانی کو نہ روکا جائے۔ کہ اس کے نتیجے میں گھاس چرانے سے روکنا لازم آئے۔

حدیث ۱۳۶۶

عَنِ ابْنِ الْمُسَیَّبِ وَاَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَمْنَعُوْا فَضْلَ الْمَاءِ لِتَمْنَعُوْا بِہٖ فَضْلَ الْکَلَأِ [3]

فاضل پانی کو نہ روکو کہ اس کی وجہ سے فاضل چرائی کو روک دو۔

[1] ثانی الاشربہ باب الایمن فالایمن فی الشرب ص۸۴۰ مسلم ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ الاشربہ۔

[2] ثانی الحیل باب مایکرہ من الاحتیال فی البیوع ولایمنع فضل الماء ص۱۰۳۱ ترمذی ابن ماجہ [3] ابوداؤد۔ ترمذی۔

تشریحات ۱۳۶۵، ۶۶

مطابقت۔ اس حدیث میں بچے ہوئے پانی کو روکنے سے منع فرمایا۔ اور پانی اس وقت بچے گا جب ضرور تمند اپنے باغ یا کھیت کو کما حقہ سینچ لیگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ پانی کے مالک کا پانی پر سب سے زیادہ حق ہے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا کنواں یا تالاب کسی جگہ ہو اور اس کے آس پاس گھانس ہو تو چرواہوں اور مویشیوں کو پانی پینے سے نہ روکا جائے۔ اگر پانی مالک کی ضرورت سے فارغ و فاضل ہو۔ کیونکہ اگر چراہوں کو اور مویشیوں کو پانی نہیں پینے دیا جائے گا تو وہاں چرواہے جانور چرانے نہیں جائیں گے۔ اس طرح چرنے سے روکنا لازم آئے گا۔ یہ حکم استحبابی ہے اور مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔

بَابُ الْخُصُوْمَةِ وَالْقَضَاءِ فِيْهَا ص۳۱۷ کنویں میں جھگڑا اور اس میں قضا کا بیان۔

حدیث ۱۳۶۷

عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ هُوَ عَلَيْهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ

جو شخص ایسی قسم کھائے کہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال لے لے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو اللہ سے قیامت کے دن اس حالت

غَضْبَانُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا الاية

میں ملے گا کہ اللہ عزوجل اس پر غضبناک ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جو لوگ اللہ اور اس کی قسموں کے عوض

فَجَاءَ الْاَشْعَثُ فَقَالَ مَا يُحَدِّثُكَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِيَّ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

تھوڑی پونجی خریدتے ہیں (الی آخرہ) اس کے بعد اشعث (بن قیس) رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کہا ابو عبد الرحمٰن جو حدیث بیان

كَانَتْ لِيْ بِئْرٌ فِيْ اَرْضِ ابْنِ عَمٍّ لِّيْ فَقَالَ لِيْ شُهُوْدُكَ فَقُلْتُ مَا لِيْ شُهُوْدٌ قَالَ

کرتے ہیں وہ صحیح ہے۔ میرے ہی بارے میں یہ آیت نازل کی گئی ہے۔ میرا ایک کنواں میرے ایک چچازاد بھائی کی زمین میں تھا ہمارے

فَيَمِيْنُهٗ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا يَّحْلِفُ فَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درمیان جھگڑا ہو گیا۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا) حضور نے مجھ سے فرمایا۔ تیرے پاس گواہ ہیں؟ میں نے کہا میرے

هٰذَا الْحَدِيْثَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ تَصْدِيْقًا لَّهٗ ۔ے

پاس گواہ نہیں۔ فرمایا کہ اب تیرے چچازاد بھائی پر قسم ہے۔ میں نے عرض کیا۔ اب یہ قسم کھالیگا۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ص۳۶۷

ے الشہادات باب یحلف المدعیٰ علیہ ص۳۶۷ باب۔ قول اللہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم

نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اس کی تصدیق کیلئے نازل فرمایا۔

تشریحات ۱۳۹۷ حضرت اشعث بن قیس کندی یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ سنہ ۱۰ھ میں کندہ کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور مشرف باسلام ہوئے۔ یہ چالیس سوار تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین کی شورش کو ختم کرنے کے لئے جو لشکر روانہ فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک نے ان کو گرفتار کیا اور مدینہ طیبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا مجھے اپنی لڑائیوں کے لئے زندہ رکھئے اور اپنی بہن سے میرا نکاح کر دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر نے دونوں باتیں منظور فرمالیں اور یہ پھر مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر نے اپنی بہن ام فروہ کا ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جس کا قصہ بہت طویل ہے۔

عہد رسالت میں مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنی صاحبزادی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں دیا لیکن وہ ابھی خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہو سکی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

لطیفۂ فکریہ حضرت اشعث نساج (یعنی بنکر تھے) ایک بار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان پر خفا ہوئے تو جلال میں فرمایا۔ ایھا الحائک ابن الحائک (اے جولاہے کے بیٹے جولاہے) مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یہ شرف بخشا کہ ان کی صاحبزادی کو امہات المومنین کے زمرہ میں داخل فرمایا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بہن کو ان کی زوجیت میں دیا۔ اس سے ان لوگوں کو اپنی اصلاح کر لینی واجب ہے جو نساجین کو ذلیل و خوار سمجھتے ہیں (یعنی بنکروں کو) حضرت اشعث بن قیس کے ان چچا زاد بھائی کا نام جن کی زمین میں ان کا کنواں تھا، معدان بن الاسود بن سعد بن معدی کرب تھا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثبوت پیش کرنا مدعی پر ہے۔ اور اگر مدعی ثبوت نہ پیش کر سکے اور مدعی علیہ دعویٰ سے انکار کرے تو اس پر قسم ہے۔ مدعی پر قسم نہیں۔ اور اس کی قسم لغو ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حاکم مدعی علیہ سے قسم کا مطالبہ کرے گا۔ اگرچہ مدعی اس کا مطالبہ نہ کرے۔

باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض ص ۳۲۶ ۔ الثانی ۔ التفسیر ۔ آل عمران باب قولہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ثمنا قلیلا ص ۶۵۲ ۔ الایمان ۔ باب قول اللہ ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم ص ۹۸۶ ۔ باب عھد اللہ ص ۹۸۵ ۔ الاحکام باب الحکم فی البیر ونحوہ ص ۱۰۶۵ ۔ الرھن اذا اختلف الراھن والمرتھن ص ۳۴۲ ۔ مسلم ۔ الایمان ۔ ابوداؤد ۔ النذور ۔ ترمذی ۔ البیوع ۔ التفسیر ۔ نسائی القضاء ۔ ابن ماجہ الاحکام ۔ مسند امام احمد جلد اول ص ۳۷۷ جلد خامس ص ۲۱۱

بَابُ اِثْمِ مَنْ مَنَعَ ابْنَ السَّبِيْلِ مِنَ الْمَآءِ ص۳۱۷

مسافر کو پانی پینے سے منع کرنے کا گناہ ۔

حدیث ۱۳۶۸

سَمِعْتُ اَبَا صَالِحٍ يَّقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ

تین شخص ہیں جن کی جانب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں فرمائے گا ۔ اور ان کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ رَجُلٌ كَانَ لَهٗ فَضْلُ

گناہوں کو معاف نہیں فرمائے گا ۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ۔ ایک وہ شخص جس کے

مَاءٍ فِى الطَّرِيْقِ فَمَنَعَهٗ مِنَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَرَجُلٌ بَايَعَ اِمَامًا لَّا يُبَايِعُهٗ

پاس راستے میں فاضل پانی تھا، اور اس نے پانی کو مسافر سے روکا ۔ اور ایک وہ شخص جس نے کسی امام

اِلَّا لِدُنْيَا فَاِنْ اَعْطَاهُ مِنْهَا رَضِىَ وَاِنْ لَّمْ يُعْطِهٖ مِنْهَا سَخِطَ وَرَجُلٌ اَقَامَ

سے صرف دنیا کے لئے بیعت کی اب وہ اگر اس کو کچھ دے تو راضی رہے اور اگر کچھ نہ دے تو وہ ناراض ہو جائے

سِلْعَتَهٗ بَعْدَ الْعَصْرِ فَقَالَ وَاللّٰهِ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهٗ لَقَدْ اُعْطِيْتُ بِهَا كَذَا وَكَذَا

اور ایک وہ شخص جس نے عصر بعد اپنے سامان کو لگایا پھر کہا قسم ہے اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں

فَصَدَّقَهٗ رَجُلٌ ثُمَّ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ ، اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ

میرے اس سامان کی قیمت اتنی اتنی لگائی جاچکی ہے ۔ کسی نے اسکی بات مان لی (اور سامان اتنے دام پر خرید لیا)

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؏

پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی ۔ جو لوگ اللہ کے عہد اور اسکی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت حاصل کرتے ہیں ۔

؏ من رأى ان صاحب الحوض القربة احق بمائه ص۳۱۸ شهادات باب اليمين بعد العصر ص۳۶۷ ثانی احکام باب من بايع رجلا لايبايعه الا للدنيا ص۱۰۷۱ کتاب التوحيد باب قوله تعالى وجوه يومئذ ناضرة الى ربها ناظرة ص۱۱۰۹ مسلم ایمان نسائی ۔ بیوع ۔ ابن ماجه تجارات ۔ جهاد ۔ مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص۲۵۱ و ص۴۸۰ ۔

تشریحات ۱۳۶۸ مطابقت: اس حدیث میں فاضل پانی کسی کو نہ دینے پر وعید ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر پانی فاضل نہ ہو تو منع کر سکتا ہے ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافرین اور مویشیوں کو پانی پلانا واجب ہے جب کہ وہ پیاسے ہوں اور اگر پیاس سے ان کی جان جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے مالک سزا کے مستحق ہوں گے ۔ اگر مسافرین کے پاس قیمت ہو تو مفت پلانا واجب نہیں ۔ اور اگر قیمت نہ ہو تو جان کے بچانے کی مقدار پانی پلانا واجب ہے ۔

بَابُ سَكْرِ الْأَنْهَارِ ص۳۱۷ نہروں کا بند کرنا

حدیث ۱۳۶۹

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ۔ انھوں نے حدیث

حَدَّثَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

بیان کی کہ ایک انصاری نے حضرت زبیر کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حرہ کے اس نالے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِيْ يَسْقُوْنَ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ

کے بارے میں جس سے لوگ کھجور کے باغوں کو پانی دیتے تھے ۔ دعوی کیا ۔ انصاری نے کہا ۔

سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَاَبٰى عَلَيْهِ فَاخْتَصَمَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پانی کو چھوڑ دے کہ وہ آگے بڑھے ۔ حضرت زبیر نے انکار کر دیا ۔ اب دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ اَرْسِلِ

کی خدمت میں یہ معاملہ لے گئے ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ اے زبیر سینچ کر پانی

الْمَاءَ اِلٰى جَارِكَ فَغَضِبَ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ

اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دے ۔ اس پہ انصاری غصہ ہو گئے ۔ اور یہ کہہ دیا ۔ آپ کی پھوپھی کے بیٹے

وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ ثُمَّ

ہیں نا ! ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رخ انور بدل گیا ۔ پھر فرمایا ۔ اے زبیر ! سینچ لے پھر

اَحْبِسِ الْمَاءَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَى الْجَدْرِ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَحْسِبُ

پانی کو روک ۔ یہاں تک مینڈھ کے سرے تک پہنچ جائے ۔ اس پر زبیر نے فرمایا ۔ بخدا میں گمان کرتا ہوں

هٰذِهِ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ ۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ

کہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی ۔ تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے ۔ جب تک آپسی جھگڑوں

فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ عہ

میں آپ کو حکم نہ مان لیں ۔ پھر آپ کے فیصلے پر کوئی تنگی محسوس نہ کریں ۔ اور اسے کما حقہ تسلیم نہ کر لیں ۔

تشریحات ۱۲۶۹ رجلا من الانصار ۔ بعض شارحین نے تحریر کیا کہ یہ شخص منافق تھے ۔ مگر یہ صحیح نہیں ۔ اولاً اس لئے کہ امام بخاری نے کتاب الصلح میں ان کے بارے میں فرمایا ۔

قد شهد بدرا ۔ اور اس پر اتفاق ہے کہ اصحاب بدر میں سے کوئی بھی منافق نہ ہوا ۔ ثانیاً صحابہ کرام کی عادت کریمہ تھی کہ جب منافقین کا ذکر کرتے تو ان کو منافقین ہی سے ذکر کرتے ۔ انھیں انصاری نہیں کہتے ۔ یہاں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو انصاری کہا ۔ لوگوں کو یہ شبہ اس بنا پر ہوا کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں وہ سخت کلمے استعمال کر دیا تھا ۔ اس کی تاویل علما نے یہ کی ہے کہ انتہائی غصہ کی وجہ سے یہ کلمے ان کی زبان سے بے اختیار نکل گئے ۔ ابتداء اسلام کا معاملہ تھا لوگ آداب نبوت سے آشنا نہیں ہوئے تھے صورت حال یہ تھی کہ ریگستان کے بالائی حصہ سے یہ پانی آتا تھا ۔ بالائی حصہ پر حضرت زبیر بن عوام کا باغ تھا ۔ اور اس سے متصل نشیبی حصہ پر ایک انصاری کا باغ تھا ۔ عرف کے دستور اور رواج کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ حق حاصل تھا ۔ کہ اپنا باغ پورے طور سے سینچ لیں پھر پانی اپنے پڑوسی کو دیں ۔ اسی پر پڑوسی جو انصاری تھے انھوں نے جھگڑا کیا ۔

شراج الحرة شراج پانی بہنے کے نالے کو کہتے ہیں ۔ الحرۃ پتھریلی زمین جہاں اس طرح پتھر پڑے ہوں کر دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہ اوپر سے گرائے گئے ہوں اور جلے ہوئے ہیں ۔

مدینہ طیبہ کے دو حرہ مشہور ہیں ۔ حرہ شرقیہ ، حرہ غربیہ جس کے درمیان پورا شہر آباد ہے ۔

الی الجدر ۔ جدر کے اصل معنی دیوار کے ہیں ۔ یہاں مراد وہ مینڈھ ہے جو پانی روکنے کے لئے درختوں کی جڑوں کے ارد گرد باندھی جاتی ہے ۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی آیا ہے الی الجذر ۔ جذر درخت کی اس جڑ کو کہتے ہیں ۔ جو زمین کے اندر پھیلی ہوئی ہوتی ہے ۔ مراد وہی ہے کہ کھیت کو جتنے پانی کی ضرورت ہے ۔ لوگ جتنا پانی بھرتے ہیں بھر لو ۔ چنانچہ بعض روایتوں میں آیا ہے ۔ کہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باغ میں اتنا

عہ باب شرب الاعلی الاسفل صفحہ ۳۱۸ ۔ باب شرب الاعلی الی الکعبین صفحہ ۳۱۸ الصلح ۔ باب اذا اشار الامام بالصلح صفحہ ۳۷۳ ثانی تفسیر باب قولہ تعالیٰ فلا وربک لایومنون الآیۃ صفحہ ۶۶۰ مسلم فضائل ۔ ابو داؤد اقضیہ ۔ ترمذی احکام ۔ تفسیر نسائی قضاۃ ابن ماجہ مقدمہ جود مسند امام احمد جلد اول صفحہ ۱۶۵ جلد رابع صفحہ ۵

پانی بھرا کر ٹخنوں تک پہنچ گیا۔

مسائل اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو چیز کسی کی مملوک نہ ہو بلکہ مباح ہو اس پر جو قبضہ کرلے وہ چیز اسی کی ہے۔ کسی سے مباح پانی بہتا آ رہا ہو تو جس کی طرف پہلے پہنچے اسے حق حاصل ہے کہ بقدر ضرورت استعمال کرکے دوسرے کے لئے چھوڑ دے۔

قال محمد بن العباس محمد بن عباس سلمی اصبہانی، امام بخاری کے ہم عصر محدث ہیں۔ البتہ ان کا وصال امام بخاری کے بعد ۲۶۶ھ میں ہوا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کو امام زہری کے تلامذہ میں سے صرف امام لیث نے عروہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ بقیہ تلامذہ کی روایت کے بموجب عروہ نے یہ حدیث اپنے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ مگر نسائی[۱] میں امام زہری کے تلامذہ ابن وہب اور یونس نے بھی یہی روایت کی ہے کہ عروہ نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

بَابُ مَنْ رَأٰی اَنَّ صَاحِبَ الْحَوْضِ وَالْقِرْبَةِ اَحَقُّ بِمَائِهٖ ص۳۱۸

حوض یا مشک کا مالک اس کے پانی کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔

حدیث ۱۲۷۰

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَاَذُوْدَنَّ رِجَالًا

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کچھ لوگوں کو اپنے حوض سے میں بھگاؤں گا۔ جیسے

عَنْ حَوْضِي كَمَا تُذَادُ الْغَرِيْبَةُ مِنَ الْاِبِلِ عَنِ الْحَوْضِ[۱]

اجنبی اونٹ کو حوض سے بھگایا جاتا ہے۔

تشریحات رجالا۔ یہ کون لوگ ہوں گے۔ اس کے بارے میں شراح کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن تین نے کہا ہے کہ یہ منافقین ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ یہ مبتدع گمراہ ہوں گے۔ قرطبی نے کہا یہ لوگ دوسری ایسی امت کے افراد ہوں گے۔ جن میں اس امت کا کوئی نشان نہیں۔ میرے خیال میں

---

[۱] مسلم طہارت۔ فضائل۔ ابن ماجہ۔ زہد۔ مسند امام احمد بن حنبل ج۲ ص۲۹۸، ج۲ ص۳۰۰، ج۲ ص۳۰۴، ج۲ ص۴۵۴، ج۲ ص۴۶۷

[۱] نسائی۔ کتاب القضاۃ ص۳۰۷۔

ان اقوال میں منافات نہیں۔ یہ سب ہوسکتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ لیکن حقیقت میں وہ مسلمان نہیں تھے۔ منافق تھے۔ یا مرتد تھے یا گمراہ تھے۔ یہ لوگ بھی امت کے ساتھ حوض پر آجائیں گے۔ جنھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دھکا دے کر بھگا دیں گے۔

بَابٌ لَاحِمیٰ اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ ص۳۱۹ محفوظ چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔

حدیث ۱۲۷۱

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الصَّعْبَ بْنَ جَثَّامَةَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاحِمیٰ اِلَّا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَقَالَ بَلَغَنَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَمَی النَّقِیْعَ وَاَنَّ عُمَرَ حَمَی الشَّرَفَ وَالرَّبَذَۃَ ؎

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ صعب بن جثامہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ محفوظ چراگاہ صرف اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے (اور امام زہری نے کہا) ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیع کو رَمْنَہ بنایا (محفوظ شاہی چراگاہ) اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرف اور ربذہ کو رمنہ بنایا۔

تشریحات ۱۲۷۱

تکمیل۔ صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں ابوا یا ودان میں تھا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ حضور سے ان لوگوں کے بارے میں سوال ہوا جو مشرک ہیں۔ اور کہیں رات گزارتے ہیں۔ اور ان کی عورتوں سے ہمبستری کریں۔ جو اولاد پیدا ہوں گی اس کا کیا حکم ہے۔ فرمایا وہ انھیں سے ہیں۔

نقیع مدینہ طیبہ سے دو دن کے فاصلہ پر۔ بلاد مدینہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔ شرف، مدینہ کے ملحقات میں ایک جگہ کا نام ہے۔ ربذۃ۔ مدینہ طیبہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذات عرق کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ یہیں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار پاک ہے۔

حمی رَمْنَہ۔ وہ چراگاہ جسے حکومت اپنے جانوروں کے چرنے کے لئے خاص کردے۔

بلغنا یعنی یہ حدیث بلاغات امام زہری سے ہے۔ امام زہری کہتے ہیں کہ ہم کو خبر پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقیع کو رمنہ بنایا۔ حالانکہ امام زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ہے۔ انکی ولادت تقریباً ۵۲ھ میں ہوئی ہے۔ انھوں نے بیچ کے اس راوی کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ خود صعب بن جثامہ ہیں اور مزید عبداللہ بن عباس اور عبیداللہ بن عبداللہ جیسا کہ امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

؎ الجہاد باب فضل من اسلم من اہل الکتابین ص۴۲۳ ابوداؤد خراج۔ نسائی الحمی۔ مسند امام احمد ص۳۸۷، ۷۱ ج۴

بَابُ الْقَطَائِعِ ص۳۲۰ جاگیروں کا بیان

حدیث ۱۳۷۲

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُقْطِعَ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ حَتّٰى تُقْطِعَ لِإِخْوَانِنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مِثْلَ الَّذِيْ تُقْطِعُ لَنَا قَالَ سَتَرَوْنَ بَعْدِيْ أَثَرَةً فَاصْبِرُوْا حَتّٰى تَلْقَوْنِيْ۔ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ انصار کو بحرین جاگیر میں دیدیں۔ انصار نے عرض کیا کہ جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو جاگیر نہیں دیں گے (ہمیں قبول نہیں) فرمایا تم لوگ عنقریب میرے بعد ترجیحی سلوک دیکھوگے۔ اس وقت صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے ملو۔

تشریحات ۱۳۷۲

بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام کو بلا کر یہ فرمایا تھا مگر چونکہ اتنی گنجائش نہ تھی کہ مہاجرین کو بھی دیں اس لئے نہ انصار کو کچھ دیا نہ مہاجرین کو۔

اشکال وجواب

بحرین صلحاً فتح ہوا تھا اور جو ملک بطور صلح اس شرط پر فتح ہو کہ وہاں کے باشندوں کی املاک ان کی ملک میں باقی رہینگی۔ ایسی جگہوں کو کسی کو جاگیر میں دینا جائز نہیں۔ اس کا جواب بعض شارحین نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہاں جو غیر مسلم ذمی ہیں ان کو تقسیم کر دیا جائے۔ ان کا جزیہ انصار کرام لیں۔

بحرین

جنوبی نجد کا ایک حصہ ہے۔ جسے آج کل لوگ الاحساء کے نام سے جانتے ہیں۔ یہاں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں۔

عہ کتاب الجہاد باب ما اقطع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من البحرین ص۴۴۸ باب کتابۃ القطائع ص۴۴۸ المناقب باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للانصار اصبروا ص۵۳۵ مسند امام احمد ص۱۱۱ ج۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتَابُ الِاسْتِقْرَاضِ وَاَدَاءِ الدُّيُوْنِ وَالْحَجْرِ وَالتَّفْلِيْسِ ص۳۲۱

قرض لینے ادا کرنے، تصرفات سے روکنے اور دِوالیہ قرار دینے کے بارے میں۔

بَابُ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا اَوْ اِتْلَافَهَا۔ ۳۲۱

جس نے لوگوں کا مال لیا۔ اور نیت یہ ہو کہ ادا کردیگا یا ھضم کرجائیگا۔

حدیث ۱۲۷۳

عَنْ اَبِي الْغَيْثِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا

صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ اَدَاءَهَا

جس نے لوگوں کا مال لیا اور وہ ادا کرنا چاہتا ہے تو اللہ اس کی طرف سے ادا کردیتا ہے اور جو ہضم

اَدَّى اللهُ عَنْهُ وَمَنْ اَخَذَ يُرِيْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللهُ ۔ [1]

کرنے کے لئے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔

تشریحات ۱۲۷۳

من اخذ۔ اس سے مراد صرف قرض نہیں بلکہ ہر وہ حق ہے جو بندہ پر کسی وجہ سے واجب ہو۔ مثلاً خرید و فروخت کے ذریعہ۔

ادی اللہ یہ حسن نیت کی برکت کا بیان ہے۔ اور بد نیتی کی نحوست کا کہ جو شخص انشراح صدر کے ساتھ ادا کرنا چاہے گا اللہ عزوجل اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اسے قرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ سے بچ سکے۔ اور جس کی نیت میں فتور ہوتا ہے اسے اس توفیق سے محروم رکھتا ہے۔ اور قرض ادا نہ کرنے کے وبال میں گرفتار رہتا ہے۔ حضرت امام محمد بن باقر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ قرض لیا کرتے تھے۔ پوچھا گیا۔ کیوں بلاضرورت قرض لیا کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا

---

[1] ابن ماجہ صدقات۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۶۱ ص ۴۱۷

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ مقروض کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے قرض کو ادا کردے۔

بَابُ اَدَاءِ الدُّیُوْنِ وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ ص ۳۲۱

قرضوں کو ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں ضرور سپرد کرو اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سننے اور دیکھنے والا ہے

حدیث ۱۳۷۴

عَنْ زَیْدِ بْنِ وَھْبٍ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَبْصَرَ یَعْنِیْ اُحُدًا قَالَ مَا اُحِبُّ اَنَّہٗ یُحَوَّلُ لِیْ ذَھَبًا یَمْکُثُ عِنْدِیْ مِنْہُ دِیْنَارٌ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ اِلَّا دِیْنَارًا اُرْصِدُہٗ لِدَیْنٍ ثُمَّ قَالَ اِنَّ الْاَکْثَرِیْنَ ھُمُ الْاَقَلُّوْنَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِالْمَالِ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَاَشَارَ اَبُوْ شِھَابٍ بَیْنَ یَدَیْہِ وَعَنْ یَّمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ وَقَالَ مَکَانَکَ وَتَقَدَّمَ غَیْرَ بَعِیْدٍ وَسَمِعْتُ صَوْتًا فَاَرَدْتُّ اَنْ اٰتِیَہٗ ثُمَّ ذَکَرْتُ قَوْلَہٗ مَکَانَکَ حَتّٰی اٰتِیَکَ فَلَمَّا جَاءَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الَّذِیْ سَمِعْتُ اَوْ قَالَ صَوْتُ الَّذِیْ سَمِعْتُ قَالَ وَھَلْ سَمِعْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اَتَانِیْ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ مَنْ مَاتَ مِنْ اُمَّتِکَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ قُلْتُ وَمَنْ فَعَلَ کَذَا وَکَذَا قَالَ نَعَمْ ؎

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، جب حضور نے اسے یعنی احد کو دیکھا تو فرمایا یہ میرے لئے سونے سے بدل دیا جائے تو مجھے یہ پسند نہیں۔ کہ میرے پاس ایک دینار تین دن سے زیادہ رہے۔ سوائے اس دینار کے جسے قرض ادا کرنے کے لئے بچا رکھوں۔ پھر فرمایا۔ زیادہ مال والے ہی زیادہ تنگدست ہیں مگر جو مال ایسے دے ایسے دے۔ ابو شہاب نے اپنے سامنے اپنے دائیں اور اپنے بائیں اشارہ کیا۔ اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔ اور فرمایا اپنی جگہ رہو اور حضور آگے بڑھے۔ اور کچھ دور نہیں گئے تھے۔ میں نے ایک آواز سنی۔ میں نے ارادہ کیا کہ خدمت اقدس میں حاضر ہو جاؤں۔ پھر میں نے حضور کے ارشاد کو یاد کیا کہ فرمایا تھا۔ میرے آنے تک اپنی جگہ رہنا۔ جب حضور تشریف لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کیا سنا تھا یا وہ کون آواز تھی جو میں نے سنی تھی۔ فرمایا کیا تم نے سنی۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا میرے پاس جبرئیل آئے اور

؎ ص ۳۲۱

بتایا امت میں سے جو اس حال میں مرے کہ اللہ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے عرض کیا جو ایسا ایسا کرے اور جو ایسا ایسا کرے فرمایا۔ ہاں

تشریحات ۱۲۷۴ قال بالمال۔ قول کبھی کبھی فعل عام کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس وقت یہ ہر فعل کی تعبیر بن سکتا ہے۔ اگرچہ وہ کلام نہ ہو۔ زبان سے نہ صادر ہوا ہو۔ ابو شہاب کا نام عبد ربہ ہے۔

تکمیل کتاب الاستیذان وغیرہ میں یہ تفصیل ہے۔ زید بن وہب نے کہا۔ ابوذر نے ربذہ میں یہ حدیث بیان کی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حرہ مدینہ میں عشاء کے وقت چل رہا تھا کہ ہمارے سامنے احد آیا تو وہ فرمایا۔

غیر بعید استیذان کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا۔ تم اپنی جگہ سے نہ ٹلنا یہاں تک کہ میں واپس آؤں۔ حضور تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ ہماری نظر سے غائب ہوگئے۔ تو میں نے ایک آواز سنی اور ڈرا کہ کہیں حضور پہ کوئی افتاد نہ پڑی ہو۔ میں نے جانے کا ارادہ کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کو یاد کیا۔ کہ فرمایا تھا۔ ہٹنا مت۔

ومن فعل کذا دوسری روایتوں میں یہ تشریح ہے۔ کہ حضرت ابوذر نے یہ عرض کیا تھا۔ اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے۔ اگرچہ وہ زنا کرے اگرچہ وہ چوری کرے۔ اگرچہ وہ زنا کرے۔

حدیث ۱۲۷۵ حَدَّثَنِیْ عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُتْبَۃَ قَالَ قَالَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْکَانَ لِیْ مِثْلُ اُحُدٍ ذَھَبًا مَا یَسُرُّنِیْ اَنْ لَّا یَمُرَّ عَلَیَّ ثَلٰثٌ وَّعِنْدِیْ مِنْہُ شَیْءٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میرے پاس احد کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ خوش نہیں کرے گا کہ مجھ پر تین دن گزریں اور اس میں سے کچھ میرے پاس رہے مگر اتنا جسے قرض

حوالہ ص ۳۶۲

ـہ ثانی الاستیذان باب من اجاب بلبیک وسعدیک ص ۹۲۶ کتاب الرقاق المکثرون ھم الاقلون ص ۹۵۳ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احب ان لی مثل احد ذھبا ص ۹۵۴۔ التوحید باب کلام الرب مع جبرئیل ص ۱۱۱۵ مسلم کتاب الزکوۃ ابن ماجہ کتاب الزھد۔ مسند امام احمد بن حنبل

اِلَّا شَیْءٌ اُرْصِدُہٗ لِدَیْنٍ ؎

ادا کرنے کے لئے بچا رکھوں۔

بَابٌ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ ص۳۲۳ حق والے کیلئے گفتگو کی گنجائش ہے۔

ت ۴۶۲ وَیُذْکَرُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَیُّ الْوَاجِدِ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ روایت ذکر کی جاتی ہے کہ فرمایا ذی استطاعت

یُحِلُّ عِرْضَہٗ وَعُقُوْبَتَہٗ۔

کا ٹالنا اس کی آبرو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔

تشریحات ۴۶۲ اس تعلیق کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت شدید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔

لَیٌّ کے معنی ٹال مٹول۔ واجد سے مراد یہاں یہ ہے کہ وہ قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ حدیث کا مفہوم ظاہر ہے۔ جب قرض خواہ میعاد پر اپنا بقایا نہیں پائے گا تو جو چاہے گا بک دے گا۔ اس میں استطاعت ہوتے ہوئے فوراً قرض کی ادائیگی کی ترغیب ہے۔ اور ٹال مٹول سے ممانعت ہے۔

بَابٌ اِذَا وَجَدَ مَالَہٗ عِنْدَ مُفْلِسٍ فِی الْبَیْعِ وَالْقَرْضِ وَالْوَدِیْعَۃِ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ ص۳۲۳

جب اپنا مال مفلس کے پاس پائے۔ تو وہ اس کا حقدار ہے خواہ یہ مال کا استحقاق بطور بیع ہو یا قرض ہو یا ودیعت ہو۔

توضیح باب مفلس سے مراد وہ شخص ہے جس کے بارے میں حاکم نے فیصلہ کر دیا ہو کہ یہ مفلس ہے جس کو ہمارے عرف میں دیوالیہ کہتے ہیں۔

فی البیع۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز کسی کے ہاتھ بیچا۔ مشتری نے ابھی قیمت نہیں دی تھی کہ وہ مفلس ہو گیا۔ اس کے بعد بائع نے مبیع مفلس کے پاس پائی تو بائع مبیع کا زیادہ مستحق ہے۔

والقرض۔ اس کی صورت یہ ہے کسی نے کسی کو قرض دیا پھر قرضدار مفلس ہو گیا اس کے بعد قرض خواہ نے قرض دی ہوئی رقم مقروض کے پاس پایا وہ اس کا زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں صورتوں میں اختلاف بھی ہے جو عنقریب آرہا ہے۔

والودیعۃ۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کسی کے پاس ودیعت رکھی پھر امانت دار مفلس ہو گیا مگر

؎ باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما احب ان لی احد اذھبا۔ کتاب التمنی باب تمنی الخیر ص۱۰۷۳

اس کے پاس ودیعت موجود ہے تو بالاتفاق اس کا مستحق مُودِع ودیعت رکھنے والا ہے۔

ت ۴۶۳

قَالَ الْحَسَنُ إِذَا أَفْلَسَ وَتَبَيَّنَ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ وَلَا بَيْعُهُ وَلَا شِرَاؤُهُ۔

حسن بصری نے فرمایا جب کوئی شخص مفلس ہو گیا اور شہرت بھی ہو گئی تو اس کا آزاد کرنا ہبہ کرنا اور اسکو خرید و فروخت کرنا جائز نہیں۔

تشریح ۴۶۳ — تَبَيَّنَ۔ سے مراد حاکم کے نزدیک اس کا مفلس ہونا ثابت ہو جائے۔ اور وہ اس کا حکم دیدے۔

ت ۴۶۴

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ قَضَى عُثْمَانُ مَنِ اقْتَضَى مِنْ حَقِّهِ قَبْلَ أَنْ يُّفْلِسَ فَهُوَ لَهُ، وَمَنْ عَرَفَ مَتَاعَهُ بِعَيْنِهِ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ۔

سعید بن مسیب نے کہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فیصلہ دیا۔ اس شخص کے بارے میں جس نے مفلس ہونے سے پہلے اپنے حق کو وصول کر لیا۔ وہ اسی کا ہے اور جو اپنے سامان کو پہچانے وہ اسکا حقدار ہے۔

تشریح ۴۶۴ — اس تعلیق کو ابو عبید نے کتاب الاموال میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مفلس کے ذمہ لوگوں کا بقایا ہے اور اس کے پاس کچھ سامان ہے، جس کے بارے میں کوئی یہ کہتا ہے۔ یہ چیز میری ہے۔ اس کو بخوبی پہچانتا ہو تو وہ چیز اسی کی ہے۔ دوسرے قرض خواہ اس کو بالجبر نہیں لے سکتے۔

حدیث ۱۲۷۶

أَنَّ أَبَا بَكْرِ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَدْرَكَ مَالَهُ بِعَيْنِهِ عِنْدَ رَجُلٍ أَوْ إِنْسَانٍ قَدْ أَفْلَسَ فَهُوَ أَحَقُّ بِهِ مِنْ غَيْرِهِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو بعینہ اپنے مال کو کسی شخص کے پاس پائے اور وہ مفلس ہو گیا ہو تو وہ دوسرے کے بہ نسبت زیادہ مستحق ہے۔

تشریحات ۱۲۷۶ اس حدیث میں مفلس سے وہ شخص مراد ہے جس کے اوپر اتنے قرض کا بار ہو جسے وہ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو جس کی وجہ سے حاکم اسلام نے اس پر یہ پابندی لگادی ہو کہ وہ کاروبار نہیں کرسکتا۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہی ہے کہ اگر حاکم نے کسی کے بارے میں مفلس ہونے کا حکم دیدیا پھر کسی قرض خواہ نے اپنی کوئی چیز اس مفلس کے یہاں پائی اور اس چیز میں کوئی ایسا ردوبدل نہ ہوا ہو جس سے وہ چیز بدل گئی ہو۔ مثلاً چاندی تھی اس کا زیور بنا لیا ہے تو قرض خواہ اس چیز کا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ مستحق ہے یعنی وہ چاہے تو اس چیز کو خود لے لے۔ دوسرے قرض داروں کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔ خواہ یہ چیز مفلس نے خریدی ہو یا غصب کی ہو یا اس کے یہاں ودیعت رہی ہو۔

ہمارے مذہب میں تفصیل ہے۔ اگر مفلس نے کوئی چیز خریدی تھی اور ابھی قیمت نہیں ادا کر پایا تھا کہ مفلس ہوگیا تو مبیع میں بائع اور دوسرے تمام قرض خواہوں کا حق برابر ہے۔ بائع دوسرے قرضخواہوں سے زیادہ حقدار نہیں۔ اور یہ اس حدیث کے تحت داخل ہی نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں یہ ہے کہ جو اپنا مال بعینہٖ مفلس کے پاس پائے۔ بیع کے بعد مبیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں داخل ہوگئی۔ بیع کے بعد مبیع بائع کا مال ہی نہیں رہا۔ اس لئے یہ اس حدیث کے ضمن میں آتا ہی نہیں اس حدیث سے مراد غصب سرقہ وغیرہ ہیں جیسا کہ طبرانی نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ جس کا کوئی سامان چوری چلا جائے یا ضائع ہوجائے پھر بعینہٖ اپنے سامان کو کسی شخص کے پاس پائے تو وہ اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے اور مشتری بائع سے قیمت وصول کرے۔

اور یہی مذہب ابراہیم نخعی حسن بصری اور ایک روایت کے مطابق شعبی اور امام شافعی کے استاذ وکیع بن جراح اور عبداللہ بن شبرمہ قاضی کوفہ کا بھی ہے۔ بلکہ بہت سے لوگوں نے حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب بتایا ہے۔

اس مسئلہ پر بہت مفید معرکۃ الآرا علامہ بدرالدین عینی نے بحث فرمائی ہے۔ جس کا جی چاہے مطالعہ کرلے۔

اس حدیث کے سند کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام راوی اپنے اپنے زمانے میں مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔

بَابٌ اِذَا اَقْرَضَهٗ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی اَوْ اَجَّلَهٗ فِی الْبَیْعِ ص۳۲۳ جب میعاد مقررہ تک کسی کو قرض دیا یا بیع میں میعاد مقرر کی۔

ت ۴۶۵

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فِی الْقَرْضِ اِلٰی اَجَلٍ لَا بَاْسَ بِہٖ وَاِنْ اُعْطِیَ اَفْضَلَ مِنْ دَرَاھِمِہٖ مَالَمْ یَشْتَرِطْ۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے میعاد مقررہ تک قرض کے بارے میں فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ مقروض قرضخواہ کے درہموں سے عمدہ درہم دے جب تک اسکی شرط نہ کرے۔

تشریح ۴۶۵

اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے سندِ متصل کے ساتھ اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دراہم سب ایک نوع کے ہیں اگرچہ ان میں چاندی کی مقدار کم و بیش ہوں۔ شرط کے بعد چونکہ سود کا شبہ پیدا ہو جاتا ہے اسلئے ممنوع ہے۔

ت ۴۶۶

وَقَالَ عَطَاءٌ وَعَمْرُو ابْنُ دِیْنَارٍ ھُوَ اِلٰی اَجَلِہٖ فِی الْقَرْضِ۔

امام عطاء اور امام عمرو بن دینار نے فرمایا۔ قرض دار قرض میں میعاد کا پابند ہے۔

تشریحات ۴۶۶

اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ذکر فرمایا ہے۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہوا کہ قرض کے لئے جو میعاد مقرر کی گئی اس سے پہلے قرض خواہ کو مطالبہ کا حق نہیں یعنی قرض دار اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اس کے پہلے ادا کرے۔

بَابُ مَا یُنْھٰی عَنْ اِضَاعَۃِ الْمَالِ وَقَوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ۔ وَلَا یُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِیْنَ۔ وَقَالَ اَصَلٰوتُکَ تَامُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاءُنَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ وَقَالَ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَھَاءَ اَمْوَالَکُمْ۔ وَالْحَجْرِ فِیْ ذٰلِکَ وَمَا یُنْھٰی عَنِ الْخِدَاعِ صفحہ ۳۲۴

مال ضائع کرنے سے منع فرمایا گیا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا بیان۔ اور اللہ فساد پسند نہیں فرماتا۔ اور اللہ فسادیوں کے کام نہیں بناتا۔ اور فرمایا (قوم نے کہا) کیا تمہاری نماز تم کو حکم دیتی ہے کہ جسے ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اس کو چھوڑ دیں یا اپنے مال میں جو چاہیں کریں۔ اور فرمایا احمقوں کو اپنا مال نہ دو۔ اور اس بارے میں پابندی لگانے اور دھوکا دینے سے ممانعت کا بیان۔

157

حدیث ۱۳۷۷

عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَأْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعًا وَّهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ [1]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ماؤں کی نافرمانی اور بچیوں کو زندہ درگور کرنا اور مستحقین کو مال دینے سے رکنا ۔ اور ناحق مال حاصل کرنا اور تمہارے لئے ناپسند فرمایا قیل وقال اور سوال کی کثرت اور مال کا ضائع کرنا ۔

تشریحات ۱۳۷۷

العقوق ۔ تعلق ختم کرنا یہاں معنی عام مراد ہے جو نافرمانی کو بھی شامل ہے اب اس کا دو فرد ہے ایک بالکلیہ تعلقات منقطع کرلینا دوسرے یہ کہ کسی جائز حکم میں نافرمانی کرنا اگرچہ تعلقات باقی ہوں یہ دونوں چیزیں ماں باپ کے حق میں حرام ہیں صرف ماں کی تخصیص دو وجہ سے فرمائی اول یہ کہ ماں کے حقوق باپ سے زیادہ ہیں ۔ دوسرے یہ کہ عوام میں ماں کی نافرمانی اور ماں کے ساتھ گستاخی اور قطع تعلق بہ نسبت باپ کے زیادہ ہے ۔

منعا ۔ یعنی جن لوگوں کے حقوق تم پر واجب ہوں ان کو کما حقہ ادا کرو ایسا نہ ہو کہ صاحب حق اپنے حق کا مطالبہ کرے تو منع کرو ۔ ھات ۔ سے مراد یہ ہے کہ ناحق لوگوں سے مال وصول کرے ۔ قیل وقال فعل ماضی کا صیغہ ہے ایک مجہول کا ایک معروف کا ۔ جیسے بولتے ہیں قیل کذا و قال کذا ۔ اسی سے ان کا قول الدنیا قیل وقال یہ دونوں مبنی علی الفتح ہیں اصل کا لحاظ کرتے ہوئے ۔ معرب بھی ہو سکتے ہیں اسماء کے قائم مقام مان کر اسی وجہ سے اس پر کبھی کبھی ال تعریف کا بھی آتا ہے ۔ لانعرف القال من القیل ۔ اور یہ دونوں مصدر بھی ہو سکتے ہیں ۔ باعتبار معنی کے یہ احتمال زیادہ ظاہر ہے ۔

کثرت سوال ایسا بہت ہوا ہے کہ ایک چیز حلال و مباح تھی ۔ لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سوال کرنے کی وجہ سے اس کا حکم نازل کر دیا گیا ۔ پہلے وسعت تھی اب تنگی کر دی گئی ہے ۔

---

[1] الثانی ۔ الادب باب عقوق الوالدین صفحہ ۸۸۴ ۔ الرقاق مایکرہ من قیل وقال صفحہ ۹۵۹ کتاب الاعتصام باب مایکرہ من کثرۃ السوال صفحہ ۱۰۸۲ مسلم الاقضیہ ۔ دارمی فی الرقاق ۔ مسند امام احمد جلد رابع صفحہ ۲۴۶ ۔

یہ حکم عہد رسالت تک خاص تھا اب جو لوگ نہیں جانتے ہیں انھیں ایمان و کفر، حلال و حرام کے بارے میں سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بعض صورتوں میں فرض یا واجب ہے۔

ہاں ایسے سوالات ممنوع ہیں جن پر اعتقاد رکھنا یا عمل کرنا فرض یا واجب یا سنت نہیں مثلاً حضرت آدم نے جنت میں سب سے پہلے کیا کھایا تھا۔ دنیا میں آئے تو سب سے پہلے کیا کھایا۔ ذوالقرنین نبی تھے یا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

بَابُ مَا يُذْكَرُ فِي الْأَشْخَاصِ وَالْخُصُومَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْيَهُودِي ص ۳۲۴

مجرم کو حاکم کے پاس لیجانے اور مسلمان یہودی کے جھگڑے میں کیا ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث ۱۲۷۸

سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَجُلًا قَرَأَ آيَةً سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِلَافَهَا فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ وَأَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كِلَاكُمَا مُحْسِنٌ قَالَ شُعْبَةُ أَظُنُّهُ قَالَ لَا تَخْتَلِفُوا فَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ اخْتَلَفُوا فَهَلَكُوا ۔ اھ

حضرت عبد اللہ (ابن مسعود) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے خلاف سنا تھا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ حضور نے فرمایا۔ تم دونوں نے صحیح پڑھا۔ شعبہ نے کہا میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا آپس میں اختلاف نہ کرو اس لئے کہ تم سے پہلے والوں نے اختلاف کیا تو ہلاک ہو گئے۔

تشریحات ۱۲۷۸

صحیح ابن حبان میں یہ روایت یوں مفصل ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ رحمٰن پڑھایا تھا۔ میں مسجد گیا کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا اور میں نے ایک شخص سے کہا۔ قرآن شریف پڑھو اس نے ایسی قرأت کی جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پڑھائی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کس نے پڑھایا ہے اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اب ہم دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور فرمایا تم سے پہلے کتاب اللہ میں اختلاف کی وجہ سے لوگ ہلاک ہو گئے۔

ف الانبیاء۔ بنی اسرائیل ص ۴۹۴ ثانی فضائل القرآن اقرءوا القرآن ما ائتلفت ص ۷۵۵ مسند امام احمد ج ۱ ص ۴۱۲

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید مختلف وجوہ کے ساتھ نازل ہوا ہے امت نے تتبع سے سات قرأت متواترہ معلوم کرلی ہیں۔ اس کے علاوہ مزید پانچ قرأت شاذہ بھی ہیں۔ قرأت متواترہ میں سے جو چاہے پڑھے۔ لیکن اس کا لحاظ کرے کہ قوم کے سامنے وہ قرأت نہ کرے جس سے لوگ مانوس نہ ہوں۔

حدیث ۱۳۷۹

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اِسْتَبَّ رَجُلَانِ، رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ وَالَّذِیْ اصْطَفٰی مُوْسٰی عَلَی الْعَالَمِیْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ یَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْیَهُوْدِیِّ، فَذَهَبَ الْیَهُوْدِیُّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ، فَدَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَیِّرُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی فَاِنَّ النَّاسَ یَصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُّفِیْقُ، فَاِذَا مُوْسٰی بَاطِشٌ جَانِبَ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ كَانَ فِیْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ كَانَ مِمَّنِ اسْتَثْنَی اللّٰهُ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا دو شخصوں نے جن میں ایک مسلمان اور دوسرا یہودی تھا۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام عالم پر منتخب فرمایا اور یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام عالم پر منتخب فرمایا، اتنی بات پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا یہودی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور سارا واقعہ سنایا، اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلوایا اور اس سے پوچھا، مسلمان نے سارا واقعہ عرض کیا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو اسلئے کہ قیامت کے دن لوگوں پر غشی طاری ہوگی، اور مجھ پر بھی غشی طاری ہوگی سب سے پہلے مجھے افاقہ ہوگا اس وقت میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا کونہ پکڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ آیا یہ بیہوش ہوئے تھے اور مجھ سے پہلے انھیں ہوش ہو گیا یا ان لوگوں میں سے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمادیا ہے۔

؎ الانبیاء باب وفاۃ موسیٰ ص۴۸۵ الانبیاء باب قول اللہ تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین آیۃ ۱۳۹ الصافات ص۴۸۵ ثانی۔ تفسیر الزمر باب قولہ ونفخ فی الصور ص۷۱۱۔ الرقاق:۔ باب نفخ الصور ص۹۶۵ دو طریقے سے۔ التوحید:۔ باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۳۔ مسلم: فضائل: ابوداؤد: السنۃ نسائی النعوت: مسند امام احمد بن حنبل جلد ثانی ص۲۶۴۔

تشریحات ۱۳۷۹ کتاب الانبیاء میں اس جھگڑے کی بنیاد یہ لکھی ہے کہ ایک یہودی اپنا کوئی سامان کسی کے ہاتھ بیچنا چاہتا تھا۔ مسلمان نے اس کی قیمت بہت کم لگائی جس پر اس یہودی نے کہا لا والذی اصطفی موسیٰ علی البشر۔ اسے ایک انصاری نے سنا اور یہودی کو ایک طمانچہ رسید کر دیا۔
عام روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مسلمان نے قسم کھائی تھی دونوں میں تنافی نہیں ہو سکتا ہے مسلمان نے یہی کہا ہو کہ اس سامان کی یہی قیمت ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم میں منتخب فرمایا اس کے جواب میں یہودی نے وہ کہا۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ یہ مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔ اگر یہ صحیح ہے تو واقعہ متعدد ماننا پڑے گا۔

مِمَّنِ استثنی اللہ

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ (الزمر آیت ۶۸)

صور پھونکا جائے گا تو بیہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جو زمین پہ ہیں مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائے گا تو وہ کھڑے دیکھتے ہونگے۔

وحواس میں رہیں گے۔ اب یہ کون لوگ ہیں اس بارے میں مفسرین ... وال ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حاملین عرش ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ جنت اور دوزخ کے فرشتے اور جنت کی حوریں اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں کچھ لوگوں نے کہا اس سے مراد شہداء ہیں جو اپنی تلواریں حمائل کئے ہوئے عرش کے گرد رہیں گے ان سب میں درحقیقت کوئی تنافی نہیں۔
ہو سکتا ہے یہ سبھی مستثنیٰ ہوں۔ اور انھیں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہوں۔ جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول بھی ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ذرا واضح الفاظ میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ بیہوش بھی ہوئے یا کوہ طور پر اپنی بیہوشی کے عوض اس بیہوشی سے محفوظ رہے۔

حدیث ۱۳۸۰

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عنہ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ جَاءَ یَھُوْدِیٌّ فَقَالَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ ضَرَبَ وَجْھِیْ رَجُلٌ
تھا کہ ایک یہودی آیا اور اس نے کہا اے ابو القاسم آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے مجھ کو تھپڑ مارا ہے۔ دریافت فرمایا

مِنْ اَصْحَابِكَ فَقَالَ مَنْ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ اُدْعُوْهُ فَقَالَ اَضَرَبْتَهٗ

کون ہے اس نے کہا ایک انصاری شخص فرمایا اسے بلاؤ (وہ حاضر ہوئے) تو دریافت فرمایا کیا تو نے

فَقَالَ سَمِعْتُهٗ بِالسُّوْقِ يَحْلِفُ وَالَّذِيْ اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْبَشَرِ قُلْتُ اَيْ خَبِيْثُ

اس کو مارا ہے تو ان صاحب نے عرض کیا کہ میں نے بازار میں اس کو یوں قسم کھاتے ہوئے سنا، قسم ہے اس ذات

عَلٰى مُحَمَّدٍ فَاَخَذَتْنِيْ غَضْبَةٌ فَضَرَبْتُ وَجْهَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی جس نے موسیٰ کو تمام بشر پر منتخب فرمایا۔ میں نے کہا اے خبیث محمد پر بھی؟ اس سے مجھے غصہ آیا اور میں نے

لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ تَنْشَقُّ

اس کو تھپیڑ مارا اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کے مابین ایک کو دوسرے پر فضیلت مت دو۔ اسلئے کہ

عَنْهُ الْاَرْضُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰى اٰخِذٌ بِقَائِمَةٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ

قیامت کے دن سب لوگ بیہوش ہو جائیں گے۔ پہلا وہ شخص جو قبر سے باہر نکلے گا میں ہوں گا۔ تو دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام

كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ اَوْحُوْسِبَ بِصَعْقَةِ الْاُوْلٰى ؎

عرش کے پایہ کو پکڑے ہوئے ہیں میں نہیں جانتا کہ یہ بیہوش بھی ہوئے یا پہلی بیہوشی کے عوض محفوظ رہے۔

تشریحات ۱۳۸۰ رجل من الانصار ۔ حضرت عمرو بن دینار نے فرمایا یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے اس تقدیر پر انصار سے اس کا لغوی معنی مراد ہوگا۔

لاتخیرونی علی موسیٰ ای لا تفضلونی ۔ یعنی مجھے حضرت موسیٰ پہ فضیلت مت دو حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے لا تخیروا بین الانبیاء یعنی انبیاء کرام کو ایک دوسرے پہ فضیلت نہ دو۔ حالانکہ خود قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (بقرہ ۔ آیت ۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے درجوں بلند کیا۔

؎ الانبیاء۔ باب قول اللہ عزوجل وواعدنا موسیٰ اربعین لیلۃ ص۴۸۱ باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام۔

ثانی ۔ تفسیر۔ الاعراف باب قولہ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا ص۶۶۰ ۔ الدیات باب اذا لطم المسلم یہودیا ص۱۰۲۱

دو طریقے سے ۔ التوحید۔ باب وکان عرشہ علی الماء ص۱۱۰۴ ج ۲ مسلم۔ الانبیاء ص۲۶۷ ابوداؤد۔ السنۃ۔ مسند امام احمد جلد ثالث ص ۴۱،۳۰

لامحالہ علمار نے حدیث کے ان ارشادات کی مختلف توجیہات کی ہیں ان میں سب سے موزون جواب یہ ہے۔ انبیارکرام کی ایک کی دوسرے پر فضیلت قیاس سے نہیں جانی جاسکتی۔ بلکہ اس کا دار ومدار اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر ہے۔ چونکہ اس وقت تک اللہ عزوجل یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلت مطلقہ یا انبیارکرام کے ما بین تفضیل کے مدارج بیان نہیں فرمائے تھے ان صحابی نے جو کچھ فرمایا تھا اپنے قیاس سے فرمایا تھا اس سے منع فرمایا کہ اپنے قیاس سے ایک نبی کو دوسرے نبی پر فضیلت نہ دو۔ جب اس بارے میں تم کو کوئی تفضیل بتادی جائے تو اس وقت اس کے مطابق اعتقاد رکھو۔ جیسا کہ خود سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، انا سید ولد آدم ولا فخر وغیرہ وغیرہ

دوسرا جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ یہ بر سبیل تواضع فرمایا۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نفس نبوت میں تفضیل سے ممانعت ہے۔ چوتھا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس طرح تفضیل سے ممانعت ہے کہ دوسرے نبی کی تحقیر لازم آئے۔

فان الناس یصعقون صعق کے معنی بیہوش ہونے کے ہیں کبھی کبھی یہ موت کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ الصعق والصعقۃ الھلاک۔ والموت۔ صراح میں ہے قولہ تعالیٰ نصعق من فی السموات والارض (ای مات) حدیث میں یصعقون کے معنی عام ہیں جو بیہوشی اور موت دونوں کو شامل ہیں جیساکہ آیت کریمہ

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰہُ
جب صور پھونکا جائے گا تو آسمان وزمین میں جتنے لوگ ہیں سب بیہوش ہوجائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔

اس آیت میں صعق اپنے معنی عام میں وارد ہے۔ اس لئے کہ نفخ اولیٰ کے بعد جو لوگ زندہ موجود ہونگے جن پر ایک آن کے لئے بھی موت طاری نہیں ہوئی ہے۔ وہ سب مرجائیں گے اور وہ لوگ جن پر موت طاری ہوئی اور پھر وہ زندہ کردیے گئے جیسے حضرات انبیار کرام علیہم السلام کہ وعدۂ الٰہی کے تکمیل کے لئے ایک آن کے لئے ان پر موت طاری ہوئی مگر پھر اسی آن میں حقیقی جسمانی دنیوی حیات عطا کردی گئی۔ جیساکہ خود ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق ؎
اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر انبیار کرام کے جسموں کو کھانا حرام فرمادیا، تو اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دیجاتی ہے۔

یہ حضرات صرف بیہوش ہوں گے۔ رہ گئے وہ لوگ جو مرنے کے بعد دفن کئے جاچکے ہیں ان پر نفخۂ اولیٰ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

فائدہ قیامت کے دن دو نفخے ہوں گے (یعنی دو بار صور پھونکا جائے گا۔ نفخۂ اولیٰ کے اثر سے سارا عالم

؎ ابن ماجہ الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۱۹

ماسوی اللہ فنا ہو جائے گا سوائے مخصوص طبقہ کے۔ پھر چالیس دن کے بعد دوبارہ) صور پھونکا جائے گا جس کے اثر سے سب لوگ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ فرمایا گیا۔

فَإِذَا نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ — جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو وہ لوگ کھڑے دیکھتے رہیں گے

اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ اس حدیث میں اول بمعنیٰ حقیقی ہے۔ یعنی قیامت کے دن ساری کائنات سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے بھی پہلے۔ افاقہ کے بعد حضرت موسیٰ کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے دیکھنا اس کو مستلزم نہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوش میں آئیں گے۔ اس کا امکان ہے کہ افاقہ اور حضرت موسیٰ کے ملاحظہ کے زمانہ کے مابین کچھ وقفہ ہو۔

اس حدیث میں اول حقیقی مراد ہونا اس لئے متعین ہے۔ کہ معنی حقیقی سے پھیرنے والا کوئی قرینہ نہیں۔ نیز یہ کہ یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی خصوصیت خاصہ بیان فرما رہے ہیں۔ جس پر حدیث کا سیاق دلیل ہے۔ اور یہ وصف خصائص میں سے اسی وقت ہوگا جب کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو۔ اس کی تائید مسلم شریف کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا۔

واول من ینشق عنہ القبر واول شافع واول مشفع — میں سب سے پہلا ہوں جو لوگ قبروں سے نکلیں گے اور میں سب سے پہلا شافع اور سب سے پہلا مشفع ہوں۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ۔ اول شافع۔ اور۔ اول مشفع۔ میں اولیت حقیقی ہے۔ یہ اس کی مؤید ہے کہ۔ اول من تنشق۔ میں بھی اولیت حقیقی ہو تاکہ کلام کا تناسب برقرار رہے۔

جوسب یعنی کوہ طور پر رویت باری کے بعد جو بیہوشی طاری ہوئی تھی اس کے عوض نفخۂ اولیٰ کے بعد کی بیہوشی سے محفوظ رہے۔

اس یہودی کو صحابی نے تھپڑ مارا تھا۔ اور وہ معاہد اور ذمی تھا۔ جیسا کہ خود بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اس نے یہ عرض کیا کہ میں معاہد اور ذمی ہوں تو چاہیے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے قصاص دلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن بطال نے کہا کہ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ مسلم اور ذمی کے درمیان قصاص نہیں۔ توضیح میں یہ ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ ہمارے یہاں تفصیل ہے گھونسا اور چپت وغیرہ میں قصاص نہیں۔ جب تک کہ زخم نہ ہو۔ جب کسی چوٹ سے زخم ہو جائے تو اس میں قصاص یا دیت (مالی تاوان) واجب ہے۔

بَابُ مَنْ رَدَّ اَمْرَ السَّفِيهِ وَالضَّعِيفِ الْعَقْلِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ حَجَرَ عَلَيْهِ الْاِمَامُ۔ ص ۳۲۵ — جس نے بے وقوف اور کمزور عقل کے معاملہ کو رد کر دیا اگرچہ امام نے اس پر پابندی نہ لگائی ہو۔

ت ۴۶۷

وَقَالَ مَالِكٌ إِذَا كَانَ لِرَجُلٍ عَلَى رَجُلٍ مَالٌ وَلَهُ عَبْدٌ لَا شَيْءَ لَهُ غَيْرُهُ وَعَاتَقَهُ لَمْ يَجُزْ عِتْقُهُ۔

امام مالک نے کہا۔ جب کسی شخص کا کسی شخص پر مال ہو اور اس کے پاس ایک غلام کے علاوہ کچھ اور نہ ہو اور وہ غلام کو آزاد کرے تو اس کا آزاد کرنا درست نہیں۔

تشریحات ۴۶۷

امام مالک کا یہ ارشاد ان کے موطا میں مذکور ہے۔ سفیہ۔ اور ضعیف العقل بعض علمار کے نزدیک از خود مجور ہیں۔ اگرچہ حاکم نے اس کے مجور ہونے کا حکم نہ دیا ہو۔ اور کچھ علمار یہ کہتے ہیں کہ حاکم کے حکم کے بعد مجور ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ ہمارے یہاں کم عقلی کی وجہ سے حجر جائز نہیں۔ البتہ صاحبین نے فرمایا کہ ایسے تصرفات میں حجر درست ہے جو ہزل کے ساتھ صحیح نہیں۔ جیسے بیع وغیرہ۔ اور جو تصرفات ہزل کے ساتھ درست ہیں جیسے طلاق وغیرہ ان میں حجر صحیح نہیں۔

بَابُ كَلَامِ الْخُصُومِ بَعْضِهِمْ فِي بَعْضٍ ص ۳۲۶ مدعی، مدعی علیہ کا آپس میں بات کرنا۔

حدیث ۱۲۸۱

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا وَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ هٰذَا يَقْرَأُ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ لِي أَرْسِلْهُ ثُمَّ قَالَ لَهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ فَقَالَ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ بیان کرتے تھے۔ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام کو سورہ فرقان اس کے علاوہ اور طریقے سے پڑھتے ہوئے سنا۔ جیسے میں پڑھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پڑھایا تھا۔ قریب تھا کہ میں جلدی کر بیٹھتا مگر میں نے ان کو مہلت دیدی جب وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے ان کی چادر پکڑ کر کھینچا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا اور میں نے عرض کیا حضور! آپ نے جیسے مجھے قرآن پڑھایا تھا اس کے علاوہ اور طریقہ سے یہ پڑھ رہا ہے۔ تو حضور نے مجھے فرمایا کہ اسے چھوڑ دے پھر اس سے فرمایا پڑھ تو اس نے پڑھا۔ فرمایا

ثُمَّ قَالَ لِي اِقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هٰكَذَا اُنْزِلَتْ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰى

اس طرح سورہ نازل کی گئی ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا تو میں نے پڑھا۔ فرمایا اس طرح بھی نازل کی گئی ہے۔ بیشک

سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فَاقْرَأُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔ ے

قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ اسمیں سے جو تمہیں آسان ہو پڑھو۔

تشریحات ۱۳۸۱ فضائل القرآن کی روایتوں سے ظاہر ہے کہ ہشام بن حکیم نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا مجھے اتنا غصہ آیا کہ قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان سے لڑ پڑتا لیکن میں نے صبر کیا یہاں تک کہ جب سلام پھیر چکے تو میں ان کی چادر پکڑ کر حضور کی خدمت میں لے گیا۔

علیٰ سبعۃ احرف اس سے کیا مراد ہے اس بارے میں علماء کے مابین شدید اختلاف ہے علامہ بدرالدین محمود عینی نے اس بارے میں دس مذہب گنایا ہے۔

اول:۔ اس سے قرأت سبعہ مراد ہے اس خادم کا رجحان یہی ہے البتہ اس پر ایک اشکال ہے قرآن ایک بار نازل ہوا ہے اور اس کی کوئی تشریح نہیں ملتی کہ جبریل امین ساتوں قرأت عرض کرتے تھے اس کا جواب علامہ عینی نے یہ دیا کہ نازل تو ایک ہی قرأت ہوئی لیکن ہر سال رمضان المبارک میں دورۂ قرآن کے وقت جبریل امین نے بقیہ قرأتیں پیش کی ہوں گی۔

اقول وھوالمستعان جس طرح اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ نزول قرآن کے وقت جبریل امین ساتوں قرأتیں پیش فرماتے تھے اسی طرح اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ دور کے وقت بقیہ قرأتیں پیش کی ہیں ـــــ بلکہ انزل علی سبعۃ احرف سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ جبریل امین ساتوں قرأتیں نزول کے وقت عرض کرتے تھے۔

دور کے وقت قرآن کا نزول نہیں ہوتا تھا بلکہ ما انزل کا عرض ہوتا تھا۔

ثانی:۔ اس سے مراد لغات ہیں زبان عرب کا ماہر جانتا ہے کہ عرب کے قبائل میں لغات کا کتنا اختلاف ہے۔ حتی کہ خود قریش کے مابین بھی۔ مراد یہ ہے کہ عرب کی سات سب سے زیادہ فصیح لغات میں قرآن نازل ہوا ہے، کچھ لوگوں نے اسے قریش کے ساتھ خاص کیا ہے یعنی قریش کی سات لغات میں کچھ لوگوں نے توسیع دیکر اسے مُضَر کے ساتھ خاص کیا ہے۔

ے ثانی فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف ص۷۴۷ باب من لم یر باسا ان یقول سورۃ البقرۃ ص۷۵۳ استتابۃ المعاندین باب ماجاء فی المتاولین ص۱۰۲۵ کتاب التوحید باب فاقرءوا ما تیسر من القرآن ص۱۱۲۶ مسلم مسافرین۔ ابوداؤد وتر۔ ترمذی قرآن۔ نسائی افتتاح۔ مؤطا قرآن۔ مسند امام احمد جلد اول ص۲۴

ثالث :۔ اس سے مراد ادائیگی کے سات طریقے ہیں مثلاً اِمالہ ، فتح ۔ ترقیق ۔ تفخیم ۔ تھمیز ۔ تسہیل ۔ ادغام اظہار ــــــ لیکن یہ خود آٹھ ہوگئے ابھی اس میں مد اور غنہ کا اضافہ باقی ہے اور تقریباً یہی حال بقیہ مذاہب کا بھی ہے اس لئے ہم اس کو ذکر نہیں کرتے ۔ بلکہ علامہ قرطبی نے پینتس توجیہ نقل کی ہیں لیکن سوا ہماری ذکر کردہ دو توجیہات کے کوئی توجیہہ میرے نزدیک وجیہہ نہیں ۔

بَابُ اِخْرَاجِ اَهْلِ الْمَعَاصِي وَالْخُصُوْمِ مِنَ الْبُيُوْتِ بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ ص ۳۲۶

اہل معاصی اور خصوم کو پہچاننے کے بعد گھروں سے نکال دینا ۔

ت ۴۶۸

وَقَدْ اَخْرَجَ عُمَرُ اُخْتَ اَبِیْ بَکْرٍ حِیْنَ نَاحَتْ ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر کی بہن کو گھر سے نکال دیا جب انھوں نے نوحہ کیا ۔

تشریحات ۴۶۸

اس تعلیق کو ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے ۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نوحہ کی مجلس قائم کی ۔ حضرت عمر نے انھیں منع کیا ۔ مگر وہ نہیں مانیں ۔ اس پر ہشام بن ولید سے کہا کہ ابو قحافہ کی بیٹی ام فروہ کے پاس جاؤ وہ گئے اور انھوں نے چند درے لگائے اس پر تمام نوحہ کرنے والی منتشر ہوگئیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب اللقطۃ ص۳۲۷

باب اذا اخبرہ رب اللقطۃ بالعلامۃ دفع الیہ ص۳۲۷

جب لقطہ (گم شدہ چیز) کا مالک علامت بتا دے تو وہ چیز اسے دے دے۔

حدیث ۱۳۸۲

سمعت سوید بن غفلۃ قال لقیت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ

سوید بن غفلہ نے کہا کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملاقات کی۔ تو انھوں نے کہا

فقال اخذت صرۃ فیھا مائۃ دینار فاتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

میں نے ایک تھیلی لے لی تھی جس میں سو دینار تھے۔ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو

فقال عرفھا حولا فعرفتھا فلم اجد من یعرفھا ثم اتیتہ فقال عرفھا

فرمایا۔ اس کی ایک سال تک تشہیر کر، میں نے کی لیکن اس کا جاننے والا مجھے کوئی نہیں ملا، پھر میں حضور کی

حولا فعرفتھا فلم اجد ثم اتیتہ ثالثا فقال احفظ وعاءھا وعددھا

خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا سال بھر اور تشہیر کر۔ میں نے کی۔ پھر نہیں پایا، اب تیسری بار خدمت اقدس میں

ووکاءھا فان جاء صاحبھا والا فاستمتع بھا فاستمتعت فلقیتہ بعد بمکۃ

حاضر ہوا تو فرمایا اس کا برتن اس کا عدد اور اس کی بندش کو محفوظ رکھو۔ اب اگر اس کا مالک آجائے تو اسے دیدو۔

قال لا ادری ثلثۃ احوال او حولا واحدا۔ ؎

ورنہ اسے اپنے کام میں لاؤ۔ میں نے اس کو خرچ کر دیا۔ (شعبہ نے کہا) میں نے اس کے بعد مکہ میں سلمہ سے ملاقات کی تو

سلمہ نے کہا میں نہیں جانتا تین سال یا ایک سال

؎ باب ھل یاخذ اللقطہ ص۳۲۹ ۔ مسلم ۔ ابو داؤد، لقطہ ۔ ترمذی، احکام ۔ نسائی ۔ لقطہ ۔

ابن ماجہ، احکام ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۲۶ ۔

تشریحات ۱۳۸۲

سوید بن غفلہ نے کہا میں سلیمان بن ربیعہ اور زید بن صوحان کے ساتھ ایک غزوہ میں تھا، تو میں نے ایک کوڑا پایا، ان دونوں نے مجھ سے کہا، اسے پھینک دے۔ میں نے کہا نہیں پھینکوں گا۔ لیکن اگر اس کا مالک مل جائے گا تو اسے دیدوں گا، ورنہ میں خود اس سے نفع حاصل کروں گا۔ جب ہم غزوہ سے لوٹے تو حج کے ارادے سے چلے، اور مدینے سے گذرے، تو میں نے ابی بن کعب سے پوچھا تو انھوں نے یہ پوری حدیث بیان کی۔

عرّفها حولا لقطے کی سال بھر تک تشہیر کی جائے گی، اگر سال پورا ہونے پر اس کا مالک نہیں آیا تو جس نے اسے پایا ہے وہ اس کو صدقہ کر سکتا ہے اور اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں بھی لا سکتا ہے، لیکن اگر اس کے بعد اس کا مالک آئے گا تو اسے تاوان دینا ہوگا۔ ایک سال سے زائد تشہیر کرنا واجب نہیں، اس حدیث میں خود راوی سے شک ہوا ہے جیسا کہ بعد میں مذکور ہے۔ کہ سلمہ نے کہا مجھے یاد نہیں کہ تین سال کہا تھا کہ ایک سال۔ ابھی اس کے بعد زید بن خالد جہنی کی حدیث آرہی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عَرِّفْهَا سَنَةً۔ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ تشہیر صرف ایک سال تک ہے۔

بَابُ ضَالَّةِ الْإِبِلِ ص۳۲۷ گم شدہ اونٹ کا بیان

حدیث ۱۳۸۳

حَدَّثَنِي يَزِيدُ مَوْلَى الْمُنْبَعِثِ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِي

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ایک اعرابی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پڑی ہوئی چیز کے بارے میں پوچھا کہ کیا کیا جائے۔ فرمایا ایک سال تک

فَسَأَلَهُ عَمَّا يَلْتَقِطُهُ فَقَالَ عَرِّفْهَا سَنَةً ثُمَّ اعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَاءَهَا

اس کی تشہیر کر۔ اور اس کی تھیلی اور اس کی بندش کو مشہور کر۔ اب اگر تیرے پاس کوئی آئے اور اسکے

فَإِنْ جَاءَ أَحَدٌ يُخْبِرُكَ بِهَا وَإِلَّا فَاسْتَنْفِقْهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ضَالَّةُ

بارے میں تجھے خبر دے فبہا، ورنہ اسے خرچ کر دے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ گم شدہ بکری کا کیا حکم

الْغَنَمِ قَالَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ فَقَالَ ضَالَّةُ الْإِبِلِ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ

ہے فرمایا تیرے لئے ہے یا تیرے بھائی کے لئے یا بھیڑیے کے لئے ہے۔ پھر اس نے پوچھا گم شدہ اونٹ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاءُهَا

کے بارے میں کیا ارشاد ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا اور فرمایا تمہیں اس سے

وَسِقَاؤُهَا تَرِدُ الْمَاءَ وَتَاكُلُ الشَّجَرَ [مہ]

اور اسے تم سے کیا مطلب اس کے ساتھ اس کا جوتا اور اس کی مشک ہے پانی پر جائے گا درخت کھائے گا۔

تشریحات ۱۳۸۳ کہیں پر کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس کو یہ اطمینان ہے کہ میں اس کے مالک کو تلاش کرکے دے دوں گا تو اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ شاید میں خود ہی رکھ لوں اور مالک کو تلاش نہ کروں تو بہتر یہ ہے کہ نہ اٹھائے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ مالک کو نہ دوں گا تو اٹھانا ناجائز۔ اور اس نیت سے اٹھانا کہ خود ہی رکھ لوں گا حرام ہے اور یہ بمنزلہ غصب ہے۔ اور اگر یہ ظن غالب ہو کہ اگر نہ اٹھاؤں گا تو یہ چیز ضائع اور ہلاک ہو جائے گی تو ضرور اٹھا لینا چاہیے۔ ہر قسم کی پڑی ہوئی چیز کا اٹھانا جائز ہے مثلاً سامان روپیہ پیسہ جانور حتی کہ اس زمانہ میں اونٹ کو بھی اس لئے کہ اب زمانہ ایسا ہے کہ اگر اونٹ کو چھوڑ دیا جائے گا تو کوئی نہ کوئی لے جائے گا اور ہضم کر جائے گا۔ لقطہ ملتقط (اٹھانے والا) کے ہاتھ میں امانت ہے اگر ضائع ہو جائے تو تاوان نہیں بشرطیکہ اٹھانے والا اٹھاتے وقت کسی کو گواہ بنالے اگر چہ اسی حد تک کہ لوگوں سے کہہ دے کہ اگر کوئی شخص اپنی گمی ہوئی چیز تلاش کرتا ہوا آئے تو میرے پاس بھیجدینا۔ اور اگر گواہ نہ کیا تو تلف ہونے کی صورت میں تاوان دینا پڑے گا۔ مگر جب کہ وہاں کوئی نہ ہو یا اتنا موقع نہیں ملا کہ گواہ بناتا یا یہ ڈر ہو کہ گواہ بناؤں گا تو ظالم چھین لیں گے تو تاوان نہیں۔ ملتقط پر تشہیر لازم ہے یعنی بازاروں شارع عام اور مساجد میں اتنے زمانہ تک اعلان کرے کہ ظن غالب ہو جائے کہ مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا۔ ہمارے یہاں اس کی کوئی میعاد مقرر نہیں اور حدیث میں سال کی قید اس عہد کے لحاظ سے تھی جتنے دنوں میں ملتقط کو اس کا ظن غالب ہو جائے کافی ہے۔ اس ظن غالب کے بعد ملتقط کو اختیار ہے کہ لقطہ کو بحفاظت تمام رکھے یا کسی مسکین پر تصدق کردے بلکہ اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں لائے۔ تصدق کے بعد اگر مالک آگیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے تو صدقہ کو نافذ کردے چاہے تو نافذ نہ کرے۔ اور اگر نافذ نہیں کیا اور وہ چیز موجود ہے تو اسے لے لے اور اگر ہلاک ہو گئی ہے تو تاوان لے سکتا ہے۔

مہ باب ضالۃ الغنم ص۳۲۸ باب اذا لم یوجد صاحب اللقطۃ ص۳۲۸ باب اذا جاء صاحب اللقطۃ بعد سنۃ ص۳۲۹ باب من عرف اللقطۃ ص۳۲۹۔ العلم باب الغضب فی الموعظۃ ص۱۹ المساقاۃ۔ باب شرب الناس والدواب من الانہار ص۳۱۹۔ الطلاق باب حکم المفقود فی اھلہ ومالہ ص۷۹۷ الادب، باب مایجوز من الغضب والشدۃ ص۹۰۳ مسلم، ابوداؤد، لقطہ، ترمذی، احکام، ابن ماجہ، لقطہ، موطا، اقضیہ۔ مسند امام احمد جلد رابع ص۱۱۶۔

مَالَكَ وَلَهَا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر گم شدہ اونٹ کہیں ملے تو اس کو پکڑا نہ جائے چھوڑ دیا جائے۔ علت یہ بیان فرمائی کہ یہ چلنے پھرنے پر قادر ہے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں وہ گھوم گھما کر اپنے مالک کے پاس آجائے گا۔ لیکن اب جب کہ چور اتنے شاطر ہو چکے ہیں کہ موٹر تک غائب کر دیتے ہیں تو اونٹ کا محفوظ رہ جانا اور مالک تک پہونچنا بہت مشکل ہے اسلئے گمشدہ اونٹ کو بھی پکڑا جا سکتا ہے۔

بَابُ كَيْفَ تُعَرَّفُ لُقَطَةُ أَهْلِ مَكَّةَ ص ۳۲۸ اہل مکہ کے لقطہ کی تشہیر کیسے ہونی چاہیے۔

حدیث ۱۳۸۴

حَدَّثَنِيْ أَبُوْسَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثَنِيْ أَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ جب اللہ نے اپنے رسول پر مکہ کو فتح فرما دیا۔

عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَامَ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى

تو حضور خطبہ دینے کے لئے لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا۔ اللہ نے مکہ سے قتل کو روکا

عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْقَتْلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُوْلَهٗ وَالْمُؤْمِنِيْنَ

اور اس پر اپنے رسول اور مومنین کو قبضہ دیا۔ مکہ میرے پہلے کسی کے لئے بھی ہرگز حلال نہیں ہوا تھا

فَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِاَحَدٍ كَانَ قَبْلِيْ وَاِنَّهَا اُحِلَّتْ لِيْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ وَاِنَّهَا لَنْ تَحِلَّ

اور یہ میرے لئے دن میں تھوڑی دیر کے لئے حلال کیا گیا۔ اور میرے بعد کبھی کسی کے لئے ہرگز حلال

لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلٰى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا اِلَّا

نہ ہوگا۔ اس کے شکار کو بھڑکایا نہ جائے۔ خاردار درختوں کو صاف نہ کیا جائے۔ اور اس کی پڑی

لِمُنْشِدٍ وَمَنْ قُتِلَ لَهٗ قَتِيْلٌ فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ اِمَّا اَنْ يُّفْدٰى وَاِمَّا

ہوئی چیز کو نہ اٹھایا جائے۔ مگر وہ جو مالک کو تلاش کرنے کا ارادہ رکھے۔ اور جس کا کوئی آدمی قتل کیا

اَنْ يُّقِيْدَ فَقَالَ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّا نَجْعَلُهٗ لِقُبُوْرِنَا وَبُيُوْتِنَا فَقَالَ

جائے۔ اس کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے۔ یا تو فدیہ لے یا قصاص۔ اس پر عباس نے کہا۔ مگر اذخر

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَقَامَ اَبُوْشَاهٍ رَجُلٌ مِّنْ

اسلئے کہ ہم اسے اپنی قبروں اور گھروں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اُكْتُبُوْلِيْ يَارَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرمایا مگر اذخر۔ یمن کے ایک صاحب ابوشاہ نامی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اسے میرے لئے لکھوا دیں

اُكْتُبُوْا لِاَبِيْ شَاهٍ قُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ مَاقَوْلُهُ اُكْتُبُوْا لِيْ يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوشاہ کے لئے لکھدو (ولید بن سلمہ) نے کہا میں نے اوزاعی سے

الَّتِيْ سَمِعَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔[۱]

پوچھا۔ اکتبوا لی یارسول اللہ کا کیا مطلب۔ انھوں نے کہا وہ خطبہ جس کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

تشریحات ۱۳۸۴ کتاب العلم اور کتاب الدیات میں یہ زائد ہے کہ فتح مکہ کے سال بنی خزاعہ نے اپنے ایک مقتول کے عوض بنی لیث کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ جب اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور (مذکورہ بالا) خطبہ دیا۔

کتاب العلم کی روایت میں یہ تردید ہے حبس عن مکۃ القتل او الفیل۔ اور کچھ روایتوں میں صرف الفیل ہے۔ اور یہاں کتاب اللقطہ میں صرف، القتل ہے۔ مگر دوسرا نسخہ اس جگہ کا الفیل ہے۔ ظاہر ہے دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں۔

فھو بخیر النظرین یعنی اولیائے مقتول کو اختیار رہے کہ وہ ان دونوں باتوں میں سے جس کو بہتر سمجھیں اختیار کر لیں۔ دیت یا قصاص۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ قتل عمد میں ان دو باتوں میں سے ایک واجب ہے۔ قصاص یا دیت۔ قاتل دیت دینے پر راضی ہو یا نہ ہو۔ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ قتل عمد میں واجب صرف قصاص ہے۔ قرآن میں فرمایا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلىٰ۔ بقرہ۔ قتل میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔

نیز[۲] حضرت انس بن نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی پھوپھی نے ایک بچی کو اس زور کا تھپڑ مارا کہ بچی کا دانت ٹوٹ گیا ان کے گھر والوں نے ارش (مالی تاوان) پیش کیا۔ تو بچی کے اولیا راضی نہ ہوئے۔ انھوں نے معافی مانگی تو معاف بھی نہیں کیا اور معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

---

[۱] باب کتابۃ العلم ص۲۲ ثانی الدیات باب من قتل لہ قتیل فھو بخیر النظرین ص۱۰۱۶ مسلم الحج۔ ابوداؤد مناسک۔ علم، دیات، ترمذی دیات، نسائی، علم، ابن ماجہ دیات، مسند امام احمد ج۲ ص۲۳۸

[۲] بخاری ثانی الدیات باب السن بالسن ص۱۰۱۸۔

پیش کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا۔ اب انس بن نضر آئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ربیع کا دانت توڑا جائے گا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ اب بچی کے اولیاء نے معاف کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرما دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قتل عمد اور زخم عمد کی سزا صرف قصاص ہے۔ اگر سزا قصاص اور دیت کے درمیان دائر ہوتی تو جب لوگ ارش دے رہے تھے تو حضور فریق ثانی کو مجبور کرتے۔ مگر ان لوگوں کے ارش دینے پر رضا کے باوجود یہ فرمایا۔ کہ کتاب اللہ سے قصاص واجب ہے۔ یہ دلیل ہے کہ واجب صرف قصاص ہے۔ اولیائے مقتول کو اختیار نہیں چاہیں تو دیت لیں چاہیں تو قصاص لیں۔ یہ ارشاد اصل میں صلح کی طرف رہنمائی ہے۔ کہ قاتل اگر دیت دینے پر راضی ہے تو اولیاء کو غور کرنا چاہیئے کہ قصاص میں بہتری ہے یا دیت میں۔ جو انھیں اپنے حق میں بہتر معلوم ہو اسے اختیار کریں۔

بَابُ لَا يُحْلَبُ مَاشِيَةُ اَحَدٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ ص ۳۲۹ کسی کی مویشی اسکی بلا اجازت کوئی نہ دوہے۔

حدیث ۱۳۸۵

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ امْرِئٍ بِغَيْرِ اِذْنِهٖ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تُؤْتٰى مَشْرُبَتُهٗ فَتُكْسَرَ خِزَانَتُهٗ فَيُنْتَقَلَ طَعَامُهٗ فَاِنَّمَا تَخْزُنُ لَهُمْ ضُرُوْعُ مَوَاشِيْهِمْ اَطْعِمَاتِهِمْ فَلَا يَحْلُبَنَّ اَحَدٌ مَاشِيَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؎

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی کسی کی مویشی اس کی اجازت کے بغیر ہرگز نہ دوہے۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ پسند ہے کہ کوئی تمہارے بالاخانے پر آکر خزانہ توڑ کر تمہاری غذا اٹھالے جائے۔ مویشیوں کے تھن مالکوں کے کھانے کے خزانے ہیں اسلیئے اجازت کے بغیر کسی کی مویشی کوئی ہرگز نہ دوہے۔

؎ مسلم القضاء، ابوداؤد الجھاد۔

تشریحات ۱۳۸۵

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا معمولی مال بھی اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔ اس بارے میں صریح احادیث وارد ہیں۔ اور جو بعض روایتوں سے دودھ کا جواز متبادر ہوتا ہے۔ وہ ابتداء اسلام کا واقعہ ہے۔ اور وہ اس وقت کے اہل عرب کی عادت اور تعامل کی بنا پر تھا۔

بَابٌ ص ۳۲۹

حدیث ۱۳۸۶

عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

ہجرت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں چلا۔ تو ایک بکری

قَالَ اِنْطَلَقْتُ فَاِذَا اَنَا بِرَاعِیْ غَنَمٍ یَسُوْقُ غَنَمَہٗ فَقُلْتُ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ لِرَجُلٍ مِّنْ قُرَیْشٍ

کے چرواہے کو دیکھا کہ بکری ہانکنے لئے جارہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تو کس قبیلہ کا ہے تو اس نے قریش کے ایک

فَسَمَّاہُ فَعَرَفْتُہٗ فَقُلْتُ ھَلْ فِیْ غَنَمِكَ مِنْ لَبَنٍ قَالَ نَعَمْ فَقُلْتُ فَھَلْ اَنْتَ حَالِبٌ

شخص کا نام لیا تو میں اسے پہچان لیا پھر میں نے پوچھا کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے۔ میں نے

لِیْ قَالَ نَعَمْ فَاَمَرْتُہٗ فَاعْتَقَلَ شَاۃً مِّنْ غَنَمِہٖ ثُمَّ اَمَرْتُہٗ اَنْ یَّنْفُضَ ضَرْعَھَا مِنَ الْغُبَارِ

کہا تو میرے لئے دودھ دیگا۔ اس نے کہا ضرور اب میں نے اس کو حکم دیا تو اس نے ایک بکری کی ٹانگیں رسی سے باندھیں

ثُمَّ اَمَرْتُہٗ اَنْ یَّنْفُضَ کَفَّیْہِ فَقَالَ ھٰکَذَا ضَرَبَ اِحْدٰی کَفَّیْہِ بِالْاُخْرٰی فَحَلَبَ کُثْبَۃً مِّنْ

پھر میں نے اس سے کہا کہ بکری کے تھن کو غبار سے جھاڑ لے پھر میں نے کہا اپنی ہتھیلیوں کو بھی جھاڑ لے۔ تو اس نے

لَبَنٍ وَقَدْ جَعَلْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِدَاوَۃً عَلٰی فِیْھَا خِرْقَۃٌ فَصَبَبْتُ عَلَی

اس طرح ایک ہتھیلی کو دوسری پر مارا اور ایک پیالہ دودھ دوہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ایک

اللَّبَنِ حَتّٰی بَرَدَ اَسْفَلُہٗ فَانْتَھَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِشْرَبْ

چمڑے کا برتن خاص کر لیا تھا۔ اور اس کے منہ پر کپڑا رکھ لیا تھا۔ دودھ میں پانی ڈالا یہاں تک کہ اس کا نچلا حصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اب

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَشَرِبَ حَتّٰی رَضِیْتُ۔ ے

اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا اسے پیجئے یا رسول اللہ! حضور نے نوش فرمایا یہاں تک کہ میرا دل باغ باغ ہو گیا۔

حاشیہ اگلے صفحہ پر

تشریحات ۱۲۸۶

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس دودھ کا لینا اور پینا اسی عرف اور تعامل پر تھا جو اس وقت پورے عرب میں رائج تھا۔ یہ حدیث ہجرت کی طویل حدیث کا جز ہے۔ امام بخاری اس حدیث کو یہ افادہ فرمانے کے لئے لائے ہیں کہ اگر کہیں کی یہ عادت ہو کہ مسافروں کے لئے یہ اجازت ہوتی ہے کہ وہ ضرورت مند ہوں تو مویشیوں کا دودھ پی سکتے ہیں تو انھیں مویشیوں کا دودھ پینا ممنوع نہیں۔

مطابقت اس حدیث پر امام بخاری نے باب بلاعنوان رکھا ہے یہ بمنزلہ فصل ہے۔ اس تقدیر پر اسکے پہلے والے باب سے مناسب ہونا ضروری ہے۔ مگر اس سے بھی قطعاً کوئی مناسبت نہیں۔ اگر کچھ مناسبت ہے تو اس کے تین باب کے پہلے والے باب۔ لا یحلب ماشیۃ احدٍ،، سے ہے۔ اس تقدیر پر اسے اس کے متصل ہونا لازم تھا۔ بہر حال یہاں اس کا ہونا غیر موزوں ہے۔

مـہ المناقب۔ علامات النبوۃ ص۵۱۰ باب فضائل المہاجرین ص۵۱۵
باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۵۵۵۔ ص۵۵۵۔ ثانی۔ الاشربۃ
باب۔ شرب اللبن ص۸۳۹ مسلم۔ الاشربۃ۔ ھجرۃ، الزھد۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَبۡوَابُ الۡمَظَالِمِ وَالۡقِصَاصِ ص ۳۳۰ ظلم اور قصاص کا بیان

بَابُ فِی الۡمَظَالِمِ وَالۡغَصَبِ وَقَوۡلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَاتَحۡسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ۔ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡہِ الۡاَبۡصَارُ مُھۡطِعِیۡنَ مُقۡنِعِیۡ رُؤُسِھِمۡ اَلۡمُقۡنِعُ وَالۡمُقۡمَحُ وَاحِدٌ۔ لَایَرۡتَدُّ اِلَیۡھِمۡ طَرۡفُھُمۡ وَاَفۡئِدَتُھُمۡ ھَوَاءٌ جُوۡفًا لَاعُقُوۡلَ لَھُمۡ وَاَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡھِمُ الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَا اَخِّرۡنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ نُّجِبۡ دَعۡوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ (الی قولہ) اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ ذُوۡانۡتِقَامٍ۔ (ابراہیم آیات ۴۲ تا ۴۷)

مظالم اور غصب اور اللہ عزوجل کے ان ارشادات کے بیان میں۔ ظالموں کے کام سے اللہ کو بے خبر ہرگز مت جاننا۔ انھیں صرف اس دن کیلئے ڈھیل دیرہا ہے جس دن آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی بے تحاشا دوڑتے ہوئے سر اٹھائے نکلیں گے اس حالت میں کہ ان کی پلک ان کی طرف لوٹتی نہ ہوگی۔ اور ان کے دل ہوا ہوں گے لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا تو ظالم کہیں گے۔ اے ہمارے رب تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیری دعوت مان لیں اور رسولوں کی پیروی کریں۔ (سینتالیسویں آیت تک) بیشک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے۔

وَقَالَ مُجَاھِدٌ مُھۡطِعِیۡنَ مُدِیۡمِی النَّظَرِ وَیُقَالُ مُسۡرِعِیۡنَ۔

توضیح باب عام نسخوں میں ابواب المظالم والقصاص نہیں۔ اور مستملی کے نسخے میں باب فی المظالم والغصب میں باب کی جگہ کتاب ہے۔ ظلم اور غصب کے حرام قطعی کے ثبوت اور اس پر شدید وعید کے اظہار کے لئے سورۂ ابراہیم کی پانچ آیتیں تحریر کر دی ہیں۔ ان آیات کے بعض کلمات کی کہیں کہیں تفسیر بھی کردی ہے۔ مقنعی رؤسہم کی تفسیر رافعی رؤسہم سے کی۔ یعنی وہ قبروں سے سر اٹھائے ہوئے نکلیں گے۔ پھر لکھا۔ کہ المقنع اور المقمح ایک ہی ہے۔ یعنی دونوں کے معنی ایک ہیں۔ یعنی سر اٹھانیوالا ثعلب نے حکایت کی۔ کہ اقنع اضداد میں سے ہے۔ اس کے معنی سر اٹھانے کے بھی ہیں اور سر جھکانے کے بھی۔ اور یہاں دونوں بن سکتے ہیں۔ خوف و دہشت میں انسان دونوں حرکتیں کرتا ہے۔ سر اٹھاتا بھی ہے اور جھکا بھی لیتا ہے۔ ہمارے استعمال میں رشیدیہ کا جو نسخہ ہے اس میں۔ المقنعی والمقمح چھپا ہے۔ یعنی المقنعی جمع کے صیغے کے ساتھ یہ غلط ہے۔ صحیح واحد کا صیغہ بغیر یا کے اَلۡمُقۡنِعُ ہے۔ وافئدتہم ھواء جوفا لاعقول لہم۔ جُوۡفٌ اجوف کی جمع ہے۔ کھوکھلی چیز۔ عقول یہ مصدر ہے معنی میں سمجھ کے۔ یعنی اتنے

بدحواس ہوں گے کہ عقل جواب دے جائے گی۔ اور کچھ بھی سمجھ بوجھ باقی نہ رہے گی۔

وقال مجاھد مھطعین کا مصدر اھطاع ہے۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔ کہ پلک نہ جھپکے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں۔

المظالم۔ مظلمۃ کی جمع ہے۔ یہ مصدر میمی ہے۔ ظلم کے معنی میں۔ نیز مظلمۃ۔ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو ظلماً لی گئی ہو۔ ظلم کا معنی مشہور یہ ہے۔ کسی چیز کو اس کی اس جگہ کے علاوہ کہیں اور رکھنا جو شریعت نے مقرر کی ہے۔ اور ایک معنی یہ بھی ہیں۔ دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا۔ غصب کے ایک معنی یہ ہیں۔ کسی کا مال ظلم اور تعدی سے لے لینا۔ اور ایک معنی یہ ہیں۔ غیر کا مال ظلماً لینا۔ اور ایک یہ بھی ہے۔ غیر کا حق ناحق لینا۔ معنی کے اعتبار سے سب ایک ہی ہیں۔

بَابُ قِصَاصِ الْمَظَالِمِ ص۳۳۰ ظلم کا بدلہ

حدیث ۱۳۸۷

عَنْ اَبِی الْمُتَوَکِّلِ النَّاجِیْ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ

ہیں۔ کہ فرمایا۔ جب مومن جہنم سے نجات پا جائیں گے۔ تو جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک دیے

حُبِسُوْا بِقَنْطَرَۃٍ بَیْنَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَیَتَقَاصُّوْنَ مَظَالِمَ کَانَتْ بَیْنَہُمْ فِی الدُّنْیَا

جائیں گے اب ان کے درمیان جو حقوق دنیا میں ہونگے ان کا ایک دوسرے سے بدلہ دلایا جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائیں گے

حَتّٰی اِذَا مَا نُقُّوْا وَ ھُذِّبُوْا اُذِنَ لَہُمْ بِدُخُوْلِ الْجَنَّۃِ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ

تو انھیں جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ تم لوگ

لَاَحَدُھُمْ بِمَسْکَنِہٖ فِی الْجَنَّۃِ اَدَلُّ بِمَسْکَنِہٖ کَانَ فِی الدُّنْیَا[1]

جنت میں اپنے مسکن کو دنیا کے مسکن سے زیادہ پہچانو گے۔

تشریحات ۱۳۸۷

اذاخلص۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ جہنم پر پل صراط قائم ہوگا۔ سب اہل محشر کو اس پر گذرنا لازم ہوگا۔ جو لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے وہ جہنم میں گر پڑیں گے۔ اور

---

[1] الثانی الرقاق۔ باب القصاص یوم القیامہ ص۹۶۷ مسلم الایمان مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۳

جو لوگ جہنم کے مستحق نہ ہوں گے وہ پل صراط پار کرلے جائیں گے۔ خلص سے پل صراط پار کر لینا مراد ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے پل پر روکے جائیں گے اور وہاں حقوق العباد کی بنا پر ایک دوسرے سے بدلہ لیا جائے گا۔ اس کے بعد جنت میں جانا نصیب ہوگا۔

فیتقاصون ابن بطال نے کہا۔ یہ مقاصہ۔ یعنی ایک دوسرے سے بدلہ لینا کچھ لوگوں کے ساتھ خاص ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں نیکیوں سے زائد ہونگی وہ جہنم میں جائیں گے وہ اسکے مورد نہیں مراد یہ ہے کہ جن پر تھوڑے حقوق واجب ہوں گے۔ یا معاملہ ایسا ہو کہ فریقین میں ہر ایک کے حقوق دوسرے پر ہوں ان کا معاملہ یہاں طے ہوگا جیسے بھی اللہ عزوجل چاہے ایک کی نیکیاں دوسرے کو دیکر یا ایک کی برائیاں دوسرے پر حمل کرکے یا اپنے فضل سے صاحب حق کو کچھ دے کر راضی کرکے۔ یہاں یتقاصون۔ اگرچہ باب تفاعل سے ہے جس کے معنی تشارک ہے مگر یہ ضروری نہیں۔ کبھی بلا مشارکت مجرد کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باعتبار اغلب اکثر کے فرمایا گیا ہو۔ ظاہر یہی ہے کہ یہاں مظالم سے ہر قسم کے مظالم مراد ہیں۔ خواہ وہ مالی ہوں یا آبرو ریزی گالی گلوج وغیرہ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی جنت کا مستحق اس حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگا کہ اس پر کسی بندے کا کوئی حق ہو۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ؁۳۳ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

حدیث ۱۳۸۸

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ الْمَازِنِیِّ قَالَ بَیْنَمَا اَنَا اَمْشِیْ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا آخِذٌ بِیَدِہٖ اِذْ عَرَضَ رَجُلٌ قَالَ کَیْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی النَّجْوٰی فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُدْنِی الْمُؤْمِنَ فَیَضَعُ عَلَیْہِ کَنَفَہٗ

صفوان بن محرز نے کہا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑے ہوئے ان کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا۔ سرگوشی کے بارے میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا سنا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل مومن کو اپنے قریب فرمائے گا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) اور اس پر اپنا پردہ

وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَىْ رَبِّ

ڈال کر چھپائے گا۔ اور فرمائے گا۔ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ کیا تو فلاں گناہ جانتا ہے؟ بندہ عرض

حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِىْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِى الدُّنْيَا

کرے گا ہاں اے رب۔ یہاں تک بندے سے تمام گناہوں کا اقرار کرالے گا۔ بندہ یہ سمجھے گا کہ وہ ہلاک ہوا۔

وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكَافِرُوْنَ وَالْمُنَافِقُوْنَ

کہ اللہ عزوجل فرمائے گا۔ میں نے دنیا میں تیری گناہوں پر پردہ ڈال رکھا تھا اور آج بخش دیتا ہوں اور اسے

فَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ؎

اس کی نیکیوں کا دفتر عطا فرمائے گا۔ وہ گئے کافر اور منافق توانکے بارے میں یہ آیا ہے کہ ان کے گواہ کہیں گے۔ انھوں نے اپنے رب کو جھٹلایا۔ سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

تشریحات ۱۳۸۸

النجوی۔ یہ مناجات کا اسم مصدر ہے۔ اس کے معنی راز اور سرگوشی کرنے والے کے اور سرگوشی کے بھی ہیں۔ اس کا مادہ نجو ہے۔ اس کا معنی راز جو دو آدمیوں کے درمیان ہو۔ یہاں مراد وہ نجوی ہے جو قیامت کے دن اللہ اور اس کے بندے کے مابین ہوگا۔ جو صرف اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہوگی۔ جس میں اللہ عزوجل انتہائی راز دارانہ طریقے سے بندوں کے گناہوں کو یاد دلائے گا۔ پھر معاف فرمادے گا۔ یہ اس کا خاص فضل ہوگا۔ جو اپنے کچھ گنہگار بندے پر فرمائے گا۔

یدنی اس کا مصدر اِدنار ہے۔ اس کے معنی قریب کرنے کے ہیں۔ اللہ عزوجل شہید وبصیر ہے بندہ کہیں بھی ہو اللہ عزوجل اس کے قریب ہے۔ اس لئے شراح نے اس اِدنار سے تقرب رُتبی مراد لیا ہے۔ نہ کہ تقرب مکانی۔

اقول وھوالمستعان۔ اس خادم کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد اظہار تقرب ہے۔ یعنی اللہ عزوجل اپنی کوئی خاص تجلی ظاہر فرمائے گا۔ جس سے بندہ یہ محسوس کرے گا۔ کہ وہ اللہ عزوجل سے قریب ہے، اور یہی تعبیر فیضع علیہ کتفہ و یسترہ کی بھی ہے۔ کہ اللہ عزوجل اپنے فضل خصوصی سے اس بندہ گنہگار کو اپنی تجلی میں ایسا چھپالیگا۔ کہ دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہے گا۔ اور جو کلام فرمائے گا۔ اس پر اس کے دوسرے بندے مطلع نہ ہونگے۔ اللہ عزوجل کی شانِ کریمی کا یہ ایک جلوہ ہے۔ کہ اپنے کسی گنہگار بندے پر یہ عنایت خصوصی فرمائے گا۔

بَابٌ لَا يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلَا يُسْلِمُهٗ ص۳۳۰ مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ اس پر ظلم ہونے دے۔

؎ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حدیث ۱۳۸۹ إِنَّ سَالِمًا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عسه

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرے نہ اس پر ظلم ہونے دے۔ اور جو اپنے بھائی کی حاجت میں رہے گا اللہ اس کی حاجت روا فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کرے گا۔ اور جو کوئی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

تشریحات ۱۳۸۹ اخوالمسلم۔ اس سے مراد اسلامی بھائی چارگی ہے۔ ہر وہ دو چیز جن کے مابین کوئی چیز متفق علیہ ہو ان پر اُخُوَّت کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسے تاجرین کی ایک برادری، فلّاحین کی ایک برادری۔ لایسلمہ۔ عرب والے بولتے ہیں۔ اسلم فلاں فلانا۔ جب کہ کسی کو کسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً دشمن یا کسی موذی کے حال پر۔ مطلب یہ ہوا کہ اس کو مصیبت یا ظلم سے بچایا نہیں۔ مسلمان کی مدد، مدد کرنے والے کے حال کے اعتبار سے کبھی فرض ہوتی ہے کبھی واجب کبھی مستحب۔ اور یہی تفصیل بعد کے ارشادات میں بھی ہے۔

من ستر اس سے مراد یہ ہے کہ کبھی اتفاقیہ کسی ایسے شخص کو جو گناہ کا عادی نہیں۔ چھپ چھپا کر گناہ کرتے دیکھا۔ تو اس خاص صورت میں بہتر یہی ہے کہ اس کو چھپایا جائے۔ لیکن جو بے باک علانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتے ہیں یا جن کی عادت ہے وہ اپنے فسق و فجور سے دوسرے کو نقصان پہنچاتے ہیں یا لوگوں کے اخلاق خراب کرتے ہیں۔ اس کے فسق و فجور کو بیان کرنا واجب ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا۔

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس — بدکار کے تذکرے سے بچتے ہو؛ کب لوگ اسے پہچانیں گے
اذکروہ بما فیہ یحذرہ الناس لے — اس میں جو برائی ہے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

پچھلے صفحہ کا حاشیہ
ثانی تفسیر سورہ ہود آیت ۱۸ قولہ ویقول الاشہاد صفحہ ۶۷۸ الادب باب ستر المومن صفحہ ۸۹۶ التوحید باب کلام الرب یوم القیٰمۃ صفحہ ۱۱۱۹ مسلم التوبہ۔ نسائی تفسیر، ابن ماجہ سنت، مسند امام احمد ثانی صفحہ ۷۴

عسه ثانی الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ صفحہ ۱۰۲۸ مسلم ابو داؤد، ترمذی، الحدود، نسائی الرحم، مسند امام احمد صفحہ ۹۱/۲

لے عمدۃ القاری ثانی عشر صفحہ ۲۸۹

کربۃ اس کے لغوی معنی وہ غم ہے جو جان کے ساتھ لگ جائے۔ مراد بڑی مصیبت ہے۔ عرب والے بولتے ہیں کربۃ الغم۔ جب کوئی مصیبت سخت ہو جائے۔

بَابٌ اَعِنْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا ص۳۳۰ اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔

اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ وَّحُمَیْدٌ سَمِعَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ یَّقُوْلُ قَالَ النَّبِیُّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا۔

کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔

حدیث ۱۲۹۰ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا نَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَیْفَ نَنْصُرُهٗ

فرمایا اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا یہ مظلوم کی مدد ہے ظالم کی مدد کیسے ہوگی

ظَالِمًا قَالَ تَاْخُذُ فَوْقَ یَدَیْهِ عہ

فرمایا اس کے ہاتھ کو پکڑ لے۔

تشریحات ۱۲۹۰ یہ ارشاد جوامع کلم اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ نوادر میں سے ہے جس کا مثل پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ ظالم کو ظلم سے روکنا یہ پسندیدہ فعل ہے لیکن کتنے لوگ ہیں جو ظالم کو ظلم سے روکتے ہیں۔ ظالم کو ظلم سے روکنے کی تعبیر مدد سے وہ تعبیر ہے جس میں ترغیب بھی ہے، اور ظالم کے لئے کافی سے کافی ترہیب بھی۔ کبھی ایک ظالم اپنی بدعقلی سے یہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں پائے گا، لیکن پھر اس کا یہ ظلم شاخ در شاخ لڑائیوں اور جھگڑوں کا سبب بنتا ہے جس میں ظالم تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور کبھی ختم بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے ظالم یہی جانتے تھے کہ ان کی شہادت پر کچھ نہیں ہوگا یہاں تک کہ ایک صاحب نے یہ بھی کہہ دیا تھا۔ لا ینتطح فیہ عنزان اس میں دو بھیڑیں بھی نہیں لڑیں گی۔ لیکن واقعات شاہد ہیں

عہ ثانی۔ الاکراہ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ ص۱۰۲۵: ترمذی: فتن۔ دارمی۔ رقاق۔ مسند احمد بن حنبل ج۳ ص ۹۹ — ۲۰۱۔

کہ ان کی شہادت نے فتنے کا ایسا تسلسل قائم کر دیا کہ چودہ سو سال سے زائد ہو گئے مگر اس کے اثرات باقی ہیں۔ جنگ صفین میں خود ان صاحب کی جنھوں نے جملہ مذکورہ کہا تھا ایک آنکھ جاتی رہی۔ امن کے بعد وہ حضرت معاویہ کے یہاں آئے تو انھوں نے پوچھا کہ تمہیں نے وہ جملہ کہا تھا۔ لاینتطح فیہ عنزان۔ انھوں نے کہا جی ہاں، حضرت معاویہ نے کہا هَلْ تَنَطَّحَ فیه عنز قَالَ التَیسُ الاکبر کیا اس بارے میں کسی مینڈھے نے سینگ مارا انھوں نے کہا ہاں بہت بڑے بونک نے اس لئے ظالم کو ظلم سے روکنا ظاہری طور سے بھی اس کی مدد ہے، اور باطنی طور پر بھی۔ کہ اسے اللہ کے غضب اور جہنم سے بچانا ہے۔

بَابُ الْاِنْتِصَارِ مِنَ الظَّالِمِ لِقَوْلِهٖ عزوجلّ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔[1] وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ[2] ص ۳۳۱

ظالم سے بدلہ لینا اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ فرمایا۔ اللہ عزوجل برائی کے اعلان کو پسند نہیں فرماتا مگر یہ کہ مظلوم ظالم کے ظلم کو ظاہر کرے۔ جب ان پر زیادتی ہو بدلہ لیتے ہیں۔

ت ۴۶۹ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ اَنْ يُّسْتَذَلُّوْا فَاِذَا قَدَرُوْا عَفَوْا۔

صحابہ کرام یہ ناپسند کرتے تھے کہ کوئی انھیں ذلیل سمجھے جب ان کو قدرت حاصل ہو جاتی تو معاف فرما دیتے۔

تشریحات ۴۶۹ اس تعلیق کو امام عبد بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ یہ ارشاد آیہ کریمہ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ۔ کی تفسیر ہے۔ یعنی سلف یہ نہیں پسند فرماتے تھے کہ غیر مسلم کفار انھیں حقیر و ذلیل جانیں یا انھیں ذلیل کریں، جب ایسی کوئی بات ہوتی تو درگذر نہیں فرماتے بلکہ ذلیل سمجھنے والوں کو اس کا مزہ چکھاتے اور یہ ثابت فرما دیتے کہ عزت ان کا حق ہے۔ ہاں جب دشمن پر قابو پا جاتے تو عام طور پر معاف کر دیا کرتے تھے۔

بَابُ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ص ۳۳۱۔ ظلم قیامت کے دن کئی اندھیریاں ہیں۔

حدیث ۱۳۹۱ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ۔[3]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ظلم قیامت کے دن تاریکیوں پر تاریکیاں ہوگا۔

---

[1] النساء۔ ۱۴۸۔ [2] الشوریٰ۔ ۳۹۔

[3] مسلم: ادب۔ ترمذی: البر۔ مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۳۷۔

تشریحات ۱۳۹۱

ظالم ظلم کرنے کی وجہ سے اکٹھے کئی گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی ایک کمزور مسلمان کو ایذا پہونچانا گالی گلوج دے کر زدوکوب کرکے یا مال چھین کر یا ان سب کا ارتکاب ایک ساتھ کرنا جیساکہ اکثر یہی دیکھنے میں آیا۔ مسلمان کی آبروریزی کرنا۔ سماج میں فساد پھیلانیکی کوشش کرنا۔ اس لئے اس کی سزا میں قیامت کے دن ظالم کا ظلم تاریکیاں ہی تاریکیاں بن کر اسے گھیرلے گا

بَابُ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ عِنْدَ الرَّجُلِ فَحَلَّلَهَا لَهُ هَلْ يُبَيِّنُ مَظْلِمَتَهُ ص۳۳۱

جس کا کوئی حق کسی شخص پر ہو اور وہ اسے معاف کرانا چاہیے تو کیا اس حق کو بھی بیان کرے۔

حدیث ۱۳۹۲

ثَنَا سَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلِمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلِمَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ ۔ ؎

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کسی مسلمان بھائی کا کوئی حق ہو خواہ آبرو کا یا کسی اور چیز کا تو اس سے آج معاف کرالے۔ قبل اس کے کہ نہ اس کے پاس دینار ہو اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیک کام ہوگا تو بقدر حق اس سے لے لیا جائے گا۔ اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو صاحب حق کی برائیاں لے لی جائیں گی اور اس پر لاد دی جائیں گی۔

تشریحات ۱۳۹۲

اگر کسی کا کوئی حق کسی مسلمان پر ہو تو اس پر واجب ہے کہ صاحب حق کو راضی کر دے خواہ اس کا حق دے کر خواہ معافی مانگ کر۔ اگر کسی کا کوئی مال یا زمین لی ہے اور وہ بعینہ محفوظ ہے تو واپس کرنا واجب ہے۔ معاف کرانے کے لئے بہتر یہ ہے کہ معافی مانگتے وقت اس حق کا تذکرہ کر دے لیکن اگر اس حق کا تذکرہ نہیں کیا اور صاحب حق نے یوں معاف کر دیا میں نے سب معاف کیا تو اس خصوص میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے تفصیل کی ہے کہ اگر یہ حق مال ہے تو معاف ہوجائے گا لیکن اگر آبروریزی ہے تو معاف نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ إِنَّمَا سُمِّيَ الْمَقْبُرِيَّ لِأَنَّهُ كَانَ

ابوعبداللہ (امام بخاری) نے کہا۔ کہ اسماعیل بن اویس نے کہا ہے اُن کا نام مقبری اسلئے رکھا گیا کہ یہ قبرستان کے کنارے

؎ ثانی: الرقاق: باب القصاص یوم القیمۃ ص۹۶۷ مسند احمد بن حنبل ۲/۵۰۶

يَنْزِلُ نَاحِيَةَ الْمَقَابِرِ۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ وَسَعِيْدُ نِ الْمَقْبُرِيُّ هُوَ مَوْلٰى لِبَنِيْ لَيْثٍ

بود و باش رکھتے تھے۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا اور سعید مقبری یہ بنی لیث کے غلام تھے اور یہ سعید بن ابو سعید

وَهُوَ سَعِيْدُ بْنُ اَبِيْ سَعِيْدٍ وَاِسْمُ اَبِيْ سَعِيْدٍ كَيْسَانُ

ہیں اور ابو سعید کا نام کیسان ہے۔

سعید مقبری کے والد کا نام کیسان تھا اور کنیت ابو سعید یہ مدینہ طیبہ میں بنی لیث بن ابو بکر کی ایک عورت کے غلام تھے جس نے انھیں بعد میں مکاتب بنادیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں قبریں کھودنے کے کام پر لگا دیا تھا۔ اسلئے انھیں مقبری کہنے لگے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقبری ان کے والد کا لقب ہے۔ اور امام بخاری نے اپنے استاذ اسمٰعیل بن اویس سے جو نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لقب ان کے لڑکے سعید کا ہے۔ ان کے باپ کا نہیں۔ دونوں میں منافات نہیں ہوسکتا ہے دونوں کا لقب ہو۔ ہوسکتا ہے اصل لقب باپ کا ہو کیونکہ وہ قبریں کھودوا کرتے تھے۔ اور پھر بیٹے کا بھی پڑ گیا ہو۔

بَابٌ اِذَا اَحَلَّهٗ مِنْ ظُلْمِهٖ فَلَا رُجُوْعَ فِيْهِ ص۳۳۱ جب اپنا حق معاف کر دیا تو رجوع کا حق نہیں

حدیث ۱۳۹۳

اَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آیت ذیل کے بارے میں فرمایا۔ اگر کوئی عورت

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا قَالَتِ الرَّجُلُ تَكُوْنُ عِنْدَهُ الْمَرْاَةُ لَيْسَ

اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے۔ یعنی کوئی عورت کسی مرد کے پاس ہے۔ مرد اسکے پاس بہت کم آتا جاتا ہو۔

بِمُسْتَكْثِرٍ مِنْهَا يُرِيْدُ اَنْ يُفَارِقَهَا فَتَقُوْلُ اَجْعَلُكَ مِنْ شَاْنِيْ فِيْ حِلٍّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فِيْ ذٰلِكَ[عہ]

اور اسے چھوڑ دینا چاہتا ہے۔ اس پر وہ عورت کہتی ہے۔ میں نے اپنا حق معاف کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

تشریحات ۱۳۹۳

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت کی بدزبانی بدخلقی کی وجہ سے شوہر کے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں وہ عورت کے پاس آنا جانا بند کر دیتا ہے یا کم کر دیتا ہے۔ اسے نان نفقہ نہیں دیتا ہے۔ اور اسے طلاق دیدینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں عورت اپنے کل یا بعض حقوق سے دست بردار ہو کر صلح کر لے۔ تو یہ بہتر ہے۔ یہی آیہ مذکورہ کا بھی مطلب ہے۔

جیساکہ جب ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سن ایاس کو پہنچ گئیں اور انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں حضور اقدس

عہ الثانی تفسیر سورۃ النساء باب قولہ وان امرأۃ خافت من بعلہا ص۶۶۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھیں جدا نہ کر دیں۔ تو انھوں نے درخواست پیش کی کہ مجھے زوجیت سے علٰحدہ نہ فرمائیں۔ میں چاہتی ہوں کہ قیامت کے دن حضور کی ازواج میں شامل رہوں۔ میں اپنی باری عائشہ کو بخش دیتی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے منظور فرمایا لیا [۱]

مسائل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا۔ حضور اپنے غایت کرم سے باری مقرر فرماتے تھے۔ اگر کوئی عورت اپنی باری کسی سوکن کو دیدے۔ یا نان و نفقہ سے دست بردار ہو جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ شوہر راضی ہو۔ مگر وہ بعد میں اس سے رجوع کر سکتی ہے۔ رجوع میں شوہر کی رضامندی بھی شرط نہیں۔

بَابُ اِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ ص۳۳۱ جس نے ناحق کچھ بھی زمین لی، اس کا گناہ

حدیث ۱۳۹۴ اِنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَمْرٍو بْنِ سَهْلٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّ سَعِيْدَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ظَلَمَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ [۲]

حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔ جس نے ناحق ذرا سی بھی زمین لی اتنی زمین کا ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر پہنا دیا جائے گا۔

حدیث ۱۳۹۵ اَنَّ اَبَا سَلَمَةَ حَدَّثَهٗ اَنَّهٗ كَانَتْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اُنَاسٍ خُصُوْمَةٌ فَذَكَرَ لِعَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا اَبَا سَلَمَةَ اِجْتَنِبِ الْاَرْضَ فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ظَلَمَ قَيْدَ شِبْرٍ مِّنَ الْاَرْضِ طُوِّقَهٗ مِنْ سَبْعِ اَرَضِيْنَ [۳]

ابو سلمہ نے حدیث بیان کی کہ ان کے اور کچھ لوگوں کے درمیان زمین کا جھگڑا تھا اس کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تذکرہ کیا گیا۔ تو فرمایا۔ اے ابو سلمہ! زمین سے بچ۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی کی ایک بالشت بھی زمین ناحق لے گا۔ اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔

---

[۲] بدء الخلق باب ماجاء فی سبع ارضین ص۴۵۴ مسلم۔ مساقاۃ [۳] بدء الخلق۔ باب ماجاء فی سبع ارضین ص۴۵۳۔ مسلم مساقاۃ [۱] عمدۃ القاری ثانی عشر ص۲۹۶ مسلم اول الرضاع باب جواز ہبۃ نوبتہا لضرتہا

حدیث ۱۳۹۶ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَذَ

سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

مِنَ الْاَرْضِ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلٰی سَبْعِ اَرْضِیْنَ ؏

فرمایا جو شخص کچھ بھی زمین ناحق لے گا۔ ساتوں زمین تک قیامت کے دن دھنسایا جائیگا۔

تشریحات ۱۳۹۴ تا ۱۳۹۶ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ ازوی بنت ابی اویس نے مروان کے یہاں یہ شکایت کی تھی کہ سعید بن زید نے میرا حق لے لیا ہے اس پر حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں اور اس کا حق لوں گا!۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا۔ جو ایک بالشت زمین کسی کی ناحق لے گا تو قیامت کے دن اتنی زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیئے جائیں گے۔ اس نے جتنی زمین پر دعویٰ کیا تھا حضرت سعید بن زید نے اسے چھوڑ دیا۔ اور یہ بددعا فرمائی اے اللہ اگر یہ جھوٹی ہے۔ تو اسے اس وقت تک موت مت دینا جبتک یہ اندھی نہ ہو جائے۔ اور اس کی قبر اسی کے کنوئیں میں بنا۔ راوی نے فرمایا۔ کہ وہ اندھی ہو کر مری اور وہ اپنے گھر کے کنوئیں میں گر کر مری لـه

من ظلم علماء کا اس میں اختلاف ہے زمین میں غصب متحقق ہو گا یا نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کی زمین پر ناحق قبضہ کر لیا۔ اور زمین تلف ہو گئی تو تاوان ہے یا نہیں۔ حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ غیر منقول جائداد زمین مکان میں غصب بمعنی مذکور نہیں۔ اس لئے کہ کسی کے قبضہ کا ازالہ منتقل کرنے کے بعد ہو گا۔ اس لئے جو چیز منتقل نہیں ہو سکتی اس میں غصب نہیں یعنی اتلاف کے بعد تاوان نہیں۔ امام محمد اور حضرت امام شافعی وغیرہ نے فرمایا کہ زمین میں بھی غصب پر اتلاف کے بعد تاوان ہے۔ ان حضرات کی دلیل۔ احادیث کا ظاہر لفظ ہے جو بعض روایتوں میں وارد ہے۔ کہ فرمایا من غصب۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ صحاح کی روایتیں اخذ ظلماً ہیں۔ علاوہ ازیں ان احادیث میں آخرت کے عذاب کا تذکرہ فرمایا۔ مقام اس کا مقتضی تھا کہ دنیوی سزا بھی ذکر فرماتے۔ اس لئے کہ قیام امن میں دنیوی سزا زیادہ مؤثر ہے۔ اور باوجود مقتضی کوئی چیز بیان نہ کرنا اسی کی عدم مشروعیت کی دلیل ہے۔ اسلئے جن روایتوں میں من غَصَبَ آیا ہے۔ ان میں غصب سے لغوی معنی مراد ہے۔

طُرِّقَهٗ صحیح یہی ہے کہ یا اپنے حقیقی معنی پر ہے اور واقعہ یہی ہے ناحق زمین لینے والوں کی گردنوں میں زمین کے ساتوں طبق ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ان کی گردنیں لمبی کر دی جائیں گی جیسے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے جسم طابق بڑھا دیئے جائیں گے اور جیسے کفار کی ایک ڈاڑھ کوہ احد کے برابر کر دی جائے گی۔ اس کی تائید طبری کی

؏ بدء الخلق۔ باب ماجاء فی سبع ارضین

لـه مسلم۔ ثانی۔ مساقاۃ۔ باب تحریم الظلم ص۳۳

تہذیب کی ایک روایت سے ہوتی ہے۔ کہ فرمایا۔ کہ جو شخص ایک بالشت زمین ناحق لے گا تو قیامت کے دن اللہ عزوجل اسے تکلیف دے گا کہ ساتوں زمین تک کھودے اور پھر اسی کا طوق پہنے یہاں تک کہ بندوں کے مابین فیصلہ ہو جائے۔ ایک روایت میں تصریح ہے کہ اسے حکم ہوگا کہ اسی طرح میدان محشر میں جائے۔ ؎۱

من سبع ارضین یہ حدیث اس پر واضح دلیل ہے۔ کہ زمین بھی سات ہیں۔ جیسے آسمان۔ قرآن کریم میں فرمایا۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ۔ الطلاق آیت ۱۲

اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انھیں کے برابر زمین۔

زمین کے ساتوں طبق چپکے ہوئے ہیں یا ان کے مابین بھی فاصلہ ہے۔ دونوں قول ہیں۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ وھو اعلم

خُسِفَ بہ ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی اپنے حقیقی معنی پر ہے، اس کی دو توجیہ ہے، یا تو وہی پہلے والی کہ اس سے کہا جائے گا کہ ساتوں طبق تک زمین کھودو اسی کو خُسِفَ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد وہ ساتوں طبق اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ یا یہ کہ یہ دونوں سزائیں الگ الگ مختلف حیثیت کے جرم پر مختلف اشخاص کو دی جائینگی۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو شخص زمین کی سطح کا مالک ہو گیا۔ وہ تحت الثریٰ تک ساتوں زمین اور آسمان تک کی پوری فضا کا مالک ہو گیا۔ زمین کے نیچے جو چاہے تصرف کرے اسی طرح اوپر جتنی اونچی چاہے عمارت بنوائے۔ بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ زمین کے اندر اگر کوئی کان یا دفینہ ملے وہ بھی اسی کی ملک ہے۔

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ ھٰذَا الْحَدِیْثُ لَیْسَ بِخُرَاسَانَ فِیْ کُتُبِ ابْنِ الْمُبَارَکِ اِنَّمَا اَمْلٰی عَلَیْھِمْ بِالْبَصْرَۃِ۔

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا یہ حدیث ابن مبارک کے خراسان کی کتابوں میں نہیں ہے یہ حدیث شاگردوں کو بصرہ میں لکھایا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک خراسان میں رہتے تھے زیادہ تر حدیثیں خراسان ہی میں بیان فرمائی ہیں۔ اور وہی ان کی کتابیں مشہور ہیں ان کتابوں میں یہ حدیث نہیں۔ اس سے کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ اس حدیث کا انتساب حضرت عبد اللہ بن مبارک کی طرف صحیح نہیں اس کے ازالے کے لئے حضرت امام بخاری نے یہ فرمایا کہ انھوں نے یہ حدیث بصرہ میں لکھوائی تھی۔

؎۱ عمدۃ القاری ثانی عشر ص ۲۹

بَابُ اِذَا اَذِنَ اِنْسَانٌ لِاٰخَرَ شَيْئًا جَازَ ص ۳۳۲ جب انسان دوسرے کیلئے اجازت دیدے تو جائز ہے۔

159

حدیث ۱۲۹۷

عَنْ جَبَلَةَ قَالَ كُنَّا بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ بَعْضِ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَاَصَابَتْنَا سَنَةٌ فَكَانَ

جبلہ نے کہا کہ ہم مدینہ میں کچھ عراق والوں میں تھے اتفاق سے قحط سالی ہوگئی۔ اور ابن زبیر ہمیں کھجور

ابْنُ الزُّبَيْرِ يَرْزُقُنَا التَّمْرَ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا فَيَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

کھانے کیلئے دیتے تھے۔ ابن عمر ہمارے پاس سے گذرتے تو فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے کھجوروں کو

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْاِقْرَانِ اِلَّا اَنْ يَسْتَاذِنَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ اَخَاهُ [سه]

ملاکر کھانے سے منع فرمایا ہے مگر یہ کہ ساتھی اپنے بھائی کو اجازت دیدے۔

تشریحات ۱۲۹۷

جب چند آدمی بیٹھ کر کھانا کھارہے ہوں تو یہ سخت معیوب اور ناپسندیدہ ہے کہ اگر کوئی خاص چیز سب کے کھانے کے لئے آئی ہو تو کوئی شخص زیادہ مقدار میں کھائے اس کی ایک صورت یہ ہے مثلاً کھجوریں ہیں سب لوگ ایک ایک کھارہے ہوں اور کوئی شخص دو یا دو سے زائد کھارہا ہے یہ کھانے والے کی حرص تنگ دلی دون ہمتی کے ساتھ ساتھ دوسرے شرکار کو ایذار پہونچانا ہے اس لئے حدیث میں اس سے ممانعت فرمائی گئی۔ اور یہاں اس حدیث میں خصوصی وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے یہ کھجوریں سب شرکار کے لئے بھیجی تھیں صرف کھانے کے لئے۔ اور ملکیت حضرت عبداللہ بن زبیر کی تھی دوسرے کی ملک میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف سخت معیوب ہے۔ انھوں نے اس مقصد سے بھیجا تھا کہ اسے سب لوگ بقدر ضرورت اور حصہ رسدی کھائیں اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ ایک شخص دونا کھالے۔ ہاں اگر کھانا اپنی ملک ہو تو اختیار ہے آدمی جیسے چاہے کھائے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ص ۳۳۲ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بیان میں وہ سخت جھگڑالو ہے۔

حدیث ۱۲۹۸

عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں

سه الشرکۃ باب القران فی التمر ص ۳۳۸، ثانی: الاطعمہ، باب القران فی التمر ص ۸۱۹
مسلم: الطعمہ، ابوداؤد: ترمذی: نسائی: ابن ماجہ: الاطعمہ: مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۷

159

قَالَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ ۔ ؎

کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند سخت جھگڑالو ہے ۔

تشریحات ۱۳۹۸ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْهِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۔ اور بعض آدمی وہ ہیں جس کی دنیا کی زندگی میں بات تجھے بھلی لگے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ لائے حالانکہ وہ سب سے بڑا جھگڑالو ہے ۔

ایک قول کے مطابق یہ آیۂ کریمہ اور اس کے بعد کی تین آیتیں اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں دوسرے بھی اقوال ہیں یہاں یہ معہود فی الذہن تخصیص ملحوظ رکھنی ضروری ہے کہ اس سے مراد اخنس جیسا بد باطن منافق ہے یا پھر یہ تخصیص کرنی ضروری ہے کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ مبغوض جھگڑالو شر پسند ہے یا یہ کہ تغلیظاً زجر کے لئے ایسا فرمادیا گیا ہے

بَابُ اِثْمِ مَنْ خَاصَمَ فِیْ بَاطِلٍ وَھُوَ یَعْلَمُہٗ ص۳۳۲ جان بوجھ کر ناحق جھگڑا کرنے والے کا گناہ ۔

حدیث ۱۳۹۹ ثَنِیْ عُرْوَۃُ بْنُ الزُّبَیْرِ اَنَّ زَیْنَبَ بِنْتَ اُمِّ سَلَمَۃَ اَخْبَرَتْہُ اَنَّ اُمَّهَا اُمَّ سَلَمَۃَ

زینب بنت ام سلمہ نے خبر دی کہ ان کی والدہ حضرت ام سلمہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات نے

زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ ایک بار حضور نے اپنے حجرے کے دروازہ پر جھگڑا سنا تو جھگڑنے

اَنَّہٗ سَمِعَ خُصُوْمَۃً بِبَابِ حُجْرَتِہٖ فَخَرَجَ اِلَیْهِمْ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّہٗ یَاْتِیْنِی الْخَصْمُ

والوں کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا آخر میں انسان ہی ہوں اور میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں تم میں سے

فَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَاَحْسِبُ اَنَّہٗ قَدْ صَدَقَ وَاَقْضِیْ لَہٗ بِذٰلِكَ

کچھ لوگ بہ نسبت دوسرے کے زیادہ بلیغ ہوتے ہیں میں گمان فرمایتا ہوں کہ اس نے سچ کہا اور اس کے حق میں فیصلہ

فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا ھِیَ قِطْعَۃٌ مِّنَ النَّارِ فَلْیَاْخُذْھَا اَوْ فَلْیَتْرُکْهَا ۔ ؎

کر دیتا ہوں۔ جس کیلئے کسی مسلمان کے حق کا فیصلہ کر دوں تو یہ آگ کا ٹکڑا ہے تو اب چاہے لے یا چھوڑ دے ۔

؎ ثانی، التفسیر سورہ بقرہ باب قولہ ھو الد الخصام ص۶۴۹، الاحکام، باب الالد الخصم ص۱۰۶۶ مسلم: العلم، ترمذی، تفسیر، نسائی قضاء، مسند احمد بن حنبل: ۶/۶۳ ؎ الشہادات باب من اقام البینۃ بعد الیمین ص۳۶۶ ثانی الحیل باب ص۱۰۳۰ الاحکام باب موعظۃ الامام للخصوم ص۱۰۶۲ باب من قضی لہ بحق اخیہ فلا یاخذہ ص۱۰۶۳ باب القضاء فی کثیر من المال وقلیلہ ص۱۰۶۵ مسلم قضا ابوداؤد، احکام ۔

تشریحات ۱۳۹۹

انما انا بشر۔ کا مفاد یہ ہے کہ چونکہ میں بشر کی ہدایت کے لئے بحکمت الٰہی بشر کی صورت میں دنیا میں تشریف لایا ہوں۔ تاکہ لوگ میری اقتدا کریں۔ اس لئے میں متخاصمین کے بیانات اور مدعی کے ثبوت وغیرہ پر جو فیصلہ حق معلوم ہوتا ہے وہ کرتا ہوں اور اپنے باطنی علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔ کیونکہ میری امت کے تمام قضاۃ نہ باطنی علم رکھیں گے اور نہ ان کا باطنی علم شرعی طور پر حجت ہوگا اس لئے وہ ظاہری ثبوت پر فیصلہ کریں گے۔ اور متخاصمین اس فیصلے کے ماننے پر مجبور ہیں۔ اب اگر میں باطنی علم کے مطابق ظاہر بیانات اور ثبوت کے خلاف فیصلہ کردوں۔ تو ہوسکتا ہے کہ یہ ناخداترس قضاۃ کے ظلم وجور اور خلاف حق فیصلوں کے لئے بہانہ ہاتھ آجائے۔ اس لئے میں بحیثیت بشر ظاہر ثبوت وبیان پر فیصلہ دیتا ہوں۔

ابلغ

یعنی وہ اپنے مافی الضمیر کو خوبصورتی کے ساتھ مناسب الفاظ وتراکیب کے ساتھ۔ اور دلیل کے اجزاء کو دلنشین ترتیب سے بیان کردیتا ہے۔ کہ اس کی بات سچی معلوم ہوتی ہے۔ بخاری کی دوسری روایتوں میں یوں ہے۔

ولعل بعضکم اَلْحَنَ بحجته من بعض فمن قضیت له بحق اخیه شیئا فانما اقطع له قطعة من النار۔ اور ہوسکتا ہے کہ تم میں کے بعض اپنی دلیل عمدگی کے ساتھ سمجھانے والے ہوں۔ تو میں اس کے مطابق اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کردوں ایسی صورت میں اس کے لئے آگ کے ٹکڑے کا فیصلہ کرتا ہوں۔

اس روایت میں اَبْلَغ کے بجائے اَلْحَنَ ہے، لحن لحنا، سمع یسمع سے سمجھدار ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی طرح لَحِنٌ، ہوشیار سمجھدار کے معنی میں آتا ہے لحنٌ بمعنی سمجھ

مسائل

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ قاضی کی قضا یعنی اس کا فیصلہ صرف ظاہر میں نافذ ہوتا ہے۔ یا باطن میں بھی۔ امام ابویوسف نے فرمایا۔ باطن میں نافذ نہیں صرف ظاہر میں نافذ ہے۔ اب اگر کسی نے جھوٹا دعویٰ کرکے فرضی ثبوت پیش کرکے اپنے حق میں فیصلہ کرالیا۔ تو بھی وہ چیز اس کی ملک نہیں۔ مگر امام اعظم اور امام محمد کے یہاں تفصیل ہے۔ اموال میں یہی حکم ہے کہ باطن میں نافذ نہیں۔ لیکن نکاح طلاق میں باطن میں بھی نافذ ہے۔

اقول وھوالمستعان۔ یہ ان مسائل میں سے ہے جن کی غلط تصویر کشی کرکے مسلمانوں میں لڑائی جھگڑا فساد پھیلانے کے پرانے خوگر غیر مقلدین احناف کو بدنام کرتے ہیں۔ اس لئے اس کی تھوڑی سی توضیح کردینی ضروری ہے۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ زید نے ہندہ پر دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں نکاح کبھی نہیں ہوا ہے۔ زید نے گواہوں سے ثابت کردیا کہ نکاح ہوا ہے۔ قاضی نے فیصلہ کردیا کہ ہندہ زید کی زوجہ ہے اب اگر اس فیصلے کو باطنی طور پر نافذ نہ مانیں۔ تو دیانۃً ہندہ پر فرض ہے۔ کہ زید سے الگ رہے۔ لیکن وہ کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی۔ زید آڑے آئے گا۔ اور اگر ہندہ کسی اور سے نکاح کرکے اس کے ساتھ ہمبستری کرے تو زید اس پر زنا کا الزام لگا کر سنگسار بھی کراسکتا ہے۔ اور اس سارے قصے میں ہندہ کا کوئی قصور بھی نہیں۔ اور سزا اتنی سخت کہ اس کی زندگی برباد ہورہی ہے۔ اس بے قصور مظلومہ کی زندگی کو تباہی بربادی سے بچانے کے لئے اس قضا کو باطنا بھی نافذ مانا۔ اور قاضی کے فیصلے کو بمنزلہ عقد نکاح کے رکھا۔ جیسے عقد نکاح کے بعد اجنبی مرد اور عورت میاں بیوی ہوجاتے ہیں اسی طرح قضاء قاضی کے بعد بھی میاں بیوی ہوگئے۔

غیر مقلدین کو اس سے کوئی بحث نہیں۔ کہ کسی کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ وہ بھی بلا قصور انھیں فساد پھیلانے اور احناف کو غلط طریقے سے بدنام کرنے سے کام ہے، نکاح کی طرح طلاق میں بھی اسی قسم کی دشواری ہے۔

اسی مسئلے کی فرع یہ بھی ہے کہ بیان و ثبوت کے برخلاف اپنے علم کے مطابق قاضی کو فیصلہ کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اسمیں بہت تفصیل ہے۔ اس لیے اسے نظرانداز کرتے ہیں۔

امام بخاری نے آگے کتاب الشہادات میں اسی حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ من اقام البینۃ بعد الیمین۔ جس نے یمین کے بعد بینہ پیش کیا۔ حسب عادت امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وہ بینہ مقبول ہے اور اس کے مطابق قاضی اپنے فیصلے کو تبدیل کرے۔ اور حدیث سے بھی یہی مستفاد ہے۔

کیونکہ حدیث سے یہ بصراحت ثابت کہ جھوٹی قسم صاحب حق کے حق کو ساقط نہیں کرتی بلکہ جھوٹی قسم پر فیصلے کے بعد اسے لینے سے منع فرمایا۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ جھوٹی قسم کے بعد بھی وہی پوزیشن رہی جو جھوٹی قسم سے پہلے تھی۔ اس لیے جیسے قبل قسم بینہ پیش ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جھوٹی قسم کے بعد بھی۔ اس کو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

البینۃ العادلۃ خیر من الیمین الفاجرۃ [1]　واقع کے مطابق بینہ جھوٹی قسم سے بہتر ہے۔

بَابُ قِصَاصِ الْمَظْلُومِ اِذَا وَجَدَ مَالَ ظَالِمِہٖ ص ۳۳۲　ظالم کا مال اگر مل جائے تو مظلوم اپنا بدلہ لے سکتا ہے۔

ت ۴۷۰　وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ یُقَاصُّہٗ وَقَرَءَ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ۔

ابن سیرین نے کہا۔ اس سے بدلہ وصول کرلے اور ثبوت میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اگر کسی کو ظلم کی سزا دو تو اتنی ہی دو جتنی تم کو تکلیف دی گئی ہو۔

تشریح ۴۷۰　اس تعلیق کو امام عبد اللہ بن حمید نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ اصل مذہب یہ ہے کہ اگر مظلوم بعینہ وہی اپنا مال پائے یا اس کی جنس سے پائے تو لے سکتا ہے۔ بلکہ زمانے کے حالات پر نظر کرتے ہوئے اب اس کی بھی اجازت ہے۔ اس کے مال کی جنس سے نہ ہو جب بھی اس کی مقدار لے سکتا ہے۔

حدیث ۱۴۰۰　عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْنَا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّکَ تَبْعَثُنَا فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ لَا یَقْرُوْنَنَا فَمَا تَرٰی فِیْہِ

عرض کیا۔ حضور ہمیں بھیجا کرتے ہیں۔ کبھی ہم ایسے لوگوں کے پاس اترتے ہیں جو ہماری مہمانداری نہیں کرتے۔

[1] فتح الباری خامس ص ۲۸۸۔

فَقَالَ لَنَا اِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَاُمِرَ لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِيْ لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوْا فَاِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا فَخُذُوْا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ ؎

ایسی صورت میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو ہم سے فرمایا۔ تم جب کسی قوم پہ اترو اور وہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جو مہمان کے لائق ہے تو اسے قبول کرلو۔ اور اگر ایسا نہ کریں تو ان سے مہمان کا حق وصول کرلو۔

تشریحات ۱۴۰۰ جبریہ مہمانداری اس عہد کے ساتھ خاص تھی۔ اب جائز نہیں۔ اس پر مفصل گفتگو ہو چکی۔ باب، فخذوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ سے ثابت ہے۔

بَابٌ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ۔ ص ۳۳۳

ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے نہ منع کرے۔

حدیث ۱۴۰۱ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْنَعُ جَارٌ جَارَهٗ اَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِيْ جِدَارِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَبُوْ هُرَيْرَةَ مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ وَاللّٰهِ لَاَرْمِيَنَّ بِهَا بَيْنَ اَكْتَافِكُمْ ؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی پڑوسی کسی پڑوسی کو اپنی دیوار میں لکڑی گاڑنے سے منع نہ کرے۔ اس کے بعد ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ میں تم لوگوں کو اس سے منہ موڑتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ بخدا میں اس حدیث کو تمہارے سامنے علانیہ بیان کرتا رہوں گا۔

تشریحات ۱۴۰۱ جمہور کے نزدیک یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ اور ممانعت تنزیہہ کے لئے۔ ورنہ یہ صحیح احادیث کے صریح احکام کے معارض ہے۔ یہ پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور مکارم اخلاق کی تعلیم کے لئے فرمایا گیا۔ جیسے فرمایا گیا۔ مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔ جبرئیل پڑوسی کے بارے میں مجھے وصیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دیں گے۔ ما اٰمن من نام

؎ ثانی الادب باب اکرام الضیف ص ۹۰۶ مسلم اللقطۃ۔ ابو داؤد الاطعمہ۔ ترمذی۔ السیر۔ ابن ماجہ الادب۔

؎ ابو داؤد قضاء۔ ترمذی احکام۔ ابن ماجہ موطا اقضیہ۔ مسند امام احمد ثانی ص ۲۴۰

مشبعان وجارہ طاد۔ وہ ایمان نہیں لایا۔ جو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

بَابُ صَبِّ الْخَمْرِ فِى الطَّرِيْقِ ص۳۳۵ راستے میں شراب بہانا۔

حدیث ۱۴۰۲

حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ سَاقِىَ الْقَوْمِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ابو طلحہ کے گھر قوم کا ساقی تھا۔ اس دن ان کی شراب

فِىْ مَنْزِلِ اَبِىْ طَلْحَةَ وَكَانَ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ الْفَضِيْخُ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

فضیخ تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک منادی کو حکم دیا۔ کہ وہ یہ اعلان کر دے۔ سنو! بیشک

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِىْ اَلَا اِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ فَقَالَ

شراب حرام کردی گئی۔ اس پر مجھ سے ابو طلحہ نے کہا۔ باہر نکل کر شراب کو بہادے میں نے باہر نکل کر شراب کو

لِىْ اَبُوْ طَلْحَةَ اُخْرُجْ فَاَهْرِقْهَا فَخَرَجْتُ فَهَرَقْتُهَا قَالَ فَجَرَتْ فِىْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ

بہادیا اور وہ مدینہ کی گلیوں میں بہنے لگی۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ کچھ لوگ اس حال میں انتقال کر گئے ہیں کہ ان کے

فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ قَدْ قُتِلَ قَوْمٌ وَّهِىَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

پیٹوں میں شراب تھی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا ۔ الاٰية

اپنی کھائی ہوئی چیزوں میں کوئی گناہ نہیں۔

تشریحات ۱۴۰۲

ابو طلحہ یہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے ان کا نام نامی زید بن سہل انصاری ہے۔ یہ بیعت عقبہ میں حاضر تھے۔ اور نقباء میں سے ایک تھے۔ بدر۔ احد وغیرہ سارے مشاہد میں شریک رہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چالیس سال باحیات رہے۔ حضرت انس نے بتایا کہ یہ بحری لشکر کے ساتھ جہاد میں تھے۔ کہ وصال ہوگیا۔ سات دن تک کوئی جزیرہ نہیں ملا کہ انھیں دفن کیا جاتا۔ سات دن تک جنازہ یوں ہی رہا اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ سات دن کے بعد جب جزیرہ ملا تو دفن کیا گیا۔ اس مجلس میں اعیان صحابہ میں سے حضرت ابو عبیدہ بن جراح۔ حضرت ابی بن کعب۔ حضرت ابو ایوب۔ حضرت معاذ بن جبل۔ حضرت ابو دجانہ۔ حضرت

۱ـ الثانی التفسیر سورہ مائدہ باب قولہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات ص۶۶۴ اشربہ باب نزل تحریم الخمر ص۸۳۶ دو طریقے سے باب خدمۃ الصغار الکبار ص۸۳۴ اخبار الآحاد باب فی اجازۃ خبر الواحد ص۱۰۷۱ مسلم۔ ابو داؤد۔ اشربہ

ابوسہیل بن بیضا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے۔ اور گھر کے دوسرے افراد تھے۔

وکان خمرھم خمر کے لغوی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے خمار بمعنی اوڑھنی اور دوپٹہ کے آتا ہے۔ عرف عام میں۔ "خمر" کے معنی ہر نشہ آور پینے کی چیز کے ہیں اور ہمارے فقہا احناف کے نزدیک۔ خمر صرف اس نشہ آور مشروب کو کہتے ہیں کہ انگور کے کچے شیرے کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ اس میں نشہ آجائے۔ یہ باجماع امت حرام قطعی ہے۔ اس کی بوند بوند پیشاب کی طرح ناپاک اور حرام۔

فَضِیْخَ۔ فَضْخٌ کے معنی پانی چھلکنے کے ہیں۔ فضیخ۔ اس شراب کو کہتے ہیں جو ادھ پکی کھجور سے اس طرح تیار کی جائے کہ وہ آگ نہ دیکھے۔ کھجور کو پانی میں بھگو کر چھوڑ دیں یہاں تک کہ نشہ آجائے۔

منادیاینادی دوسری روایتوں میں یہ ہے کہ ایک صاحب نے آکر بتایا۔ کہ منادی یہ پکار رہا ہے۔ شراب ناپاک ہے۔ اور راستوں کو بلا ضرورت و مجبوری ناپاک کرنا ممنوع ہے۔ آج اس کی اجازت نہیں مگر وہ ابتدار اسلام کی بات تھی۔ نیز اس میں شراب کی حرمت کا اعلان عام علیٰ وجہ الکمال ہے۔ ساتھ ساتھ شراب کی بے وقعتی کا اظہار بھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ سلطان کے منادی کا اعلان واجب القبول ہے۔ ابن حزم ظاہری نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ شراب پاک ہے۔ ورنہ اس طرح راستوں میں بہائی نہ جاتی اور بہائی گئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر تنبیہ ضرور فرماتے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ابن حزم کی یہ بھاری بے جا جرأت ہے۔ قرآن کریم نے خود اس کے ناپاک ہونے کی نص فرمادی ہے۔ اقول هو المستعان غالباً علامہ عینی کی مراد یہ آیت کریمہ ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ۔ مائدہ ۸۔ آیت ۹۰	شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطانی کام ہی ہیں۔

لیکن اس پر یہ کہا جاسکتا ہے۔ رجس ظاہری نجاست کے معنی میں متعین نہیں۔ باطنی مراد ہے۔ اسی طرح شراب کے بارے میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ فیہ ما فیہ۔

بَابُ اَفْنِیَةِ الدُّوْرِ وَالْجُلُوْسِ فِیْهَا وَالْجُلُوْسُ عَلَی الصُّعُدَاتِ ص۳۳۳	گھر کے صحن اور ان میں اور راستوں پر بیٹھنے کا حکم۔

افنیہ۔ فنار کی جمع ہے۔ گھر کے متصل جو جگہ چھوٹی ہوئی ہو جسے صحن کہتے ہیں۔ صُعُدَات۔ یہ صعید کی جمع ہے۔ جیسے طریق کی جمع طرقات۔ راستے کے معنی میں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ صَعِیْدٌ کی جمع صُعُدٌ اور صُعُد کی جمع صعدات۔ اس قول پر یہ جمع الجمع ہے۔

حدیث ۱۴۰۳	عَنْ عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ
	حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ عَلَی الطُّرُقَاتِ

فرمایا - راستوں پر بیٹھنے سے بچو - لوگوں نے عرض کیا - اس کے بغیر چارہ نہیں راستے ہی ہمارے بیٹھنے کی

فَقَالُوْا مَا لَنَا بُدٌّ اِنَّمَا هُوَ مَجَالِسُنَا نَتَحَدَّثُ فِيهِ قَالَ فَاِذَا اَبَيْتُمْ اِلَّا الْمَجَالِسَ

جگہیں ہیں جہاں ہم بات چیت کرتے ہیں - فرمایا - جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی ضروری ہے تو راستے

فَاَعْطُوا الطَّرِیْقَ حَقَّہَا قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی

کو اس کا حق دو لوگوں نے عرض کیا - راستے کا حق کیا ہے - فرمایا - نظر نیچی رکھنا - تکلیف دہ چیز کو ہٹانا - سلام کا

وَرَدُّ السَّلَامِ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ - ؎

جواب دینا - اچھی بات کا حکم کرنا - بری بات سے روکنا -

تشریحات ۱۴۰۳

ابوداؤد میں یہ زائد ہے وارشاد السبیل وتشمیت العاطس - راستہ بتانا - چھینکنے والے کو جواب دینا - جب وہ حمد بجا لائے - حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طبرانی میں جو حدیث مروی ہے - اس میں اغاثۃ الملہوف زائد ہے - مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرنی - راستے میں بیٹھنے سے ممانعت اس وجہ سے تھی - کہ اس عہد میں عورتیں بلا حجاب نکلتی تھیں - شریف عورتیں مردوں کو دیکھ کر جھجھک محسوس کرتیں - اور مبتذل عورتوں سے فساد کا اندیشہ تھا - نیز راستوں میں دوست دشمن سبھی چلتے ہیں - کسی معاملہ پر اشتعال بھی ہو سکتا تھا - اسلئے ممانعت فرمائی - اور یہ ممانعت مستحب تھی - صحابہ کرام نے اپنی مجبوری بیان فرمائی کہ اس کے بغیر چارہ کار نہیں - تو اجازت دیدی - لیکن پھر بھی صحابہ کرام راستوں میں بیٹھنے سے احتراز فرماتے تھے - جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوئی - اور جگہ جگہ فتنے اٹھے تو لوگ خبروں کے لئے راستوں میں بیٹھنے لگے -

باب الغرفۃ والعلیۃ المشرفۃ وغیر المشرفۃ فی السطوح وغیرھا　صـ ۳۳۴　　چھتوں پر بالاخانے اور جھروکے وغیرہ

حدیث ۱۴۰۴

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ لَمْ اَزَلْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا - میں مدت دراز سے اس کا خواہشمند تھا کہ حضرت

حَرِیْصًا عَلٰی اَنْ اَسْئَلَ عُمَرَ عَنِ الْمَرْاَتَیْنِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے وہ دو کون کون حضرات تھیں جن کے بارے میں

صـ ۳۶

؎ ثانی - الاستیذان باب یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا صـ ۹۱۹ - مسلم - اللباس - ابوداؤد - ادب - ترمذی - مسند امام احمد جلد ثالث

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَيْنِ قَالَ اللّٰهُ لَهُمَا إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا فَحَجَجْتُ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تم دونوں اللہ کی طرف رجوع کرو تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔

مَعَهُ فَعَدَلَ وَعَدَلْتُ مَعَهُ بِالْإِدَاوَةِ فَتَبَرَّزَ ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ

میں نے ان کے ساتھ حج کیا وہ قضاء حاجت کے لئے عام راستے سے مڑے تو میں بھی پانی کا برتن لے کر مڑا۔

فَتَوَضَّأَ فَقُلْتُ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَنِ الْمَرْأَتَانِ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

وہ قضاء حاجت کے لئے چلے گئے پھر آئے تو میں نے برتن سے ان کے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا تو انھوں نے

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّتَانِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا إِنْ تَتُوْبَا إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

وضو کیا۔ میں نے پوچھا۔ ازواج مطہرات میں وہ دو کون ہیں جن کے بارے میں اللہ عز وجل نے فرمایا۔ تم دونوں

قُلُوْبُكُمَا فَقَالَ وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَائِشَةُ وَحَفْصَةُ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ عُمَرُ

اللہ کی طرف رجوع کرو تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ فرمایا تعجب ہے۔ اے ابن عباس! یہ عائشہ

الْحَدِيْثَ يَسُوْقُهُ فَقَالَ إِنِّيْ كُنْتُ وَجَارٌ لِّيْ مِنَ الْأَنْصَارِ فِيْ بَنِيْ أُمَيَّةَ بْنِ زَيْدٍ

اور حفصہ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر نے پوری حدیث بیان فرمائی کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنی امیہ

وَهِيَ مِنْ عَوَالِي الْمَدِيْنَةِ وَكُنَّا نَتَنَاوَبُ النُّزُوْلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى

بن زید کے محلے میں رہتے تھے۔ جو عوالی مدینہ میں سے ہے۔ ہم دونوں باری باری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْزِلُ يَوْمًا وَأَنْزِلُ يَوْمًا فَإِذَا نَزَلْتُ جِئْتُهُ مِنْ خَبَرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

میں آیا جایا کرتے تھے ایک دن وہ حاضر ہوتا اور ایک دن میں حاضر ہوتا جس دن میں حاضر ہوتا اس دن کی پوری خبر

مِنَ الْأَمْرِ وَغَيْرِهِ وَإِذَا نَزَلَ فَعَلَ مِثْلَهُ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا

لے کر آتا وہ کوئی حکم ہوتا یا کچھ اور۔ اور جس دن وہ جاتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ اور ہم قریش کے لوگ عورتوں پر

قَدِمْنَا عَلَى الْأَنْصَارِ إِذَا هُمْ قَوْمٌ تَغْلِبُهُمْ نِسَاؤُهُمْ وَطَفِقَ نِسَاؤُنَا يَأْخُذْنَ

غالب رہتے۔ جب انصار میں آئے تو ہم نے یہ دیکھا کہ انصار پر ان کی عورتیں غالب ہیں۔ ہماری عورتیں بھی انصار

مِنْ أَدَبِ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ فَصِحْتُ عَلَى امْرَأَتِيْ فَرَاجَعَتْنِيْ فَأَنْكَرْتُ أَنْ تُرَاجِعَنِيْ

کی عورتوں کا رنگ ڈھنگ سیکھنے لگیں۔ ایک بار اپنی بیوی کو میں نے ڈانٹا تو اس نے لوٹ کر جواب دے دیا۔

فَقَالَتْ وَلِمَ تُنْكِرُ أَنْ أُرَاجِعَكَ فَوَاللّٰهِ إِنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اس کا لوٹ کر جواب دینا مجھے ناگوار ہوا۔ اس نے کہا میرے، جواب دینے کو ناپسند کیوں کرتے ہو۔ واللہ ازواج مطہرات

وَسَلَّمَ لَيُرَاجِعْنَهُ وَإِنَّ إِحْدَاهُنَّ لَتَهْجُرُهُ الْيَوْمَ حَتَّى اللَّيْلِ فَأَفْزَعَنِي فَقُلْتُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لوٹ کر جواب دیتی ہیں۔ اور وہ دن دن بھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بولنا

خَابَتْ مَنْ فَعَلَ مِنْهُنَّ بِعَظِيمٍ ثُمَّ جَمَعْتُ عَلَيَّ ثِيَابِي فَدَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ

چھوڑ دیتی ہیں۔ اس بات نے مجھے گھبرا دیا۔ میں نے کہا۔ ان میں سے جس نے بھی یہ کیا ہے وہ بہت خائب وخاسر ہوئی۔

فَقُلْتُ أَيْ حَفْصَةُ أَتُغَاضِبُ إِحْدَاكُنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَوْمَ

پھر میں نے اپنے کپڑے ٹھیک اور حفصہ کے پاس گیا۔ اور میں نے کہا۔ اے حفصہ! تم میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ

حَتَّى اللَّيْلِ فَقَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ خَابَتْ وَخَسِرَتْ أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَغْضَبَ اللّٰهُ لِغَضَبِ

تعالیٰ علیہ وسلم سے دن دن بھر ناراض رہتی ہو۔ انھوں نے بتایا کہ ہاں ایسا ہوتا ہے میں نے کہا جس نے یہ کیا وہ خائب

رَسُولِهِ فَتَهْلِكِينَ لَا تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تُرَاجِعِيهِ

وخاسر ہوئی۔ کیا تمہیں اس سے اطمینان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ غضب فرمائے

فِي شَيْءٍ وَلَا تَهْجُرِيهِ وَسَلِينِي مَا بَدَا لَكِ وَلَا يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ

اور تم برباد ہو جاؤ۔ آئندہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ فرمائش نہ کیا کرو اور انھیں لوٹ کر جواب

أَوْضَأَ مِنْكِ وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيدُ عَائِشَةَ وَكُنَّا

نہ دیا کرو اور بولنا نہ چھوڑا کرو۔ تمہیں جو ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو۔ اور اپنی پڑوسن (عائشہ) سے فریب

تَحَدَّثْنَا أَنَّ غَسَّانَ تُنْعِلُ النِّعَالَ لِغَزْوِنَا فَنَزَلَ صَاحِبِي يَوْمَ نَوْبَتِهِ فَرَجَعَ عِشَاءً

نہ کھانا۔ وہ تم سے کہیں زیادہ حسین ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہیں۔ وہ حضرت عائشہ کو مراد

فَضَرَبَ بَابِي ضَرْبًا شَدِيدًا وَقَالَ أَنَائِمٌ هُوَ فَفَزِعْتُ فَخَرَجْتُ إِلَيْهِ وَقَالَ حَدَثَ

لیتے تھے۔ اور ہم میں یہ بات مشہور تھی۔ کہ غسان ہم پر حملہ کرنے کیلئے گھوڑوں کی نعل بندی کرا رہا ہے۔ میرا ساتھی اپنی باری میں

أَمْرٌ عَظِيمٌ فَقُلْتُ مَا هُوَ أَجَاءَتْ غَسَّانُ قَالَ لَا بَلْ أَعْظَمُ مِنْهُ وَأَطْوَلُ طَلَّقَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عشاء کے وقت واپس ہوا اور میرے دروازے پر زور زور سے پیٹا اور کہا۔ کیا وہ سو گیا ہے۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِسَاءَہٗ قَالَ قَدْ خَابَتْ حَفْصَۃُ وَخَسِرَتْ

میں گھبرا گیا۔ اور اس کے پاس سے باہر آ گیا۔ اس نے کہا۔ ایک بھاری حادثہ ہوگیا ہے۔ میں نے کہا کیا غسان آ گیا۔ اس نے کہا

کُنْتُ اَظُنُّ اَنَّ ھٰذَا یُوْشِكُ اَنْ یَّكُوْنَ فَجَمَعْتُ عَلَیَّ ثِیَابِیْ فَصَلَّیْتُ صَلٰوۃَ الْفَجْرِ

نہیں بلکہ اس سے سنگین اور بڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج (مطہرات) کو طلاق دیدیا ہے۔ حضرت عمر نے

مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ مَشْرُبَۃً لَّہٗ فَاعْتَزَلَ فِیْھَا

فرمایا۔ حفصہ نامراد ہوگئی ۔ میں گمان کرتا تھا کہ یہ بہت جلد ہوگا۔ میں نے اپنا پورا کپڑا پہنا اور فجر کی نماز

فَدَخَلْتُ عَلٰی حَفْصَۃَ فَاِذَا ھِیَ تَبْكِیْ قُلْتُ مَا یُبْكِیْكِ اَوَلَمْ اَكُنْ حَذَّرْتُكِ اَطَلَّقَكُنَّ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ حضور تو نماز کے بعد اپنے بالاخانے کے اندر تشریف لے گئے اور سب سے الگ رہے۔ میں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَا اَدْرِیْ ھُوَ ذَا فِی الْمَشْرُبَۃِ فَخَرَجْتُ

حفصہ کے پاس گیا وہ رو رہی تھیں میں نے کہا کس چیز نے تمہیں رلایا۔ کیا میں تجھے ڈراتا نہیں تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فَجِئْتُ الْمِنْبَرَ فَاِذَا حَوْلَہٗ رَھْطٌ یَّبْكِیْ بَعْضُھُمْ فَجَلَسْتُ مَعَھُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ غَلَبَنِیْ

تم لوگوں کو طلاق دیدیا۔ انھوں نے کہا میں نہیں جانتی حضور اس بالاخانے میں ہیں میں حفصہ کے گھر سے باہر آیا اور منبر کے پاس گیا۔ منبر کے آس

مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْمَشْرُبَۃَ الَّتِیْ ھُوَ فِیْھَا فَقُلْتُ لِغُلَامٍ لَّہٗ اَسْوَدَ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ

پاس کچھ لوگ بیٹھے ہیں اسمیں کے کچھ لوگ رو رہے ہیں۔ میں ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھا۔ پھر مجھ پر میرا اندیشہ غالب آیا۔ اس کیلئے میں اس بالاخانے

فَدَخَلَ فَكَلَّمَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ خَرَجَ فَقَالَ ذَكَرْتُكَ لَہٗ

کے پاس آیا جس میں حضور تھے۔ میں نے حضور کے حبشی غلام سے کہا۔ عمر کے لئے اجازت طلب کرو وہ اندر گیا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کی۔

فَصَمَتَ فَانْصَرَفْتُ حَتّٰی جَلَسْتُ مَعَ الرَّھْطِ الَّذِیْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ غَلَبَنِیْ

پھر باہر آ کر بتایا میں نے آپ کا تذکرہ حضور سے کیا مگر حضور چپ رہے (حضرت عمر نے کہا) میں لوٹا اس گروہ کے پاس بیٹھا جو منبر کے پاس

مَا اَجِدُ فَجِئْتُ فَقُلْتُ لِلْغُلَامِ فَذَكَرَ مِثْلَہٗ فَجَلَسْتُ مَعَ الرَّھْطِ الَّذِیْنَ عِنْدَ الْمِنْبَرِ

تھی۔ پھر میرا اندیشہ مجھ پر غالب آیا۔ اب پھر میں بالاخانے کے پاس آیا اور غلام سے کہا۔ غلام نے پھر ویسی ہی بات کی اب پھر

ثُمَّ غَلَبَنِیْ مَا اَجِدُ فَجِئْتُ الْغُلَامَ فَقُلْتُ اِسْتَاْذِنْ لِعُمَرَ فَذَكَرَ مِثْلَہٗ فَلَمَّا وَلَّیْتُ

منبر والے گروہ کے پاس بیٹھا۔ پھر میری الجھن مجھ پر غالب آئی اس لئے غلام کے پاس پھر آیا۔ اور اس سے کہا۔ عمر کے لئے اجازت

مُنْصَرِفًا فَاِذَا الْغُلَامُ يَدْعُوْنِىْ قَالَ اَذِنَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

طلب کر۔ اب پھر غلام نے پہلے ہی جیسی بات کی۔ اس پر لوٹنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ غلام مجھے بلانے لگا اور کہا رسول اللہ

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو اجازت دیدی اب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ جس

اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئٌ عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ قُلْتُ

پر کوئی فرش نہیں تھا۔ چٹائی کی شکن نے حضور کے پہلو پر نشان ڈال دیا ہے۔ چمڑے کی تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے جسکی

وَاَنَا قَائِمٌ طَلَّقْتَ نِسَاءَكَ فَرَفَعَ بَصَرَهُ اِلَيَّ فَقَالَ لَا ثُمَّ قُلْتُ وَاَنَا قَائِمٌ اَسْتَاْنِسُ

بھرن کھجور کے ریشے کی تھی۔ میں نے حضور کو سلام کیا پھر عرض کیا اور میں کھڑا تھا۔ کیا حضور نے اپنی ازواج (مطہرات) کو طلاق دیدیا ہے؟

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَيْتَنِىْ وَكُنَّا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ نَغْلِبُ النِّسَاءَ فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلٰى قَوْمٍ تَغْلِبُهُمْ

حضور نے اپنی نظر میری طرف اٹھائی اور فرمایا نہیں۔ میں نے کھڑے ہی کھڑے رسول اللہ کو مانوس کرنے کے لئے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

نِسَاؤُهُمْ فَذَكَرَهُ فَتَبَسَّمَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قُلْتُ لَوْ رَاَيْتَنِىْ

ہم قریش کے لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے اب ہم ایسی قوم میں ہیں جن کی عورتیں ان پر غالب رہتی ہیں۔ میں نے جب یہ ذکر کیا تو

وَدَخَلْتُ عَلٰى حَفْصَةَ فَقُلْتُ لَا يَغُرَّنَّكِ اَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِىَ اَوْضَاَ مِنْكِ وَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔ پھر میں نے عرض کیا۔ فرمائیے کیا اچھا ہوتا۔ میں حفصہ کے پاس جاؤں اور کہوں یہ بات

اَحَبَّ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ عَائِشَةَ فَتَبَسَّمَ اُخْرٰى

تجھ کو غرور میں نہ لائے کہ تیری پڑوسن تجھ سے زیادہ خوبصورت اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے، ان کی مراد عائشہ تھیں

فَجَلَسْتُ حِيْنَ رَاَيْتُهُ تَبَسَّمَ ثُمَّ رَفَعْتُ بَصَرِىْ فِىْ بَيْتِهِ فَوَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ فِيْهِ شَيْئًا

اس پر حضور دوبارہ مسکرائے جب میں نے حضور کو مسکراتے دیکھا تو بیٹھ گیا۔ پھر میں نے حضور کے مکان میں نظر ڈالی تو واللہ تین ڈھیر

يَرُدُّ الْبَصَرَ غَيْرَ اَهَبَةٍ ثَلٰثَةٍ فَقُلْتُ اُدْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ

کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت کو وسعت عطا فرمائے۔ کیونکہ فارس اور روم پر

وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَاُعْطُوا الدُّنْيَا وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ وَكَانَ مُتَّكِئًا فَقَالَ اَوَفِىْ شَكٍّ

وسعت کی گئی ہے۔ اور ان کو دنیا دی گئی ہے۔ حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ حضور ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا۔

أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَقُلْتُ

کیا تو شک میں ہے اے ابن خطاب ! یہ وہ قوم ہیں جن کی آسائشیں دنیا کی زندگی ہی میں جلد مہیا کر دی گئی ہیں۔ میں نے

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِي فَاعْتَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَجْلِ

عرض کیا۔ یا رسول اللہ ! میرے لئے استغفار فرمائیے۔ اس بات کی وجہ سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب سے الگ تھلگ

ذٰلِكَ الْحَدِيْثِ حِيْنَ أَفْشَتْهُ حَفْصَةُ إِلٰى عَائِشَةَ وَكَانَ قَدْ قَالَ مَا أَنَا بِدَاخِلٍ

ہو گئے تھے۔ جب حفصہ نے عائشہ کو یہ بات بتا دی تھی۔ اور حضور نے فرمایا کہ میں ان کے پاس ایک مہینہ تک نہ جاؤں گا۔

عَلَيْهِنَّ شَهْرًا مِّنْ شِدَّةِ مَوْجِدَتِهِ عَلَيْهِنَّ حِيْنَ عَاتَبَهُ اللّٰهُ فَلَمَّا مَضَتْ تِسْعٌ وَّ

ان پر سخت ناراضگی کی وجہ سے جب کہ اللہ نے حضور پر عتاب فرمایا۔ جب انتیس دن گذر گئے تو عائشہ کے پاس حضور تشریف

عِشْرُوْنَ دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَبَدَأَ بِهَا فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ إِنَّكَ أَقْسَمْتَ أَنْ لَّا تَدْخُلَ

لے گئے اور انھیں سے شروع فرمایا۔ عائشہ نے عرض کیا آپ نے تو قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔

عَلَيْنَا شَهْرًا وَّإِنَّا أَصْبَحْنَا بِتِسْعٍ وَّعِشْرِيْنَ لَيْلَةً أَعُدُّهَا عَدًّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

اور ابھی انتیس راتیں ہوئی ہیں جن کو میں نے گن گن کے کاٹا ہے اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مہینہ انتیس دن کا ہے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّهْرُ تِسْعًا وَّعِشْرِيْنَ قَالَتْ

اور یہ مہینہ انتیس ہی دن کا ہوا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا پھر آیت تخییر نازل کی گئی تو سب سے پہلے حضور نے مجھ سے شروع فرمایا

عَائِشَةُ فَأُنْزِلَتْ اٰيَةُ التَّخْيِيْرِ فَبَدَأَ بِي أَوَّلَ امْرَأَةٍ فَقَالَ إِنِّيْ ذَاكِرٌ لَّكِ أَمْرًا وَّلَا عَلَيْكِ

اور فرمایا میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے ماں

أَنْ لَّا تَعْجَلِيْ حَتّٰى تَسْتَأْمِرِيْ أَبَوَيْكِ قَالَتْ قَدْ عَلِمَ أَنَّ أَبَوَيَّ لَمْ يَكُوْنَا يَأْمُرَانِيْ

باپ سے مشورہ کر لو ام المومنین نے فرمایا حضور کو یقین تھا کہ میرے والدین حضور سے جدائی کا مجھے حکم نہیں دیں گے۔ پھر

بِفِرَاقِكَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ۔ إِلٰى عَظِيْمًا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اے نبی اپنی ازواج سے فرما دو۔ عظیما تک میں نے عرض کیا اس معاملہ میں ماں باپ سے

قُلْتُ أَفِيْ هٰذَا أَسْتَأْمِرُ أَبَوَيَّ فَإِنِّيْ أُرِيْدُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ

مشورہ طلب کروں گی میں اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کو چاہتی ہوں۔ پھر بقیہ ازواج کو اختیار دیا۔

ثُمَّ خَيَّرَ نِسَاءَهُ فَقُلْنَ مِثْلَ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ ؎

ان سب نے اسی کے مثل کہا جو عائشہ نے کہا تھا۔

تشریحات ۱۴۰۴ ازواج مطہرات سے الگ تھلگ ایک مہینے تک بالاخانے پر تشریف رکھنے کا واقعہ دو بار رونما ہوا ہے۔ ایک بار ۵ھ میں جب کہ پائے اقدس میں گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے چوٹ آگئی تھی۔ دوبارہ ۹ھ میں جب ازواج مطہرات سے ناراض ہو کر یہ قسم کھالی تھی کہ ان کے پاس ایک مہینے نہیں جاؤں گا۔ جیسے میں نے جلد ثانی ص ۳۶۷ پر مفصل ذکر کیا ہے۔ بہت سے راویوں کو یہ اشتباہ ہوگیا کہ یہ دونوں ایک واقعے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں دو واقعے ہیں، حضرت ابن عباس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرالظہران میں پوچھا تھا بعض روایات میں یہ ہے کہ خود حضرت عمر نے ان سے فرمایا۔ پانی لیکر۔ وہ ایک جھاڑی میں قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور یہ باہر کھڑے رہے۔ جب وضو کرنے کے لئے پانی ڈالنے لگے تو پوچھا۔

کنت وجارلی یہ کوفیوں کے مذہب کے مطابق ہے۔ یہ ضمیر مجرور متصل پر عطف کو جائز مانتے ہیں۔ اور کتاب العلم میں بصریین کے مذہب کے مطابق، کنت انا وجارلی ہے۔ ضمیر متصل کی منفصل کی تاکید کے ساتھ یہ انصاری حضرت عتبان بن مالک بن عمر عجلانی خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

مِنَ الامر یہاں دونوں احتمال ہیں۔ کہ یہ امر بمعنی حکم ہو۔ یعنی احکام شرعیہ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ امر بمعنی فعل عام ہو۔ یعنی کوئی بھی بات کوئی بھی چیز۔ اور اس پر الف لام عہد کا ہو اور مراد وحی ہو۔ اور یہاں ظاہر یہی ہے۔ کتاب النکاح کی روایت میں۔ من الامر۔ کے بجائے من الوحی ہے۔

فصحت مسلم میں ہے۔ کہ ان کی زوجہ بنت خارجہ نے، خاص حضرت حفصہ کا نام لیکر کہا تھا۔ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال و جواب کرتی ہیں۔ خفا ہو جاتی ہیں۔ دن دن بھر بات نہیں کرتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر ام المومنین حضرت حفصہ سے مواخذہ فرمایا۔ تو انھوں نے فرمایا: ہم حضور سے سوال و جواب کریں گی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا لایغرنك جارتك۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر میں نہ ہوتا تو تجھے طلاق دیدیتے۔ پھر وہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں آئے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشتہ داری تھی۔ انھوں نے جلال میں فرمایا۔ اے ابن خطاب

؎ کتاب العلم باب التناوب فی العلم ص ۱۹ ثانی النکاح باب موعظۃ الرجل ابنتہ بحال زوجھا ص ۷۸۰ باب ھجرۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نساءہ فی غیر بیوتھن ص ۷۸۲ باب حب الرجل بعض نساءہ ص ۷۸۵ الطلاق باب من خیر نساءہ ص ۷۹۱-۷۹۲: ثانی تفسیر باب قولہ قل لازواجك دو طریقے سے۔ سورہ تحریم باب قد فرض اللہ تحلۃ ایمانکم ص ۷۲۹ باب قولہ واذا اسر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۷۳۰ باب وان تظاھرا علیہ ص ۷۳۱ مسلم الطلاق باب تخییرہ امرأتہ لایکون طلاقا الا بالنیۃ ص ۴۸۱۔

؎ فتح الباری ثامن ص ۵۲۷۔

تم پر تعجب ہے۔ تم ہر چیز میں دخل دینے لگے۔ یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کے درمیان بھی دخل دینے لگے۔ یہ بات مجھے ایسی لگی کہ میرا غم کچھ کم ہوگیا۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ پہلے ام المومنین حضرت صدیقہ کے پاس گئے اور فرمایا۔ کہ اے ابوبکر کی بیٹی تیری شان اتنی بڑھ گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایذا دیتی ہے۔ ام المومنین نے فرمایا۔ تم اپنی بیٹی کو دیکھو۔

غسان یہ شام میں ایک تالاب یا کنویں کا نام ہے۔ جہاں بنی ازد کی ایک شاخ بنی حفنہ نے بود و باش اختیار کرلیا تھا۔ پھر اس قبیلے کا نام ہی غسان پڑ گیا تھا۔

بغلام لہ یہ حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیساکہ مسلم کی روایت میں ہے۔

فصمت مسلم میں ہے۔ جب حاضری کا اذن نہیں ملا۔ تو میں نے بلند آواز میں کہا۔ اے رباح میرے لئے اجازت حاصل کر۔ حضور کو یہ گمان ہے کہ میں حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہوں واللہ اگر حضور حکم دیں تو اس کی گردن اڑادوں۔ اب رباح نے اشارہ کیا۔ اوپر آؤ۔ اور میں مشربہ میں داخل ہوا۔

بخاری اور دوسری حدیث کی کتابوں کی بعض روایتوں میں۔ آلیت شهرًا۔ یا آلی شهرا آیاہے۔ اس سے لغوی معنی مراد ہے۔ یعنی قسم کھانا۔ جیساکہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں حلف آیاہے۔ اور خود اسی حدیث میں بطریق زہری کتاب النکاح کی روایت میں یہ ہے وکان قال ما انا بداخل علیهن شهرا۔ اس لئے کہ قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ فقہی ایلاء اسی وقت ہوگا۔ جب کہ یہ قسم کھائے کہ اس سے وطی نہیں کروں گا۔ اور ہمارے یہاں یہ بھی ضروری ہے۔ کہ چار مہینے یا اس سے زائد کی مدت بھی ہو۔ اس حدیث کے کسی طریقے میں یہ نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وطی نہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔ اس لئے اس ایلاء سے فقہی ایلاء مراد نہیں ہوسکتا۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ایلاء سے اس کا لغوی معنی قسم کھانا مراد ہے۔

فاعتزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات پر یہ عتاب کیوں فرمایا۔ اس کی وجہ شارحین نے مختلف لکھی ہے۔ اول۔ ازواج مطہرات نفقے میں کچھ توسیع اور بہتری پر بضد تھیں۔ جیساکہ مسلم میں ہے۔ کہ فرمایا۔

هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَىٰ تَسْأَلْنَنِي النفقة[1] یہ ازواج میرے ارد گرد تم دیکھ رہے ہو مجھ سے نفقہ مانگ رہی ہیں۔

اس سے مطلق نفقہ کا سوال مراد نہیں۔ وہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتے ہی تھے۔ اس سے مراد توسیع اور تحسین ہے۔ علامہ عینی نے کسی کا قول نقل کیاہے۔ کہ ازواج مطہرات ایک دن اجتماعی طور پر حاضر ہوئیں اور یہ عرضداشت پیش کی۔ کہ ہم حضور سے اس کے خواہشمند ہیں جس کی ہر عورت اپنے شوہر سے متمنی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر ہم کسی اور کی زوجیت میں ہوتیں تو ہماری اور شان ہوتی۔ کپڑے ہوتے اور زیورات ہوتے۔

---

[1] اول ص ۴۸۰

دوم ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہد، بہت مرغوب تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ روزانہ تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں جب تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں۔ جسے نوش کرنے میں وہاں کچھ دیر تک تشریف رکھتے۔ ازواج مطہرات میں دو گروپ تھا۔ ایک حضرت عائشہ و حفصہ کا۔ دوسرا حضرت زینب کا۔ حضرت زینب کے یہاں دیر تک قیام فرمانا سبھی کو ناگوار تھا مگر اسے حضرت عائشہ اور حفصہ نے کچھ شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ دونوں نے آپس میں طے کر لیا۔ کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور تشریف لائیں تو یہ کہدے کہ حضور کے دہن مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ چنانچہ اسی کے مطابق ان دونوں میں جن کے پاس تشریف لائے تو اس نے وہ عرض کیا ــــــ فرمایا۔ میں نے زینب کے یہاں شہد پیا ہے۔ یہ اس کی بو ہے۔ اور اب شہد اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔

جیسا کہ مسلم میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے مروی ہے۔ اسی سلسلے میں اسی میں انھیں سے ایک دوسری روایت یہ ہے ــــــ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے۔ عصر بعد روزانہ تمام ازواج کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار حفصہ کے یہاں کچھ زیادہ دیر تک رکے میں نے اس بارے میں معلومات کی تو یہ پتہ چلا کہ وہاں شہد پی رہے تھے وہ کہتی ہیں میں نے اس کا سودہ سے تذکرہ کیا اور میں نے کہا جب حضور تمہارے پاس تشریف لائیں تو عرض کرنا یا رسول اللہ! حضور نے مغافیر کھایا ہے؟ اس کے جواب میں فرمائیں گے نہیں۔ تو تم عرض کرنا کہ پھر یہ بو کیسی ہے؟ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ حضور کے جسم سے بو محسوس کی جائے۔ اس لئے فرمائیں گے کہ حفصہ نے مجھے شہد پلا دیا ہے۔ تو تم عرض کرنا اس شہد کی مکھی نے عرفط چوس کر شہد جمع کیا ہے۔ اور میں بھی یہی عرض کروں گی۔ اور اے صفیہ تم بھی یہی کہنا۔ چنانچہ اس کے مطابق سب نے کہا۔ اس کے بعد پھر جب حضرت حفصہ کے پاس تشریف لے گئے اور انھوں نے شہد پیش کرنا چاہا تو فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت سودہ کو اس پر کچھ تکلیف بھی ہوئی کہ ہم نے حضور کو ایک مرغوب سے روک دیا انھوں نے حضرت عائشہ سے کہا سبحان اللہ واللہ ہم نے حضور کو شہد سے محروم کر دیا تو انھوں نے کہا چپ رہو۔

سوم ۔ حضرت حفصہ کی باری کا دن تھا حضرت حفصہ نے حضور سے اجازت لی اور اپنے والد کے گھر تشریف لے گئیں۔ حضور نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کو بلوایا جب حضرت حفصہ آئیں تو دروازہ کو بند پایا۔ جب حضور باہر تشریف لائے تو حضور کے چہرے سے پانی گر رہا تھا اور حفصہ رو رہی تھیں اس پر حضور نے فرمایا میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ ماریہ مجھ پر حرام ہے۔ دیکھو کسی کو بتانا مت اور یہ تیرے پاس امانت ہے۔ جب حضور باہر تشریف لے گئے تو حضرت حفصہ نے اس دیوار کو پیٹا جو ان کے اور حضرت عائشہ کے حجرے کے درمیان تھی اور کہا میں تم کو خوشخبری دیتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام فرما لیا ہے۔

ماریہ قبطیہ ہی کا قصہ ایک دوسرے طریقے سے بھی مروی ہے۔ حضرت حفصہ جب اس پر مطلع ہو گئیں تو حضور نے ان سے فرمایا کہ یہ عائشہ کو مت بتانا۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ دنیا سے تشریف لے جاؤں گا تو ابوبکر کے بعد تمہارے والد خلیفہ ہونگے۔

لیکن انھوں نے حضرت عائشہ کو بتا دیا۔ حضرت عائشہ نے حضور کو بتایا اور یہ التماس کی کہ ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرلیں۔ حضور نے یہ التماس قبول کرلی۔ اس کے بعد حضرت حفصہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس پر مواخذہ فرمایا۔ اور عتاب بھی۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ کہ طبرانی نے اوسط اور عشرۃ النساء میں ایسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا اس کی ہر روایت میں ضعف ہے۔

چہارم۔ ابن سعد نے یہ سبب روایت کیا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جانور ذبح فرمایا یا کہیں سے کچھ ہدیہ آیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کو برابر برابر تقسیم کرکے بھجوایا۔ حضرت زینب نے واپس کر دیا فرمایا اسے کچھ زیادہ دے دو تین بار یہی ہوا، اس پر حضرت عائشہ نے کہا۔ اس نے حضور کو ذلیل کر دیا۔ آپ کے ہدیے کو واپس کرتی ہے، فرمایا تم میں اتنی قوت کہاں؟ کہ مجھے ذلیل کرو۔ تمہارے پاس ایک مہینے نہیں آؤں گا۔ اس سلسلے میں جو روایتیں مذکور ہیں ان کو ہم نے لکھ دیا۔ واقعہ کیا تھا اس کا صحیح علم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے۔ جہاں تک میرے ذوق کا تعلق ہے ان میں سے کوئی واقعہ اس کی بنیاد بننے کے لائق نہیں۔ البتہ علامہ ابن حجر کی یہ رائے کچھ لگتی ہوئی ہے۔ کہ یہ سب تھوڑے تھوڑے وقفے سے رونما ہوئے۔ اور یہ سب مل کر سبب بنے۔ اس کے باوجود آیت تخییر سے متبادر یہی ہے کہ خفگی کا سبب نفقہ میں توسیع و تحسین کا سوال ہی تھا۔ اسی لئے محتاط مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں اسی کو ذکر فرمایا۔

فانزلت یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہینہ پورا ہونے پر بالا خانے سے نیچے تشریف لائے۔ تو ازواج مطہرات میں سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے پھر آیت تخییر نازل ہوئی۔ ارشاد ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا۔ (احزاب ایت ۲۸-۲۹)

اے نبی اپنی بیبیوں سے فرما دو۔ اگر وہ دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہیں۔ تو آؤ میں تم کو مال دوں اور خوبصورتی کے ساتھ چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نکوکاروں کے لئے عظیم اجر مہیا کر رکھا ہے۔

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ کہ یہ تخییر کن دو باتوں میں تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ تخییر اس بارے میں تھی کہ وہ زوجیت میں رہنا چاہتی ہیں۔ یا طلاق کی خواستگار ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس بارے میں اختیار دیا گیا تھا۔ کہ دنیا اختیار کرتی ہیں یا آخرت۔ اگر دنیا اختیار کرتی ہیں تو پھر ان سے جدائی اختیار فرمالیں۔ اور اگر آخرت اختیار کریں تو انھیں زوجیت میں روکے رکھیں ظاہر ہے کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے ورنہ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔

فانی ارید اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی عرض کیا تھا۔ کہ بقیہ ازواج مطہرات اگر میرے فیصلے کو پوچھیں تو حضور انھیں بتائیں نہیں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا۔ کہ جو بھی پوچھے گی میں بتاؤں گا۔ اللہ نے مجھے دشواری میں ڈالنے والا نہیں بنایا ہے۔ بلکہ آسانی پیدا کرنے والا

معلم اور مبلغ بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام ازواج کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اور وہ آیت تلاوت فرمائی سب نے پوچھا عائشہ نے کیا کہا۔ حضور نے انھیں بتایا۔ اور سب نے رسول اللہ اور دار آخرت کو اختیار فرمایا۔ اس پر اللہ عزوجل نے ازواج مطہرات کو انعام دنیا میں یہ دیا۔ کہ فرمایا۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ۔ (احزاب۔ ۵۲ آیت) اس کے بعد آپ کو اور عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ ان کے عوض دوسرے سے نکاح کرلیں۔

اس وقت ازواج مطہرات آٹھ تھیں۔ نہ اس کی اجازت تھی کہ مزید کسی اور سے نکاح کرلیں اور نہ اس کی کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کے عوض دوسرے سے نکاح کرلیں۔

لیکن یہ پابندی کچھ ہی دنوں تک رہی پھر مزید نکاح کی اجازت دیدی گئی۔ ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ۔ (احزاب۔ آیت ۴۹) اے نبی ہم نے آپ کیلئے ان تمام بیبیوں کو حلال فرمادیا ہے جن کے مہر آپ دے چکے ہیں اور جو تمہاری باندی ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ اخیر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار دیدیا گیا تھا جتنی عورتوں سے چاہیں نکاح فرمائیں۔ بلکہ بعض روایتوں سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید نکاح فرمائے۔ اگرچہ خلوت نہ ہوسکی۔

حکم شرعی اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا۔ اختاری نفسک۔ تو کیا حکم ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر شوہر نے اس سے طلاق سپرد کرنے کی نیت کی ہے تو اگر عورت اپنے نفس کو اختیار کرے تو اس پر ایک طلاق بائن پڑجائیگی اور اگر شوہر کو اختیار کیا تو کچھ نہیں۔ اور اگر شوہر تین طلاق کی نیت بھی کرلے تو بھی تین واقع نہ ہوں گی۔

بَابٌ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ ثُمَّ يُرِيدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ فَتُرِكَ مِنْهَا لِلطَّرِيقِ سَبْعَةُ أَذْرُعٍ۔ ص ۳۳۶ جب کسی ایسی کشادہ زمین کے بارے میں اختلاف ہو جو عام راستہ ہو اور اس کے مالک عمارت بنانا چاہیں تو راستے کے لئے سات ہاتھ چھوڑ دیں۔

حدیث ۱۴۰۵ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ بِسَبْعَةِ أَذْرُعٍ [۱]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب لوگ راستے کے بارے میں جھگڑتے تو سات ہاتھ چوڑائی چھوڑنے کا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیصلہ فرماتے۔

تشریحات ۱۴۰۵ امام بخاری نے باب میں الطریق کے ساتھ المیتاء کا اضافہ فرمایا ہے۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[۱] ترمذی۔ الاحکام۔ مسند امام احمد ثانی ص ۴۲۹ ص ۴۷۴

کی حدیث میں نہیں لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے جسے امام عبدالرزاق نے لیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت انس کی حدیثوں میں بھی ہے۔

بسبعة اذرع۔ یعنی دونوں فریق کی زمینوں سے ساڑھے تین تین ہاتھ زمین لی جائے گی۔

بَابُ النُّهْبَةِ بِغَيْرِ إِذْنِ صَاحِبِهِ ص۳۳۶ کسی کا مال اس کی اجازت کے بغیر لینا۔

ت ۴۷۱

وَقَالَ عُبَادَةُ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا نَنْتَهِبَ

حضرت عبادہ نے فرمایا ہم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ کسی کا مال لوٹیں گے نہیں

تشریحات ۴۷۱

یہ ایک طویل حدیث کا جزو ہے جو کتاب الایمان میں گذر چکی ہے۔ وہاں ان لا ننتهب نہیں تھا سرقہ اور نہبہ میں فرق یہ ہے کہ مالک کے علم کے بغیر کسی کا مال لینا سرقہ چوری ہے اور مالک کے علم میں ہوتے ہوئے زبردستی کسی کا مال لے لینا چھین لینا لوٹ لینا۔ نہبہ اور لوٹ ہے۔

حدیث ۱۴۰۶

حَدَّثَنَا عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ وَهُوَ جَدُّهُ أَبُو أُمِّهِ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبَى وَالْمُثْلَةِ [عہ]

عبداللہ بن یزید انصاری نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹنے اور صورت بگاڑنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۴۰۶

یعنی عبداللہ ابن یزید انصاری عدی ابن ثابت کے نانا ہیں۔ عبداللہ بن یزید انصاری کے بارے میں ابو داؤد نے کہا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بھی کیا ہے۔ اور حضور کے زمانہ میں کمسن تھے لیکن مصعب بن زبیر نے کہا کہ انھیں صحبت نصیب نہیں۔

مثلہ کے حقیقی معنی اعضا ر بگاڑنے کے ہیں۔ چنانچہ نقہاء نے فرمایا کہ انسان کو خصی کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ مثلہ کرنا ہے علامہ عینی نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ھی العقوبة فی الآلة۔ اس لئے یہ اپنے عموم کے لحاظ سے نسبندی کو بھی عام ہے۔ حقیقۃً یہ بھی عضو بگاڑنا ہے۔ اس لئے کہ عضو جس نفع کے لئے بنایا گیا ہے جب آپریشن کر کے وہ منفعت حاصل کرنے سے محروی ہو جاتی ہے تو یہ حقیقت میں عضو کو بگاڑنا ہی ہے۔

عہ ثانی الذبائح۔ مایکون من المثلة ص۸۲۹

حدیث ۱۴۰۷

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی

قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ

زانی مومن ہوتے ہوئے زنا نہیں کرتا۔ کوئی شرابی مومن ہوتے ہوئے شراب نہیں پیتا۔ کوئی چور مومن ہوتے

الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ

ہوئے چوری نہیں کرتا۔ اور کوئی لٹیرا مومن ہوتے ہوئے ایسے مال نہیں لوٹتا۔ جس کی جانب لوگوں کی

نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ؎

نظریں اٹھیں۔

قَالَ الْفِرَبْرِیُّ وَجَدْتُ بِخَطِّ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ قَالَ ابْنُ

فربری نے کہا کہ میں نے ابوجعفر کے ہاتھ کا لکھا ہوا پایا کہ ابوعبداللہ بخاری نے کہا کہ ابن عباس نے

عَبَّاسٍ تَفْسِیْرُهٗ اَنْ یُّنْزَعَ مِنْهُ نُوْرُ الْاِیْمَانِ۔

اس کی تفسیر میں فرمایا۔ اس سے ایمان کا نور چھین لیا جاتا ہے (یعنی نکال لیا جاتا ہے۔)

تشریحات ۱۴۰۷ کتاب المحاربین کی روایت کے اخیر میں ہے۔ والتوبة معروضة بعد۔ یعنی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ وہ چاہے تو توبہ کرلے۔ کتاب الحدود کی روایت میں۔ نہبۃ۔ کے ساتھ ساتھ۔ ذات شرف۔ بھی ہے۔ یعنی قدر عظیم۔ اس میں دونوں احتمال ہیں۔ کہ مقدار زیادہ ہو۔ اور یہ بھی کہ قیمت زیادہ ہو اگرچہ مقدار تھوڑی ہو۔ اور یہاں اس ارشاد کا بھی مطلب یہی ہے۔ یرفع الناس الیه فیها ابصارهم۔

قال الفربری یہ امام بخاری سے صحیح بخاری کے مشہور راوی۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر ہیں۔ ابوجعفر یہ ابن ابی حاتم امام بخاری کے وراق یعنی کاتب ہیں۔ ان کا تذکرہ مقدمہ میں گذر چکا ہے۔

اہلسنت کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ گناہ کے ارتکاب سے اگرچہ وہ کبیرہ ہو مسلمان کافر نہیں ہوتا۔ لامحالہ سلف سے لیکر آج تک اس حدیث کی تاویل کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔ اور ان سے دو تاویلیں بھی منقول ہیں۔ ایک یہی جو یہاں مذکور ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔ اسے امام ابوبکر

؎ ثانی۔ الاشربه۔ باب قول الله تعالیٰ انما الخمر والمیسر۔ الآیة۔ ص۸۳۶ الحدود باب مایحذر من الحدود ص۱۰۰۱ المحاربین۔ اثم الزناة ص۱۰۰۶۔ مسلم الایمان۔ نسائی۔ الاشربه۔ الرجم۔ ابن ماجه۔ الفتن۔

بن شیبہ نے کتاب الایمان میں روایت کیا ہے۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ایک ایک غلام کو بلاتے اور فرماتے کیا تمہاری شادی نہ کردوں۔ اس لئے کہ جو بندہ زنا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے نور کو چھین لیتا ہے۔ بلکہ امام بن جریر طبری نے خود حضرت ابن عباس ہی سے بطریق مجاہد حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو زنا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کے نور کو چھین لیتا ہے۔ اب اس کے بعد اس کی مہربانی ہے۔ اگر چاہے لوٹا دے چاہے نہ لوٹائے۔[1]

دوسری کتاب المحاربین میں ہے۔ کہ عکرمہ کے سوال پر فرمایا۔ ایسے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں گتھ لیں۔ پھر الگ کرلیں۔ اب اگر توبہ کرتا ہے تو ایمان لوٹتا ہے۔ اس طرح اور انگلیاں پھر گتھ لیں۔

اس تاویل کی تائید ابوداؤد اور حاکم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل کر سائبان کے مثل ہو جاتا ہے۔ جب فارغ ہو جاتا ہے تو لوٹ آتا ہے۔ انھیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام حاکم نے ایک اور حدیث روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے۔ تو اس کا ایمان یوں الگ ہو جاتا ہے۔ جیسے انسان اپنے کرتے اتار دیتا ہے۔

اقول وھو المستعان۔ مگر یہ تاویل خود محتاج توجیہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ارتکاب کے وقت وہ مومن نہیں رہتا۔ کافر ہو جاتا ہے۔ جب توبہ کرتا ہے تو مومن ہو جاتا ہے۔ جیسے ہر کافر کفر سے توبہ کرنے کے بعد مومن ہو جاتا ہے۔ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ یہاں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے۔ اس لئے جمہور نے ابتداہی سے یہی تاویل کی۔ اس میں کوئی خلل نہیں۔ اور یہ عرف و محاورے کے مطابق ہے۔ کہ لوگ آئے دن بات بات پر کسی چیز کی نفی کرتے ہیں اور مراد کمال کی نفی ہوتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے۔ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔ سوائے علی کے کوئی جوان نہیں اور سوائے ذوالفقار کے کوئی تلوار نہیں۔ ویسے ہی یہاں بھی مراد یہ ہے کہ گناہ کے ارتکاب کے وقت مومن نہیں یعنی مومن کامل نہیں۔

بَابٌ هَلْ تُكْسَرُ الدِّنَانُ الَّتِي فِيهَا الْخَمْرُ وَتُخَرَّقُ الزِّقَاقُ۔ ص ۳۳۶　　جن مٹکوں میں شراب ہو تو کیا انھیں توڑ دیا جائے اور ان مشکوں کو پھاڑ دیا جائے۔

فَإِنْ كَسَرَ صَنَمًا أَوْ صَلِيبًا أَوْ طُنْبُورًا أَوْ مَا لَا يُنْتَفَعُ بِخَشَبِهٖ۔ وَأُتِيَ شُرَيْحٌ فِي طُنْبُورٍ كُسِرَ فَلَمْ يَقْضِ فِيهِ بِشَيْءٍ۔

پس اگر بت توڑ دے یا سارنگی یا ایسا مال جس کی لکڑی سے انتفاع نہ ہو۔ شریح کے پاس یہ معاملہ لایا گیا کہ سارنگی توڑ دیا تھا۔ تو کچھ بھی تاوان کا حکم نہیں کیا۔

---

[1] فتح الباری کتاب الحدود ص ۵۹ جلد ۱۲

حدیث ۱۴۰۸

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ اَبِیْ عُبَیْدٍ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ النَّبِیَّ

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی نِیْرَانًا تُوْقَدُ یَوْمَ خَیْبَرَ فَقَالَ

خیبر کے دن آگ دیکھی جو جلائی جارہی تھی۔ پوچھا۔ یہ آگ کا ہے پر جلائی جا رہی ہے۔ فرمایا۔ دیسی

عَلٰی مَا تُوْقَدُ ھٰذِہِ النِّیْرَانُ قَالُوْا عَلَی الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّۃِ قَالَ اِکْسِرُوْھَا

گدھوں پر۔ فرمایا۔ (ہانڈیاں) توڑ دو اور گوشت گرادو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ کیا ایسا نہ کریں کہ گوشت

وَاَھْرِیْقُوْھَا قَالُوْا اَلَا نُھْرِیْقُھَا وَنَغْسِلُھَا قَالَ اغْسِلُوْا۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ

گرادیں اور ہانڈیاں دھولیں۔ فرمایا۔ دھولو۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ ابن ابی اویس

کَانَ ابْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ یَقُوْلُ اَلْحُمُرُ الْاَنَسِیَّۃُ بِنَصَبِ الْاَلِفِ وَالنُّوْنِ۔

کہا کرتے تھے۔ اَلْحُمُرُ الْاَنَسِیَّۃ، الف اور نون کے فتحے کے ساتھ۔

تشریحات ۱۴۰۸

یہ ایک طویل حدیث کا وسطانی جز ہے۔ جو غزوۂ خیبر وغیرہ میں مذکور ہے۔ یہ حدیث بھی امام بخاری کی ثلاثیات میں سے ہے۔ یہاں ابو عاصم الضحاک سے تخریج کی ہے اور کتاب الذبائح میں مکی بن ابراہیم تلمیذ امام اعظم سے ابتدائی حصہ یہ ہے ابو سلمہ کہتے ہیں۔ جب ہم نے خیبر پہونچ کر اس کا محاصرہ کرلیا تو ہمیں سخت بھوک لگی۔ پھر اللہ نے خیبر فتح فرما دیا۔ جس دن خیبر فتح ہوا تو اس کی شام کو ہم نے بہت زیادہ آگ جلائی۔

قال ابو عبد اللہ ابن ابی اویس، سے مراد امام بخاری کے استاذ اسمٰعیل ہیں جن کا نام عبد اللہ تھا۔ یہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ کے صاحبزادے ہیں۔

اَلْاَنَسِیَّۃِ۔ میں تین لغات درست ہیں۔ اَنَسِیَّہ۔ انسٌ سے وحشت کا ضد۔ اور اُنُسِیَّہ اُنُس سے اسی معنی میں۔ اور اِنْسِیَّہ۔ اِنْسٌ بمعنی بنی آدم سے۔ ابن ابی اویس نے یہ افادہ فرمایا۔ کہ مشہور روایت اَنَسِیَّہ ہے امام بخاری نے ہمزہ کو الف سے اور فتحہ کو نصب سے تعبیر فرمایا۔ یہ ان کا تسامح ہے۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ متقدمین نحاۃ کی اصطلاح میں یہ درست ہے۔ کہ ہمزہ کو الف سے اور فتحہ کو نصب سے تعبیر کیا جائے۔ علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔

عہ ثانی المغازی باب غزوۃ خیبر ص۶۰۳ الصید باب آنیۃ المجوس والمیتۃ ص۸۲۴ الادب ما یجوز من الشعر والرجز ص۹۰۸ الدعوات باب قول اللہ وصل علیہ ص۹۳۸ مسلم، المغازی، الذبائح۔ ابن ماجہ الذبائح۔

حدیث ۱۴۰۹

عَنْ اَبِی مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں تشریف

دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ وَحَوْلَ الْکَعْبَۃِ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَّسِتُّوْنَ

لے گئے اور کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے۔ حضور اپنے ہاتھ کی لکڑی سے ان کو کچو کے مارتے تھے اور

نُصُبًا فَجَعَلَ یَطْعَنُھَا بِعُوْدٍ فِیْ یَدِہٖ وَجَعَلَ یَقُوْلُ جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ الْاٰیَۃَ ؎

فرماتے تھے حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ پوری آیت۔

تشریحات ۱۴۰۹

نصبا۔ ابن تین نے کہا کہ ابوالحسن کی روایت میں نُصُبٌ ہے۔ نون اور صاد دونوں کے ضمے کے ساتھ اس تقدیر پر یہ نصاب کی جمع ہے۔ جو بت یا اس پتھر کے معنی میں ہے۔ جسے نصب کیا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نُصْبٌ، نون کے ضمہ اور صاد کے سکون کے ساتھ ہے۔ وہ پتھر جس کو زمانہ جاہلیت میں نصب کرتے اور اسے بت بنا لیتے تھے۔ جس کی پرستش کرتے تھے اس کی جمع انصاب ہے۔ ایک روایت میں بجائے نصبا کے صنما بھی آیا ہے۔ مکہ ۱۰ رمضان ۸ھ میں فتح ہوا تھا۔ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے۔ تو وہاں تین سو ساٹھ بت پایا۔ تو لاٹھی سے ہر بت کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔ حق آیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے والا ہی تھا۔ جس بت کی جانب اشارہ فرماتے وہ گر جاتا بغیر اس کے کہ عصائے مبارک اسے چھوتا۔

حدیث ۱۴۱۰

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّھَا کَانَتِ اتَّخَذَتْ عَلٰی سَھْوَۃٍ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے اپنے ایک چبوترے

لَھَا سِتْرًا فِیْہِ تَمَاثِیْلُ فَھَتَکَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاتَّخَذَتْ مِنْہُ

پر ایک ایسا پردہ ڈال دیا تھا جس میں تصویریں تھیں۔ تو اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھاڑ ڈالا۔ اور اس

نُمْرُقَتَیْنِ فَکَانَتَا فِی الْبَیْتِ یُجْلَسُ عَلَیْھِمَا ؎

کا دو بچھونا بنا دیا۔ جو گھر میں رکھے رہتے جن پر بیٹھتے تھے۔

؎ ثانی مغازی باب غزوۃ الفتح ص ۶۱۴

؎ ثانی۔ اللباس۔ باب ما وطی من التصاویر ص ۸۸۰ دوطریقے سے۔ الادب باب مایجوز من الغضب والشدۃ لامر اللہ ص ۹۰۲

تشریحات ۱۴۱۰

کتاب اللباس میں یہ حدیث پوری یوں ہے ام المومنین فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بار (تبوک یا خیبر کے) سفر سے تشریف لائے۔ اور میں نے اپنے چبوترے کو تصویر دار پردے سے چھپا دیا تھا۔ جب اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا۔ تو پھاڑ ڈالا اور فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت کرتے ہیں۔ اسی میں دوسری روایت میں قراما کے بجائے "درنوکا" ہے۔ روئیں دار چھپا ہوا کپڑا۔ حاصل وہی ہے۔ کیونکہ آگے تصریح ہے۔ فیہ تماثیل۔ اس میں تصویریں تھیں۔

اخیر میں یہ ہے۔ من اشد الناس عذابا یوم القیمۃ الذین یصورون ہٰذہ الصور۔ قیامت کے دن جن جن لوگوں پر سخت عذاب ہوگا۔ ان میں ان تصویروں کے بنانے والے بھی ہیں۔

مطابقت مظالم سے اس حدیث کو مطابقت یہ ہے۔ کہ ظلم کی تعریف ہے وضع الشئ فی غیر محلہ۔ تصویر بنانے میں جو رنگ و روغن صرف ہوتا ہے۔ یہ اپنے غیر محل میں صرف ہوتا ہے۔ اسلئے یہ ظلم ہوا۔
باب سے مناسبت یہ ہے کہ باب سے یہ معلوم ہوا کہ جن چیزوں کا استعمال ناجائز ہے ان کو بحفاظت رکھنا حرام ہے انھیں ضائع کر دینا واجب ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصویر والے پردے کو پھاڑ دیا۔

مسائل کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ حرام صرف وہ تصویر ہے جو مجسمہ ہو جس کا سایہ ہو اس لئے کہ تمثال صرف مجسمہ ہی کو کہتے ہیں۔ مگر اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مجسمہ کے علاوہ وہ تصاویر بھی حرام ہیں جن کا سایہ نہ ہو اور جو کپڑے پر یا کاغذ یا دیوار پر بنی ہوئی ہوں۔ اس لئے کہ یہ تصویریں جو اس حدیث میں مذکور ہیں پردے پر بنی ہوئی تھیں۔ ام المومنین کے الفاظ بعض روایت میں[1] فیہ تماثیل وارد ہیں۔ اس سے ثابت ہے کہ تمثال کا اطلاق کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی تصاویر پر بھی ہوتا ہے۔ جو مجسمہ نہیں۔

بَابُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ ص۳۳۷ جو اپنے مال کے بچانے میں مارا جائے۔

حدیث ۱۴۱۱

عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ سَمِعْتُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِہٖ فَھُوَ شَہِیْدٌ۔

کہ فرماتے تھے۔ جو اپنا مال بچانے کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔

[1] بخاری ثانی۔ ص ۸۸۰

تشریحات ۱۴۱۲

دون اصل میں " تحت " کے معنی میں ظرف مکان ہے۔ مجازاً سبب کے معنی میں مستعمل ہے اب ترجمہ یہ ہے جو اپنے مال کی وجہ سے مارا گیا۔ یعنی حفاظت کی وجہ سے۔ بعض نسخوں میں باب من قاتل دون مالہ۔ اسے شہید ہونا لازم نہیں۔ اسی لئے امام بخاری نے جواب ذکر نہیں فرمایا۔ جواب یہ ہوگا کہ وہ ماجور ہے۔ ثواب کا مستحق ہے۔ مطابقت کی تقریر یہ ہوگی کہ جب مال کی حفاظت میں قتل ہوجانے والا شہید ہے۔ تو جو مال بچانے کے لئے لڑے وہ ضرور ثواب کا مستحق ہے اگرچہ شہید نہ ہو۔ جواب ذکر نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ یہاں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے۔ من قتل دون مالہ مظلومًا فلہ الجنۃ۔ یعنی جو اپنا مال بچانے میں مظلوم ہوکر مار ڈالا گیا۔ اس کے لئے جنت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ استحقاق جنت کے لئے شہید ہونا لازم نہیں

بَابٌ اِذَا کَسَرَ قَصْعَۃً اَوْشَیْئًا لِغَیْرِہٖ ص۳۳۷ جب کسی دوسرے کا پیالہ یا کچھ اور توڑ دیا۔

حدیث ۱۴۱۲

عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج کے یہاں

وَسَلَّمَ کَانَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِہٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰی اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَعَ خَادِمٍ بِقَصْعَۃٍ

تشریف فرما تھے ؛ بعض امہات المومنین نے ایک خادمہ کے بدست ایک پیالہ میں کھانا بھیجا تو جن کے یہاں حضور تھے

فِیْھَا طَعَامٌ فَضَرَبَتْ بِیَدِھَا فَکَسَرَتِ الْقَصْعَۃَ فَضَمَّھَا وَجَعَلَ فِیْھَا الطَّعَامَ وَقَالَ کُلُوْا وَحَبَسَ

انھوں نے کھانے پر اپنا ہاتھ مار دیا پیالہ (گر پڑا) اور ٹوٹ گیا۔ حضور نے پیالہ کو جوڑا اور کھانا پیالہ میں کیا اور فرمایا کھاؤ۔

الرَّسُوْلَ وَالْقَصْعَۃَ حَتّٰی فَرَغُوْا فَدَفَعَ الْقَصْعَۃَ الصَّحِیْحَۃَ وَحَبَسَ الْمَکْسُوْرَۃَ [عہ]

لانے والے اور پیالے کو روک لیا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہوگئے تو صحیح سلامت پیالہ واپس فرمایا اور ٹوٹا ہوا روک لیا۔

تشریحات ۱۴۱۲

کتاب النکاح میں یہ تفصیل ہے۔ کہ جن کے کاشانۂ اقدس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ انھوں نے خادمہ کے ہاتھ کو مارا۔ جس کی وجہ سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیالے کے ٹکڑوں کو جمع فرمایا۔ پھر کھانا اس میں جمع فرمایا۔ فرمانے لگے۔ تمہاری ماں کو غیرت آگئی ہے۔ پھر جن کے گھر تشریف فرما تھے ان سے صحیح سالم پیالہ لیا اور ٹوٹا ہوا انھیں دیدیا۔

بھیجنے والی حضرت زینب بنت جحش تھیں یا حضرت ام سلمہ یا حضرت صفیہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعات متعدد ہوئے ہوں۔

عہ ثانی۔ نکاح۔ باب الغیرۃ ص۷۸۶۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الشَّرِكَةِ فِي الطَّعَامِ وَالنَّهْدِ	کھانے اور زادراہ اور سامان میں شرکت کا بیان
وَالْعُرُوضِ وَكَيْفَ قِسْمَةُ مَا يُكَالُ	اور مکیل موزون کو اندازے سے تقسیم کیا جائے
وَيُوزَنُ مُجَازَفَةً أَوْ قَبْضَةً قَبْضَةً	یا مٹھی مٹھی بھر۔ کیونکہ زادراہ میں مسلمان اس میں
لِمَا لَمْ يَرَ الْمُسْلِمُونَ فِي النَّهْدِ بَأْسًا أَنْ	کوئی حرج نہیں جانتے۔ کہ کوئی کچھ کھالے اور کوئی
يَأْكُلَ هٰذَا بَعْضًا وَهٰذَا بَعْضًا وَكَذَالِكَ مُجَازَفَةُ	کچھ اور ایسے ہی سونے چاندی کو تخمینے سے تقسیم کرنا
الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْقِرَانِ فِي التَّمْرِ ص۳۳۳	اور چند کھجوریں ساتھ ساتھ کھانا۔

توضیح باب شرکۃ میں چار لغات ہیں۔ شَرِكَةٌ۔ شِرْكَةٌ۔ شَرْكَةٌ۔ شِرْک بغیر تا کے۔ شریعت میں شرکت کے معنی یہ ہیں۔

ایک یا ایک سے زائد چیزوں پر چند آدمیوں کا حق ثابت ہوجائے کسی بھی بنیاد پر۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت ملک۔ اور شرکت عقد۔ شرکت ملک یہ ہے۔ کہ چند اشخاص کسی چیز کے مالک ہوں مگر ان میں عقد شرکت نہ ہوا ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اختیاری اور جبری۔ اختیاری یہ ہے۔ کہ شرکا کے فعل و اختیار سے شرکت ہوئی ہو مثلاً بہ نیت شرکت چند آدمیوں نے کوئی چیز خریدی۔ یا ان کو کسی نے ہبہ یا صدقہ کیا۔ اور انھوں نے قبول کرلیا۔ یا ایک نے قصداً اپنی چیز دوسرے کی چیز میں اس طرح ملادی کہ امتیاز جاتا رہا۔ جبری یہ کہ ان کے مال میں ان کے قصد و اختیار کے بغیر ایسا خلط ملط ہوجائے کہ ایک کی چیز دوسرے سے ممتاز نہ ہوسکے۔ جیسے میراث۔ یا امتیاز ہوسکے مگر نہایت دقت و دشواری کے ساتھ۔ جیسے ایک کے گیہوں میں دوسرے کا جو مل گیا۔

شرکت عقد یہ ہے کہ باہم عقد شرکت ہوا ہو۔ مثلاً ایک نے کہا میں فلاں چیز میں تیرا شریک ہوں اور دوسرے نے کہا ہمیں منظور ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ شرکت بالمال۔ شرکت بالعمل۔ شرکت وجوہ۔ شرکت بالمال یہ کہ دونوں نے مال دیا ہو۔ شرکت بالعمل۔ کہ تمام شرکا کام لاکر مل کر کام کریں اور مزدوری آپس میں تقسیم کرلیں۔
شرکت وجوہ یہ ہے۔ کہ تمام شرکا اپنی وجاہت اور اعتماد پر ادھار مال لاکر بیچیں گے اور نفع میں شریک رہیں گے۔ پھر ان کی دو قسمیں ہیں۔ شرکت مفاوضہ اور شرکت عنان۔

شرکت مفاوضہ یہ ہے کہ چند شخص باہم یہ کہیں کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اور ہم کو اختیار ہے کہ یکجائی خرید و فروخت کریں یا علٰحدہ علٰحدہ نقد بیچیں یا ادھار اور ہر ایک اپنی اپنی رائے سے کام کرے گا جو کچھ نفع نقصان ہوگا اس میں دونوں برابر کے شریک ہوں گے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں نفع ونقصان میں بھی برابری ہو۔ تصرف کا حق بھی برابر ہو۔ حکم یہ ہے کہ اس میں ہر شریک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہے یعنی ہر ایک دوسرے کا مطالبہ وصول کرسکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ واجب ہوگا دوسرا بھی اس کا ضامن ہے۔

شرکت عنان یہ ہے کہ چند افراد کسی خاص نوع کی تجارت یا ہر قسم کی تجارت میں شرکت کریں۔ مگر ان میں کوئی دوسرے کا ضامن نہ ہو۔ صرف وکیل ہو۔ اس کی شرط یہ ہے کہ جو لوگ وکیل ہونے کے اہل ہیں ان میں یہ جائز ہے ـــ تعارف کے لئے بنیادی تعریفات کردی ہیں تفصیل کتب فقہ خصوصا بہار شریعت حصہ دہم سے معلوم کریں۔

نِہد یہ نون کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ توشہ زاد راہ۔ سفر میں عموما یہ ہوتا ہے کہ چند رفقاء اپنے اپنے کھانے کی چیزیں اکٹھی کرکے کھاتے ہیں۔ چیزیں کسی کی کم ہوتی ہیں کسی کی زیادہ کسی کی عمدہ کسی کی معمولی کوئی کم کھاتا ہے کوئی زیادہ۔ مگر چونکہ اکٹھے ہوکر کھانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ایک نے دوسرے کے لئے اپنی چیز مباح کردی ہے۔ اس لئے یہ بلاشبہ جائز ہے۔ اس طرح مشترک غلے وغیرہ میں بھی یہ تعامل ہے کہ لوگ اندازے سے بھی تقسیم کرلیتے ہیں اور ہاتھ سے ناپ کر بھی اس لئے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

مجازفۃ الذھب والفضۃ اس کا مطلب یہ ہے کہ سونا مشترک ہے۔ تو شرکاء اسے اندازے سے بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔ اسی طرح چاندی کو بھی۔ لیکن ابن بطال نے کہا کہ یہ بالاجماع جائز نہیں۔ اسی طرح گیہوں وغیرہ ان چیزوں میں بھی یہ تقسیم جائز نہیں جن میں سود ہے۔ ہاں اگر جنس مختلف ہو تو جائز ہے۔ یا وہ ایسی چیزیں ہوں جن میں سود نہیں۔

والقران فی التمر یعنی اس میں بھی حرج نہیں۔ لیکن احادیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔ چند باب کے بعد حدیث مذکور ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ ممانعت تحریمی ہے یا تنزیہی۔ بزار اور طبرانی نے اپنے معجم اوسط میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم کو کھجوریں ملاکر کھانے سے منع فرمایا تھا۔ اللہ عزوجل نے تمہیں وسعت دیدی ہے۔ اب ملاکر کھاؤ۔ اس حدیث نے سابقہ ممانعت کو منسوخ کردیا۔ مگر اس حدیث پر کلام کیا گیا ہے۔ اس لئے کچھ علماء نسخ کو تسلیم نہیں کرتے۔ بہرحال احتیاط اسی میں ہے کہ کھجور یا پھلوں کو ملاکر نہ کھایا جائے۔ اس سے لالچ اور ہوس ٹپکتی ہے۔

حدیث ۱۴۱۳	عَنْ وَهَبِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ
	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْثًا قِبَلَ السَّاحِلِ فَاَمَّرَ عَلَیْہِمْ اَبَا عُبَیْدَۃَ

لشکر ساحل کی جانب بھیجا اور اس لشکر کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور یہ تین سو

بْنَ الْجَرَّاحِ وَہُمْ ثَلٰثُ مِائَۃٍ وَاَنَا فِیْہِمْ فَخَرَجْنَا اِذَا کُنَّا بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ فَنِیَ الزَّادُ

افراد تھے میں بھی انھیں میں تھا ہم مدینہ سے نکلے راستے ہی میں تھے کہ توشہ ختم ہو گیا، اس پر حضرت ابو عبیدہ نے

فَاَمَرَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بِاَزْوَادِ ذٰلِکَ الْجَیْشِ فَجُمِعَ ذٰلِکَ کُلُّہٗ فَکَانَ مِزْوَدَیْ تَمْرٍ وَکَانَ یُقَوِّتُنَا

حکم دیا کہ پورے لشکر کے توشوں کو جمع کیا جائے۔ جو کل کھجوروں کے دو تھیلے ہوئے۔ وہ روزانہ ہمیں تھوڑا

کُلَّ یَوْمٍ قَلِیْلًا قَلِیْلًا حَتّٰی فَنِیَ فَلَمْ یَکُنْ تُصِیْبُنَا اِلَّا تَمْرَۃٌ تَمْرَۃٌ فَقُلْتُ وَمَا تُغْنِیْ تَمْرَۃٌ فَقَالَ

تھوڑا توشہ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ بھی ختم ہو گیا اور اب ہمیں صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی (وہب بن کیسان) نے کہا

لَقَدْ وَجَدْنَا فَقْدَہَا حِیْنَ فَنِیَتْ قَالَ ثُمَّ انْتَہَیْنَا اِلَی الْبَحْرِ فَاِذَا حُوْتٌ مِثْلُ الظَّرِبِ فَاَکَلَ

ایک کھجور سے کیا ہوتا تھا۔ تو حضرت جابر نے فرمایا کہ جب یہ بھی ختم ہو گئی تو ہم کو اس کی قدر معلوم ہوئی۔ اس کے بعد ہم

مِنْہُ ذٰلِکَ الْجَیْشُ ثَمَانِیَ عَشْرَۃَ لَیْلَۃً ثُمَّ اَمَرَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بِضِلْعَیْنِ مِنْ اَضْلَاعِہٖ فَنُصِبَا

دریا تک پہنچے تو ایک مچھلی چھوٹے پہاڑ کے برابر خشکی پر ملی جس سے اس لشکر نے اٹھارہ دن کھایا پھر اس کے پہلو کی

ثُمَّ اَمَرَ بِرَاحِلَۃٍ فَرُحِلَتْ ثُمَّ مَرَّتْ تَحْتَہُمَا فَلَمْ تُصِبْہُمَا ؎

ہڈیوں میں سے دو ہڈیوں کو ملا کر کھڑی کرنے کا حکم دیا۔ پھر اونٹ پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا یہ اونٹ ان دونوں کے
پیچھے سے گذرا مگر اس کا سرا ہڈیوں تک نہیں پہنچ سکا۔

تشریحات ۱۳۱۳

یہ سریہ ۸ھ کے رجب میں ہوا تھا۔ اس کو سریۃ الخبط اور سریۃ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ خبط اس پتے کو کہتے ہیں جو درخت سے جھاڑ کر گرایا گیا ہو۔ چونکہ اس سریے میں صحابہ کرام نے درخت کے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھایا تھا۔ اس لئے یہ نام پڑا۔ سیف کے معنی کنارے کے ہیں۔ یہ سریہ قریش کے ایک قافلے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج میں فرمایا۔ قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجا گیا تھا جس کا فاصلہ مدینہ طیبہ سے پانچ دن کی مسافت پر تھا۔

؎ الجہاد باب حمل الزاد علی الرکاب ص۴۱۹ ثانی۔ مغازی۔ باب غزوۃ سیف البحر ص۶۲۵۔ مسلم الصید۔ ترمذی۔ الزھد۔ نسائی الصید۔ السیر۔

مزودی تمر مزود۔ توشہ رکھنے کی تھیلی ٹوکری وغیرہ۔ مسلم میں ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں ایک ٹوکری کھجوریں دی تھیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر قریب الختم ہونے کے وقت دو ٹوکری کھجوریں کیسے جمع ہوئیں۔ ہو سکتا ہے کہ مجاہدین اپنے طور پر کچھ توشہ لیتے گئے ہوں۔ اور مسلم میں جو مذکور ہے وہ سرکاری عطیہ تھا۔ سب کی کھجوریں اکٹھی کر کے ہر ایک کو ایک ایک کھجور دیے۔ یہ چونکہ تمام ہمراہی راضی تھے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں کئی بار ایسا فرمایا۔ اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ سنت ہے۔

فاذا حوت اس مچھلی کا نام عنبر تھا۔ اس کے سینے سے ڈھال بنتی تھی۔ اس ڈھال کو بھی عنبر ہی کہتے تھے۔ مشہور خوشبو عنبر ایک الگ چیز ہے یہ کسی دریائی جانور کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ حوت واحد اور جمع دونوں پر بولی جاتی ہے۔ بڑی مچھلی کو کہتے ہیں۔

مثل الظرب ظرب۔ ظراب کی جمع ہے۔ چھوٹی پہاڑی۔ مسلم میں ہے۔ ہم اس کی آنکھ کے گڑھے میں مٹکے ڈال کر چربی نکالتے تھے۔ ان میں تیرہ افراد کو حضرت ابو عبیدہ نے بٹھایا۔ اور رسی کے برابر اس کے ٹکڑے کاٹتے تھے۔

ثمانی عشر لیلۃ بعض روایتوں میں۔ نصف شہر ہے۔ اور بعض روایتوں میں شہر بھی وارد ہے۔ ثمانی عشر اور نصف شہر میں منافاۃ نہیں۔ ایسا ہوتا ہے۔ پندرہ دن سے ایک دو دن کم و بیش کو نصف مہینے سے تعبیر کر دیتے ہیں اور شہر کی امام قاضی عیاض نے تاویل یہ کی کہ نصف مہینے تر کھائی اور سکھا کر رکھ لیا۔ پندرہ دن تک اسے کھایا۔ مسلم میں ہے۔ مدینہ طیبہ واپس آ کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا تو فرمایا۔ یہ تمہارا رزق تھا جو اللہ عزوجل نے بھیجا تھا۔ کیا اس کے گوشت میں سے کچھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔ صحابہ نے حاضر کیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اسے تناول فرمایا۔

اس سریے میں وہ وقت بھی آیا کہ زادراہ بالکل ختم ہو گیا۔ تو صحابہ کرام جنگلی درخت کے پتے کھاتے تھے جس کی وجہ سے ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح ہو گئے تھے۔

بضلعین ضِلع پسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد اس کے کانٹے ہیں۔

اس حدیث میں صحابہ کرام کی کرامت ظاہر ہے۔ یومیہ صرف ایک کھجور کھا کر چلنے پھرنے کی قوت بلکہ جہاد کا حوصلہ باقی رہنا فوق الفطرۃ بات ہے۔ اور یہ محض تائید ایزدی ہے۔

حدیث ۱۴۱۳

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ قوم کے توشے ختم ہو گئے اور لوگوں پر فاقے کی

خَفَّتْ أَزْوَادُ الْقَوْمِ وَأَمْلَقُوا فَأَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَحْرِ إِبِلِهِمْ

نوبت آ گئی۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اونٹوں کو ذبح کرنے کی اجازت لینے۔

فَاَذِنَ لَهُمْ فَلَقِيَهُمْ عُمَرُ فَاَخْبَرُوْهُ فَقَالَ مَا بَقَاءُكُمْ بَعْدَ اِبِلِكُمْ فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ

حضور نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت عمر ملے لوگوں نے انھیں بتایا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ اونٹوں کے

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا بَقَاءُهُمْ بَعْدَ اِبِلِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ

بعد تم لوگ کیسے زندہ رہو گے۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اونٹوں کے بعد لوگ

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَادِ فِى النَّاسِ يَأْتُوْنَ بِفَضْلِ اَزْوَادِهِمْ فَبُسِطَ لِذٰلِكَ

کیسے جئیں گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منادی کراؤ کہ سب لوگ اپنے بچے ہوئے توشے لائیں

نِطَعٌ وَّجَعَلُوْهُ عَلَى النِّطَعِ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا وَبَرَّكَ

اس کے لئے ایک چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا۔ لوگوں نے اس پر لاکر ڈال دیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَيْهِ ثُمَّ دَعَاهُمْ بِاَوْعِيَتِهِمْ فَاحْتَثَى النَّاسُ حَتّٰى فَرَغُوْا ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

نے کھڑے ہو کر اس کی برکت کے لئے دعا کی۔ پھر اپنے اپنے برتنوں کے ساتھ سب کو بلایا۔ سب لوگوں نے لپ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ عہ

لے کر برتن بھر لئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ غزوۂ ہوازن کے موقعہ پر پیش آیا تھا۔

حدیث ۱۴۱۵

عَنْ اَبِىْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اشعری

الْاَشْعَرِيِّيْنَ اِذَا اَرْمَلُوْا فِى الْغَزْوِ اَوْ قَلَّ طَعَامُ عِيَالِهِمْ بِالْمَدِيْنَةِ جَمَعُوْا مَا كَانَ عِنْدَهُمْ

لوگ جب غزوے میں محتاج ہو جاتے ہیں۔ یا مدینے میں ان کے عیال کا غلہ کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے سب

فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اقْتَسَمُوْا بَيْنَهُمْ فِىْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ بِالسَّوِيَّةِ فَهُمْ مِنِّىْ وَاَنَا مِنْهُمْ سہ

کو ایک کپڑے میں اکٹھے کرتے ہیں پھر ایک برتن سے برابر تقسیم کر لیتے ہیں وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

عہ الجہاد۔ باب حمل الزاد فی الغزو ص ۴۱۸

سہ مسلم۔ فضائل۔ نسائی۔ سیر

تشریحات ۱۴۱۴ - ۱۵

ابوبردہ، یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا نام حارث تھا یا عامر اور ایک قول یہ ہے۔ ابوبردہ ہی ان کا نام ہے

اذا ارملوا جب ان کا توشہ ختم ہوجاتا۔ یعنی ختم ہونے کے قریب ہوتا۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ جب رمل یعنی ریت میں مل جاتے۔ یعنی فاقے سے حالت یہ ہوجاتی کہ وہ ریت میں مل جائیں گے جیساکہ ذا متربۃ کا لفظی ترجمہ دھول والا ہے۔ مگر عرفی معنی محتاج وتنگدست کے ہیں۔

فھم منی وانا منھم یعنی وہ مجھ سے متصل ہیں۔ اس من کو اتصالیہ کہتے ہیں۔ یہ کلمہ غایت محبت کے اظہار کے لئے کہا جاتا ہے جیسے کہ فرمایا الحسین منی وانا من حسین۔

بَابُ قِسْمَةِ الْغَنَمِ ص ۳۳۸ بکریوں کو (گن کر) تقسیم کرنا

حدیث ۱۴۱۶

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ذوالحلیفہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ فَأَصَابَ النَّاسَ جُوْعٌ فَأَصَابُوْا إِبِلًا وَّ

میں تھے کہ لوگ بھوکے ہوگئے اور لوگوں کو بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

غَنَمًا قَالَ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أُخْرَيَاتِ الْقَوْمِ فَعَجِلُوْا وَذَبَحُوْا

علیہ وسلم لشکر کے اخیر حصے میں تھے لوگوں نے جلدی مچادی۔ انھیں ذبح کیا اور ہانڈیاں چڑھادیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وَنَصَبُوا الْقُدُوْرَ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُدُوْرِ فَأُكْفِئَتْ ثُمَّ قَسَمَ

نے ہانڈیوں کے الٹ دینے کا حکم دیا۔ اس کے بعد تقسیم فرمایا تو دس بکری کو ایک اونٹ کے برابر رکھا۔ ان میں

فَعَدَلَ عَشَرَةً مِّنَ الْغَنَمِ بِبَعِيْرٍ فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيْرٌ فَطَلَبُوْهُ فَأَعْيَاهُمْ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ

سے ایک اونٹ بھاگا لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا۔ مگر اس نے انھیں تھکا دیا۔ اور لشکر میں گھوڑے کم تھے۔ ایک

خَيْلٌ يَسِيْرَةٌ فَأَهْوٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ لِهٰذِهِ الْبَهَائِمِ

صاحب نے اس اونٹ کو تیر مارا۔ جس پر اللہ نے اسے روک دیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان

أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوْا بِهٖ هٰكَذَا فَقَالَ جَدِّيْ إِنَّا نَرْجُوْا أَوْ

چوپایوں میں بھی جنگلی جانوروں کی طرح بھاگنے کی لت ہوتی ہے جو بھاگ کے بے قابو ہوجائے اس کے ساتھ

نَخَافُ الْعَدُوَّ غَدًا وَلَيْسَ مَعَنَا مُدًى أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ قَالَ مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ

یونہی کرو (عبایہ) نے کہا میرے دادا نے عرض کیا ہم کو اندیشہ ہے کہ کل صبح کو دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے گی، اور ہمارے

اللّٰهِ عَلَيْهِ فَكُلُوهُ لَيْسَ السِّنَّ وَالظُّفُرَ وَسَأُحَدِّثُكُمْ عَنْ ذٰلِكَ أَمَّا السِّنُّ نَعَظْمٌ وَأَمَّا

پاس چھری نہیں تو کیا بانس سے ذبح کر لیں۔ فرمایا۔ جو خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا جائے۔ اسے کھاؤ البتہ

الظُّفُرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ۔ عہ

وہ دانت اور ناخن نہ ہو اور میں اس کا سبب بیان کرتا ہوں دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری۔

تشریحات ۱۴۱۹ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی کے صاحبزادے رفاعہ ہیں اور ان کے صاحبزادے عبایہ ہیں۔ عبایہ۔ اپنے والد۔ رفاعہ سے بھی روایت کرتے ہیں، اور اپنے دادا حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی۔ خود یہی حدیث اسی بخاری، کتاب الذبائح میں ان کے والد کے بواسطہ ان کے دادا سے مروی ہے۔ باب من عدل عشرۃ من الغنم۔ اور کتاب الذبائح کی ایک روایت میں۔ أَفَنَذْبَحُ بِالْقَصَبِ کے بعد یہ زائد ہے اِعْجَلْ اَوْ اَرِنْ مَا اَنْهَرَ الدَّمَ۔ جو بھی خون بہادے اس سے ذبح میں جلدی کر دے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر دھار دار لوہے کے علاوہ کسی اور چیز سے ذبح کرو گے۔ تو ذرا سی غفلت میں دیر ہو سکتی ہے اور جانور اذیت پانے یا گلا گھٹنے کی وجہ سے مر سکتا ہے۔

ارن اس میں ایک روایت اِرْنِی را کے سکون اور یا کے ساتھ بھی ہے جو نون کے کسرے کے اشباع سے پیدا ہوئی۔ علامہ خطابی نے کہا۔ کہ صحیح اِءْرَنْ ہے مہموز فا۔ ارن یا أَرَن سے اعجل کے معنی میں۔ یہ شک راوی ہے۔

بذی الحلیفۃ یہ ذوالحلیفہ وہ نہیں جو مدینہ طیبہ کے متصل اس کی میقات ہے جسے أَبْيَارِ علی بھی کہتے ہیں بلکہ علاقہ تہامہ میں ذات عرق کے پاس ایک اور جگہ ہے۔ مسلم میں ہے کہ ہم تہامہ کے ذوالحلیفہ میں تھے۔ علامہ ابن تین نے فرمایا کہ یہ واقعہ ۸ھ میں غزوۂ حنین کے موقعہ پر در پیش ہوا تھا۔

فأكفئت ان ہانڈیوں کے الٹنے کا حکم اس لئے دیا کہ یہ لوگ اس وقت دارالاسلام میں پہونچ چکے تھے۔ اور دارالاسلام میں پہونچنے کے بعد تقسیم کے بغیر مال غنیمت کا کھانا جائز نہیں۔ اور اس کا ظن غالب ہے کہ صرف شوربا گرانے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے کہ یہ گوشت نا پاک تھا نہ حرام۔ حلال وطیب تھا۔ اسے ضائع کرنا درست نہیں تھا۔ خود حضور

عہ باب من عدل عشرۃ من الغنم ببعیر ص ۳۴۱ الجہاد۔ باب مایکرہ من ذبح الابل والغنم فی المغانم ص ۴۳۲ ثانی الذبائح والصید باب التسمیۃ علی الذبیحۃ ص ۸۲۶۔ باب ما انہر الدم من القصب ص ۸۲۷ باب یذکی بالسن ص ۸۲۷ باب ماند من البہائم ص ۸۲۸۔ باب اذا اصاب قوم غنیمۃ باب اذا ند بعیر ص ۸۳۱۔ مسلم۔ الاضاحی۔ ابوداؤد۔ الذبائح۔ ترمذی۔ الصید۔ والسیر نسائی۔ الحج۔ الصید۔ الذبائح۔ الاضاحی۔ ابن ماجہ۔ الاضاحی۔ الذبائح۔

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اَوَابِدُ یہ آبدۃ کی جمع ہے۔ اَبَدَ یا بُدُ سے۔ مانوس ہونے کے بعد بھاگنا۔ بھڑکنا۔

نرجوا او نخاف یہ شک راوی ہے۔ یہاں ترجو۔ نخاف کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّہٖ۔ کہف آخری آیت۔ تو جسے اپنے رب سے ملنے کا ڈر ہو۔

لیسَ السنَّ وَالظُّفرَ یہاں لیس معنی میں۔ اِلّا۔ کے ہے۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔

اما السن فعظم الخ ہڈی اور ناخن میں اتنی دھار نہیں ہوتی کہ چمڑے اور گوشت میں بآسانی بیر سکے۔ اور دم مسفوح پورا پورا فوراً نکل جائے۔ ہڈی اور ناخن سے چمڑے اور گوشت میں زخم لگے گا۔ وہ نوچا جائے گا۔ اور جانور اس کی اذیت سے مرے گا جس کے نتیجے میں دم مسفوح کا اکثر حصہ گوشت میں جذب ہو جائے گا۔ اس لئے اس سے ذبح شرعی حاصل نہ ہوگا مُدَی الحَبَشَہ سے بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ غیر مہذب ہیں۔ ذبح کی لِم نہیں جانتے کسی طرح بھی جانور کو مار کر کھاتے ہیں اس لئے اس سے بچو۔ یہ مطلب نہیں کہ واقعی اگر حبشیوں کی لوہے کی چھری ہو تو اس سے ذبح حرام ہے۔ اس پر اتفاق ہے۔ کہ کافر کی چھری سے ذبح کرنے سے بھی ذبح درست ہے۔ دانت اور ناخن سے اس وقت ذبح درست نہیں جب کہ وہ جسم میں ہو۔ جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد اگر ان میں دھار ہو وہ چمڑے اور گردن کاٹ سکے تو درست ہے۔ اگرچہ مکروہ ہے۔

ان دونوں احکام میں انسان حیوان۔ سب کے دانت اور ناخن کا ایک حکم ہے۔

مسائل دار الاسلام میں پہونچنے کے بعد جب تک حاکم اسلام مال غنیمت تقسیم کر کے مجاہدین کو نہ دیدے اسے استعمال کرنا جائز نہیں۔ پالتو جانور جب بھڑک کر بے قابو ہو جائے۔ تو ذبح کے معاملے میں وہ شکار کے حکم میں ہے۔ کہیں بھی زخم لگا کر خون بہادیں حلال ہو جائے گا۔ ذبح کے وقت یا شکار پر تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ یاد آتے ہوئے بسم اللہ نہیں پڑھے گا تو جانور مردار ہوگا۔

بَابُ تَقْوِیْمُ الْاَشْیَاءِ بَیْنَ الشُّرَکَاءِ بِقِیْمَۃِ عَدْلٍ ص۳۳۹ ساجھیوں کے درمیان چیزوں کو مناسب قیمت لگا کر تقسیم کرنا۔

حدیث ۱۴۱۷

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَعْتَقَ شِقْصًا لَہٗ مِنْ عَبْدٍ اَوْ شِرْکًا اَوْ قَالَ نَصِیْبًا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کر دیا اور اس کے پاس اتنا مال ہو کہ جو مناسب قیمت کے برابر ہو تو وہ مکمل

وَكَانَ لَهُ مَا يَبْلُغُ ثَمَنَهُ بِقِيمَةِ الْعَدْلِ فَهُوَ عَتِيقٌ وَإِلَّا فَقَدْ عَتَقَ مِنْهُ مَا عَتَقَ

آزاد ہے۔ ورنہ جتنا حصہ اس شخص نے آزاد کیا ہے۔ ایوب نے کہا میں نہیں جانتا کہ عُتِقَ مِنْهُ نافع

قَالَ لَا أَدْرِي قَوْلُهُ عُتِقَ مِنْهُ قَوْلٌ مِّنْ نَافِعٍ أَوْ فِي الْحَدِيثِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

کا قول ہے۔ یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

حدیث ۱۴۱۸

عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْتَقَ شَقِيصًا مِّنْ مَمْلُوكِهِ فَعَلَيْهِ خَلَاصُهُ فِي مَالِهِ فَإِنْ

جس نے اپنے مملوک کا کوئی حصہ آزاد کیا تو اس مملوک کو اس کے مالک سے مکمل آزادی دلائی جائے۔ اگر اس کے پاس مال ہو۔

لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ قُوِّمَ الْمَمْلُوكُ قِيمَةَ عَدْلٍ ثُمَّ اسْتُسْعِيَ غَيْرَ مَشْقُوقٍ عَلَيْهِ عہ

اور اگر اس کے پاس مال نہ ہو تو اس مملوک کی مناسب قیمت لگا کر اس کی کمائی سے قیمت وصول کی جائے۔ مگر اس کو مشقت میں نہ ڈالا جائے۔

تشریحات ۱۷-۱۴۱۸

شقصًا نصیب اور شرک ہم معنی ہیں۔ حصے کے معنی میں۔ راوی کو اس میں شک ہے کہ ان تین الفاظ میں سے کون سا لفظ ارشاد فرمایا تھا۔ بعض محدثین روایت بالمعنیٰ کو جائز نہیں جانتے۔ روایت باللفظ کو واجب جانتے ہیں۔ اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ روایت باللفظ مستحب ہے۔ راوی نے اسی لئے اس کا لحاظ کیا۔

عبدا یہ کنیز کو بھی شامل ہے۔ اس لئے کہ۔ عبد۔ جب مطلق بولتے ہیں تو کنیز کو بھی عام ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں۔ عبد۔ کے بجائے۔ مملوک ہے۔ یہ بلا دریغ کنیز کو بھی عام ہے۔ نیز اسی بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی کا فتویٰ مذکور ہے۔ انہ کان یفتی

عہ باب الشرکۃ فی الرقیق ص ۳۴۰۔ العتق۔ باب اذا اعتق عبدا بین اثنین ص ۳۴۲-۳۴۳۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ العتق۔ ترمذی الاحکام۔ نسائی البیوع العتق۔

عہ باب الشرکۃ فی الرقیق ص ۳۴۰ العتق باب اذا اعتق نصیبا فی عبد الخ ولیس لہ مال ص ۳۴۲ دو طریقے سے۔ مسلم۔ العتق۔ النذر ابو داؤد۔ العتق۔ ترمذی۔ الاحکام۔ الاستسعاء۔ نسائی۔ العتق۔ ابن ماجہ الاحکام۔

فی العبد اوالامۃ۔ اس لئے اسحٰق بن راہو یہ کا یہ کہنا کہ یہ حکم غلام کے ساتھ خاص ہے۔ باندی کے لئے نہیں ساقط ہوگیا۔

وکان لہ یعنی آزاد کرنے والے کے پاس اتنا مال ہو کہ غیر آزاد کردہ حصہ کی قیمت کو پہونچ جائے۔ تو وہ غلام آزاد ہے۔ اور اگر اتنا مال نہیں تو کل غلام آزاد نہ ہوگا۔ جتنا اس نے آزاد کیا ہے اتنا ہی آزاد ہوگا۔ بقیہ حصے کے لئے اس سے کہا جائے گا کہ کما کر مالک کو اتنے کی قیمت دیدو۔ جب یہ قیمت ادا کر دے گا تو کل آزاد ہوگا۔ مثلاً زید نے اپنے نصف غلام کو آزاد کیا۔ اور غلام کی واجبی قیمت دس ہزار ہے۔ تو اگر زید کے پاس پانچ ہزار موجود ہے تو کل غلام فوراً آزاد ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے پاس پانچ ہزار نہیں تو غلام جب کما کر پانچ ہزار زید کو ادا کر دے گا تو آزاد ہوگا۔

قال لاادری یہ اس حدیث کے راوی نافع کے تلمیذ کا قول ہے۔ جیسا کہ طرفی نے کہا۔ اور خود بخاری کتاب العتق میں تصریح ہے قال ایوب لاادری

استسعی یہ قتادہ کا قول ہے یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے؟ اس بارے میں محدثین میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ قتادہ کا قول ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کو قتادہ سے شعبہ اور ان کے دوسرے تلامذہ ہمام ہشام نے روایت کیا۔ مگر اس میں یہ نہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بھی حدیث ہے۔ اس لئے کہ قتادہ سے ان کے دوسرے تلامذہ نے اسے روایت کیا ہے۔ مثلاً سعید بن ابو عروبہ یحییٰ بن صبیح۔ حجاج، ابان۔ موسیٰ بن خلف اور جریر بن حازم یہ سب ثقہ ہیں اور ثقات کی زیادتی بالاتفاق مقبول ہے۔

غیرمشقوق علیہ یعنی نہ تو غلام کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ قوت سے زیادہ کام کر کے جلد از جلد وہ رقم ادا کر دے اور نہ قیمت سے زیادہ وصول کیا جائے۔ اور نہ اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ حسب دستور مولیٰ کی خدمت کرے۔ وہ من وجہ آزاد ہے۔ اس کا آقا نہ اس سے خدمت لے سکتا ہے نہ اپنے یہاں رہنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ نہ اسے بیچ سکتا ہے۔

بَابُ هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ وَالْاِسْتِهَامِ فِيْهِ ص ۳۳۹ کیا تقسیم میں قرعہ ڈالا جائے گا۔ اور تقسیم میں قرعہ اندازی کرنا

حدیث ۱۴۱۹

سَمِعْتُ عَامِرًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا

اللہ کے حدود پر قائم رہنے والوں اور اسے توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک کشتی میں سوار ہونیوالوں

كَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا

نے قرعہ ڈالا۔ بعض کے نام میں اوپر کا حصہ آیا اور بعض کے نام میں نیچے کا۔ جو لوگ نچلے حصے میں تھے

فَكَانَ الَّذِي فِي اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا

وہ پانی لے کر اوپر والوں پر گذرتے تھے۔ نچلے حصے والوں نے کہا اگر ہم اپنے حصے میں کشتی پھاڑ کر سوراخ کرلیں۔ تو

خَرَقْنَا فِي نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا

اوپر والوں کو ایذا دینے سے بچ جائیں گے۔ اب اگر اوپر والوں نے انھیں چھوڑ دیا تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔

وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا ؎

اور اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیا تو خود بھی نجات حاصل کرلی اور سب نے حاصل کرلی۔

تشریحات ۱۴۱۹ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ گناہوں کی وجہ سے دنیوی بلائیں بھی نازل ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک طبقے کے گناہ کی وجہ سے پوری قوم بلا میں مبتلا ہوسکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بشرط استطاعت امر بالمعروف نہی عن المنکر واجب ہے۔ استطاعت ہوتے ہوئے اس سے اجتناب گناہ ہے۔

بَابُ شِرْكَةِ الْيَتِيْمِ وَاَهْلِ الْمِيْرَاثِ ص۳۳۹ یتیم اور وارثین کی شرکت

حدیث ۱۴۲۰ اَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَ

عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس

جَلَّ وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتَامٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ

آیت کے بارے میں پوچھا (کہ فرمایا) اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرسکو گے تو عورتوں

مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ قَالَتْ يَا ابْنَ اُخْتِيْ هِيَ الْيَتِيْمَةُ تَكُوْنُ فِي حَجْرِ وَلِيِّهَا تُشَارِكُهٗ

میں تمہیں جو پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار۔ ام المومنین نے فرمایا۔ یہ اس یتیم بچی

فِي مَالِهٖ فَيُعْجِبُهٗ مَالُهَا وَجَمَالُهَا فَيُرِيْدُ وَلِيُّهَا اَنْ يَّتَزَوَّجَهَا بِغَيْرِ اَنْ يُّقْسِطَ فِي صَدَاقِهَا

کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور وہ مال میں اس کی شریک ہو۔ اپنے مال اور حسن

فَيُعْطِيَهَا مِثْلَ مَا يُعْطِيْهَا غَيْرُهٗ فَنُهُوْا اَنْ يَّنْكِحُوْهُنَّ اِلَّا اَنْ يُّقْسِطُوْا لَهُنَّ وَيَبْلُغُوْا بِهِنَّ

کی وجہ سے وہ اس ولی کو پسند آگئی ہو اور اس کا ولی اس سے نکاح کرنا چاہتا ہو۔ اس کی مہر میں انصاف کرنا نہ

؎ الشہادات باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۶۹ ترمذی۔ فتن۔

اَعلیٰ سُنَّتِہِنَّ مِنَ الصَّدَاقِ وَاُمِرُوا اَنْ یَّنْکِحُوا مَا طَابَ لَہُمْ مِنَ

چاہتا ہو کر جتنا دوسرا مہر دیتا اتنا دیتا۔ اس لئے لوگوں کو اس یتیم بچی سے شادی کرنے سے منع کردیا

النِّسَاءِ سِوَاہُنَّ قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ ثُمَّ اِنَّ النَّاسَ اِسْتَفْتَوْا

گیا۔ مگر یہ کہ مہر میں انصاف کریں اور انھیں ان کی حیثیت کے مطابق اعلیٰ مہر دیں۔ اور ان کو

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ھٰذِہٖ الْاٰیَۃِ فَاَنْزَلَ

حکم دیا گیا۔ ان کے ماسوا جو عورت انھیں پسند ہو اس سے نکاح کرلیں۔ عروہ نے کہا۔ عائشہ نے کہا۔

اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَیَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْہِنَّ۔ وَمَا یُتْلٰی

اس آیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا۔ تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل

عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ فِیْ یَتٰمَی النِّسَاءِ اِلٰی قَوْلِہٖ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْہُنَّ

فرمائی۔ تم سے لوگ عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ فرما دو اللہ ان کے بارے میں تمہیں بتاتا ہے

وَالَّذِیْ ذَکَرَ اللّٰہُ اَنَّہٗ یُتْلٰی عَلَیْکُمْ فِی الْکِتَابِ الْاٰیَۃُ الْاُوْلَی الَّتِیْ

اور وہ تم پر قرآن میں تلاوت کیا جاتا ہے۔ ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنھیں ان کا مقرر حق نہیں

قَالَ اللّٰہُ فِیْہَا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتَامٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ

دیتے اور انھیں نکاح میں لانے سے روگردانی کرتے ہو۔ اللہ عزوجل نے جو یہ ذکر فرمایا۔ کہ وہ کتاب

لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ قَالَتْ عَائِشَۃُ وَقَوْلُ اللّٰہِ فِی الْاٰیَۃِ الْاُخْرٰی

میں تلاوت کی جاتی ہے۔ اس سے مراد پہلی آیت ہے جس میں یہ فرمایا گیا۔ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں

وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْہُنَّ ھِیَ رَغْبَۃُ اَحَدِکُمْ لِیَتِیْمَتِہٖ الَّتِیْ تَکُوْنُ

کے بارے میں انصاف نہ کر پاؤگے تو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو۔ اللہ عزوجل کا دوسری آیت

فِیْ حَجْرِہٖ حِیْنَ تَکُوْنُ قَلِیْلَۃَ الْمَالِ وَالْجَمَالِ فَنُہُوْا اَنْ یَّنْکِحُوْا مَا رَغِبُوْا

میں یہ ارشاد ہے۔ تم ان سے نکاح کرنے میں روگردانی کرتے ہو۔ یہ اس یتیم لڑکی کے بارے میں ہے جو تمہاری پرورش

فِیْ مَالِہَا وَجَمَالِہَا مِنْ یَتَامَی النِّسَاءِ اِلَّا بِالْقِسْطِ مِنْ اَجْلِ

میں ہو اور مال و جمال میں کم ہو تو تم ان سے نکاح کرنے سے روگردانی کرتے ہو۔ اسلئے جن یتیم لڑکیوں کے مال و جمال کی وجہ سے

رَغْبَتِہِمْ عَنْہُنَّ ؎

لوگ ان کے نکاح کے خواہشمند ہوں انھیں منع کیا گیا۔ مگر یہ کہ مہر میں انصاف سے کام لیں۔

تشریحات ۱۴۲۰ سورہ نسار کی دوسری آیت یہ ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبَاعَ۔

اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کروگے تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کرلو دو دو اور تین تین اور چار چار۔

اس آیت میں پہلا حصہ فی الیتمی شرط ہے۔ اور اس کے بعد جزار، شرط جزار میں علاقہ ہونا ضروری ہے۔ اور یہاں بظاہر کوئی علاقہ نہیں۔ حضرت عروہ کے سوال کا یہی مقصد تھا۔ حضرت ام المومنین کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ اس وقت کے کچھ افراد کی اصلاح کے لئے فرمایا گیا۔ ہوتا یہ کہ کوئی مالدار یتیم لڑکی ہوتی جس کا نہ کوئی بھائی ہوتا نہ چچا نہ دادا، صرف چچا کا لڑکا ہوتا۔ یہی اس کا ولی ہوتا۔ لڑکی اس کی پرورش میں رہتی۔ بحیثیت ولی کے اس کو حق حاصل ہے کہ جس سے چاہے اس یتیم لڑکی کا عقد کردے۔ اور جو چاہے مہر مقرر کردے۔ یہ اس لڑکی سے خود اپنا نکاح کرلیتا اور مہر بہت مختصر رکھتا اس میں لڑکی کی حق تلفی تھی یہ مہر مثل کی مستحق ہے۔ یہ اس سے کم دیتا۔ لڑکی اپنی فطری حیار اور اس کے دباؤ کی وجہ سے کچھ نہیں بولتی اور تسلیم کرلیتی۔ اس کے ازالے کے لئے فرمایا گیا۔

کہ جب تم ان بےکس مجبور بچیوں کو مہر مثل نہ دے سکو۔ تو ان پر ظلم نہ کرو۔ ان سے اپنا نکاح نہ کرو۔ بلکہ اس سے اس کا نکاح کرو جو اس کا مال کے اعتبار سے بھی کفو ہو۔ اور اسے مہر مثل دے۔ تمہیں نکاح کی حاجت ہے تو عورتیں بہت ہیں۔ چار تک جتنی پسند آئیں ان سے نکاح کرلو۔

ان الناس استفتوا اس کا دوسرا رخ یہ تھا۔ اگر یہ یتیم لڑکی نادار اور بدصورت ہوتی تو اس سے نکاح نہیں کرتے اور تیسری صورت یہ تھی کہ وہ بدصورت اور مالدار ہوتی تو نہ خود اس سے نکاح کرتے نہ دوسروں سے۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں بطریق سدی روایت کیا۔ کہ حضرت جابر کی ایک چچازاد بہن تھی۔ کہ اپنے باپ سے اسے میراث میں بہت مال ملا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مالدار تھی۔ وہ اس کی شادی کہیں نہیں کرتے۔ اس سلسلے میں صحابہ کرام نے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

؎ الوصایا۔ باب قول اللہ وا توا الیتمی اموالھم ص۳۸۰ ثانی التفسیر سورۃ النساء باب وان خفتم الا تقسطوا فی یتمٰی ص۶۵۵ دو طریقے سے۔ باب ویستفتونک فی النساء ص۶۶۱ النکاح باب الترغیب فی النکاح ص۷۵۸ باب لایتزوج اکثر من اربع۔ باب الاکفاء فی المال ص۷۶۳ باب من قال لا نکاح الا بولی ص۷۷۰ باب تزویج الیتیمۃ ص۷۷۰ باب اذا کان الولی ھو الخاطب ص۷۷۰ الحیل باب ماینھی من الاحتیال للولی ص۱۰۳۰ مسلم اخر الکتاب۔ ابوداؤد۔ نسائی النکاح

يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَاءِ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ۔

آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں فرماد واللہ ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اور وہ جو کتاب میں تلاوت ہوتی ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جنھیں ان کا مقرر حق نہیں دیتے اور انھیں نکاح میں لانے سے روگردانی کرتے ہو (نساء ۱۲۶)

حاصل یہ نکلا۔ کہ جو یتیم بچی تمہاری پرورش میں ولی ہونے کی وجہ سے ہے۔ ان کے ساتھ انصاف کرو صرف اپنی منفعت کو سامنے رکھ کر ان سے معاملہ نہ کرو اگر تم خود نکاح کرنا چاہتے ہو تو مہر مثل پر کرو اور اگر تمہیں اس کی استطاعت نہیں تو عورتیں بہت ہیں ان سے نکاح کر لو۔ اور اگر تمہیں ان سے نکاح کی رغبت نہیں تو جب وہ نکاح کے قابل ہو جائیں ان کا نکاح دوسرے سے کر دو۔ ان کے مال سے منفعت حاصل کرنے کے لئے انھیں اپنے پاس روکے مت رکھو۔ ترغبون ان تنکحوھن میں عن محذوف ہے۔ اصل عبارت یہ تھی۔ ترغبون عن ان تنکحوھن

بَابٌ اِذَا اقْتَسَمَ الشُّرَكَاءُ الدُّوْرَ وَغَيْرَهَا فَلَيْسَ لَهُمْ رُجُوْعٌ وَّلَا شُفْعَةٌ ص ۳۳۹

جب شرکا گھر وغیرہ بانٹ لیں تو انھیں رجوع اور شفعہ کا حق نہیں۔

مطابقت اس کے تحت امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں۔ جس میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر اس زمین اور مکان میں شفعہ کا حق دیا جو تقسیم نہ کی گئی ہو اور جب حد بندی ہو گئی اور راستے پھیر دیئے گئے تو شفعہ نہیں۔

بظاہر اس حدیث کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ علامہ بدرالدین محمود عینی قدس سرہ نے مناسبت کی یہ تقریر فرمائی۔ کہ شفعہ کے انتفاء کو رجوع کا انتفاء لازم ہے۔ اس لئے اگر صورت مذکورہ میں تقسیم سے رجوع کا حق تسلیم کر لیا جائے۔ اور فریق ثانی یعنی مشتری رجوع کرلے۔ تو اس کا حصہ اس زمین اور مکان میں مشاع ہو جائے گا۔ اور اب اسے بالاتفاق شفعہ کا حق حاصل ہوگا۔

بَابُ الشِّرْكَةِ فِي الطَّعَامِ وَغَيْرِهٖ ص ۳۴۰ غلے وغیرہ میں شرکت کا بیان

ت ۴۷۲ وَيُذْكَرُ اَنَّ رَجُلًا سَاوَمَ شَيْئًا فَغَمَزَهٗ اٰخَرُ فَرَاٰى عُمَرُ اَنَّ لَهٗ شِرْكَةً

ذکر کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے ایک چیز کا دام طے کیا تو دوسرے نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ حضرت عمر کی رائے ہے کہ یہ اس کا شریک ہے۔

تشریحات ۴۷۲ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ تعلیق اس کی دلیل ہے کہ شرکت کے لئے صراحۃً ایجاب وقبول شرط نہیں۔ ایک فریق کا سکوت اور اشارہ بھی کافی ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے۔

محض اشارے اور سکوت سے شرکت ثابت نہ ہوگی۔ صریح صیغہ ایجاب وقبول شرط ہے ورنہ بہت مواقع پر فساد پیدا ہو جائے گا ہمارے یہاں ہر جگہ سکوت رضا کے حکم میں نہیں۔ فقہاء نے چونتیس صورتوں کا استثناء کیا ہے۔ جو کتب فقہ میں مفصل مذکور ہیں۔

حدیث ۱۴۲۱

عَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ وَكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَتْ بِهٖ اُمُّهٗ زَيْنَبُ بِنْتُ حُمَيْدٍ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَايِعْهُ فَقَالَ هُوَ صَغِيْرٌ فَمَسَحَ رَاسَهٗ وَدَعَا لَهٗ۔ وَعَنْ زُهْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ اَنَّهٗ كَانَ يَخْرُجُ بِهٖ جَدُّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هِشَامٍ اِلَى السُّوْقِ فَيَشْتَرِي الطَّعَامَ فَيَلْقَاهُ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا فَيَقُوْلَانِ لَهٗ اَشْرِكْنَا فَاِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ دَعَا لَكَ بِالْبَرَكَةِ فَيُشْرِكُهُمْ فَرُبَّمَا اَصَابَ الرَّاحِلَةَ كَمَا هِيَ فَيَبْعَثُ بِهَا اِلَى الْمَنْزِلِ[۱]۔ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِلرَّجُلِ اَشْرِكْنِيْ فَاِذَا سَكَتَ فَيَكُوْنُ شَرِيْكَهٗ بِالنِّصْفِ۔

عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ ان کی والدہ زینب بنت حُمَید انھیں لیکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تھیں۔ اور عرض کیا تھا۔ کہ اس سے بیعت لیجئے یا رسول اللہ! تو حضور نے فرمایا۔ یہ چھوٹا ہے۔ حضور نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کیلئے برکت کی دعا فرمائی — زہرہ بن معبد سے روایت ہے کہ ان کے والد عبد اللہ بن ہشام انھیں لے کر بازار میں جاتے اور غلہ خریدتے۔ ابن عمر، اور، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ملتے تو کہتے۔ ہمیں بھی شریک کرلو۔ کیونکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہارے لئے برکت کی دعا فرمائی ہے۔ وہ انھیں شریک کرلیتے۔ کبھی پورا اونٹ نفع میں پاتے اور اسے گھر بھیجدیتے۔

ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا جب کسی نے کسی سے کہا مجھے شریک کرلے اور وہ چپ رہا تو آدھے کا شریک ہو گیا۔

[۱] ثانی الدعوات باب الدعاء للصبیان ص ۹۴۰ الاحکام باب بیعۃ الصغیر ص ۱۰۶۰ ابو داؤد الخراج

تشریحات

زھرۃ - کی کنیت ابو عقیل ہے۔ کتاب الدعوات میں زہرہ کے بجائے عن ابی عقیل ہی ہے۔

۱۴۲۱ **قد ادرک** یعنی عبد اللہ بن ہشام نے عہد نبوت پایا۔ ان کا باپ ہشام فتح مکہ سے پہلے کافر مرا۔ ان کی والدہ حضرت زینب بنت حُمَید صحابیہ ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ان کی والدہ انھیں لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھیں۔ ابن مندہ نے کہا کہ انھوں نے چھ سال عہد نبوت پایا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابن لُہَیعہ سے روایت کیا کہ یہ عہد رسالت میں بالغ ہو گئے تھے۔ مگر ابن ہیعہ ضعیف ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہے۔ تو یہ اقل سن بلوغ میں بالغ ہو گئے تھے۔ یعنی بارہ سال کی عمر میں۔ یہ روایت کتاب الاحکام میں بھی ہے۔ اس کے اخیر میں یہ زائد ہے۔ وکان یضحی بالشاۃ الواحدۃ عن جمیع اھلہ۔ اور اپنے تمام اہل کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے۔ یہ یا تو ان کی خصوصیات میں سے ہے کہ انھیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہو یا ان کا اجتہاد رہا ہو۔ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کے ان تمام افراد کی جانب سے ایک مینڈھے کی قربانی کی جو عدم استطاعت کی وجہ سے قربانی نہیں کر سکے تھے۔ یا آئندہ ہوں گے اور نہیں کریں گے انھوں نے اس پر قیاس کیا ہو اور انھیں اس کا علم نہ رہا ہو کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔

اقول وھو المستعان اس خادم کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو تجارت میں اتنی آمدنی ہوتی تھی کہ ابتدا میں ایک بکری خریدتے۔ اور پھر اسے بیچتے پھر اس کی قیمت سے مثلاً دو بکریاں خریدتے پھر اسی طرح الٹ پھیر کرتے اور نفع میں اتنی بکریاں جمع ہو جاتیں یعنی ایک بکری کے عوض اتنی بکریاں حاصل کر لیتے جو ان کے تمام اہل کی قربانی کے لئے کافی ہوتیں۔

یہ مفہوم حدیث کے سیاق کے مطابق بھی ہے۔ جیسا کہ عروہ بارقی کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دینار دیا کہ اسکے عوض قربانی کا جانور خرید لائیں۔ انھوں نے ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں۔ ان میں سے ایک کو ایک دینار میں بیچ دیا اور وہ دینار اور ایک بکری لا کر خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے برکت کی دعا کی۔ اس دعا کی برکت یہ تھی کہ یہ بازار جاتے اور چالیس ہزار نفع کما لیتے [۱]

فمسح راسہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ بچوں کو خدمت اقدس میں حاضر لاتے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے اور ان کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔ کبھی کبھی کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالتے۔ جسے تحنیک کہتے ہیں۔ اس عہد سے اب تک مسلمانوں میں یہ رواج ہے کہ بچوں کو علما و مشائخ کی خدمتوں میں لاتے ہیں۔ اور حضرات سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔

بَابُ الْاِشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ وَالْبُدْنِ وَاِذَا اَشْرَكَ الرَّجُلُ رَجُلًا فِي هَدْيِهٖ بَعْدَ مَا اَهْدٰى

ہدی اور اونٹ میں شریک ہونا۔ اور جب کوئی شخص کسی کو اپنی ہدی میں شریک کرے ہدی بنانے کے بعد۔

[۱] فتح الباری خامس ص ۱۳۷

مطابقت ہدی خالص ان جانور کو کہتے ہیں جو حرم میں قربانی کے لئے ہو۔ جب کسی جانور کے بارے میں یہ نیت کر لی کہ میں اس کی حرم میں قربانی کروں گا۔ تو اب یہ درست نہیں کہ اس میں کسی اور کو شریک کرے۔ اگرچہ گائے اونٹ میں ایک ہی آدمی کی طرف سے قربانی کرنے کی نیت ہو، اور اس نیت سے پہلے گائے اونٹ میں شریک کر سکتا ہے۔

باب کے اثبات میں امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔ ان میں پہلی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ جو جلد ثالث ص۴۵۷ پر مذکور ہے۔ وہاں اخیر میں یہ مذکور ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ جس کے ساتھ ہدی نہ ہو وہ اسے عمرہ کر دے یہاں یہ ہے ـــ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چار ذوالحجہ کی صبح کو کہ حج کیلئے تلبیہ کہتے ہوئے پہنچے اس میں اور کچھ مخلوط نہ تھا۔ ہم جب مکہ آگئے تو حکم دیا کہ اسے عمرہ کر دیں۔ اور عورتوں کے لئے حلال ہو جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ظاہر ہے۔ اس سے باب کا اثبات نہیں ہوتا۔

دوسری حدیث حضرت جابر کی ہے۔ جو جلد رابع ص۳۵۷ پر گذر چکی ہے۔ یہاں اس کے اخیر میں یہ ہے واشرکہ فی الھدی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یعنی حضرت علی کو ہدی میں شریک کر لیا۔

اثبات باب اس طرح ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ہدی کے جانور ساتھ لائے تھے۔ اس لئے یہ شرکت اسی میں ہوئی۔ تو ثابت ہو گیا۔ کہ ہدی کی نیت کے بعد دوسرے کو شریک کرنا درست ہے۔

ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت جابر کی اس روایت[1] میں یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن سے ہدی کے جانور اپنے ساتھ لائے تھے۔ مغازی[2] میں حضرت جابر ہی کی حدیث میں ہے۔ واھدی لہ علیٌّ ھدایا۔ اور حضرت علی نے حضور کی خدمت میں ہدی پیش کی۔ اب اشرکہ فی الھدی کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ان کے ہدیے کو قبول کر کے اس ہدی کو اپنی ہدی کے جانوروں میں شامل کر کے حضرت علی کو ہدی میں شریک کر لیا۔ یعنی یہ کنایہ ہے اس پیش کش کے قبول کرنے سے۔ علاوہ ازیں یہ متعین ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ سے ہدی کے جانور لے کر چلے تھے اور حضرت علی یمن سے۔ تو جو ہدی واجب تھی وہ تو متعین تھی۔ اس میں شرکت نہیں ہوئی۔ اگر شرکت ہوئی نفل میں ہوئی۔ اور نفل میں شرکت بہر حال درست ہے۔

---

[1] بخاری۔ المناسک ص۲۲۳

[2] ثانی المغازی باب بعث علی بن ابی طالب خالد بن الولید الی الیمن ص۶۲۴۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابُ الرَّھْنِ فِی الْحَضَرِ

صہ۳۴۱

حضر میں رہن کا بیان

توضیح باب رہن کے معنی مطلقاً روکنا ہے۔ جیسا کہ اللہ عز و جل نے فرمایا۔
کُلُّ امْرِئٍ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ۔ الطور (۲۱) ہر شخص اپنے کئے ہوئے پر گرفتار ہے۔
فقہ میں رہن کے معنی یہ ہیں — دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ اپنے حق کو کلاً یا جزءاً وصول کرنا ممکن ہو۔ اسے عرف میں گروی رکھنا بولتے ہیں۔ جو چیز گروی رکھی گئی۔ اسے مرہون یا رہن کہتے ہیں۔ اور رہن رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رکھی ہے اسے مرتہن کہتے ہیں۔
شرکت کے ساتھ رہن کو یہ مناسبت ہے کہ شرکت میں ایک چیز پر چند آدمیوں کو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے اور رہن میں شئی مرہون میں دو شخصوں کا حق مشترک، راہن کا اس میں ملکیت کا حق ہے اور مرتہن کو حق حبس۔ شئی واحد میں دو شخصوں کے حقوق ثابت ہوتے ہیں جیسے شرکت میں۔ فرق یہ ہے کہ شرکت میں یکساں حق ثابت ہے۔ اور یہاں حقوق مختلف ہیں۔
رہن کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے مگر اس کا ذکر سفر کی حالت میں ہے۔ ارشاد ہے۔
وَاِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا فَرِھٰنٌ مَّقْبُوْضَۃٌ — بقرہ (۲۸۳) اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ پاؤ تو قبضے میں دیا ہوا گروہو۔
اس سے شبہہ ہو سکتا ہے کہ حضر میں شاید جائز نہیں۔ اس لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔

حدیث ۱۴۰۲

حَدَّثَنَا قَتَادَۃُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ وَلَقَدْ رَھَنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دِرْعَہٗ بِشَعِیْرٍ وَّمَشَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زرہ کچھ جو کے عوض رہن رکھی۔ اور میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور بو دار چربی لے کر حاضر ہوا۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِیْرٍ وَّاِھَالَۃٍ سَنِخَۃٍ وَلَقَدْ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَا اَصْبَحَ

اور میں نے حضور کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمد کے پاس آجکل صرف ایک صاع غلہ ہے۔

لِاٰلِ مُحَمَّدٍ اِلَّا صَاعٌ وَّلَا اَمْسٰی وَاِنَّھُمْ لَتِسْعَۃُ اَبْیَاتٍ

حالانکہ وہ نو گھر ہیں۔

تشریحات ۱۴۲۲ حدیث کا ابتدائی حصہ کتاب البیوع باب شراء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بالنسیئۃ کے اوائل میں گذر چکا ہے۔ اور وہیں اس کی مکمل تشریح درج ہے شروع میں واؤ عاطفہ ہے۔ اس حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔ ان یہودیا دعا النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فاجابہ ولقد۔ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دعوت دی حضور نے قبول فرما لی۔

اس یہودی کا نام ابوالشحم تھا۔ اور یہ بنی ظفر کا تھا جو اوس کی ایک شاخ ہے۔ کم وبیش، بیس یا تیس صاع جو تھا جس کی قیمت ایک دینار تھی۔ اور یہ اخیر عہد مبارک کی بات ہے۔ وصال کے وقت تک وہ زرہ اسی یہودی کے یہاں رہن رہی۔

وحشیت یہودی کی دعوت قبول کرنا اور اس کے یہاں زرہ رہن رکھنے کی وجہ کو حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ظاہری عسرت کا یہ عالم تھا۔ اس حالت میں امت کی آسانی کے لئے یہودی کی دعوت بھی قبول فرمائی اور زرہ بھی رہن رکھی۔ یہ فقر اختیاری تھا تاکہ امت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہو۔ ورنہ صحیح احادیث میں ہے۔ کہ فرمایا۔ اور خود بخاری میں ہے۔ کہ زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔

بَابُ رَھْنِ السِّلَاحِ ص ۳۴۱ ہتھیار کو رہن رکھنا

حدیث ۱۴۲۳ قَالَ عَمْرٌو سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا یَقُوْلُ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لِّکَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ فَاِنَّہٗ

کون ہے؟ کعب بن اشرف کے لئے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔ یہ سن کر محمد بن

قَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ اَنَا فَاَتَاہُ فَقَالَ اَرَدْنَا اَنْ تُسْلِفَنَا

مسلمہ نے کہا۔ میں ہوں۔ اور وہ کعب کے پاس آئے اور کہا۔ ہم تم سے ایک دو وسق غلہ ادھار لینا چاہتے ہیں۔ تو اس نے

وَسْقًا اَوْ وَسْقَیْنِ قَالَ ارْھَنُوْنِیْ نِسَاءَکُمْ قَالُوْا کَیْفَ نَرْھَنُکَ نِسَاءَنَا وَاَنْتَ

کہا۔ اپنی عورتوں کو میرے پاس رہن رکھ دو۔ ان لوگوں نے کہا۔ ہم اپنی عورتوں کو تمہارے پاس کیسے رہن

أَجْمَلُ الْعَرَبِ قَالَ فَارْهَنُونِي أَبْنَاءَكُمْ قَالُوا كَيْفَ نَرْهَنُكَ أَبْنَاءَنَا فَيُسَبُّ

رکھ سکتے ہیں۔ تم تمام عرب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ اب اس نے کہا۔ اچھا اپنے بچوں کو رہن رکھ دو۔ ان لوگوں

أَحَدُهُمْ فَيُقَالُ رُهِنَ بِوَسْقٍ أَوْ وَسْقَيْنِ هٰذَا عَارٌ عَلَيْنَا وَلٰكِنَّا نَرْهَنُكَ اللَّأْمَةَ

نے کہا ہم اپنے بچوں کو تیرے پاس کیسے رہن رکھیں کوئی بھی عیب جوئی کرے گا کہ ایک دو وسق کے عوض بچے رہن رکھے

قَالَ سُفْيٰنُ يَعْنِي السِّلَاحَ فَوَعَدَهُ أَنْ يَأْتِيَهُ فَقَتَلُوهُ ثُمَّ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

گئے۔ یہ ہم پر عار ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ نے وعدہ کیا کہ اس کے پاس آئیں گے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ [۱]

وہ حسب وعدہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خبر دی۔

تشریحات ۱۴۲۳ کعب بن اشرف یہودی اپنی قوم کا رئیس اور ذی اثر شخص تھا۔ یہ شاعر بھی تھا۔ اپنے اشعار میں رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا۔ واقعہ بدر سے اسے سخت اذیت پہنچی تھی جس کی بنا پر اس نے کہا تھا۔ تمہارے لئے خرابی ہے۔ کیا یہ حق ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے عرب کے رئیسوں کو قتل کر دیا۔ اگر یہ حق ہے تو زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔

اسی کے اثر سے مکہ قریش کی تعزیت کے لئے گیا۔ وہاں جا کر بدر کے مقتولین پر نوحہ و بکا کیا۔ اور ایک قصیدہ بھی کہا۔ قریش نے پوچھا۔ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا تو اس بدبخت نے اپنے مذہب کے بھی خلاف کہا۔ تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے۔ وہیں قریش سے مسلمانوں سے لڑنے کا معاہدہ کیا۔

جب اس کی شرارتیں بہت بڑھ گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کعب بن اشرف کے لئے کون ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا۔ حضور کی منشا یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ فرمایا ہاں۔ انھوں نے عرض کیا۔ ہمیں کچھ کہنے کی اجازت دیں۔ فرمایا۔ اجازت ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ ابو نائلہ اور کسی ایک صاحب کو لیکر کعب کے پاس گئے۔ ابو نائلہ اسکے رضاعی بھائی اور محمد بن مسلمہ اس کے بھانجے وہاں جا کر انھوں نے کعب سے کہا ـــــ ہمیں اس شخص نے عاجز کر دیا ہے۔ ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم سے کچھ ادھار لوں۔ کعب نے کہا۔ ابھی کیا ہے۔ تم لوگ اس سے اکتا جاؤ گے محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا بتائیں ہم نے اس کی اتباع کر لی ہے۔ یہ ہم نہیں چاہتے کہ اسے چھوڑ دیں ہمیں انتظار ہے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک یا دو وسق ادھار دیدو۔

---

[۱] الجہاد باب الکذب فی الحرب۔ باب الفتك باهل الحرب ص۴۲۵ ثانی مغازی باب قتل کعب بن الاشرف مسلم المغازی۔ ابو داؤد۔ الجہاد۔ نسائی۔ السیر۔

اس نے کہا اپنی عورتیں رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ اپنی عورتیں کیسے رہن رکھیں اور تم اجمل العرب ہو۔ اس نے کہا پھر اپنے بچوں کو رہن رکھدو۔ ان لوگوں نے کہا۔ بچوں کو کیسے رہن رکھدیں۔ لوگ عیب جوئی کریں گے۔ کہیں گے کہ ایک دو وسق کے بدلے بچوں کو رہن رکھدیا۔ یہ ہمارے لئے عار ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ اس پر وہ راضی ہو گیا۔ اور انھوں نے وعدہ کرلیا کہ وہ ہتھیار لیکر آئیں گے۔

رات میں محمد بن مسلمہ، ابو نائلہ، عباد بن بشر ابو عیس بن جبیر اور حارث بن اوس کے ہمراہ کعب کے پاس گئے۔ اور اسے آواز دی۔ کہ قلعے سے نیچے آؤ۔ اس کی بیوی نے کہا۔ اس وقت کہاں جارہے ہو۔ میں اس میں شر کی بو سونگھ رہی ہوں۔ کعب نے کہا۔ یہ محمد بن مسلمہ اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے۔ اور شریف انسان کو اگر رات میں نیزہ بازی کیلئے بلایا جائے تو بھی جاتا ہے حضرت محمد بن مسلمہ نے ساتھیوں سے کہا۔ جب وہ آجائے گا تو میں اس کے بال سونگھنے کے بہانے پکڑوں گا جب تم لوگ یہ دیکھ لو کہ میں نے اس کو پوری طرح گرفت میں لے لیا ہے تو اسے ختم کر دینا۔

کعب قلعے سے اتر کر چادر میں لپٹا ہوا ان کے پاس آیا۔ اور اس سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ ایسی خوشبو میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ کعب نے کہا میری زوجیت میں عرب کی سردار اور سب سے زیادہ خوشبو دار اور اکمل عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کیا تو اس کی اجازت دیتا ہے۔ کہ تیرے سر کو سونگھوں اور اپنے ساتھیوں کو سونگھاؤں اس نے کہا۔ ضرور۔ یہ سنتے ہی حضرت محمد بن مسلمہ نے اپنی پوری قوت سے پکڑ لیا۔ اور ساتھیوں سے کہا۔ ہاں۔ ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا۔

کعب بن اشرف کے قتل کی حدیث بخاری میں چار جگہ ہے۔ سب سے مفصل مغازی میں ہے۔ اور واقعے کی تفصیل ہم نے وہیں سے لی ہے۔ اس پر امام بخاری نے چار باب قائم فرمایا ہے۔ اول ہتھیار رہن رکھنا۔
اس کا ثبوت حضرت محمد بن مسلمہ کے اس قول سے ہے۔ ہاں ہم ہتھیار رہن رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہتھیار کا رہن رکھنا جائز نہ ہوتا تو وہ کبھی یہ پیشکش نہیں کرتے۔

دوسرا باب یہ ہے۔ لڑائی میں کذب۔ اس کا اثبات اس جملے سے ہوتا ہے۔ کہ انھوں نے یہ عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں۔ اس سے مراد یہی ہے کہ خلاف واقعہ کچھ کہنے کی اجازت مرحمت ہو۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ انھوں نے اس سے یہ کہا تھا۔ اس شخص کا ہمارے یہاں آنا بلا ہے۔ پورے عرب نے لڑائی چھیڑ دی ہے۔ اور سب نے نشانہ بنا لیا ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقیع تک ان کے ساتھ گئے۔ پھر انھیں بھیجا اور فرمایا۔ اللہ کے نام پر جاؤ۔ اے اللہ ان کی مدد فرما۔ جھوٹ بولنا حرام ہے۔ مگر بعض صورتوں میں اس کی اجازت ہے۔ جیسے میاں بیوی میں صلح کرانے دو بچھڑے ہوئے لوگوں میں میل کرانے اور لڑائی میں۔ لیکن جہاں تک ہو سکے صریح جھوٹ سے بچے۔ ذو معنی کلمات بولے۔ اور جب صریح جھوٹ کے بغیر کام نہ چلے تو اس میں بھی حرج نہیں۔ بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ مثلاً ایک مظلوم گھر میں چھپا ہے ظالم آکر پوچھتا ہے۔ اس کا اندیشہ ہے کہ اگر صریح انکار نہیں کرے گا تو ظالم کو شبہ ہو جائے گا۔ مسلمان کی جان بچانے کے لئے صریح لاعلمی ظاہر کر دینا واجب ہے۔ اس سلسلے کا قاعدہ کلیہ یہ ہے۔

جلب منافع پر دفع مضرت مقدم ہے۔ یعنی ایک ہی وقت میں دو متضاد باتیں در پیش ہیں۔ اور وہ بھی ایسی کہ ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر عمل ہو سکتا ہے۔ ایک میں فائدہ ہے اور دوسرے میں نقصان۔ تو نقصان سے بچنا واجب ہے۔ مثلاً دشمن گھیرے ہوئے ہے۔ اور نماز کا وقت جا رہا ہے۔ مگر ظن غالب ہے کہ نماز پڑھے گا تو دشمن قتل کر دے گا۔ تو نماز موخر کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی تین وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں۔ حالانکہ نماز کا ترک جھوٹ بولنے سے بڑا گناہ ہے۔ جھوٹ بولنے والے کے بارے میں۔ فقد کفر۔ کی کوئی روایت نہیں۔ مگر نماز چھوڑنے والے کے لئے یہ وارد ہے۔

بَابُ الرَّهْنُ مَرْكُوبٌ وَّمَحْلُوبٌ ص۳۴۱ رہن پر سوار ہو سکتے ہیں اس کا دودھ دوہ سکتے ہیں۔

باب کے کلمات بعینہ حدیث مرفوع ہے۔ جسے امام حاکم اور ابن عدی، بیہقی، دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ت ۴۷۳ وَقَالَ الْمُغِيرَةُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ تُرْكَبُ الضَّالَّةُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَتُحْلَبُ بِقَدْرِ عَلَفِهَا وَالرَّهْنُ مِثْلُهُ۔

اور مغیرہ نے کہا۔ کہ ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ گمشدہ جانور پر اس کے چارے کی مقدار سواری کیجا سکتی ہے اور اس کو چارے کی مقدار دوہا جا سکتا ہے اور رہن اس کے مثل ہے۔

تشریحات ۴۷۳ اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ مغیرہ بن مقسم ہیں اور ابراہیم سے مراد امام نخعی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کسی نے گمشدہ جانور پایا۔ تو وہ اس کو اتنی سواری کے کام میں لا سکتا ہے جس کی اجرت اس کے چارے کی قیمت کے برابر ہو۔ اور اسی طرح اتنا دودھ بھی نکال سکتا ہے۔ اور رہن کا بھی یہی حکم ہے۔

والرھن مثلہ ۔ یہ الگ تعلیق ہے۔ جسے امام سعید بن منصور ہی نے سند مذکور کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۱۴۲۴ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظَّهْرُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَلَبَنُ الدَّرِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سواری کا جانور جب مرہون ہو تو اس کے خرچے کے مطابق اس پر سواری کیجائے گی۔ اور دودھ والا جانور مرہون ہو تو

يُشْرَبُ بِنَفَقَتِهِ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ النَّفَقَةُ۔

اس کے خرچے کے مطابق اس کا دودھ پیا جائے۔ اس کا خرچہ اس پر ہے جو اس پر سواری کرے اور اس کا دودھ پیئے۔

تشریحات ۱۴۲۴

حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور ظاہریہ کے کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ چونکہ راہن پر رہن کا نفقہ واجب ہے۔ اس لئے وہ نفقے کی مقدار رہن سے سواری کا کام لے سکتا ہے۔ اور اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔

حضرت امام سفیان ثوری، حضرت امام اعظم کے صاحبین حضرت امام مالک کا مذہب یہ ہے۔ راہن رہن سے نہ سواری کا کام لے سکتا ہے نہ اس کا دودھ پی سکتا ہے۔ اس لئے کہ راہن کو یہ حق دینا رہن کے معنی کے منافی ہے۔ جو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ ارشاد ہے فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ رہن مرتہن کے قبضے میں ہو۔ اور ظاہر ہے کہ راہن کو سواری اور دودھ نکالنے کا حق دینا مرتہن کے قبضے کے منافی ہے۔

رہ گئی یہ حدیث تو یہ مجمل ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ سواری یا دودھ پینے کا حق راہن کو ہے یا مرتہن کو۔ اگر اس سے راہن کے لئے یہ حق ثابت مانیں تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ کے معارض۔ اور مرتہن کے لئے مانیں۔ تو آیت ربوٰ کے معارض۔ کیونکہ اس میں قرض سے نفع حاصل کرنا ہوا۔ اور یہ یقیناً سود ہے۔

اس کا احتمال ہے کہ یہ حدیث آیت رہن اور آیت ربوٰ یا ان میں سے کسی ایک سے منسوخ ہو۔ خاص بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی امام شعبی کا مذہب یہ تھا کہ رہن سے انتفاع جائز نہیں۔ اور حدیث کے راوی کا مذہب جب اس کی حدیث مروی کے خلاف ہو تو یہ اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کے نزدیک اس حدیث کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔

بَابُ إِذَا اخْتَلَفَ الرَّاهِنُ وَالْمُرْتَهِنُ أَوْ نَحْوُهُ فَالْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي ص ۳۴۲

جب راہن اور مرتہن وغیرہ اختلاف کریں تو بینہ مدعی پر ہے۔

حدیث ۱۴۲۵

عَنِ ابْنِ مُلَيْكَةَ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُمَا فَكَتَبَ

ابن ملیکہ نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لکھا۔ تو انھوں نے تحریر فرمایا۔ کہ نبی

إِلَيَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ مہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

مہ الشہادات باب الیمین علی المدعی علیہ ص۳۶۷ ثانی التفسیر سورۂ آل عمران باب قولہ ان الذین یشترون بعھد اللہ و ایمانھم ص۶۵۳ مسلم الاحکام۔ ابوداؤد القضایا۔ ترمذی الاحکام نسائی القضا۔ ابن ماجہ الاحکام۔

تشریحات ۱۴۲۵ ابن ملیکہ یہ عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ملیکہ ہیں۔ ان کا نام زہیر بن عبداللہ اور کنیت ابو محمد ہے۔ مکہ معظمہ کے باشندے اور احول تھے۔ حضرت ابن زبیر کے قاضی اور موذن تھے۔

کتب قصہ یہ ہوا کہ دو عورتیں گھر میں بیٹھی ہوئی موزہ یا چپل سی رہی تھیں۔ ایک کی ستالی اس کی ہتھیلی میں چبھ گئی۔ اس نے دوسری عورت پر الزام لگایا کہ اس نے چبھو دیا ہے۔ معاملہ ابن ملیکہ کے پاس آیا۔ تو انھوں نے حضرت ابن عباس کو لکھا۔ حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ اگر لوگوں کے محض دعویٰ پر انھیں دے دیا جائے۔ تو پھر کچھ لوگوں کی جانیں اور اموال مفت میں چلے جائیں گے۔ اس عورت کو اللہ کی یاد دلاؤ۔ اور یہ آیت تلاوت کرو۔ بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کے عوض تھوڑی پونجی خریدتے ہیں۔ ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ لوگوں نے اس عورت کو اللہ کی یاد دلائی تو اس نے اقرار کرلیا۔ ابن عباس نے یہ بھی لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم مدعیٰ علیہ پر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بذریعہ خط روایت حدیث کا وہی درجہ ہے جو سماع کا ہے۔ بیہقی میں یہ حدیث پوری یوں ہے اگر محض دعویٰ پر دیدیا جائے تو لوگ خون اور مال کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔ بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعیٰ علیہ پر۔

حدود میں قسم نہیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہر دعویٰ میں مدعیٰ علیہ کے انکار کے بعد ثبوت مدعی پر ہے۔ بلا ثبوت فیصلہ حرام۔ جب مدعی کے پاس ثبوت نہ ہو تو اموال میں مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔ حدود میں ہمارے یہاں قسم نہیں ہماری دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ فرمایا بینہ مدعی پر ہے اور قسم مدعیٰ علیہ پر۔ مگر قسامت میں۔ اسے ابن عدی نے کامل میں اور دارقطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے[1] تفصیلی بحث آگے آرہی ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۵

162

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فِی الْعِتْقِ وَ فَضْلِہٖ

غلام آزاد کرنے اور اس کی فضیلت کے بیان میں

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ۔

سورہ بلد آیت ۱۳، ۱۴، ۱۵۔

اور اللہ عز و جل کے اس ارشاد کے بیان میں گردن چھڑانا یا بھوک کے دن کھانا کھلانا رشتہ دار یتیم کو۔

ان آیات کے پہلے ارشاد فرمایا۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ وَمَا اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ۔ الآیۃ

پھر بلا تامل گھاٹی میں نہیں کودا۔ اور تو کیا جانتا ہے گھاٹی (میں کودنا) کیا ہے۔ گردن چھڑانا۔

یعنی جس نے بلا تامل یہ اعمال حسنہ کئے اور مومن صالح ہے تو وہ رحمت الٰہی کا مستحق ہے۔ اس سے غلام آزاد کرنے کی فضیلت ثابت ہو گئی۔

یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس نے فخریہ کہا تھا۔ میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں کثیر مال صرف کیا ہے۔ گھاٹی میں کودنے سے مراد مشقت برداشت کرنا ہے۔ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ۔ سے مراد قحط اور گرانی کا زمانہ ہے۔ غلام آزاد کرنے اور قحط و گرانی میں یتامیٰ اور مساکین کو کھلانا نفس پر شاق ہوتا ہے۔ اس لئے اسے گھاٹی میں کودنے سے تعبیر فرمایا۔ مطلب یہ ہوا کہ اس بدبخت نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عداوت میں مال برباد کیا۔ اسے ان نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں ملی۔

حدیث ۱۴۲۶ — حَدَّثَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ صَاحِبُ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ قَالَ قَالَ لِیْ

حضرت زین العابدین سیدنا علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تلمیذ سعید بن مرجانہ نے حدیث

اَبُوْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا رَجُلٍ

بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اِعْتَقَ اِمْرَأً مُسْلِمًا اِسْتَنْقَذَ اللّٰهُ بِكُلِّ عُضْوٍ مِّنْهُ عُضْوًا مِّنْهُ مِنَ النَّارِ۔ قَالَ

جو مسلمان کسی مسلمان (غلام) کو آزاد کرے گا۔ تو اللہ عزوجل اس کے ہر عضو کے عوض اس کے

سَعِيْدُ بْنُ مَرْجَانَةَ فَانْطَلَقْتُ بِهٖ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ فَعَمِدَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرما دے گا۔ سعید بن مرجانہ نے کہا۔ میں حضرت علی بن حسین کی خدمت میں

اِلٰى عَبْدٍ لَهٗ قَدْ اَعْطَاهُ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَشَرَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ

یہ حدیث لے کر پہنچا تو انھوں نے اپنے ایک ایسے غلام کو آزاد فرما دیا۔ جس کی قیمت عبد اللہ بن

اَوْ اَلْفَ دِيْنَارٍ فَاَعْتَقَهٗ۔ ؎

جعفر دس ہزار درم یا ایک ہزار دینار لگا چکے تھے۔

تشریحات
۱۴۲۶

کتاب الایمان میں یہ زائد ہے۔ حتی فرجه بفرجه۔ یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ کو اس کی شرمگاہ کے عوض۔

سعید بن مرجانہ۔ یہ سعید بن عبد اللہ بنی عامر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادم خاص تھے۔ سب سے تعلقات منقطع کر کے ان کے ہو کر رہ گئے تھے۔ اس لئے صاحب علی بن حسین کے ساتھ مشہور ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پہلے وہ فرزند ہیں جو حبشہ میں مہاجرین کے یہاں پیدا ہوئے۔ داد و دہش، سخاوت میں اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ اسی لئے ان کو بحر الجود کہا جاتا ہے۔ یہ صحابی ہیں ۸۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

مسائل

ان حدیث سے علماء نے استنباط فرمایا کہ ایسے غلام جو صحیح الاعضاء تندرست ہوں انھیں آزاد کیا جائے نہ کہ لنگڑے لولے، اندھے، بہرے، اپاہج از کار رفتہ کو۔ صحیح یہ ہے کہ باندیوں کی بہ نسبت غلاموں کو آزاد کرنا افضل ہے۔ کیونکہ غلام میں زیادہ منفعت ہے نیز کنیزیں آزادی کی خواہشمند بھی نہیں رہتیں۔ اور آزاد کرنے میں انھیں لاوارث چھوڑ دینا ہے۔ جو فتنے کا بھی باعث ہو سکتا ہے۔

؎ ثانی الایمان والنذور۔ باب قول اللہ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ص ۹۹۲ مسلم العتق۔ ترمذی الایمان۔

بَابُ اَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ صـ۳۴۲ کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے

حدیث ۱۴۲۷

عَنْ اَبِی مُرَاوِحٍ عَنْ اَبِی ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ قَالَ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَجِہَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ قُلْتُ فَاَیُّ الرِّقَابِ اَفْضَلُ قَالَ اَعْلَاھَا ثَمَنًا وَاَنْفَسُھَا عِنْدَ اَھْلِھَا قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تُعِیْنُ صَانِعًا اَوْ تَصْنَعُ لِاَخْرَقَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَفْعَلْ قَالَ تَدَعُ النَّاسَ مِنَ الشَّرِّ فَاِنَّھَا صَدَقَۃٌ تَتَصَدَّقُ بِھَا عَلٰی نَفْسِکَ [عہ]

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس کے راستے میں جہاد کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے۔ فرمایا۔ وہ جس کی قیمت سب سے زیادہ اونچی ہو اور جو مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو۔ میں نے عرض کیا۔ اگر ایسا نہ کر سکوں فرمایا۔ کسی کاریگر کی مدد کرو۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں۔ تو فرمایا کسی بے ہنر کا کام بنا دو۔ عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکوں تو فرمایا۔ لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ۔ اس لئے کہ یہ صدقہ ہے جو تم اپنے اوپر کرو گے۔

تشریحات ۱۴۲۷

یہ حدیث اگرچہ رباعیات میں ہے۔ مگر درجے میں ثلاثیات کے ہے۔ اس لئے کہ اس کے تین راوی عروہ، ابومراوح تابعی ہیں۔ جن میں عروہ اور ابومراوح ایک درجے کے ہیں۔

وجہاد فی سبیلہ اس عہد میں ایمان کے بعد جہاد افضل الاعمال تھا مسلمان کم اور کمزور تھے۔ اور چاروں طرف سے دشمنوں کی یورش تھی۔ اعلاھا ثمنا۔ میں دوسری روایتیں اغلاھا۔ بھی ہے۔ یعنی سب سے بیش قیمت۔ تعین صانعا۔ میں ایک روایت ضائعا۔ بھی ہے۔ بلکہ بہت سے محدثین نے فرمایا۔ کہ صانعا کی روایت غلط ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں، اخرق، سے تقابل کی وجہ سے صانعا۔ زیادہ موزوں ہے۔ ضائع یہاں فقیر کے معنی میں ہے۔

بَابُ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ فِی الْعِتَاقَۃِ وَالطَّلَاقِ　غلام آزاد کرنے اور طلاق وغیرہ میں بھول چوک کا بیان

وَنَحْوِہٖ وَلَا عِتَاقَۃَ اِلَّا لِوَجْہِ اللّٰہِ وَقَالَ النَّبِیُّ　اور آزاد کرنا صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ اور نبی صلی اللہ

عہ مسلم الایمان۔ نسائی۔ العتق۔ الجہاد۔ ابن ماجہ الاحکام۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ امْرِئٍ	تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اسکی نیت
مَا نَوٰى وَلَا نِيَّةَ لِلنَّاسِىْ وَالْمُخْطِىْ ص۳۴۳	ہو - اور بھولنے والے چوکنے والے کی کوئی نیت نہیں ہوتی -

توضیح باب خَطَأٌ - بلاقصد تام کوئی فعل کرنا - جیسے کلی کر رہا تھا اور پانی حلق کے نیچے چلا گیا - نسیان - بہت سی چیزوں کے یاد ہوتے ہوئے کسی خاص چیز کو بھول جانا - مثلاً زید کا حلیہ یاد ہے - اس کے کچھ احوال بھی یاد ہیں - مگر نام یاد نہیں آرہا ہے - نحوہ سے تعلیقات اور قسم وغیرہ مراد ہیں - عتاق اور طلاق میں نسیان کے تحقق کی صرف یہ صورت ہے کہ عتاق یا طلاق کو کسی چیز پر معلق کیا تھا - پھر تعلیق بھول گیا اور شرط کر بیٹھا مثلاً یہ کہا - اگر میں فلاں کام کروں تو میری بیوی پر طلاق یا میرا فلاں غلام آزاد اور یاد نہ رہا وہ کام کر بیٹھا -

امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ خطا اور نسیان کی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا - کیونکہ مدار کار نیت پر ہے - اور خاطی، ناسی کی نیت اس کام کی نہیں ہوتی - ہمارے یہاں ناسی، خاطی، لاعب، ہازل، ان سب کا دیا ہوا طلاق واقع ہے - اور ان کا آزاد کیا ہوا غلام آزاد ہے - ہماری دلیل یہ حدیث ہے - کہ فرمایا -

ثلث جدھن جد و ھزلھن جد - النکاح - والطلاق - والرجعة [1] | تین چیزیں ہیں کہ ان کی سنجیدہ بات بھی سنجیدہ ہے اور ہزل مذاق بھی سنجیدہ ہے - نکاح، طلاق، اور رجعت

دوسری حدیث میں ہے -

ثلث لیس فیھن لعب النکاح والطلاق والعتق [2] | تین چیزوں میں کھیل نہیں - نکاح - اور طلاق اور عتاق

ظاہر ہے ہزل مذاق میں نیت نہیں ہوتی - پھر بھی طلاق واقع ہے - مگر چونکہ اس نے ایقاع کا صیغہ استعمال کیا ہے - اور ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ان عقود میں اعتبار منہ سے نکلے ہوئے کلمات کا ہے - نیت کا نہیں - اسلئے جب کوئی طلاق عتاق کے کلمات مذاقاً ادا کرے یا بھول کر یا چوک کر تو طلاق واقع ہوجائے گی اور [illegible] اد ہوجائے گا - ہر شخص کو معلوم ہے کہ اگر کلام کے خلاف متکلم کے بیان پر مدار رکھا جائے - تو امان اٹھ جائے جس کا جی چاہے طلاق دے کر غلام آزاد کرکے کہدے کہ میری نیت نہیں تھی - کہ طلاق پڑجائے اور غلام آزاد ہوجائے -

حدیث ۲۲۸	عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَبِىْ اَوْفٰى عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ
	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا - نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - بیشک

[1] ابوداؤد طلاق - باب فی الطلاق علی الھزل ص۲۹۸ ترمذی طلاق باب فی الجد والھزل فی الطلاق ص۱۴۲ ابن ماجہ طلاق - باب من طلق او نکح او رجع لاعبا ص۱۴۷

[2] موطا امام مالک جامع النکاح ص۲۰۸

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَلِیْ عَنْ اُمَّتِیْ مَاوَسْوَسَتْ

میری وجہ سے اللہ نے میری امت کے سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں کو معاف فرما دیا ہے۔

بِہٖ صُدُوْرُھَا مَالَمْ تَعْمَلْ اَوْتَکَلَّمْ بِہٖ

جب تک ان پر عمل نہ کرے اور کلام نہ کرے۔

تشریحات ۱۴۲۸ اس حدیث سے امام بخاری کا مقصود کیسے ثابت ہوتا ہے وہ پردۂ خفا میں ہے ناسی، خاطی، ایقاع طلاق اور اعتاق کے صیغے زبان سے ادا کرتے ہیں۔ یہ وسوسہ نہیں قول ہے۔

اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی کے دل میں طلاق دینے، غلام آزاد کرنے کی نیت ہے۔ تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ غلام آزاد نہ ہوگا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گناہ کرنے کے خیال پر مواخذہ نہیں۔ جب تک کہ گناہ کر نہ لے۔ یا زبان سے کلمہ معصیت ادا نہ کرے۔ البتہ گناہ کے عزم بالجزم اور ایسے ارادے پر کہ ضرور کروں گا اور اس کے نہ کرنے کا دل میں شائبہ بھی نہ ہو، مواخذہ ہے۔ جیسے کوئی شرابی شراب پینے کے ارادے سے گھر سے چلا۔ مگر کسی وجہ سے نہ پی سکا۔ گناہ پر ایسا پختہ ارادہ بھی گناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حسد بغض گناہ ہے۔ فرمایا گیا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ - نور

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

پسند کرنا فعل قلب ہے۔ اور چونکہ یہ ان کی آرزو عزم بالجزم کی حد تک تھی۔ اس لئے گناہ ہوا اور موجب عذاب نار۔ اس حدیث اور اس قسم کی اور احادیث کا مطلب یہ ہے کہ وسوسہ عزم بالجزم کی حد تک نہ پہنچا ہو۔

بَابٌ اِذَا قَالَ لِعَبْدِہٖ ھُوَ لِلّٰہِ وَنَوَی الْعِتْقَ وَالْاِشْھَادُ فِی الْعِتْقِ ۔ ص۳۴۳

جب اپنے غلام سے کہے۔ وہ اللہ کے لئے ہے اور آزاد کرنے کی نیت کرے اور آزاد کرنے پر گواہ بنانا۔

حدیث ۱۴۲۹ عَنْ قَیْسٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ لَمَّا اَقْبَلَ یُرِیْدُ الْاِسْلَامَ

قیس سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام قبول کرنے کے ارادے

وَمَعَہٗ غُلَامُہٗ ضَلَّ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِنْ صَاحِبِہٖ فَاَقْبَلَ بَعْدَ ذٰلِکَ وَاَبُوْھُرَیْرَۃَ

سے آرہے تھے تو ان کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا۔ راستے میں ان دونوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ اس کے بعد

ے ثانی الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ ص۷۹۴ الایمان والنذور باب اذا حنث ناسیا فی الایمان ص۹۸۶ مسلم الایمان۔ ابوداؤد نسائی ابن ماجہ۔ الطلاق۔

جَالِسٌ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

غلام آگیا، ابو ہریرہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام کو دیکھ کر نبی صلی اللہ

يَا اَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا غُلَامُكَ قَدْ اَتَاكَ فَقَالَ اَمَا اِنِّيْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُ حُرٌّ قَالَ فَهُوَ حِيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ یہ تیرا غلام آگیا۔ اس پر ابو ہریرہ نے کہا۔ میں آپ کو گواہ بناتا

يَقُوْلُ۔

ہوں کہ وہ آزاد ہے۔ وہ کہتے تھے۔

يَا لَيْلَةً مِنْ طُوْلِهَا وَعَنَائِهَا　　عَلٰى اَنَّهَا مِنْ دَارَةِ الْكُفْرِ نَجَّتِ

ہائے وہ رات کتنی لمبی اور اذیت ناک تھی۔ مگر اس نے دار الکفر سے نجات دی ہے۔

تشریحات ۱۴۲۹

باب میں۔ والاشہاد فی العتق۔ میں والاشہاد، پر ضمہ متعین۔ اور یہ باب پر معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بابُ الاشهاد فی العتق۔ اگر کسی نے اپنے غلام کے بارے میں یہ کہا۔ هو لله۔ اور اس کی نیت آزاد کرنے کی ہو تو وہ آزاد ہو جائے گا اس حدیث کو امام بخاری نے تین طریقے سے روایت کیا ہے۔ تیسرے طریقے میں ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ اے ابو ہریرہ یہ تیرا غلام ہے۔ تو انھوں نے کہا اشهدك انه لله۔

حین یقول

اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ طیبہ پہونچ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ بعد والی روایت میں جو یہ ہے قلت فی الطریق اس سے مراد یہ ہے کہ مدینہ طیبہ کے حدود میں داخلے کے بعد بارگاہ قدس تک جو راستہ تھا۔ اس میں یہ پڑھتے تھے۔ اس پر قرینہ اس کے پہلے کا جملہ ہے۔ کہ فرمایا جب میں مدینہ پہنچ گیا۔ تو راستے میں یہ کہتا تھا۔

تشریحات ۱۴۳۰

ولاء۔ وہ رشتہ ہے جو آزاد کردہ غلام اور اس کے آزاد کرنے والے آقا کے درمیان عتق سے پیدا ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے ہیں۔ اگر ان کے ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں۔ بلکہ ایک حدیث[1] میں فرمایا۔

الولاء لحمة كلحمة النسب۔　　ولاء نسب کے خونی رشتہ کی طرح ایک رشتہ ہے۔

اس کا بیچنا اور خریدنا اس لئے جائز نہیں۔ کہ اس میں تبدیل مولی ہے۔ اور یہ سخت ممنوع۔ کیونکہ جب یہ نسب کے مثل ہے تو اس کی تبدیل نسب کی تبدیل کے مثل ہوئی۔ علاوہ ازیں یہ صرف ایک حق ہے۔ کوئی مال نہیں۔ اور حقوق مجردہ

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص ۹۵

بَابُ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهٖ ص۳۴۴ ولا کی بیع اور ہبہ

حدیث ۱۴۳۰

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا يَقُوْلُ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ[۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ولا کی بیع اور اس کے ہبہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بَابُ إِذَا أُسِرَ أَخُو الرَّجُلِ أَوْ عَمُّهُ هَلْ يُفَادِيْ إِذَا كَانَ مُشْرِكًا ص۳۴۴

جب کسی کا مشرک بھائی یا چچا گرفتار ہو جائے تو کیا اس کا فدیہ دیا جا سکتا ہے۔

کی بیع باطل۔

توضیح باب یفادی کا مادہ فِدَاءٌ ہے۔ قیدی کو مال کے عوض یا قیدی کو قیدی کے عوض چھڑانا۔ باب کا حاصل یہ ہے۔ اگر کوئی اپنے بھائی یا چچا کو گرفتار کرے تو وہ اس پر آزاد ہو گا یا نہیں۔ اگر آزاد ہو جائے گا تو فدیہ دینا نہیں۔ اور اگر آزاد نہ ہو گا تو فدیہ دینا ہو گا۔ باب میں فدیہ دینا آزاد نہ ہونے سے کنایہ ہے۔ امام بخاری نے اپنا کوئی فیصلہ نہیں بیان فرمایا سوال کر کے چھوڑ دیا۔ نیز صرف بھائی اور چچا کو ذکر فرمایا اسلئے کہ اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ رشتہ داروں کی تین قسمیں ہیں۔ ذو رحم محرم۔ اور غیر ذی رحم محرم۔ یا ذو رحم غیر محرم۔

ذو رحم محرم ان دو رشتہ داروں کو ذو رحم محرم کہتے ہیں کہ ان میں سے جس کسی کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کیا جائے تو ان میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو جیسے دو بھائی۔ چچا بھتیجے۔ ماموں بھانجے۔

غیر ذو رحم محرم۔ جن میں کوئی رشتہ ہی نہ ہو اور محرم ہوں۔ جیسے صہریّت کی بنا پر جو حرام ہوں جیسے موطوءہ کے اصول و فروع واطی پر۔ ذو رحم غیر محرم۔ جن میں رشتہ ہو مگر موجب حرمت نہ ہو۔ جیسے چچا ماموں پھوپی خالہ کے لڑکے۔

پھر ان کی تین قسمیں ہیں۔ اصحاب فرائض اور عصبات اور ذوالارحام۔ اصحاب فرائض وہ ہیں جن کی میراث کا حصہ قرآن مجید میں معین ہے۔ جیسے ماں باپ بیوی شوہر وغیرہ۔ عصبات وہ ہیں کہ ذوالفرائض سے جو بچے وہ سب کے حقدار ہیں۔ اور اصحاب فرائض کے نہ ہونے کی صورت میں پوری میراث کے۔ ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جن کا لگاؤ کسی سے کسی عورت ہی کی بدولت ہو۔ جیسے نواسے بھانجے وغیرہ ــــــــ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ اگر کوئی اصحاب فرائض کا مالک ہو گا تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔ اس خصوص میں بیٹے اصحاب فرائض میں ہیں۔ اور یہی حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مذہب ہے۔ اس لئے کہ جنگ بدر میں حضرت عقیل گرفتار ہوئے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ اور وہ آزاد نہ ہوئے ان سے فدیہ لیا گیا۔ حالانکہ بھائی عصبہ ہے۔

---

[۱] ابو داؤد۔ ثانی۔ الفرائض۔ باب اثم من تبرء من موالیہ ص۴۰۱۔ مسلم۔ العتق۔

ت ۴۷۴

قَالَ اَنَسٌ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ الْعَبَّاسُ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَادَیْتُ نَفْسِیْ فَادَیْتُ عَقِیْلًا

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ عباس نے عرض کیا میں نے اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا فدیہ دیا ہے ۔

وَکَانَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ لَہٗ نَصِیْبٌ فِیْ تِلْکَ الْغَنِیْمَۃِ الَّتِیْ اَصَابَ مِنْ اَخِیْہِ عَقِیْلٍ وَعَمِّہٖ عَبَّاسٍ ۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اس مال غنیمت میں حصہ تھا جو ان کے بھائی عقیل اور ان کے چچا عباس سے ملی تھی ۔

حدیث ۱۴۳۱

عَنِ ابْنِ شِہَابٍ ثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اِسْتَاْذَنُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا ائْذَنْ فَلْنَتْرُکْ لِابْنِ اُخْتِنَا عَبَّاسٍ فِدَاءَہٗ فَقَالَ لَا تَدَعُوْنَ مِنْہُ دِرْھَمًا ؎

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی ۔ کہ انصار کے کچھ حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور عرض کیا ۔ اجازت دیں کہ ہم اپنے بھانجے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں ۔ تو فرمایا ۔ ان سے ایک درہم بھی مت چھوڑنا ۔

ہمارے یہاں اصحاب فرائض کی تخصیص نہیں بلکہ ذورحم محرم کے ساتھ عام ہے ۔ اسلئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

من ملک ذارحم منه فهو حر ؎ جو اپنے ذورحم محرم کا مالک ہو گا وہ آزاد ہے ۔

اس حدیث پر علامہ ابن حجر نے جو کلام کئے ہیں ان سب کے اطمینان بخش جوابات علامہ عینی نے دیئے ہیں ۔ اور ثابت فرمایا ہے کہ یہ حدیث حجت ہے ۔

تشریحات ۴۷۴

یہ ایک لمبی حدیث کا جزء ہے جو کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہو چکی ہے جس میں یہ ہے کہ خدمت اقدس میں بحرین کا مال آیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا ۔ مجھے عطا فرمائیے اس لئے کہ میں نے اپنا فدیہ دیا ہے اور عقیل کا دیا ہے ۔ حضرت عباس نے اس موقعہ پر اپنا اور حضرت عقیل اور نوفل بن حارث بن عبد المطلب اور عتبہ بن عمرو کا فدیہ دیا تھا ۔

یہاں سے امام بخاری یہ ثابت کرنے کیلئے لائے ہیں ۔ کہ بھائی اگر بھائی کا مالک ہو تو وہ اس پر آزاد نہیں ہو گا ۔ حضرت عقیل

؎ ابوداؤد ۔ ثانی باب من ملک ذارحم محرم ص۱۹۴ ۔ ترمذی ۔ اول باب من ملک ذا محرم ص۱۶۳ ابن ماجہ ۔ العتق باب من ملک ذارحم محرم فھو حر ص۱۸۲

؎ الجہاد ۔ باب فداء المشرکین ص۴۳۲ ۔ ثانی ۔ المغازی ۔ باب ص۵۷۲ ۔

بَابُ مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى

جو شخص عرب کے کسی غلام کا مالک ہوا تو اسے ہبہ کیا اور بیچا اور اس سے ہمبستری کی اور فدیہ دیا اور عرب

الذُّرِّيَّةَ - وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوكًا لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَمَنْ رَزَقْنَاهُ

کی ذریت کو قیدی بنایا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اللہ نے ایک مثل بیان فرمائی ایک بندہ ہے کسی کی ملک

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی تھے۔ مگر ان کا بھی فدیہ لیا گیا۔ اگر وہ آزاد ہو جاتے تو فدیہ کیوں لیا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس حکم سے بھائی خارج ہے حالانکہ وہ ذو رحم محرم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حکم ہر ذو رحم محرم کو عام نہیں بلکہ اصحاب فرائض کے ساتھ خاص ہے۔ وکان علی ابن ابی طالب

توضیح یہ امام بخاری کا استدلال ہے۔ وہ فرمانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر بھائی اور چچا جو ذو رحم محرم ہیں کسی کے مملوک ہو جاتے تو بھائی کی قید میں آنے کے بعد ان سے فدیہ نہ لیا جاتا اور اس فدیے میں بھائی کا حق نہ ہوتا۔ جب کہ حضرت عباس اور حضرت عقیل کے فدیے میں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حصہ ملا۔

ہمارا جواب یہ ہے۔ کہ مال غنیمت مجاہدین کی ملک اس وقت تک نہیں جب تک کہ وہ تقسیم کر کے انھیں دے نہ دیا جائے تقسیم سے پہلے وہ حکومت کی ملک ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ قید ہونے کے بعد حضرت عباس اور حضرت عقیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملک ہو گئے۔ علاوہ ازیں حربی کافر قید ہونے کے بعد فوری مملوک نہیں ہوتا۔ بلکہ سلطان اسلام کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو اسے قتل کر دے چاہے تو فدیہ لیکر چھوڑ دے چاہے تو غلام بنالے۔ ان لوگوں سے فدیہ لیا گیا۔ اسلئے مملوک نہ ہوئے۔

تشریحات ۱۴۴ مطابقت۔ اس حدیث کے ذکر سے امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ عصبات کی طرح ذوی الارحام بھی کسی کے اگر مالک ہوں تو وہ ان پر آزاد نہ ہوگا۔ استدلال کی تقریر اور اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

لابن اختنا یہ اس بنا پر ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت عباس کے جد کریم حضرت ہاشم نے مدینہ طیبہ بنی نجار میں سلمٰی نامی عورت سے نکاح کیا تھا۔ جن کے بطن سے عبد المطلب پیدا ہوئے۔

یہ انصار کرام کا حسن ادب ہے کہ یہ عرض کیا۔ اجازت دیں ہم اپنے بھانجے کا فدیہ چھوڑ دیں۔ یہ نہیں عرض کیا کہ حضور کے چچا کا فدیہ چھوڑ دیں۔ عرض مذکور میں احسان مندی انصار پر ہوئی اور عرض ثانی سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ انھوں نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ ایسی بات کہیں جس سے حضور پر احسان کرنا مترشح ہو۔

انصاف کا اوج کمال یہ ہے کہ حضرت عباس چچا تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جی جان سے حامی۔ اور مکہ معظمہ میں رہ کر وہاں کمزور مسلمانوں کے سہارا تھے۔ مکہ کی اہم خبریں پہنچاتے رہتے۔ جنگ بدر میں بالجبر لائے گئے تھے۔ مگر ان کے ساتھ ادنی سی رعایت نہیں پسند فرمائی۔ اور ارشاد فرما دیا۔ ان سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا۔

تنبیہ ہندوستانی مطبوع بخاری میں۔ لا یستوون دو داؤ کے ساتھ ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اسے دو داؤ سے لکھا۔ مصحف شریف کا رسم الخط ایک داؤ کے ساتھ ہے۔ لا یستوٗن۔

مِمَّا رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا هَلْ يَسْتَوُونَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ

اور آپ کچھ مقدور نہیں رکھتا اور ایک وہ ہے جسے ہم نے اپنی بارگاہ سے اچھی روزی دی ۔ جسے وہ علانیہ اور خفیہ خرچ کرتا ہے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ نحل آیت ۷۵

کیا یہ وہ دونوں برابر ہو جائیں گے ؟ سب حمد اللہ کیلئے ہے ۔ بلکہ ان کے اکثر بے علم ہیں ۔

حدیث ۱۴۳۲

اَنَا ابْنُ عَوْنٍ قَالَ كَتَبْتُ اِلٰى نَافِعٍ فَكَتَبَ اِلَىَّ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ

ابن عون نے کہا میں نے نافع کو لکھا ۔ انھوں نے جواب میں تحریر کیا ۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

توضیح باب اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اہل عرب کو غلام بنانا جائز ہے یا نہیں ۔ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے ۔ اور اسی طرف امام بخاری کا بھی رجحان ہے ۔ حضرت سعید بن جبیر امام ثوری امام اوزاعی امام ابو ثور کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ۔ اگر بالفرض کوئی عربی باندی کسی کے قبضے میں آجائے ۔ تو اس سے ہمبستری جائز نہیں بلکہ بازار بھاؤ سے اس کی قیمت لگا کر اسکے باپ سے وصول کر کے آزاد کر دی جائے گی ۔ ان کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت ابن عباس سے یہ ارشاد ہے ۔ کہ فرمایا ۔ باندی کا بچہ جو کسی عرب سے ہو غلام نہیں بنایا جائے گا ۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو مروی ہے کہ بعض عربی قیدیوں سے فدیہ لیا ہے ۔ یہ مشرکین جاہلیت میں سے تھے ۔

ہماری دلیل اس باب میں مذکور احادیث ہیں ۔ اس باب میں پانچ احادیث مذکور ہیں ۔ ایک حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہوازن کے قیدیوں والی حدیث ۔ جس سے ہبہ کرنا ثابت ہوتا ہے ۔ دوسری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث جو ابھی گزری حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدیہ والی جس سے فدیہ لینا ثابت ہے ۔ تیسری حضرت ابن عمر کی حدیث جس سے قیدی بنانا ثابت ہے ۔ چوتھے غزوہ بنی المصطلق والی حضرت ابو سعید کی حدیث جس سے ہمبستری ثابت ہے ۔ پانچویں حضرت ابو ہریرہ کی جس سے بیع ثابت ہوتی ہے ۔

عبداً مملوکاً اس آیت کے صرف اتنے حصے کو باب سے مطابقت ہے ۔ وہ اس طرح کہ ۔ عبداً مطلق ہے جو عربی اور عجمی سب کو شامل ہے ۔

تشریحات ۱۴۳۲ کتبت الی نافع ۔ مسلم میں ہے ۔ کہ ابن عون نے نافع کو یہ لکھا تھا ۔ کہ لڑائی سے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت دینے کے بارے میں کیا وارد ہے ۔ تو انھوں نے وہ لکھا ۔ جواب کا حاصل یہ نکلا کہ اگر پہلے سے انھیں دعوت پہونچ چکی ہے ۔ تو لڑائی شروع کرنے سے پہلے دعوت دینی ضروری نہیں ۔ جیسا کہ بنی مصطلق کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا تھا ۔

بنی مصطلق ۔ بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے ۔ مُصْطَلِق کا مادہ صلق ہے ۔ جس کے معنی بلند تیز آواز کے ہیں ۔ نیز اس کے معنی کسی قوم کے گھر افراد کو نسل کرتا ہے ۔ مصطلق لقب ہے ۔ اس کا نام عزیمہ تھا ۔ یہ غزوہ ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا ہے ۔ ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔ اس قبیلے کے سردار حارث بن ضرار کی صاحبزادی تھیں ۔

تعالی علیہ وسلم اغار علی بنی المصطلق وھم غارون وانعامھم تسقی علی

نے بنی مطلق پر حملہ فرمایا۔ اور وہ غافل تھے۔ ان کے چوپاؤں کو پانی پلایا جا رہا تھا۔ ان میں سے لڑنیوالوں

الماء فقتل مقاتلتھم وسبی ذراریھم واصاب یومئذ جویریۃ حدثنی بہ عبداللہ

کو قتل کیا اور ان کی ذریت کو قید کیا۔ اور ام المومنین جویریہ کو حاصل کیا اسے عبداللہ بن عمر رضی اللہ

بن عمر رضی اللہ تعالی عنھما وکان فی ذلک الجیش ؎

تعالیٰ عنہما نے مجھ سے بیان فرمایا۔ اور وہ اس لشکر میں تھے۔

حدیث ۱۴۳۳ عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ میں ہمیشہ بنی تمیم سے محبت کرتا رہا تین وجہ سے۔

ما زلت احب بنی تمیم منذ ثلث سمعت من رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں سنا ہے فرماتے تھے۔ یہ لوگ دجال پر میری امت سے

بنی مصطلق مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاری کر رہے تھے۔ جب اس کی اطلاع بارگاہ نبوت میں پہونچی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود پیش قدمی کر کے اچانک ان کے سر پر پہونچ گئے۔ نتیجے میں ان کے دس آدمی مارے گئے اور پورا قبیلہ قید ہوا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔ تو مجاہدین نے یہ کہکر کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو گئے ہیں۔ سب کو آزاد کر دیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جویریہ سے زائد اپنی قوم کے لئے بابرکت کوئی خاتون نہیں ہوئی ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل عرب کو غلام بنانا درست ہے۔

تشریحات ۱۴۳۳ اس حدیث کو باب کے دو جز سے مناسبت ہے۔ ایک بیع سے اس لئے کہ حضرت ام المومنین نے اس کو خریدا تھا جیسا کہ اس کے ان بعض طرق میں ہے جنھیں اسماعیلی نے روایت کیا ہے۔ اور صحیح ابوعوانہ میں بھی ہے۔ کہ ام المومنین حضرت عائشہ پر اولاد اسماعیل سے ایک قیدی آزاد کرنا واجب تھا۔ بنی خولان کے کچھ قیدی آئے تو انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ انھیں خرید لوں فرمایا نہیں۔ جب بنی العنبر کے قیدی آئے تو فرمایا خرید لے یہ اولاد اسماعیل سے ہیں۔ بنی العنبر بنی تمیم کی ایک شاخ ہے۔ بنی تمیم کا نسب بواسطہ ربیعہ عدنان تک پہونچتا ہے۔ دوسرے ان کی اولاد کو قیدی بنانے سے

بنی تمیم کی جہاں یہ فضیلت مذکور ہے وہیں ان کی سنگدلی اور گنوارپن حرص اور بدزبانی کی روایات بھی کثیر ہیں۔ بخاری مغازی

؎ مسلم۔ الجہاد۔ ابوداؤد۔ الجہاد۔ مسند امام احمد جلد ثانی ص۲۱۔ نسائی۔ السیر۔

يَقُوْلُ فِيهِمْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ هُمْ اَشَدُّ اُمَّتِيْ عَلَى الدَّجَّالِ قَالَ وَجَاءَتْ صَدَقَاتُهُمْ

سب سے سخت ہیں۔ بنی تمیم کے صدقات خدمت اقدس میں آئے تو فرمایا۔ یہ ہماری قوم کے صدقات

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ صَدَقَاتُ قَوْمِنَا وَكَانَتْ

ہیں۔ اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان میں کی ایک قیدی عورت تھی تو

سَبِيَّةٌ مِّنْهُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَ اَعْتِقِيْهَا فَاِنَّهَا مِنْ وَّلَدِ اِسْمٰعِيْلَ ؂

فرمایا اسے آزاد کردے اس لیے کہ یہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ہے۔

بَابُ الْعَبْدِ اِذَا اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ عَزَّ وَجَلَّ وَنَصَحَ سَيِّدَهٗ ص ۳۴۶

غلام جب اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت اور اپنے آقا کی خیر خواہی کرے۔

حدیث ۱۴۳۴ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میں ہے کہ بنی تمیم کا وفد آیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی تمیم! بشارت قبول کرو تو انھوں نے کہا بشارت بہت دے چکے کچھ مال دیجئے۔ یہ جب حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاشانہ اقدس کے اندر آرام فرما رہے تھے انھوں نے باہر ہی سے چلانا شروع کر دیا۔ وہ بھی نام لیکر۔ اے محمد! اے محمد! باہر نکلو ہماری مدح زینت اور ہماری ہجو عیب۔ اسی پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

اسی قبیلے کا بدنام زمانہ گستاخ ذوالخویصرہ تھا۔ جس نے جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کرتے وقت یہ گستاخانہ جملہ کہا۔ اے محمد! انصاف کر۔

اس دور میں ملت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنے والا ابن عبدالوہاب نجدی بھی اسی قبیلے کا ہے۔ جس کے مذہب کے پابند انگریزوں کے زائیدہ سعودی حکمراں ہیں۔

تشریحات ۱۴۳۴ تا ۱۴۳۶ اجرہ مرتین۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ ایسے صالح غلام ان آزادا فراد سے۔ جو دیندار متقی فرائض و واجبات کے پابند ہوں زیادہ اجر کے مستحق ہیں۔ اس میں شرعاً اور عقلاً کوئی استبعاد نہیں۔

؂ ثانی۔ المغازی۔ باب وفد بنی تمیم ص ۶۲۶۔ مسلم۔ الفضائل۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ اِذَا نَصَحَ سَيِّدَهٗ وَاَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ

نے فرمایا- غلام جب اپنے آقا کا خیر خواہ رہے اور اپنے رب عز و جل کی اچھی طرح عبادت

عَزَّ وَجَلَّ كَانَ لَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ ۔[1]

کرے تو اسے دونا ثواب ہے۔

حدیث ۱۴۳۵

سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالیٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ

نے فرمایا۔ نیک غلام کے لئے دو اجر ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر راہ

اَجْرَانِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّيْ لَاَحْبَبْتُ

خدا میں جہاد اور حج اور اپنی والدہ کی خدمت نہ ہوتی تو میں پسند کرتا کہ میں اسی حال

اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ ۔

میں دنیا سے جاؤں کہ مملوک رہوں۔

جب کہ غلام اور آزاد افراد طاعات کی ادائیگی میں مساوی درجے ہوں۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ یہ ثواب کی زیادتی بہ نسبت ان غلاموں کے ہو جو ان میں کمی کرتے ہوں۔

المملوك الصالح:۔ صالح غلام وہی ہے۔ جو حقوق اللہ کے ساتھ اپنے آقا کے حقوق بھی پورا پورا ادا کرتا ہو۔ اور جو ان میں کمی کرے وہ صالح نہیں۔

والذی نفسی بیدہ:۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اس کی دلیل وبر امی ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا وصال عہد طفولیت ہی میں ہو چکا تھا۔

اسماعیلی نے ایک دوسرے طریقے سے حضرت ابن مبارک سے اور حسن مروزی نے کتاب البر والصلہ میں ابن مبارک ہی سے جو تخریج کی ہے۔ اس میں یہ ہے۔ والذی نفس ابی هريرة بيده ۔ اسے امام مسلم نے بطریق عبد اللہ بن وہب اور ابو صفوان اموی اور خود امام بخاری نے الادب المفرد میں بطریق سلیمان بن بلال۔ اور اسماعیلی نے بطریق سعید بن یحیی لخمی اور ابو عوانہ نے بطریق عثمان بن عمر ان سب نے یونس سے روایت کیا۔

---

[1] باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق ص۳۴۶ ۔

حدیث ۱۴۳۶ ثنا ابو صالح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال النبی صلی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان (غلاموں) کے

اللہ تعالی علیہ وسلم نعم ما لاحدھم یحسن عبادۃ ربہ و ینصح لسیدہ۔

لئے کتنی اچھی بات ہے کہ اپنے پروردگار کی اچھی طرح عبادت کریں اور اپنے آقا کی خیر خواہی کریں۔

باب کراھیۃ التطاول فی الرقیق و قولہ عبدی و امتی ص ۳۴۶

غلام کے بارے میں ترفع اور یہ کہنا میرا غلام میری لونڈی مکروہ ہے۔

و قول اللہ و الصلحین من عبادکم و امائکم و قال عبدا مملوکا

اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور اپنے لائق غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کرو۔ اور فرمایا

مسلم میں بطریق عبد اللہ بن وہب ہے کہ امام زہری نے فرمایا۔ ہمیں یہ خبر پہونچی ہے کہ جب تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت نہیں ہوگئیں انھوں نے حج نہیں کیا۔ ابو عوانہ اور امام احمد کی روایت بطریق سعید یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ یہ کہا کرتے تھے۔ اگر دو باتیں نہ ہوتیں تو میں غلام ہونا پسند کرتا۔

مگر علامہ خطابی کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ علامہ کرمانی نے اس کی یہ توجیہ کی کہ یہ ارشاد امت کی تعلیم کے لئے ہے (کہ وہ غلاموں کو حقیر نہ جانیں) یا برسبیل فرض ہے۔ یا اس سے مراد رضاعی ماں حضرت حلیمہ ہیں۔

اقول وھو المستعان۔ حضرت حلیمہ کا مراد ہونا اسلئے مستبعد ہے۔ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہیں رہتی تھیں بلکہ اسی میں کلام ہے کہ وہ ایام نبوت میں زیارت سے مشرف بھی ہوئیں یا نہیں۔ اور علی سبیل فرض کا قول اس جملے کو مہمل بناتا ہے۔ ہاں تعلیم امت کی توجیہ چل سکتی ہے۔ مگر جب دوسری صحیح روایات اس کے مُدرج ہونے پر ناطق ہیں۔ تو اسکی کوئی حاجت نہیں کہ اسے ارشاد رسول مان کر ایک نئی بحث کا دروازہ کھولا جائے۔ کہ نبی غلام ہو سکتا ہے یا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تین چیزوں کا استثنار اسلئے کیا کہ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کو حج اور جہاد کی اجازت نہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ اپنے آقا کا مملوک ہے تو اس کی خدمت میں رہے گا ماں کی خبر گیری کرنے کیلئے اسے آقا کی اجازت درکار ہوگی۔ بقیہ فرائض و واجبات کی ادائیگی کے لئے مالک کے اجازت کی حاجت نہیں۔ چونکہ اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی اسلئے اسے ذکر نہیں فرمایا۔

نعم ما اس میں چار لغات ہیں۔ نِعِمّا۔ نَعِمّا۔ نِعْمَ ما۔ نَعْمَ ما۔ اور۔ ما۔ شیٔ کے معنی میں ہے یعنی یہ اچھی بات ہے۔

توضیح باب ابھی حدیث آرہی ہے کہ عبدی امتی مت کہو۔ حالانکہ متعدد آیات اور احادیث میں آقا اور قبیلے کے معزز کو سید کہا گیا ہے اور تمہارے غلام تمہاری لونڈی فرمایا گیا ہے۔ امام بخاری تعلیق میں فرماتے ہیں۔ اپنی بڑائی ظاہر کرنے اور ترفع کے طور پر ممنوع ہے۔ اور وہ بھی کراہت کی حد تک علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ کراہت

وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ ۔ وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ وَقَالَ

عبد مملوک ۔ یوسف اور زلیخا نے زلیخا کے آقا کو دروازہ پر پایا ۔ اور فرمایا اپنی مومنہ لونڈیوں کو ۔

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ۔ وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کھڑے ہو کر اپنے سردار کی طرف بڑھو ۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام

یَعْنِیْ عِنْدَ سَیِّدِکَ

نے فرمایا تھا ۔ اپنے رب یعنی آقا کے یہاں میرا تذکرہ کرنا ۔

تنزیہی ہے ۔ یعنی خلاف اولیٰ ۔ اور اگر ترفع کے لئے نہ ہو اظہار واقعہ کے طور پر ہو تو کراہت تنزیہہ بھی نہیں ۔

پہلی آیت سورہ نور کی ہے ۔

وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ آیت (۳۲) — اور اپنی غیر شادی شدہ عورتوں ۔ اور نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کر دو ۔

اس آیت میں ہمارے غلاموں اور لونڈیوں کو تمہارے غلام تمہاری لونڈیاں فرمایا گیا ۔ اس سے معلوم ہوا کہ غلاموں کو میرے غلام اور لونڈیوں کو میری لونڈیاں کہنا جائز ہے ۔

دوسری آیت سورہ نحل کی ہے ۔ کہ

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا مَمْلُوْکًا ۔ آیت ۷۵ — اللہ نے عبد مملوک کی مثال بیان فرمائی

تیسری آیت سورہ یوسف کی ہے ۔ فرمایا ۔

وَاَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَی الْبَابِ ۔ آیت ۲۵ — ان دونوں (یوسف و زلیخا) نے اس عورت کے شوہر کو دروازہ پر پایا ۔

اس آیت میں شوہر کو بیوی کا سید کہا گیا ۔

تیسری آیت سورہ نساء کی ہے ۔

فَمِنْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ آیت ۲۵ ۔ تو اپنی مملوکہ لونڈیوں سے نکاح کرو جو مومنہ ہوں ۔

یہ چوتھی آیت بھی سورہ یوسف کی ہے ۔ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا ارشاد مذکور ہے جو انھوں نے اس قیدی سے فرمایا تھا جسے انھوں نے رہائی اور اپنے منصب پر بحال ہونے کی بشارت دی تھی ۔

وَاذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ ۔ آیت ۴۲ ۔ — اپنے بادشاہ کے پاس میرا تذکرہ کرنا ۔

ان آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی کا مالک اپنے غلام کو عبدی میرا غلام اور اپنی لونڈی کو امتی یعنی میری لونڈی کہہ سکتا ہے ۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ غلام اور لونڈی اپنے آقا کو سیدی کہہ سکتا ہے ۔ بلکہ ہر اس شخص کو کہا جا سکتا ہے ۔ جسے برتری حاصل ہو جیسے بیوی کیلئے شوہر ۔ رہ گیا رب کا اطلاق یہ اضافت کے ساتھ جائز ہے ۔ اور بلا اضافت ممنوع ۔

اسی سلسلے میں وہ حدیث[1] بھی ذکر فرمائی۔ کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس میں بنی قریظہ کے بارے میں فیصلہ کرنے حاضر ہو رہے تھے تو انھیں ملاحظ فرماکر انصار کرام سے فرمایا۔

قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کھڑے ہو کر اپنے سردار کی طرف بڑھو۔

اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار کا سید فرمایا۔

نسفی ابوذر اور ابوالوقت کے علاوہ بقیہ نسخوں میں وہ حدیث[2] زائد ہے۔ جو خود امام بخاری نے الادب المفرد میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی سلمہ سے دریافت فرمایا۔ مَن سَیِّدُکُمْ۔ تمہارا سردار کون ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا جَدّ بن قیس البتہ ہم ان میں بخل پاتے ہیں۔ فرمایا۔ بخل سے بڑھ کر کون بیماری ہے۔ بل سیدکم عمرو بن الجموح۔ وہ نہیں تمہارے سردار عمرو بن الجموح ہیں۔ حاکم نے اسی کے مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

ان آیات اور آحادیث سے یہ ثابت ہوا کہ جسے اپنے ماتحت پر ریاست حاصل ہو اور وہ اپنے سے چھوٹوں کے کام بناتا ہو لوگ اس کی بات تسلیم کرتے ہوں اس کی اطاعت کرتے ہوں۔ اسے سید کہہ سکتے ہیں۔ جیسے بیوی اپنے شوہر کو غلام اپنے آقا کو عام افراد قبیلے کے سربراہ کو، رعایا حاکم کو امتی اپنے نبی کو تلمیذ اپنے استاد کو مرید اپنے پیر کو۔ جیسے اللہ عز وجل نے زلیخا کے شوہر کو ان کا سید۔ کہا۔ حضرت یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا ۔ (آل عمران آیت ۳۹)

بیشک اللہ آپ کو یحیٰ کی بشارت دیتا ہے۔ جو اللہ کے ایک کلمہ کی تصدیق کریگا۔ اور سردار ہوگا اور عورتوں سے ہمیشہ بچنے والا ہوگا۔

اور خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن مجتبیٰ کے بارے میں فرمایا۔

ابنی ھذا سَیِّدٌ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے

اور حضرت سعد بن معاذ کو انصار کرام کا اور حضرت عمرو بن الجموح کو اپنے قبیلے کا سید فرمایا۔ دنیوی سیادت اور برتری کی بنا پر کسی پر سید کا اطلاق زمانہ جاہلیت سے عہد رسالت تک بلکہ بعد تک شائع اور ذائع ہے۔ حدیث گذر چکی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے۔ ابن دغنہ۔ کو سید بنی القارہ کہا۔ اور عہد جاہلیت کے اشعار میں بھی ملتا ہے۔

اِذَا مَاتَ مِنَّا سَیِّدٌ قَامَ سَیِّدٌ — ہم سے جب کوئی سردار مرجاتا ہے تو اسکی جگہ دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے

قَؤُوْلٌ لِمَا قَالَ الْكِرَامُ فَعُوْلٌ — بہت بولنے والا۔ اور شریفوں کے کہنے پر عمل کرنے والا۔

مگر نجدی اپنی جہالت اور عداوت رسول میں یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سید نا کہنا شرک ہے۔ اور دلیل میں یہ حدیث[3] پیش کرتے ہیں۔ کہ حضرت مُطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں بنی عامر کے وفد کے ساتھ خدمت اقدس میں

---

[1] بخاری ثانی۔ المغازی۔ باب مرجع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الاحزاب ص۵۹۱ [2] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۱۱۱

[3] ابوداؤد۔ ثانی۔ الادب۔ باب کل ھیۃ التمادح ص۳۰۶

163

حاضر ہوا۔ اور ہم نے یہ عرض کیا۔ انت سیدنا فقال السید اللہ۔

مسند امام احمد کی روایت میں ہے کہ ایک صاحب آئے اور عرض کیا۔ انت سید قریش فقال السید اللہ۔ آپ قریش کے سردار ہیں تو فرمایا۔ سید اللہ ہے۔

ان نجدیوں۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض سے کفر کرتے ہو۔ پر عمل کرنے والوں کو یہ حدیث نظر آئی مگر مذکورہ بالا احادیث نظر نہ آئیں نیز وہ کثیر در کثیر احادیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سید المرسلین۔ سید ولد آدم۔ سید الناس۔ سیدنا فرمایا گیا ہے نظر نہ آئیں۔ ایمان والے سنیں اور ایمان تازہ کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انا سید ولد آدم ولا فخر۔[1] میں اولاد آدم کا سید (سردار) ہوں اور فخریہ نہیں فرماتا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث شفاعت مروی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اہل محشر سے فرمائیں گے۔

لکن اذھبوا الی سید ولد آدم [2] ہاں اولاد آدم کے سردار کے پاس جاؤ

خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

انا سید الناس یوم القیٰمۃ۔[3] میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں۔

مسند امام احمد[4] میں ہے کہ عبداللہ بن اعور اعشی کی زوجہ معاذہ جب بھاگ کر مطرف بن بھصل کے پاس چلی گئیں اور مطرف نے دینے سے انکار کر دیا۔ تو اعشی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں منظوم استغاثہ پیش کیا۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

یا سید الناس و دیان العرب اے سب لوگوں کے سردار اور عرب کے حاکم

الیک اشکو ذربۃ من الذرب آپ کی بارگاہ میں ایک تیز زبان عورت کی شکایت لایا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطرف کو لکھا۔ اور انھوں نے معاذہ کو اعشی کے پاس واپس بھیج دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر سیدنا و اعتق سیدنا یعنی بلال۔ ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کیا۔ یعنی بلال کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے خود فرمایا کہ میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔ میں تمام لوگوں کا سردار ہوں اور صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے سید الناس کہا تو اگر امتی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا سردار کہیں تو کیا حرج ہے۔ یہ کیسے شرک و کفر ہے۔ بلکہ بنظر انصاف دیکھا جائے تو ان احادیث کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا سید اور سردار کہنا باعث اجر و ثواب ہوگا۔ کیونکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ہے۔ اور اسلاف کی سنت کی پیروی بھی۔

---

[1] ابو داؤد۔ ثانی۔ السنۃ۔ باب التخییر بین انبیاء علیہم السلام ص ۶۳۶۔ ابن ماجہ۔ الزھد۔ باب الشفاعۃ ص ۳۲۹ [2] مسند امام احمد اول ص ۴ [3] بخاری اول الانبیاء ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ ص ۴۷۰ ثانی تفسیر سورۃ بنی اسرائیل باب قولہ وذریۃ من حملنا مع نوح ص ۶۸۴۔ مسلم الایمان۔ ترمذی ثانی باب الشفاعۃ ص ۶۶۔ مسند امام احمد ج ۲ ص ۴۳۵ [4] جلد ثانی ص ۲۰۲

حدیث ۱۴۳۷ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَاهُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُحَدِّثُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔

بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے کہ انھوں نے حضرت صدیق اکبر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنا سردار کہا۔ ثابت ہوتا ہے کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص نہیں۔ ہر دینی مقتدا اور پیشوا بلکہ دینی معزز کو اپنا سید کہہ سکتے ہیں۔

ان نصوص کی روشنی میں سلف سے لیکر خلف تک پوری امت کا اس پر عمل ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین اور علماء و مشائخ کو سیدنا کہتے ہیں۔ مگر نجدیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے۔ اور ان کے مذہب کی بنیاد ہی اس پر قائم ہے کہ تمام سلف اور خلف کافر مشرک ہیں اور بس یہ مٹھی بھر مسلمان ہیں۔[۱]

علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ نماز میں درود ابراہیمی میں نام نامی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اسم گرامی کے ساتھ لفظ۔ سیدنا۔ کا اضافہ مستحب ہے۔ در مختار میں[۲] ہے۔

وندب السيادة لان زيادة الاخبار بالواقع حين سلوك طريق الادب فهو افضل من تركه ذكره الرملي الشافعي وغيره۔

اور سیدنا کا اضافہ مستحب ہے۔ اور واقعہ کے مطابق زیادتی بہ نیت ادب اس کے ترک سے افضل ہے۔ اسے علامہ رملی الشافعی وغیرہ نے ذکر کیا۔

اس کے تحت رد المحتار میں[۳] ہے۔

ذكره الرملي الشافعي اي في شرحه على منهاج النووي ونصه والافضل الاتيان بالسيادة كما قاله ابن ظهيرة وصرح به جمع وانه ياتي مع ابراهيم عليه السّلام

علامہ خیر الدین رملی شافعی نے منہاج نووی کی شرح میں اسے ذکر فرمایا۔ ان کی عبارت یہ ہے۔ اور سیدنا کو بڑھانا افضل ہے جیسا کہ ابن ظہیرہ نے کہا اور ایک جماعت نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نام کیساتھ بھی لائے۔

تشریحات ۱۴۳۷ اوپر سورۂ یوسف کی آیت گزر چکی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قیدی سے فرمایا تھا۔ وَاذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ۔ اپنے رب یعنی بادشاہ کے یہاں میرا تذکرہ کرنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ رب کا اضافت کے ساتھ غیر خدا پر اطلاق درست ہے۔ اسی طرح سورۂ نور کی آیت مذکور ہوئی۔ اللہ عزوجل نے ہمارے غلاموں اور لونڈیوں کو عبادکم اماءکم فرمایا ہے۔ اس سے عبدی اور اَمتی کہنے کا جواز ثابت۔ اس لئے اس حدیث میں ممانعت کراہت تنزیہیہ پر محمول ہے۔ وہ بھی اس وقت جب کہ تفاخر تعاظم اور اپنی بڑائی و برتری ظاہر کرنے کے لئے ہو۔ اور اظہار واقعہ مقصود ہو تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں۔ اس حدیث میں تواضع اور انکساری کی تعلیم مقصود ہے۔ البتہ رب کا اطلاق بلا اضافت کسی پر

---

[۱] رد المحتار باب البغاۃ ج ۳ ص ۲۶۲ [۲] اول صفۃ الصلوٰۃ مع رد المحتار ص ۵۱۳ [۳] ایضا۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ اَطْعِمْ رَبَّکَ

کہ حضور نے فرمایا تم یہ نہ کہو۔ اپنے رب کو کھلاؤ اپنے رب کو وضو کراؤ

وَضِّئْ رَبَّکَ اِسْقِ رَبَّکَ وَلْیَقُلْ سَیِّدِیْ وَمَوْلَایَ وَلَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ

اپنے رب کو پلاؤ اور سیدی اور مولای کہو۔ اور عبدی امتی

عَبْدِیْ اَمَتِیْ وَلْیَقُلْ فَتَایَ وَفَتَاتِیْ وَغُلَامِیْ۔

نہ کہو فتای فتاتی غلامی کہو۔

بَابُ اِذَا اَتٰی خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ ص۳۴۷ جب کسی کا خادم اسکے پاس اسکا کھانا لائے۔

حدیث ۱۴۳۸

اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ زِیَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے حدیث

عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتٰی اَحَدَکُمْ خَادِمُہٗ بِطَعَامِہٖ

روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب تمہارا خادم تمہارے پاس کھانا لائے۔ تو اگر اسے

فَاِنْ لَّمْ یُجْلِسْہُ مَعَہٗ فَلْیُنَاوِلْہُ لُقْمَۃً اَوْ لُقْمَتَیْنِ اَوْ اُکْلَۃً اَوْ اُکْلَتَیْنِ

اپنے ساتھ بٹھائے نہیں۔ تو اسے ایک دو لقمہ دیدے۔ کیونکہ اسی نے

فَاِنَّہٗ وَلِیَ عِلَاجَہٗ ؎

اسے تیار کیا ہے

کرنا جائز نہیں۔ فرق یہ ہے کہ اضافت سے تخصیص ہوجاتی ہے۔ اور بلا اضافت تعمیم متبادر ہوتی ہے۔ کیونکہ فعل یا شبہ فعل کا متعلق جب محذوف ہوتا ہے تو وہ عموم کا افادہ کرتا ہے۔ یہ عرب کا محاورہ تھا کہ رب کا اطلاق اضافت کے ساتھ غیر خدا پر کرتے تھے مگر ہمارے عرف میں اضافت کے ساتھ بھی رب کا اطلاق غیر خدا پر کرنے کی اجازت نہیں۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وھو اعلم

تشریحات ۱۴۳۸ فان لم یجلسہ۔ اس سے متبادر ہوتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اسے ساتھ بٹھا کر کھلائے۔ اور اگر ایسا نہ کرسکے تو اس میں سے لقمہ دو لقمہ ہی ہی خادم کو بھی دیدے۔ کیونکہ اس نے اس کے پکانے کی مشقت برداشت کی ہے۔

؎ ثانی۔ الاطعمہ۔ باب الاکل مع الخادم ص۸۲۰۔ مسلم۔ ثانی۔ السیر۔

بَابٌ اِذَا ضَرَبَ الْعَبْدَ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ ص۳۴۶ جب غلام کو مارے تو چہرے سے بچے۔

حدیث ۱۴۲۹

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَجْتَنِبِ الْوَجْهَ۔
کرتے ہیں کہ فرمایا۔ جب تم لڑو تو چہرے سے بچو۔

اس کی خوشبو سونگھی۔ یقیناً اس کے جی میں اس کی خواہش ہوگی۔ یہ کچھ نہ دینا مروت کے خلاف ہے یہ مکارم اخلاق کی تعلیم ہے۔ وجوبی حکم نہیں۔

تشریحات ۱۴۲۹ باب سے مطابقت یوں ہے کہ لڑائی میں جہاں موقعہ ہوتا ہے وہاں مارنا ضروری ہوتا ہے۔ جب کافر کے چہرے پر مارنے سے بچنے کا حکم دیا گیا وہ بھی لڑائی کے موقع پر تو عام حالت میں۔ غلام کو جو مومن بھی ہوسکتا ہے۔ چہرے پر مارنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ چہرے پر مارنے سے ممانعت کی وجہ اس حدیث[۱] کے بعض طرق میں یہ مذکور ہے۔ فان الله خلق آدم على صورته۔ اس لئے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ اللہ عزوجل کی طرف صورت کی نسبت متشابہات میں سے ہے۔ مگر اتنا تو یقینی ہے کہ اس حدیث کی روشنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کا چہرہ خاص تجلی گاہ ہے۔

علامہ نودی نے اس کی علت یہ بیان کی کہ علماء نے فرمایا۔ کہ چہرہ محاسن کا مجموعہ ہے۔ چہرہ دیکھ کر انسان کی ذاتی صفات کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ مارنے سے چہرہ بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر چہرہ بگڑ گیا تو انسان کا حسن ختم ہوجائے گا۔ اور اس کی سرشت کی دریافت کا ذریعہ ختم ہوجائے گا۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ ممانعت تحریم کیلئے ہے۔ اسلئے کہ مسلم[۲] میں ہے سُوَید بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا۔ تو فرمایا۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ چہرے پر مارنا حرام ہے۔ ماں باپ اور خصوصیت سے معلمین کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے۔ اس حدیث[۳] کے بعض طرق میں یہ مذکور ہے۔ فلا يلطم وجهه اس کے چہرے پر تھپڑ ہرگز نہ مارے۔

۱۔ مسلم ثانی۔ البر۔ باب النهی عن ضرب الوجه ص۳۲۷

۲۔ مسلم۔ ثانی۔ البر۔ باب النهی عن ضرب الوجه ص۳۲۷

۳۔ عمدۃ القاری ثالث عشر ص۱۱۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

کِتَابُ الۡمُکَاتَبِ ص ۳۴۷

بَابُ الۡمُکَاتَبِ وَنُجُوۡمِہٖ فِیۡ کُلِّ سَنَۃٍ نَجۡمٌ ص ۳۴۷ مکاتب اور اسکی قسطوں کا بیان کہ سال میں ایک قسط ہے۔

ت ۴۷۵ — وَقَالَ رَوۡحٌ عَنِ ابۡنِ جُرَیۡجٍ قُلۡتُ لِعَطَاءٍ اَوَاجِبٌ عَلَیَّ اِذَا عَلِمۡتُ لَہٗ مَالًا اَنۡ اُکَاتِبَہٗ قَالَ مَا اُرَاہُ اِلَّا وَاجِبًا۔

ابن جریج نے کہا میں نے امام عطا سے پوچھا۔ جب مجھے معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو مجھ پر واجب ہے کہ اس سے مکاتبت کر لوں فرمایا۔ میری رائے یہی ہے کہ واجب ہی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت عالم تھے۔ اس لئے دنیا کی سب سے زیادہ درماندہ قوم غلام اور لونڈی کو بھی حصہ وافر ملا۔ اس دور کے عالمی تمدن اور قانون کی مجبوری کی وجہ سے غلامی کا رواج بالکلیہ ختم نہیں فرما سکے۔ مگر غلاموں کے نجات کی بہت سی صورتیں نکال دیں۔ بالکلیہ ختم کرنے میں بہت بڑی دشواری یہ تھی۔ پوری دنیا میں یہ رواج تھا کہ فاتح مفتوح قوم کو غلام بنا لیتی۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کو اس کا پابند فرما دیتے کہ یہ کسی کو غلام نہ بنائیں۔ مسلمان تو اسکی پابندی کرتے" اور وہ دوسری قوموں کو غلام نہ بناتے : مگر دوسری قومیں مسلمانوں پر اگر فتح پاتیں تو انھیں غلام بناتیں۔ اسمیں مسلمانوں کی یک طرفہ تذلیل تھی۔ اس لئے اس وقت غلامی پر مکمل پابندی کسی طرح مناسب نہ تھی۔ البتہ اس میں انسانی قدروں کا لحاظ کر کے کافی اصلاح فرمائی۔ ان کے ساتھ انسانی رویہ کی ترغیب دی۔ فرمایا جو کھاؤ انھیں بھی کھلاؤ۔ جو پہنو انھیں بھی پہناؤ۔ طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔ مزید براں غلام آزاد کرنے پر عظیم ثواب ارشاد فرمائے۔ خاص خاص موقعوں پر آزاد کرنے کا خصوصیت سے حکم دیا۔ بہت سی خطاؤں پر غلام آزاد کرنے کو کفارہ رکھا۔ مزید براں آزاد ہونے کے لئے آسان اصول ارشاد فرمائے انھیں میں ایک۔ مکاتبت۔ ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ غلام اور آقا آپس میں طے کرلیں کہ غلام اتنا مال کما کر ادا کر دے تو وہ آزاد ہے۔ اس عقد کی رو سے غلام کو مکاتَب اور آقا کو مکاتِب کہتے ہیں۔

اس کے پہلے بعض نسخوں میں یہ باب لکھا ہوا ہے۔ بَابُ اِثۡمِ مَنۡ قَذَفَ مَمۡلُوۡکَۃَ الۡمُکَاتَبِ۔ مگر اس کے ضمن میں کوئی حدیث تحریر نہیں۔ بظاہر یہ کسی نساخ کی زیادتی ہے۔ اس کو ابواب مکاتبت سے کوئی خاص مناسبت بھی نہیں۔ کتابکدود

ت ۴۷۶ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ تَأْثُرُهُ عَنْ أَحَدٍ قَالَ لَا ثُمَّ أَخْبَرَنِيْ

اور عمرو بن دینار نے کہا میں نے امام عطاء سے پوچھا۔ مکاتبت کا وجوب آپ کسی سے روایت کرتے ہیں فرمایا

أَنَّ مُوْسَى بْنَ أَنَسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سِيْرِيْنَ سَأَلَ أَنَسًا الْمُكَاتَبَةَ وَكَانَ كَثِيْرَ

نہیں - پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ موسیٰ بن انس نے خبر دی ہے کہ سیرین نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکاتبت کا سوال

الْمَالِ فَأَبَى فَانْطَلَقَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ كَاتِبْهُ فَأَبَى فَضَرَبَهُ

کیا - اور وہ بہت مالدار تھے۔ حضرت انس نے انکار کر دیا۔ تو سیرین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے

بِالدِّرَّةِ وَيَتْلُوْ عُمَرُ فَكَاتِبُوْهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا فَكَاتَبَهُ۔

حضرت عمر نے حضرت انس سے فرمایا۔ کہ اس سے مکاتبت کر لو حضرت انس نے انکار کیا تو انھیں دُرّے سے مارا - حضرت عمر یہ آیت تلاوت فرماتے - ان سے مکاتبت کر لو اگر تم ان میں خیر جانو - اب حضرت انس نے ان سے مکاتبت کر لی -

میں یہ باب مذکور ہے اور وہاں کے مناسب بھی ہے - اس سے ظاہر ہے کہ امام عطا کو وجوب کا یقین نہیں تھا - کچھ تردد تھا۔

تشریح ۱۴۷۵ اس تعلیق کو ابن حزم نے روایت کیا ہے - ابن جریج سے عبد الملک بن عبد العزیز مراد ہیں اور روح سے ابن عبادہ -

تشریحات ۴۷۶ فربری سے مروی تمام نسخوں میں - قال عمرو - ہے - اس کا مطلب یہ ہوا کہ - قلت لعطاء سے اخیر تک عمرو بن دینار کا قول ہے - حالانکہ ایسا نہیں - یہ ابن جریج کا قول ہے - جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے قَالَہُ لِیْ اَیْضاً عمرو بن دینار یعنی جو امام عطار نے کہا وہی مجھ سے عمرو بن دینار نے بھی کہا - یعنی میرا گمان یہ کہ مکاتبت واجب ہے۔ نسفی کے ایک معتمد نسخے میں قالہ عمرو ہے - اس کا دو مطلب ہو سکتا ہے - ایک یہ کہ جو امام عطا نے کہا وہی عمرو بن دینار نے بھی کہا دوسرے یہ کہ عمرو بن دینار نے صورت مذکورہ میں مکاتبت کو واجب کہا۔

جب غلام کے پاس مال ہو اور مکاتبت کا مطالبہ کرے تو مولیٰ پر مکاتبت واجب ہے یا نہیں - جمہور کا قول یہ ہے کہ اب بھی واجب نہیں - مستحب ضرور ہے - اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ کوئی آقا اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اپنے غلام کو بیچ دے - اگرچہ دوگنی تگنی قیمت ملے - پھر مکاتبت پر کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے - جو حقیقت میں بلا عوض آزاد کرنا ہے - اسلئے غلام غلام رہتے ہوئے جو کچھ کماتا ہے وہ اس کے آقا کی ملک ہے اس کی رو سے مکاتبت کے بعد بھی جو کمائے گا وہ آقا کی ملک ہوگا - اسلئے کہ مکاتبت کی رقیت ابھی باقی ہے - اس طرح بدل کتابت ادا کرنا ایسا ہے گویا غلام مولیٰ کا مال مولیٰ کو سپرد کر رہا ہے -

جو لوگ وجوب کے قائل ہیں - وہ حضرت عمر کے مذکورہ بالا عمل سے دلیل لاتے ہیں - کیونکہ اگر مکاتبت واجب نہ ہوتی تو حضرت عمر درّہ نہیں مارتے - پھر قرآن مجید میں - فَكَاتِبُوْهُمْ - صیغہ امر ہے اور امر وجوب کیلئے ہے -

اقول وھو المستعان - اصل اس بارے میں سورۂ نور کی آیہ مذکور ہے - کہ فرمایا -

بَابُ بَیْعِ الْمُکَاتَبِ اِذَا رَضِیَ ۔ ص ۳۴۸ مکاتب راضی ہو تو اس کی بیع ۔

ت	وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَهُوَ عَبْدٌ مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ
۷۷۴	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مکاتب پر جب تک کچھ باقی رہے وہ غلام ہی ہے ۔
ت	وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا بَقِيَ دِرْهَمٌ ۔
۷۷۸	اور حضرت زید بن ثابت نے فرمایا ۔ ایک درہم بھی باقی رہے تو وہ غلام ہے ۔
ت	وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا ۔ اِنْ عَاشَ وَاِنْ مَاتَ وَاِنْ جَنٰى حَتّٰى مَا بَقِيَ عَلَيْهِ شَيْءٌ ۔
۷۷۹	اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ۔ جئے چاہے مرجائے چاہے جنایت کرے غلام ہی ہے جب تک اس پر کچھ باقی ہے ۔

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللهِ الَّذِيْۤ اٰتٰكُمْ ۔ سورۂ نور آیت

تمہارے غلاموں میں جو کتابت چاہتے ہوں ان سے مکاتبت کر لو اگر تم ان میں خیر جانو ۔ اور انھیں اللہ کے اس مال سے دو جو اس نے تم کو دیا ہے ۔

آیت کے سیاق میں جو بھی غور کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں استحباب کیلئے ہے ۔ اسلئے کہ اس آیت میں خیرا ۔ سے مراد مال نہیں صلاح و تقویٰ ہے ۔ کیونکہ جب اس موقع پر فی لاتے ہیں تو مال مراد نہیں ہوتا ۔ جب مال مراد ہوتا ہے تو لام یا مع لاتے ہیں ۔ اور غلام و کنیز میں صلاح و دینداری ہے یا نہیں اس کا فیصلہ آقا پر ہے ۔ اور یہ شرط ہے اور شرط اختیاری تو جزا کا اختیاری ہونا لازم حضرت فاروق اعظم کا عمل بھی دلیل وجوب نہیں انھوں نے حضرت انس کو حکم دیا کہ کتابت کر لو تو انھوں نے اس سے انکار کیا اس حکم عدولی پر ان کے ساتھ تشدد برتا ۔ ورنہ اگر واجب ہوتا تو خود حضرت انس پہلے ہی اس سے انکار نہیں کرتے ۔ اور یہ احتمال کہ ہو سکتا ہے انھیں وجوب کا علم نہ رہا ہو بعید ہے ۔

توضیح باب مکاتب کی بیع جائز ہے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے ۔ امام احمد امام مالک امام اوزاعی امام لیث اسے جائز کہتے ہیں ۔ اور امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے ۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ۔ اور امام شافعی کا اصح قول یہی ہے ۔ امام بخاری کا اپنا مذہب کیا ہے حسب عادت انھوں نے بیان نہیں فرمایا ۔ مگر اس ضمن میں جو آثار لائے ہیں اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مذہب جواز ہے ۔

تشریح ۷۷۷ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن شیبہ امام ابن سعد اور امام طحاوی نے روایت کیا ۔ سلیمان بن یسار نے ام المومنین سے اذن طلب کیا تو دریافت فرمایا ۔ بدل کتابت ادا کرنا ابھی کتنا رہ گیا ہے انھوں نے عرض کیا ۔ دس اوقیہ ۔ فرمایا ۔ اندر آجاؤ ۔

بَابُ إِذَا قَالَ الْمُكَاتَبُ اشْتَرِنِي وَاعْتِقْنِي فَاشْتَرَاهُ لِذٰلِكَ ص ۳۴۹

مکاتب نے کسی سے کہا مجھے خریدلے اور آزاد کردے تو اس نے اس کے لئے خریدا۔

حدیث ۱۴۴۰ ثَنِي أَبِي أَيْمَنُ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ كُنْتُ غُلَامًا

میرے باپ ایمن نے کہا میں ام المومنین حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا۔ میں عتبہ

کچھ بھی تیرے ذمے باقی رہے تو تو غلام ہی ہے

تشریح ۴۷۸ اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت فرمایا ہے۔

تشریحات ۴۷۹ اس تعلیق کو امام مالک امام ابوبکر بن شیبہ امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔ بلکہ امام ابوداؤد اور امام نسائی نے مرفوعاً روایت کیا ہے جو لوگ مکاتب کی بیع جائز کہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب وہ غلام ہے تو اس کی بیع درست ہے۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ جب اس کا کوئی جزء غلام ہے تو اس پر غلام کا اطلاق صحیح ہے۔ مگر جب اس کے آقا نے اسے مکاتب بنا دیا تو آقا کا اس پر مالکانہ تصرف کا حق باقی نہ رہا۔ اسی لئے مکاتب کی کمائی خود مکاتب کی ملک ہے۔ وہ ایام مکاتبت کی کمائی اپنے اوپر صرف کر سکتا ہے۔ اور جب مالک کو اس پر مالکانہ تصرف کا حق نہ رہا جو بیع سے کمتر درجے کا ہے۔ تو بیع کا بدرجہ اولیٰ حق نہ رہا۔ اس سلسلے میں جواز کی دلیل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مشہور حدیث حضرت بریرہ کے قصے والی ہے۔ کہ بریرہ کو ان کے آقا نے مکاتبہ بنا دیا تھا۔ وہ بدل کتابت کی ادائیگی کے سلسلے میں ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں تعاون کے لئے حاضر ہوئیں۔ ام المومنین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے انھیں خرید لیا پھر آزاد کر دیا۔

مگر یہاں ایک سوال یہ ہے کہ کیا حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کچھ بدل کتابت ادا کیا تھا امام بخاری نے باب ما یجوز من شروط المکاتب میں اس حدیث کا جو متن روایت کیا ہے۔ اس میں تصریح ہے۔ ولم یکن قضت من کتابتہا شیئاً۔ بریرہ نے بدل کتابت سے کچھ ادا نہیں کیا تھا۔ بلکہ جو روایت اس سے پہلے والے باب میں مذکور ہے۔ اس کا ظاہر مدلول بھی یہی ہے۔ ام المومنین فرماتی ہیں۔ اور بریرہ پر پانچ اوقیہ پانچ سال کی قسط پر تھا۔ میں نے کہا تمہاری کیا رائے ہے اگر میں یہ سب ایک شت گن دوں اور تمہیں خرید کر آزاد کر دوں۔ الحدیث

تشریح ۱۴۴۰ کسی غلام کا یہ کہنا کہ مجھے اس شرط پر خرید و کر آزاد کر دینا۔ مقتضاء عقد کے خلاف ہے۔ اس لئے اگر کسی نے اس شرط کے ساتھ کسی غلام یا لونڈی کو خریدا تو عقد صحیح ہے اور شرط باطل۔ خریدار پر آزاد کرنا واجب نہیں۔ آزاد کر دے تو یہ اس کا تبرع اور احسان ہے۔

حدیث سے یہ ہرگز نہیں ثابت ہوتا کہ حضرت بریرہ نے یہ شرط کی تھی۔ انھوں نے ایک گزارش کی تھی۔ جسے حضرت ام المومنین نے

ا۔ فتح الباری جلد خامس ص ۱۹۵

لِعُتْبَةَ بْنِ اَبِي لَهَبٍ وَمَاتَ وَوَرِثَنِي بَنُوهُ وَاِنَّهُمْ بَاعُونِي مِنِ ابْنِ

بن ابو لہب کا غلام تھا اور وہ مرگیا اسکے لڑکے میرے وارث ہوئے ۔ اوران لوگوں نے مجھے ابن ابی عمرو مخزومی کے

اَبِي عَمْرٍو الْمَخْزُومِي فَاعْتَقَنِي ابْنُ اَبِي عَمْرٍو وَاشْتَرَطَ بَنُو عُتْبَةَ الْوَلَاءَ فَقَالَتْ

ہاتھ بیچ دیا۔ مجھے اس نے آزاد کر دیا ۔ اور عتبہ کے لڑکوں نے اپنے لئے ولار کی شرط کر دی۔ اس پر ام المومنین حضرت

الحدیث ۔

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے وہ حدیث بیان فرمائی ۔ کہ بریرہ کو خرید کریں نے آزاد کرنا چاہا تو بریرہ کے مالکوں نے اپنے لئے ولا کی شرط لگا دی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا تو فرمایا ۔ ولا راسی کے لئے ہے جو آزاد کرے ۔ اگرچہ لوگ سو شرط لگائیں ۔

اپنے کرم سے منظور فرمالیا ۔ اور اس پر عمل فرمایا ۔

عتبہ بن ابولہب یہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے ۔ یہ بھی اور ان کے بھائی معتب ۔ دونوں مکہ ہی میں رہے ۔ ہجرت نہیں کی ۔ ان کے بھائی عُتَیبہ کو اسلام نصیب نہ ہوا کافر مرا ۔ ابن ابی عمرو مخزومی کا نام عبداللہ تھا ۔ عُتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار بیٹے تھے ۔ عباس ۔ ابوخراش ۔ ہشام اور یزید ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا

ص ۳۴۹

ہبہ کی فضیلت اور اس پر ابھارنے کا بیان

حدیث ۱۴۴۱ عَنِ الْمَقْبُرِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ۔ کہ فرمایا ۔

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا

اے مسلمان عورتو ! ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو حقیر نہ جانے (کہ اس کو کبھی کچھ نہ دے) اپنی پڑوسن

وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ عہ

کو کچھ نہ کچھ دیا کرو اگرچہ بکری کا کھُر ہی سہی ۔

ھبہ کے لغوی معنی یہ ہیں ۔ کسی کو کچھ دینا کہ اس سے نفع حاصل کرے ۔ اس لغوی معنی کے اعتبار سے ہبہ کا اطلاق ابرا یعنی قرض معاف کرنے اور صدقہ یعنی کسی کو آخرت کے ثواب کے لئے کچھ دینا ۔ اور ھدایہ یعنی کسی کو بلا عوض اس کے اکرام کے لئے یا محبت کی بنا پر دینا ۔ امام بخاری نے اس میں ھدایا کو بھی ذکر کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کی مراد ہبہ سے اس کا لغوی معنی ہے ۔

اصطلاح شرع میں ہبہ اسے کہتے ہیں ۔ کسی چیز کا کسی کو بلا عوض مالک بنانا ۔ اس کے صحیح اور تام ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں ۔ جو چیز قابل تقسیم ہو اسے تقسیم کر دیا گیا ہو ۔ زمین مکان ہو تو حدود متعین کر دی گئی ہوں ۔ اس پر سے اپنا قبضہ اٹھا کر موہوب لہ کو قبضہ دیدینا اسلئے مشاع کا ہبہ صحیح نہیں ۔ یعنی ایسی چیز کا جس کے ہر ہر جز چند شرکا کے مملوک ہوں ۔ اسی طرح موہوب لہ نے اگر قبضہ نہیں کیا ۔ یا قبضہ کیا مگر اس پر واہب کا سابق قبضہ بحال ہے تو بھی تام نہ ہوا ۔ مثلاً مکان ہبہ کر کے موہوب لہ کے قبضے میں دیدیا ۔ مگر اس میں واہب کا سامان موجود ہے تو تام نہ ہوا ۔

تشریح ۱۴۴۱ ۔ اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ ایک پڑوسن اگر ہدیہ دے تو اسے حقیر نہ جانو اگرچہ وہ

عہ ثانی ۔ الادب باب لا تحقرن جارۃ لجارتہا ص۸۸۹ ۔ مسلم ۔ ترمذی ۔

حدیث ۱۴۴۲

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ لِعُرْوَةَ ابْنَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عروہ سے فرمایا۔ اے میری بہن کے بیٹے۔

أُخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهِلَالِ ثُمَّ الْهِلَالِ ثَلَاثَةَ أَهِلَّةٍ فِي شَهْرَيْنِ وَمَا أُوقِدَتْ

ہم ایک چاند سے دوسرے چاند تیسرے چاند تک دو مہینے انتظار کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارٌ فَقُلْتُ يَا خَالَةُ مَا كَانَ

کے گھروں میں آگ نہیں جلائی جاتی (عروہ نے) کہا اے خالہ آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی۔ فرمایا۔

يُعِيشُكُمْ قَالَتِ الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْمَاءُ إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

دو سیاہ چیزیں کھجور اور پانی۔ مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ انصار پڑوسی تھے۔

تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَتْ لَهُمْ مَنَائِحُ وَكَانُوا يَمْنَحُونَ رَسُولَ

جن کے پاس دودھ والے جانور تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پیش کردیتے تھے۔

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَلْبَانِهِمْ فَيَسْقِينَاهُ [۱]

تو ہم یہ دودھ پی لیتے۔

بَابُ الْقَلِيلِ مِنَ الْهِبَةِ ص ۳۴۹ تھوڑے سے ہبہ (ہدیہ) کا بیان

حدیث ۱۴۴۳

عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

بہت معمولی چیز ہو اس تقدیر پر لجارۃ کا متعلق محذوف ھدایۃ ہوگا۔ بکری کے کھر سے اس کا مجازی معنی مراد کہ وہ کتنی ہی معمولی چیز کیوں نہ ہو ترمذی کے شروع میں یہ زائد ہے۔ ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ یہ سینے کے کینے کو دور کردیتا ہے۔

تشریحات ۱۴۴۲

منائح۔ منیحۃ کی جمع ہے۔ وہ اونٹنی یا بکری جو کسی کو دودھ پینے کیلئے دی جائے۔ دودھ والا جانور مطلقاً اونٹنی اور بکری۔ یہاں یہی مراد ہے۔ اس کا مادہ منح ہے بخشش کرنے کے معنی ہیں۔

پانی کا رنگ کیا ہے فلاسفہ اس میں الجھے ہوئے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی کا رنگ کالا ہے۔ اس پر یہ مشاہدہ دلیل ہے کہ سفید کپڑے پر پانی پڑ جائے تو سیاہ دھبے دکھائی دیتے ہیں۔

---

[۱] ثانی۔ الرقاق۔ باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۹۵۶ مسلم۔ آخر کتاب۔

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی ذِرَاعٍ اَوْ کُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُھْدِیَ اِلَیَّ ذِرَاعٌ

اگر ایک دست یا ایک پائے کیلئے مجھے دعوت دیجائے تو تشریف لے جاؤں گا۔ اور اگر ایک دست یا ایک پایا

اَوْ کُرَاعٌ لَقَبِلْتُ ؎

مجھے ہدیہ دیا جائے تو قبول کر لوں گا۔

بَابُ قُبُوْلِ ھَدِیَّۃِ الصَّیْدِ ص ۳۵۰ شکار کا ہدیہ قبول کرنا۔

حدیث ۱۴۴۴

عَنْ ھِشَامِ بْنِ زَیْدِ بْنِ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ مر الظہران میں ہم نے خرگوش کو دوڑایا۔ لوگ تھک گئے۔

قَالَ اَنْفَجْنَا اَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّھْرَانِ فَسَعَی الْقَوْمُ فَلَغِبُوْا فَاَدْرَکْتُھَا فَاَخَذْتُھَا فَاَتَیْتُ بِھَا

میں نے پکڑ لیا۔ اور اسے ابو طلحہ کے پاس لایا تو انھوں نے ذبح کیا۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اس

اَبَا طَلْحَۃَ فَذَبَحَھَا وَبَعَثَ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِوَرِکِھَا اَوْ فَخِذَیْھَا

کی سرین یا دونوں رانیں پیش کیں۔ دونوں رانوں کے بارے میں شک نہیں۔ تو حضور نے اسے قبول فرمایا۔ ہشام نے

قَالَ فَخِذَیْھَا لَا شَکَّ فِیْہِ فَقَبِلَہٗ قُلْتُ وَاَکَلَ مِنْہُ قَالَ وَاَکَلَ مِنْہُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَہٗ ؎

پوچھا اور اس سے کھایا حضرت انس نے فرمایا اور اس میں سے کھایا۔ پھر اس کے بعد فرمایا اسے قبول فرمایا۔

تشریحات ۱۴۴۳

ذراع دست جانور کے گھٹنے کے اوپر کا حصہ۔ کراع گھٹنے کے نیچے کا حصہ یا کھر دست کا گوشت عمدہ ہوتا ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت مرغوب تھا۔ اس سے مراد عمدہ اچھی چیز ہے اور پائے بہت معمولی مانے جاتے ہیں۔ اس سے مراد حقیر معمولی چیز ہے۔ دعوت اور ہدیہ رد کرنے میں داعی اور ہدیہ پیش کرنے والے کی دل شکنی ہے۔ اس لئے مکارم اخلاق میں سے یہ ہے۔ رد نہ کیا جائے۔

تشریحات ۱۴۴۴

انفجنا۔ اس کا مادہ نفج ہے۔ جس کے معنی بھڑکنے کے ہیں۔ اَنْفَجَ۔ بھڑکایا۔ مراد یہ ہے کہ خرگوش کو بھڑکا کر بل سے نکالا۔ ارنب خرگوش۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ارنب لفظا مونث ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے مؤنث کی ضمیریں لائے ہیں۔ صاحب محکم نے کہا کہ۔ ارنب۔ مادہ کو کہتے ہیں۔ اور نر کو خزز۔ کہتے ہیں۔ مر الظہران۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی

؎ ثانی۔ النکاح۔ باب من اجاب الی کراع ص۷۷۷

؎ ثانی۔ الذبائح باب فی التصید ص ۸۲۵ باب الارنب ص ۸۳۰ ابوداؤد۔ ترمذی۔ الاطعمۃ۔ نسائی۔ ابن ماجہ الصید۔

بَابُ قَبُوْلِ الْهَدِيَّةِ ص ۳۵۰ ہدیے کو قبول کرنا

حدیث ۱۴۴۵

ثَنَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ صحابہ قصداً عائشہ کی باری

يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ يَبْتَغُوْنَ اَوْ يَبْتَغُوْنَ بِذٰلِكَ مَرْضَاةَ رَسُوْلِ

کے دن اپنے ہدیے خدمت اقدس میں پیش کرتے اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؎

کی خوشنودی چاہتے تھے۔

حدیث ۱۴۴۶

سَمِعْتُ سَعِيْدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ حضرت ابن عباس کی خالہ ام حفید نے

اَهْدَتْ اُمُّ حُفَيْدٍ خَالَةُ ابْنِ عَبَّاسٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقِطًا وَّسَمْنًا

پنیر، گھی اور گوہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

طرف سو میل کے فاصلے پر ایک بستی کا نام ہے۔

لاشك فيه:۔ یہاں قال کے فاعل شعبہ ہیں۔ ان کو پہلے یہ شک ہوا کہ ران کے اوپر کا گوشت بھیجا تھا یا ران۔ پھر انہیں یقین ہوا کہ ران ہی بھیجی تھی۔ تو کہا کہ ران میں کوئی شک نہیں۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ ران بھیجی تھی مگر اس میں شک ہے کہ ران کے اوپر کا حصہ بھیجا تھا یا نہیں۔ اسی طرح یہ شک ہوا کہ اسے تناول فرمایا یا نہیں۔ مگر اس پر یقین ہے کہ قبول فرمایا۔ اسلئے روایت یوں ہوئی کہ پہلے تناول کرنے کو دریافت کیا اس کے جواب میں کہا کہ تناول فرمایا۔ پھر بعد میں صرف یہ بیان کیا کہ قبول فرمایا۔ حاصل یہ نکلا کہ قبول فرمانے پر یقین ہے اس میں شک نہیں۔ البتہ کھانے کے بارے میں شک ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خرگوش حلال ہے۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے قبول نہ فرماتے اور لانے والوں کو بلکہ پکڑنے والوں کو زجر فرماتے۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اتفاقیہ یا بوقت حاجت شکار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ اس کی عادت اور انہماک ممنوع ہے۔ فرمایا۔ من اتبع الصيد غفل۔ جس نے شکار کا پیچھا کیا وہ غافل ہوا۔

تشریحات ۱۴۴۵ یعنی صحابہ کرام اس انتظار میں رہتے کہ کب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کا دن آئے۔ اور ہم خدمت اقدس میں اپنے نذرانے پیش کریں۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی تھی۔

؎ باب من اهدى لصاحبه ص ۳۵۱۔ مناقب باب فضل عائشة ص ۵۳۳۔ مسلم۔ الفضائل۔ نسائی عشرة النساء۔

وَاَضُبًّا فَاَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاَقِطِ وَالسَّمَنِ وَتَرَکَ الْاَضُبَّ

پنیر اور گھی تناول فرمایا۔ اور گھن محسوس فرماتے ہوئے گوہوں کو چھوڑ دیا۔ ابن عباس نے فرمایا۔

تَقَذُّرًا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاُکِلَ عَلٰی مَائِدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی۔ اور اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ

وَلَوْ کَانَ حَرَامًا مَّا اُکِلَ عَلٰی مَائِدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎

تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر نہیں کھائی جاتی۔

حدیث ۱۴۴۷

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زِیَادٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

اس سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ فضیلت خاصہ ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ محبوب تھیں۔

تشریحات ۱۴۴۶

جو لوگ گوہ کو جائز کہتے ہیں ان کی دلیل یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثیں ہیں۔ ان کا مستدل یہی ہے۔ کہ اگر حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی نہیں جاتی۔ ہمارے یہاں گوہ حلال نہیں۔ ہماری دلیل ابو داؤد کی وہ حدیث ہے جو حضرت عبد الرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گوہ کھانے سے منع فرمایا۔ امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت فرمایا۔ یہ اس حدیث کے صحیح یا کم از کم حسن ہونے کی دلیل ہے ؎

نیز حضرت عبد الرحمٰن بن حسنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ہم ایک بار بہت زیادہ گوہ والی زمین میں اترے۔ اور ہم کو بھوک لگی تو ہم نے گوہ کو پکانا شروع کیا۔ ہانڈیاں اس سے جوش مارنے لگیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور دریافت فرمایا۔ یہ کیا ہے۔ ہم نے عرض کیا۔ گوہ ہے۔ فرمایا۔ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو مسخ کر کے زمین کے کیڑے بنا دیا گیا۔ میرا اندیشہ ہے کہ یہ وہی نہ ہو۔ ہانڈیوں کو الٹ دو ؎

نیز ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گوہ پیش کی گئی۔ حضور نے اسے کھایا نہیں اتنے میں ایک سائل آ گیا۔ ام المومنین نے چاہا کہ اسے دیدیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا سائل کو وہ چیز دوگی جو خود کھاتی نہیں ؎ یہ حدیث اور اسکے ہم معنی تمام احادیث جن سے گوہ کے کھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے ممانعت

؎ ثانی۔ الاطعمہ۔ باب الخبز المرقق ص۸۱۱۔ باب الاقط ص۸۱۳۔ الاعتصام۔ باب الاحکام التی تعرف بالدلائل ص۱۰۹۳۔ مسلم الذبائح۔ ابو داؤد۔ الاطعمہ۔ نسائی۔ الصید۔ الولیمہ۔ ؎ ابو داؤد۔ ثانی۔ الاطعمۃ باب اکل الضب ص۵۳۰۔ شرح معانی الآثار جلد ثانی۔ باب اکل الضباب ص۳۱۴ ؎ شرح معانی الآثار۔ ثانی۔ باب اکل الضباب ص۳۱۶۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْہُ اَھَدِیَّۃٌ اَمْ صَدَقَۃٌ فَاِنْ قِیْلَ

جب کھانا پیش کیا جاتا تو اسکے بارے میں دریافت فرماتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ۔ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو اپنے اصحاب سے

صَدَقَۃٌ قَالَ لِاَصْحَابِہٖ کُلُوْہُ وَلَمْ یَاْکُلْ وَاِنْ قِیْلَ ھَدِیَّۃٌ ضَرَبَ بِیَدِہٖ فَاَکَلَ مَعَھُمْ

فرماتے تم لوگ کھاؤ اور خود تناول نہ فرماتے اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو فوراً بلا تاخیر صحابہ کے ساتھ تناول فرمانے لگتے۔

بَابُ مَنْ اَھْدٰی اِلٰی صَاحِبِہٖ وَتَحَرّٰی بَعْضَ نِسَاءِہٖ دُوْنَ بَعْضٍ ص ۳۵۱

جب اپنے دوست کو ہدیہ دے اور اس کی بعض عورتوں کی باری کے دن کا انتظار کرے۔

حدیث ۱۴۴۸ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا اَنَّ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نِسَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُنَّ حِزْبَیْنِ فَحِزْبٌ فِیْہِ عَائِشَۃُ وَحَفْصَۃُ

کی ازواج دو گروہ تھیں ایک گروہ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں اور دوسرے

وَصَفِیَّۃُ وَسَوْدَۃُ وَالْحِزْبُ الْاٰخَرُ اُمُّ سَلَمَۃَ وَسَائِرُ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

گروہ میں ام سلمہ اور بقیہ ازواج مطہرات تھیں۔ اور مسلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ الْمُسْلِمُوْنَ قَدْ عَلِمُوْا حُبَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کی عائشہ کے ساتھ محبت کو جانتے تھے۔ جب کوئی صاحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کی احادیث سے منسوخ ہیں۔

تشریح ۱۴۴۷ صدقہ فقراء کا حق ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغنی الاغنیاء ہیں۔ ارشاد ہے۔ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی۔ اور اللہ نے تم کو تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ نیز صدقہ لوگوں کے میل ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازکی و اطیب نیز صدقہ کھانے میں ایک دنارت ہے۔ فرمایا۔ الید العلیا خیر من الید السفلیٰ۔ اوپر کا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے۔

تشریحات ۱۴۴۸ مسلم[1] میں اس حدیث کے اخیر کا حصہ یوں ہے۔ کہ ام سلمہ کے گروہ نے حضرت فاطمہ کو خدمت اقدس میں بھیجا۔ انھوں نے اجازت طلب کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اجازت دیدی۔

---

[1] مسلم۔ الفضائل۔ باب فضائل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا ص۲۸۵۔

عَائِشَةَ فَإِذَا كَانَتْ عِنْدَ أَحَدِهِمْ هَدِيَّةٌ يُرِيدُ أَنْ يُهْدِيَهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ

کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تو اسے مؤخر کردیتے جب رسول اللہ صلی اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَّرَهَا حَتَّى إِذَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى

تعالیٰ علیہ وسلم عائشہ کے گھر میں ہوتے تو وہ ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ بَعَثَ صَاحِبُ الْهَدِيَّةِ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

پیش کرتے۔ اس پر ام سلمہ کی گروہ نے آپس میں گفتگو کی۔ اور انھوں نے ام سلمہ سے کہا کہ تم

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ فَكَلَّمَ حِزْبُ أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِي

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرو۔ کہ حضور لوگوں سے کہہ دیں کہ جو بھی رسول اللہ صلی اللہ

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَيَقُولُ مَنْ أَرَادَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنا چاہے تو وہ پیش کرے حضور کسی بھی زوجہ کے پاس

أَنْ يُهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً فَلْيُهْدِهَا إِلَيْهِ

ہوں۔ ام سلمہ نے حضور سے بات کی تو حضور نے کچھ نہیں فرمایا۔ دوسری ازواج مطہرات نے

حَيْثُ كَانَ مِنْ نِسَائِهِ فَكَلَّمَتْهُ أُمُّ سَلَمَةَ بِمَا قُلْنَ فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا

ان سے پوچھا تو انھوں نے بتایا۔ کہ حضور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انھوں نے دوبارہ کہا پھر

فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا كَلِّمِيهِ قَالَتْ فَكَلَّمَتْهُ حِينَ

بات کرو۔ جب ام سلمہ کی باری میں ان کے یہاں تشریف لائے تو دوبارہ بات کی اب بھی

دَارَ إِلَيْهَا فَلَمْ يَقُلْ لَهَا شَيْئًا فَسَأَلْنَهَا فَقَالَتْ مَا قَالَ لِي شَيْئًا فَقُلْنَ لَهَا

حضور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج مطہرات نے پوچھا تو بتادیا کہ کچھ نہیں فرمایا۔ اس پر

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میرے ساتھ میری ایک چادر میں لیٹے تھے۔ وہ آئیں اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ؟ آپ کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ بنت ابی قحافہ کے بارے میں آپ سے عدل کا سوال کر رہی ہیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں چپ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا۔ کیا میں جس سے محبت کرتا ہوں۔ تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ انھوں نے عرض کی ضرور کرتی ہوں تو فرمایا۔ اس (عائشہ) سے محبت کرو یہ سنکر فاطمہ اٹھ کر

كَلِّمِيهِ حَتّٰى يُكَلِّمَكِ فَدَارَ اِلَيْهَا فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ لَهَا لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ

ازواج مطہرات نے ان سے کہا پھر بات کرو یہانتک کہ حضور تم کو جواب دیں جب حضور ان کی یعنی ام سلمہ کی باری میں ان کے یہاں

فَاِنَّ الْوَحْيَ لَمْ يَاْتِنِيْ وَاَنَا فِيْ ثَوْبِ امْرَاَةٍ اِلَّا عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَالَتْ

تشریف لائے تو ام سلمہ نے پھر حضور سے بات کی۔ حضور نے فرمایا تم مجھے عائشہ کے بارے میں

اَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ اَذَاكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ اِنَّهُنَّ دَعَوْنَ فَاطِمَةَ

ایذا مت دو۔ اسلئے کہ کسی زوجہ کے کپڑے میں ہونے کی حالت میں وحی نہیں آتی سوائے عائشہ کے۔

بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَرْسَلْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ میں حضور کو ایذا دینے سے توبہ کرتی ہوں۔ اس کے بعد ازواج مطہرات نے فاطمہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُوْلُ اِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ

بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو بلوایا انھیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کرنے

فَكَلَّمَتْهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّةُ اَلَا تُحِبِّيْنَ مَا اُحِبُّ فَقَالَتْ بَلٰى فَرَجَعَتْ اِلَيْهِنَّ فَاَخْبَرَتْهُنَّ

کیلئے بھیجا کہ حضور کی ازواج، ابو بکر کی بیٹی کے بارے میں انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اے

فَقُلْنَ ارْجِعِيْ اِلَيْهِ فَاَبَتْ اَنْ تَرْجِعَ فَاَرْسَلْنَ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ فَاَتَتْهُ

پیاری بیٹی میں جس سے محبت کرتا ہوں۔ کیا تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ انھوں نے عرض کیا۔ ضرور۔ اب

فَاَغْلَظَتْ وَقَالَتْ اِنَّ نِسَاءَكَ يَنْشُدْنَكَ اللّٰهَ الْعَدْلَ فِيْ بِنْتِ ابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ

وہ ازواج مطہرات کے پاس واپس ہوئیں۔ اور سب کچھ بتایا۔ پھر ان لوگوں نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ

پھر جاؤ۔ اور عرض کرو کہ آپ کی ازواج آپ کو بنت ابی قحافہ کے بارے میں اللہ کے واسطے عدل کا سوال کرتی ہیں۔ اس پر فاطمہ نے کہا بخدا اب میں کبھی اس بارے میں رسول اللہ سے کچھ عرض نہیں کروں گی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے زینب بنت جحش کو بھیجا۔ یہ وہ تھیں کہ ازواج میں میری برابری کرتی تھیں۔ زینب سے زیادہ دیندار اللہ سے ڈرنے والی سچی صلہ رحمی کرنے والی زیادہ صدقہ دینے والی اور جو کام اللہ کے تقرب کا سبب ہو اسے لگن سے کرنے والی، کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ سوائے اس کے کہ مزاج میں تیزی تھی۔ جو بہت جلد ختم ہو جاتی۔ زینب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے اجازت طلب کی حضور نے انھیں اجازت دیدی۔ انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حضور کی ازواج نے مجھے بھیجا ہے۔ اور وہ

چلی گئیں اور ازواج مطہرات کے پاس گئیں۔ اور انھیں پوری گفتگو بتائی۔ انھوں نے کہا تم نے ہمارا کچھ بھی کام نہیں بنایا۔

فَرَفَعَتْ صَوْتَهَا حَتّٰى تَنَاوَلَتْ عَائِشَةَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ فَسَبَّتْهَا حَتّٰى اَنَّ

دوبارہ جاؤ تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اب ازواج مطہرات نے زینب بنت جحش کو خدمت اقدس میں بھیجا۔

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَنْظُرُ اِلٰى عَائِشَةَ هَلْ تُكَلِّمُ قَالَ

انھوں نے حاضر ہو کر سخت انداز میں کہا۔ حضور آپکی ازواج ابن ابو قحافہ کی بیٹی کے بارے میں اللہ کے واسطے

فَتَكَلَّمَتْ عَائِشَةُ تَرُدُّ عَلٰى زَيْنَبَ حَتّٰى اَسْكَتَتْهَا قَالَتْ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

انصاف کا مطالبہ کرتی ہیں۔ انھوں نے آواز بھی اونچی کر دی اور عائشہ کو بہت کچھ کہہ دیا۔ یہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ کچھ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى عَائِشَةَ وَقَالَ اِنَّهَا بِنْتُ اَبِيْ بَكْرٍ

برا بھلا بھی کہدیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ کی طرف دیکھا کہ کچھ بولتی نہیں؟ اب عائشہ نے زینب کو بھرپور جواب دیا یہانتک کہ ان کو چپ کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عائشہ کو دیکھا۔ اور فرمایا یہ ابو بکر کی بیٹی ہے نا۔

بنت ابی قحافہ کے بارے میں عدل کا سوال کرتی ہیں۔ پھر وہ میرے بارے میں بولنے لگیں۔ اور حد سے آگے بڑھ گئیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارۂ چشم کو دیکھ رہی تھی۔ کہ مجھے بولنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ زینب یونہی بولتی رہیں۔ جب میں نے یہ جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ناپسند نہیں فرمائیں گے کہ میں انھیں جواب دوں۔ تو میں نے بولنا شروع کیا یہانتک کہ انھیں باز آجانا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا۔ ابو بکر کی بیٹی ہے نا۔

مسائل اس حدیث سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خاص فضیلت ثابت ہوئی کہ وہ تمام ازواج مطہرات سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔ چند ازواج میں محبت میں برابری واجب نہیں اور نہ یہ ممکن ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللھم انی اعدل فیما املك فلا تواخذنی بما لا املك ۔ اے اللہ جس کا میں مالک ہوں اسمیں میں عدل کرتا ہوں اس بارے میں مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا جس کا میں مالک نہیں۔

کسی کی خوشی کے موقع پر اسے ہدیہ پیش کرنا مستحسن ہے۔ بیبیاں اور اسی طرح دوسرے متعلقین آپس میں لڑیں تو سمجھداری کا تقاضہ یہ ہے کہ خاموش رہا جائے۔ ازواج مطہرات نے اپنے خصوصی رشتے کی بنا پر حضور اقدس میں جو بعض نامناسب باتیں عرض کی ہیں ان پر ان سے مواخذہ نہیں۔ یہ ناز و تدلل کے قبیل سے ہے۔ اور ناز و ادا جس کا حق ہے وہ بطور ناز و ادا کچھ کہے تو اسے اذیت نہیں لذت ملتی ہے۔

وَقَالَ اَبُوْ مَرْوَانَ الْغَسَّانِیْ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عُرْوَةَ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ

اور ابو عمر غسانی نے کہا۔ کان الناس یتحرون الحدایث۔ عن ھشام عن عروۃ مروی ہے۔

يَوْمَ عَائِشَةَ وَعَنْ هِشَامٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ وَرَجُلٍ مِنَ الْمَوَالِي عَنِ الزُّهْرِيِّ

اور یہ حدیث۔ قالت عائشۃ کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاستاذنت فاطمۃ عن ھشام عن رجل

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ عِنْدَ

من قریش ورجل من الموالی عن الزہری عن محمد بن عبد الرحمن بن الحارث

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَاذَنَتْ فَاطِمَةُ۔

ھشام مروی ہے۔

بَابُ مَا لَا يُرَدُّ مِنَ الْهَدِيَّةِ ص۳۵۱ کون سا ہدیہ لوٹانا نہیں چاہئے۔

حدیث ۱۴۴۹ ثنا عزرۃ بن ثابت الانصاری ثنی ثمامۃ بن عبد اللہ قال

عزرہ بن ثابت انصاری نے کہا میں ثمامہ بن عبداللہ کے پاس گیا تو انھوں نے مجھے

یعنی ابو مروان غسانی نے مذکورہ حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے کہ وہ دو حدیث معلوم ہوتی ہے انھوں نے کانوا یتحرون بھدایاھم یوم عائشۃ کو بخاری میں مذکور سند۔ عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ سے روایت کیا ہے۔ اور ان فاطمۃ استاذنت۔ کو دوسری سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوسری حدیث ہے۔

تشریحات ۱۴۴۹ طِیب طا کے کسرے کے ساتھ خوشبو جو بدن یا کپڑے پر ملی جائے۔ جیسے عطر یا خوشبودار تیل۔ طَیب۔ اچھی چیز خبیث گندے کے مقابل۔ ترمذی[۱] میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا۔

ثلاث لا یرد الوسائد والدھن واللبن / تین چیزوں کو واپس نہ کیا جائے۔ تکیے اور تیل اور دودھ۔

ابوداؤد[۲] اور نسائی[۳] نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ فرمایا۔

من عرض علیہ طیب فلا یردہ فانہ خفیف الحمل جس پر خوشبو پیش کی جائے تو اسے واپس نہ کرے اسلئے کہ وہ

---

[۱] الاستیذان باب فی کراھۃ رد الطیب ص ۱۰۲

[۲] ثانی الترجل باب رد الطیب ص۲۱۹ [۳] ثانی الترجل۔ باب الطیب ص۲۹۳

دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَنَاوَلَنِي طِيبًا قَالَ كَانَ اَنَسٌ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ قَالَ وَزَعَمَ اَنَسٌ اَنَّ

خوشبو دی اور کہا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ حضرت

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ [۳]

انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔

بَابُ الْمُكَافَاةِ فِي الْهِبَةِ ص۳۵۲ ہبہ کا بدلہ دینا

حدیث ۱۴۵۰ — عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہدیہ قبول

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا [۳]

فرماتے اور اس کا عوض عطا فرماتے۔

بَابُ الْهِبَةِ لِلْوَلَدِ وَاِذَا اَعْطٰى بَعْضَ وَلَدِهٖ شَيْئًا لَمْ يَجُزْ حَتّٰى يَعْدِلَ بَيْنَهُمْ

اولاد کو ہبہ کرنا۔ اور جب اپنی بعض اولاد کو کچھ دے تو جائز نہیں یہاں تک کہ دوسروں کو بھی

طیب الرائحۃ — اٹھانے میں ہلکی ہے اور خوشبو دار ہے۔

مسلم میں طیب کے بجائے ریحان ہے یعنی پھول۔

مگر ترمذی[۲] میں حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا۔

اذا اعطی احدکم الریحان فلا یردہ فانہ خرج من الجنۃ — جب تمکو پھول دیا جائے تو واپس مت کرا سلئے کہ وہ جنت سے آیا ہے

یہ چار چیزیں ہوئیں۔ تکیہ، خوشبو، پھول۔ دودھ۔ اور یہ ممانعت مکروہ تنزیہی کی حد تک ہے۔ علامہ ابن حجر نے ریحان کے ذکر کو مرجوح قرار دیا ہے۔

تشریحات ۱۴۵۰ — ہبہ کا عوض دینا سنت ہے۔ واجب نہیں۔ اور اگر واہب عوض کی شرط پر کوئی چیز ہبہ کرے تو یہ حقیقت میں بیع ہے اب اگر عوض معلوم و معین ہو تو بیع صحیح ہے۔ اور اگر مجہول ہو تو فاسد۔ حضرت امام مالک ہبہ اگر مطلق ہو عوض دینا واجب کہتے ہیں۔

---

[۱] ثانی۔ الالفاظ۔ باب استعمال الطیب ص۲۳۹ [۲] الاستیذان باب فی کراہیۃ رد الطیب ص۱۰۲

[۳] ثانی۔ اللباس۔ باب من لم یرد الطیب ص۸۷۸۔ ترمذی۔ الاستیذان۔ نسائی۔ الولیمہ والزینۃ۔

[۴] ابو داؤد۔ البیوع۔ ترمذی۔ البر۔ شمائل۔

وَيُعْطِي الْآخَرِيْنَ مِثْلَهُ وَلَا يُشْهَدُ عَلَيْهِ ـ وَهَلْ لِلْوَالِدِ اَنْ يَرْجِعَ فِيْ عَطِيَّتِهٖ

اس کے برابر دے اس پر گواہ نہ بنائے ۔ کیا باپ کو جائز ہے کہ اولاد کو جو کچھ دے اسے واپس لے لے

وَمَا يَاكُلُ مِنْ مَالِ وَلَدِهٖ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا يَتَعَدّٰى ـ ص ۳۵۲

اور اولاد کے مال بطریق معروف کھائے ۔ حد سے آگے نہ بڑھے ۔

بَابُ الْاِشْهَادِ فِي الْهِبَةِ ص ۳۵۲ ہبہ پر گواہ بنانا

حدیث ۱۴۵۱ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُوْلُ اَعْطَانِيْ اَبِيْ عَطِيَّةً

میں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا ۔ وہ منبر پر فرما رہے تھے ۔ کہ میرے والد

فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا اَرْضٰى حَتّٰى تُشْهِدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

نے مجھے کچھ دیا ۔ اس پر عمرہ بنت رواحہ نے کہا جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ نہ ہو جائیں

توضیح باب اس باب کے چار جز ہیں ۔ اولاد کو ہبہ کرنا ۔ اور کسی کو کچھ دے تو سب کو برابر دے ۔ نیز جائز ہے کہ کسی کو دے اور کسی کو کچھ نہ دے ۔ البتہ کمی بیشی جائز ہے ۔ باپ اولاد کو کچھ دے کر واپس لے سکتا ہے یا نہیں ۔ اور اولاد کے مال کو عرف کے مطابق صرف کر سکتا ہے ۔ ابن ماجہ[۱] میں حضرت جابر سے اور مسند امام احمد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔

اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے ۔

اس سے مستفاد ہے کہ بیٹے کا مال باپ کی ملک ہے ۔ اب اگر باپ نے بیٹے کو کچھ دیا تو گویا اپنے آپ ہی کو دیا ۔ اسلئے امام بخاری نے یہ باب قائم کرکے افادہ فرمایا ۔ کہ باپ اپنی اولاد کو ہبہ کرے تو صحیح ہے ۔ ابن ماجہ کی حدیث کی تاویل یہ ہے کہ باپ بضرورت بقدر ضرورت بیٹے کا مال استعمال کر سکتا ہے ۔ باب کے پہلے والے دو جز پر دو حدیث سے استدلال فرمایا ۔

پہلی یہ حدیث اعدلوا بین اولادکم فی العطیۃ اپنی اولاد کے درمیان داد و دہش میں برابری رکھو ۔

یہ حدیث اس کے بعد والے باب میں خود امام بخاری نے روایت کیا ہے ۔ مگر ان کی روایت میں فی العطیۃ نہیں ۔ البتہ[۳] امام طحاوی نے ان الفاظ کے ساتھ فی العطیۃ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے ۔

سووا بین اولادکم فی العطیۃ کما تحبون ان یسووا بینکم فی البر ۔ اپنی اولاد کے مابین داد و دہش میں برابری کرو جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک میں برابری کریں ۔

---

[۱] ابن ماجہ ۔ التجارات ۔ باب ما للرجل من مال ولدہ ص ۱۶۷ [۲] ثانی ص ۱۰۲۱ [۳] شرح معانی الآثار ثانی ص ۲۴۳ ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْطَيْتُ

میں راضی نہیں ہوں گی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے اپنے بیٹے

اِبْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللهِ

کو جو عمرہ بنت رواحہ کے بطن سے ہے کچھ دیا ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا کہ رسول اللہ کو گواہ بناؤں۔ دریافت

قَالَ أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هٰذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ

فرمایا بقیہ اولاد کو بھی اس کے برابر دیا ہے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد میں عدل کرو

أَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ وَرَدَّ عَطِيَّتَهُ ؎

وہ لوٹ کر واپس آئے اور عطیہ واپس لے لیا۔

دوسری حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے۔ جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خرید کر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دے دیا۔ اور فرمایا جو چاہو کرو۔ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے کہ یہ اونٹ ابن عمر کو دیدو تو وہ ضرور دیدیتے مگر اپنی تمام اولاد کو ایک ایک اونٹ نہ دے پاتے۔ اور یہ اولاد میں عدل نہ ہوتا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید کر حضرت ابن عمر کو دیدیا۔ یہ علامہ ابن بطال نے توجیہ کی ہے۔ فیہ ما فیہ۔ بقیہ دونوں جزپر باب میں مذکور احادیث سے استدلال فرمایا ہے۔

تشریحات ۱۱۲۵
کتاب الشہادات کی روایت میں ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا۔ میری ماں نے میرے والد سے مجھے کچھ دینے کے لئے کہا۔ اور انھوں نے مجھے دیا۔ اخیر میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تشهدني على جور۔ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ امام مالک اور امام بخاری وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر اولاد کو برابر نہ دے۔ یا کسی کو دے کسی کو کچھ نہ دے تو ہبہ باطل ہے۔ امام احمد نے فرمایا۔ ہبہ صحیح ہے مگر اس سے رجوع واجب ہے ان حضرات کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ یہ ہبہ صحیح ہے۔ البتہ اگر باپ نے کچھ اولاد کو ضرر پہونچانے کی نیت سے ایسا کیا تو گنہگار ہوگا۔ مگر جسے جو دیدیا وہ اس کا مالک ہوگیا۔ اور اگر بعض اولاد میں ترجیح کی کوئی دینی وجہ ہو تو گنہگار نہ ہوگا۔ مثلاً ایک بیٹا عالم ہے تو وہ علم کی نشر و اشاعت میں مصروفیت کی وجہ سے کسب معاش نہیں کرسکتا۔ اور اس خصوص میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں ایک حکم میں ہیں۔ دونوں کو برابر دے۔ یہ حکم استحبابی ہے اور نہی تنزیہہ کے لئے۔

؎ باب الهبة للولد ص۳۵۲ الشهادات باب لا يشهد على شهادة جور ص۳۶۱۔ مسلم۔ الفرائض۔ ترمذی۔ الاحکام نسائی۔ النحل۔ القضا۔ ابن ماجہ۔ الاحکام۔ ابو داؤد۔ البیوع۔

بَابُ هِبَةِ الرَّجُلِ لِامْرَأَتِهِ وَالْمَرْأَةِ لِزَوْجِهَا ص ۳۵۲ شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو ہبہ کرنا۔

ف ۴۸۰	قَالَ اِبْرَاهِيْمُ جَائِزَةٌ ۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ جائز ہے۔
ت ۴۸۱	وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ لَا يَرْجِعَانِ اور عمر بن عبد العزیز نے کہا دونوں میں سے کوئی رجوع نہیں کر سکتا۔

ہماری دلیل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔ انھوں نے مرض وصال میں ام المومنین حضرت عائشہ سے فرمایا۔ میں نے تم کو ایک عطیہ دیا تھا۔ اگر تم نے اس پر قبضہ کر لیا ہوتا تو تمہارا ہوتا۔ اور آج وارث کے لئے ہے[1] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عاصم کو دیا۔ اور اولاد کو نہیں دیا[2] نیز حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ام کلثوم کو دوسری اولاد سے زیادہ دیا[3]۔

اس حدیث کی بعض روایتوں[4] میں یہ ہے۔ فان اذنت ان اجیزہ لہ اجزت ۔ اگر حضور اجازت دیں کہ اسے نافذ کر دوں تو میں اسے نافذ کر دوں۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ انھوں نے ابھی ہبہ نافذ نہیں کیا تھا۔ اور خدمت اقدس میں مشورہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

اس پر اجماع ہے کہ اولاد ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنا کل مال کسی کو ہبہ کر دے تو صحیح ہے۔ پھر اگر اولاد میں سے کسی کو کل مال دیدیا تو بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگا۔

اولاد کے درمیان داد و دہش میں برابری کی لِم یہ ہے۔ اگر کسی کو دے گا اور کسی کو کچھ نہیں دے گا یا کم و بیش دے گا تو ان کے درمیان رنجش اور عداوت پیدا ہوگی اور باپ سے نفرت کا اندیشہ بھی ہے۔ اسی سے سمجھ میں آیا کہ اولاد کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے ان میں اختلاف پیدا ہو اور باپ سے کدورت۔

تشریح چونکہ زوجین میں منافع مشترک ہوتے ہیں۔ اور اس پر تعامل ہے کہ ہر ایک دوسرے کی چیز بلا خطر استعمال کرتا ہے۔ اسلئے زوجین کا ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کرنا گویا اپنے ہی کو ہبہ کرنا ہے۔ اس لئے اس کے جائز اور ناجائز ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے لئے امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ اور تائید میں حضرت ابراہیم نخعی اور دوسرے تابعین کا قول نقل فرمایا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے اس ارشاد کو امام عبد الرزاق اور امام طحاوی نے موصولا روایت کیا ہے۔ امام طحاوی کے طریقے میں یہ زائد ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو رجوع کا حق نہیں۔ اور بطریق امام اعظم جو روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ میاں بیوی بمنزلہ ذورحم محرم ہیں۔ جب ایک دوسرے کو کچھ ہبہ کرے تو رجوع کا حق نہیں۔

---

[1] شرح معانی الآثار ثانی باب الرجل ینحل بعض بنیہ ص ۲۲۵ [2] ایضا بحوالۂ طحطاوی۔
[3] شرح معانی الآثار ثانی ص ۲۲۵ ۔ [4] ایضاً۔

ت ۴۸۲ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيمَنْ قَالَ لِامْرَأَتِهِ هَبِي لِي بَعْضَ صَدَاقِكِ أَوْ
امام زہری نے اس شخص کے بارے میں فرمایا - جس نے اپنی بیوی سے کہا - اپنا کل مہر یا بعض

كُلَّهُ ثُمَّ لَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى طَلَّقَهَا فَرَجَعَتْ فِيهِ قَالَ يَرُدُّ إِلَيْهَا إِنْ كَانَ خَلَبَهَا
مجھے ہبہ کردے پھر اسے طلاق دیدیا اور عورت نے رجوع کر لیا - تو شوہر مہر لوٹائے - اگر اس نے اسے

وَإِنْ كَانَتْ أَعْطَتْهُ عَنْ طِيبِ نَفْسٍ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ خَدِيعَةٌ جَازَ قَالَ
دھوکہ دیا ہے تو - اور اگر اس نے اسے بخوشی دیا ہے تو اسے لوٹانے کا حق نہیں - جب کہ اس میں کوئی فریب

تَعَالَى فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا -
نہ ہو - اللہ عزوجل نے فرمایا - جب تمہاری بیبیاں اپنے مہر میں سے تمکو کچھ بخوشی دیدیں تو اسے مزے سے کھاؤ -

حدیث ۱۴۵۲ حَدَّثَنَا ابْنُ طَاؤُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا - کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالْكَلْبِ يَقِيءُ ثُمَّ
نے فرمایا - ہبہ واپس لینے والا اس کتے کے مثل ہے جو قے کرکے

يَعُودُ فِي قَيْئِهِ ؎
لوٹاتا ہے -

تشریح ۴۸۱ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے -

تشریحات ۴۸۲ اس تعلیق کو عبد اللہ بن وہب نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے - ہمارے یہاں عورت کو رجوع کا حق نہیں - اگرچہ شوہر نے دھوکے سے مہر وصول کیا ہو - بشرطیکہ شوہر نے قبضہ کر لیا ہو اور اگر شوہر نے قبضہ نہیں کیا تھا - اور عورت نے رجوع کر لیا تو ہبہ ختم ہو گیا - کیونکہ قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے تام نہیں ہوا تھا -

مطابقت امام بخاری نے باب کے ثبوت میں حدیث ۱۴۵ ذکر کی ہے - جو جلد ثانی کے ص ۱۰۸ پر لکھی جاچکی ہے - اسمیں یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا - تو ازواج مطہرات سے اس کی اجازت طلب فرمائی کہ عائشہ کے گھر بیماری کے دن گزاروں؟ ازواج مطہرات نے اس کی اجازت دیدی - اس کا حاصل یہ نکلا کہ ازواج مطہرات نے اپنا حق

؎ باب لا یحل لاحد ان یرجع فی ہبتہ وصدقتہ ص ۳۵۷ دو طریقے سے ثانی الحیل باب فی الہبۃ والشفعۃ ص ۱۰۳۲ مسلم - ابو داؤد - نسائی - ابن ماجہ -

بَابُ هِبَةِ الْمَرْاَةِ لِغَيْرِ زَوْجِهَا وَعِتْقِهَا اِذَا كَانَ لَهَا زَوْجٌ فَهُوَ جَائِزٌ اِذَا لَمْ تَكُنْ

بیوی کا شوہر کے علاوہ کسی اور کو ہبہ کرنا اور آزاد کرنا جب کہ اس کا شوہر ہو اور وہ خفیف العقل نہو۔ اور جبکہ کم عقل

سَفِيْهَةً - فَاِذَا كَانَتْ سَفِيْهَةً لَمْ يَجُزْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ ۲۵۳

ہو تو جائز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ اور کم عقلوں کو ان کا وہ مال نہ دو جو تمہارے پاس ہے ۔

حدیث ۴۵۴ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ مَيْمُوْنَةَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ ام المومنین

بِنْتَ الْحَارِثِ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا اَعْتَقَتْ وَلِيْدَةً وَلَمْ تَسْتَاْذِنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک کنیز کو آزاد کر دیا ۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لی ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا كَانَ يَوْمُهَا الَّذِيْ يَدُوْرُ عَلَيْهَا فِيْهِ قَالَتْ اَشَعَرْتَ يَا رَسُوْلَ

جب انکی باری کا دن آیا تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ میں نے

اللّٰهِ اَنِّيْ اَعْتَقْتُ وَلِيْدَتِيْ قَالَ اَوَ فَعَلْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّكِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا

اپنی کنیز کو آزاد کر دیا ہے ۔ فرمایا ۔ کیا واقعی تونے ایسا کر دیا ہے ۔ عرض کیا ۔ جی ۔ فرمایا ۔ کاش کہ تم اپنے ماموؤں

اَخْوَالَكِ كَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِكِ ؎

کو دیدیتیں تو تمہارے لیے ثواب زیادہ ہوتا ۔

حضور کو ہبہ کر دیا ۔ اور باب یہی تھا ۔ شوہر کا اپنی زوجہ کو اور زوجہ کا شوہر کو ہبہ کرنا ۔ اس تقدیر پر باب میں ہبہ کے لغوی معنی مراد ہونگے ۔

تشریحات ۴۵۴ بَابُ لَا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَرْجِعَ فِيْ هِبَتِهٖ ۔ میں اس حدیث کی ابتدا میں یہ زائد ہے ۔ لیس لنا مثل السوء الذی یعود فی ھبتہ ۔ ہمارا ایسا برا حال نہیں ہونا چاہئے جو ہبہ کو ۔ لوٹاتا ہے ۔ مثل کتے کے جو قے کو لوٹاتا ہے ۔

مطابقت :۔ باب سے مطابقت اس کے عموم سے ہے ۔ جس میں زوجین بھی داخل ہیں ۔ ابن طاؤس سے مراد عبد اللہ ہیں ۔

توضیح باب سفیہہ سے مراد معتوہ اور مجنون ہے ۔ اور آیت ان دونوں کے علاوہ نابالغ بچے کو بھی شامل ہے ۔ خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ۔

؎ باب من یبدأ بالھبۃ ص۳۵۳ ابو داؤد نکاح ۔ نسائی عشرۃ النساء ۔

حدیث ۱۴۵۴

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ

تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کا

نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ

حصہ نکلتا اسے ساتھ لے جاتے اور ہر زوجہ کے لئے ایک دن اور ایک رات کی باری تھی۔

اِمْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ وَهَبَتْ يَوْمَهَا

سوائے اس کے کہ سودہ بنت زمعہ نے اپنی باری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

تشریحات ۱۴۵۳

ولیدۃ:۔ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خادم طلب کیا تھا۔ حضور نے انھیں ایک حبشن کنیز عطا فرمائی جس کو انھوں نے آزاد کردیا۔

اخوالکِ

اور اُصیلی کی روایت اخواتکِ ہے۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ ہوسکتا ہے۔ یہ روایت اصح ہو۔ اسلئے کہ موطا میں اُخیّتکِ ہے۔ علامہ ابن بطال نے کہا۔ کہ رشتہ داروں کو صدقہ دینا بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے افضل ہے جیسا کہ امام احمد[1]، ترمذی[2]، نسائی[3] نے روایت کیا کہ فرمایا۔

الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ۔ مسکین کو صدقہ دینا صرف صدقہ ہے اور رشتہ داروں کو دینا صدقہ اور صلہ رحم دونوں ہے۔

مگر یہ حکم مطلقا درست نہیں۔ اگر کوئی مسکین رشتہ دار سے زیادہ محتاج و ضرورت مند ہے تو اس صورت میں مسکین کو دینا افضل ہوگا۔ نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ کیوں نہیں اسے دے کر اپنی بھتیجی کو بکری چرانے سے نجات دلائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے کچھ رشتہ دار زیادہ ضرورت مند تھے۔ اسلئے وہ فرمایا۔

تشریحات ۱۴۵۴

باب سے مطابقت یہ ہے کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنی باری حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیدی۔ یہ عورت کا شوہر کے علاوہ کسی اور کو ہبہ ہوا۔ یہ طویل حدیث افک کا جزء ہے جسے امام بخاری نے ۱۳-۱۴ ابواب میں ذکر فرمایا ہے۔ کہیں پوری حدیث کہیں اس کے کچھ اجزاء۔ کتاب الشہادات میں اس پر بقدر ضرورت کلام مذکور ہوگا۔ شوہر کو اختیار ہے کہ جب سفر میں جائے تو جس بیوی کو چاہے لے جائے۔ اور بہتر یہ ہے

---

[1] مسند جلد رابع ص۱۸ [2] ترمذی، زکوٰۃ۔ باب الصدقۃ علی ذی القرابۃ

[3] نسائی۔ الزکوۃ۔ باب الصدقۃ علی الاقارب ص۳۶۱

وَلَيْلَتَهَا لِعَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي بِذَالِكَ رِضَى

زوجہ عائشہ کو ہبہ کر دیا تھا۔ اس سے ان کا مقصود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ـ

وسلم کی رضا تھی۔

بَابُ مَنْ لَّمْ يَقْبَلِ الْهَدِيَّةَ لِعِلَّةٍ ص۳۵۳ جس نے ہدیہ کسی وجہ سے قبول نہیں کیا۔

ت ۴۸۳ وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَتِ الْهَدِيَّةُ فِي زَمَنِ رَسُولِ

اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً وَالْيَوْمُ رِشْوَةٌ ـ

زمانے میں ہدیہ تھا اور آج رشوت ہے۔

بَابُ إِذَا وَهَبَ هِبَةً أَوْ وَعَدَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَيْهِ ـ ص۳۵۳

جب کوئی چیز ہبہ کی یا ہبہ کرنے کا وعدہ کیا پھر موہوب لہ تک وہ چیز پہنچنے سے پہلے مرگیا۔

کر قرعہ اندازی کرلے۔ واپسی پر بہتر یہ ہے کہ دوسری عورتوں کے یہاں سے باری شروع کرے۔ ایک عورت نے اپنی باری کسی سوکن کو ہبہ کردی تو اس کے یہاں اس کی باری میں رہے۔ اسے اپنی باری واپس لینے کا اختیار ہے۔

تشریحات ۴۸۳ اس تعلیق کو ابن سعید نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا۔ پوری تعلیق یہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کو ایک دن سیب کی خواہش ہوئی اسے خریدنے کے لئے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ ہم ان کے ساتھ سوار ہوکر چلے تو دیر سمعان کے بچوں نے سیب کے طبق پیش کئے۔ ان میں سے ایک کو ہاتھ میں لے لیا۔ سونگھا پھر لوٹا دیا۔ میں نے (فرات بن مسلم) نے ان سے اس بارے میں عرض کیا تو فرمایا کہ مجھے ضرورت نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہدیے قبول فرماتے تھے۔ فرمایا ان لوگوں کے لئے ہدیہ تھا اور آج عمال کیلئے رشوت ہے

تشریحات ۴۸۴ ہمارے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط ہے۔ اور باب میں جو صورت مذکور ہے اس میں قبضہ نہیں۔ اس لئے واہب یا موہوب لہ کی موت کے بعد

ـه الشهادات باب تعديل النساء بعضهن بعضا ص۳۶۳ باب القرعة فى المشكلات ص۳۷۰ الجهاد باب حمل الرجل امرأته فى الغزو دون بعض نساءه ص۴۰۳ ثانى المغازى باب حديث الافك ص۵۹۴ التفسير باب قوله عز وجل ان الذين جاء وا بالافك ص۶۹۶ النكاح باب المرأة تهب يومها من زوجها لضرتها ص۷۸۵ ابو داؤد ـ النكاح النسائى عشرة النساء ـ

ت ۴۸۴ وَقَالَ عُبَيْدَةُ إِنْ مَاتَ وَكَانَتْ فُصِلَتِ الْهَدِيَّةُ وَالْمُهْدَى لَهُ

اور عبیدہ نے کہا۔ اگر ہبہ کرنے والا مرجائے اور جسے ہدیہ کیا گیا اس کی زندگی ہی میں

حَيٌّ فَهِيَ لِوَرَثَتِهِ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ فُصِلَتْ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الَّذِي أَهْدَى۔

ہبہ علحدہ کر لیا گیا ہو تو اس کے وارثین کے لئے ہے اور اگر علحدہ نہ کیا گیا ہو تو ہدیہ دینے والے کے ورثہ کا ہے۔

ت ۴۸۵ وَقَالَ الْحَسَنُ أَيُّهُمَا مَاتَ قَبْلُ فَهِيَ لِوَرَثَةِ الْمُهْدَى لَهُ

اور امام حسن بصری نے فرمایا۔ ان دونوں میں جو بھی پہلے مرجائے تو وہ موہوب لہٗ

إِذَا قَبَضَهَا الرَّسُولُ۔

کے ورثہ کا ہے جب کہ قاصد نے اس پر قبضہ کر لیا ہو۔

ہبہ باطل ہوگیا۔ اور شی موہوب واہب کی یا اس کے ورثہ کی ملک ہوگی۔ اور وعدہ کیا تھا ابھی اس پر عمل نہیں کیا تھا۔کہ مرگیا۔ تو بات ہی ختم ہوگئی۔ وعدہ کرنے والے کے وارثین پر اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔ چونکہ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف ہے۔ اس لئے امام بخاری نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔

وقال عبیدۃ ان کے قول کا مطلب یہ ہے۔ کہ موہوب لہٗ کی حیات میں کسی نے اسے کچھ ہبہ کیا۔ اور اس کی حیات ہی میں اسے اپنی ملک سے الگ کر دیا۔ مثلاً کسی کو دیا کہ فلاں کو دے آؤ۔ اور اس کے بعد دونوں مرگئے۔ تو ہبہ صحیح ہے۔ اور اگر موہوب لہٗ کی زندگی میں علحدہ نہیں کیا گیا تو ہبہ صحیح نہیں۔ گویا ان کے نزدیک ہبہ تام ہونے کے لئے قبضہ شرط نہیں۔ صرف غیر موہوب سے علحدہ کرنا کافی ہے۔

اور ایک روایت میں۔ فَصَلَتْ کے بجائے وَصَلَتْ ہے یعنی موہوب لہٗ تک پہنچ جائے۔ مگر جمہور کے نزدیک موہوب لہٗ یا اس کے وکیل کا قبضہ تام ہونے کے لئے ضروری ہے۔ شارحین نے اسے جمہور کے مذہب کے مطابق کرنے کے لئے یہ توجیہ کی ہے کہ فَصَلَتْ سے مراد یہ ہے کہ کسی کو پہنچانے کے لئے دیدیا۔ اب اس قاصد کا قبضہ موہوب لہٗ کا قبضہ ہے۔ یہ توجیہ جیسی ہے ظاہر ہے۔ اس پر فصلت کی دلالت علی التعیین نہیں۔ دیگر املاک سے الگ کرکے اپنے گھر رکھنا بھی جدا کرنا ہے۔ البتہ وصلت کی دلالت قبضے پر درست ہے۔ کیونکہ حقیقی وصول یہی ہے۔ کہ موہوب لہٗ اسے اپنے قبضے میں کرلے۔

تشریحات ۴۸۵ عبیدہ نے واہب کی دیگر املاک سے علحدہ کرنے یا موہوب لہٗ تک پہنچنے پر تفریق کی تھی۔ اور حضرت امام حسن بصری نے قاصد کے قبضہ کرنے نہ کرنے پر حکم میں تفریق کی ہے۔ یعنی اگر قاصد نے قبضہ کر لیا تھا تو موہوب لہٗ کے ورثہ کا ہے۔ یعنی ہبہ تام ہوگیا۔ اور اگر قاصد نے قبضہ نہیں کیا تھا تو واہب کے ورثہ کا ہے۔ یعنی اس صورت میں ہبہ تام نہیں۔ باب کے دوسرے جز، وعدے کے سلسلے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

بَابُ كَيْفَ يُقْبَضُ الْعَبْدُ وَالْمَتَاعُ ص۳۵۴ غلام اور سامان پر قبضہ کیسے کیا جاتا ہے۔

حدیث ۱۴۵۵ عَنِ ابْنِ اَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ
حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبائیں تقسیم کیں
قَالَ اقْتَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبِيَةً وَلَمْ يُعْطِ مَخْرَمَةَ
اور مخرمہ کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ تو مخرمہ نے کہا۔ اے بیٹے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت
مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ مَخْرَمَةُ يَا بُنَيَّ انْطَلِقْ بِنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ
میں لے چلو۔ میں ان کے ساتھ گیا تو کہا اندر جاکر حضور کو بلاؤ۔ میں نے حضور کو بلایا۔ حضور مخرمہ
وَسَلَّمَ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَقَالَ اُدْخُلْ فَادْعُهُ لِيْ قَالَ فَدَعَوْتُهُ لَهُ فَخَرَجَ اِلَيْهِ
کے پاس تشریف لائے۔ اور حضور کے کندھے پر ان میں سے ایک قبا تھی۔ فرمایا

منادی کرادی کہ اگر کسی کو کچھ دینے کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو وہ آئے۔ میں حاضر ہوا۔ کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو مجھے تین لپ دیا۔

امام بخاری یہ افادہ فرمانا چاہتے ہیں کہ وعدہ کرکے کوئی وفات پا جائے تو ورثہ کو اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کے پیش نظر حضرت صدیق اکبر نے اسے بر سبیل تطوع پورا فرمایا۔ اس میں کسی کو شک نہیں کہ ایفاء وعدہ مکارم اخلاق سے ہے۔ اس حدیث میں وجوب پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ نہیں۔ اور دَین کے ساتھ ذکر دلیل وجوب نہیں۔ اس لئے کہ یہ طے ہے کہ اقتران بالذکر اقتران فی الحکم کو مستلزم نہیں۔

تشریحات ۱۴۵۵ کتاب الشہادات میں ہے۔ کہ حضرت مخرمہ نے در اقدس پر کھڑے ہوکر کچھ کلام کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے سن لیا۔ اور حضرت مخرمہ کے پاس تشریف لائے۔ ہوسکتا ہے کہ اُدھر آواز سنکر حضور نے باہر آنے کا قصد کیا ہو اور ادھر مسور اندر گئے ہوں۔ کتاب اللباس کی روایت میں ہے کہ جب حضرت مخرمہ نے حضرت مسور سے کہا کہ اندر جاکر حضور کو بلالاؤ تو یہ بات ان پر گراں گزری حضرت مخرمہ نے کہا کہ جاؤ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبار یعنی سخت گیر نہیں۔ ان کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مومن مخلص تھے۔ منافق نہیں تھے۔ کتاب الادب کی روایت میں ہے کہ حضرت مخرمہ کے مزاج میں کچھ تھا۔ یعنی شدت تھی، سخت کلام اور زود رنج تھے۔

قباء منها کتاب اللباس کی روایت میں ہے۔ من دیباج مُزَرَّد بالذهب۔ یہ قبا دیبا کی تھی جو سونے سے مزین تھی۔ دیبا ریشمی کپڑا ہے۔ غالباً یہ ریشم کی تحریم سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یا ان کو اس لئے دیا تھا کہ وہ عورتوں کو پہنائیں یا بیچ کر قیمت صرف کریں۔

وَعَلَیْہِ قَبَاءٌ مِّنْھَا فَقَالَ خَبَأْنَا ھٰذَا لَکَ قَالَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ فَقَالَ رَضِیَ مَخْرَمَۃُ ۔ ۱

میں نے تمہارے لئے چھپا رکھی تھی۔ مخرمہ نے اسے دیکھا اور عرض کیا مخرمہ خوش ہو گیا۔

بَابٌ اِذَا وَھَبَ دَیْنًا عَلٰی رَجُلٍ ص۳۵۴ مدیون پر جو قرض تھا اسے اسی کو ہبہ کر دیا

ت ۴۸۶

قَالَ شُعْبَۃُ عَنِ الْحَکَمِ ھُوَ جَائِزٌ۔

شعبہ نے حکم سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا۔ یہ جائز ہے۔

ت ۴۸۷

وَوَھَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ لِرَجُلٍ دَیْنَہٗ

اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک شخص پر قرض تھا انھوں نے یہ اسے ہبہ کر دیا۔

ت ۴۸۸

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ عَلَیْہِ حَقٌّ فَلْیُعْطِہٖ اَوْ لِیَتَحَلَّلْہُ مِنْہُ۔

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس پر کسی کا حق ہو تو یا تو اسے دیدے۔ یا اس سے معاف کرالے۔

مخرمہ بن نوفل یہ بنی زہرہ کے رؤسا میں تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے۔ سنہ ۵۴ھ میں ایک سو پندرہ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

تشریحات ۴۸۷ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اموال منقولہ میں اتنے سے قبضہ تام ہو جاتا ہے کہ وہ چیز موہوب لہٗ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ مگر یہ ہبہ نہیں۔ ابراء اور اسقاط حق ہے۔ اس لئے اس میں قبضے کی حاجت نہیں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وہ موجود ہی نہ ہو پھر ہبہ کیا چیز ہوگی۔ اور اگر ہبہ ہی مانیں تو موہوب لہٗ کا اس میں موہوب پر قبضہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے موصولاً روایت کیا۔

تشریحات ۴۸۸ اس تعلیق کو امام مسدد نے اپنی مسند میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے اس کے ہم معنی کتاب المظالم میں حدیث گذر چکی ہے۔ اس کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معافی کے لئے قبضے کی شرط نہیں لگائی اور اگر اس کے لئے قبضہ شرط ہوتا تو مقام اس کا مقتضی تھا کہ اسے ضرور ذکر فرماتے۔

---

۱ الشہادات باب شہادۃ الاعمیٰ ص۳۶۳ الجہاد باب تسمۃ الامام مایقدم علیہ ص۴۲۰ ثانی اللباس باب القباء وخروج حریر ص۸۶۳ باب المزرد بالذھب ص۸۷۱ الادب باب مداراۃ الناس ص۹۰۵ مسلم الزکاۃ۔ ابو داؤد۔ اللباس۔ ترمذی الاستیذان۔ نسائی الزینۃ۔

بَابُ هِبَةِ الْوَاحِدِ لِلْجَمَاعَةِ ص۳۵۴ ایک شخص کا پوری جماعت کو ہبہ کرنا

۴۸۹ ت

قَالَتْ أَسْمَاءُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَابْنِ أَبِي عَتِيقٍ وَرِثْتُ عَنْ

حضرت اسمار رضی اللہ تعالیٰ عنہانے قاسم بن محمد اور (ابو بکر عبد اللہ) بن ابی عتیق سے کہا۔ مجھے غابہ میں

أُخْتِي عَائِشَةَ بِالْغَابَةِ وَقَدْ أَعْطَانِي مُعَاوِيَةُ مِأَةَ أَلْفٍ فَهُوَ لَكُمَا۔

اپنی بہن (ام المومنین) عائشہ سے وراثت میں جو زمین ملی تھی اور معاویہ نے جو ایک لاکھ دیا ہے۔ وہ تم دونوں کیلئے ہے۔

اس باب میں امام بخاری حضرت جابر کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں یہ مذکور ہے کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر قرض تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے قرض خواہوں سے فرمائیں کہ اس سال میرے باغ کی کھجوریں لے لیں اور بقیہ میرے باپ کا قرض معاف کر دیں۔ اور اگر وہ یہ قبول کر لیتے تو قرض سے سبکدوشی ہو جاتی۔ اور جسے معاف کرتے اس پر قبضہ بھی نہ ہوتا۔ یہ اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت جابر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عرض نہ کرتے اور اگر عرض بھی کر دیا تھا تو حضور اسے منع فرما دیتے۔ نیز یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرض خواہوں سے وہ نہ فرماتے۔

تشریحات ۴۸۹ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ۵۸ھ ۱۷ ر رمضان بروز سہ شنبہ کو ہوا ہے۔ اور حضرت اسمار کا وصال ۷۳ھ کے جمادی الآخرہ میں ہوا تھا۔

حضرت ام المومنین کی وارث ان کی دو حقیقی بہنیں حضرت اسمار اور ام کلثوم اور ان کے حقیقی بھائی حضرت عبد الرحمٰن کے لڑکے تھے۔ اس لئے ام المومنین کی سب جائداد انھیں کو ملی۔ اور حضرت محمد بن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ ام المومنین کے حقیقی بھائی نہ تھے بلکہ علاتی بھائی تھے اس لئے محمد بن ابو بکر کی اولاد کو کچھ نہ ملا۔ اور ابن ابی عتیق یعنی ابو بکر عبد اللہ بن ابی عتیق محمد بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی کچھ نہ ملا۔ کیونکہ اس وقت ان کے والد ابو عتیق محمد بن عبد الرحمٰن زندہ تھے۔ ان کو ملا تھا۔ ان کے والد اگر اس وقت زندہ نہ بھی رہتے تو بھی انھیں کچھ نہیں ملتا۔ اس لئے کہ بھتیجے کی موجودگی میں بھتیجے کی اولاد محروم ہو گی۔ قاسم بن محمد ام المومنین کے بھتیجے تھے۔ اور ابو بکر عبد اللہ بھتیجے کی اولاد حضرت اسمار نے ان دونوں کی دلداری کے لئے مذکورہ بالا ہبہ کیا۔

باب سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ مشاع کا ہبہ صحیح ہے۔ یہ اس حدیث سے اس طرح ثابت کہ جب ایک جماعت کو ہبہ کیا تو ان کا حصہ شائع رہا۔ اس سے ثابت کہ مشاع کا ہبہ درست۔

ہمارا یہ کہنا ہے کہ مشاع کا ہبہ اس وقت باطل ہے۔ جب وہ قابل تقسیم ہو۔ اگر وہ ناقابل تقسیم ہو تو ہبہ صحیح ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ زمین ناقابل تقسیم رہی ہو۔ نیز قابل تقسیم مشاع کا ہبہ اس وقت صحیح نہیں جب کہ قبضے کے وقت تک مشاع ہی رہے۔ اور اگر قبضے کے وقت تقسیم کر دیا گیا اور شیوع ختم ہو گیا تو ہبہ صحیح ہے۔

بَابُ مَنْ اُھْدِیَ لَہٗ ھَدِیَّۃً وَعِنْدَہٗ جُلَسَاءُہٗ فَھُوَ اَحَقُّ بِہٖ ص۳۵۵

جب کسی کے ساتھ لوگ بیٹھے ہوں اور اسے ہدیہ دیا جائے وہ سب سے زیادہ حقدار ہے۔

ت ۴۹۰ وَیُذْکَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ جُلَسَاءَہٗ

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اس کے ساتھ

شُرَکَاءُہٗ وَلَمْ یَصِحَّ۔

بیٹھنے والے اس کے ہدیے میں شریک ہیں۔ اور یہ صحیح نہیں۔

غابہ ۔ اس کے معنی جنگل کے گھنے حصے کے ہیں۔ یعنی جھاڑی اور یہاں مراد ایک مخصوص جنگل ہے جو عوالی مدینہ طیبہ میں تھا جہاں اہل مدینہ کی زمینیں تھیں۔

تشریحات ۴۹۰ یہ تعلیق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح مروی ہے مگر سب ضعیف ہیں۔ البتہ موقوف بہ نسبت مرفوع صحت سے قریب تر ہے۔ بیہقی نے اس کو مرفوعا روایت کیا۔ اس میں مندل بن علی ضعیف ہے۔ اسی طرح امام عبد بن حمید نے مرفوعًا روایت کیا ہے مگر وہ بھی ضعیف۔ امام عبدالرزاق سے مرفوعا اور موقوفًا دونوں طرح روایت ہے مگر ان سے صحیح ترین روایت موقوف ہی ہے۔ اس کی شاہد روایات مسند امام اسحٰق بن راہویہ میں۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عقیلی نے ام المومنین حضرت عائشہ سے بھی مرفوعًا روایت کی ہے۔ مگر دونوں کی سندیں ضعیف ہیں۔

حضرت ابن عباس کی حدیث تعدد طرق سے انجبار پاکر درجہ حسن تک ضرور پہنچی ہے۔ خصوصًا جبکہ اسکی شاہد دو حدیثیں اور بھی ہیں علامہ ابن بطال نے فرمایا۔ کہ یہ ارشاد بطور استحباب ہے۔ وہ بھی قلیل ہدایا میں جن میں عرف یہی ہو کہ وہ حاضرین پر تقسیم کردی جاتی ہوں۔ مگر مال کثیر یا قیمتی اشیاء کے بارے میں نہیں۔ حضرت امام ابویوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ہارون الرشید نے خطیر رقم بھیجی وہ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کسی نے حدیث مذکور پڑھی تو فرمایا۔ ان کے مثل میں یہ وارد نہیں یہ کھانے پینے کی چیزوں میں ہے۔

یہی حکایت اس طرح بھی مروی ہے کہ وہاں حضرت امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین موجود تھے۔ ان حضرات نے وہ حدیث سنائی تو امام ابویوسف نے فرمایا یہ کھجور اور عجوہ کے بارے میں ہے۔ پھر اپنے خازن سے فرمایا یہ رقم اٹھالو۔

لم یصح چونکہ امام بخاری نے جو باب قائم کیا تھا۔ یہ اثر اس کے معارض ہے اس لئے اس کی حیثیت واضح فرمادی کہ یہ صحیح نہیں۔ یہ صحیح غلط کا مقابل نہیں۔ بلکہ صحیح سے مراد حدیث کی وہ اعلیٰ قسم ہے جو حسن اور ضعیف کے مقابل ہے۔ مقدمہ[۱] میں تفصیل گزر چکی ہے۔

[۱] جلد اول ص ۳۲، ۳۳، ۳۴

بَابُ هَدِيَّةِ مَا يُكْرَهُ لُبْسُهَا ص۳۵۶ ایسی چیز کا ہدیہ جس کا پہننا ناپسند ہو۔

حدیث ۱۴۵۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ اَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَاءَ

کے گھر آئے۔ اور اندر تشریف نہیں لے گئے، جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو ان سے

اس کے بعد امام بخاری نے اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ذکر کی جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے اونٹ قرض لیا تھا اور ان کے تقاضے پر اسے عمدہ اونٹ دیا۔

اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث ذکر فرمائی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ اونٹ خریدا تھا۔ جو حضرت عمر نے انھیں سواری کے لئے دیا تھا۔ اور خریدنے کے بعد انھیں عطا فرمادیا۔

پہلی حدیث کی باب کے ساتھ مطابقت میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اعرابی کو واجب الادا اونٹ سے اعلیٰ اونٹ عطا فرمایا۔ اس اعلیٰ اونٹ کی قیمت واجب الادا اونٹ سے جتنی زائد رہی ہوگی وہ ہدیہ ہوا۔ مگر انھوں نے موجودہ حضرات کو بانٹا نہیں۔ اسی طرح دوسری حدیث کی مطابقت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اونٹ خرید کر انکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ مگر انھوں نے حاضرین میں سے کسی کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور ہوا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جسے ہدیہ دیا جائے تنہا وہی اس کا مستحق ہے۔ دوسرے حاضرین مجلس نہیں۔

تشریحات ۱۴۵۶ مَوْشِيًّا۔ وَشْيٌ يَشِيْ سے اسم مفعول ہے۔ اصل مَوْشُوْيٌ تھا سَيِّدٌ کے قاعدے سے واؤ کو یا سے بدل کر یا کا یا میں ادغام کر دیا گیا، اور شین کے ضمہ کو کسرے سے بدل دیا گیا۔ اس کا مصدر دشیاء اور وِشَايَةٌ ہے۔ کپڑے کو منقش کرنے کے معنی ہیں۔

شراح کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پردہ ریشمی تھا مکان کے دروازے میں ریشمی یا منقش پردہ لٹکانا حرام نہیں۔ اور حضرت سیدہ کو یہ ہدایت اس بنا پر تھی۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے ان زخرفات دنیوی کو پسند نہیں فرمایا۔ زہد اور سادگی کی تلقین کے لئے تھا۔ اسی قبیل سے حضرت سفینہ کی وہ حدیث ہے جسے امام ابن حبان نے روایت کیا ــــــ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس گھر میں تشریف نہیں لیجاتے جس میں نقش ونگار رہتا۔

قال ترسل۔ میں قال کی ضمیر مرفوع فاعل کا مرجع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

عَلِیٌّ فَذَکَرَتْ لَہٗ ذٰلِکَ فَذَکَرَہٗ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تذکرہ کیا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ تو فرمایا

اِنِّیْ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِہَا سِتْرًا مَّوْشِیًّا فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا فَاَتَاھَا عَلِیٌّ فَذَکَرَ

میں نے اس کے دروازے پر منقش پردہ دیکھا۔ تو میں نے کہا مجھے دنیا سے کیا کام۔ حضرت علی نے آکر حضرت

ذٰلِکَ لَہَا فَقَالَتْ لِیَاْمُرْنِیْ فِیْہِ بِمَا شَاءَ قَالَ تُرْسِلُ بِہٖ اِلٰی فُلَانٍ

فاطمہ کو بتایا۔ تو حضرت فاطمہ نے کہا۔ حضور اس کے بارے میں جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ فرمایا

اَھْلِ بَیْتٍ بِہِمْ حَاجَۃٌ۔ ؎

فلاں کے پاس بھیجدو۔ ایسے گھر والے جو اس کے محتاج تھے۔

حدیث ۱۴۵۷

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اُھْدِیَ اِلَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُلَّۃً سِیَرَاءَ فَلَبِسْتُہَا فَرَأَیْتُ الْغَضَبَ فِیْ وَجْہِہٖ

ریشمین حلہ ہدیۃً عطا فرمایا۔ اور میں نے اسے پہن لیا۔ تو چہرۂ انور میں غضب دیکھا۔ تو اسے پھاڑ کر

فَشَقَقْتُہَا بَیْنَ نِسَاءِیْ ؎

اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

تشریحات ۱۴۵۷ حلۃً سیراء۔ سیرا یا تو عطف بیان ہے یا صفت اور ایک دوسری روایت اضافت کی بھی ہے۔ حلہ۔ جوڑے کو کہتے ہیں۔ مثلاً چادر اور تہبند۔ سیرا۔ ریشمین مخطط ایک مخصوص کپڑا تھا۔

بین نسائی اس سے مراد اہلیہ اور قرابت دار عورتیں ہیں۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ بین الفواطم۔ ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں نے اس کی چار اوڑھنیاں بنائیں۔ ایک فاطمہ بنت اسد اپنی ماں کے لئے۔ ایک فاطمہ بنت الرسول اپنی اہلیہ کے لئے اور ایک فاطمہ بنت حمزہ کے لئے۔ راوی چوتھی خاتون کا نام فراموش کر گیا۔ امام قاضی عیاض نے فرمایا۔ زیادہ قریب ہے کہ فاطمہ زوجہ عقیل ابن ابی طالب

؎ ابو داؤد۔ اللباس لہ صفحات ۳۲۔۳۳۔۳۴

؎ ثانی النفقات باب کسوۃ امرأۃ باب کسوۃ امرأۃ بالمعروف ۸۰۶ اللباس باب الحریر للنساء ۸۶۷ مسلم اللباس. نسائی الزینۃ

بَابُ قُبُوْلِ الْهَدِيَّةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ص۳۵۶ مشرکین کا ہدیہ قبول کرنا۔

حدیث ۱۴۵۸

عَنْ قَتَادَةَ ثَنَا اَنَسٌ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُبَّةُ سُنْدُسٍ وَّكَانَ يَنْهٰى عَنِ الْحَرِيْرِ فَعَجِبَ النَّاسُ مِنْهَا فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ اَحْسَنُ مِنْ هٰذَا۔ وَقَالَ سَعِيْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ اُكَيْدِرَ دُوْمَةَ اَهْدٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ ؎

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کریپ (باریک ریشم) کا جبہ نذر کیا گیا۔ اور حضور ریشم سے منع فرماتے تھے۔ لوگ اس کی خوبی پر تعجب کرنے لگے تو ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے۔ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے اچھے ہیں۔ اور سعید بن عروبہ نے عن قتادہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہوئے کہا۔ دومۃ الجندل کے اکیدر نے یہ نذر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی تھی۔

ہوں۔ اور ابو العلاء بن سلیمان کے خیال میں یہ فاطمہ بنت ابی طالب ام ہانی ہیں۔ مسلم میں ہے کہ یہ حلہ والی دومۃ الجندل نے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا۔

تشریحات ۱۴۵۸ سُنْدُسٌ۔ باریک ریشم جسے کریپ کہتے ہیں۔ اس کے مقابل استبرق ہے۔ موٹا ریشم۔ لوگوں کو تعجب اس جبے کی خوبصورتی اور نرمی پر تھا۔

وقال سعید یہ تعلیق ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ اکیدر نصرانی اور دومۃ الجندل کا بادشاہ تھا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی طرف بھیجا تھا۔ یہ گرفتار ہوا اور اس کا بھائی حسان قتل ہوا۔ حضرت سیف اللہ نے اسے مدینہ طیبہ خدمت اقدس میں حاضر کیا۔ اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی۔ تو رحمت عالم صلی اللہ

؎ صفۃ الجنۃ ص۴۶۰۔ مسلم الفضائل۔

حدیث ۱۴۵۹

عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ أَنَّ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے نبی صلی اللہ تعالیٰ

يَهُودِيَّةً أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَاةٍ مَسْمُومَةٍ

علیہ وسلم کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری پیش کیا۔ حضور نے اس میں سے کچھ کھایا۔ پھر اسے

فَأَكَلَ مِنْهَا فَجِيءَ بِهَا فَقِيلَ أَلَا تَقْتُلُهَا قَالَ لَا قَالَ فَمَا زِلْتُ أَعْرِفُهَا فِي

خدمت اقدس میں لایا گیا۔ عرض کیا گیا۔ کیا اسے حضور قتل نہیں فرمائیں گے۔ فرمایا۔ نہیں۔ حضرت

لَهَوَاتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[1]

انس نے کہا۔ ہمیشہ اس کے اثر کو حلق کے کوّے نے محسوس کرتا رہا۔

بَابُ الْهَدِيَّةِ لِلْمُشْرِكِينَ ص ۳۵۶ مشرکین کو ہدیہ دینا

حدیث ۱۴۶۰

عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میری مشرکہ ماں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس نے سرکشی کی۔ جب حضرت سیف اللہ عراق سے شام جارہے تھے تو راستے میں اسے قتل کر دیا۔

دومۃ الجندل مدینہ طیبہ اور دمشق کے درمیان مدینہ طیبہ سے پس منزل اور دمشق سے آٹھ منزل کے فاصلے پر تبوک کے قریب ایک شہر تھا۔ دُومۃ کے معنی گول اور جندل کے معنی پتھر کے ہیں۔ یہاں گول چٹانیں بہت ہیں اس لئے اس کا یہ نام پڑا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ کی نزاع میں فیصلہ کرنے کے لئے دونوں فریق مع اپنے اپنے حکم کے جمع ہوئے تھے۔

تشریحات ۱۴۵۹ اس یہودی عورت کا نام۔ زینب، تھا۔ یہ سلام بن مشکم کی جورو تھی۔ مرحب کی بہن یا بھتیجی تھی۔ اس حدیث میں شاۃ (بکری) سے مراد بکری کا گوشت ہے۔ امام ابن اسحٰق نے فرمایا۔ کہ اس نے پوچھا کہ کون سا عضو سب سے زیادہ حضور کو پسند ہے بتایا گیا کہ دست تو اس نے اس میں زیادہ زہر ملا دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لقمہ منہ میں لیا اور اگل دیا۔ فرمایا اس میں زہر ہے کوئی نہ کھائے۔ مگر حضرت بشر بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ممانعت سے پہلے ہی کھا لیا تھا جس کے اثر سے تین دن کے بعد واصل بحق ہوگئے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا

---

[1] مسلم الطب۔ ابوداؤد الدیات

قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَھِیَ مُشْرِکَۃٌ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کے زمانے میں میرے پاس آئیں۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفْتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْتُ وَھِیَ

کیا۔ اور یہ بھی عرض کیا۔ کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہیں کیا ان کے ساتھ صلہ رحمی کرسکتی

رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُ اُمِّیْ قَالَ نَعَمْ صِلِیْ اُمَّکِ ؎

ہوں۔ فرمایا۔ اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کر۔

بَابٌ ص ۳۵۷

حدیث ۱۴۶۱ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ اَنَّ بَنِیْ صُھَیْبٍ

عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابو ملیکہ نے خبر دی۔ کہ ابن جُدعان کے آزاد کردہ غلام

کیوں کیا۔ تو اس نے کہا آپ نے میرے باپ چچا بھائی اور شوہر کو مار ڈالا۔ میں نے اس لئے ایسا کیا اگر آپ نبی برحق ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے باخبر کر دے گا۔ اور اگر جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے آرام پا جائیں گے۔ اس وقت اس سے درگذر فرمایا۔ مگر بشر بن برار کے جاں بحق ہونے کے بعد قصاص میں قتل کرا دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ مگر چونکہ اسلام لانے سے زمانہ کفر کے جرم کی وجہ سے اگر قصاص واجب ہو تو وہ ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے سزا ملی۔

تشریحات ۱۴۶۰ حضرت اسماء کی والدہ کا نام قُتَیلہ تھا یا قتلہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے قبل اسلام نکاح کیا تھا۔ اور پھر طلاق دیدیا تھا۔ ادب میں ہے کہ اسی موقع پر سورہ ممتحنہ کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قَاتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَاَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَظٰھَرُوْا عَلٰی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ (آیت ۸-۹)

اللہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کرنے سے منع نہیں فرماتا جو نہ دین کے معاملے میں تم سے لڑے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو محبوب رکھتا ہے۔ اللہ تم کو صرف انھیں لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے اور جنھوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے کیلئے مدد کی۔ جو ان سے دوستی کریگا وہی ظالم ہے

؎ الجہاد باب ۲۹ ثانی الادب باب صلۃ الوالد المشرک۔ باب صلۃ المرأۃ امہا۔ ص ۸۸۴۔ مسلم۔ ابو داؤد۔ الزکوٰۃ۔

مَوْلَى ابْنِ جُدْعَانَ ادَّعَوْا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

حضرت صہیب کی اولاد نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صہیب کو دو گھر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْطٰى ذٰلِكَ صُهَيْبًا فَقَالَ مَرْوَانُ مَنْ يَّشْهَدُ لَكُمَا عَلٰى ذٰلِكَ

اور ایک کو ٹھڑی عطا فرمائی تھی۔ مروان نے کہا اس کی کون گواہی دیگا۔ ان لوگوں نے کہا

قَالُوْا ابْنُ عُمَرَ فَدَعَاهُ فَشَهِدَ لَاَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کہ ابن عمر۔ مروان نے انھیں بلایا۔ انھوں نے اس بات کی گواہی دی کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صُهَيْبًا بَيْتَيْنِ وَحُجْرَةً فَقَضٰى مَرْوَانُ بِشَهَادَتِهٖ لَهُمْ۔

نے صہیب کو دو گھر اور ایک حجرہ عطا فرمایا تھا۔ انکی گواہی پر مروان نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔

کتاب الادب ہی میں ہے کہ اپنے بیٹے کو لے کر آئی تھیں۔ جس کا نام حارث تھا۔ اور یہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان آئی تھیں بستغفری نے ان کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ یہ بھی ہدیہ کے لئے منقی، گھی اور سلم کے پتے ساتھ لائی تھیں حضرت اسماء نے انھیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ ان کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ ان کا ہدیہ قبول کروں یا نہیں۔ اور اس کے عوض انھیں کچھ ہدیہ دوں یا نہیں۔

احکام ذمی کفار کو ہدیہ دینا اور ان کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے۔ اور یہی اس آیت کا مفاد ہے۔ حربی کفار کو نہ ہدیہ دینا جائز نہ ان کا ہدیہ قبول کرنا درست۔ ہندوستان کے کفار حربی ہیں۔ اگر چہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ مگر یہاں آج کے ماحول میں دفع شر کے لئے بقدر دفع شر کفار سے ہدیہ لینا جائز ہے۔

تشریحات حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس لئے انھیں مولی ابن جدعان کہا۔ حضرت صہیب کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ مروان کے پاس ان میں سے دو صاحب ہی گئے ہوں۔ اس لئے اس نے گواہی کے مطالبے کے وقت لکما۔ کہا۔

عمر بن شیبہ نے اخبار مدینہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت صہیب کو یہ گھر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیا تھا۔ اور اعطار کی نسبت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس بنا پر ہے کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت یا حکم سے دیا تھا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی اور گھر تھا۔

مروان نے صرف حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گواہی پر بنی صہیب کو وہ گھر دیدیا حالانکہ یہ ضروری ہے کہ دو گواہ ہوں۔ جواب یہ ہے کہ۔

مروان نہ خدا ترس تھا۔ نہ حاکم عادل اور نہ اس کا کوئی اعتبار۔ اس لئے اس کا اگر کوئی فیصلہ غیر شرعی ہوجائے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ مگر یہاں اس کا بھی امکان ہے کہ اس مکان کے اور کوئی صاحب دعویدار نہ رہے ہوں۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي الْعُمْرَىٰ وَالرُّقْبَىٰ أَعْمَرْتُهُ الدَّارَ فَهِيَ عُمْرَىٰ جَعَلْتُهَا لَهُ

عمریٰ اور رقبیٰ کے بارے میں کیا کہا گیا ہے میں نے اسے زندگی بھر رہنے کے لئے گھر دیا یہ عمریٰ

اِسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا جَعَلَكُمْ عُمَّارًا ص۳۵۷

ہے۔ میں نے گھر اس کے لئے کر دیا۔ استعمرکم فیھا۔ میں نے اسے رہنے کے لئے زمین دی۔

حدیث ۱۴۶۲

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ قَالَ قَضَى

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَىٰ أَنَّهَا لِمَنْ وُهِبَتْ لَهُ[۱]

نے یہ فیصلہ فرمایا۔ کہ عمریٰ اس کا ہے جس کے لئے ہبہ کیا گیا۔

حدیث ۱۴۶۳

عَنْ بَشِيرِ بْنِ نَهِيكٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَىٰ جَائِزَةٌ[۲]

وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا۔ عمریٰ جائز ہے۔

ت ۴۹۱

وَقَالَ عَطَاءٌ ثَنِي جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ

اور امام عطاء نے کہا کہ مجھ سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ

صَلَّى اللهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ۔

تعالیٰ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی روایت کیا ہے۔

خود مروان نے اپنی شرارت سے کوئی شاخسانہ کھڑا کیا ہو۔ اس پر اس نے گواہی طلب کی ہو۔ ویسے بہت سے علماء انتہائی عادل اور خدا ترس تنہا ایک گواہی پر فیصلے کر دینے کو جائز جانتے ہیں۔

تشریحات ۱۴۶۲-۳ عمریٰ یہ ہے کہ کوئی کسی سے یہ کہدے کہ میں نے اپنا مکان تم کو زندگی بھر کے لئے دیا۔ اس کیلئے عربی میں زیادہ تر یہ صیغے مستعمل ہیں اعمرتہ الدار۔ استعمرتك۔ رقبیٰ یہ ہے کہ

[۱] مسلم الفرائض ابو داؤد بیوع۔ ترمذی احکام۔ نسائی العمری ابن ماجہ الاحکام۔

[۲] ابو داؤد البیوع نسائی عمری۔

بَابُ مَنِ اسْتَعَارَ مِنَ النَّاسِ الْفَرَسَ وَالدَّابَّةَ وَغَيْرَهَا. ص۳۵۷

جس نے لوگوں سے گھوڑا اور چوپایہ یا کچھ اور منگنی لیا۔

حدیث ۱۴۶۴

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ كَانَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے۔ کہ ایک بار مدینے میں گھبراہٹ

فَزَعٌ بِالْمَدِينَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا مِنْ

پیدا ہوگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کے ایک گھوڑے کو منگنی لیا۔

أَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ مَا رَأَيْنَا مِنْ

جس کا نام مندوب تھا اس پر سوار ہوئے۔ جب لوٹ کر آئے تو فرمایا ہم نے

شَيْءٍ وَإِنْ وَجَدْنَاهُ لَبَحْرًا ؎

کچھ نہیں دیکھا اور اس (گھوڑے) کو دریا پایا۔

یہ کہے۔ میں نے تم کو اپنا گھر دیا اس شرط پر کہ اگر میں تم سے پہلے مرگیا تو یہ تمہارا ہے۔ اور اگر تم پہلے مرگئے تو میرا ہے۔ اس کے لئے عربی میں ارقبتك کا لفظ رائج تھا اس لئے اسکو رقبی کہتے ہیں۔ عمری جائز ہے۔ البتہ جسے دیا وہ اس کا مالک نہیں ہوگا۔ مُعمَر کی زندگی بھر اس سے نفع حاصل کرسکتا ہے مُعمَر کے مرنے کے بعد وہ مُعمِر کے وارثین کا ہے۔ رقبی جائز نہیں۔ حدیث میں صرف عمری کا تذکرہ ہے۔ دوسرے ائمہ نے اسی پر قیاس کرکے رقبی کو بھی جائز کہاہے۔ حالانکہ دونوں کی حقیقت میں بین فرق ہے اسلئے ایک کو دوسرے پر قیاس کی صحت محل غور ہے۔

تنبیہ یہاں سے امام بخاری نے عاریت کے ابواب شروع کردیئے ہیں اگرچہ کسی نسخے میں کتاب العاریۃ نہیں۔ البتہ بعض نسخوں میں تسمیہ ہے۔ ہبہ کے ساتھ عاریت کے ابواب اس لئے ذکر فرمائے کہ ہبہ میں بلاعوض چیز دینا ہے اور اس میں بلاعوض کسی چیز سے منفعت حاصل کرنے کی اجازت دینا ہے۔

تشریحات ۱۴۶۴ ابوطلحہ کا نام زید بن سہل تھا۔ یہ حضرت انس کی والدہ ماجدہ حضرت ام سُلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے۔

؎ الجہاد باب اسم الفرس والحمار ص۴۰۰ باب الرکوب علی الدابۃ الصعبۃ ص۴۰۰ باب الفرس القطوف ص۴۰۱ باب مبادرۃ الامام عند الفزع ص۴۲۱ ثانی الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب ص۹۱۵ مسلم الفضائل ابوداؤد الادب ۔ ترمذی الجہاد ۔ نسائی السیر۔

بَابُ الِاسْتِعَارَةِ لِلْعُرُوْسِ عِنْدَ الْبِنَاءِ ص۳۵۸ زفاف کے وقت دلہن کیلئے منگنی مانگنا۔

حدیث ۱۴۶۵

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ اَيْمَنَ ثَنِيْ اَبِيْ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ

ایمن نے کہا میں حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ قطر کا کرتا

رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعَلَيْهَا دِرْعُ قِطْرٍ ثَمَنُ خَمْسَةِ دَرَاهِمَ فَقَالَتْ اِرْفَعْ

زیب تن کئے ہوئے تھیں۔ جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ ام المومنین نے فرمایا۔ نظر اٹھا کر

بَصَرَكَ اِلٰى جَارِيَتِيْ اُنْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّهَا تُزْهٰى اَنْ تَلْبَسَهُ فِي الْبَيْتِ وَقَدْ كَانَ

میری باندی کو دیکھو۔ یہ گھر میں اس کرتے کے پہننے کو ناپسند کرتی ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ

لِيْ مِنْهُنَّ دِرْعٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَتْ

تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان میں کا ایک کرتا میرے پاس تھا۔ جب مدینے میں کسی عورت کو

امْرَاَةٌ تُقَيَّنُ بِالْمَدِيْنَةِ اِلَّا اَرْسَلَتْ اِلَيَّ تَسْتَعِيْرُهُ۔

دلھن بنانا ہوتا تو آدمی بھیجکر مجھ سے عاریۃ منگوا لیا جاتا۔

ان وجدناہ لبحراً کوفیوں کی بنا پر یہ ان نافیہ معنی میں ما کے ہے۔ اور لبحراً کا لام بمعنی اِلّا۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ ہم نے اس کو نہیں پایا مگر سمندر۔ اسکی نظیر یہ آیت ہے ان ھذان لساحران۔ ان کی تخفیف کی قرأت پر۔ اور بصریوں کے نزدیک یہ انّ مثقلہ سے مخفف تحقیق کے لئے ہے۔ اور لام تاکید کیلئے۔

گھوڑے کے ناموں میں سے "بحر" بھی ہے۔ بحر اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو کبھی تھکتا نہ ہو۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑے کا نام بحر تھا۔ ایک روایت میں حضرت ابوطلحہ کے اس گھوڑے کی صفت قطوف آئی ہے۔ یعنی سست رفتار۔ دوسری روایت میں بطی بھی وارد ہے۔ یعنی سست۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ وہ اتنا تیز رفتار ہوگیا کہ اسے بحر فرمایا۔

تشریحات ۱۴۶۵ قِطر۔ بحرین میں قطر ایک جگہ کا نام ہے۔ وہاں جو کپڑے تیار ہوتے تھے ان کو قطر کہا جاتا تھا۔ قاف کا کسرہ نسبت کیلئے ہے۔ یہ روئی وغیرہ کا موٹا معمولی کپڑا تھا۔

ثمن خمسۃ دراھم اسمیں چار طریقہ جائز ہے۔ ثُمِّنَ۔ باب تفعیل سے ماضی مجہول۔ اور خمسۃ فتحہ کے ساتھ منصوب بنزع خافض۔ یعنی ثُمِّنَ ای قُوِّمَ بخمسۃٍ۔ ثمنَ منصوب بنزع خافض ای بثمنِ خمسۃِ دراھم۔ ثمنُ خمسۃِ دراھمَ اضافت کے ساتھ۔ ثمنُ مرفوع مبتدا خمسۃ بھی مرفوع خبر۔ البتہ اس میں ضمیر مقدر ہوگی۔ یعنی ثمنہ خمسۃ دراھم۔

بَابُ فَضْلِ الْمَنِيحَةِ ص۳۵۸ نفع حاصل کرنے کے لئے عطیے

حدیث ۱۴۶۶

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے

اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْمَنِيحَةُ اللِّقْحَةُ الصَّفِيُّ مِنْحَةً

علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بہترین عطیہ خوب دودھ دینے والی اونٹنی اور خوب دودھ دینے

وَالشَّاةُ الصَّفِيُّ تَغْدُوْ بِاِنَاءٍ وَتَرُوْحُ بِاِنَاءٍ ۔[1]

والی بکری ہے ۔ صبح کو بھی برتن بھر دے اور شام کو بھی ۔

حدیث ۱۴۶۷

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ۔ جب مہاجرین مکے سے مدینے

لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُوْنَ الْمَدِيْنَةَ مِنْ مَكَّةَ وَلَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَیْءٌ وَكَانَتْ

آئے ۔ اور حال یہ تھا کہ ان کے پاس کچھ نہ تھا ۔ اور انصار زمین جائداد والے تھے ۔

تُزْهٰی اسکے معنی ناپسند کرنے کے ہیں ۔ بعض مترجمین نے یہ ترجمہ کیا ہے یہ گھر میں مجھے ایسا کرتا پہننے سے منع کرتی ہے ۔ یہ ترجمہ صحیح نہیں ۔ ان تلبسہ واحد مونث غائب کا صیغہ ہے ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لونڈی یہ کرتا پہننے کو ناپسند کرتی ہے ۔ عمدۃ القاری میں اس کی شرح تنکر او تأنف کی ہے ۔

تقین جب کوئی دلہن زفاف کیلئے سنواری جاتی تو وہ کرتا مجھ سے مانگ کرلے جاتے تھے ۔ یہ اس عہد مبارک کی عسرت اور تنگدستی کو ظاہر فرمارہی ہیں اور جس وقت فرمارہی تھیں اس وقت کی خوشحالی کو ۔ کہ آج لوگ اتنے خوشحال ہوگئے کہ اس کرتے کو گھر کے اندر لونڈی بھی پہننا پسند نہیں کرتی ۔ اور ایک وہ وقت تھا کہ رخصتی کے وقت لوگ اسے دلہن کا لباس بنالتے اور وہ بھی عام لوگوں کو میسر نہیں تھا تو مجھ سے عاریۃً لیجاتے تھے ۔

تشریحات ۱۴۶۶ المنیحۃ ۔ منح یمنح منحۃً سے آتا ہے ۔ اس کے معنی عطیے اور بخشش کے ہیں ۔ یہ عظیمۃ کے وزن پر اسم مفعول کے معنی میں ہے ۔ باب میں منیحہ سے مراد نفع حاصل کرنے کیلئے کسی بھی چیز کے دینے کے ہیں ۔ عرف میں اس کے معنی وہ دودھ دینے والا جانور ہے جو کسی کو اسلئے دیا جائے کہ وہ اس کے دودھ اور بال سے نفع حاصل کرے خواہ وہ اونٹ ہو یا گائے یا بکری ۔ اور حدیث میں منیحہ اپنے لغوی معنی میں ہے ۔ یعنی عطیہ ۔ لقحہ ۔ وہ دودھ

---

[1] ثانی الاشربۃ باب شرب اللبن ص۸۳۹

الْاَنْصَارُ اَهْلَ الْاَرْضِ وَالْعَقَارِ فَقَاسَمَهُمُ الْاَنْصَارُ عَلٰی اَنْ یُّعْطُوْهُمْ

تو انصار نے مہاجرین کو اس شرط پر اپنے باغات دیئے کہ وہ انکے پھلوں میں سے

ثِمَارَ اَمْوَالِهِمْ كُلَّ عَامٍ وَيَكْفُوْهُمُ الْعَمَلَ وَالْمُؤْنَةَ وَكَانَتْ اُمُّهٗ اُمُّ

کچھ ہر سال ہمیں دید یا کریں۔ اور انصار کو کام اور محنت سے بچائے رکھیں۔ اور حضرت

اَنَسٍ اُمُّ سُلَيْمٍ كَانَتْ اُمَّ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ فَكَانَتْ اَعْطَتْ اُمُّ اَنَسٍ

انس اور عبد اللہ بن ابو طلحہ کی والدہ ام سُلیم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھجور کے

بْنِ مَالِكٍ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِذَاقًا فَاَعْطَاهُنَّ النَّبِيُّ

چند درخت نذر کئے تھے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ درخت اسامہ بن زید کی والدہ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّ اَيْمَنَ مَوْلَاتَهٗ اُمَّ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ

ام ایمن کو عطا فرما دیئے۔ ابن شہاب نے کہا۔ کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَاَخْبَرَنِيْ اَنَسٌ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے خبر دی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ ہوئے۔ اور مدینہ

لَمَّا فَرَغَ مِنْ قَتْلِ اَهْلِ خَيْبَرَ وَانْصَرَفَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ رَدَّ الْمُهَاجِرُوْنَ اِلَى

واپس تشریف لائے۔ تو مہاجرین نے انصار کے عطیات واپس کر دیئے۔ اور

الْاَنْصَارِ مَنَائِحَهُمُ الَّتِيْ كَانُوْا مَنَحُوْهُمْ مِنْ ثِمَارِهِمْ فَرَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت انس کی والدہ کو ان کی کھجور کے باغ واپس

دینے والی اونٹنی جس نے جلد ہی بچہ دیا ہو۔ الصفی۔ صاف ستھری خوب دودھ دینے والی۔ اشربۃ کی روایت میں نعم الصدقۃ ہے۔ یہاں بھی صدقہ کا لغوی معنی مراد ہے یعنی عطیہ۔ جیسا کہ ابن تین نے کہا۔ اور سیاق بھی اسی کا مؤید ہے۔

تشریحات ۱۴۶۷ یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ باب میں عطیے سے مراد عام ہے۔ کوئی بھی چیز کسی کو اسلئے دی جائے کہ وہ اس سے نفع حاصل کرے اور پھر واپس کر دے۔ اس حدیث میں ہے کہ خیبر کے فتح ہونے کے بعد مہاجرین نے انصار کے عطیے واپس کئے۔ مگر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے جلاوطن اور بنی قریظہ کے استیصال کے بعد جب ان کی آراضی مہاجرین کو عطا ہوئی تو انھوں نے انصار کرام کو ان کے عطیات واپس کر دیئے تھے یہ ہے کہ یہ عمل تدریجًا ہوا ہے۔ بنی نضیر اور بنی قریظہ کی آراضی ملنے کے بعد

تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلیٰ اُمِّہٖ عِذَاقَہَا فَاَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ

کر دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی جگہ ام ایمن کو اپنے باغ میں سے

وَسَلَّمَ اُمَّ اَیْمَنَ مَکَانَھُنَّ مِنْ حَائِطِہٖ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ شَبِیْبٍ اَخْبَرَنَا

عطا فرمایا۔ اور بطریق احمد بن شبیب یونس سے جو روایت ہے۔ اس میں حائطہ کی جگہ

اَبِیْ عَنْ یُوْنُسَ بِہٰذَا وَقَالَ مَکَانَھُنَّ مِنْ خَالِصِہٖ [۱]

خالصہ ہے یعنی خالص اپنے مال سے۔

حدیث ۱۴۶۸

عَنْ اَبِیْ کَبْشَۃَ السَّلُوْلِیْ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تَعَالیٰ عَنْہُمَا یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْبَعُوْنَ

نے فرمایا۔ چالیس عادتیں ایسی ہیں کہ ثواب کی امید اور اللہ کے وعدے کو سچ جانتے ہوئے جو شخص ان میں سے

خَصْلَۃً اَعْلَاھُنَّ مَنِیْحَۃُ الْعَنْزِ مَا مِنْ عَامِلٍ یَعْمَلُ بِخَصْلَۃٍ مِّنْہَا رَجَاءَ ثَوَابِہَا

ایک عادت پر عمل کرے گا۔ اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ ان میں سب سے اعلیٰ بکری کا منیحہ ہے۔

وَتَصْدِیْقَ مَوْعُوْدِہَا اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ بِہَا الْجَنَّۃَ قَالَ حَسَّانُ فَعَدَدْنَا مَا دُوْنَ

(راوی حدیث) حسان بن عطیہ نے کہا۔ کہ ہم بکری کے عطیے کے علاوہ ان میں سلام اور چھینک کے جواب

مَنِیْحَۃِ الْعَنْزِ مِنْ رَدِّ السَّلَامِ وَتَشْمِیْتِ الْعَاطِسِ وَاِمَاطَۃِ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ

دینے اور راستے سے ایذا دینے والی چیزوں کے ہٹانے اور اس کے مثل اور چیزوں کو شمار کیا۔

وَنَحْوِہٖ فَمَا اسْتَطَعْنَا اَنْ نَبْلُغَ خَمْسَ عَشْرَۃَ خَصْلَۃً [۲]

ہم پندرہ سے زیادہ پر عمل نہ کر سکے۔

پہلے سے مہاجرین نے واپس کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کو اراضی ملتی گئی وہ واپس کرتا گیا۔ اور تکمیل خیبر فتح ہونے کے بعد ہوئی ہے۔ کبھی ابتدائی مراحل کو بیان فرمایا کبھی تکمیل کو۔ اسلئے کوئی تضاد نہیں۔

تشریحات ۱۴۶۸ یہ چالیس عادتیں کون کون ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمایا۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ ہو سکتا ہے اس بنا پر نہیں بیان فرمایا۔ کہ کہیں یہ دوسرے اعمال خیر کے چھوڑنے کا سبب نہ بن جائیں ــــ علامہ بطال نے فرمایا کہ ہمارے زمانے کے کچھ حضرات نے ان سب کو جمع کرنے کی کوشش کی تو تعداد چالیس سے زائد پہنچ گئی۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ رجماً بالغیب اور اٹکل ہے۔

[۱] مسلم المغازی۔ نسائی المناقب۔ [۲] ابو داؤد زکوٰۃ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الشہادات ص۳۵۹ گواہیوں کا بیان

بَابُ شَهَادَةِ الْمُخْتَبِيْ ص۳۵۹ چھپے ہوئے آدمی کی گواہی

۴۹۲ وَاَجَازَهٗ عَمْرُوْ بْنُ حُرَيْثٍ قَالَ وَكَذٰلِكَ يُفْعَلُ بِالْكَاذِبِ الْفَاجِرِ

ت حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے جائز کہا اور فرمایا جھوٹے بدکار کیسا تھ ایسا کیا جاتا ہے

۴۹۳ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَعَطَاءٌ وَقَتَادَةُ السَّمْعُ شَهَادَةٌ۔

ت اور شعبی ابن سیرین عطار قتادہ نے کہا کہ سُنکر گواہی دینا جائز ہے۔

تشریحات ۴۹۲ عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ صغار صحابہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے وقت بارہ سال کے تھے۔ ان کے سر پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک پھیرا اور ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ کوفے کی سکونت اختیار کر لی تھی وہاں کے والی بھی بنائے گئے۔ ۸۵ھ میں واصل بحق ہوئے [1] یہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنکی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے ہیں۔

اس تعلیق کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ کوئی جھوٹا ہے یا بدکردار ہے اور اتنا چالاک ہے کہ اس کے خلاف گواہی نہیں مل پاتی تو یہ جائز ہے کہ کوئی شخص چھپ کر اس کی باتیں سُنے اور بدکرداری کرتے ہوئے دیکھے اور پھر گواہی دے۔ اس کی یہ گواہی مقبول ہے۔

تشریحات ۴۹۳ ہمارے یہاں تحمل شہادت کے لئے ضروری ہے کہ بات کرنے والے کو دیکھا ہو اور یہ کہ دونوں ایک مکان میں ہوں۔ مگر یہ حضرات فرماتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ صرف سن لینا کافی ہے اگر بولنے والے کو نہ بھی دیکھیں تو اس کی کہی ہوئی بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔

---

[1] اکمال

۴۹۴ وَقَالَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ لَمْ يُشْهِدُوْنِيْ عَلٰى شَيْءٍ وَلٰكِنْ سَمِعْتُ

ت اور حضرت امام حسن بصری نے فرمایا۔ (اس صورت میں) یہ کہے انھوں نے مجھ کو کسی چیز

كَذَا وَكَذَا۔

پر گواہ نہیں بنایا ہے۔ ہاں میں نے ایسے ایسے سُنا ہے۔

۱۴۶۹ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَتْ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رفاعہ قرظی کی زوجہ

امْرَأَةُ رِفَاعَةَ الْقُرَظِيِّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا میں رفاعہ کی زوجیت میں

فَقَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رِفَاعَةَ فَطَلَّقَنِيْ فَأَبَتَّ فَتَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ

تھی کہ اس نے مجھے طلاق دیدی۔ اور قطعی طلاق دیدی۔ اس کے بعد میں نے عبد الرحمٰن

تشریحات ۴۹۴ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ نے روایت کیا ہے۔ کہ امام حسن بصری نے فرمایا اگر کسی نے کسی قوم سے کچھ سُنا ہے تو اسے جائز ہے کہ قاضی کے پاس آکر یہ کہے۔ انھوں نے مجھ کو گواہ نہیں بنایا مگر میں نے ایسے ایسے سُنا ہے۔

اس ارشاد میں، سمع من قوم شیئاً کا اطلاق اس صورت کو بھی شامل ہے کہ اس قوم کو اس نے نہ بھی دیکھا ہو تو گواہی دے سکتا ہے۔

اس کے بعد امام بخاری نے اس باب میں "ابن صیاد" کی حدیث لائے ہیں۔ اس حدیث کے اس جملے کو اس باب سے مطابقت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ قبل اس کے کہ ابن صیاد مجھے دیکھے میں اس کی کچھ بات سن لوں۔ اور حضور اپنے آپ کو کھجور کے پتوں کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کرتے رہے۔ مطابقت یوں ہے کہ اگر مختبی کی گواہی غیر معتبر ہے۔ تو اس طرح سننا بیکار تھا۔

تشریحات ۱۴۶۹ یہ خاتون جن کا یہ قصہ ہے۔ تیمہ بنت وہب تھیں۔ فَأَبَتَّ۔ سے مراد یہ ہے کہ تین طلاقیں دیدی۔ عسیلتہ۔ عسل۔ مذکر بھی مستعمل ہے اور مؤنث بھی۔ یہاں اس کی تانیث کا لحاظ کرتے ہوئے تصغیر میں تا زائد فرمائی۔ اس سے مراد جماع ہے۔ عسیلتہ۔ تصغیر سے یہ افادہ فرمایا۔ کہ اس کے لئے نہ انزال شرط ہے نہ پورے قضیب کا دخول۔ غیبوبت حشفہ کافی ہے۔

اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ حلالہ صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ شوہر ثانی جماع بھی کرے صرف نکاح حلالہ کے لئے کافی نہیں۔

بْنَ الزُّبَيْرِ فَاِنَّمَا مَعَهُ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ فَقَالَ اَتُرِيْدِيْنَ اَنْ
بن زبیر سے شادی کرلی ۔ مگر میں نے ان کے ساتھ کپڑے کے پھندنے کے مثل پایا ۔ ارشاد
تَرْجِعِيْ اِلٰى رِفَاعَةَ لَا حَتّٰى تَذُوْقِيْ عُسَيْلَتَهُ وَيَذُوْقَ عُسَيْلَتَكِ
فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ رفاعہ کی طرف لوٹے ۔ نہیں ۔ یہاں تک کہ تو اس کے شہد کو اور
وَاَبُوْبَكْرٍ جَالِسٌ عِنْدَهُ وَخَالِدُ بْنُ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ بِالْبَابِ
وہ تیرے شہد کو چکھ نہ لے ۔ اور ابو بکر حضور کے پاس بیٹھے تھے اور خالد بن سعید بن عاص دروازے
يَنْتَظِرُ اَنْ يُؤْذَنَ لَهُ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلَا تَسْمَعُ اِلٰى هٰذِهِ مَا
پر کھڑے اندر آنے کی اجازت کے منتظر تھے ۔ انھوں نے کہا ۔ اے ابو بکر کیا آپ اس کی یہ بات
تَجْهَرُ بِهِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مہ
نہیں سن رہے ہیں جو وہ بلند آواز سے کہہ رہی ہے ۔

مطابقت :- حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاشانہ اقدس کے اندر نہیں تھے ۔ باہر دروازہ پر تھے ۔ گویا ایک طرح ان خاتون سے چھپے ہوئے تھے اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ کہا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر حضرت خالد بن سعید کو ٹوکا نہیں ۔ تو معلوم ہوا کہ چھپ کر سنی ہوئی بات پر اعتماد جائز اور جب اعتماد جائز تو اس کی شہادت دینی بھی جائز ۔

ہمارے یہاں ضروری ہے کہ گواہ اس مکان کے اندر موجود ہو جہاں واقعہ ہوا ۔ اگر مکان کے باہر سے کوئی بات سنی تو گواہی دینی جائز نہیں ۔ اور اس واقعے میں شہادت سرے سے ہے ہی نہیں ۔

بَابُ الشُّهَدَاءِ الْعُدُوْلِ وَقَوْلِ اللّٰهِ وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق) وَمِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ ۔

بقرہ آیت ۲۸۲ ص ۳۶

شاہد عادل اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان ۔ اور اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ بنالو اور ان گواہوں میں سے جنھیں تم پسند کرتے ہو ۔

توضیح باب گواہ کو گواہی دیتے وقت عادل ہونا ضروری ہے ۔ غیر عادل کی گواہی مقبول نہیں ۔ عادل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمان اور شریعت کا پابند ہو، کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو ۔ ایسی حرکات نہ کرتا ہو جو وقار کے خلاف ہو ۔ مثلاً صرف تہبند اور بنیائن پہن کر

عـــہ الثانی الطلاق باب من اجاز الطلاق الثلث ص ۷۹۲، دو طریقے سے باب من قال لامراتہ انت علی حرام ص ۷۹۲ باب اذا طلقھا ثلثا ثم تزوجت ص ۸۰۱ ۔

۱۴۷۰ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُتْبَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ

حدیث عبد اللہ بن عتبہ نے کہا۔ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ

سُنا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں وحی کی بنا پر مواخذہ ہوتا تھا۔ اور وحی منقطع

عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْیَ قَدْ

ہوگئی اب دارومدار تمہارے ظاہری اعمال پر ہے۔ جس سے بھلائی ظاہر ہوگی اسے امن دیں گے اور

انْقَطَعَ وَاِنَّمَا نَاْخُذُ الْاٰنَ بِمَا ظَھَرَ لَنَا مِنْ اَعْمَالِکُمْ فَمَنْ اَظْھَرَ

اسے اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے باطن سے کچھ سروکار نہیں۔ اللہ اس کا حساب لینے

لَنَا خَیْرًا اَمِنَّاہُ وَقَرَّبْنَاہُ وَلَیْسَ لَنَا مِنْ سَرِیْرَتِہٖ شَیْءٌ اَللّٰہُ

والا ہے۔ اور جس سے برائی ظاہر ہوگی اسے نہ امن دیں گے نہ اس کو سچا جانیں گے

مُحَاسِبُہٗ فِیْ سَرِیْرَتِہٖ وَمَنْ اَظْھَرَ لَنَا سُوْءً لَّمْ نَاْمَنْہُ وَلَمْ نُصَدِّقْہُ

وَاِنْ قَالَ اِنَّ سَرِیْرَتَہٗ حَسَنَۃٌ۔

اگرچہ وہ یہ کہے کہ اس کا باطن اچھا ہے۔

باہر نکلنا، بازاروں میں کھانا پینا۔ اور نصاب بھی ضروری ہے، یعنی کم از کم دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں صرف عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ ان دونوں جز پر امام بخاری دو آیتوں سے دلیل لائے ہیں۔ پہلی آیت سورہ طلاق کی ہے۔ فرمایا۔ وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ۔ اپنے میں سے دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ اس آیت سے دونوں جز صراحۃً ثابت ہیں۔ دوسری آیت سورہ بقرہ کی ہے۔ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّھَدَاءِ۔ اس کے پہلے فرمایا۔ وَاسْتَشْہِدُوْا شَہِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ اور اپنے مردوں میں دو کو گواہ بنالو اور اگر دو گواہ نہ ہوں فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ۔ تو ایک مرد اور دو عورتوں کو ان میں سے جو تمہیں پسند ہوں اس آیت کا اگلا حصہ نصاب شہادت پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔ اور ممن ترضون سے ان کے عادل ہونے کی شرط مستفاد ہوتی ہے۔ ایک دیندار عقلمند کسی ثقہ ہی کو گواہی کے لئے پسند کرے گا۔ فاسق فاجر کاذب کو گواہی کیلئے کون پسند کرے گا۔

تشریحات ۱۴۷۰ یعنی وحی کے ذریعہ لوگوں کی اندرونی حالت قطعی یقینی طور پر معلوم ہوجاتی تھی اب کسی کی باطنی حالت یقینی طور پر نہیں جانی جاسکتی۔ اس لئے مدار کار ظاہر پر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے ظاہر کے اعتبار سے عادل ہے تو اسے عادل مانیں گے اور اس کی گواہی قبول کریں گے۔ مطلب یہ ہوا کہ حقیقت میں کون عادل ہے

بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى الْاَنْسَابِ وَالرَّضَاعِ الْمُسْتَفِيضِ وَالْمَوْتِ الْقَدِيمِ ص ۳٦٦
نسب اور مشہور رضاعت اور قدیم موت کی گواہی۔

۴۹۵ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْضَعَتْنِي وَاَبَا
اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اور ابو سلمہ کو ثویبہ نے دودھ
سَلَمَةَ ثُوَيْبَةُ ـــ وَالتَّثَبُّتُ فِيهِ۔
پلایا ہے اور اس معاملے میں پوری تحقیق کرنا۔

کون نہیں۔ اسے معلوم کرنے کے ہم مکلف نہیں۔ اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے۔ ظاہر کے اعتبار سے جو عادل ہے اسے عادل ہی ماننا ہے۔

تشریحات ۴۹۵ باب کا مفاد یہ ہے۔ کہ نسب اور رضاعت اور قدیم موت پر محض سنی سنائی خبروں پر گواہی درست ہے۔ جبکہ یہ سب مشہور و معروف ہوں۔ اس تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب النکاح میں ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔ ثویبہ۔ ثوبۃ۔ کی تصغیر ہے یہ شقی ازلی ابولہب کی باندی تھیں۔ ثویبہ نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دودھ پلایا۔ پھر حضور اقدس صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ پھر حضرت ابو سلمہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سابق شوہر کو پلایا۔ کتاب النکاح میں یہ بھی ہے۔

کہ ابولہب نے انھیں آزاد کر دیا تھا اس کے بعد ثویبہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دودھ پلایا مرنے کے بعد ابولہب کو اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں بدترین حالت میں دیکھا۔ انھوں نے پوچھا۔ کیا ملا۔ ابولہب نے جواب دیا کہ تم سے جدا ہونے کے بعد کوئی آرام نہیں ملا۔ سوائے اس کے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے اس سے (اس سوراخ کی جانب اشارہ کیا جو انگوٹھے اور بعد والی انگلی کے درمیان تھا) کچھ پینے کو مل جاتا ہے۔

سہیلی کی روض الانف میں ہے۔ کہ یہ خواب دیکھنے والے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اور ابولہب نے یہ کہا تھا کہ ہر دوشنبے کو عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوشنبے کو پیدا ہوئے تھے۔ ثویبہ نے ولادت مبارکہ کی بشارت دی تو انھیں ابولہب نے آزاد کر دیا۔

اس پر علما نے لکھا کہ ولادت پاک کی خوشی منانے پر ابولہب کو جہنم میں انعام ملا تو اگر کوئی مسلمان خوشی

۱۴۷۱ عَنْ عُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا
حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا افلح نے میرے پاس
قَالَتْ اِسْتَاذَنَ عَلَیَّ اَفْلَحُ فَلَمْ آذَنْ لَہٗ فَقَالَ اَتَحْتَجِبِیْنَ
آنے کے لئے مجھ سے اجازت طلب کی۔ تو میں نے اسے اجازت نہیں دی اس پر اس نے کہا
مِنِّیْ وَاَنَا عَمُّكِ فَقُلْتُ کَیْفَ ذٰلِكَ فَقَالَ اَرْضَعَتْكِ امْرَاَۃُ
آپ مجھ سے پردہ کرتی ہیں حالانکہ میں آپ کا چچا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا، کیسے؟
اَخِیْ بِلَبَنِ اَخِیْ فَقَالَتْ سَاَلْتُ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
اس نے بتایا کہ میرے بھائی کی بیوی نے میرے بھائی کا دودھ آپ کو پلایا ہے ام المومنین
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَدَقَ اَفْلَحُ اِیْذَنِیْ لَہٗ عہ
نے فرمایا میں نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا تو فرمایا افلح نے سچ کہا اسے اجازت دیدو۔

منائے تو اسے کیا کیا انعام ملے گا، یہ کون جانے۔

ابن مندہ نے ثویبہ کو صحابیات میں شمار کیا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے عقد کے بعد یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تھیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان پر نوازشیں فرماتے تھے حتیٰ کہ مدینہ طیبہ سے عطیات ارسال فرماتے۔ خیبر کی فتح کے بعد فوت ہو گئیں۔

مطابقت:۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں سے سن ہی کر یہ فرمایا کہ ثویبہ نے مجھے اور حمزہ اور ابوسلمہ کو دودھ پلایا ہے۔ وہ بھی زمانہ جاہلیت کے لوگوں سے سن کر۔

والتثبت فیہ:۔ یہ بھی باب کا جز ہے۔ بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اور اسے ثابت کرنا۔ یہ صحیح نہیں۔ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ اور اس بارے میں چھان بین تحقیق و جستجو کرنا۔ اس پر دلیل۔ اس باب کی اخیر حدیث کا یہ جز ہے کہ فرمایا۔ یا عائشۃ انظرن من اخوانکم فانما الرضاعۃ من المجاعۃ۔ اے عائشہ دیکھ لو کون تمہارے بھائی ہیں۔ اس لئے کہ رضاعت بھوک سے ہے۔ اس حدیث میں نظر سے رویت بصری آنکھ سے دیکھنا مراد نہیں۔ بلکہ نظر فکری مراد ہے۔ یعنی تحقیق کر لیا کرو۔

تشریحات ۱۴۷۱ افلح کے وہ بھائی جن کی اہلیہ نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کو دودھ پلایا تھا ابو القعیس تھے۔ جیسا کہ بخاری ہی کتاب النکاح اور کتاب الادب کی روایات میں تصریح ہے۔

عہ ثانی تفسیر سورہ احزاب باب قولہ ان تبدوا شیئا او تخفوہ فان اللہ کان بکل شیئ علیما ص ۷۰۷، النکاح باب لبن الفحل ص ۷۶۴، باب ما یحل من الدخول والنظر فی النساء فی الرضاع ص ۷۸۸ الادب، باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تربت یداك ص ۹۰۹ مسلم، ابوداؤد نسائی، النکاح

۱۴۷۲ عَنْ جَابِرِ بْنِ زَیْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَنْھُمَا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی بِنْتِ حَمْزَۃَ

نے حضرت حمزہ کی صاحبزادی کے بارے میں فرمایا یہ میرے لئے حلال نہیں

لَا تَحِلُّ لِی یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا یَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ ھِیَ بِنْتُ

رضاعت سے وہ حرام ہے۔ جو نسب کی وجہ سے حرام ہے۔

اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ عہ

یہ میری رضاعی بھتیجی ہے۔

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ دوسری روایتوں میں اخیر میں ہے کہ اسی وجہ سے ام المومنین زناتی تھیں کہ ولادت سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے۔ رضاعت سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

حضرت ام المومنین کے ایک اور رضاعی چچا تھے جن کا انتقال ہو چکا تھا۔ ام المومنین نے اپنے ایک رضاعی چچا کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تھا۔ اگر فلاں زندہ ہوتا تو میرے پاس آتا۔ فرمایا۔ ضرور آتا۔ رضاعت سے بھی وہ تمام حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جو ولادت سے ثابت ہوتی ہے۔

تشریحات ۱۴۷۲ کتاب النکاح میں یہ ہے، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ حضور حمزہ کی صاحبزادی سے کیوں نہیں شادی فرما لیتے۔ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ وہ میرے لئے حلال نہیں۔ الخ یہ عرض کرنے والے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مسلم[۱] میں انھیں سے مروی ہے۔ کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا بات ہے کہ قریش کی عورتوں کو اختیار فرماتے ہیں اور ہمیں نظر انداز فرماتے ہیں۔ فرمایا کیا تمھارے پاس کچھ ہے۔ تو میں نے عرض کیا۔ حمزہ کی بیٹی حضرت حمزہ کی یہ صاحبزادی وہی ہیں جو عمرۃ القضاء کے موقع پر یا عماہ یا عماہ۔ اے چچا۔ اے چچا کہتی ہوئی حاضر ہوئی تھیں۔ جن کا نام عمارہ۔ یا امامہ تھا۔ یا کچھ اور۔

عہ النکاح باب وامھاتکم اللاتی ارضعنکم ص۷۶۴ مسلم، نسائی، ابن ماجہ النکاح

[۱] اول الرضاع باب ما یحرم من الرضاع ما یحرم من الرحم ص ۴۶۷۔

۱۴۷۳ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

حدیث عمرہ بنت عبدالرحمن سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انھیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ

كَانَ عِنْدَهَا وَاَنَّهَا سَمِعَتْ صَوْتَ رَجُلٍ يَسْتَاْذِنُ فِيْ بَيْتِ حَفْصَةَ

تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تھے کہ انھوں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حفصہ سے انکے

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ يَسْتَاْذِنُ

گھر میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کوئی

فِيْ بَيْتِكَ قَالَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرَاهُ

شخص ہے جو حضور کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا ہے تو رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ

فُلَانًا لِعَمِّ حَفْصَةَ مِنَ الرَّضَاعَةِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ لَوْكَانَ فُلَانٌ

علیہ وسلم نے فرمایا میرا یہ خیال ہے کہ یہ فلاں ہے۔ حفصہ کے رضاعی چچا کو بتایا اب عائشہ نے

۱۴۷۳ تشریحات بیت حفصہ اور قالت عائشہ کے درمیان، فتح الباری اور عمدۃ القاری کے ساتھ جو متن ہے اسمیں۔ قالت عائشة یارسول الله اراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة زائد ہے۔ مگر ہندوستانی مطبوعہ میں نہیں۔ صحیح یہی ہے کہ نہیں ہونا چاہئے۔ مسلم میں ہندوستانی مطبوعہ نسخوں کے مطابق ہے۔

ان الرضاعة ؛ نسب کی بنا پر جتنے رشتے والے سے نکاح حرام ہے رضاعت کی بنا پر بھی ان سب سے نکاح حرام ہے۔ البتہ ان میں سے یہ چند رشتہ دار مستثنیٰ ہیں۔ اول۔ بھائی اور بہن کی ماں۔ یہ نسب میں حرام ہے۔ اس لئے کہ وہ یا تو اس کی ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ اور یہ دونوں حرام ہیں۔ مگر رضاع میں حرام نہیں۔ کیونکہ حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ رضاعی بھائی/بہن کی رضاعی ماں رضاعی بھائی بہن کی حقیقی ماں۔ حقیقی بھائی بہن کی رضاعی ماں۔

دوم: بیٹے یا بیٹی کی بہن۔ یہ نسب میں حرام ہے۔ کیونکہ وہ یا تو اس کی بیٹی ہوگی یا ربیبہ۔ مگر رضاعت میں کوئی وجہ حرمت نہیں۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ حقیقی بیٹے یا بیٹی کی رضاعی بہن۔ رضاعی بیٹے یا بیٹی کی حقیقی بہن۔ سوم: بیٹے یا بیٹی کی دادی۔ یہ بھی نسب میں حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ یا تو ماں ہوگی یا باپ کی موطوءہ۔ اور رضاعت میں کوئی رشتہ موجب حرمت نہیں۔

حَیًّا لِعَمِّهَا مِنَ الرَّضَاعَةِ دَخَلَ عَلَیَّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی

اپنے ایک رضاعی چچا کے متعلق عرض کیا اگر وہ زندہ ہوتا تو میرے پاس آتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک

عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِنَّ الرَّضَاعَةَ تُحَرِّمُ مَا یُحَرِّمُ مِنَ الْوِلَادَةِ عہ

رضاعت بھی ان لوگوں کو حرام کرتی ہے جسے ولادت حرام کرتی ہے۔

۱۴۷۴ عَنْ مَسْرُوْقٍ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ

حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ

عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِیْ رَجُلٌ فَقَالَ یَا

تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے پاس ایک مرد تھا حضور نے دریافت فرمایا

عَائِشَةُ مَنْ هٰذَا قُلْتُ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَةِ قَالَ یَا عَائِشَةُ اُنْظُرْنَ

اے عائشہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ میرا رضاعی بھائی ہے فرمایا اے عائشہ تحقیق

مَنْ اِخْوَانُكُمْ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ عہ

کرلیا کرو کون تمہارا بھائی ہے۔ اسلئے کہ رضاعت وہ معتبر ہے جو بھوک دور کرے۔

چہارم۔ چچا یا پھوپھی کی ماں۔ یہ نسب میں دادی ہوگی۔ اس لئے حرام ہے۔ مگر رضاعت میں حرام نہیں۔
پنجم۔ ماموں یا خالہ کی ماں از روئے نسب حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ اس کی نانی ہوگی۔ مگر از روئے رضاعت حرام نہیں۔
ششم۔ بھائی کی بہن۔ نسباً حرام ہے۔ مگر رضاعاً نہیں۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ حقیقی بھائی کی رضاعی بہن رضاعی بھائی کی حقیقی بہن۔ رضاعی بھائی کی رضاعی بہن۔ نسبی بھائی کی بہن سے بھی ایک صورت میں نکاح درست ہے۔ سوتیلے بھائی کی بہن جو دوسرے باپ سے ہو۔

تشریحات ۱۴۷۴ مِنَ الْمَجَاعَةِ۔ جوع میں ایک لغت ہے۔ جس کے معنی بھوک کے ہیں یعنی وہ رضاعت جس کا شرعاً اعتبار ہے جس کی وجہ سے خصوصی رشتہ اور آپس میں نکاح کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہے جو بچے کی بھوک دور کرسکے یعنی اتنی عمر میں ہو کہ بچے کی کا حقہٗ غذا ہو سکے۔ اگرچہ دوسری چیز مثلاً روٹی وغیرہ اسے نہ دی جائے۔ یعنی بچپنے کی حالت میں دودھ پیئے۔ جس کی مقدار دو سال یا ڈھائی سال ہے۔ حضرت امام اعظم

عہ الجہاد باب بیوت ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۴۳۸ ثانی النکاح باب وامہاتکم اللاتی ارضعنکم ص۷۶۴ مسلم، نسائی، النکاح۔ عہ ثانی النکاح باب من قال لا رضاع بعد حولین ص۷۶۴ مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، النکاح۔

نے فرمایا ڈھائی سال اور صاحبین نے فرمایا دو سال۔ صاحبین کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ذٰلِكَ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۔ اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ ارشاد اس کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے۔

حضرت امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد اسی آیت میں فرمایا:

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا۔ ایضا۔ اس کے بعد اگر ماں باپ باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔

فا تعقیب کے لئے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دو سال دودھ پلانے کے بعد زوجین کو اختیار ہے کہ باہمی رضامندی سے چاہیں تو دودھ چھڑا سکتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں اس کا بھی اختیار ہے کہ نہ چھڑائیں۔ دودھ پینے دیں۔ اس سے ثابت کہ دو سال پورے ہونے پر بھی رضاعت کی مدت ہے۔ اس کو حضرت امام اعظم نے چھ ماہ مزید رکھا ہے۔ اس بنیاد پر کہ بچہ یک بیک دودھ نہیں چھوڑتا۔ نیز یہ بچہ کے لئے بلکہ دودھ پلانے والی کے لئے بھی بعض بیماریوں کا سبب ہے۔ دودھ رفتہ رفتہ چھڑایا جاتا ہے اور بچے کو غذا کا عادی بنایا جاتا ہے۔ جب وہ اچھی طرح غذا کھانے لگے تو دودھ چھڑانا مناسب ہوتا ہے۔ تجربے سے اس کی مدت چھ ماہ رکھی گئی ہے۔ جو اقل مدت حمل ہے۔

نیز صاحبین نے اس آیت سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

حَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (احقاف ۱۵) بچے کا ماں کے پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے۔ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے۔ تو دودھ پلانے کی مدت دو سال بچی۔ حضرت امام اعظم کے مؤیدین فرماتے ہیں۔ کہ ثلثون حمل اور فصال کے مجموعے کی مدت نہیں۔ بلکہ علی سبیل البدلیت ہر ایک کی ہے۔ یعنی حمل کی مدت بھی تیس مہینے اور دودھ پلانے کی بھی۔ مگر ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے حمل کی اکثر مدت دو سال رکھی۔ کہ فرمایا۔ بچہ ماں کے پیٹ میں کوئی بچہ دو سال سے زائد نہیں رہتا [1]

ہمارے یہاں رضاعت کے لئے دودھ کی مقدار شرط نہیں۔ تھوڑا سا دودھ بھی حلق کے نیچے اتر گیا خواہ بطریق معہود خواہ غیر معہود۔ مثلاً شیشی کے ذریعہ پلایا۔ یا نلکی وغیرہ کے ذریعہ پہنچایا۔ خواہ منہ کے ذریعہ ہو خواہ ناک کے۔ بہر صورت رضاعت ثابت ہوگی۔

دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے۔ دو سال کے بعد بچے کو دودھ پلانا جائز نہیں اور حرمت نکاح میں ڈھائی سال معتبر ہے۔ یعنی ڈھائی سال کی عمر میں بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا۔ تو اس کی رضاعی ماں ہے۔ رضاعت کے تمام رشتے ثابت ہوں گے۔ اگرچہ یہ جائز نہیں کہ دو سال کے بعد دودھ پلایا جائے۔

---

[1] دار قطنی بیہقی فی سننہما فتح الباری ج رابع ص ۱۸۰۔

بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا۔ (النور)

صلہ ۳۶ قاذف اور چور اور زانی کی گواہی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ اور کبھی بھی ان کی گواہی نہ قبول کرو۔ یہ لوگ فاسق ہیں مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کرلی۔

توضیح باب قاذف وہ شخص ہے جس نے کسی پر زنا کی تہمت لگائی۔ اور یہاں مراد وہ شخص ہے جس نے کسی مسلمان عاقل بالغ محصن پر زنا کی تہمت لگائی اور چار گواہ نہیں پیش کیا۔ جس کی وجہ سے اس پر حد قذف لگائی گئی ہو۔ اگرچہ باعتبار معنی لغوی اور عرفی وہ بھی قاذف ہے جو زنا کی تہمت لگائے۔ اور چار گواہ نہ پیش کرسکے اور کسی وجہ سے حد قذف سے بچ جائے۔ مگر یہ متنازعہ نہیں۔ یہ اگر توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ تو بالاتفاق گواہی مقبول ہے۔ مختلف فیہ وہ ہے جسے حد قذف لگائی گئی ہو۔ ہمارے یہاں معاملات میں اس کی گواہی کبھی مقبول نہیں اگرچہ توبہ کرلے۔ اگرچہ جو تہمت لگائی تھی اس سے رجوع کرلے۔ اگرچہ نیک اور صالح ہوجائے۔ عبادات میں اس کی گواہی بعد توبہ قبول کی جاسکتی ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے یہاں بعد توبہ اور ظہور صلاح اس کی گواہی معاملات میں بھی مقبول ہے۔ اس سلسلے میں دونوں فریق کی دلیل سورۂ نور کی یہ چوتھی آیت ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جو لوگ پارسا عورتوں پر (زنا) کا الزام لگائیں پھر چار گواہ چشم دید نہ لائیں تو انھیں اسّی کوڑے مارو اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور یہ لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

احناف کا استدلال احناف کہتے ہیں۔ کہ محدود فی القذف کے بارے میں یہ ارشاد ہوا۔ ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا۔ اس میں شہادۃً نکرہ تحت نفی عموم و استغراق کا افادہ کررہا ہے۔ یعنی اس کی کوئی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ اس کے عموم میں بعد توبہ کی گواہی بھی داخل ہے۔ پھر ابداً یعنی کبھی نہ قبول کرو۔ فرما کر اسے اور واضح اور موکد فرمادیا۔ ابد، استغراق زمان کے لئے ہے۔ جو صراحۃً بعد توبہ کو بھی شامل

شوافع کا استدلال حضرات شوافع فرماتے ہیں کہ اس ارشاد کے بعد۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا۔ استثنا ہے۔ جس نے توبہ کرنے والوں کو۔ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ کے عموم سے خاص کردیا۔ اس لئے بعد توبہ ان کی گواہی مقبول ہے۔

جواب احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب یہ استثنا متصل ہو۔ اور یہاں استثنا متصل بنتا نہیں۔ کیونکہ مستثنیٰ یعنی الذین تابوا۔ مستثنیٰ منہ یعنی الفسقین میں داخل نہیں۔ کیونکہ توبہ کے بعد فاسق نہیں رہے۔ اس لئے کہ توبہ ماقبل کے گناہ ختم کردیتی ہے۔ اور ان کی شہادت کا نامقبول ہونا تتمہ حد سے ہے۔

اس کی تقریر یہ ہے۔ کہ لاتقبلوا، فاجلدوھم پر معطوف ہے۔ اور اسی کی طرح جزا دونوں جملہ انشائیہ ہیں اور دونوں کے مخاطب حکام ہیں۔ اور واؤ جمعیت کے لئے آتا ہے تو پوری حد یہ ہوگی کہ اسّی کوڑے بھی مارے جائیں اور ہمیشہ ہمیش ان کو مردود الشہادۃ بھی کر دیا جائے۔ اور ابدا۔ پر جملہ سابقہ پورا ہوگیا۔ اور واؤ لئک سے ایک نیا جملہ شروع ہوا۔ یہ نہ انشاء ہے نہ حکام سے خطاب بلکہ اخبار ہے۔ اور جملہ اسمیہ۔ اس لئے اس کا عطف۔ فاجلدوھم۔ پر درست نہیں اس بنا پر یہ تتمہ حد نہیں یہ بشمول الا الذین تابوا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ جو ماقبل سے متصل ہے۔ اس لئے الا الذین تابوا۔ لاتقبلوا۔ کا مستثنیٰ کسی طرح نہیں بن سکتا۔ لہذا یہ حکم اپنے عموم اور استغراق پر باقی ہے۔

اصلحوا یہ قید اس افادے کے لئے ہے کہ توبہ کے بعد یہ ضروری ہے کہ وہ توبہ پر قائم رہے اور صلاح وتقویٰ سے آراستہ رہے۔ اور اس پر اتنی مدت گذر جائے کہ پورے طور سے اطمینان ہو جائے۔ کہ یہ اب صالح متدین ہوگیا۔ اس کے لئے سال بھر کی مدت مقرر ہے۔

ت	وَجَلَدَ عُمَرُ اَبَا بَكْرَةَ وَشِبْلَ بْنَ مَعْبَدٍ وَّنَافِعًا بِقَذْفِ الْمُغِيْرَةِ
۴۹۶	اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ اور شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرہ
	ثُمَّ اسْتَتَابَهُمْ وَقَالَ مَنْ تَابَ قَبِلْتُ شَهَادَتَهٗ
	رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زنا کی تہمت لگانے کی وجہ سے کوڑے مارے۔ پھر توبہ کروائی۔ اور فرمایا جو توبہ کرے گا اس کی گواہی قبول کروں گا۔

۴۹۶ تشریحات یہ ناخوشگوار واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے والی تھے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خط لکھا جس میں حضرت مغیرہ کو ام جمیل نامی ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے کا الزام لگایا۔ کہ جسے میں نے شبل بن معبد نافع زیاد نے دیکھا ہے۔ یہ چاروں سمیہ کے بطن سے تھے اور سوتیلے بھائی تھے۔ اس پر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کا والی بنا کر بھیجا۔ اور انھیں حکم دیا کہ مغیرہ اور ابو بکرہ کو مع دیگر گواہوں کے میرے پاس بھیج دو۔ اس حادثے کے گواہ حضرت ابو بکرہ کے تین سوتیلے بھائی شبل بن معبد نافع، اور زیاد بن ابیہ تھے۔ یہ چاروں سمیہ کے بطن سے تھے۔

جب یہ لوگ مدینہ طیبہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت ابو بکرہ، شبل اور نافع نے زنا کی گواہی دی۔ مگر زیاد نے صرف یہ کہا کہ میں نے ان دونوں کو ایک لحاف میں دیکھا ہے۔ اور زور سے سانس لیتے سنا ہے۔ زنا کرتے نہیں دیکھا ہے۔

اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکرہ، شبل بن معبد اور نافع کو اسّی کوڑے مارے جو حد قذف ہے[1]۔ اور ان سے توبہ کرنے کو کہا۔ شبل اور نافع نے توبہ کر لی مگر حضرت ابو بکرہ نے توبہ نہیں کی[2]۔

---

[1] مستدرک للحاکم جلد ثالث ص۴۵۱۔ [2] بدایۃ نہایۃ جلد ثامن ص۵۷

اس تعلیق کو حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۰۴ھ میں روایت کیا ہے اس کے بنیادی راوی سعید بن مسیب ہیں ۔ ان کا مذہب اس کے برخلاف تھا کہ محدود فی القذف کی گواہی مقبول نہیں ۔ لمحہ فکریہ یہ ہے ۔ کہ اگر واقعی یہ روایت سعید بن مسیب کے نزدیک صحیح ہوتی ۔ تو پھر انھیں اس کی کیسے جرأت ہوتی کہ حضرت عمر کے ایسے ارشاد کے خلاف فتویٰ دیں جو انھوں نے صحابۂ کرام کے مجمع عام میں فرمایا ۔ جس پر تمام حاضرین صحابہ نے سکوت فرمایا ۔ یہ دلیل ہے کہ روایت مذکورہ خود حضرت سعید بن مسیب کے نزدیک معلول ہے ۔

۷۹۴ وَاَجَازَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُتْبَةَ وَعُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَسَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَطَاؤُسٌ وَمُجَاهِدٌ وَالشَّعْبِيُّ وَعِكْرِمَةُ وَالزُّهْرِيُّ وَمُحَارِبُ بْنُ دِثَارٍ وَشُرَيْحٌ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ ۔

اور محدود فی القذف کی گواہی کو عبداللہ بن عتبہ اور عمر بن عبدالعزیز اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور مجاہد اور شعبی اور عکرمہ اور زہری اور محارب بن دثار اور شریح اور معاویہ بن قرہ نے جائز رکھا ۔

تشریحات ۷۹۴ یہ گیارہ افراد ہیں ان میں سے قاضی شریح اور معاویہ بن قرہ سے کوئی روایت ایسی نہیں جس سے بالتصریح یہ ثابت ہو کہ یہ لوگ محدود فی القذف کی بعد توبہ شہادت قبول کرنے کو جائز جانتے تھے ۔ اب صرف نو رہ گئے ۔ اور یہ سب تابعی ہیں ۔ اس کے برخلاف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہ ہے اس کی گواہی مقبول نہیں ۔ جیسا کہ ابن حزم نے سند جید کے ساتھ ان سے روایت کیا ہے ۔ علاوہ ازیں امام بیہقی نے مثنّیٰ بن صباح اور آدم بن فائد سے بطریق عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کیا ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ۔

لا تجوز شهادة خائن ولا محدود في الاسلام جسے اسلام میں حد ماری گئی ہو اور خائن کی گواہی مقبول نہیں ۔

نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق عبدالرحمٰن بن سلیمان عن حجاج عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے ۔ کہ فرمایا ۔

المسلمون عدول بعضهم على بعض الا محدود في قذف مسلمان ایک دوسرے پر عادل ہیں سوائے محدود فی القذف کے ۔

علاوہ ازیں ان گیارہ افراد میں سے امام مجاہد ۔ امام عکرمہ امام شعبی اور قاضی شریح سے یہ بھی مروی ہے کہ قاذف کی گواہی مقبول نہیں ۔ مزید برآں امام حسن بصری امام سفیان بن سعید اور امام سعید بن مسیب سے بھی یہی مروی ہے ۔

علاوہ ازیں گذر چکا کہ حضرت امام اعظم نے فرمایا ۔ ہم تابعین سے اختلاف کرتے ہیں وہ ہم سے کرتے ہیں ۔ وہ بھی مرد ہیں ہم بھی مرد ہیں ۔

۴۹۸ وَقَالَ اَبُوالزِّنَادِ اَلْاَمْرُ عِنْدَنَا بِالْمَدِيْنَةِ اِذَا رَجَعَ الْقَاذِفُ

ت اور ابوالزناد نے کہا۔ ہمارے یہاں مدینے میں یہی ہے کہ قاذف جب اپنے قول سے رجوع

عَنْ قَوْلِهٖ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ

کرلے اور اپنے رب سے توبہ کرلے تو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

۴۹۸ تشریح اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے بطریق حصن بن عبدالرحمن ان الفاظ میں روایت کی۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اسے قذف کی حد ماری جارہی ہے۔ جب وہ سزا پاچکا تو اس نے توبہ کی۔ میں نے ابوالزناد سے پوچھا تو وہ جواب دیا۔

۴۹۹ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ وَقَتَادَةُ اِذَا اَكْذَبَ نَفْسَهٗ جُلِدَ وَ

ت اور امام شعبی اور قتادہ نے کہا۔ جب اپنے آپ کو جھٹلائے تو اسے

قُبِلَتْ شَهَادَتُهٗ۔

کوڑے مارے جائیں اور اس کی گواہی قبول کی جائے۔

۴۹۹ تشریح امام شعبی کے قول کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا۔ ابھی گذرا کہ امام شعبی اور قتادہ دونوں سے اس کے برخلاف مروی ہے۔

۵۰۰ وَقَالَ الثَّوْرِيُّ اِذَا جُلِدَ الْعَبْدُ ثُمَّ اُعْتِقَ جَازَتْ شَهَادَتُهٗ

ت امام ثوری نے فرمایا۔ جب غلام کو کوڑے مارے جائیں پھر آزاد کردیا جائے تو اس کی گواہی

وَاِذَا اسْتُقْضِيَ الْمَحْدُوْدُ فَقَضَايَاهُ جَائِزَةٌ۔

درست ہے۔ اور جب کہ قاضی بنادیا جائے۔ تو اس کے فیصلے نافذ ہیں۔

۵۰۰ تشریح امام ثوری سے اس کے برخلاف یہ بھی مروی ہے۔ کہ قاذف توبہ بھی کرلے جب بھی اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جیساکہ مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

قَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ الْقَاذِفِ وَاِنْ تَابَ۔ اور بعض الناس نے کہا۔ قاذف کی گواہی جائز نہیں اگرچہ توبہ کرلے۔

تشریحات یہاں بعض النّاس سے مراد امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ یہ

امام بخاری کی عنایت ہے کہ اس قول کو صرف امام اعظم کی طرف منسوب فرمایا۔ حالانکہ یہی حبرامت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی قول ہے۔ اور تابعین میں سے امام حسن بصری امام سعید بن مسیب، سفیان بن سعید کا قول ہے علاوہ ازیں امام شعبی، عکرمہ، مجاہد قاضی شریح کا ایک قول بھی یہی ہے۔

نیز حدیث سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر کوئی بات حدیث مرفوع سے ثابت ہو اور وہ حضرت ابن عباس جیسے فقیہ صحابی کا مذہب ہو تو اس پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا کہ آٹھ نو تابعین اس کے خلاف فرماتے ہیں۔

ثُمَّ قَالَ لَا يَجُوْزُ نِكَاحٌ بِغَيْرِ شَاهِدَيْنِ فَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ مَحْدُوْدَيْنِ جَازَ وَإِنْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ عَبْدَيْنِ لَمْ يَجُزْ۔

پھر اس نے کہا۔ کہ کوئی نکاح بغیر گواہ کے درست نہیں۔ لیکن اگر محدود کی گواہی میں نکاح کیا تو صحیح ہے اور اگر دو غلاموں کی گواہی میں کیا تو درست نہیں۔

توضیح یہ حضرت امام اعظم پر تعریض ہے۔ اس پر امام بخاری کو تعجب ہے کہ جب محدود فی القذف کی گواہی ناقابل قبول تو ان کی گواہی میں نکاح کیسے درست ہے — اور انھیں حیرت بالائے حیرت یہ ہے۔ کہ دو غلاموں کی گواہی میں نکاح صحیح نہیں مانتے۔

یہ معارضہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت امام بخاری باآں جلالت قدر حضرت امام اعظم کے مدارک علمیہ کے سمجھنے سے قاصر ہیں — فرق یہ ہے کہ تحمل شہادت اور ادا شہادت دو مختلف درجے ہیں۔ تحمل شہادت کے لئے بالغ عادل ہونا شرط نہیں۔ بلکہ اسلام بھی شرط نہیں۔ صحابۂ کرام نے حالت کفر میں بہت سی باتیں دیکھیں اور سنیں اور اسلام لانے کے بعد اسے بیان کیا تو تمام امت نے بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔

اس پر اتفاق ہے کہ فاسق اور بچے کی گواہی مقبول نہیں۔ مگر ان کا تحمل شہادت درست ہے یعنی وقوع کے وقت نابالغ تھے یا فاسق تھے۔ مگر ادا شہادت کے وقت متدین اور بالغ ہیں تو ان کی شہادت مقبول ہے — نکاح کے وقت ادائے شہادت نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف تحمل ہوتا ہے۔ اس لئے دو محدود کی گواہی میں نکاح درست ہے۔

رہ گیا دو غلاموں کی شہادت میں نکاح صحیح نہیں۔ اس کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے ایسے گواہ ضروری ہیں جو قبول و رد کا اختیار رکھتے ہوں۔ غلام اس کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس لئے اس کی گواہی سے نکاح درست نہیں تفصیل ہدایہ اور اس کی شروح میں ملاحظہ کریں۔

وَأَجَازَ شَهَادَةَ الْمَحْدُوْدِ وَالْعَبْدِ وَالْأَمَةِ لِرُؤْيَةِ هِلَالِ رَمَضَانَ۔

اور اس نے محدود اور غلام اور باندی کی گواہی ہلال رمضان کی رویت کے لئے جائز رکھی

توضیح امام بخاری کی یہ تعریض اس کی دلیل ہے کہ وہ احناف کے مذہب سے کماحقہٗ واقف نہیں تھے۔ اور اسی ناواقفی کی بنیاد پر کہیں کہیں تعریضیں کردیں۔ ہلال رمضان کی رویت کے ثبوت کے لئے شہادت شرط نہیں۔ محض خبر کافی ہے — جیسا کہ مبسوط سے لے کر شامی تک میں بالتصریح مذکور ہے۔ اور دینیات میں غلام اور باندی کی بھی

خبر مقبول ہے۔ اسی طرح بعد توبہ محدود فی القذف کی بھی۔

وَكَيْفَ تَعْرِفُ تَوْبَتَهُ وَقَدْ نَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّانِي سَنَةً۔
اور اس کی توبہ کیسے پہچانی جائے گی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی کو ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا تھا۔

توضیح یہ باب کا تتمہ ہے۔ قاذف کی توبہ کی کیفیت کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے اکثر سلف نے یہ فرمایا کہ یہ ضروری ہے کہ وہ اقرار کرے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی۔ اور کچھ نے فرمایا کہ صلاح و تقویٰ پر پابندی ایک مدت تک ظاہر ہو جائے۔ تو یہی توبہ ہے۔ امام بخاری کا بھی رجحان اسی طرف ہے جیسا کہ ابھی آ رہا ہے۔

باب ۵۰۱

وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كَلَامِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ وَصَاحِبَيْهِ حَتَّى مَضَى خَمْسُونَ لَيْلَةً۔
اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں سے بات چیت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ پچاس راتیں گذر گئیں۔

تشریحات ۵۰۱ حضرت کعب بن مالک اور مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے۔ واپسی کے بعد ان پر عتاب فرمایا تمام صحابۂ کرام کو حکم دیدیا کہ ان تینوں سے ملنا جلنا، سلام کلام کرنا بند کر دیں۔ پچاس دن کے بعد جب ان کے توبہ قبول ہونے کی بشارت نازل ہوئی تو یہ مقاطعہ ختم ہوا۔ اس واقعہ کی تفصیل کتاب التفسیر میں آئے گی۔

مطابقت غزوۂ تبوک میں شرکت کا ان تمام صحابۂ کرام کو حکم تھا۔ جو سفر اور جہاد کی استطاعت رکھتے تھے۔ یہ تینوں حضرات باوجود استطاعت کے شریک نہ ہوئے۔ یہ معصیت تھی۔ واپسی پر ان لوگوں سے مواخذہ فرمایا تو ان لوگوں نے اقرار کر لیا۔ کہ تخلف ہماری سستی کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ قاذف نے اپنے آپ کو جھٹلایا۔ دونوں اقرار معصیت میں مشترک ہیں مگر اتنے ہی پر ان کی خطا معاف نہ ہوئی بلکہ ان سے قطع تعلق کا حکم ارشاد ہوا جو پچاس دن تک رہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف اقرار معصیت توبہ کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ صلاح و تقویٰ کے آثار کا ظہور ضروری ہے۔

حدیث ۱۴۷۵

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ امْرَأَةً سَرَقَتْ فِي غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا
عروہ بن زبیر نے خبر دی کہ غزوہ فتح میں ایک عورت نے چوری کی۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو حکم دیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ یہی ہوا -

فَقُطِعَتْ يَدُهَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَحَسُنَتْ تَوْبَتُهَا وَتَزَوَّجَتْ وَكَانَتْ

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ اس عورت نے توبہ کی اور اس کی توبہ اچھی رہی۔ اور

تَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَارْفَعُ حَاجَتَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عہ

اس نے شادی کر لی اور وہ میرے پاس آتی تھی تو میں اس کی ضرورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتی تھی۔

۱۴۷۵

تشریحات

تکمیل۔ یہ حدیث مختلف ابواب میں بالفاظ مختلفہ پوری یوں مروی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ بنی مخزوم کی ایک عورت نے فتح مکہ کے موقع پر چوری کی۔ قریش اس کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کون بات کرے انھوں نے کہا۔ سوائے اسامہ بن زید کے اور کوئی اس کی جرأت نہیں کر سکتا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

حضرت اسامہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا۔ تو فرمایا۔ حدود الٰہی میں سفارش کرتا ہے؟۔ اس پر حضرت اسامہ نے عرض کیا۔ میرے لئے استغفار فرمائیں۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور خطبہ دیا۔ تم سے پہلے والے بنی اسرائیل اسی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد بھی (بالفرض) چوری کرے گی تو اس کا بھی ہاتھ میں کاٹوں گا پھر اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم دیا۔ (الحدیث)

چوری کرنے والی عورت کا نام فاطمہ بن الاسود بن عبدالاسد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھتیجی تھی۔ اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر سے قالین میں لپیٹا ہوا زیور مع قالین کے چرایا تھا۔

قریش کی خواہش تھی کہ یا تو اسے معاف کر دیا جائے یا فدیہ لے لیا جائے۔ فدیے کے لئے چالیس اوقیے کی پیش کش بھی کی۔ مگر قبول نہیں فرمایا۔ یہ ارشاد کہ اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے گی تو اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔ یہ حد کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ دو طرح سے۔ ایک یہ کہ باپ کو بیٹی سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔ دوسرے حضرت سیدہ، سیدۃ نساء العالمین ہیں۔ حدود میں ان کی بھی کوئی رعایت نہ ہو گی۔ تو اور کون ہے جس کی رعایت کی جائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ حدیث بیان فرماتے تو حضرت سیدہ کا نام نامی نہیں لیتے۔ بلکہ یوں روایت کرتے۔ فذکر عضوا شریفًا من الاھل اٰلہ الشریفۃ۔ اور معزز خاتون کا نام لیا۔ سبحان اللہ یہ اسلاف خانوادۂ نبوت کے ساتھ ادب میں کس طرح اوج ثریا پر تھے۔ فجزاہ اللہ خیرا لجزاء عہ۲

عہ الانبیاء باب ص۴۹۴ فضائل الصحابۃ باب ذکر اسامۃ ص۵۲۸ دو طریقے سے۔ ثانی المغازی باب ص۶۱۶ الحدود باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع باب کراہیۃ الشفاعۃ فی الحدود ص۱۰۰۳ باب توبۃ السارق ص۱۰۰۳ مسلم ابوداؤد الحدود نسائی القطع۔

عہ۲ یہ ساری تفصیلات فتح الباری جلد سابع کتاب الحدود سے لی گئی ہیں۔ ۱۲ منہ

اس میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس عورت کا نام بھی فاطمہ تھا۔ اس لئے حضرت سیدہ کا نام نامی لیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت بلال نے اس عورت کا ہاتھ کاٹا تھا۔ باب کے ساتھ مطابقت فحسنت توبتھا۔ سے ہے۔ توبہ کا حُسن یہ ہے کہ وہ قبل گناہ کی حالت پر آجائے۔ اور قبل معصیت اس کی گواہی قبول تھی تو اقامت حد کے بعد بھی مقبول۔

جب تک معاملہ حاکم تک نہ پہنچے حدود میں شفاعت محمود ہے۔ مدعی اور گواہوں کو سمجھا بجھا کر روکا جائے۔ حدیث میں ہے۔ تعافوا الحدود۔ حدود کو درگذر کرنے کی کوشش کرو۔ مگر جب کہ مجرم موذی ہو۔ مجاہر بے باک ہو تو بہتر ہے کہ اسے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ حاکم کے یہاں معاملہ پہنچنے کے بعد حدود میں شفاعت جائز نہیں اور نہ حاکم کو جائز کہ اسے معاف کرے۔

چور خواہ مرد ہو یا عورت بعد ثبوت دونوں پر یکساں حد، ہاتھ کاٹنا ہے، چور حد جاری ہونے کے بعد توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے۔

۱۴۷۶ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ ؏

حدیث حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور اس شخص کے بارے میں جس نے زنا کیا اور محصن نہیں تھا سو کوڑے مارنے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کرنے کا حکم دیا۔

۱۴۷۶ تشریحات مطابقت کی تقریر یہ ہے کہ حد گناہوں کے لئے کفارہ ہونے کی وجہ سے بمنزلہ توبہ ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے محض اسی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ سال بھر کے لئے جلاوطن کر دیا۔ تاکہ اصلاح حال ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمامیت توبہ کے لئے اصلاح حال ضروری ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کی روشنی میں غیر محصن زانی کے لئے سو کوڑوں کے ساتھ ساتھ سال بھر تک جلاوطن کرنا حد کا جز قرار دیا ہے۔ ہمارے یہاں بنص قرآن اس کی سزا صرف سو کوڑے ہیں۔ اور اور یہ خبر واحد ہے جس سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز نہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس زانی کو جلاوطن کرنا بطور سیاست تھا۔ اور اب یہ منسوخ ہے۔ جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کفی بالنفی فتنۃ۔ جلاوطن کرنے کی ممانعت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ فتنہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جلاوطن کیا تو وہ دارالحرب چلا گیا۔ اس پر قسم کھالی کہ اب کسی کو جلاوطن نہیں کروں گا۔ اگر جلاوطن کرنا

؏ مسلم الحدود

حد ہوتی تو حضرت علی مرتضیٰ اسے فتنہ نہ فرماتے۔ اور حضرت عمر سے بر بعید ہے کہ حد قائم نہ کرنے کی قسم کھائیں۔

بَابٌ لَا يُشْهِدُ عَلٰى جَوْرٍ اِذَا اُشْهِدَ ص۳۶۱　　جب ظلم پر گواہ بنایا جائے تو گواہ نہ بنے۔

اس باب کے ضمن میں پہلے حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ ان کے والد نے کچھ دیا تھا اور اپنی بقیہ اولاد کو نہیں دیا تھا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے کہ حضور اس پر گواہ ہو جائیں۔ تو فرمایا۔ لَا تُشْهِدْنِيْ عَلٰى جَوْرٍ۔ مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ یا فرمایا۔ لَا اَشْهَدُ عَلٰى جَوْرٍ۔ میں ظلم پر گواہ نہ بنوں گا۔

۱۴۷۷ سَمِعْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حدیث حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد کا ہے پھر اس کے بعد کا ہے۔ حضرت عمران نے کہا

ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ قَالَ عِمْرَانُ لَا اَدْرِيْ اَذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

میں نہیں جانتا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے بعد دو قرن ذکر فرمایا یا تین۔ نبی صلی اللہ

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدُ قَرْنَيْنِ اَوْ ثَلٰثَةً قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو خیانت کریں گے امانت دار

وَسَلَّمَ اِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ وَيَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ

نہ ہوں گے۔ گواہی دیں گے حالانکہ وہ گواہ بنائے نہیں گئے ہیں منت مانیں گے پوری

وَيَنْذُرُوْنَ وَلَا يَفُوْنَ وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ۔ عـہ

نہیں کریں گے۔ ان میں مٹاپا ظاہر ہوگا۔

۱۴۷۷ **تشریحات** **قرنی**۔ قرن کے لغوی معنی زمانہ ہے۔ اس سے مراد ایک زمانے کے لوگ جن کی عمریں قریب قریب ہوں جیسے ہماری زبان میں ہم عمر ہمجولی کہتے ہیں۔ برسوں سے اس کی مقدار متعین کرنے میں اہل لغت کے مابین کثیر اختلاف ہے۔ دس سال، بیس سال، تیس سال، چالیس سال، ساٹھ سال، ستر سال، اسی سال، سو سال، ایک سو بیس سال ــ علامہ عسقلانی نے ستر سال کو اعدل الاقوال قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے۔

عـہ فضائل الصحابہ باب اول ص۵۱۵ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا ص۹۵۱ الایمان والنذور باب اثم من لا یفی بالنذر ص۹۹۱ مسلم الفضائل۔ نسائی النذر۔

اعمار امتی ما بین ستین الی سبعین[1] میری امت کی عمریں ساٹھ سے لیکر ستر تک ہیں۔

شارحین نے فرمایا کہ قرنی سے مراد صحابہ کرام ہیں۔ اور پہلے یلونہم سے مراد تابعین اور دوسرے سے تبع تابعین۔ بر بنائے قول مشہور صحابہ کا قرن سنہ ۱۲۰ھ یا اس سے کچھ کم وبیش میں حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر پورا ہوگیا۔ اس کے بعد ستر اسی سال تک تابعین کا دور رہا۔ پھر پچاس برس تبع تابعین کا رہا۔ لگ بھگ دو سو بیس ہجری میں تبع تابعین کا دور ختم ہوگیا۔ اس کے بعد وہ سب شروع ہوگیا۔ جو حدیث میں فرمایا۔

اقول ھو المستعان۔ علامہ ابن حجر نے یہی لکھا ہے کہ قرن صحابہ کم وبیش سنہ ۱۲۰ھ میں پورا ہوگیا۔ کیونکہ صحابہ کرام میں سب کے بعد حضرت ابوالطفیل نے وفات پائی ہے۔ مگر مجھے ان کے وصال کے بارے میں سنہ ۱۲۰ھ کی کوئی روایت نہیں ملی خود اصابہ میں حضرت علامہ مذکور نے صرف دو قول ذکر فرمایا ہے۔ سنہ ۱۰۰ھ یا سنہ ۱۱۰ھ اگر قول ثانی کو راجح مانا جائے تو قرن صحابہ کا اختتام سنہ ۱۱۰ھ میں ہوگیا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام مطلقاً تمام امت سے افضل ہیں اور بعض ایسی احادیث جن سے غیر صحابی کی افضلیت مترشح ہوتی ہے وہ مؤول ہیں۔ یا تو کوئی خاص جزوی فضیلت مراد ہے یا کسی عمل پر ثواب کی زیادتی مراد ہے۔ یہ صحابہ کرام کی افضلیت مطلقہ کے معارض نہیں۔ ایمان کے ساتھ حیات ظاہری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت وہ فضیلت ہے جس کے مماثل امت کا کوئی عمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ فضیلت کی بنیاد قرب خداوندی اور اس کا حضور وشہود ہے۔ ان میں جتنی زیادتی ہوگی۔ اسی تناسب سے فضیلت کی زیادتی ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور صحبت سے جو حضور وشہود حاصل ہوتا ہے وہ ہزار سالہ عبادت وریاضت سے بھی نہیں حاصل ہو سکتا۔ حضرت انس[2] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد مشہور ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو ہر چیز منور ہوگئی اور جس دن وصال فرمایا ہر چیز تاریک ہوگئی۔

وما فرغنا من دفنہ حتی انکرنا قلوبنا اور ہم دفن سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت میں مَا نَفَضْنَا اَيْدِيَنَا۔ ہے۔ یعنی ہم نے اپنے ہاتھ سے گرد وغبار جھاڑا بھی نہیں تھا اور ابھی دفن ہی کر رہے تھے۔ کہ اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔ ایک اور حدیث کاتب[3] نبی حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ وہ ایک دفعہ رو رہے تھے کہ ان کے قریب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ہوا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے بتایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں۔ حضور جنت کا اور دوزخ

---

[1] ترمذی ثانی الزھد باب فی اعمار ہذہ الامۃ ص۵۶ ابن ماجہ الزہد باب الامل والاجل ص۳۲۲

[2] مسند امام احمد جلد ثالث ص۱۲۱ ابن ماجہ جنائز ص۱۱۹ ترمذی ثانی مناقب ص۲۰۲

[3] ترمذی ثانی ابواب القیمۃ ص۷۴

کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ہمارے سامنے ہیں۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں آتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا۔ میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ دونوں حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت حنظلہ نے سرگزشت سنائی تو ارشاد فرمایا۔ میری بارگاہ سے اٹھتے وقت۔ جو تمہاری حالت ہوتی ہے اگر اسی پر ہمیشہ رہو تو مجلسوں مجمعوں، راستوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔ مگر اے حنظلہ یہ وقت وقت کی بات ہے۔

لَا يَسْتَشْهَدُوْنَ اشتہاد کے ایک معنی ہیں گواہی دینے کے لئے بلانا کہنا۔ دوسرا معنی ہے۔ گواہ بنانا۔ پہلے معنی پر اس کا ترجمہ یہ ہوگا۔ ان کو گواہی کے لئے طلب نہ کیا جائے گا اور از خود گواہی دینے پہنچ جائیں گے۔ یہ مشکل احادیث میں سے ہے۔ اس لئے کہ کبھی کبھی گواہی دینی واجب ہوتی ہے اور کبھی مستحب ہوتی ہے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ۔ بقرہ آیت ۲۸۳ — اور گواہی مت چھپاؤ۔ جو گواہی چھپائے اس کا دل گنہ گار ہے۔

اس کے برخلاف مسلم میں حضرت زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ الشُّهَدَاءِ الَّذِيْنَ يَاْتُوْنَ الشَّهَادَةَ قَبْلَ اَنْ يُسْئَلُوْهَا۔ — کیا تمہیں سب سے اچھے گواہوں کو نہ بتادوں۔ یہ وہ ہیں جو کہنے سے پہلے گواہی دینے آجاتے ہیں۔

علامہ جوزی نے فرمایا۔ کہ پہلی حدیث میں گواہی سے مراد جھوٹی گواہی ہے اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ فرمایا۔

ثُمَّ يَفْشُوا الْكِذْبُ حَتّٰى يَشْهَدَ الرَّجُلُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ۔ — اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا یہاں تک کہ آدمی گواہی دے گا حالانکہ وہ گواہ بنایا نہیں گیا ہے۔

یہ اچھی تطبیق ہے۔ اس لئے کہ جو موقعہ کے گواہ ہوں گے۔ مدعی انھیں خود ہی دعویٰ ثابت کرنے کے لئے بلائے گا بے بلائے جھوٹے گواہ ہی جائیں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ استفعال کو مجرد کے معنیٰ میں لیا جائے۔ جیسے استقر، قرّ کے معنی میں۔ اب یہ معنیٰ ہوئے کہ موقع پر موجود نہ تھے۔ پھر بھی گواہی دیں گے۔ اور دوسرے معنی پر ترجمہ یہ ہوگا۔ حالانکہ وہ گواہ بنائے نہیں گئے ہیں۔ جیسے آیت کریمہ میں پہلے فَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ سورہ بقرہ ۲۸۲ اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو۔ اب معنیٰ یہ ہوئے کہ بے گواہ بنائے ہوئے گواہی دیں گے۔ حاصل وہی ہوا کہ موقع پر موجود نہ تھے۔ اور گواہی دیں گے۔ جھوٹی گواہی کی ایک صورت یہ بھی ہے۔ اور یہی معنیٰ ظاہر بھی ہے اور محاورۂ قرآن کے مطابق ہونے کی وجہ سے زیادہ قوی بھی۔

---

[1] شافی اقضیہ ص۷۷

یظہر فیہم السمن یہ کنایہ ہے کثرت مال اور زیادتی تنعم اور ترفہ سے۔ کہ مال و دولت کی بہتات ہوگی۔ عمدہ عمدہ غذائیں خوب کھائیں گے جس کی وجہ سے مٹاپا چھا جائے گا جس کی وجہ سے خدا کی یاد اور خدا کی طرف رغبت، اس کا خوف کم ہو جائے گا۔ آخرت کے بجائے دنیا میں انہماک ہو جائے گا، جو شرعاً سخت مذموم ہے۔

۱۴۷۸ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْئُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ قَالَ إِبْرَاهِيْمُ وَكَانُوْا يَضْرِبُوْنَنَا عَلَى الْيَمِيْنِ وَالْعَهْدِ۔ ؏

حدیث حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ سب لوگوں سے بہتر میرے زمانے والے ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایسے آئیں گے جن کی گواہی ان کی قسم پر اور ان کی قسم ان کی گواہی سے آگے بڑھی ہوگی۔ ابراہیم نے کہا کہ لوگ ہم کو قسم اور عہد پر مارتے تھے۔

تشریحات ۱۴۷۸ **تسبق**۔ اس سے مراد یہ ہے۔ ان کی نظر میں شہادت اور عہد کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ بلا ضرورت بات بات پر قسم کھائیں گے اور شہادت دیں گے اتنی بے باکی ہوگی کہ کبھی گواہی کا صیغہ پہلے استعمال کریں گے کبھی قسم کا۔ حالانکہ گواہی کے ساتھ قسم ممنوع بلکہ وہ گواہی کو بھی بعض علماء کے نزدیک لغو کر دیتی ہے۔

قال ابراہیم یہ حضرت ابراہیم نخعی ہیں جو حضرت امام اعظم کے شیخ حضرت حماد کے شیخ ہیں۔ بخاری باب فضائل میں یہ زائد ہے و نحن صغار۔ ہم بچے تھے۔ تو اشہد باللہ و علی عہد اللہ کہنے پر ہم کو منع کیا جاتا حتی کہ مارا جاتا۔ تاکہ یہ تکیہ کلام نہ ہو جائے اور موقع بے موقع زبان پر جاری نہ ہو جایا کرے۔

باب مَا قِيْلَ فِيْ شَهَادَةِ الزُّوْرِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ

جھوٹی گواہی کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اللہ عز و جل کے ارشاد کی وجہ سے اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور

؏ فضائل الصحابہ باب اول ص۵۱۵ ثانی الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا ص۹۵۱ الایمان والنذور۔ باب اذا قال اشہد باللہ او شہدت باللہ ص۹۸۵ مسلم الفضائل۔ ترمذی مناقب، نسائی الشروط۔ ابن ماجہ الاحکام

الزُّوْرِ۔ وَكِتْمَانُ الشَّهَادَةِ وَقَوْلُهُ تَعَالٰى وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهُ اٰثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ٥ تَلْوُوْا اَلْسِنَتَكُمْ بِالشَّهَادَةِ۔

گواہی چھپانے کے بارے میں کیا کہا گیا۔ اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے۔ اور گواہی دیتے وقت زبانوں کو اینٹھتے ہیں۔

توضیح باب باب کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹی گواہی کی مذمت میں اور اس پر وعید میں کیا وارد ہے۔ اس سلسلے میں سورہ فرقان کی ۷۲ آیت نقل فرمائی جس میں یہ ہے کہ اللہ کے بندے وہ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ اس آیت میں زُور سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں ایک یہی جھوٹی گواہی۔ دوسرے یہ کہ شرک، تیسرے بت، چوتھے گانے کی مجلس، پانچویں جس مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برائی کی جاتی ہو۔ چھٹے وہ مجلس جس میں گناہ پر عہد و پیمان ہوتا ہو۔ امام بخاری کا مختار یہی ہے کہ اس سے مراد جھوٹی گواہی ہے۔ زور کے معنی لغوی ملمع کرنے اور ناحق بات کو اس طرح بنا کر پیش کرنا کہ وہ حق معلوم ہو۔ جھوٹی گواہی نہ دینی جب قابل مدح ہے تو اسے لازم کہ اس کی ضد یعنی جھوٹی گواہی دینی مذموم ہو۔ اَوْ تَلْوُوْا۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے۔

وَاِنْ تَلْوُوْا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا۔ النساء ۱۲۵

اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ موڑو تو اللہ کو تمہارے کرتوتوں کی خبر ہے۔

اس کی تفسیر کے لئے امام بخاری نے السنتکم۔ کا اضافہ کیا۔ یعنی تم حق بات کے قبول میں جو کلمات کہو وہ زبان اینٹھ کر کہو اور صاف صاف اقرار نہ کرو۔ یہ مذموم ہے۔ کیونکہ یہ کتمان حق ہے۔ اسی طرح گواہی چھپانا مذموم ہے کہ یہ بھی کتمان حق ہی ہے۔ یہاں امام بخاری نے تلووا کے ساتھ السنتکم کو اس طرح ملا دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ السنتکم بھی آیت کا جز ہے۔ واجب تھا کہ بیچ میں کوئی ایسا کلمہ تحریر فرماتے کہ قرآن و غیر قرآن میں امتیاز رہتا مثلاً یعنی۔ ای وغیرہ

حدیث ۱۴۷۹ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَبَائِرِ فَقَالَ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ۔ عہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ گناہ کبیرہ کتنے ہیں تو فرمایا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنی۔ اور جھوٹی گواہی دینی۔

عہ ثانی الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر ص ۸۸۴ الدیات باب قول اللہ ومن احیاھا ص ۱۰۱۵ مسلم الایمان، ترمذی البیوع، التفسیر نسائی، قضا، قصاص، تفسیر۔

۱۴۸۰ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ

حدیث حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم کو

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلٰثًا قَالُوْا بَلٰی

سب سے بڑا گناہ کبیرہ نہ بتا دوں ۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتائیں یا رسول اللہ ۔ فرمایا اللہ کے ساتھ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَجَلَسَ وَکَانَ

کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی ، حضور ٹیک لگائے ہوئے تھے سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا

مُتَّکِئًا فَقَالَ اَلَا وَقَوْلُ الزُّوْرِ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ ؏

جھوٹی بات اس کی تکرار پر تکرار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا کاش خاموش ہو جاتے ۔

تشریحات ۱۴۷۹-۱۴۸۰

تکمیل ۔ پہلی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں کتاب الادب میں یہ زائد ہے ۔

اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ قَالَ قَوْلُ الزُّوْرِ اَوْ شَھَادَۃُ الزُّوْرِ ۔

کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ کبیرہ نہ بتا دوں فرمایا جھوٹی بات یا فرمایا جھوٹی شہادت شعبہ

وَقَالَ شُعْبَۃُ اَکْثَرُ ظَنِّیْ اَنَّہٗ قَالَ وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ ۔

نے کہا میرا غالب گمان یہ ہے کہ جھوٹی گواہی فرمایا ۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور ان کی تعداد جلد ثانی ص۱۰۱ ص۱۰۲ پر ذکر کی جا چکی ہے ۔

عقوق الوالدین عقوق کے لغوی معنی کاٹنے کے ہیں اور شرعاً نافرمانی کرنے کے ہیں ۔ امام نووی نے فرمایا کہ اس سلسلے میں کسی ضابطے پر اب تک مطلع نہیں ہو سکا ۔ امام ابو محمد بن عبد السلام نے بھی یہی کہا ۔ مزید یہ بھی کہا ۔ کہ اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ ماں باپ کی ہر بات میں فرمانبرداری ضروری نہیں ۔ مثلاً وہ کسی ممنوع شرعی کا حکم دیں تو اطاعت نہیں ۔ لا طَاعَۃَ للمخلوق فی معصیۃ الخالق اللہ عز وجل کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ۔ اس کے باوجود جہاد یا کوئی بھی سفر ان کی اجازت کے بغیر جائز نہیں امام ابو عمرو بن صلاح نے فرمایا ۔ ہر وہ چیز جس سے انھیں ایذا ہو عقوق ہے ۔ بشرطیکہ وہ واجب نہ ہو ۔ اسے یوں بھی کہا

؏ ثانی الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر ص۸۸۴ الاستیذان باب من اتکا بین یدی اصحابہ ص۹۲۸ دو طریقے سے ۔ استتابۃ المرتدین باب اول ص۱۰۳۲

جا سکتا ہے کہ جس مباح کام کا وہ حکم دیں وہ واجب ہو جاتا ہے اسے نہ کرنا عقوق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شہادۃ الزور جھوٹی گواہی دینے والا جب توبہ کرے تو اس کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ وہ ہمیشہ کے لئے مردود الشہادۃ ہو گیا اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔ ہمارا اور حضرت امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ توبہ کے بعد جب صلاح و صدق کے آثار ظاہر ہو جائیں اور یہ یقین ہو جائے کہ اب جھوٹی گواہی نہیں دے گا۔ تو قبول کی جا سکتی ہے۔

بَابُ شَهَادَةِ الْأَعْمٰى وَأَمْرِهٖ وَنِكَاحِهٖ وَإِنْكَاحِهٖ وَمُبَايَعَتِهٖ وَقُبُوْلِهٖ فِي التَّأْذِيْنِ وَغَيْرِهٖ وَمَا يُعْرَفُ بِالْأَصْوَاتِ ص ۳۶۲

نابینا کی گواہی اور اس کے حکم اور اس کے نکاح اور دوسرے کا نکاح کرنے اور اس کی خرید و فروخت اور اذان وغیرہ میں اس کی بات قبول کرنا اور آوازوں سے کیا پہچانا جاتا ہے۔

۵۰۲ وَأَجَازَ شَهَادَتَهٗ الْقَاسِمُ وَالْحَسَنُ بْنُ سِيْرِيْنَ وَالزُّهْرِيُّ وَعَطَاءٌ۔

ت: نابینا کی گواہی کو قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق اور حسن بصری اور ابن سیرین اور زہری اور عطاء نے جائز کہا ہے۔

۵۰۳ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ يَجُوْزُ شَهَادَتُهٗ إِذَا كَانَ عَاقِلًا۔

ت: اور شعبی نے کہا کہ نابینا کی گواہی جائز ہے جب کہ وہ عاقل ہو۔

۵۰۴ وَقَالَ الْحَكَمُ رُبَّ شَيْءٍ تَجُوْزُ فِيْهِ۔

ت: اور حکم نے کہا بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں تخفیف کر دی گئی ہے۔

تشریح ۵۰۲ تا ۵۰۴ امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا کہ شعبہ نے حکم بن عتبہ سے نابینا کی گواہی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا بہت سی باتوں میں تخفیف کر دی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ کبھی نابینا کی گواہی ایسی باتوں میں جو اس کے لائق ہے تسامح اور تخفیف کے طور پر قبول کر لی جاتی ہے۔

۵۰۵ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ أَرَأَيْتَ ابْنَ عَبَّاسٍ لَوْ شَهِدَ عَلٰى شَهَادَةٍ أَكُنْتَ تَرُدُّهٗ۔

ت: اور زہری نے کہا۔ بتاؤ ابن عباس اگر کوئی گواہی دیں تو کیا تم اسے رد کر دو گے۔

تشریحات ۵۰۵ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی چشمان مبارک اخیر عمر مبارک میں سفید ہو گئیں تھیں۔ اسی بنا پر حضرت امام زہری نے وہ فرمایا۔ نابینا معذوری سے قبل جن باتوں کو دیکھ چکا ہو اس میں اس کی گواہی مقبول ہے۔ لیکن اگر معذوری کے وقت کسی واقعے کے وقت موجود تھا تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔

ت ۵۰۶ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَبْعَثُ رَجُلًا إِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ أَفْطَرَ وَ

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی آدمی کو بھیجتے جب سورج ڈوب جاتا تو افطار کرتے اور

وَيَسْأَلُ عَنِ الْفَجْرِ فَإِذَا قِيلَ طَلَعَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ۔

فجر کے بارے میں پوچھتے جب کہا جاتا فجر طلوع کر آئی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتے ۔

تشریح ۵۰۶ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجتے کہ سورج ڈوبا یا نہیں ۔ جب وہ آکر یہ بتاتا کہ سورج ڈوب گیا۔ تو وہ افطار کر لیتے اسی طرح جب کوئی فجر کے طلوع ہونے کی خبر دیتا تو اسے مان لیتے ۔ اس میں نہ تو نابینا کی خبر ہے نہ شہادت بلکہ اس کے برعکس ہے کہ نابینا نے بینا کی خبر قبول کی۔ اسے باب کے اس جزء سے تعلق ہے۔ کہ بولنے والے کو دیکھے بغیر صرف اس کی آواز سن کر عمل کرنا کہاں کہاں جائز ہے۔ حضرت ابن عباس اس شخص کو دیکھتے نہیں تھے۔ صرف آواز سنتے تھے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ افطار اور طلوع میں مخبر کی آواز سننا کافی ہے۔ اسے دیکھنا ضروری نہیں ۔

۵۰۷ وَقَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ يَسَارٍ اِسْتَأْذَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَعَرَفَتْ صَوْتِي

ت اور سلیمان بن یسار نے کہا۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حاضری کے لئے اذن

قَالَتْ سُلَيْمَانُ اُدْخُلْ فَإِنَّكَ مَمْلُوكٌ مَا بَقِيَ عَلَيْكَ شَيْئٌ ۔

طلب کیا تو انہوں نے میری آواز پہچان لی۔ فرمایا سلیمان ہے؟ اندر آجاؤ جب تک تم پر کچھ باقی ہے تم مملوک ہو۔

تشریحات ۵۰۷ اس تعلیق پر یہ اشکال ہے۔ کہ سلیمان بن یسار ام المومنین حضرت میمونہ کے غلام تھے۔ جنھیں انہوں نے مکاتب بنا دیا تھا۔ پھر یہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کیسے حاضر ہوئے۔ اس کا جواب سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے یہ دیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غلاموں سے پردہ کرنا ضروری نہیں جانتی تھیں۔ اگرچہ وہ دوسرے کا مملوک ہو۔ امام طحاوی نے سالم سیلان سے روایت کیا کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا۔ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے حیا (پردہ) نہیں کرتیں ۔ دریافت فرمایا کیوں؟ عرض کیا۔ میں نے مکاتبت کر لی ہے فرمایا جب تک تم پر کچھ بھی باقی ہے تم مملوک ہو[1]

۵۰۸ وَأَجَازَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ شَهَادَةَ امْرَأَةٍ مُنْتَقِبَةٍ

ت اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقاب پوش عورت کی شہادت جائز رکھی ۔

تشریح ۵۰۸ اس کے برعکس ابو عبداللہ بن مندہ نے کتاب الصحابہ میں روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک خاتون نے نقاب ڈالے ہوئے کلام کیا۔ تو فرمایا نقاب ہٹالے۔ کیونکہ اس قسم کی بات کے

[1] شرح معانی الآثار باب المکاتب متی یعتق ص۶۵

وقت بے نقاب رہنا ایمان سے ہے۔

۱۴۸۱ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا قَالَتْ

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقْرَأُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ

میرے گھر میں تھے) کہ ایک صاحب کی آواز سنی جو مسجد میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ تو فرمایا۔ اللہ اس پر رحم

رَحِمَهُ اللّٰهُ لَقَدْ أَذْكَرَنِي كَذَا آيَةً أَسْقَطْتُهُنَّ مِنْ سُورَةِ كَذَا

فرمائے۔ اس نے مجھے فلاں آیت فلاں فلاں سورت کی یاد دلا دی جو میرے ذہن سے نکل چکی تھیں۔

وَكَذَا ــــ وَزَادَ عَبَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ

عباد بن عبد اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے یہ زائد

عَنْهَا تَهَجَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِي فَسَمِعَ صَوْتَ

کیا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے گھر میں تہجد پڑھ رہے تھے۔ تو عباد کی آواز سنی وہ

عَبَّادٍ يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ أَصَوْتُ عَبَّادٍ هٰذَا قُلْتُ

مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دریافت فرمایا۔ اے عائشہ کیا یہ عباد کی آواز ہے۔ میں نے عرض کیا

نَعَمْ قَالَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَبَّادًا۔ عہ

جی ہاں۔ فرمایا۔ اے اللہ عباد پر رحم فرما۔

۱۴۸۱

تشریحات یہ حقیقت میں دو قصے ہیں۔ ہشام والی حدیث کا قصہ، عباد بن عبد اللہ کے قصے سے الگ ہے۔ ہشام والی حدیث میں یہ صاحب عبد اللہ بن یزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ عبد اللہ بن یزید مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ دریافت فرمایا۔ یہ کون ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ عبد اللہ بن یزید ہیں۔ تو فرمایا۔ اللہ اس پر رحم فرمائے۔ مجھے فلاں آیت یاد دلادی جسے میں بھول گیا تھا۔

یہاں آيَةً كَذَا مِنْ سُورَةِ كَذَا وَكَذَا ہے۔ فلاں آیت فلاں فلاں سورۃ کی۔ اور فضائل القرآن

عہ ثانی فضائل القرآن۔ باب نسیان القرآن ص۷۵۳ باب من لم یر بأسا ان یقول سورة البقرہ ص۷۵۳ الدعوات باب قول اللہ تبارک وتعالیٰ وصل علیہ ص۹۳۸۔

میں آیۃ کذا وکذا من سورۃ کذا ۔ ہے فلاں فلاں آیت فلاں سورۃ کی ہے ۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہوا کہ نسیان صرف ایک ایسی آیت کا ہوا تھا جو متعدد سورتوں میں ہے ۔ اور دوسری صورت کا مطلب یہ ہوگا ۔ کہ ایک ہی سورۃ کی متعدد آیتوں کا نسیان ہوا تھا ۔ اس حدیث کے تحت علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ۔

وفیہ جواز النسیان علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیما بلغہ الی الامۃ[۱] اس حدیث سے یہ افادہ ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت تک جو پیغام پہنچایا ہے اس میں نسیان ہوا ہے ۔

اس موضوع پر تفصیلی بحث تحقیقات میں ملاحظہ کریں ۔

باب شَهَادَةِ الْإِمَاءِ وَالْعَبِيدِ ص۳۶۳ لونڈیوں اور غلاموں کی گواہی ۔

۵۰۹	وَقَالَ أَنَسٌ شَهَادَةُ الْعَبْدِ جَائِزَةٌ إِذَا كَانَ عَدْلاً
ت	غلام کی گواہی جائز ہے جب کہ وہ عادل ہو ۔
۵۱۰	وَأَجَازَهُ شُرَيْحٌ وَزُرَارَةُ بْنُ أَوْفَى ۔
ت	اور اسے قاضی شریح اور زرارہ بن اوفی نے جائز کہا ۔
۵۱۱	وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ شَهَادَتُهُ جَائِزَةٌ إِلَّا الْعَبْدَ لِسَيِّدِهِ ۔
ت	ابن سیرین نے کہا غلام کی شہادت جائز ہے مگر اپنے آقا کے لئے ۔
۵۱۲	وَأَجَازَهُ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ فِي الشَّيْءِ التَّافِهِ
ت	اور حسن بصری اور ابراہیم نخعی نے معمولی چیز میں اس کی گواہی جائز رکھی
۵۱۳	وَقَالَ شُرَيْحٌ كُلُّكُمْ بَنُو عَبِيدٍ وَإِمَاءٍ ۔
ت	اور شریح نے کہا ۔ تم سب غلاموں اور کنیزوں کی اولاد ہو ۔

تشریح ۵۰۹ تا ۵۱۳ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ۔ عمار ذہبی نے کہا ۔ قاضی شریح کے یہاں ایک غلام نے گواہی دی تو انھوں نے اسے قبول فرمالیا ۔ اس پر عرض کیا گیا کہ یہ غلام ہے تو فرمایا ۔ ہم سب غلام ہیں ہماری ماں حوا ہیں ۔

امام سعید بن منصور نے قاضی شریح کا یہ جواب نقل فرمایا ۔ ہم سب غلاموں اور باندیوں کی اولاد ہیں ۔ ان کی مراد یہ ہے کہ ہر مرد اللہ عزوجل کا بندہ ہے ۔ اور ہر عورت اس کی کنیز ۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ غلام اور باندی کی گواہی مقبول نہیں ۔ صحابہ میں سے حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی مذہب یہی

[۱] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۲

ہے۔ اور بعد کے ائمہ میں سے امام عطا، امام مکحول، امام ثوری، امام اوزاعی، امام مالک، امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔

باب تَعْدِيْلِ النِّسَاءِ بَعْضِهِنَّ بَعْضًا ۳۶۳ بعض عورتوں کا بعض کو عادل بتانا۔

۱۴۸۲ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ وَسَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةَ بْنِ وَقَّاصِ اللَّيْثِيِّ وَعُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالَ لَهَا أَهْلُ الْإِفْكِ مَا قَالُوْا فَبَرَّأَهَا اللهُ مِنْهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِيْ طَائِفَةً مِنْ حَدِيْثِهَا وَبَعْضُهُمْ أَوْعٰى مِنْ بَعْضٍ وَأَثْبَتُ لَهُ اقْتِصَاصًا وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ الْحَدِيْثَ الَّذِيْ حَدَّثَنِيْ عَنْ عَائِشَةَ وَبَعْضُ حَدِيْثِهِمْ يُصَدِّقُ بَعْضًا زَعَمُوْا أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ أَزْوَاجِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ فَأَقْرَعَ بَيْنَنَا فِيْ غَزَاةٍ غَزَاهَا فَخَرَجَ سَهْمِيْ فَخَرَجْتُ مَعَهُ بَعْدَ مَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَأَنَا أُحْمَلُ فِيْ هَوْدَجٍ وَأُنْزَلُ فِيْهِ فَسِرْنَا حَتّٰى إِذَا

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات سے مروی ہے۔ جب کہ اہل افک نے ان کے بارے میں کہا جو کہا تو اللہ عزوجل نے ان کی برأت بیان فرمائی — امام زہری نے کہا۔ اور ان سبھوں نے ام المؤمنین کی حدیث کا کچھ حصہ مجھ سے بیان کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض بعض سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں۔ اور بیان کرنے میں زیادہ قابل اعتماد ہیں۔ اور میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیان کی ہوئی حدیث کو یاد رکھا۔ جو انھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی تھی۔ اور بعض کی بیان کردہ حدیث دوسرے کی تصدیق کرتی ہے ان لوگوں نے کہا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ کہ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج کے بارے میں قرعہ ڈالتے۔ جن کے نام کا قرعہ نکلتا انھیں ہمراہ لے جاتے۔ ایک غزوہ کے موقعہ پر قرعہ ڈالا تو میرا نام نکلا۔ میں حضور کے ساتھ گئی۔ یہ واقعہ آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ہودج ہی میں رہتی اور مجھے سوار کرایا جاتا اور سواری سے اتارا جاتا۔ ہم چلے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غزوے سے فارغ ہو گئے۔ اور لوٹ رہے تھے۔ جب ہم مدینے کے قریب پہنچے تو ایک رات کوچ کرنے کے لئے اعلان فرمایا۔ کوچ کے اعلان

فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَتِہٖ تِلْکَ وَقَفَلَ

کے بعد میں اٹھی اور قضائے حاجت کے لئے لشکر کے باہر چلی گئی۔ رفع حاجت کرکے جب میں

وَدَنَوْنَا مِنَ الْمَدِیْنَۃِ اٰذَنَ لَیْلَۃً بِالرَّحِیْلِ فَقُمْتُ حِیْنَ اٰذَنُوْا

واپس ہوئی اور کجاوہ کے قریب پہنچی تو اپنے سینے کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ میرا ہار ٹوٹ کر گر پڑا ہے

بِالرَّحِیْلِ فَمَشَیْتُ حَتّٰی جَاوَزْتُ الْجَیْشَ فَلَمَّا قَضَیْتُ شَانِیْ

جو جزع اظفار کا تھا۔ اس لئے میں لوٹی اور ہار تلاش کرنے لگی۔ اس کی تلاش میں دیر ہو گئی۔

اَقْبَلْتُ اِلَی الرَّحْلِ فَلَمَسْتُ صَدْرِیْ فَاِذَا عِقْدٌ لِّیْ مِنْ جَزْعِ اَظْفَارٍ

اس درمیان وہ لوگ آئے جو میرا ہودج اٹھانے اور باندھنے پر مامور تھے۔ تو ان لوگوں نے

قَدِ انْقَطَعَ فَرَجَعْتُ فَالْتَمَسْتُ عِقْدِیْ فَحَبَسَنِیْ ابْتِغَاءُہٗ فَاَقْبَلَ

میرا ہودج اٹھا کر اس اونٹ پر باندھ دیا جس پر میں سوار ہوتی تھی۔ ان کا گمان یہ تھا

الَّذِیْنَ یُرَحِّلُوْنَ لِیْ فَاحْتَمَلُوْا ھَوْدَجِیْ فَرَحَّلُوْہُ عَلٰی بَعِیْرِیَ الَّذِیْ

کہ میں ہودج میں ہوں۔ اس وقت عورتیں دبلی ہلکی تھیں بھاری بدن نہ تھیں۔ ان پر

کُنْتُ اَرْکَبُ وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنِّیْ فِیْہِ وَکَانَ النِّسَاءُ اِذْ ذَاکَ خِفَافًا

گوشت نہیں چڑھا تھا۔ کیوں کہ کھانا تھوڑی مقدار میں کھاتی تھیں۔ اس لئے ہودج

لَمْ یَثْقُلْنَ وَلَمْ یَغْشَھُنَّ اللَّحْمُ وَاِنَّمَا یَاْکُلْنَ الْعُلْقَۃَ مِنَ الطَّعَامِ

اٹھانے والوں کو ہودج کے وزن کی کمی کا احساس نہ ہوا۔ اور انھوں نے ہودج اٹھا

فَلَمْ یَسْتَنْکِرِ الْقَوْمُ حِیْنَ رَفَعُوْہُ ثِقَلَ الْھَوْدَجِ فَاحْتَمَلُوْہُ وَکُنْتُ

لیا۔ اور میں اس وقت نو عمر بچی تھی۔ ان لوگوں نے اونٹ اٹھایا اور

جَارِیَۃً حَدِیْثَۃَ السِّنِّ فَبَعَثُوا الْجَمَلَ وَسَارُوْا فَوَجَدْتُّ عِقْدِیْ

چل دیئے۔ لشکر کے چلے جانے کے بعد میں نے اپنا ہار پایا۔ اور میں ان کی قیام گاہ پر

بَعْدَمَا اسْتَمَرَّ الْجَیْشُ فَجِئْتُ مَنْزِلَھُمْ وَلَیْسَ فِیْہِ اَحَدٌ فَاَمَمْتُ

آئی۔ تو وہاں کسی کو نہیں پایا۔ میں بالقصد وہیں آگئی جہاں ٹھہری تھی۔ میں نے سوچا

مَنْزِلِیَ الَّذِیْ کُنْتُ بِہٖ فَظَنَنْتُ اَنَّھُمْ سَیَفْقِدُوْنِیْ فَیَرْجِعُوْنَ

کہ جب لوگ مجھے ہودج میں نہیں پائیں گے تو یہیں لوٹ کر تلاش کے لئے آئیں گے۔ میں بیٹھی

إِلَىَّ فَبَيْنَا أَنَا جَالِسَةٌ غَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ بْنُ

تھی کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گئی۔ اور صفوان بن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے

الْمُعَطَّلِ السُّلَمِيُّ ثُمَّ الذَّكْوَانِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَأَصْبَحَ عِنْدَ

پیچھے تھے۔ صبح کے وقت میرے قیام کی جگہ پہنچے۔ تو ایک سونے والے انسان کو دیکھا

مَنْزِلِي فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ فَأَتَانِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ

وہ میرے قریب آئے انھوں نے حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ میں ان کے انا للہ پڑھنے سے

الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ فَوَطِئَ

جاگ گئی۔ انھوں نے اپنا اونٹ بیٹھا کر اس کے اگلے پاؤں کو دبائے رکھا۔ یہاں تک کہ میں سوار

يَدَهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ

ہو گئی۔ اب وہ پیدل چلے اور میری سواری کی مہار پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے۔ یہاں تک

بَعْدَ مَا نَزَلُوا مُعَرِّسِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ

کہ ہم لشکر میں اس وقت پہنچے جب کہ وہ لوگ عین ظہر کے وقت منزل کر چکے تھے۔ اس کے بعد

وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى الْإِفْكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُولَ فَقَدِمْنَا

جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اور افترا پردازی کرنے والوں کا میر کارواں عبداللہ بن اُبی

الْمَدِينَةَ فَاشْتَكَيْتُ بِهَا شَهْرًا وَالنَّاسُ يُفِيضُونَ مِنْ قَوْلِ

ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ آئے تو میں ایک مہینے تک علیل رہی۔ اور بہتان طرازوں کی باتیں لوگوں

أَصْحَابِ الْإِفْكِ وَيَرِيبُنِي فِي وَجَعِي أَنِّي لَا أَرَى مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى

میں پھیلتی رہیں۔ دوران علالت اس بات سے مجھے کچھ شبہ ہوتا کہ ان دنوں میں نبی صلی اللہ

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللُّطْفَ الَّذِي كُنْتُ أَرَى مِنْهُ حِينَ

تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے وہ مہربانی نہیں دیکھتی تھی جو اور علالت کے دنوں میں دیکھا

أَمْرَضُ إِنَّمَا يَدْخُلُ فَيُسَلِّمُ ثُمَّ يَقُولُ كَيْفَ تِيكُمْ لَا أَشْعُرُ بِشَيْءٍ

کرتی تھی۔ بس اتنا ہوتا کہ حضور تشریف لاتے اور سلام کرتے۔ پھر دریافت فرماتے کیسی

مِنْ ذَلِكَ حَتَّى نَقَهْتُ فَخَرَجْتُ أَنَا وَأُمُّ مِسْطَحٍ قِبَلَ الْمَنَاصِعِ

ہو۔ اور مجھے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں ہوئی۔ بیماری کی وجہ سے میں کمزور ہو گئی۔ میں اور ام مسطح

مُتَبَرَّزَنَا لَا نَخْرُجُ اِلَّا لَيْلًا اِلٰى لَيْلٍ وَذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ نَتَّخِذَ الْكُنُفَ

قضائے حاجت کے لئے میدان میں جانے کے لئے نکلی۔ ہم صرف رات ہی رات کو نکلتی تھیں۔

قَرِيبًا مِنْ بُيُوتِنَا وَاَمْرُنَا اَمْرُ الْعَرَبِ الْاُوَلِ فِي الْبَرِيَّةِ اَوْ فِي

گھروں کے قریب بیت الخلاء بنائے جانے سے پہلے۔ ہمارا طریقہ پہلے عرب والوں کا طریقہ تھا۔ کہ میدان

التَّنَزُّهِ فَاَقْبَلْتُ اَنَا وَاُمُّ مِسْطَحٍ بِنْتُ اَبِي رُهْمٍ نَمْشِي فَعَثَرَتْ

میں جاتے تھے۔ میں اور اُم مسطح بنت ابو رُہم نکلے اور چل رہے تھے۔ ام مسطح اپنی چادر میں الجھ کر

فِي مِرْطِهَا فَقَالَتْ تَعِسَ مِسْطَحٌ فَقُلْتُ لَهَا بِئْسَ مَا قُلْتِ اَتَسُبِّينَ

گر پڑی۔ اس پر اس نے کہا۔ مسطح۔ ہلاک ہو جائے۔ میں نے اس سے کہا تم نے بری بات

رَجُلًا شَهِدَ بَدْرًا فَقَالَتْ يَا هَنْتَاهْ اَلَمْ تَسْمَعِي مَا قَالُوا فَاَخْبَرَتْنِي

کہی ہے۔ بدر میں شریک ہونے والے مجاہد کو برا کہتی ہے۔ تو اس نے کہا۔ اے حضور! کیا

بِقَوْلِ اَهْلِ الْاِفْكِ فَازْدَدْتُ مَرَضًا عَلٰى مَرَضِي فَلَمَّا رَجَعْتُ اِلٰى

آپ نے وہ نہیں سنا جو وہ لوگ کہہ رہے ہیں۔ اب اس نے افترا پردازوں کی بات بتائی۔ تو ہماری

بَيْتِي دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

پر میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب لوٹ کر گھر آئی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس

كَيْفَ تِيكُمْ فَقُلْتُ ائْذَنْ لِي آتِ اَبَوَيَّ قَالَتْ وَاَنَا حِينَئِذٍ اُرِيدُ

تشریف لائے۔ اور فرمایا تم کیسی ہو! میں نے عرض کیا۔ مجھے اجازت دیں کہ اپنے والدین کے گھر

اَنْ اَسْتَيْقِنَ الْخَبَرَ مِنْ قِبَلِهِمَا فَاَذِنَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

جاؤں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ میں اپنے والدین سے اس خبر کی تحقیق کروں مجھے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُ اَبَوَيَّ فَقُلْتُ لِاُمِّي مَا يَتَحَدَّثُ بِهِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی اس کے

النَّاسُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّةُ هَوِّنِي عَلٰى نَفْسِكِ الشَّانَ فَوَاللّٰهِ لَقَلَّمَا كَانَتِ

بعد میں اپنے والدین کے گھر چلی گئی۔ میں نے اپنی والدہ سے دریافت

امْرَاَةٌ قَطُّ وَضِيئَةٌ عِنْدَ رَجُلٍ يُحِبُّهَا وَلَهَا ضَرَائِرُ اِلَّا اَكْثَرْنَ عَلَيْهَا

کیا۔ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے بتایا۔ اے بیٹی اس سے اثر نہ لو

فَقُلْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَقَدْ تَحَدَّثَ النَّاسُ بِهٰذَا قَالَتْ فَبِتُّ

بخدا جب کوئی عورت خوبصورت ہو اور شوہر اس سے محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں تو اس کے بارے

تِلْكَ اللَّيْلَةَ حَتّٰى أَصْبَحْتُ لَا يَرْقَأُ لِيْ دَمْعٌ وَّلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ثُمَّ

میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ لوگ یہ کہتے پھر رہے ہیں۔ اس رات کو صبح تک نہ میرا

أَصْبَحْتُ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيَّ بْنَ

آنسو تھمتا تھا اور نہ نیند آتی تھی۔ اس کی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی بن ابو طالب

أَبِيْ طَالِبٍ وَّأُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ حِيْنَ اسْتَلْبَثَ الْوَحْيُ يَسْتَشِيْرُهُمَا

اور اسامہ بن زید کو بلایا۔ جب کہ وحی آنے میں تاخیر ہو گئی۔ ان لوگوں کو اس لئے

فِيْ فِرَاقِ أَهْلِهٖ فَأَمَّا أُسَامَةُ فَأَشَارَ عَلَيْهِ بِالَّذِيْ يَعْلَمُ فِيْ نَفْسِهٖ

بلایا تھا کہ اپنی اہل سے جدائی کے بارے میں مشورہ فرمائیں۔ اسامہ چونکہ ازواج مطہرات کے

مِنَ الْوُدِّ لَهُمْ فَقَالَ أُسَامَةُ أَهْلُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا نَعْلَمُ وَاللّٰهِ

ساتھ حضور کی محبت کو جانتے تھے۔ اس لئے اس کے مطابق اشارہ کیا۔ اور عرض کیا۔ وہ آپ

إِلَّا خَيْرًا وَأَمَّا عَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَنْ يُّضَيِّقَ

کی اہل ہیں یا رسول اللہ! خدا کی قسم ان کے بارے میں اچھائی کے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے۔ اور

اللّٰهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيْرٌ وَّسَلِ الْجَارِيَةَ تَصْدُقْكَ فَدَعَا

حضرت علی بن ابو طالب نے یہ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ضیق میں ہرگز نہیں ڈالے گا۔ اور عورتیں

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِيْرَةَ فَقَالَ يَا بَرِيْرَةُ

ان کے سوا بہت ہیں۔ اور حضور کنیز سے دریافت فرمالیں۔ وہ سچی بات بتا دے گی۔ اس پر رسول اللہ

هَلْ رَأَيْتِ فِيْهَا شَيْئًا يُّرِيْبُكِ فَقَالَتْ بَرِيْرَةُ لَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا۔ اور دریافت فرمایا۔ اے بریرہ؟ کیا تو نے ان میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے

بِالْحَقِّ إِنْ رَأَيْتُ فِيْهَا أَمْرًا أَغْمِصُهٗ عَلَيْهَا أَكْثَرَ مِنْ أَنَّهَا جَارِيَةٌ

جو تجھے شبہے میں ڈالے۔ بریرہ نے عرض کیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ میں نے

حَدِيْثَةُ السِّنِّ تَنَامُ عَنِ الْعَجِيْنِ فَتَأْتِي الدَّاجِنُ فَتَأْكُلُهٗ فَقَامَ

ان میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی ہے جو قابل اعتراض ہو۔ سوائے اس کے کہ وہ نو عمر ہیں۔ آٹا گوندکر سو جاتی ہیں

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ یَوْمِہٖ فَاسْتَعْذَرَ مِنْ

اور بکری کھا جاتی ہے۔ اس کے بعد اس دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے

عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اُبَیِّ ابْنِ سَلُوْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

اور عبداللہ بن ابی ابن سلول کے مقابلے مدد کے خواستگار ہوئے اور فرمایا۔ اس شخص کے مقابلے

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّعْذِرُنِیْ مِنْ رَجُلٍ بَلَغَنِیْ اَذَاہُ فِیْ اَھْلِیْ فَوَاللّٰہِ

میں میری کون مدد کرے گا۔ میری رفیقۂ حیات کے بارے میں جس کی اذیت ناک باتیں۔ مجھ تک

مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا خَیْرًا وَقَدْ ذَکَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْہِ اِلَّا

پہنچی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنی اہل کے بارے میں اچھائی کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ اور لوگوں نے

خَیْرًا وَمَا کَانَ یَدْخُلُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّا مَعِیْ فَقَامَ سَعْدٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ

ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں بھی اچھائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ اور میرے گھر

اللّٰہِ اَنَا وَاللّٰہِ اَعْذِرُکَ مِنْہُ اِنْ کَانَ مِنَ الْاَوْسِ ضَرَبْنَا عُنُقَہٗ

میں جب بھی جاتا میرے ساتھ جاتا یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

وَاِنْ کَانَ مِنْ اِخْوَانِنَا مِنَ الْخَزْرَجِ اَمَرْتَنَا فَفَعَلْنَا فِیْہِ اَمْرَکَ

میں ان کے مقابلے میں حضور کی مدد کروں گا۔ اگر وہ آدمی اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔

فَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَۃَ وَھُوَ سَیِّدُ الْخَزْرَجِ۔ وَکَانَ قَبْلَ ذٰلِکَ رَجُلًا

اور اگر ہمارے بھائیوں خزرج میں سے ہے۔ تو ہمیں حکم دیجئے ہم آپ کے حکم کے مطابق عمل کریں۔ یہ سن کر

صَالِحًا وَکَانَ احْتَمَلَتْہُ الْحَمِیَّۃُ فَقَالَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ اللّٰہِ لَا تَقْتُلُہٗ

سعد بن عبادہ کھڑے ہوگئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اس کے پہلے وہ نیک انسان تھے۔ اس وقت پاسداری

وَلَا تَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِکَ فَقَامَ اُسَیْدُ بْنُ حُضَیْرٍ فَقَالَ کَذَبْتَ لَعَمْرُ

نے انھیں مشتعل کر دیا۔ انھوں نے کہا تو نے غلط کہا، بخدا نہ تو اسے قتل کر سکتا ہے۔ اور نہ اس کی قدرت

اللّٰہِ لَنَقْتُلَنَّہٗ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِیْنَ فَثَارَ الْحَیَّانِ

رکھتا ہے اب اسید بن حضیر کھڑے ہوگئے۔ اور کہا۔ تو نے غلط کہا۔ بخدا ہم اسے قتل کر دیں گے۔ تو منافق ہے۔ اور

الْاَوْسُ وَالْخَزْرَجُ حَتّٰی ھَمُّوْا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

منافقین کی پاسداری میں لڑتا ہے۔ اب اوس و خزرج کے دونوں قبیلے مشتعل ہوگئے۔ اور لڑنے پر تل گئے۔

وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَنَزَلَ فَخَفَّضَهُمْ حَتّٰى سَكَتُوا وَسَكَتَ قَالَتْ وَبَكَيْتُ

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما رہے۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ اور حاضرین کو ٹھنڈا

يَوْمِي لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا أَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ فَأَصْبَحَ عِنْدِي أَبَوَايَ وَقَدْ

کیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے۔ اور حضور بھی خاموش ہو گئے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اور میں دن

بَكَيْتُ لَيْلَتَيْ وَيَوْمِي حَتّٰى أَظُنَّ أَنَّ الْبُكَاءَ فَالِقٌ كَبِدِي قَالَتْ فَبَيْنَمَا هُمَا

بھر روئی نہ آنسو تھمتا تھا۔ اور نہ نیند آتی تھی میں اپنے والدین کے یہاں رات بھر اور دن بھر روئی۔ ایسا

جَالِسَانِ عِنْدِي وَأَنَا أَبْكِي إِذَا اسْتَأْذَنَتْ امْرَأَةٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ فَأَذِنْتُ

معلوم ہوتا تھا کہ گریہ میرے جگر کو پھاڑ دے گی میں اپنے والدین کے یہاں بیٹھی رو رہی تھی کہ انصار

لَهَا فَجَلَسَتْ تَبْكِي مَعِي فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذَا دَخَلَ رَسُولُ اللّٰهِ

کی ایک خاتون نے اندر آنے کی اجازت طلب کی میں نے اجازت دے دی۔ وہ آکر میرے پاس بیٹھ گئیں اور

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ وَلَمْ يَجْلِسْ عِنْدِي مِنْ يَوْمِ

میرے ساتھ رونے لگیں، ہم اسی حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔

قِيلَ لِي مَا قِيلَ قَبْلَهَا وَقَدْ مَكَثَ شَهْرًا لَا يُوحٰى إِلَيْهِ فِي شَأْنِي

جس دن سے یہ افواہ پھیلی تھی آج تک کبھی میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور ایک مہینے تک میرے بارے

شَيْءٌ قَالَتْ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ يَا عَائِشَةُ فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا

میں وحی کا نزول رکا رہا۔ حضور نے بیٹھنے کے بعد شہادتین پڑھا پھر فرمایا۔ اے عائشہ! تیرے

وَكَذَا فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ

بارے میں میرے پاس ایسی ایسی بات پہنچی ہے۔ اگر تو بری ہے تو بہت جلد اللہ تیری برات

فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ وَتُوبِي إِلَيْهِ فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ

بیان فرمائے گا۔ اور اگر بالفرض تو گناہ سے آلودہ ہے تو اللہ سے استغفار کر اور اس کی طرف رجوع کر

ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

کیونکہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ جب رسول اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ قَلَصَ دَمْعِي حَتّٰى مَا أُحِسُّ مِنْهُ قَطْرَةً

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات پوری فرما چکے تو میرا آنسو تھم گیا۔ یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی محسوس نہیں ہوا

وَقُلْتُ لِاَبِیْ اَجِبْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا۔ کہ میری طرف سے آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب

قَالَ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

دیں۔ انھوں نے فرمایا بخدا میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لِاُمِّیْ اَجِیْبِیْ عَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

عرض کروں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے عرض کیا۔ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جواب دیں

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْمَا قَالَ قَالَتْ وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ مَا اَقُوْلُ لِرَسُوْلِ

انھوں نے بھی وہی کہا بخدا میری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ سے کیا عرض کروں

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ وَاَنَا جَارِیَۃٌ حَدِیْثَۃُ

اب میں نے عرض کیا۔ اور میں نوعمر بچی تھی ابھی بہت زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا۔ میں نے

السِّنِّ لَا اَقْرَأُ کَثِیْرًا مِنَ الْقُرْآنِ فَقُلْتُ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَقَدْ عَلِمْتُ

عرض کیا۔ میرے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ آپ حضرات نے وہ سب سن لیا ہے۔ جو لوگ کہتے

اَنَّکُمْ سَمِعْتُمْ مَا یَتَحَدَّثُ بِہِ النَّاسُ وَوَقَرَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ وَصَدَّقْتُمْ

پھر رہے ہیں۔ اور وہ آپ حضرات کے دل میں بیٹھ چکی ہے اور آپ حضرات نے اسے سچ سمجھ لیا

بِہٖ وَلَئِنْ قُلْتُ لَکُمْ اِنِّیْ بَرِیْئَۃٌ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ لَبَرِیْئَۃٌ لَا

ہے۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے ضرور

تُصَدِّقُوْنِیْ بِذٰلِکَ وَلَئِنِ اعْتَرَفْتُ لَکُمْ بِاَمْرٍ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنِّیْ

بلاشبہ بری ہوں۔ تو آپ حضرات مجھے سچا نہیں جانیں گے۔ اور اگر میں اس بات کا اعتراف کرلوں حالانکہ

بَرِیْئَۃٌ لَتُصَدِّقُنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَجِدُ لِیْ وَلَکُمْ مَثَلًا اِلَّا اَبَا یُوْسُفَ

اللہ خوب جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو آپ حضرات مجھے سچا مان لینگے۔ بخدا میں اپنی اور آپ حضرات کی مثل

اِذْ قَالَ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۔ ثُمَّ تَحَوَّلْتُ

یوسف کے والد کے علاوہ اور کوئی نہیں پاتی جب کہ انھوں نے فرمایا تھا۔ پس اچھا صبر ہی خوب ہے۔ ان

عَلٰی فِرَاشِیْ وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ یُّبَرِّئَنِی اللّٰہُ وَلٰکِنْ وَاللّٰہِ مَا ظَنَنْتُ

باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے اپنے بچھونے پر کروٹ بدل لی

أَنْ يُنْزَلَ فِي شَأْنِي وَحْيٌ - وَلَأَنَا أَحْقَرُ فِي نَفْسِي مِنْ أَنْ يَتَكَلَّمَ

اور میں امید کرتی تھی کہ اللہ میری برارت بیان فرمائے گا۔ مگر بخدا میں یہ گمان نہیں کرتی تھی کہ میرے بارے

بِالْقُرْآنِ فِي أَمْرِي وَلٰكِنِّي كُنْتُ أَرْجُو أَنْ يَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى

میں وحی نازل ہوگی۔ اور میں اپنے آپ کو اس رتبے کا نہیں جانتی تھی کہ میرے بارے میں قرآن کلام فرمائے گا۔

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ رُؤْيَا تُبَرِّءُنِي فَوَاللّٰهِ مَا رَامَ

ہاں مجھے یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب دکھایا جائے گا جس میں اللہ میری برارت

مَجْلِسَهُ وَلَا خَرَجَ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَيْتِ حَتّٰى أُنْزِلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ

بیان فرمائے گا۔ بخدا حضور اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا کہ حضور

فَأَخَذَهُ مَا كَانَ يَأْخُذُهُ مِنَ الْبُرَحَاءِ حَتّٰى إِنَّهُ لَيَتَحَدَّرُ مِنْهُ مِثْلُ

پر وحی نازل ہونے لگی اور حضور پر وہی کیفیت طاری ہوگئی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔

الْجُمَانِ مِنَ الْعَرَقِ فِي يَوْمٍ شَاتٍ فَلَمَّا سُرِّيَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى

کہ سردی کے دنوں میں بھی موتی کی طرح پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ جب وحی کی کیفیت رسول اللہ

اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَكَانَ أَوَّلَ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَ بِهَا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرد ہوئی تو حضور مسکرا رہے تھے۔ سب سے پہلی بات یہ ارشاد فرمائی۔ کہ مجھ

أَنْ قَالَ لِي يَا عَائِشَةُ احْمَدِي اللّٰهَ فَقَدْ بَرَّأَكِ اللّٰهُ فَقَالَتْ لِي

سے فرمایا۔ اے عائشہ! اللہ کا شکر کر۔ بیشک اللہ نے تیری پاکدامنی بیان فرمادی۔ اس پر میری والدہ

أُمِّي قُومِي إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا

نے مجھ سے فرمایا۔ کھڑی ہو رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

وَاللّٰهِ لَا أَقُومُ إِلَيْهِ وَلَا أَحْمَدُ إِلَّا اللّٰهَ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ - إِنَّ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوں گی اور سوائے اللہ کے اور کسی کا شکر نہیں ادا کروں گی۔ اس وقت اللہ

الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ الْآيَاتِ - فَلَمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ

عزوجل نے یہ دس آیتیں نازل فرمائیں۔ اور یہ بڑا بہتان لانے والے تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔ بقیہ آیتیں۔ جب

هٰذَا فِي بَرَاءَتِي قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَكَانَ يُنْفِقُ عَلٰى مِسْطَحٍ

اللہ نے میری برارت میں یہ نازل فرمایا۔ تو ابوبکر صدیق نے کہا۔ میں مسطح کو کبھی کچھ نہ دوں گا۔ کیونکہ اس نے عائشہ

بِنُ اُثَاثَۃَ لِقَرَابَتِہٖ مِنْہُ وَاللّٰہِ لَا اُنْفِقُ عَلٰی مِسْطَحٍ شَیْئًا اَبَدًا بَعْدَ

کو وہ کہا ہے۔ اور وہ مسطح بن اُثاثہ کو دیا کرتے تھے۔ رشتہ داری کی بنا پر اس پر اللہ عز وجل نے یہ نازل فرمایا۔

مَا قَالَ لِعَائِشَۃَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ۔ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَۃِ

تم میں جو لوگ مالدار اور فراخ رزق ہیں۔ وہ یہ قسم نہ کھائیں۔ کہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں اور مہاجرین

اَنْ یُّؤْتُوْا۔ اِلٰی قَوْلِہٖ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ بَلٰی وَاللّٰہِ اِنِّیْ

کو کچھ نہیں دیں گے۔ پوری آیت غفور رحیم تک۔ اب ابو بکر نے کہا۔ ہاں بخدا میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش

لَاُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ فَرَجَعَ اِلٰی مِسْطَحٍ الَّذِیْ کَانَ یُجْرِیْ عَلَیْہِ

دے۔ اور مسطح کو وہ دینا جاری کر دیا جو پہلے عطا فرماتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلَ زَیْنَبَ

وسلم زینب بنت جحش سے میرے معاملے میں دریافت فرمایا تھا۔ اور پوچھا تھا اے زینب!

بِنْتَ جَحْشٍ عَنْ اَمْرِیْ فَقَالَ یَا زَیْنَبُ مَا عَلِمْتِ مَا رَاَیْتِ فَقَالَتْ

تم کیا جانتی ہو تم نے کیا دیکھا ہے۔ تو انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَحْمِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلَیْہَا اِلَّا

رکھتی ہوں۔ بخدا میں اس (عائشہ) میں اچھائی کے سوا اور کچھ نہیں جانتی۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔

خَیْرًا قَالَتْ وَھِیَ الَّتِیْ تُسَامِیْنِیْ فَعَصَمَہَا اللّٰہُ بِالْوَرَعِ۔ عہ

یہی وہ تھی جو میری برابری کرتی تھی۔ پرہیزگار ہونے کی وجہ سے اللہ نے اسے بچا لیا۔

عہ الہبۃ باب ہبۃ المرأۃ بغیر زوجہا ص۳۵۳ الشہادات باب اذا عدل رجل احدا ص۳۵۹ باب القرعۃ فی المشکلات ص۳۷۰ الجہاد باب حمل الرجل امرأۃ فی الغزو ص۴۰۳ المغازی باب ص۵۷۳ المغازی باب حدیث الافک ص۵۹۳ التفسیر یوسف باب قال بل سوّلت لکم انفسکم امرا ص۶۷۹ سورہ نور باب قولہ عز وجل ان الذین جاءوا بالافک ص۶۹۶ باب ان الذین ان تشیع الفاحشۃ ص۶۹۹ الایمان والنذور باب قول الرجل لعمر اللہ ص۹۸۵ باب الیمین فیما لا یملک ص۹۸۸ الاعتصام باب قول اللہ وامرہم شوریٰ بینہم ص۱۰۹۶ دو طریقے سے۔ التوحید باب یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ص۱۱۱۷ باب قول النبی الماہر بالقرآن مع سفرۃ الکرام ص۱۱۲۶ مسلم توبہ فضائل صحابہ۔ نکاح، نسائی۔ عشرۃ النساء ابن ماجہ۔ نکاح۔ احکام۔ دارمی جہاد۔ نکاح۔ مسند امام احمد جلد سادس ص۱۹۴ ص۱۹۵ ص۱۹۷ وغیرہ

۱۴۸۲ تشریحات

فَافْهَمَنِي بَعْضَهُ أَحْمَدُ ۔ سند میں امام بخاری نے لکھا تھا۔ ابوالربیع سلیمان بن داؤد نے ہم سے حدیث بیان کی اور اس کے بعض کو احمد نے سمجھایا اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ابوالربیع کی طرح احمد بھی فلیح سے روایت کرتے ہوں۔ اور امام بخاری نے ابوالربیع اور احمد دونوں سے کیفیت مذکورہ پر روایت کیا ہو۔ دوسرے یہ کہ احمد امام بخاری کے ہم سبق ہوں۔ امام بخاری کی طرح احمد نے بھی ابوالربیع سے یہ حدیث سنی ہو۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا یہی اقرب ہے۔ اگر پہلی صورت ہوتی تو قال کے بجائے قالا۔ فرماتے۔

اهل الافك افک میں مشہور لغت یہی ہے۔ ہمزہ کو کسرہ اور فا ساکن۔ مگر دوسری لغت ہمزہ اور فا کے فتحے کے ساتھ بھی آئی ہے۔ اس کے معنی بھاری بہتان اور مطلق بہتان باندھنے کے ہیں۔ یہ بہتان باندھنے والے چار مرد تھے۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول۔ حضرت حسان بن ثابت۔ حضرت مسطح بن اثاثہ اور عبداللہ ابواحمد۔ ایک عورت حمنہ بنت جحش، ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن۔ اس فتنے کا بانی مبانی راس المنافقین تھا۔ اسی نے اس کی ابتدا کی۔ اور یہی اسے کرید کرید کرا بھارتا رہتا تھا۔ اور قول مختار یہی ہے کہ آیت کریمہ، اَلَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ۔ سے مراد یہی شقی ازلی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے حضرت حسان مراد ہیں۔

وكلهم حدثني ۔ امام زہری نے اس طویل حدیث کے مختلف اجزاء کو چار مشائخ سے لیا ہے۔ عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ان حضرات سے سنے ہوئے اجزا کو ترتیب کے ساتھ ملا کر اس طرح روایت کیا۔ کہ اس اہم واقعہ کی ساری جزئیات ذہن میں آجاتی ہے۔

فی غزوة غزاها اس سے مراد غزوہ بنی مصطلق ہے۔ جسے غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں۔ جو بر بنائے قول راجح شعبان ۵ھ میں ہوا تھا[۱]

من جزع اظفار جزع۔ عقیق کی ایک قسم ہے۔ جس کی سیاہی میں سفید رگوں کی طرح لکیریں ہوتی ہیں۔ پتھروں میں سب سے سخت ہوتا ہے۔ روغن زیتون میں پکانے سے اس کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے۔ مشہور ہے کہ اس کا پہننے والا غم واندوہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور اگر بچے کو پہنا دیا جائے تو اس کی رال بہت بہتی ہے۔ دردزہ میں مبتلا عورت کے بال پر پھیر دیا جائے۔ تو بچے کی پیدائش میں آسانی ہوگی۔ یمن کے علاقے میں ظفار ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں یہ عقیق بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اور چین سے بھی آتا ہے۔ اکثر کی روایت اظفار ہے۔ مگر کشمیہنی کی روایت ظفار بغیر الف کے ہے۔ اور یہی صحیح مسلم میں بھی ہے علامہ قرطبی نے فرمایا الف کے ساتھ غلط ہے۔ ظفار۔ ظا کے فتحہ کے ساتھ صحیح ہے۔ یہ قطام کی طرح مبنی علی الکسر ہے۔ اظفار کی روایت بھی صحیح ہے۔ اس لئے کہ اظفار ایک قسم کی خوشبودار لکڑی کو بھی کہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس لکڑی کے منکے

---

[۱] نزہۃ القاری جلد ثانی ص ۲۶۷

سے ہار بناتے ہوں۔ اس تقدیر پر جزع کے معنی گول دانے کے ہوں گے۔ اس ہار کی قیمت بارہ درہم تھی۔ یعنی آج کل چاندی کی جو قیمت ہے اس کے اعتبار سے لگ بھگ ڈھائی سو روپئے تھی۔ یہ ہار ان کی والدہ نے اس وقت عطا فرمایا تھا جب انھیں رخصت کیا تھا۔

فَظَنَنْتُ یہ حضرت ام المؤمنین کی اس نو عمری میں اعلیٰ ذہانت کی دلیل ہے کہ وہیں اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما رہیں۔ ورنہ اگر گھبرا کر چل دیتیں تو اس کا خطرہ تھا کہ بھٹک جاتیں تو ملنا دشوار ہو جاتا۔ ظن یہاں یقین کے معنی میں ہے۔

وکان صفوان بن معطل صفوان بن معطل سلمی ذکوانی، قبیلہ بنی سلیم کے فرد تھے۔ خلاف قیاس اس کی طرف انتساب میں سلمی کہا جاتا ہے۔ ان کے آبار و اجداد میں ذکوان نام کے ایک شخص تھے جن کی طرف نسبت میں ان کو ذکوانی کہا گیا۔

یہ اس خدمت پر مامور تھے۔ کہ لشکر کی روانگی کے بعد منزل کا جائزہ لے لیا کریں۔ کہ اگر کسی کی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اسے مالک کو پہنچا دیں ــــــــــ سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے مُرَیسیع ہی تھا اس کے بعد خندق وغیرہ تمام مشاہد میں شریک ہوئے۔ بہت بہادر، مخیر صحابی تھے۔ اور شاعر بھی تھے۔ ارمینیہ کی جنگ میں ان کا پیر ٹوٹ گیا مگر پھر بھی لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ یہ جنگ سنہ ۱۹ھ میں ہوئی تھی۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ افک میں ملوث تھے۔ اس لئے انھوں نے ایک بار حضرت حسان پر تلوار چلائی مگر وہ بچ گئے۔ حضرت حسان نے دربار رسالت میں شکایت کی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا کہ اپنا حق مجھے بخش دو۔ انھوں نے نذر کر دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے عوض حضرت صفوان نے انھیں ایک کھجور کا باغ دلوا دیا۔ حضرت صفوان اس کے قبل مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ آگے ام المؤمنین کا ارشاد آ رہا ہے۔ کہ انھوں نے نزول حجاب سے پہلے مجھے دیکھا تھا۔ اور بر بنائے قول مختار آیت حجاب کے نزول کا سن بھی یہی سنہ ۵ھ[1] ہے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ آیت حجاب اس واقعہ سے چند مہینے پہلے نازل ہوئی تھی۔

حضرت صفوان کو جب اس افواہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ بخدا میں نے اب تک کسی عورت سے صحبت نہیں کی ہے نہ حلال طور پر نہ حرام طور پر۔ ابن اسحٰق نے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ وہ حصور تھے۔ یعنی عورتوں کے لائق نہ تھے۔ خود ام المؤمنین نے ان کا یہ قول نقل فرمایا ہے۔ سبحان اللہ! میں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا ہے۔

فَاستیقظت حضرت صفوان نے جب ام المؤمنین کو دیکھا تو انھیں سخت حیرت ہوئی ہوگی۔ یقیناً ان کے ذہن میں یہ بات گئی ہوگی۔ کہ کوئی عظیم سانحہ ہو گیا ہے۔ اس لئے بے ساختہ ان کی زبان پر استرجاع جاری ہو گیا ہوگا۔ یا ہو سکتا ہے انھوں نے آواز دے کر جگانے کے بجائے بلند آواز سے اسے پڑھا یہ غایت ادب و احترام کی بنا پر تھا۔

---

[1] نزہۃ القاری ثانی ص۵۷۲

مسلم کی روایت میں ہے۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے انھیں دیکھتے ہی چادر سے منہ چھپالیا۔ واللہ انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے سوائے استرجاع کے اور کچھ ان کی زبان سے سنا۔ حضرت صفوان نے اونٹ بٹھاکر اس کے اگلے پاؤں کو اس لئے دبا دیا کہ ام المؤمنین از خود بغیر کسی سہارے کے اونٹ پر سوار ہو جائیں۔ یہ ان کی ذہانت اور ان کا ادب تھا۔

فانطلق یقود بی الراحلۃ صحاح کی تمام روایتوں میں یہی ہے کہ حضرت صفوان پیدل اونٹ کی مہار تھامے آگے آگے تھے۔ ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ اونٹ پر ام المؤمنین کے ساتھ بیٹھے تھے۔ یہ صحیح نہیں۔

اتینا الجیش یعنی ہم دونوں لشکر میں اس وقت پہنچے جب ٹھیک دوپہر کے وقت لشکر نے پڑاؤ کر لیا تھا معرسین، تعریس سے ہے۔ مسافر کا آرام کے لئے کہیں اترنا۔ پڑاؤ ڈالنا۔ خواہ دن میں خواہ رات میں۔ اور کبھی پچھلی رات میں پڑاؤ ڈالنے کو بھی کہتے ہیں۔ تفسیر میں یونس کی روایت میں موغرین ہے۔ وغر۔ کے معنی سخت گرمی کے ہے۔ چونکہ دوپہر کے وقت جب کہ سورج بیچ آسمان میں ہوتا ہے۔ گرمی سخت ہوتی ہے۔ اس لئے اس وقت کو وغرہ کہتے ہیں۔ موغرین، وغرہ کے وقت میں کہیں پہنچا۔ نحر الظہیرۃ۔ اسی معنی کی تاکید ہے۔

ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ ابھی قافلہ ٹھہرا ہی تھا ابھی میری گم شدگی کا علم بھی کسی کو نہیں ہوا تھا۔ کہ ہم لوگ پہنچ گئے۔ راس المنافقین عبداللہ بن ابی نے سب سے پہلے بہتان کے کلمات نکالے اور پھر تھوڑی دیر میں پورے لشکر میں پھیل گئے۔

ام مسطح مسطح بن اثاثہ کی ماں حضرت صدیق اکبر کی خالہ تھیں جن کا نام رائطہ تھا۔ مسطح اور ان کی والدہ سابقین اولین مہاجرین میں سے تھیں۔ اثاثہ مسطح کے بچپنے ہی میں فوت ہو گئے۔ ماں اور بیٹے دونوں کی حضرت صدیق اکبر کفالت فرما رہے تھے۔

یَاھنتاہ تفسیر کی روایت میں بجائے یا کے ای ہے۔ جو اصل میں بعید کی ندا کے لئے ہے۔ مگر کبھی قریب کے لئے بھی آتا ہے۔ جب کہ کسی طرح اسے بعید تصور کر لیا جائے۔ ھنتاہ۔ خطاب کے کلمات میں سے ہے۔ جیسے حضور، قبلہ، آپ، جناب وغیرہ اردو میں رائج ہیں۔ ایک معنی اس کے بُلھی کے بھی ہیں۔ یعنی بے وقوف، لاپرواہ۔ مذکر کے خطاب کے لئے ھنتہ یا ھناہ آتا ہے۔

اَھلک یہ لام کے ضمے کے ساتھ ہے۔ اور فتحہ کے ساتھ بھی۔ ضمہ کی صورت میں مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی ھی اھلک وہ حضور کی اہلیہ ہیں۔ اس کا سوال ہی نہیں کہ وہ اس گندگی میں ملوث ہوں اور فتحے کی صورت میں یہ فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔ یعنی الزم اھلک۔ اپنی اہلیہ کو جدا نہ فرمائیں۔ وہ پاک دامن ہیں۔

اما علی بن ابی طالب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عرض اس بنیاد پر تھی کہ معاملے کی جو صورت اس وقت تھی اس کے پیش نظر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے قلق و اضطراب پریشانی کے ازالے کی سب سے آسان صورت یہی تھی۔ جو انھوں نے عرض کی۔ ظاہر ہے کہ بفرض محال اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین سے جدائی اختیار فرما لیتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی آنچ نہیں آسکتی تھی۔ یہ حضرت شیر خدا کی ایک رائے تھی۔ اگرچہ اس کا سنگین پہلو دوسرا بہت خطرناک تھا۔ کہ پھر ام المؤمنین کی پاکدامنی عصمت مآبی مشتبہ ہو جاتی۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف لوگوں کو یقین ہو جاتا۔ یہ رحمت عالم کی شان کریمی کو گوارہ نہ ہوا کہ جسے اپنے حریم میں جگہ دے چکے ہیں۔ اسے بلا کسی جرم کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے طعن و تشنیع کا نشانہ بننے کے لئے چھوڑ دیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ معاذ اللہ معاذ اللہ ام المؤمنین کی عصمت پر کسی قسم کا شبہ رکھتے تھے۔ اگر انھیں اس میں ذرا بھی شبہ ہوتا تو بلا جھجک ظاہر فرما دیتے۔ اس وقت نہ تقیہ کی ضرورت تھی اور نہ حضرت شیر خدا سے اس کی توقع۔ بلکہ یہ عرض کہ کنیز یعنی بریرہ سے دریافت فرمالیں۔ وہ حضور کو سچی بات بتادے گی۔ اس کی دلیل ہے۔ کہ اس وقت بریرہ نے جو کچھ عرض کیا۔ وہ خود حضرت شیر خدا کی بھی رائے تھی۔

من یعذرنی یعنی جن لوگوں نے یہ افترا پردازی کر کے مجھے ایذا پہنچائی ہے انھیں اگر میں سزا دوں تو کون مجھے حق بجانب سمجھ کر معذور جانے گا۔ یا یہ معنی کہ اس خصوص میں کون میری مدد کرے گا۔ العذیر کے معنی ناصر کے بھی ہیں۔

فقام سعد بن معاذ اس پر امام قاضی عیاض وغیرہ نے یہ اشکال پیش کیا کہ اس وقت حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باحیات نہیں تھے۔ کیونکہ یہ متفق علیہ ہے۔ کہ ان کا وصال غزوہ خندق کے بعد بنی قریظہ کے استیصال کے بعد ہو گیا تھا۔ غزوہ خندق ۴ھ میں ہوا ہے۔ اور غزوہ مریسیع ۶ھ شعبان میں ہوا ہے۔ جیسا کہ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے۔ لیکن یہی صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ غزوہ مریسیع شعبان ۵ھ میں ہوا ہے اور خندق شوال ۵ھ میں۔

وکان قبل ذٰلک رجلا صالحا مسلم میں قبل ذٰلک کے حذف کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ اس کے پہلے منافقین کی حمایت نہیں کرتے تھے۔ مگر اس وقت قبیلے کی حمایت میں انھیں غصہ آگیا تھا۔ اور اس غصے کی وجہ غلط فہمی تھی۔ چونکہ واقعہ افک کا بانی مبانی اور لیڈر ابن ابی ابن سلول راس المنافقین بھی بنی خزرج کا تھا۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ حضرت سعد اسی بہانے خزرج سے پرانی عداوت نکالنا چاہتے ہیں۔ اس کی دلیل ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ نے کہا۔ تم نے یہ بات صرف اس بنا پر کہی ہے کہ تم جانتے ہو۔ کہ یہ بنی خزرج سے ہے اور ابن ابی حاطب کی روایت میں ہے کہ اے ابن معاذ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدد نہیں کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جاہلیت میں کینے تھے۔ وہ اب تک تمہارے سینوں سے نہیں نکلے ہیں[۱]۔

انک منافق تم یہ کام منافق کا کر رہے ہو کیونکہ منافق کی حمایت میں غصہ ہو رہے ہو۔ حضرت سعد بن معاذ اور

---

[۱] فتح الباری ثانی صـ۴۷۳

حضرت اُسید بن حضیر دونوں حضرات اوس کی شاخ بنی عبد الاشہل سے تھے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات پر جلال اور غضب میں ان کے منہ سے یہ کلمات نکل گئے۔

اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فتنے سے انتہائی ملول اور الجھن میں تھے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ خاطر اقدس سے گرد ملال دور کی جاتی۔ اور اطاعت و ہمدردی زیادہ سے زیادہ کی جاتی۔ مگر حضرت سعد بن عبادہ نے غلط فہمی کی بنا پر وہ کہدیا۔ اس پر انھیں جلال آگیا۔ شورش اور فتنے کے موقع پر اس قسم کی باتیں تعجب انگیز نہیں خصوصًا اس وقت کہ ابھی یہ لوگ صرف چار سال ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔

حتی سکتوا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مومن مخلص اور سچے محب رسول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس جوش اور ثوران میں جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں سمجھایا بجھایا تو وہ ٹھنڈے ہوگئے۔ اور ان کا ایمان صادق اور ان کی بے لوث حب رسول ان کے جوش اور ثوران پر غالب آگئی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

لا تصدقونی غالبًا ام المؤمنین چار سال خدمت اقدس میں گزار چکی تھیں۔ انھیں یقین تھا کہ حضور خوب جانتے ہیں۔ کہ یہ افترا بہتان اور کذب بحت ہے۔ مگر جب حضور نے وہ فرمایا۔ توان کی انا کو ٹھیس لگی اور شان محبوبی کی بنا پر بطور نازو ادا وہ عرض کیا۔ خطاب اگرچہ حضور سے تھا۔ مگر مراد عوام تھے۔ جن کی عادت کی ام المؤمنین نے کما حقہ ترجمانی فرمائی ہے۔

اس وقت وہ عرض کردیا مگر جب غور فرمایا۔ کہ میں نے کیا کہہ دیا۔ تو بطور معذرت ارشاد فرمایا۔ میں اس وقت نوعمر بچی تھی اور قرآن بہت زیادہ نہیں پڑھا تھا اس لئے وہ کلمات منہ سے نکل گئے۔

الا ابا یوسف ام المؤمنین کی الجھن اور کرب کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نامی ذہن مبارک میں نہیں آیا۔ تو ابا یوسف عرض کیا۔

یعنی اس صورت حال میں بھی صبر جمیل کروں گی۔ اور اللہ عزوجل سے استعانت کروں گی۔ مجھے امید ہے کہ جیسے حضرت یعقوب کو ان کا یوسف گم شدہ مل گیا۔ میری بھی برارت اللہ عزوجل بیان فرمادے گا۔ اور جو ام المؤمنین کو امید تھی وہ بدرجۂ اتم پوری ہوئی۔

ثم تحولت یہ بظاہر اعراض ہے۔ مگر اس ظاہری اعراض میں کتنی یگانگت کتنی کشش کتنی لذت ہے۔ وہ ارباب محبت ہی جانتے ہیں۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ ام المؤمنین کو پورا وثوق تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری پاکدامنی اور برارت پر کامل یقین ہے۔ ورنہ موقع ایسا تھا کہ خوشامد کی جاتی اور انتہائی لجاجت آمیز گفتگو کی جاتی۔ اور ایسی حرکت ہوتی جو ان کی منظہر ہو۔ مگر سچے محب و محبوب کا رابطہ خوشامد لجاجت سے بالا ہے۔ وہ ایک محبوب خوب جانتا ہے کہ میرے محب کو میری کیا ادا پسند ہے۔

لا اقوم الیہ یہی نہیں اسود کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں

نے چھیڑ لیا۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انھیں ڈانٹا۔ یہ سب وہی محبوبانہ ادائیں ہیں۔ ام المؤمنین کے قلب مبارک پر اس کا بہت اثر تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنتے ہی اس کی تردید کیوں نہیں فرمائی۔ جب کہ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ میں اس سے بری ہوں۔ اس ماحول میں جب اللہ عزوجل نے ان کی برارت نازل فرمائی۔ تو یہ محبوبانہ شکوہ اپنے کمال پر پہنچ گیا۔ جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ عرض کیا میں صرف اللہ کی حمد کروں گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

فانزل اللہ یعنی میری برارت میں سورۂ نور کی یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (الی) وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۱۱تا۱۹ — بے شک جو لوگ بھاری بہتان لائے وہ تمہاری ہی ایک جماعت ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم لوگ نہیں جانتے۔

سورۂ نور کی تفسیر میں، العشر الآیات۔ ہے یعنی دس آیتیں مگر یہ دس نہیں نو ہیں۔ اس کے بعد کی آیت ملالی جائیں تو دس ہوں گی۔

لیکن عطاء خراسانی کی روایت میں ہے۔ ان الذین جاءُوا بالافک۔ سے۔ واللہ غفور رحیم تک نازل ہوئیں۔ یہ بارہ آیتیں ہوئیں۔ طبری میں حکم بن عتبہ کی روایت میں ہے۔ کہ اللہ عزوجل نے پندرہ آیتیں نازل فرمائیں۔ الخبیثات للخبیثین تک مگر یہ پندرہ نہیں سولہ آیتیں ہیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور حاکم کی اکلیل میں سعید بن جبیر سے ہے کہ مسلسل اٹھارہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اقول وھو المستعان اس عاجز کی رائے یہ ہے کہ صحیحین کی روایت راجح ہے۔ کہ پہلے دس آیتیں نازل ہوئیں اس پر واقعات کی ترتیب دلیل ہے۔ آیۂ کریمہ۔ ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ۔ کا مضمون بتا رہا ہے کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قسم کے بعد نازل ہوئی۔ اور یہ بھی طے ہے کہ آیات برارت کے نزول کے بعد انھوں نے وہ قسم کھائی تھی۔ زمخشری نے کہا مختصر اور جامع عبارت کے ساتھ اتنی سخت وعید کسی معصیت میں وارد نہیں وہ بھی مختلف اسلوب اور متعدد طریقوں کے ساتھ کہ ان میں ہر ایک اپنی جگہ کافی اور وافی ہے۔ حتیٰ کہ بت پرستوں کے بارے میں بھی اتنی سخت وعیدیں اور اتنا تند و تیز لہجہ استعمال نہیں ہوا ہے۔

اقول وھو المستعان۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سارے دین کے دار و مدار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ اس فتنے کے بانی اور سربراہ عبداللہ بن ابی کا منشا یہ تھا۔ کہ اگر اس میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر لوگوں کو بتا در کرانا آسان ہوگا کہ جو شخص اپنی سب سے زیادہ محبوب بیوی کے اندر پاکدامنی کا جذبہ نہیں پیدا کر سکا۔ اور جس کی شب و روز صحبت اسے ایسی گندگی سے محفوظ نہیں رکھ سکی وہ اللہ کا رسول کیسے ہو سکتا ہے۔

پھر اس بہتان پر یقین کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً حضرت ام المؤمنین کو طلاق دیدیتے جس کا اثر حضرت صدیق اکبر پر پڑتا۔ وہ کم ظرف یہ سمجھے ہوئے تھا۔ کہ اس کے نتیجے میں حضرت صدیق اکبر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ اور مہاجرین کا ایک طبقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الگ ہو جائے گا۔ یوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ایک بڑے معاون سے محروم ہو جائیں گے۔ اور پھر یہ بھی اسے امید رہی ہوگی۔ کہ ہم

سے مل جائیں گے۔ یوں اس نے اپنا ڈبل فائدہ سوچا ہوگا۔ اس لئے اللہ عزوجل نے سخت سے سخت تیز سے تیز تر اسلوب میں اس کا رد بلیغ فرمایا تاکہ آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا سد باب ہو جائے۔

کتاب المغازی اور التفسیر میں اس کے بعد یہ زائد ہے۔

وطفقت اختها حمنة تحارب لها فهلكت فيمن هلك۔ قال ابن شهاب فهذا الذی بلغنی من حديث هؤلاء الرهط۔ ثم قال عروة قالت عائشة والله ان الرجل الذی قيل له ما قيل ليقول سبحان الله فوالذی نفسی بيده ما كشفت من كنف انثى قط قالت ثم قتل بعد ذلك فی سبيل الله۔

اور (ام المؤمنین) حضرت زینب کی بہن حمنہ ان کے لئے لڑتی رہتی اور ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو کر ہلاک ہوگئی۔ ابن شہاب نے کہا کہ اس گروہ کی جو حدیث مجھے پہنچی ہے وہ یہ ہے۔ اس کے بعد عروہ نے روایت کیا۔ کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے کہا۔ بخدا اس شخص نے (صفوان) جس کے بارے میں یہ کہا گیا۔ یہ کہتا رہا۔ سبحان اللہ! (یہ کہا جا رہا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ میں نے کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا ہے۔ ام المؤمنین نے فرمایا۔ اس کے بعد وہ راہ خدا میں شہید ہوا۔

ہشام بن عروہ کی حدیث کے اخیر میں ہے۔

وكان الذی تكلم به مسطح وحسان بن ثابت والمنافق عبد الله بن ابی وهو الذی يستوشيه وهو الذی تولى كبره هو وحمنة۔

اسے مسطح، حسان بن ثابت اور عبد اللہ بن ابی منافق نے پھیلایا۔ عبد اللہ بن ابی ہی وہ ہے جس نے اس میں سب سے زیادہ حصہ لیا۔ اور حمنہ نے۔

حمنة بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ ان دونوں کی والدہ امیمہ بنت عبد المطلب ہیں۔ یہ بیعت کرنے والی خواتین میں تھیں۔ جنگ احد میں شریک تھیں۔ پانی پلاتیں، زخمیوں کو اٹھا لاتیں علاج کرتیں۔ پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حبالہ عقد میں آئیں۔ جن سے محمد سجاد اور عمر تولد ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو خیبر کی پیداوار سے تین وسق دیا تھا۔ بہن کی حمایت میں ان سے یہ لغزش ہوگئی اور طبیعت میں جوش تھا اس لئے حد سے آگے بڑھ گئیں۔

ابو داؤد وغیرہ میں ہے۔ کہ آیات برائت کے نزول کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور جن لوگوں نے یہ افواہ پھیلائی تھی۔ ان میں سے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت مسطح بن اثاثہ اور حضرت حمنہ بنت جحش پر حد قذف جاری فرمائی۔ ان میں عبد اللہ بن ابی کا ذکر نہیں۔ جب کہ وہی اس کا بانی مبانی تھا۔ غالباً یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ

---

[1] ثانی الحدود باب فی حد القاذف ص ۲۵۸

منافق تھا۔ اس کے ساتھ ایک جنفا تھا۔ نیز قبائلی عصبیت بالکلیہ ختم نہیں ہوئی تھی اس کا اندیشہ رہا ہو کہ اندرون شہر کوئی خلفشار پیدا ہو جائے۔ اور مخالفین کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل جائے۔ کہ لو اب جن لوگوں نے انھیں پناہ دی انھیں سے لڑنے لگے۔ ویسے امام حاکم کی اکلیل میں ابو اویس کی روایت میں جو حسن بن زید اور عبداللہ بن ابو بکر بن حزم وغیرہ سے ہے کہ اس پر بھی حد قائم کی گئی۔

یہ واقعہ اگرچہ انتہائی دل خراش ہے۔ اور اس کے اثر سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو انتہائی ذہنی اعصابی اذیت اٹھانی پڑی۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی انتہائی الجھن اور دماغی تناؤ میں گرفتار کر دیا۔ مگر اس کی برکتیں بے شمار ہیں۔ سند الحفاظ علامہ ابن حجر نے سورۂ نور کی تفسیر میں اس حدیث کے سو سے زائد فوائد بیان فرمائے ہیں۔ علامہ بدر الدین محمود عینی نے اس میں مزید اضافے فرمائے۔ اس خادم کے ذہن میں ان دونوں حضرات کے فوائد کے علاوہ مزید فوائد ہیں۔ خصوصیت سے اس واقعہ کے نتیجے میں زنا اور تہمت زنا کی سزاؤں کا نزول وہ برکت ہے۔ کہ قیامت تک کے لئے ان گنت عورتوں کی عصمت محفوظ ہو گئی۔ اور شتر بے مہار عوام میں ذرا ذرا سے شبہات پر الزام واتہام کی عادت ہے۔ اس پر سخت قدغن لگ گیا۔ مجھے چونکہ اختصار مقصود ہے اس لئے تفصیل سے درگذر کرتا ہوں۔

ایک فریب کی پردہ دری

منافقین نے تو اسلام پر ضرب کاری لگانے کی نیت سے یہ بہتان باندھا تھا۔ جس کا بالکلیہ قلع قمع قرآن مجید نے کر دیا۔

مگر آج کل وہابی اسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم وسیع واوسع کی تنقیص کے لئے دستاویز بنائے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے تھے تو پریشان کیوں تھے۔ ان معاندین سے خطاب بے کار۔ لیکن انصاف پسند ناظرین کی خدمت میں چند باتیں معروض ہیں۔ حدیث کے متن پر ایک نظر پھر ڈال لیں۔

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس سلسلے میں ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش، حضرت اسامہ حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا۔ تو سب نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی کو بیان کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا۔ جو بمنزلہ تقریر ہے۔ یعنی اس قول کی تصدیق ہے اور تصدیق اسی وقت ہو گی۔ جب کہ اس کے سچ ہونے پر یقین ہو۔ اور یہ تین قول کی تصدیق ہے۔ اس لئے بظاہر یہ ایک تصدیق حقیقت میں تین تصدیق ہے۔

(۲) پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منبر پر تشریف لے جا کر علانیہ یہ فرمانا۔

من یعذرنی من رجل بلغنی اذاہ فی اھلی۔　　اس شخص کے مقابلے میں میری کون مدد کرے گا جس کی اذیت ناک باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس بات کا یقین تھا کہ ام المؤمنین پاکدامن ہیں۔

اور بہتان عظیم ہے ۔ کیونکہ اگر اس میں شک ہوتا تو بہتان طرازوں کے مقابلے میں صحابۂ کرام سے یہ فرماتے ۔ اس بارے میں میری کون مدد کرے گا ؟

(۳) پھر فرمایا ۔

واللہ ما علمت علی اھلی الا خیرا خدا کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں اچھائی کے سوا اور کچھ علم نہیں ۔

برسر منبر قسم کھا کر صفائی کے باوجود یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بارے میں شک میں تھے ۔ اس ارشاد کو جھٹلانا ہے ۔

(۴) ۔ پھر حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا ۔

وقد ذکروا رجلا ما علمت علیہ الا خیرا ۔ اور ایسے شخص کا ان لوگوں نے اس سلسلے میں نام لیا ہے جس کے بارے میں خیر کے سوا مجھے اور کچھ علم نہیں ۔

یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس کا یقین کامل تھا کہ یہ واقعہ سراسر جھوٹ ہے ۔ اور افترا ہے ۔

وجہ اضطراب رہ گیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس واقعہ سے اضطراب یہ بتقاضائے بشریت تھا ۔ کسی بھی شریف انسان کی اہلیہ پر اور وہ بھی سب سے زیادہ عزیز اہلیہ پر کوئی بہتان باندھے اور علانیہ اس کا پروپگنڈہ کرے تو یہ فطری بات ہے کہ وہ پریشان اور بے چین ہوگا ۔ اگرچہ اسے یقین ہو کہ سراسر بے بنیاد بات ہے ۔ خالص افترا ہے ۔

رہ گیا حضرت بریرہ وغیرہ سے دریافت فرمانا ۔ یہ لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ دوسروں کو مطمئن کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے ۔ کہ مہجوث عنہ کے قریب جو لوگ رہتے ہوں خصوصا قریب رہنے والے جب اس کے بارے میں صفائی دیں گے تو اسے ہر دیانت دار اور انصاف پسند قبول کرلے گا ۔

رہ گیا خود ام المؤمنین سے جو فرمایا ۔ اے عائشہ تمہارے بارے میں مجھ تک ایسی ایسی باتیں پہونچی ہیں الخ ......

یہ بھی اس اعلان کے بعد کہ مجھے اپنی اہلیہ کے بارے میں خیر کے سوا اور کسی بات کا علم نہیں ۔ اس کی دلیل نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سلسلے میں کوئی شک تھا ۔ بلکہ یہ اس بنا پر تھا کہ کوئی کہہ سکتا تھا کہ خود منبر پر آکر صفائی دے رہے ہیں ۔ مخالفین کے مقابلے پر مدد کے لئے بلا رہے ہیں ۔ اور جس پر الزام لگا ہے اس سے پوچھا تک نہیں یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ جس پر بھی کوئی الزام لگایا جائے ۔ اس سے سوال کیا جائے ۔ یہ ضابطے کی خانہ پری تھی تاکہ ایک نظیر قائم ہوجائے ۔

اس واقعے میں حضرت صدیق اکبر اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کے اعلیٰ فضائل کے متعدد پہلو ہیں ۔

(۱) یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب پاک میں ان دونوں کی عظیم وقعت کی بین دلیل ہے ۔ ایک سیدھی سادی بات ہے کہ کسی شخص پر یہ واجب نہیں کہ کسی بھی عورت کو اپنی زوجیت میں رکھے ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تو ارفع و اعلیٰ ہے ۔ اس فتنے کا آسان حل یہ تھا کہ علیحدگی اختیار فرما لیتے ۔ مگر یہ حضرت صدیق اکبر اور خود ام المؤمنین کے لئے کتنا بڑا سانحہ ہوتا وہ ظاہر ہے ان دونوں پر کیا گذرتی بتانے کی بات نہیں ۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں کی دلداری بلکہ دلنوازی کے لئے اس آسان حل پر عمل نہیں فرمایا ۔ بلکہ ابتداءً اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے

صحابہ کرام کو جمع فرمایا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ اور پھر ایک مہینے تک وحی ربانی کا انتظار فرمایا یہ صرف اس لئے تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان دونوں کا دل شکستہ ہونا پسند نہیں تھا۔

(۲) حضرت صدیق اکبر کے ساتھ مہاجرین کی کثیر تعداد تھی۔ اور انصار کرام ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ وہ چاہتے تو جو لوگ اس واقعہ میں ملوث تھے۔ طاقت کے ذریعہ ان کا منہ بند کر سکتے تھے۔ مگر وہ ایک دم خاموش رہے۔ صرف ایک بار فرمایا تو یہ فرمایا۔ بخدا جاہلیت میں ہمارے بارے میں ایسی بات کبھی کسی نے نہیں کہی پھر اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اسلام سے عزت دی۔ یہ کیسے کہا جا رہا ہے [1]

مگر ظاہر ہے کہ وہ اگر کوئی سخت اقدام کرتے تو مسلمانوں میں لڑائی کا اندیشہ قویہ تھا جس سے اسلام کی اشاعت میں خلل پڑتا۔ اس لئے زہر کا گھونٹ پیتے رہے اور خاموش رہے۔ اسلام کی بہبود کی خاطر اتنے عظیم حادثے کے وقت راضی برضا الٰہی رہنا صدیق اکبر ہی کی شان تھی۔ یہ ان کی اسلام کے ساتھ خیر خواہی، تدبر، دور اندیشی، تحمل استقامت اور توکل علی اللہ اور رضا بالقضا کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہونے کی برہان قاطع ہے۔

(۳) حضرت مسطح بن اثاثہ نے اس میں کھل کر بھرپور حصہ لیا تھا۔ حتیٰ کہ خود ام المؤمنین سے مروی بعض طرق میں ہے کہ۔ الّذی تولی کبرہ۔ جس نے اس میں زیادہ حصہ لیا۔ میں یہ بھی داخل تھے۔ اس لئے انھوں نے قسم کھالی۔ اب مسطح کو کچھ نہیں دوں گا۔ مگر جب آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ۔ — اور جو لوگ مالدار فراخ رزق ہیں وہ یہ قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں دیں گے۔

تو فوراً سارا غیظ و جلال ختم ہوگیا۔ اور حکم ربانی کے حضور سر تسلیم خم کردیا۔ اپنی لخت جگر نور نظر، سرور قلب و جگر کے خلاف وہ بھی کون جو محبوبہ محبوب رب العلمین ہو ایسی گندگی اور وہ بھی بے بنیاد اچھالنے والے پر بحکم خداوندی دوبارہ داد و دہش کرنی اس کی دلیل ہے کہ وہ ہر وقت ہر آن ہر لحظہ رضائے الٰہی کے طالب تھے۔ اور وہ بلاشبہ اس آیت کریمہ کے سب سے اعلیٰ مصداق تھے۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى۔ (لیل) — اور جہنم سے بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے اور مال اس لئے خرچ کرتا ہے تاکہ پاکیزہ رہے۔

(۴) حضرت ام المؤمنین کی برات میں دس آیات نازل ہوئیں۔ بارگاہ خداوندی میں ان کا کتنا اعزاز تھا وہ اس سے ظاہر ہے اور پھر ان آیات کے سیاق میں قہر و جلال کی کوندتی ہوئی بجلیاں اس کی دلیل ہیں کہ جبار و قہار مولیٰ عزوجل ام المؤمنین کے مخالفین سے اعلان جنگ فرما رہا ہے۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ ام المؤمنین بارگاہ قدس کے محبوبوں کی اولین صف میں ہیں۔

اس حدیث میں ام المؤمنین کی ذہانت و فطانت، اصابت رائے، فصاحت و بلاغت، زور بیان، حسن بیان اور

---

[1] فتح الباری ثامن ص ۳۸۰

واقعات کے اسباب وعلل کا اظہار جس خوبی سے ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اسے دقیق نظر اور اہل معرفت ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ جن میں بعض کی طرف میں نے اشارہ شرح میں اشارے کر دیئے ہیں۔

مطابقت باب باب یہ تھا کہ عورت، عورت کا عادل ہونا بیان کرے۔ ام المؤمنین حضرت زینب اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کی صفائی دی۔ یہی تعدیل ہے۔

باب اِذَا زَکّٰی رَجُلٌ رَجُلًا کَفَاہُ ص۳۶۶ جب ایک مرد کسی مرد کی پاکیزگی بیان کرے تو کافی ہے۔

۵۱۴ وَقَالَ اَبُوْجَمِیْلَۃَ وَجَدْتُ مَنْبُوْذًا فَلَمَّا رَاٰنِیْ عُمَرُ قَالَ عَسَی

ت اور ابو جمیلہ نے کہا۔ میں نے پھینکا ہوا بچہ پایا۔ جب عمر نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ کہیں چھوٹا سا

الْغُوَیْرُ اَبُؤُسًا کَاَنَّہٗ یَتَّھِمُنِیْ قَالَ عَرِیْفِیْ اِنَّہٗ رَجُلٌ صَالِحٌ قَالَ کَذٰلِکَ

غار مصیبت نہ ہو۔ گویا وہ مجھے متہم فرماتے تھے۔ اس پر میرے عریف نے کہا کہ صالح مرد ہے۔ فرمایا ایسا

اِذْھَبْ وَعَلَیْنَا نَفَقَتُہٗ۔

ہے تو لے جاؤ اور اس کا نفقہ ہمارے ذمے ہے۔

۵۱۴ تشریحات ابو جمیلہ کا نام سُنَین یا میسرہ ہے۔ یہ صحابی ہیں فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔

فَلَمَّا رَاٰنِی ابو جمیلہ اس بچے کو اٹھا کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے تاکہ بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر فرما دیں۔ اس بچے کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کبھی غویر مصیبت بن جاتا ہے۔ یعنی معمولی بات بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے۔

عسی الغُوَیر غویر، غار کی تصغیر ہے۔ یہ ایک مثل ہے جو اہل مدینہ بہت بولتے ہیں یہ ایسے موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی ایسا کام کرے جس کا انجام معلوم نہ ہو۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ کسی غار میں رات بسر کرنے کے لئے گئے اور ان کے دشمنوں نے وہیں انھیں ختم کر دیا۔

کانہ یتھمنی حضرت فاروق اعظم کو یہ شبہ ہوا کہ کہیں یہ بچہ انھیں کا نہ ہو۔ وظیفہ حاصل کرنے کے لئے یہ بتا رہے ہیں کہ پڑا ہوا ملا ہے۔ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے انھوں نے کسی عورت سے زنا کیا ہو اس کا بچہ ہے۔ اور یہ اس بنا پر تھا کہ حکام کو لازم ہے کہ جو معاملہ ان کے یہاں پیش ہو اس کے ہر پہلو کو ذہن میں رکھ کر فیصلہ کریں اسی لئے خود فرمایا۔ ان من الحزم لسوء الظن۔ بدگمانی بھی ہوشیاری ہے۔ بدگمانی ممنوع وہ ہے کہ محض گمان پر کسی کو مجرم یقین کرے اس پر سزا دے اسے پھیلائے۔

قال عریفی بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ، عریفی ہی کیا ہے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ کسی کا نام ہے۔ حالانکہ ایسا

نہیں۔ اس کے معنی نگراں کے ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آبادیوں کو چند حصوں پر بانٹ دیا تھا۔ اور ہر حصے پر ایک نگراں مقرر کر دیا تھا۔ جو اپنے اپنے حلقے کے باشندوں پر کڑی نظر رکھتا اور ان کے تمام احوال کی معلومات بھی۔

اقول وھو المستعان۔ عریف کا لفظ عہد رسالت میں بھی ملتا ہے۔ حدیث گذر چکی کہ ہوازن اور ثقیف کا وفد جب اپنے اموال و اولاد کی واپسی کے لئے جعرانہ میں حاضر ہوا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار کرام سے فرمایا کہ ان کے اہل و عیال واپس کر دو۔ اور انصار کرام نے رضامندی ظاہر کی۔ تو فرمایا۔ حتی یرفع الینا عُرفاءکم۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ نظام عہد رسالت میں رائج تھا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے اسے از سر نو مرتب فرمایا ہو۔

اذھب بیہقی میں امام مالک کی روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا۔ جا یہ آزاد ہے اور اس کی ولا تیرے لئے ہے اور ہمارے ذمے اس کا نفقہ ہے۔

۱۴۸۳ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عَلٰی

حدیث حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ایک

رَجُلٍ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَیْلَکَ قَطَعْتَ

شخص کی تعریف کی۔ تو حضور نے فرمایا۔ تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ لی۔ تو نے اپنے دوست کی گردن کاٹ

عُنُقَ صَاحِبِکَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ مِرَارًا ثُمَّ قَالَ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ

لی۔ کئی بار فرمایا۔ پھر فرمایا۔ اگر یہ ضروری ہو کہ کسی کی تعریف کرو تو یہ کہو۔ میں فلاں کو ایسا

مَادِحًا اَخَاہُ لَا مَحَالَۃَ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ وَلَا اُزَکِّیْ عَلَی

سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔ میں اللہ کے سوا کسی کو بے عیب نہیں جانتا۔

اللّٰہِ اَحَدًا اَحْسِبُہٗ کَذَا وَکَذَا۔ اِنْ کَانَ یَعْلَمُ ذٰلِکَ مِنْہُ۔ عہ

میں اسے ایسا ایسا گمان کرتا ہوں اگر یہ جانتا ہو کہ وہ ایسا ہی ہے۔

۱۴۸۳ تشریحات اثنی رجل اس کا احتمال ہے کہ تعریف کرنے والے محجن بن ادرع سلمی ہوں۔ جیسا کہ طبرانی اور امام احمد، امام اسحٰق کی حدیث سے ظاہر ہے۔ اسی طرح امام اسحٰق کی حدیث سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جن کی تعریف کی تھی وہ عبد اللہ ذوالنجادین تھے تعریف میں یہ کہا تھا کہ مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عہ ثانی الادب ما یکرہ من التمادح ص ۸۹۵ باب ما جاء فی قول الرجل ویلک ص ۹۱۰ مسلم آخر کتاب ابوداؤد، ابن ماجہ، الادب

علیہ وسلم کے بعد ان سے افضل کوئی نہیں۔ ان کی مراد یہ تھی کہ نماز میں۔ اس تعریف میں غلو تھا اس لئے اس سے منع فرمایا۔ اور کسی کی تعریف کی ممانعت کا محل یہی ہے۔ کہ غلو اور افراط نہ ہو۔ یا وہ شخص ایسا نہ ہو کہ تعریف سن کر عجب اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے۔ ورنہ احادیث کا باب فضائل دیکھئے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ان کے منہ پر اعلیٰ سے اعلیٰ فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ اسی کی متابعت میں سلف سے لے کر خلف تک یہ سنت متوارثہ ہے کہ اہل کمال افراد کی وہ خوبیاں بیان کرتے چلے آئے ہیں جو ان میں واقعی ہوتی ہیں۔

مطابقت باب مطابقت باب کی تقریر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدح میں غلو در اطناب سے منع فرمایا۔ اور واقعی مدح کی اجازت دی۔ اور تزکیہ بھی ایک طرح کی مدح ہے۔ اس لئے جیسے ایک شخص کی مدح معتبر، تزکیہ بھی معتبر۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْإِطْنَابِ فِي الْمَدْحِ وَلْيَقُلْ مَا يَعْلَمُ۔ ص ۳۶۶ — مدح میں زیادتی ناپسندیدہ ہے وہی کہے جو جانتا ہے۔

۱۴۸۴ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَىٰ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ
حدیث حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک
وَسَلَّمَ رَجُلًا يُثْنِي عَلَىٰ رَجُلٍ وَيُطْرِيهِ فِي مَدْحِهِ فَقَالَ أَهْلَكْتُمْ
شخص کو سنا کہ ایک شخص کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں حد سے آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا
أَوْ قَطَعْتُمْ ظَهْرَ الرَّجُلِ۔
کہ تم نے اس کو ہلاک کر دیا یا اس کی پیٹھ توڑ دی۔

۱۴۸۴ تشریحات ان احادیث سے جلسوں کے پوسٹر مرتب کرنے والوں اور اناؤنسری کرنے والوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ ان لوگوں نے علمائے کرام کے سارے اہم خطابات کو بازاری بنا رکھا ہے۔ جو بھی چرب زبان مقرر ہوا تو اسے علامہ، مفتی، مجاہد، وغیرہ خطابات سے بلا خطر نوازتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں یہ بے پڑھے لکھے قصاص (واعظین) واقعی اپنے کو اتنا بڑا سمجھنے لگتے ہیں کہ ان اکابر ملت کو جو آج اساطین ملت ہیں، خاطر میں نہیں لاتے۔ تقریروں میں بے محابا ضلالات بلکہ کفریات بکتے ہیں۔ اور اگر کوئی ذمہ دار ٹوکے تو اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ وھو المستعان۔

بَابُ بُلُوغِ الصِّبْيَانِ وَشَهَادَتِهِمْ وَقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا ص ۳۶۷ — بچوں کے بالغ ہونے اور ان کی گواہی اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا باب کہ فرمایا جب بچے بالغ ہو جائیں تو اجازت طلب کریں۔

عـہ ثانی الادب باب ما یکرہ من التمادح ص ۸۹ مسلم آخر کتاب

توضیح باب اس باب میں دو جز ہیں۔ بچے کب بالغ ہوں گے۔ اور نابالغ بچوں کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ بلوغ کی اقل مدت لڑکیوں کے لئے نو۹ سال ہے اور لڑکوں کے لئے بارہ سال۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نو۹ سال کی لڑکی اور بارہ سال کا لڑکا اگر اپنے کو بالغ کہے تو اسے مان لیا جائے گا اس سے کم عمر بچے اپنے کو بالغ بتائیں تو مانا نہیں جائے گا۔ بلوغ کی علامت لڑکیوں میں حیض یا حمل ہے۔ اور لڑکوں میں انزال خواہ خواب میں ہو خواہ بیداری میں بلوغ کی اکثر مدت پندرہ سال ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔

نابالغوں کی گواہی مقبول نہیں۔ ہاں اگر کوئی بات نابالغی کی حالت میں دیکھی یا سنی تھی۔ اس کی بالغ ہونے کے بعد گواہی دیتا ہے تو مقبول ہے۔

واذا بلغ الاطفال اس آیت سے ثابت ہوا کہ احکام تکلیفیہ بالغ ہونے کے بعد متعلق ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بلوغ کی حد مقرر کی جائے۔

۵۱۵	وَقَالَ الْمُغِيرَةُ احْتَلَمْتُ وَاَنَا ابْنُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً ۔
ت	اور مغیرہ نے کہا۔ مجھے بارہ سال کی عمر میں خواب ہو گیا تھا ۔

تشریح ۵۱۵ یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں۔ بلکہ یہ مغیرہ بن مقسم ضبی کوفی ہیں۔ نابینا تھے۔ اس لئے فقیہ اعمیٰ سے مشہور تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی کے تلامذہ میں تھے۔ حضرت امام اعظم سے بھی تلمذ حاصل ہے۔ ۱۳۳ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی یہی مروی ہے کہ وہ بارہ سال کی عمر میں بالغ ہو گئے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ان سے صرف بارہ سال چھوٹے تھے۔

وَبُلُوغُ النِّسَاءِ فِي الْحَيْضِ لِقَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ
اور عورتوں کا بالغ ہونا حیض سے ہے اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ اور تمہاری عورتوں میں جنھیں
مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ
حیض کی امید نہ رہی ہو اگر تمہیں کچھ شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنھیں ابھی
وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ طلاق ۴
حیض نہیں آیا۔ اور حمل والیوں کی میعاد یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں ۔

توضیح یہ بھی باب کے عنوان کا جز ہے۔ اس آیت سے یہ کیسے ثابت ہوتا ہے کہ حیض عورتوں کے بالغ ہونے کی علامت ہے۔ یہ اس خادم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ شارحین نے کوشش کی ہے۔ مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ اخیر میں

کہنا پڑا کہ اس پر اجماع ہے کہ حیض عورتوں کے بلوغ کی علامت ہے۔ اس آیت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بالغ عورتوں کی عدت حیض یا طہر ہے۔ یہ سورہ بقرہ کی آیۂ کریمہ۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۔ سے ثابت ہے۔ رہ گئیں نابالغہ اور وہ جو سن ایاس کو پہنچ گئیں ان کی عدت تین مہینے ہے۔

اقول وھو المستعان۔ مطابقت کی تقریر میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ واللائی لم یحضن سے مراد نابالغ لڑکیاں ہیں لم یحضن سے نابالغہ مراد لینا اسی وقت صحیح ہوگا کہ حیض کو بلوغ کی علامت مانیں۔ اس طرح لزوماً ثابت کہ عورتوں کا بلوغ حیض سے ہے۔

۵۱۶ وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ اَدْرَكْتُ جَارَةً لَّنَا جَدَّةً بِنْتَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ سَنَةً

ت اور حسن بن صالح نے کہا میں نے اپنی پڑوسن کو پایا کہ وہ اکیس سال کی عمر میں نانی تھی۔

۵۱۶ تشریح اس کی صورت یہ ہوئی کہ نو ۹ سال کی عمر میں بالغہ ہوئی دس سال کی عمر میں اس کو ایک بچی پیدا ہوئی اور وہ بھی اسی کی طرح نو ۹ سال میں بالغہ ہوئی اور دس سال کی عمر میں ماں بن گئی۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک ایسی نانی کو یمن میں دیکھا تھا۔ اکیس ۲۱ سال ہی نہیں انیس ۱۹ سال چھ دن میں بھی یہ ممکن ہے۔ ایک عورت کو نو ۹ سال پورے ہونے پر تین دن حیض آیا۔ نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا یا حالت حیض میں ہوا۔ پاک ہوتے ہی شوہر نے وطی کی جس سے حمل رہ گیا چھ مہینے پر بچی پیدا ہوئی۔ اس بچی کا بھی یہی قصہ ہوا۔ انیس ۱۹ سال چھ دن میں پہلی عورت نانی ہو گئی۔

۱۴۸۵ ثَنِیْ نَافِعٌ ثَنِیْ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان کی۔ کہ میں جنگ احد کے موقع پر

اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَهٗ يَوْمَ اُحُدٍ وَهُوَ ابْنُ اَرْبَعَ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمْ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال تھی تو مجھے

يُجِزْنِیْ ثُمَّ عَرَضَنِیْ يَوْمَ الْخَنْدَقِ وَاَنَا ابْنُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً فَاَجَازَنِیْ

جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔ پھر جنگ خندق کے موقع پر جب کہ میں پندرہ سال کا تھا پیش ہوا تو اجازت

قَالَ نَافِعٌ فَقَدِمْتُ عَلٰی عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ خَلِيْفَةٌ فَحَدَّثْتُهٗ

دے دی۔ نافع نے کہا میں جب عمر بن عبد العزیز کے یہاں گیا جب کہ وہ خلیفہ تھے اور یہ حدیث بیان کی تو فرمایا یہ

هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَحَدٌّ بَيْنَ الصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ وَكَتَبَ اِلٰی عُمَّالِهٖ

چھوٹے اور بڑے کے مابین حد ہے۔ اور اپنے ماتحت حاکموں کو لکھا کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے

اَنْ يَّفْرِضُوْا لِمَنْ بَلَغَ خَمْسَ عَشْرَةَ ع

توضیح باب یہ باب دو حکموں پر مشتمل ہے۔ اول یہ کہ یمین مدعی علیہ پر ہے مدعی پر نہیں۔ مدعی پر یمین کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مدعی جب بینہ قائم کرے اور حاکم کو کچھ شبہ ہو تو مدعی سے یہ قسم لے کہ گواہوں نے حق گواہی دی ہے اسے یمین استظہار کہتے ہیں اسلاف میں بہت سے لوگوں کا یہ مذہب تھا۔ جیسے قاضی شریح۔ ابراہیم نخعی، امام اوزاعی وغیرہ۔ حضرت حسن بصری نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں روایت کی ہے کہ انھوں نے عبد اللہ بن حر سے یہ حلف لی تھی۔ ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ یمین استظہار واجب نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مدعی نے صرف ایک گواہ پیش کیا تو مدعی پر یمین ہے۔ جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک نہیں۔

ان دونوں مسئلوں میں جمہور کی دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت اشعث بن قیس سے یہ ارشاد ہے۔

شاهداك او يمينه — دو ہی صورت ہے یا تو تمہارے دو گواہ ہوں یا اس کی یمین۔

نیز اللہ عزوجل کا یہ ارشاد بھی اس کی دلیل ہے کہ فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاۤءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً۔ نور — جو لوگ پاک دامن عورتوں کو تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انھیں اسی ۸۰ کوڑے مارو۔

اس ارشاد میں بقدر نصاب گواہ پیش نہ کرنے پر حد قذف کا حکم دیا۔ اگر مدعی پر قسم ہوئی۔ خواہ یمین استظہار یا گواہ بقدر نصاب نہ ہونے کی صورت میں تو اس ارشاد میں یہ تفصیل ضروری تھی۔ کہ چار گواہ پیش کرنے کے بعد اگر حاکم کو شک ہو تو مدعی سے بینہ کے حق ہونے پر قسم لے۔ اور اگر گواہ نصاب سے کم ہوں تو مدعی سے حلف لے۔ اگر حلف سے انکار کرے تو اسے سزا دو۔

اقول وھو المستعان اسی آیۂ کریمہ سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حدود میں مدعی علیہ پر قسم نہیں۔ ورنہ اس میں یہ اضافہ ہوتا کہ اگر چار گواہ نہ پیش کر سکیں اور ملزم اپنی برأت پر قسم کھالے تو سزا دو۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ یمین مدعی علیہ پر ہے۔ اور دعوے تین قسم کے ہیں۔ اموال، حدود، معاملات۔ عموم اس اس کا مقتضی ہے۔ کہ ہر قسم کے دعووں میں مدعی کے پاس بینہ نہ ہونے کی صورت میں مدعی علیہ پر حلف ہو۔ مگر ہمارے یہاں حدود میں حلف نہیں۔ اور معاملات نکاح، طلاق وغیرہ میں تفصیل ہے۔ البتہ اموال میں ہے۔ تفصیلی بحث کتاب الحدود میں آئے گی۔

۱۴۸۶ وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ شُبْرُمَةَ كَلَّمَنِي اَبُو الزِّنَادِ فِي شَهَادَةِ الشَّاهِدِ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فَقُلْتُ قَالَ عَزَّوَجَلَّ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ

حدیث ابن شبرمہ نے کہا۔ ایک گواہ کی گواہی اور مدعی کی یمین کے بارے میں ابو الزناد نے مجھ سے گفتگو کی — میں نے کہا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کو ایسے لوگوں کو جنھیں تم پسند کرتے ہو۔

اس کا وظیفہ مقرر کردو۔ عہ

۱۴۸۵ تشریحات

غزوہ احد شوال ۳ھ میں ہوا ہے۔ یہ متفق علیہ ہے۔ غزوہ خندق کس سن میں ہوا۔ اس میں دو قول ہیں۔ شوال ۴ھ یا ۵ھ میں۔ امام واقدی اور ابن سعد نے کہا ذو قعدہ میں ہوا تھا۔[۱] یہ بھی طے ہے کہ غزوہ خندق احد کے دو سال بعد ہوا ہے۔ اس لئے کہ تمام ارباب سیر[۲] نے بیان کیا کہ ابو سفیان نے احد سے لوٹتے وقت کہا تھا۔ موعدکم العام القبل ببدر۔ سال آئندہ بدر میں تم سے ملاقات کا وعدہ ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سال آئندہ تشریف لے گئے۔ مگر ابو سفیان عسفان کے قریب تک آکر خشک سالی کا بہانہ کر کے چلے گئے۔ اور یہی صحیح ہے کہ غزوہ خندق شوال ۵ھ میں ہوا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس اختلاف کی وجہ یہ بتائی ہے کہ کچھ اسلاف سنہ ہجری کی ابتدا اس محرم سے کرتے ہیں جو ہجرت کے بعد ہے۔ ربیع الاول سے لے کر ذو الحجہ تک کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ اس تقدیر پر بدر پہلے سال اور احد دوسرے سال اور خندق چوتھے سال ہوا۔ یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں اسی پر بنیاد رکھی ہے۔ مگر یہ حساب درست نہیں۔ جمہور کا طریقہ یہی ہے کہ جس سال میں ہجرت ہوئی اسی کو پہلا سال مانتے ہیں اس حساب سے بدر دوسرے سال، احد تیسرے سال اور خندق پانچویں سال میں ہوا۔

یوم احد اس سے مراد یہ ہے کہ احد کے موقع پر چودھواں سال شروع ہو چکا تھا مثلاً چودھویں کا ایک دن دو دن یا ہفتہ دو ہفتہ گذر چکا تھا۔ دو سال کے بعد جب خندق کا معرکہ درپیش ہوا تو پندرہ سال پورے ہو چکے تھے۔ بلکہ کچھ دن گذر چکے تھے۔ عمر بتانے میں اس طرح کی عادت شائع ذائع ہے۔

هٰذا احَدٌ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ جو پندرہ سال کا ہو جائے۔ اس پر بالغ کے احکام جاری ہوں گے۔ اگرچہ دوسری علامات نہ پائی جائیں۔ وہ عبادات کا مکلف ہوگا۔ مال غنیمت کا مستحق ہوگا۔ اس پر حد جاری ہوگی۔ حربی ہوگا تو قتل کیا جائے گا۔

ان یفرضوا یعنی مجاہدین کی فہرست میں اس کا نام لکھا جائے۔ اور اسے وہ وظیفہ دیا جائے جو مجاہدین کے لئے مقرر ہے۔ مسلم[۳] میں ہے جو اس سے کم عمر کا ہو اسے عیال میں رکھا جائے۔ مجاہدین اور غیر مجاہدین کے وظیفے میں فرق تھا۔ اس لئے یہ فرمایا۔

بابُ الیَمینِ عَلَی المُدَّعیٰ عَلَیْہِ فِی الأَمْوالِ وَالحُدُودِ ص ۳۶۶

اموال اور حدود سب میں یمین مدعیٰ علیہ پر ہے۔

عہ ثانی المغازی باب غزوۃ الخندق ص ۵۸۸ مسلم ثانی الامارۃ۔ ترمذی الجہاد۔ باب فی حد بلوغ الرجل ص ۲۰۴ ابو داؤد ثانی الفئ۔ ابن ماجہ الحدود۔ [۱] زرقانی علی المواہب ثانی ص ۱۰۳

[۲] فتح الباری جلد سابع ص ۳۹۳ [۳] ثانی الامارۃ باب سن البلوغ ص ۱۳۱

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا
دو عورتوں کو اس لئے گواہ بناؤ کہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلائے۔ بقرہ ۲۸۲۔ میں نے کہا اگر ایک
الْاُخْرٰى - قُلْتُ اِذَا كَانَ يَكْتَفِيْ بِشَهَادَةِ شَاهِدٍ وَيَمِيْنِ الْمُدَّعِيْ فَمَا
گواہ اور مدعی کی یمین کافی ہوتی تو ایک دوسری کو یاد دلانے
يَحْتَاجُ اَنْ تُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى مَا كَانَ يَصْنَعُ بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاُخْرٰى -
کی کیا حاجت تھی۔ اس دوسری کے یاد دلانے کو کیا کیا جاتا۔

تشریحات ۱۴۸۶ اکثر نسخوں میں وقال قتیبۃ ہے۔ اس سے بظاہر متبادر ہوتا ہے کہ یہ تعلیق ہے۔ مگر شارح بخاری قطب الدین حلبی کے نسخے میں حدثنا ہے۔ اس خادم کی سمجھ میں یہی آتا ہے۔ کہ یہ تعلیق نہیں۔ کیونکہ قتیبہ امام بخاری کے شیوخ میں ہیں۔ اسی صحیح میں ان سے کثیر روایتیں ہیں۔

ابن شبرمہ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ شبرمہ بن طفیل بن حسان ضبی کے بیٹے ہیں۔ یہ تابعی کوفہ اور منصورہ کے قاضی اور فقیہ تھے۔ پاکدامن عاقل شاعر خوش خلق اور حدیث میں ثقہ ہیں۔ امام بخاری صحیح میں ان کی بہت سی حدیثیں بطور شاہد لائے ہیں۔ اور ادب مفرد میں ان سے روایت بھی کی ہے۔ امام مسلم امام ابوداؤد امام ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ ۱۴۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

ابوالزناد ان کا نام عبد اللہ بن ذکوان ہے قرشی مدنی تابعی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے قاضی تھے۔ ۱۳۰ھ میں واصل بحق ہوئے۔

ابوالزناد قاضی مدینہ طیبہ کا اہل مدینہ کے مثل یہ مذہب تھا کہ ایک گواہ اور مدعی کے قسم پر فیصلہ کرنا درست ہے اور ابن شبرمہ قاضی کوفہ کا اہل کوفہ کی طرح یہ مذہب تھا۔ کہ اس پر فیصلہ جائز نہیں۔

ان کا استدلال آیت مذکورہ سے ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر ایک گواہ اور مدعی کی قسم معتبر ہوتی تو ایک مرد گواہ کافی تھا۔ اس کی کوئی حاجت نہ تھی کہ دو عورتیں بھی رہیں۔ جس میں یہ جھنجھٹ ہے کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلادے۔

ابن شبرمہ کے اس استدلال کے علاوہ اس آیت سے استدلال کی ایک تقریر یہ بھی ہے۔ کہ اس آیت نے ثبوت کی صرف دو صورتوں میں تحدید کردی دو مرد ہوں۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ اس لئے ثبوت کی تیسری صورت کی ایک گواہ اور مدعی کی قسم کتاب اللہ پر زیادتی ہوئی اور یہ قیاس یا خبر واحد سے جائز نہیں۔ اس سلسلے میں جتنی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔ سب ضعیف ہیں۔ اس لائق نہیں۔ کہ ان سے کتاب اللہ پر زیادتی ہو سکے۔ اس موقعہ کی علامہ ابن حجر اور علامہ عینی کی ابحاث قابل دید نی ہیں۔

علاوہ ازیں اس بارے میں احادیث بھی ہیں۔ مثلا الیمین علی المدعی علیہ یہ ترکیب حصر کا افادہ کرتی ہے۔ اور حدیث البینہ علی المدعی والیمین علی من انکر۔ یہ ترکیب بھی مفید حصر ہے۔ جس سے ثابت کہ مدعی کے ذمے صرف

بینہ ہے۔ اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔

اشعث بن قیس کی حدیث۔ شاھداک اویمینہ۔ میں خاص بات یہ ہے کہ اشعث بن قیس سنہ ۱۰ھ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض محققین نے فرمایا کہ وہ احادیث جن سے ثابت ہوتا ہے ایک گواہ اور مدعی کی قسم معتبر ہے۔ منسوخ ہیں۔

بَاب اِذَا ادَّعٰی اَوْ قَذَفَ فَلَہٗ اَنْ یَّلْتَمِسَ الْبَیِّنَۃَ وَیَنْطَلِقَ لِطَلَبِ الْبَیِّنَۃِ ۔ ص ۳۶۷

جب دعویٰ کرے یا کسی پر زنا کا الزام لگائے تو اسے چاہئے کہ بینہ تلاش کرے اور جائے بینہ طلب کرے۔

۱۴۸۷ حدیث ثَنَا عِکْرِمَۃُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ ھِلَالَ بْنَ اُمَیَّۃَ قَذَفَ اِمْرَأَتَہٗ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِشَرِیْکِ بْنِ سَحْمَاءَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْبَیِّنَۃُ اَوْ حَدٌّ فِیْ ظَھْرِکَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا رَاٰی اَحَدُنَا عَلٰی اِمْرَأَتِہٖ رَجُلًا یَنْطَلِقُ یَلْتَمِسُ الْبَیِّنَۃَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ اَلْبَیِّنَۃَ وَاِلَّا حَدٌّ فِیْ ظَھْرِکَ فَذَکَرَ حَدِیْثَ اللِّعَانِ عہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کا الزام لگایا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد لگے گی۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب کوئی اپنی عورت کے اوپر کسی مرد کو دیکھے تو وہ بینہ تلاش کرنے جائے گا حضور یہی فرماتے رہے کہ بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد ہے۔ پھر لعان کی حدیث ذکر کی ــــ

۱۴۸۷ تشریحات حدیث میں خاص اپنی بیوی پر الزام لگانے کا تذکرہ ہے۔ اور باب عام ہے خواہ بیوی کو الزام لگائے خواہ اور کسی کو۔ علاوہ ازیں زوجہ کو الزام لگانے میں حد نہیں لعان ہے۔ اس لئے بینہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ علاوہ ازیں بینہ تلاش کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے پوچھے کیا تم میں سے کسی نے یہ دیکھا ہے۔ یہ انتہائی معیوب بات ہے۔

عہ ثانی تفسیر سورۂ نور باب قولہ ویدرء عنہا العذاب ص ۶۹۵ الطلاق باب یبدء الرجل بالتلاعن ص ۷۹۵ ابوداؤد الطلاق ترمذی الطلاق والتفسیر۔

اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ لعان کے شروع ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس وقت بیوی اور اجنبی پر الزام کا ایک ہی حکم تھا۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بینہ لا ورنہ تیری پیٹھ پر حد ہے۔ اور امام بخاری نے حدیث کے کلمات کی مناسبت سے باب کا عنوان قائم کردیا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ مسلمان کی یہ شان نہیں کہ کسی پر بلاثبوت الزام لگائے۔ جب لگائے گا تو ثبوت کے بعد لگائے گا۔ اب اگر دعویٰ کردیا تو جو موقع کے واقعی گواہ ہیں انھیں ڈھونڈھ کر لائے اور حاکم کے سامنے پیش کرے۔

باب یُحْلِفُ الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ حَیْثُمَا وَجَبَتْ عَلَیْہِ وَلَا یُصْرَفُ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰی غَیْرِہٖ ص ۳۶۷

مدعیٰ علیہ پر جہاں قسم واجب ہو وہیں قسم لی جائے دوسری جگہ نہ پھیری جائے۔

توضیح باب ہمارا اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ مدعیٰ علیہ سے مجلس قضا ہی میں حلف لی جائے گی۔ قسم میں تغلیظ پیدا کرنے کے لئے کسی متبرک مقام پر لے جانا واجب نہیں ہے۔ مگر جمہور اس کے قائل ہیں۔ یہ تغلیظ مکہ مکرمہ میں رکن و مقام کے درمیان ہے اور مدینہ طیبہ میں منبر اقدس کے قریب اور دوسرے شہروں میں جامع مسجد میں۔ یہ لوگ بھی تھوڑے مال میں نہیں کہتے بلکہ دم یا مال کثیر میں۔ مال کثیر کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ ربع دینار سے کم پر اجازت نہیں۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا۔ کہ اس کی مقدار بیس دینار ہے۔ منبر اقدس کے پاس جھوٹی قسم کھانے پر وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا اگرچہ گیلی مسواک پر وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے گا۔[۱] نیز حضرت ابو امامہ بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ۔ فرمایا۔ جو شخص میرے اس منبر کے پاس اس لئے جھوٹی قسم کھائے کہ کسی مسلمان کا مال لے لے تو اس پر فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

۵۱۷ وَقَضٰی مَرْوَانُ بِالْیَمِیْنِ عَلٰی زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ
اور مروان نے یہ حکم دیا کہ زید بن ثابت منبر پر قسم کھائیں۔ حضرت
اَحْلِفُ لَہٗ مَکَانِیْ فَجَعَلَ زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ یَحْلِفُ وَاَبٰی اَنْ یَّحْلِفَ عَلَی
زید بن ثابت قسم کھاتے تھے۔ مگر منبر پر قسم کھانے سے انکار فرما دیا۔ اس
الْمِنْبَرِ فَجَعَلَ مَرْوَانُ یَتَعَجَّبُ مِنْہُ ؏
پر مروان تعجب کرتا رہا۔

[۱] موطا امام مالک۔ اقضیہ۔ باب الحنث علی منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۳۰۳ ابوداؤد ثانی الایمان والنذور باب فی تعظیم الیمین عند منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص ۱۰۰ ابن ماجہ الاحکام باب الیمین عند مقاطع الحدود ص ۱۶۹۔ ؏ ابوداؤد۔ القضا۔ نسائی ایضا۔

تشریحات ۵۱۷ اس تعلیق کو حضرت امام مالک نے موطا[1] میں روایت کیا ہے۔ حضرت زید بن ثابت اور عبد اللہ بن مطیع ایک مکان کا معاملہ لے کر مروان کے یہاں گئے۔ یہ اس وقت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کی طرف سے مدینے کا حاکم تھا۔ عبد اللہ بن مطیع کے پاس بینہ نہ تھا۔ اس لئے مروان نے حضرت زید بن ثابت سے کہا کہ منبر اقدس پر قسم کھاؤ۔ حضرت زید نے فرمایا۔ بس جہاں ہوں وہیں قسم کھاؤں گا۔ اس پر مروان نے کہا۔ واللہ قسم مقاطع الحقوق کے پاس ہی ہوگی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر اقدس پر قسم کھانے سے انکار فرمادیا۔ اور یہ قسم کھاتے رہے کہ ان کا حق حق ہے۔ اس پر مروان کو تعجب ہوتا رہا۔

احناف کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل ہے۔ اور اس سلسلے میں وارد نصوص کا اطلاق اور عموم۔ اس خصوص میں امام بخاری کا بھی مسلک احناف کے مطابق ہے۔ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد۔ شاهداك اويمينه ... کے اطلاق سے استدلال فرمایا۔ اس طرح کہ اس میں کسی جگہ کی تخصیص یا نفی نہیں۔ لہذا جہاں مجلس قضا ہو وہاں قسم کافی ہے۔

باب إِذَا تَسَارَعَ قَوْمٌ فِي الْيَمِينِ ص۳۶۷ جب کوئی قوم حلف کھانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرنا چاہے۔

۱۴۸۸ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَى قَوْمٍ الْيَمِينَ فَأَسْرَعُوا فَأَمَرَ أَنْ يُسْهِمَ بَيْنَهُمْ فِي الْيَمِينِ أَيُّهُمْ يَحْلِفُ۔ عہ

حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں پر قسم پیش فرمایا۔ تو ان میں سے ہر ایک نے جلدی کرنی چاہی۔ اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ کہ ان کے درمیان اس بات پر قرعہ ڈالا جائے کہ کون قسم کھائے گا۔

تشریحات ۱۴۸۸ یہ حدیث مشکل ترین احادیث میں سے ہے۔ اس کی ایک توجیہ یہ ہے کہ دو فریق نے کسی ایسی چیز پر دعویٰ کیا جس پر ان دونوں میں سے کسی کا قبضہ نہیں۔ اس حدیث میں مدعی اور مدعیٰ علیہ کی تعیین مشکل ہے۔ اور بینہ بھی کسی کے پاس نہیں۔ تو قاضی دونوں پر قسم پیش کرے گا۔ اور کون قسم کھائے گا اس کا فیصلہ بذریعہ قرعہ کرے گا۔ جس فریق کے نام قرعہ نکلے اس کی حلف پر فیصلہ کردے گا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہوگا۔ کہ اس چیز پر دونوں کا قبضہ ہو۔

باب مَنْ أَمَرَ بِإِنْجَازِ الْوَعْدِ ص۳۶۸ جس نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] اقضیہ باب الیمین علی المنبر ص۳۰۳

عہ ثانی الاحکام باب من قضا ولعن عند منبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۱۰۶۲

توضیح باب قریب قریب اس پر اجماع ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب نہیں۔ البتہ مکارم اخلاق سے ہے اور مستحب اور مستحسن ضرور ہے۔ جب کہ کسی ممنوع شی کا نہ ہو۔ ورنہ ممانعت کی حیثیت کے مطابق مکروہ یا حرام ہوگا۔ غالبا امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ کیونکہ انھوں نے اس کی مؤید تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں۔

۵۱۸ وَفَعَلَهُ الْحَسَنُ وَذَكَرَ اِسْمٰعِيْلُ اَنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ۔
ت اور اسے امام حسن بصری نے کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وہ وعدے کے سچے تھے

۵۱۸ تشریحات وفعلہ الحسن میں دو وجہ ہے۔ ایک یہ کہ فعل مصدر ہو اور الحسن صفت مشبہ کا صیغہ یعنی وعدہ پورا کرنا اچھا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ۔ فعل ماضی اور الحسن سے امام حسن بصری مراد ہوں یعنی امام حسن بصری نے یہ کیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ پابندی کے ساتھ وعدہ پورا کیا کرتے تھے۔

اسی طرح وذکر اسماعیل۔ میں بھی دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ ذکر مصدر ہو۔ اب معنی یہ ہوا۔ اسماعیل کا یہ تذکرہ۔ دوسرے یہ کہ یہ فعل ماضی ہو۔ جس کا فاعل اللہ عزوجل ہو۔ اب معنی یہ ہوئے۔ اللہ نے اسماعیل کے بارے میں یہ ذکر کیا ہے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ایفاء وعدہ کے بارے میں۔ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں بطریق شعبی یہ روایت کی ہے۔ کہ یہ ایک شخص کے ساتھ ایک بستی میں تشریف لے گئے۔ اس کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ سال بھر تک اس کا انتظار کرتے رہے۔ حتی کہ بطریق ابن شوذب روایت ہے کہ وہیں مکان بنالیا۔

۵۱۹ وَقَضَى ابْنُ الْاَشْوَعِ بِالْوَعْدِ وَذَكَرَ ذٰلِكَ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ
ت اور ابن اشوع نے وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا۔ اور اسے ذکر کیا کہ حضرت سمرہ
جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ۔
بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

۵۱۹ تشریحات ابن اشوع کا نام سعید بن عمرو بن اشوع ہمدانی ہے۔ یہ خالد قسری کی امارت کے زمانے میں کوفے کے قاضی تھے۔ انھیں ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ اور یحیٰ بن معین نے کہا یہ مشہور ہیں۔ لوگ انھیں جانتے ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ کی تفسیر میں ہے۔ کہ ابن اشوع نے ذکر کیا۔ کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

وَقَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ وَرَأَیْتُ اِسْحٰقَ بْنَ اِبْرَاھِیْمَ یَحْتَجُّ بِحَدِیْثِ بْنِ اَشْوَعَ

اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا میں نے اسحٰق بن ابراہیم بن راہویہ کو دیکھا کہ وہ ابن اشوع کی حدیث کو حجت جانتے تھے۔

اس سے مراد بھی مذکورہ بالا حدیث ہے۔

۱۴۸۹ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ قَالَ سَأَلَنِیْ یَھُوْدِیٌّ مِّنْ اَھْلِ الْحِیْرَۃِ اَیَّ الْاَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی قُلْتُ لَآ اَدْرِیْ حَتّٰی اَقْدَمَ عَلٰی حِبْرِ الْعَرَبِ فَاَسْأَلَہٗ فَقَدِمْتُ فَسَأَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ قَضٰی اَکْثَرَھُمَا وَاَطْیَبَھُمَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا قَالَ فَعَلَ۔

حدیث سعید بن جبیر شہید نے فرمایا۔ کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری فرمائی۔ تو میں نے کہا۔ میں نہیں جانتا عرب کے حبر کے پاس جاؤں گا تو ان سے پوچھوں گا۔ میں نے ابن عباس کی خدمت میں حاضری دی (اور پوچھا) تو فرمایا۔ ان دونوں میں جو بڑی اور عمدہ تھی۔ اللہ کے رسول جو فرماتے ہیں کرتے ہیں۔

۱۴۸۹ تشریحات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا لقب حبر عرب جبرئیل امین نے رکھا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے یہاں تشریف لے گئے تو حضرت شعیب نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تم سے نکاح کردوں اس مہر پر کہ تم آٹھ سال میرے یہاں کام کرو اور دس سال پورا کردو تو یہ تمہاری طرف سے ہوگی۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ہمارے اور آپ کے درمیان قرارداد ہو چکی ہیں ان دونوں میں سے جو بھی میعاد پوری کردوں تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہ ہوگا۔ قصص آیت ۲۷ ـ ۲۸

علامہ جوزی[1] نے کہا ہے۔ کہ حضرت شعیب کی خواہش یہی تھی۔ کہ وہ دس سال رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی خواہش کے مطابق یہی کیا۔ اطیبھا ـــ سے مراد یہ ہے کہ جو حضرت شعیب کو زیادہ پسند تھی۔ اس پسندیدگی میں اس کو بھی دخل تھا کہ اس طرح ان کی صاحبزادی مزید دو سال ان کے پاس رہیں گی۔

بَابُ لَا یُسْأَلُ اَھْلُ الشِّرْکِ عَنِ الشَّھَادَۃِ وَغَیْرِھَا۔ مشرکین سے شہادت وغیرہ کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔ ص ۳۶۹

توضیح باب مطلب یہ ہے کہ ان کی گواہی مطلقاً مقبول نہیں۔ اس بارے میں سلف کے کئی قول ہیں۔ جمہور کا قول یہ ہے۔ کہ کفار کی شہادت مطلقاً مقبول نہیں۔ نہ مسلمانوں کے حق میں مقبول نہ خود ان کے حق میں۔

---

[1] فتح الباری خامس ص ۲۹۱

حضرت عمر بن عبد العزیز امام شعبی نافع حماد وکیع کا قول یہ ہے۔ کہ ان کی شہادت ان کے ہم مذہب کے حق میں مقبول ہے۔ مسلمانوں کے حق میں مقبول نہیں۔

ت ۵۲۰ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ لَا تَجُوزُ شَهَادَةُ أَهْلِ الْمِلَلِ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ

امام شعبی نے کہا اختلاف مذہب کی صورت میں ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف مقبول نہیں۔

لِقَوْلِهِ تَعَالَى فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ۔

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کی وجہ سے۔ ہم نے ان کے درمیان عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔

تشریحات ۵۲۰ اس تعلیق کو امام ابوبکر بن شیبہ اور امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے امام شعبی سے اس بارے میں دو متضاد روایتیں آئی ہیں۔

امام عبد الرزاق نے یہ روایت کیا ہے کہ امام شعبی نے کہا کہ یہودی کی گواہی نصرانی کے خلاف اور نصرانی کی یہودی کے خلاف درست ہے۔

امام ابوبکر نے بطریق اشعث جو روایت کی اس میں یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کے حق میں دوسرے مذہب والوں کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف درست ہے۔

حدیث ۱۴۹۰ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے فرمایا۔ اے مسلمانو! تم اہل کتاب سے

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ يَمَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ

کیسے پوچھتے ہو۔ حالانکہ تمہاری وہ کتاب جو نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ اللہ کی طرف

الْكِتَابِ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى نَبِيِّهِ أَحْدَثُ الْأَخْبَارِ بِاللهِ

سے آنے والی خبروں میں سب سے نئی ہے۔ جس کو تم پڑھتے ہو اور اس میں کوئی آمیزش نہیں۔

تَقْرَءُونَهُ لَمْ يُشَبْ وَقَدْ حَدَّثَكُمُ اللهُ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا مَا

اور تم سے اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے اللہ کی کتاب کو بدل دیا ہے۔ اور اپنے ہاتھوں

كَتَبَ اللهُ وَغَيَّرُوا بِأَيْدِيهِمِ الْكِتَابَ فَقَالُوا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ لِيَشْتَرُوا

سے اس میں تغیر کر دیا ہے۔ پھر کہا کہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تاکہ اس کے عوض معمولی قیمت

بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أَفَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ

وصول کریں۔ جو علم تمہارے پاس آیا کیا وہ تم کو اہل کتاب سے پوچھنے کو منع نہیں کرتا۔

وَلَا وَاللّٰہِ مَا رَأَیْنَا مِنْھُمْ رَجُلًا قَطُّ یَسْأَلُکُمْ عَنِ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَیْکُمْ ع

ہم نے ان میں سے کسی شخص کو کبھی نہیں دیکھا کہ تم پر نازل جو ہوا ہے اس کو تم سے پوچھیں۔

تشریحات ۱۴۹۰ احدث الاخبار۔ الاخبار میں دو احتمال ہے۔ ایک یہ کہ مصدر ہو۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ خبر دینے میں نئی ہے۔ اور یہ نسبت اور کتابوں کے اسے نزول کے اعتبار سے نئی فرمایا۔ ورنہ قرآن مجید اللہ عزوجل کا کلام ہے جو قدیم غیر مسبوق بالعدم ہے۔

مطابقت باب اس حدیث سے باب کا ثبوت دو طریقے سے ہے۔ ایک اس طرح جب اہل کتاب کی خبر معتبر نہیں تو شہادت بدرجہ اولی معتبر نہیں۔ کیونکہ یہ بہ نسبت خبر کے زیادہ و قیع ہے۔ دوسرے اس طرح کہ جب ان لوگوں نے چند ٹکوں کی خاطر کتاب اللہ کو بدل دیا۔ تو ان کا کیا بھروسہ کہ کسی لالچ میں آکر جھوٹی گواہی نہ دیدیں۔

بَابُ الْقُرْعَةِ فِي الْمُشْكِلَاتِ وَقَوْلِهِ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ آل عمران آیت ۴۴ — مشکلات میں قرعہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اور یاد کرو جب وہ اپنے قلموں کو ڈالتے تھے۔ کہ کون مریم کی کفالت کرے گا۔

۵۲۱ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِقْتَرَعُوْا فَجَرَتِ الْاَقْلَامُ مَعَ الْجِرْيَةِ وَعَالَ قَلَمُ زَكَرِيَّا الْجِرْيَةَ فَكَفَلَهَا زَكَرِيَّا۔ سورہ آل عمران آیت ۴۴

ت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ان لوگوں نے قرعہ اندازی کی۔ تو سب قلم بہاؤ کے ساتھ بہہ گئے۔ اور زکریا کا قلم بہاؤ کے اوپر ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

تشریحات ۵۲۱ وقولہ۔ القرعۃ۔ پر معطوف ہے۔ اور باب کا جزء ہے۔

عمران کی بیوی حنہ بنت فاقوذا کے بچے نہیں ہوتے تھے۔ انھوں نے ایک دن دیکھا کہ ایک چڑیا اپنے بچے کو دانا کھلا رہی ہے۔ تو ان کے دل میں اولاد کی شدید آرزو پیدا ہوئی۔ اور اللہ سے دعا مانگی۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ امید سے ہوگئیں۔ جب حمل کا یقین ہوگیا۔ تو یہ منت مانی کہ جو بچہ پیدا ہوگا۔ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے دیدوں گی۔ اللہ کی مرضی کہ بچی پیدا ہوئی جن کا نام مریم رکھا گیا۔ پیدائش کے بعد بچی کو کپڑے میں لپیٹ کر بیت المقدس میں لے آئیں۔ اور اس کے خدام کے حوالے کر دیا۔

حضرت مریم کے والد ماجد عمران توریت کے زبردست عالم اور بیت المقدس کے امام تھے۔ اس لئے سارے خدام کی تمنا یہ تھی کہ ہم مریم کی پرورش کریں۔ کوئی دست بردار ہونے کے لئے راضی نہ تھا۔ حالانکہ حضرت زکریا ان کے سردار تھے اور انہوں نے اس پر اپنا استحقاق یوں بیان فرمایا۔ کہ مریم کی خالہ میری زوجیت میں ہے اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔ اس لئے یہ طے ہوا کہ قرعہ اندازی کی جائے۔ یہ لوگ ان قلموں کو لے کر دریائے اردن کے کنارے گئے جن سے توریت لکھتے تھے۔ سب نے

ع ثانی الاعتصام باب لا تسئلوا اھل الکتاب ص ۱۰۹۴ التوحید باب قول اللہ تعالیٰ کل یوم ھو فی شان ص ۱۱۲۲

اپنے اپنے قلم دریا میں ڈالے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے علاوہ سب کے قلم دریا میں بہہ گئے۔ مگر حضرت زکریا کا قلم پانی کے اوپر رہا اور رکا رہا۔ اور یہی طے تھا کہ جس کا قلم پانی میں بہے نہیں اوپر رکا رہے وہی مریم کی پرورش کرے گا۔ اس قرارداد کے مطابق حضرت زکریا نے حضرت مریم کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

وَقَوْلِهٖ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ يَعْنِي مِنَ الْمَسْهُوْمِيْنَ — اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا بیان۔ اس نے کشتی والوں کے ساتھ قرعہ ڈالا تو اسی کا نام ڈھکیلے جانے والوں میں نکلا۔

توضیح یہ بھی۔ القرعۃ۔ پر عطف ہے۔ اور باب کا جز ہے۔ یہ حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ یہ اہل نینوی کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ یہ موصل کے نواحی میں دجلہ کے کنارے ایک بستی تھی۔ ان کی قوم نے ان پر جب ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو انہوں نے ان کی ہلاکت کی دعا کی اور فرمایا۔ کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا۔ اور انھیں چھوڑ کر چلے گئے۔ جب اہل نینوی نے دھواں اور دوسری عذاب کی علامتیں دیکھیں تو ڈر گئے۔ اور ان پر ایمان لائے۔ اور سچے دل سے ایمان لائے اور توبہ کی۔ لوگوں کے حقوق واپس کر دیئے یہاں تک کہ عمارتوں میں لگے پتھر بھی واپس کر دیئے۔ حضرت یونس کی تلاش میں نکلے مگر وہ نہیں ملے۔ اللہ نے ان پر سے عذاب اٹھا لیا۔

حضرت یونس علیہ السلام ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی کچھ دور چل کر بیچ دریا میں رک گئی۔ بظاہر اس کا کوئی سبب نہ تھا۔ ملاحوں نے کہا کہ کشتی میں کوئی بھاگا ہوا غلام ہے۔ جب تک اسے دریا میں نہیں ڈالا جائے گا کشتی چلے گی نہیں مگر کسی نے نہ اقرار کیا اور نہ کسی ایسے غلام کو بتایا۔ اس لئے قرعہ ڈالا گیا۔ چھ بار قرعہ پڑا ہر بار حضرت یونس ہی کا نام نکلا۔ مجبوراً انھیں کو دریا میں ڈالدیا گیا۔

ایک مچھلی کو حکم ہوا اس نے نگل لیا۔ اور مچھلی کو یہ بھی حکم ہوا کہ ان کو نہ ہضم کرنا نہ ہڈی توڑنا۔ پھر بحکم الٰہی مچھلی نے انھیں خشکی پر اگل دیا۔ مچھلی کے پیٹ میں کتنے دن رہے۔ اس میں ایک دن سے لے کر چالیس دن تک کا قول ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات جستہ جستہ قرآن مجید میں متعدد جگہ مذکور ہیں۔ ان دونوں واقعے کے تذکرے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ اگلی شریعت میں قرعہ اندازی شروع تھی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے۔ کہ اگلی شریعتوں کے احکام اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان فرمائیں اور انکار نہ کریں تو وہ ہماری بھی شریعت ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
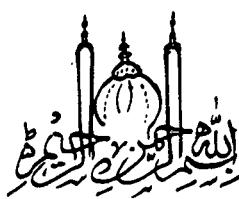
کتاب الصلح صلح کا بیان

بَابُ مَاجَاءَ فِی الْاِصْلَاحِ بَیْنَ النَّاسِ — لوگوں کے درمیان صلح کرانا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس

وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ — ارشاد کا بیان کہ فرمایا۔ بہت سی سرگوشیوں میں بھلائی

نَجْوَاھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْمَعْرُوْفٍ — نہیں سوائے اس کے جو صدقہ کا حکم کرے یا اچھے کام کا

اَوْاِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ۔ النساء (۱۱۴) — یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا۔

وَخُرُوْجِ الْاِمَامِ اِلَی الْمَوَاضِعِ لِیُصْلِحَ بَیْنَ النَّاسِ بِاَصْحَابِہٖ

اور امام کا اپنے اصحاب کے ساتھ اختلاف کی جگہوں پر جانا تاکہ لوگوں کے مابین صلح کرائے۔

حدیث ۱۴۹۱

سَمِعْتُ اَبِیْ اَنَّ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قِیْلَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْاَتَیْتَ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ اُبَیٍّ فَانْطَلَقَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

کہ عبد اللہ بن ابی کے پاس تشریف لے چلئے تو اچھا ہوتا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَرَکِبَ حِمَارًا فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُوْنَ یَمْشُوْنَ مَعَہٗ وَھِیَ اَرْضٌ

اس کے یہاں تشریف لے گئے اور گدھے پر سوار ہوئے۔ مسلمان پیدل حضور کے ساتھ چلے۔ اور وہ شور

سَبِخَۃٌ فَلَمَّا اَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلَیْکَ عَنِّیْ وَاللّٰہِ

زمین تھی۔ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے یہاں پہونچے تو اس نے کہا۔ ہم سے دور رہ۔

لَقَدْ اٰذَانِی نَتْنُ حِمَارِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ مِنْهُمْ وَاللّٰهِ لَحِمَارُ

واللہ تیرے گدھے کی بو نے مجھے ایذا پہنچائی ۔ انھیں میں کے ایک انصاری نے کہا ۔ واللہ رسول اللہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْيَبُ رِيْحًا مِّنْكَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ اللّٰهِ رَجُلٌ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس گدھے پر سوار ہیں اس کی خوشبو تیری بو سے بدرجہا اچھی ہے ۔ اس پر

مِّنْ قَوْمِهٖ فَشَتَمَا فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اَصْحَابُهٗ فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ

اس کے برادری کے ایک شخص کو غصہ آگیا ۔ دونوں گالی گلوج کرنے لگے جس کے نتیجے میں ہر ایک کے ساتھی

بِالْجَرِيْدِ وَالْاَيْدِىْ وَالنِّعَالِ فَبَلَغَنَا اَنَّهَا نَزَلَتْ وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

غضبناک ہوگئے ۔ اور ان کے درمیان کھجور کی شاخوں ہاتھوں اور جوتوں سے مار پیٹ ہوئی ۔ ہم کو یہ خبر پہنچی ہے

اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ــــ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا مَا انْتَخَبْتُ مِنْ مُسَدَّدٍ

کہ یہ آیت نازل ہوئی ۔ اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرادو ــــ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے

قَبْلَ اَنْ يَّجْلِسَ وَيُحَدِّثَ ۔

فرمایا ۔ یہ وہ ہے جو میں نے مسدد سے منتخب کیا ہے ۔ قبل اس کے کہ وہ بیٹھیں اور حدیث بیان کریں ۔

تشریحات ۱۴۹۱

فقال رجل من الانصار ۔ کتاب الاستیذان میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ۔ اگرچہ دونوں کے سیاق میں اختلاف ہے ۔ اس حدیث میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے جارہے تھے ۔

علامہ ابن حجر نے یہ تطبیق دی کہ ہوسکتا ہے کہ غرض مذکور کے بعد یہ خیال فرمایا ہو کہ چلو سعد ابن عبادہ کی عیادت بھی کرتے آئیں ۔ اور عبد اللہ بن ابی کو اسلام کی دعوت بھی دیدیں ۔ دونوں ایک ہی قبیلے خزرج کے فرد تھے ۔

وکان بینہما :۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں فریق کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کر دیا ۔ یہاں تک کہ خاموش ہوگئے ۔

فبلغنا :۔ اس کے قائل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ۔ جیسا کہ اسماعیلی کی روایت میں ہے ۔ جو بطریق معتمر ہے قال انس فانبئت انہا نزلت فیہم حضرت اسامہ کی حدیث میں یہ نہیں ۔

ـــہ مسلم المغازی ـــلہ ثانی باب التسلیم فی مجلس فی اخلاط ص ۹۲۴

بَابُ لَيْسَ الْكَاذِبُ الَّذِي يُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ ص۳۷۱

وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے۔

حدیث ۱۴۹۲

اَنَّ حُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَهُ اَنَّ اُمَّهُ اُمَّ كُلْثُوْمِ بِنْتَ

حضرت ام کلثوم بنت عقبہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

عُقْبَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ

انھوں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں کے

اس پر ایک اشکال یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر کے پہلے کا ہے[1]۔ جب کہ ابن ابی ابن سلول نے اظہار اسلام بھی نہیں کیا تھا۔ جو اس حدیث کے سیاق سے ظاہر ہے اور یہ آیہ کریمہ سورہ حجرات کی ہے۔ جو بہت بعد میں سنۃ الوفود ۹ھ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا علامہ ابن حجر نے یہ جواب دیا کہ ہوسکتا ہے۔ اتنا حصہ ان دونوں موقعوں پر نازل ہوا ہو۔ اور ابن ابی ابن سلول اور اس کے ہمراہیوں پر مومنین کا اطلاق تغلیباً ہوا ہو۔

تشریحات ۱۴۹۲

ینمی - نمی ینمی - یہ ضرب یضرب سے جب آتا ہے تو اس کے معنی بہ نیت اصلاح کسی سے اچھی بات کہنے کے ہیں۔ اور باب افعال اور تفعیل سے اس کے معنی فساد پیدا کرنے والی بات کہنے کے ہیں۔ جسے چغلی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے اقتضاءً یہ ثابت ہوتا ہے کہ دو فریق میں صلح کرانے کے لئے خلاف واقعہ ایسی بات کہنے کی اجازت ہے۔ جس سے صلح میں مدد ملے۔ مگر بعض علماء یہ فرماتے ہیں۔ کہ جھوٹ کسی حال میں جائز نہیں۔ اس سے مراد توریہ ہے۔ یعنی ایسی ذومعانی بات کہنی جس میں سچ کا بھی پہلو ہو۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ جنگ اور زوجین میں میل جول کرانے اور "فریق میں صلح کرانے۔ نیز اپنی یا کسی مسلمان کی جان، مال، عزت آبرو بچانے کے لئے خلاف واقعہ بات کہنی جائز بلکہ مستحب ہے حتی کہ بعض صورتوں میں واجب۔ مگر اس وقت جب کہ توریہ سے بھی کام نہ چلے اور خلاف واقعہ بات کہے بغیر چارہ کار نہ ہو[2] اور اگر توریہ سے کام چل جائے تو خلاف واقعہ بات کہنے کی اجازت نہیں۔ حدیث میں ہے[3]۔

المعاریض مندوحۃ عن الکذب — تعریضات جھوٹ سے مستغنی کرنے والی ہیں۔

---

[1] حوالۂ مذکور [2] ردالمحتار جلد خامس ص ۲۷۴

[3] فتح الباری عاشر ص ۵۹۴۔

لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَنْمِیْ خَیْرًا وَّیَقُوْلُ خَیْرًا ۔

درمیان صلح کرائے اور اچھی بات بتائے یا اچھی بات کہے۔

بَابُ اِذَا اصْطَلَحُوْا عَلٰی صُلْحِ جَوْرٍ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ ص۳۷۱

جب غیر مشروع بات پر صلح کرلیں تو وہ واجب الرد ہے۔

حدیث ۱۴۹۳

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ

علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اس دین میں اگر کوئی ایسی بات ایجاد کرے جو دین

مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ۔

میں سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

تشریحات ۱۴۹۳

اس حدیث میں امام بخاری کے شیخ "یعقوب" ہیں۔ امام بخاری نے یہاں بھی اور مغازی باب فضل من شهد بدرا کے بعد والے بلاعنوان باب کے تحت نسبت کے بغیر ذکر کیا ہے۔ اور یعقوب نام کے اس درجے میں چار افراد ہیں۔ یعقوب بن ابراہیم درقی۔ یعقوب بن ابراہیم بن سعد۔ یعقوب بن حمید بن کاسب۔ یعقوب بن محمد بن زہری۔

اس حدیث میں مراد کون یعقوب ہیں۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ مگر خود بخاری ہی کے ابوذر کے نسخے میں مغازی کی روایت میں یعقوب بن ابراہیم ای الدرقی ہے۔ علامہ ابن حجر کا خیال ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ بخاری کتاب الطہارۃ میں ایک جگہ یعقوب بن ابراہیم عن اسمٰعیل بن علیہ ہے۔ علامہ ابن حجر نے اسی کو راجح کہا۔ اس لئے کہ امام بخاری کی عادت ہے کہ کہیں اگر کوئی راوی غیر منسوب ہے۔ مگر دوسری جگہ منسوب ہے تو وہی مراد ہوتا ہے۔[۱]

فیه ما فیه ولسنا بصدد طول البحث

تکمیل [۲] مسلم میں ہے۔ کہ سعد بن ابراہیم نے کہا۔ کہ میں نے قاسم بن محمد سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس کے پاس بہت سے مکانات تھے۔ اس نے ہر مکان کے ثلث کی وصیت کی۔ قاسم نے فرمایا۔ یہ سب ایک مکان میں

[ف] مسلم ابوداؤد الادب ترمذی البر نسائی سیر ۔ مسلم الاقضیہ ابوداؤد السنۃ۔ ابن ماجہ السنۃ

[۱] فتح الباری خامس ص۳۰۲　[۲] ثانی الاقضیہ باب نقض الامور الباطلۃ ص۷۷

بَابٌ كَيْفَ يُكْتَبُ هٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَفُلَانُ بْنُ فُلَانٍ

صلح نامہ کیسے لکھا جائے؟ یہ صلح نامہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کے مابین ہے

وَإِنْ لَمْ يَنْسُبْهُ إِلَىٰ قَبِيلَتِهِ أَوْ نَسَبِهِ۔ ص۳۷۱

اگرچہ قبیلے اور نسب کا ذکر نہ ہو۔

حدیث ۱۴۹۴	عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ
	حضرت براء (بن عازب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ

جمع کر دیا جائے۔ مگر مسلم کا متن یہ ہے۔

من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد۔ جو ایسا عمل کرے جس پر ہمارا دین نہیں وہ مردود ہے۔

ابوالحسین بن خالد کی کتاب السنہ میں قصہ یوں مذکور ہے۔ سعد بن ابراہیم سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فضل بن عباس بن عتبہ بن ابولہب نے ایک وصیت کی کچھ صدقہ کچھ میراث اور خلط ملط کر دیا۔ اور میں قاضی تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے فیصلہ کروں تو میں نے قاسم بن محمد کے پہلو میں نماز پڑھی اور ان سے پوچھا۔ تو انھوں نے بتایا کہ تہائی میں وصیت نافذ کر دے۔ اور بقیہ میراث میں لوٹا دے۔ اس لئے کہ عائشہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔ الحدیث۔

یہ سعد بن ابراہیم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پوتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا بھی نام ابراہیم تھا۔ جو اس حدیث کے راوی ہیں۔ مسلم کی روایت اور اس میں تعارض نہیں۔ اس روایت میں وصیت کو مبہم رکھا اور مسلم میں تفصیل ہے۔ البتہ حضرت قاسم کے جوابات میں تعارض ہے۔ مسلم کی روایت کے مطابق جواب کا حاصل یہ نکلا کہ ہر مکان کے ثلث دینے کے بجائے ہر مکان کے ثلث کی جو مقدار ہوتی ہے اسے اکٹھا ایک مکان میں دیدے۔ غالبًا یہ اس بنا پر تھا کہ موصی لہم اور وارثین نے خود یہ تجویز رکھی ہو خواہ اس بنا پر کہ مکانوں کا ثلث موصی لہم کے لئے بیکار رہا ہو یا کسی اور وجہ سے۔

اور دوسری روایت میں جواب کا حاصل یہ ہے کہ کل ترکے کی تہائی وصیت میں دیدے بقیہ وارثین کو۔

وجہ تطبیق یہ ہے کہ غالبًا حضرت قاسم نے پہلے ہی جواب دیا تھا۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ترکے میں صرف یہی مکانات رہے ہوں۔ تو انھوں نے ایک نباض فقیہ کا جواب دیا کہ کل ترکے کو دیکھ لو۔ اور اس کی تہائی میں وصیت نافذ کر دو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد بتایا گیا ہو کہ ترکے میں صرف یہی مکانات ہیں۔ تو دوسرا جواب ارشاد فرمایا۔ روایتوں میں اختصار کی عادت سب کو معلوم ہے۔

ما لیس منه	میلاد فاتحہ عرس وغیرہ کے مانعین ان چیزوں کے حرام و بدعت سیئہ ہونے پر اس حدیث سے بھی

۱؎ فتح الباری خامس ص۳۰۲

تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ذِی الْقَعْدَۃِ فَاَبٰی اَھْلُ مَکَّۃَ اَنْ یَّدَعُوْہُ یَدْخُلُ

تعالیٰ علیہ وسلم ذو قعدہ میں عمرہ کرنے چلے۔ اہل مکہ نے یہ پسند نہیں کیا کہ حضور کو مکے کے

مَکَّۃَ حَتّٰی قَاضَاھُمْ عَلٰی اَنْ یُّقِیْمَ بِھَا ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ فَلَمَّا کَتَبُوا الْکِتَابَ

اندر جانے دیں۔ یہاں تک کہ اس پر صلح ہوئی کہ تین دن مکے میں ٹھہریں گے۔ جب دستاویز

دلیل لاتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی خطائے فاحش ہے۔ اس لئے کہ ما لیس منہ۔ سے مراد وہ نو ایجاد چیزیں ہیں۔ جو قرآن حدیث اجماع کے مخالف ہیں — یا اس کی کتاب و سنت سے کوئی اصل ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط نہ ہو۔ حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں لکھتے ہیں۔

ما احدث مما یخالف الکتاب او السنۃ او الاثر او الاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلک فلیس بمذموم۔

کتاب اللہ یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف جو چیز ایجاد کی جائے۔ تو وہ گمرہی ہے۔ اور جو چیز ان میں سے کسی کے مخالف نہیں۔ ان کا ایجاد کرنا مذموم نہیں۔

نیز اسی میں ہے۔

والمعنی ان من احدث فی الاسلام رایا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ

اس کے معنی یہ ہیں جس نے اسلام میں ایسی رائے ایجاد کی جس کی کتاب و سنت سے کوئی ظاہر یا خفی ملفوظ یا مستنبط سند نہ ہو وہ اس پر رد کر دیجائے گی۔

بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ اچھی چیز کا ایجاد کرنا بھی باعث ثواب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی[1] ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیئ۔

جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اسے اسکا ثواب ہے اور اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کا ثواب ہے، بغیر اسکے کہ ان کے ثواب میں کمی کیجائے۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ نکالا اس پر اس کا گناہ ہے اور اسکے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں سب کے برابر گناہ ہے بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہیں کمی کیجائے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گزرا۔ کہ حسنہ اور سیئہ محمود و مذموم کی بنیاد یہ ہے کہ

---

[1] مسند امام احمد جلد خامس صفحہ ۳۵۷ مسلم اول الزکوٰۃ ثانی العلم صفحہ ۳۴۱ نسائی زکوٰۃ صفحہ ۳۵۷ مشکوٰۃ صفحہ ۳۳

كَتَبُوْا هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَقَالُوْا

لکھا گیا۔ تو اس میں یہ لکھا گیا۔ یہ وہ ہے جو محمد رسول اللہ نے صلح کی ہے، اہل مکہ نے اس پر

لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَا مَنَعْنَاكَ

یہ کہا ہم اس کا اقرار نہیں کریں گے۔ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تو آپ کو

لٰكِنْ اَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ثُمَّ

روکتے نہیں۔ ہاں آپ محمد بن عبد اللہ ہیں۔ فرمایا میں رسول اللہ بھی ہوں اور محمد بن عبداللہ

قَالَ لِعَلِيٍّ اُمْحُ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا۔ اَمْحُوْكَ اَبَدًا فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

بھی ہوں۔ پھر حضرت علی سے فرمایا۔ رسول اللہ مٹا دے۔ انھوں نے عرض کیا اسے کبھی نہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ فَكَتَبَ هٰذَا مَا قَاضٰى مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ

مٹاؤں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ دستاویز لے لیا اور لکھا۔ یہ وہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ

جو چیزیں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ مذموم ہیں سیئہ ہیں۔
اور جو ان میں سے کسی کے مخالف نہیں وہ مذموم نہیں۔

اس لئے جو لوگ میلاد فاتحہ عرس کو بدعت سیئہ اور حرام کہتے ہیں یہ ان کے ذمہ ہے کہ بتائیں یہ چیزیں کس آیت یا کس حدیث یا کس اثر یا اجماع کے مخالف ہیں اور اگر یہ نہیں ثابت کر سکتے اور ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز ہرگز نہیں ثابت کر سکتے۔ تو ان کا ان چیزوں کو حرام اور بدعت سیئہ کہنا شریعت پر افترا اور اپنے جی سے نئی شریعت گڑھنا ہے۔ تفصیل کیلئے اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد۔ اذاقۃ الآثام لمعانی المولد والقیام۔ انوار ساطعہ اور اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں۔

تشریحات
۱۴ ۹۴

صلح حدیبیہ کا پورا قصہ کتاب الشروط میں آئے گا۔ ذوقعدہ ۶ھ میں پہلی تاریخ کو دوشنبہ کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے سے عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے۔ ذوالحلیفہ پہونچکر احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں کو قلادہ ڈالا اور اشعار کیا۔ اہل مکہ کو خبر ہوئی تو انھوں نے طے کر لیا کہ کسی قیمت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کو مکے آنے نہیں دیں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثنیۃ المرار پہونچے جو مکہ معظمہ سے پہلے ایک منزل کی دوری پر ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے ہر چند اٹھانا چاہا نہ اٹھی، کچھ لوگوں نے کہا کہ قصوا تھک گئی یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ یہ تھکی نہیں ہے۔ اور نہ اس کی عادت ہے۔ مگر اسے (ابرہہ کے) ہاتھیوں کو روکنے والے

لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ بِسِلَاحٍ إِلَّا فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ

نے صلح کی ہے۔ کہ مکے میں تشریف لائیں گے تو کھلا ہتھیار ساتھ نہ رکھیں گے۔ اگر ہوگا

إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ، وَأَنْ لَا يَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا

تو میان میں اور اگر مکے والوں میں سے کوئی ان کے ساتھ جانا چاہے تو اسے نہیں لیجائیں گے

فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا قُلْ لِصَاحِبِكَ اخْرُجْ عَنَّا

اور اگر ان کے اصحاب میں سے کوئی مکہ رہنا چاہے تو اسے منع نہیں کریں گے۔ جب حضور مکے

فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُمْ ابْنَةُ حَمْزَةَ

تشریف لے گئے اور میعاد پوری ہونے کے قریب ہوئی تو اہل مکہ حضرت علی کے پاس آئے اور کہا اپنے

يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيٌّ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ دُونَكِ

صاحب سے کہو یہاں سے تشریف لیجائیں۔ میعاد پوری ہو چکی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس ہوئے۔ اس

ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ

وقت حضرت حمزہ کی بیٹی اے چچا اے چچا پکارتی ہوئی پیچھے لگ گئی اسے حضرت علی نے لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا

نے روک دیا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قریش جو بھی ایسی بات پیش کرینگے جس میں حرم کی تعظیم ہوگی میں قبول کر لوں گا۔

اس کے بعد لوگوں نے قصوا کو آواز دی تو اٹھ کھڑی ہوگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے انتہائی سرے پر حرم کے قریب آکر پڑاؤ ڈالا۔ اور یہیں وہ تاریخی صلح ہوئی جس کی ہر دفعہ مسلمانوں کے لئے مغلوبانہ تھی مگر اللہ عزوجل نے اسے فتح مبین کہا۔ بعد کے واقعات نے دنیا کو دکھا دیا کہ واقعی وہ فتح مبین تھی ارباب سیر نے لکھا کہ اس مدت میں اتنے زیادہ لوگ مسلمان ہوئے کہ اسلام کے گزشتہ انیس سالوں میں نہ ہوئے تھے۔ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ فاتح شام، حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر انھیں ایام میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

صلح نامہ کی کتابت کے بعد تین دن تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں قیام فرمایا۔ قربانی کے جانور ذبح کئے اور احرام کھولا۔

فکتب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُمی تھے۔ دنیا میں کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، اسلئے شارحین نے اس کی توجیہ یہ کی ہے۔ کہ یہ اسناد مجازی ہے حضور نے حضرت علی کو لکھنے کا حکم دیا۔

اَنَا اَحَقُّ بِهَا وَهِيَ بِنْتُ عَمِّيْ وَقَالَ جَعْفَرٌ بِنْتُ عَمِّيْ وَخَالَتُهَا تَحْتِيْ

اور حضرت فاطمہ سے کہا لو یہ تمہارے چچا کی بچی ہے حضرت سیدہ نے اسے گود میں لے لیا۔ اس کے بارے میں

وَقَالَ زَيْدٌ بِنْتُ اَخِيْ فَقَضٰى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا

علی زید اور جعفر نے اپنا اپنا دعویٰ پیش کیا۔ حضرت علی نے کہا۔ یہ میرے چچا کی بچی ہے اور حضرت جعفر نے کہا یہ میرے

وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ وَقَالَ

چچا کی بچی ہے اور اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے اور حضرت زید نے کہا۔ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ

اور ان سے لکھوایا۔ مگر بہت سے محققین نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتنا جملہ خود تحریر فرمایا تھا۔ اور یہ بطور اعجاز تھا۔

فتبعتھم اسد اللہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِن صاحبزادی کا نام عمارہ یا امامہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمیس تھا۔ انھوں نے، اے میرے چچا اے میرے چچا پکارا۔ یہ یا تو اہل عرب کی عادت کے مطابق تھا کہ اپنے سے بڑے کو چچا کہتے تھے۔ یا اس بنا پر کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دونوں نے ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ یا انھوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکارا تھا۔ جن کے اور حضرت حمزہ کے مابین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مواخاۃ قائم کی تھی، حضرت جعفر بن ابو طالب کی زوجیت میں ان کی خالہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔

انت اخونا ومولانا اخوت سے مراد دینی اخوت ہے۔ اور یہ از راہ خرد نوازی فرمایا۔ اس لئے سند نہیں۔ مولیٰ کے معنی آزاد کردہ غلام کے ہیں اور محبوب کے بھی۔ یہ سن کر حضرت زید خوشی میں رقص کرنے لگے[1]

مطابقت باب باب کا حاصل یہ تھا۔ کہ صلح کے دستاویز میں فریقین کے قبیلے اور نسب نامے کو تحریر کرنا ضروری نہیں۔ یہ ضروری ہے کہ فریقین کے نام اس طرح لکھے جائیں کہ اشتباہ باقی نہ رہے۔ نام نامی کے ساتھ رسول اللہ۔ لکھنے سے اشتباہ بالکلیہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے پہلے یہی تحریر کرایا۔ حتیٰ کہ والد ماجد کا نام نامی بھی نہیں لکھوایا۔ مگر جب ان جاہل معاندین کو اعتراض ہوا تو ابن عبد اللہ لکھوایا یہ چونکہ محض اتنے ہی سے اشتباہ ختم ہوجاتا ہے۔ اس لئے نہ قبیلہ لکھوایا نہ نسب نامہ۔ لیکن اگر کسی کا مشہور وصف نہ ہو اور محض باپ کے نام سے پورا امتیاز نہ ہوتا ہو تو دادا پر دادا جتنے سے امتیاز کلی حاصل ہو لکھوانا ضروری ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری ثالث عشر ص۲۷۷

لِجَعْفَرٍ اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ وَقَالَ لِزَیْدٍ اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا۔[۱]

علیہ وسلم نے خالہ کے حق میں فیصلہ کر دیا اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں ہے اور حضرت علی سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور حضرت جعفر سے فرمایا تم میری صورت اور سیرت میں مشابہ ہو اور حضرت زید سے فرمایا۔ تم میرے بھائی اور مولیٰ ہو۔

بَابُ الصُّلْحِ مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ ص ۳۷۲ مشرکین کے ساتھ صلح

حدیث ۱۴۹۵

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قَالَ صَالَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُشْرِکِیْنَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَۃِ

نے مشرکین سے یوم حدیبیہ تین شرطوں پر صلح کی (اول) اگر مشرکین میں سے کوئی حضور کی

عَلٰی ثَلٰثَۃِ اَشْیَاءَ عَلٰی اَنَّ مَنْ اَتَاہُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ رَدَّہٗ اِلَیْہِمْ وَمَنْ

خدمت میں آئے گا تو اسے واپس کر دیں گے (دوم) مسلمانوں میں سے جو مشرکین

اَتَاھُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَرُدُّوْہُ وَعَلٰی اَنْ یَّدْخُلَھَا مِنْ قَابِلٍ

کے پاس آئے تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ (سوم) مکے میں سال آئندہ آئیں گے اور صرف

ہمارے زمانہ میں سکونت بقید محلہ لکھتے ہیں یہ بھی امتیاز کے لئے ہے۔

سہیلی نے لکھا ہے کہ اس دستاویز کی دو کاپیاں کی گئی تھیں۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھی اور دوسری سہیل کو دی گئی جو اہل مکہ کا نمائندہ تھا۔ اس پر بحیثیت گواہ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور محمد بن مسلمہ کے دستخط تھے۔ اور اہل مکہ کی جانب سے مکرز بن حفص اور حویطب بن عبد العزیٰ کے دستخط تھے۔[۱]

تشریحات ۱۴۹۵

جُلُبَّان۔ جُلُبٌّ۔ ایک قسم کا تھیلا جسے مسافر اپنے ساتھ رکھتا تھا جس میں ہتھیار اور ضروری سامان رکھتا تھا۔ قِراب تلوار کی نیام۔

صلح حدیبیہ کی تمام احادیث پر غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شرط کی اس دفعہ کی تشریح یہ تھی۔ کہ ہتھیاروں میں صرف تلوار لے کر آئیں گے۔ اور تلوار بھی نیام میں ہوگی جو تھیلے میں رکھی ہوگی جیسی ہو نظر

۱؎ الجہاد باب المصالحۃ علی ثلثۃ ایام ص ۴۵۲ المغازی باب عمرۃ القضاء ص ۶۱۱ مسلم المغازی ابو داؤد الحج ترمذی ۱؎ عمدۃ القاری ثالث عشر ص ۲۷۷

وَ يُقِيمُ بِهَا ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَا يَدْخُلُهَا اِلَّا بِجُلُبَّانِ السِّلَاحِ وَالسَّيْفِ

تین دن ٹھہریں گے اور مکے میں ہتھیار تلوار کمان کے تھیلے کے ساتھ آئیں گے۔

وَالْقَوْسِ وَنَحْوِهٖ وَجَاءَ اَبُوْجَنْدَلٍ يَحْجُلُ فِيْ قُيُوْدِهٖ فَرَدَّهٗ اِلَيْهِمْ قَالَ

اور ابو جندل اپنی بیڑیوں میں دونوں پاؤں سے کودتے ہوئے آئے تو انھیں

اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ لَمْ يَذْكُرْ مُؤَمَّلٌ عَنْ سُفْيَانَ اَبَا جَنْدَلٍ وَقَالَ اِلَّا

واپس کر دیا۔ ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ مؤمل نے سفیان سے جو روایت کی ہے

بِجُلُبِّ السِّلَاحِ۔

اسمیں ابو جندل کا ذکر نہیں اور انھوں نے بجلب السلاح کہا ہے۔

حدیث ۱۴۹۶

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهٗ

علیہ وسلم عمرے کے لئے چلے تو قریش کے کفار حضور اور بیت اللہ کے مابین حائل ہو گئے

وَبَيْنَ الْبَيْتِ فَنَحَرَ هَدْيَهٗ وَحَلَقَ رَاسَهٗ بِالْحُدَيْبِيَةِ وَقَاضَاهُمْ

حضور نے حدیبیہ ہی میں قربانی کرلی اور سر مونڈ لیا۔ اور ان سے اس شرط پر

نہ آئے گی۔

یَحْجُلُ۔ چکور کی طرح چلنا۔ حَجَلٌ کے معنی چکور کے ہیں۔ بیڑی پہنے ہوئے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھا کر کودنا۔ یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

ابوجندل یہ سہیل بن عمرو کے فرزند تھے۔ جو قریش کے نمائندے تھے۔ اور جس نے صلح کرائی۔ یہ مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ اسلئے ان کے باپ نے ان کو قید کر کے پاؤں میں بیڑی ڈالدی تھی۔ موقع پاکر کسی طرح حدیبیہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس وقت تک صلحنامہ مکمل نہیں ہوا تھا۔ سہیل نے انھیں دیکھا تو ان کا گریبان پکڑ کر گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اور وہ مسلمانوں سے فریاد کرنے لگے۔ بالآخر ان کو واپس کر دیا گیا۔

اصابہ میں ہے کہ یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ غزوہ بدر میں مشرکین کے ساتھ آئے تھے۔ مگر لشکر اسلام

عَلٰی اَنْ یَعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ وَلَا یَحْمِلَ سِلَاحًا عَلَیْہِمْ اِلَّا سُیُوْفًا

صلح کی کہ سال آئندہ عمرہ کریں گے اور تلوار کے سوا کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے اور اتنا ہی ٹھہریں گے جتنا

وَلَا یُقِیْمُ بِہَا اِلَّا مَا اَحَبُّوْا فَاعْتَمَرَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَدَخَلَہَا کَمَا کَانَ صَالَحَہُمْ

قریش چاہیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سال آئندہ عمرہ فرمایا۔ اور صلح کے مطابق مکہ

فَلَمَّا اَقَامَ بِہَا ثَلٰثًا اَمَرُوْا اَنْ یَّخْرُجَ فَخَرَجَ۔[۱]

تشریف لے گئے جب تین دن قیام فرمالیا تو انھوں نے مطالبہ کیا کہ چلے جائیں تو واپس ہو گئے

حدیث ۱۴۹۷

عَنْ سَہْلِ بْنِ اَبِیْ حَثْمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ انْطَلَقَ

سہل بن ابو حثمہ نے کہا۔ عبد اللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بن زید

یہیں چلے آئے اور قید ہو گئے۔ قریش انھیں مکہ لے گئے اور جتنی ہو سکتی تھی اذیتیں دیں۔ فتح مکہ کے موقع پر انکے والد نے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ اور انھیں کو بھیجکر اپنے لئے امان طلب کی پھر مشرف باسلام ہوئے۔

حضرت ابوجندل جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئے اس وقت ان کی عمر اڑتیس سال تھی۔

ان کے والد سہیل بن عمرو وہ ہیں جو مکے کے رؤسا میں تھے۔ بہت فصیح بلیغ شعلہ نوا خطیب تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو ابھارتے رہتے تھے۔ ان کی بھی ہلاکت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی تھی۔

جنگ بدر میں گرفتار ہو گئے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا۔ اجازت دیں کہ اس کے اگلے دانت نکال دوں کہ پھر ہمارے خلاف لوگوں کو بھڑکا نہ سکے۔ فرمایا رہنے دو۔ ایک دن یہ تم کو خوش کرے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مکے میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور شورش پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ تو انھوں نے مکے میں خطبہ دیا اور وہی کلمات کہے جو مدینے میں حضرت صدیق اکبر نے تاریخی خطبے میں ارشاد فرمائے تھے۔

جو محمد کی پرستش کرتا تھا تو سن لے وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور جو اللہ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے اللہ حی لایموت ہے۔

اور لوگوں کو اختلاف اور فساد سے روکا۔ جس میں وہ کامیاب ہوئے۔ اس طرح وہ غیب کی خبر سچی ہوئی جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی۔

اخیر عمر میں شام جہاد کے لئے گئے۔ اور وہیں طاعون عمواس میں واصل بحق ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

[۱] ثانی المغازی باب عمرۃ القضاء ص۶۱۰

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ وَّ مُحَيِّصَةُ بْنُ مَسْعُوْدِ بْنِ زَيْدٍ إِلٰى خَيْبَرَ وَهِيَ يَوْمَئِذٍ صُلْحٌ[۱]

خیبر گئے ان دنوں خیبر والوں سے صلح تھی۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِبْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسن بن علی سے یہ ارشاد۔ میرا یہ بیٹا سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں

وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ وَقَوْلِهِ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا[۲]

کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائیگا اور اللہ عز وجل کا یہ ارشاد ان کے درمیان صلح کرا دو۔

حدیث ۱۴۹۸

عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُوْلُ إِسْتَقْبَلَ وَاللّٰهِ الْحَسَنُ بْنُ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ حسن بن علی معاویہ کے مقابلے میں

ان کے اوپر کا ہونٹ کٹا تھا جسے۔ اعلم۔ کہتے ہیں۔ اگر ان کے اگلے دانت نکال دیئے جاتے تو پھر بول نہ پاتے۔

تشریحات ۱۴۹۷

دوسرے ابواب میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ انصار کرام جن میں عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود بھی تھے۔ تلاش معاش کے لئے خیبر گئے۔ عبداللہ تنہا کھجوروں کے باغ میں چلے گئے۔ انھیں کسی نے قتل کرکے ایک گڑھے میں پھینک دیا۔ اس کی اطلاع جب محیصہ کو ہوئی تو جاکر دیکھا کہ وہ خون میں لتھڑے ہوئے مردہ پڑے ہیں۔ محیصہ یہود کے پاس آئے اور پوچھا۔ انھوں نے کہا۔ بخدا ہم نے اسے قتل کیا ہے۔ انھوں نے مدینہ واپس ہوکر اپنے قبیلے والوں کو بتایا۔ تو محیصہ اور ان کے بھائی حویصہ اور عبدالرحمٰن بن سہل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ محیصہ نے بات کرنی چاہی تو فرمایا۔ بڑا بڑا۔ یعنی بڑا بھائی بات کرے۔ ان کے بھائی حویصہ ان سے بڑے تھے۔ اس پر حویصہ نے ماجرا سنایا۔ پھر محیصہ نے بات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہود یا تو دیت دیں یا لڑائی کا اعلان قبول کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو لکھا۔ انھوں نے جواب میں کہا۔ ہم نے انھیں قتل نہیں کیا ہے اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا۔ قسم کھالو تو تم دیت کے مستحق ہوگے۔ ان لوگوں نے عرض کیا۔ ہم نے جب دیکھا نہیں تو قسم نہیں کھائیں گے۔ فرمایا۔ تو اب یہود قسم کھائیں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا ہے۔ ان لوگوں نے عرض کیا وہ مسلمان نہیں جھوٹی قسم کھالیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے

---

[۱] الجہاد باب الموادعۃ والمصالحۃ مع المشرکین ص۴۵۰ ثانی الادب باب اکرام الکبیر ص۹۰۷ الدیات باب القسامۃ ص۱۰۱۹ الاحکام باب کتاب الحاکم الی عماله ص۱۰۶۰ مسلم الحدود ابوداؤد الدیات ترمذی دیات۔ نسائی القضا والقسامۃ۔ ابن ماجہ الدیات۔

عَلٰی مُعَاوِیَۃَ بِکَتَائِبَ اَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ اِنِّی لَاَرٰی

پہاڑوں کے مثل لشکرلے کرآئے۔ توعمرو بن عاص نے کہا۔ میں ایسے لشکر کو دیکھ رہا ہوں

کَتَائِبَ لَا تُوَلِّی حَتّٰی تَقْتُلَ اَقْرَانَھَا فَقَالَ لَہٗ مُعَاوِیَۃُ وَکَانَ وَاللّٰہِ خَیْرُ

کہ جب تک اپنے تمام مقابل کو قتل نہیں کرلے گا۔ جائیگا نہیں۔ اس پر معاویہ نے کہا اور یہ

الرَّجُلَیْنِ اَیْ عَمْرُو اِنْ قَتَلَ ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ وَھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ مَنْ لِیْ بِاُمُوْرِ النَّاسِ

دونوں میں بہتر تھے اے عمرو اگر ان لوگوں نے ان لوگوں کو اور ان لوگوں نے ان لوگوں کو قتل کردیا تو لوگوں

مَنْ لِیْ بِنِسَاءِ ھِمْ مَنْ لِیْ بِضَیْعَتِھِمْ فَبَعَثَ اِلَیْہِ رَجُلَیْنِ مِنْ قُرَیْشٍ مِّنْ

پر حکومت کرنے کے لئے میرے پاس کون ہوگا۔ میرے پاس عورتوں کی دیکھ بھال کرنے والا

بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ سَمُرَۃَ وَعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَامِرٍ فَقَالَ اِذْھَبَا

کون ہوگا۔ زمینوں کے لئے میرے پاس کون ہوگا۔ انھوں نے قریش کی شاخ بنی عبد شمس

اِلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَیْہِ وَقُوْلَا لَہٗ وَاطْلُبَا اِلَیْہِ فَاَتَیَاہُ فَدَخَلَا عَلَیْہِ

کے دو شخص عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر کو حسن مجتبیٰ کے پاس بھیجا۔ ان سے کہا اس شخص کے

سو اونٹنیاں دیت کی ادا فرمادی۔ یہ گھر لائی گئیں۔ سہل نے کہا۔ ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے پاؤں سے کچل دیا۔

وھی یومئذ صلح خیبر کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بزور شمشیر فتح فرمایا تھا۔ مگر از راہ کرم انھیں وہیں رہنے دیا اور آراضی بھی انھیں کو دیدیں کہ اس میں کام کریں اور پیداوار میں نصف ہمیں دیا کریں۔ اسی کو راوی نے صلح سے تعبیر کیا ہے۔

تشریحات ۱۴ ۹۷ کتاب الفتن میں ابتدا میں یہ زائد ہے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ میں نے اسرائیل ابوموسیٰ سے کوفے میں ملاقات کی اور وہ ابن شبرمہ کے پاس آئے تھے۔ انھوں نے ابن شبرمہ سے کہا مجھے عیسیٰ کے پاس لے چلو تاکہ میں اسے نصیحت کروں مگر ابن شبرمہ کو خوف ہوا اور وہ عیسیٰ کے پاس لے نہیں گئے۔ اسرائیل ابوموسیٰ نے یہ حدیث بیان کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت معاویہ نے حضرت عمرو بن العاص سے کہا۔ مسلمانوں کے بچوں کے لئے کون ہوگا؟ تو حضرت عمرو بن العاص نے کہا۔ میں۔ اور یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر نے امیر معاویہ سے خود کہا تھا۔ کہ ہم جاتے ہیں اور صلح کی بات چیت کرتے ہیں۔

اسرائیل ابوموسیٰ ان کا نام اسرائیل ہے۔ اور باپ کا نام موسیٰ۔ باپ کے نام پر ان کی کنیت ہے۔

فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ وَطَلَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

پاس جاؤ اور اس کے سامنے صلح پیش کرو اور اس سے بات کرو اور اسے صلح کی طرف بلاؤ۔ یہ دونوں حسن

قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَاءِهَا قَالَا فَإِنَّهُ

مجتبیٰ کی خدمت میں آئے اور ان کے پاس گئے اور ان سے بات کی اور صلح کی فرمائش کی۔ اس پر

يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ فَمَنْ لِي بِهٰذَا قَالَا

حسن مجتبیٰ نے کہا۔ ہم بنو عبد المطلب ہیں۔ ہم نے یہ مال پایا ہے اور یہ قوم اپنے خون میں لتھڑی ہوئی

نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ۔ قَالَ

ہے۔ ان دونوں نے کہا۔ وہ (معاویہ) آپ کی خدمت میں اتنا اتنا پیش کرتے ہیں اور صلح کے طالب

الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى

ہیں صلح کا سوال کرتے ہیں۔ فرمایا اس کا کون ضامن ہے دونوں نے عرض کیا ہم ضامن ہیں۔ امام حسن مجتبیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلٰى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ

جو بھی سوال کرتے سب کے جواب میں یہ دونوں یہی کہتے۔ اس کے ذمہ دار ہم ہیں پس امام حسن نے صلح کر لی — اور

یہ ہندوستان تجارت کیلئے آیا کرتے تھے۔ اور یہیں اقامت پذیر ہو گئے۔

ابن شبرمہ ان کا نام عبد اللہ ہے۔ یہ ابو جعفر مہدی کے عہد میں کوفے کے قاضی تھے۔ بہت متقی فقیہ تھے۔ سنہ ۱۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

عیسی یہ مہدی بادشاہ کا بھائی تھا۔ اور کوفے کا والی۔ بہت سخت گیر اور ظالم تھا۔ اس لئے ابو موسیٰ نے اسے نصیحت کرنی چاہی۔ مگر ابن شبرمہ نے مناسب نہیں جانا۔ اسلئے ملاقات نہیں کرائی۔

واقعہ دومۃ الجندل میں واقعہ تحکیم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفے واپس تشریف لائے۔ اور اہل شام سے فیصلہ کن جنگ کی تیاری فرمانے لگے۔ مگر خوارج کے فتنے کے استیصال میں مشغول ہو گئے۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد پھر اہل شام کی بغاوت کچلنے کیلئے تیاریاں شروع کر دیں۔ یہاں تک کہ چالیس ہزار جانبازوں نے ان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی۔ مگر اسی اثنا شہید کر دیئے گئے۔

پھر کوفے کی جامع مسجد میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر علانیہ خلافت کی بیعت عامہ ہوئی۔ اس کی اطلاع جب شام پہونچی تو حضرت معاویہ پوری تیاری کے ساتھ کوفے کی جانب بڑھے۔ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن پہونچکر خیمہ زن ہو گئے۔ چالیس ہزار جوانمردوں کا لشکر جرار ہمراہ تھا۔ مگر اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی

مَرَّةً وَّعَلَيْهِ اُخْرٰى فَيَقُوْلُ اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَّلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا وہ کہتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور

بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ عــه

حسن بن علی حضور کے پہلو میں تھے۔ حضور کبھی مجمع کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف۔ اور فرماتے۔ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ عزوجل اسکے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

بَابُ هَلْ يُشِيْرُ الْإِمَامُ بِالصُّلْحِ ص۳۷۳ کیا امام صلح کا اشارہ کرسکتا ہے۔

حدیث ۱۴۹۸

عَنْ اَبِي الرِّجَالِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اُمَّهٗ عَمْرَةَ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

پیشین گوئی کے مطابق اپنے حق سے عارضی طور پر دست بردار ہوکر ربیع الاول ۴۱ھ میں بشرائط حضرت معاویہ سے صلح کرلی۔

صلح کی دفعات میں سب سے اہم دفعہ یہ تھی۔ کہ حضرت معاویہ کے انتقال کے بعد خلافت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف لوٹ آئے گی۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ حضرت معاویہ کی حیات ہی میں شہید کردیے گئے۔

اس صلح پر پوری دنیائے اسلام باغ باغ ہوگئی۔ اور اس سال کا نام سنۃ الجماعۃ رکھا گیا۔

بکتائب کتیبہ کی جمع ہے۔ بمعنی لشکر۔ لشکر کو کتیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ سب فوجیوں کے نام ایک دفتر میں لکھے ہوتے ہیں۔

امثال الجبال کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑ کی طرح اتنا بڑا لشکر تھا کہ اس کا اخیر سرا نظر نہیں آتا تھا۔ جیسے پہاڑ دیکھو تو سامنے کا حصہ دکھائی دیگا مگر اخیر سرا نظر نہیں آئے گا۔

خیر الرجلین حضرت معاویہ کو خیر الرجلین اسلئے کہا۔ کہ حضرت عمرو بن عاص اب بھی جنگ کے حق میں تھے۔ جب حضرت معاویہ نے یہ کہا مسلمانوں کے بچوں کا کون ہوگا۔ تو انھوں نے کہا۔ میں۔

من المسلمین یہ حدیث اس کی دلیل ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزار اختلاف اور صفین جیسی خونریز ہلاکت خیز جنگ کے باوجود جس میں پینتالیس ہزار مسلمان مارے گئے تھے۔ اور اب بھی حضرت معاویہ اسی قسم بلکہ اس سے سخت جنگ کے لئے آمادہ تھے وہ اور ان کے ساتھی مسلمان ہی تھے۔ منافق یا کافر نہیں ہوگئے۔

اس حدیث سے قطع نظر خود امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل کہ انھوں نے قوت ہوتے ہوئے بلا جبر و اکراہ صرف مسلمانوں کو خون خرابہ سے بچانے کے لئے خلافت حضرت معاویہ کو سپرد فرمادی۔ یہ اسکی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ

عــه علامات النبوۃ ص ۵۱۲ مناقب الحسن والحسین ص ۵۳۰ ثانی الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للحسن بن علی ص ۱۰۵۳۔ ابو داؤد السنۃ۔ ترمذی مناقب۔ نسائی الصلوۃ المناقب عمل الیوم واللیلۃ۔

بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَتْ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ سَمِعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
نے دروازے پر جھگڑنے والوں کی آوازیں سنی جو آوازیں بلند کررہے تھے۔ ان میں سے ایکدوسرے
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَوْتَ خُصُوْمٍ بِالْبَابِ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُمَا
سے کم کرنے کو کہہ رہا ہے اور کسی معاملے میں نرمی طلب کررہا ہے۔ اور دوسرا کہہ رہا ہے
وَإِذَا أَحَدُهُمَا يَسْتَوْضِعُ الْآخَرَ وَيَسْتَرْفِقُهُ فِيْ شَيْءٍ وَهُوَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ لَا أَفْعَلُ
کہ واللہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائے
خَرَجَ عَلَيْهِمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ الْمُتَأَلِّيْ عَلَى اللّٰهِ
اور فرمایا۔ کہاں ہے وہ جو اللہ کی قسم کھا رہا ہے کہ اچھا کام نہیں کروں گا۔ اس نے عرض کیا۔
لَا يَفْعَلُ الْمَعْرُوْفَ فَقَالَ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَلَهٗ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ ؎
یارسول اللہ میں ہوں۔ اس کے لئے وہ ہے جو پسند کرے۔

سچے مومن تھے۔ اگر معاذ اللہ وہ منافق ہوتے تو امام حسن مجتبیٰ کبھی بھی اتنی آسانی سے انھیں خلافت سپرد نہ فرماتے۔

تشریحات ۱۲۹۸ اس حدیث کے راوی محمد بن عبد الرحمٰن کی کنیت ابو الرجال ہے۔ کیونکہ ان کے دس لڑکے ہوئے اور سب جوان ہوئے۔

خصوم۔ خصم کی جمع ہے۔ اور یہ جمع اس اعتبار سے ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک اقل جمع دو ہے۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ــــ کہ وہ کہاں ہے جو اللہ کی قسم کھاتا ہے کہ اچھا کام نہیں کرے گا۔ یہ صلح کی طرف اشارہ ہے۔

فَلَهٗ أَيُّ ذٰلِكَ أَحَبَّ مقروض کا مطالبہ تھا۔ کہ یا تو کچھ کم کردو یا نرمی کرو یا کچھ اور مہلت دو۔ صاحب حق نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارے کے مطابق مقروض کو اختیار دیدیا۔ یہ ان دو باتوں میں جو پسند کرے اسے منظور کرتا ہوں۔

تشریحات ۱۲۹۹ تکمیل۔ کتاب الجہاد کی روایتوں میں یہ زائد ہے۔ جانور پر سوار ہونے میں کسی کی مدد کرنی اور سوار کرا دینا یا سامان اٹھا کر سوار کو دینا صدقہ ہے۔ اور اچھی بات صدقہ ہے۔ اور نماز

؎ مسلم۔ الشرکۃ

بَابُ فَضْلِ الْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ وَالْعَدْلِ بَيْنَهُمْ ص ۳۷۳

لوگوں کے درمیان صلح کرانے اور لوگوں کے ساتھ انصاف کی فضیلت۔

حدیث ۱۴۹۹

عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا۔ کہ

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزانہ سورج نکلتے ہی انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے

كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ۔ ے

اور لوگوں کے مابین انصاف کرنا بھی صدقہ ہے۔

کے لیے جتنے قدم چلے ہر قدم صدقہ ہے۔ راستہ بتانا صدقہ ہے۔ اور راستے سے ایذا دینے والی چیز ہٹانا صدقہ ہے۔

سلامی ہڈیوں کے جوڑ کو سلامی کہتے ہیں۔ اور یہ تین سو ساٹھ جوڑ ہیں ے یہ واحد اور جمع دونوں کیلئے آتا ہے۔ بدن کے جوڑ اللہ عزوجل کی عظیم نعمت اور حیرت انگیز صنعت ہے۔ انھیں جوڑوں کی وجہ سے جاندار چلتا پھرتا ہے ہلتا جلتا ہے۔ اور ہر نعمت پر شکر واجب خصوصًا بڑی نعمتوں پر اسلئے فرمایا کہ ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ ہونا تو چاہئے تھا واجب مگر یہ اس ارحم الراحمین کا کرم ہے کہ واجب نہیں فرمایا۔ اس حدیث میں صدقہ سے مراد کار خیر اور کار ثواب ہے

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد اعجاز تک پہنچی ہوئی بلاغت کا نمونہ یہ حدیث بھی ہے۔ پہلے فرمایا۔ کہ انسان کے ہر جوڑ پر صدقہ ہے۔ مگر انسان اپنی ضروریات میں مصروف ہونے کی وجہ سے اس کی استطاعت نہیں رکھتا۔ تو فرمایا۔ یہ بھی صدقہ ہے یہ بھی صدقہ ہے۔ یہ کام انتہائی آسان ہے اور معمولی۔ ہر شخص بآسانی کر سکتا ہے۔ نیت بخیر ہو تو سب کار ثواب ہے۔ مسلم کی ایک حدیث میں ہے ۲ اپنی زوجہ کے ساتھ ہمبستری بھی صدقہ ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کوئی اپنی خواہش پوری کرے تو اسے ثواب ہوگا تو حضور نے فرمایا۔ بتاؤ اگر حرام کاری کرے تو گناہ ہے اور اسی طرح جب حلال طریقہ اختیار کرے تو ثواب ہے

ے الجہاد فضل من حمل متاع غیرہ فی السفر ص ۴۰۴ باب من اخذ بالرکاب ونحوہ ص ۴۱۹ مسلم الزکوٰۃ۔

ے مسلم الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقہ یقع علی کل نوع من المعروف ص ۳۲۵ ۔ ۲ ایضا

کتاب الشروط ص۳۷۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الشُّرُوْطِ وَالْاَحْكَامِ وَالْمُبَايَعَةِ ص۳۷۴

اسلام میں کون کون سی شرطیں جائز ہیں۔ اور احکام و مبایعت کا بیان۔

حدیث ۱۵۰۰

اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّهُ سَمِعَ مَرْوَانَ وَالْمِسْوَرَ بْنَ

مروان بن حکم اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يُخْبِرَانِ عَنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے خبر دی - کہا - جب اس دن سہیل بن عمرو نے

تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَاتَبَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو يَوْمَئِذٍ كَانَ

لکھوایا۔ سہیل بن عمرو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ شرط بھی رکھی - کہ اگر ہم میں سے

تشریحات ۱۵۰۰

وامتعضوا ۔ اس کا مادہ معض ہے ۔ جس کے معنی غضبناک ہونا ۔ شاق ہونا ۔ گراں گزرنا ہے ۔

شرائط کی یہ دفعہ ۔ کہ مکے والوں میں سے کوئی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو واپس کرنا ہوگا ۔ صرف مردوں کے لئے تھی ۔ عورتیں اس سے مستثنیٰ تھیں ۔ اسی وجہ سے ام کلثوم اور دوسری ہجرت کرنے والی عورتوں کو واپس نہیں فرمایا ۔ سورہ ممتحنہ کی وہ آیتیں جن کا تذکرہ اس حدیث میں ہے ۔ یہ ہیں ۔

اے ایمان والو ! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنا گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان لو ۔ اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے ۔ امتحان کے بعد تمہیں ایمان والی معلوم ہوں تو انھیں کافروں کو واپس نہ کرو ۔ نہ یہ انھیں حلال نہ وہ انھیں حلال ۔ اور ان کے کافر شوہروں کو وہ دیدو جوان کا خرچ ہوا ہو ۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کرلو ۔ جب انکے مہرا نھیں دو ۔ اور کافر عورتوں کے نکاح پر جمے نہ رہو ۔ اور جو تمہارا خرچ ہوا ہو ان سے مانگ لو جو کافروں کا خرچ ہوا ہو وہ مانگ لیں ۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا

فِيمَا اشْتَرَطَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کوئی آپ کے پاس جائے اگرچہ آپ کے دین پر ہو اسے ہماری طرف ضرور لوٹا دیں۔ اور

أَنَّهُ لَا يَأْتِيكَ مِنَّا أَحَدٌ وَإِنْ كَانَ عَلَى دِينِكَ إِلَّا رَدَدْتَهُ إِلَيْنَا

ہمارے اور اس کے بیچ سے ہٹ جائیں۔ مسلمانوں نے اس شرط کو ناپسند کیا اور غضبناک

وَخَلَّيْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ فَكَرِهَ الْمُؤْمِنُونَ ذٰلِكَ وَامْتَعَضُوا مِنْهُ وَأَبَى

ہو گئے۔ اور سہیل نہیں مانا۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے لکھوا یا۔ اور اس دن

سُهَيْلٌ إِلَّا ذٰلِكَ فَكَاتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ذٰلِكَ

ابو جندل کو ان کے باپ سہیل بن عمرو کو واپس دیدیا۔ اور اس مدت میں مردوں

فَرَدَّ يَوْمَئِذٍ أَبَا جَنْدَلٍ إِلَى أَبِيهِ سُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الرِّجَالِ

میں سے جو بھی حضور کے پاس آیا اسے واپس کر دیا اگرچہ مسلمان رہا ہو۔ اور مسلمان عورتیں

إِلَّا رَدَّهُ فِي تِلْكَ الْمُدَّةِ وَإِنْ كَانَ مُسْلِمًا وَجَاءَتِ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

ہجرت کر کے آئیں اور عقبہ بن ابو معیط کی بیٹی ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت

وَكَانَتْ أُمُّ كُلْثُومٍ بِنْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ مِمَّنْ خَرَجَ إِلَى رَسُولِ اللهِ

میں اس دن حاضر ہونے والی عورتوں میں تھیں۔ وہ دوشیزہ تھیں۔ اس کے لوگ آئے اور

حکمت والا ہے۔ (۱۰) اور اگر مسلمان کے ہاتھ سے کچھ عورتیں کافروں کی طرف نکل جائیں پھر تم کافروں کو سزا دو تو جن کی عورتیں جاتی رہی تھیں غنیمت میں سے اتنا انھیں دیدو جوان کا خرچ ہوا تھا۔ اور اللہ سے ڈرو جس پر تمہارا ایمان ہے (۱۱) اے ایمان والو! جب مسلمان عورتیں اس پر بیعت کرنے حاضر ہوں کہ اللہ کا کچھ شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اٹھائیں۔ اور کسی نیک بات میں تمہاری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو ان سے بیعت لے لو۔ اور اللہ سے ان کی مغفرت چاہو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۲)

اب تک مسلمان اور مشرک کے مابین نکاح کی اجازت تھی۔ اس آیت نے اسے ختم کر دیا۔ اب کسی مسلمان مرد کا مشرکہ سے یا مشرک مرد کا کسی مومنہ سے نکاح حلال نہیں رہا۔ بلکہ اگر پہلے سے زوجیت میں رہی ہوں تو علحدگی واجب ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یومئذ وھی عاتق فجاء اھلھا یسئلون النبی
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ کہ ان کے پاس لوٹا دیں۔ تو حضور نے اسے انھیں
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یرجعھا الیھم فلم یرجعھا الیھم بما
نہیں لوٹایا۔ کیونکہ اللہ عز و جل نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی تھی۔
انزل اللہ عز وجل فیھن اذا جاءکم المؤمنت مھجرات فامتحنوھن
جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کفرستان سے آئیں تو ان کا امتحان کرلو۔
اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنت فلا ترجعوھن الی
اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے۔ امتحان سے اگر وہ تمہیں مومنہ معلوم ہوں تو انھیں
الکفار۔ الایۃ قال عروۃ فاخبرتنی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا
کافروں کو واپس مت دو۔ عروہ نے کہا۔ مجھے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی کہ
ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یمتحنھن بھذہ الایۃ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس آیت کے مطابق ان کا امتحان لیا کرتے تھے۔ اے ایمان
یا ایھا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنت مھجرات۔ الی۔ غفور رحیم۔
والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں اپنا گھر چھوڑ کر کفرستان سے آئیں۔ غفور رحیم
قال عروۃ قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا فمن اقر بھذا الشرط
تک۔ عروہ نے کہا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ جو عورت اس شرط کا اقرار کرتی تو اس سے

اس کے بعد صحابہ نے اپنی تمام مشرکہ عورتوں کو علحدہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دو بیبیاں مشرکہ مکے میں تھیں انھوں نے دونوں کو طلاق دیدیا۔ ایک قریبہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ۔ اس سے حضرت معاویہ نے شادی کرلی۔ یہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے ام کلثوم بنت عمرو خزاعیہ حضرت عبد اللہ بن عمر کی والدہ اس سے ابوجہم بن حذافہ نے شادی کرلی۔ یہ بھی اس وقت مشرک تھے۔

توضیح امام بخاری کا مذہب یہ ہے کہ بائع بیچنے کے بعد یہ شرط کر سکتا ہے کہ مبیع پر فلاں

عہ باب الشروط فی الجہاد ص۳۷۸ ثانی المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ ص۶۰۰ – ۶۰۱

مِنْهُنَّ قَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ بَايَعْتُكِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے تجھ سے میں نے بیعت کی ۔ یہ کچھ کلمات اور فرماتے

كَلَامًا يُكَلِّمُهَا بِهٖ وَاللهِ مَا مَسَّتْ يَدُهٗ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ فِي الْمُبَايَعَةِ

واللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک نے کسی عورت کا ہاتھ کبھی نہیں

مَا بَايَعَهُنَّ اِلَّا بِقَوْلِهٖ ۔

چھوا ۔ عورتوں سے زبانی بیعت لیتے تھے ۔

بَابُ اِذَا اشْتَرَطَ الْبَائِعُ ظَهْرَ الدَّابَّةِ اِلٰى مَكَانٍ مُسَمًّى جَازَ ص۳۷۵

جب بائع معین جگہ تک سوار ہونے کی شرط کرے تو جائز ہے ۔

ت ۵۲۲

قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ

شعبہ نے عن المغیرہ عن عامر عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو روایت کی ہے ۔ اس میں

اَفْقَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۔

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اس کی پیٹھ پر مدینے تک سوار ہونے کی اجازت دی

جگہ تک سوار ہو کر جاؤں گا ۔ یہ جائز ہے ۔ ہمارے یہاں ایسی شرط سے بیع فاسد ہو جاتی ہے ۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے ۔ پوری بحث بقدر ضرورت کتاب البیوع میں گزر چکی ہے ۔

امام بخاری نے اس کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث پیش کی ہے ۔ جسمیں یہ ہے کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر ایک کمزور سست رفتار اونٹ پر سوار تھے ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اونٹ کو ڈانٹا اور ایک چھڑی اور پائے اقدس سے مارا تو وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا ۔ کہ سب سے آگے نکل نکل جاتا تھا ۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے خرید لیا ۔ حضرت جابر نے یہ شرط کر دی کہ مدینے تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا ۔ مدینہ طیبہ پہنچکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیمت مع شیٔ زائد ادا فرما دی اور پھر اونٹ بھی انھیں عطا فرما دیا ۔

ـــ ثانی باب غزوۃ الحدیبیۃ ص۶۰۰ التفسیر سورۃ الممتحنہ باب اذا جاءکم المومنت مھجرات ص۷۲۶ الطلاق باب اذا اسلمت المشرکۃ ص۷۹۶ الاحکام باب بیعۃ النساء ص۱۰۷۱ ۔

ت ۵۲۳
وَقَالَ عَطَاءٌ وَغَيْرُهُ وَلَكَ ظَهْرُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ
مدینے تک کے لئے اس کی بیٹھ تیرے لئے ہے۔

ت ۵۲۴
وَقَالَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ شَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ۔
ابن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت جابر نے یہ شرط کر دی کہ مدینے تک اس کی بیٹھ میرے لئے رہے گی۔

ت ۵۲۵
وَقَالَ زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرٍ وَلَكَ ظَهْرُهُ حَتّٰى تَرْجِعَ۔
اور زید بن اسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیرے لئے اس کی بیٹھ ہے جب تک تو لوٹے۔

ت ۵۲۶
وَقَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَفْقَرْنَاكَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ۔
اور ابوالزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی۔ کہ حضور نے فرمایا۔ ہم نے مدینے تک اسکی بیٹھ پہ سوار ہونے کی اجازت دی

ت ۵۲۷
وَقَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ تَبْلُغُ عَلَيْهِ إِلَى أَهْلِكَ۔
اور اعمش نے بطریق سالم حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت کی اس میں یہ ہے کہ فرمایا اس پر اپنے اہل تک پہنچ جا۔

ت ۵۲۸
وَقَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَابْنُ إِسْحٰقَ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ اشْتَرَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوُقِيَّةٍ۔
اور عبید اللہ اور ابن اسحاق نے وھب عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ روایت کی۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔

اس حدیث کے الفاظ بہت مختلف ہیں۔ یہاں امام بخاری اس کے مختلف طرق کے مختلف الفاظ ذکر فرما رہے ہیں۔

ت ۵۲۹	وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ وَّغَيْرِهٖ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اور ابن جریج نے عطار وغیرہ سے حضرت جابر سے روایت کی۔

اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَخَذْتُہٗ بِاَرْبَعَۃِ دَنَانِیْرَ۔ میں نے اس کو چار دینار میں لیا۔

(وَقَالَ الْبُخَارِیُّ) وَھٰذَا یَکُوْنُ اُوْقِیَۃً عَلٰی حِسَابِ الدِّیْنَارِ بِعَشَرَۃٍ۔ وَلَمْ یُبَیِّنِ

اور یہ چار دینار ایک اوقیہ اس حساب سے کہ دینار دس درہم کا ہوتا تھا۔ مغیرہ نے

الثَّمَنَ مُغِیْرَۃُ عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ جَابِرٍ وَّابْنُ الْمُنْکَدِرِ وَاَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ۔

جو شعبی سے روایت کیا ہے اس میں اور ابن المنکدر اور ابو الزبیر نے قیمت کا نہیں ذکر کیا۔

ت ۵۳۰	وَقَالَ الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ اُوْقِیَۃُ ذَھَبٍ۔ اور اعمش نے بطریق سالم جو روایت حضرت جابر سے کی اسمیں یہ ہے کہ ایک اوقیہ سونے کے عوض خریدا۔
ت ۵۳۱	وَقَالَ اَبُوْ اِسْحٰقَ عَنْ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِمِائَتَیْ دِرْھَمٍ اور ابو اسحٰق نے بطریق سالم حضرت جابر سے یہ روایت کی۔ کہ دو سو درہم کے عوض خریدا۔
ت ۵۳۲	وَقَالَ دَاؤُدُ بْنُ قَیْسٍ عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ مِقْسَمٍ عَنْ جَابِرٍ اور داؤد بن قیس نے عبید اللہ بن مقسم سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ اسے

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِشْتَرَاہُ بِطَرِیْقِ تَبُوْکَ اَحْسِبُہٗ قَالَ بِاَرْبَعِ اَوَاقٍ۔

تبوک کے راستے میں خریدا تھا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ کہا چار اوقیہ کے عوض۔

ت ۵۳۳	وَقَالَ اَبُوْ نَضْرَۃَ عَنْ جَابِرٍ رَّضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِشْتَرَاہُ اور ابو نضرہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ کہ بیس

بِعِشْرِیْنَ دِیْنَارًا۔

دینار میں خریدا تھا۔

تشریحات ۵۳۰، ۵۳۱ اس کی پہلی والی تعلیق میں ہے کہ ایک اوقیہ میں خریدا تھا۔ اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اور اس تعلیق میں ہے۔ کہ چار دینار۔ میں۔ دونوں میں امام بخاری نے یہ تطبیق دی کہ اس تقدیر پر ہے کہ ایک دینار دس درہم کا ہو۔

(قَالَ الْبُخَارِیُّ) وَقَوْلُ الشَّعْبِیِّ بِوُقِیَّةٍ اَکْثَرُ۔ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰہِ

اور شعبی کا قول ہے کہ ایک اوقیہ میں خریدنا اکثر روایت ہے (امام بخاری نے کہا) شرط کرنا اکثر کی

وَالْاِشْتِرَاطُ اَکْثَرُ وَاَصَحُّ عِنْدِیْ۔

روایت ہے اور میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

بَابُ الشُّرُوْطِ فِی الْمَهْرِ عِنْدَ عُقْدَةِ النِّکَاحِ۔ ص ۷۶۳

نکاح کے عقد کے وقت مہر میں شروط کا بیان۔

ت ۵۳۴ وَقَالَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ اِنَّ مَقَاطِعَ الْحُقُوْقِ عِنْدَ

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ حقوق شرائط کے مطابق

الشُّرُوْطِ وَلَكَ مَا اشْتَرَطْتَ۔

ہیں۔ تجھے وہ حق حاصل ہے جسکی تو نے شرط کی ہے۔

حدیث ۱۵۰۱ عَنْ اَبِی الْخَیْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمام شرطوں سے زیادہ پوری کی جانے کے لائق وہ ہیں۔ جن

بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ ۔ عه

سے تم شرمگاہوں کو حلال کرتے ہو۔

تنبیہ ان مختلف روایتوں میں تطبیق اور صورت حال کیا تھی۔ سب کتاب البیوع میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

تشریحات ۵۳۴ اس تعلیق کو امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے اختصار کے ساتھ اور امام سعید بن منصور نے تفصیل کے ساتھ تھوڑے سے لفظی تغیر کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عبدالرحمٰن بن غنم کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اس طرح تھا کہ میرا گھٹنا ان کے گھٹنے کو

عه ثانی النکاح باب الشروط فی النکاح ص ۷۷۳ الخمسة فی النکاح۔

بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ

جہاد میں شرطوں اور اہل حرب کے ساتھ صلح کرنے اور زبانی بات چیت

الشُّرُوطِ مَعَ النَّاسِ بِالْقَوْلِ ۔ ص۳۷۷

کرکے لوگوں کے ساتھ شرط کا لکھوانا ۔

حدیث ۱۵۰۲

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللهُ

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مروان سے روایت ہے ۔

تَعَالَى عَنْهُ وَمَرْوَانَ يُصَدِّقُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثَ صَاحِبِهِ قَالَا

ان میں سے ہر ایک کی حدیث دوسرے کی حدیث کی تصدیق کرتی ہے ۔ دونوں

چھوڑ رہا تھا ۔ کہ ایک شخص آیا ۔ اور کہا ۔ اے امیر المومنین ! میں نے اس عورت سے شادی کی ہے اور اس کی یہ شرط منظور کرلی ہے ۔ کہ اسی کے گھر رہوں گا ۔ اور اب میں نے طے کرلیا ہے کہ فلاں اور فلاں جگہ منتقل ہوجاؤں فرمایا ۔ اسے اپنی شرط کی پابندی کا حق ہے ۔ اب اس شخص نے کہا ۔ مرد ہلاک ہوگیا ۔ اب تو جو عورت چاہیگی طلاق لے لیگی ۔ اگرچہ شوہر نہ چاہے ۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا ۔ کہ مسلمان اپنی شرطوں کے مطابق حقوق وصول کرسکتے ہیں ۔

تشریحات ۱۵۰۱

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ ۔ اگر نکاح کے وقت کوئی ایسی شرط کرلی جو مقتضائے عقد نہ ہو تو بھی اس کی پابندی لازم ہے ۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ جو شرائط مقتضائے عقد نہ ہوں ان کی پابندی ضروری نہیں ۔ اس قسم کے سوال کے جواب میں فرمایا ۔ اللہ نے اس کی شرط کے پہلے شرط کردی ہے ۔ اور یہ حقیقت میں حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے ۔ ارشاد فرمایا[1] جو ایسی شرط کرے جو کتاب اللہ میں نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرط کرے ۔ اس حدیث میں ۔ بما استحللتم به الفروج ۔ کی تاویل مہر ہے

تشریحات ۱۵۰۲

بالغمیم ۔ غین کو فتحہ میم کو کسرہ ۔ غین ضمہ اور میم کو فتحہ تصغیر کے وزن پر بھی بعض لوگوں نے کہا ہے ۔ مگر امام قاضی عیاض نے اس پر رد فرمایا ہے ۔ اس کو قراء الغمیم بھی کہتے ہیں ۔ مکہ معظمہ سے دو منزل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے ۔ طلیعة ۔ مقدمہ الجیش ۔

---

[1] بخاری اول باب الشروط فی الولاء ص ۳۷۷ ۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحُدَیْبِیَۃِ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا

نے کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانے میں مدینہ سے چلے - ابھی راستے

بِبَعْضِ الطَّرِیْقِ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ

میں تھے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ خالد بن ولید قریش کے سواروں

بِالْغَمِیْمِ فِیْ خَیْلٍ لِقُرَیْشٍ طَلِیْعَۃً فَخُذُوْا ذَاتَ الْیَمِیْنِ فَوَاللّٰہِ مَاشَعَرَبِھِمْ

کے ساتھ غمیم میں مقدمۃ الجیش بن کر ہے - تم لوگ داہنی طرف مڑ کر چلو - بخدا

خَالِدٌ حَتّٰی اِذَا ھُمْ بِقَتَرَۃِ الْجَیْشِ فَانْطَلَقَ یَرْکُضُ نَذِیْرًا لِقُرَیْشٍ وَسَارَ

خالد بن ولید کو ان حضرات کی خبر بھی نہ ہوئی - کہ اچانک اس نے لشکر کے گرد کو دیکھا

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِذَا کَانَ بِالثَّنِیَّۃِ الَّتِیْ یُھْبَطُ عَلَیْھِمْ

تو سواری دوڑاتے ہوئے قریش کو بتانے کیلئے چلا - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے -

مِنْھَا بَرَکَتْ بِہٖ رَاحِلَتُہٗ فَقَالَ النَّاسُ حَلْ حَلْ فَاَلَحَّتْ فَقَالُوْا خَلَاَتِ

جب اس گھاٹی پر پہنچے جس سے ان پر اترتے ہیں - تو حضور کی سواری بیٹھ گئی - لوگوں نے

الْقَصْوَاءُ خَلَاَتِ الْقَصْوَاءُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا خَلَاَتِ

حل حل کہا مگر وہ زمین سے چپک گئی - اب لوگوں نے کہا - قصوا تھک گئی - قصوا تھک گئی -

الْقَصْوَاءُ وَمَا ذَاکَ لَھَا بِخُلُقٍ وَلٰکِنْ حَبَسَھَا حَابِسُ الْفِیْلِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ

اس پر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - قصوا تھکی نہیں اور نہ یہ اس کی عادت ہے - مگر اسے

نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَسْأَلُوْنِیْ خُطَّۃً یُعَظِّمُوْنَ فِیْھَا حُرُمَاتِ اللّٰہِ اِلَّا

ہاتھیوں کو روکنے والے نے روک لیا ہے - پھر فرمایا - اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے - وہ لوگ

لشکر کا وہ حصہ جو آگے اس لئے بھیجا جاتا ہے کہ دشمن کے بارے میں معلومات حاصل کرے اور لشکر کے لئے مناسب جگہ تجویز کرے - بقترۃ الجیش - قترۃ کے معنی - کالاغبار،

فالحت - الحاح - اس کا مصدر ہے - جگہ پکڑنا - چپک جانا - خلأت - ھمزہ لام فتح یفتح سے آتا ہے - جگہ سے نہ ٹلنا - اڑ جانا - القصواء - قاف کے فتحہ کے ساتھ - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

أَعْطَيْتُهُمْ إِيَّاهَا ثُمَّ زَجَرَهَا فَوَثَبَتْ قَالَ فَعَدَلَ عَنْهُمْ حَتّٰى نَزَلَ

کسی ایسی بات کا مجھ سے سوال کریں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہو گی تو انھیں ضرور

بِأَقْصَى الْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى ثَمَدٍ قَلِيلِ الْمَاءِ يَتَبَرَّضُهُ النَّاسُ تَبَرُّضًا فَلَمْ يُلَبِّثْهُ

دوں گا۔ اس کے بعد سواری کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اب حضور رستہ سے کترا کر چلے۔

النَّاسُ حَتّٰى نَزَحُوْهُ وَشُكِيَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَطَشُ

یہاں تک کر حدیبیہ کے انتہائی سرے پر ایک کم پانی والے گڑھے پر اترے۔ جس سے لوگ تھوڑا

فَانْتَزَعَ سَهْمًا مِّنْ كِنَانَتِهٖ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْهِ فَوَاللّٰهِ مَا زَالَ

تھوڑا پانی لیتے تھے۔ تھوڑی دیر میں اس کا کل پانی نکال لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

يَجِيْشُ لَهُمْ بِالرِّيِّ حَتّٰى صَدَرُوْا عَنْهُ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ إِذْ جَاءَ

کی خدمت میں پیاس کی شکایت کی گئی۔ تو حضور نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ اور حکم دیا کہ

بُدَيْلُ بْنُ وَرْقَاءَ الْخُزَاعِيُّ فِيْ نَفَرٍ مِّنْ قَوْمِهٖ مِنْ خُزَاعَةَ وَكَانُوْا عَيْبَةَ

کہ لوگ اسے اس گڑھے میں گاڑ دیں۔ بخدا وہ گڑھا پانی سے ابلنے لگا یہاں تک کہ سب لوگ

نُصْحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ تِهَامَةَ فَقَالَ إِنِّيْ

سیراب ہو گئے۔ یہ حضرات اسی حال پر تھے کہ بدیل بن ورقا خزاعی خزاعہ کے کچھ افراد کے ساتھ حاضر ہوا۔ اور

تَرَكْتُ كَعْبَ بْنَ لُؤَيٍّ وَعَامِرَ بْنَ لُؤَيٍّ نَزَلُوْا أَعْدَادَ مِيَاهِ الْحُدَيْبِيَةِ

یہ لوگ تہامہ والوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رازدار اور خیر خواہ تھے۔ انھوں نے بتایا کہ کعب بن لوی

کی سواری کی اونٹنی۔ یہ وہی اونٹنی ہے جسے ہجرت کے موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خریدا تھا۔ قصواء کا مادہ قصو ہے۔ اس کے معنی کان کے کنارے کے کٹنے کے ہیں۔ اس کا کان خلقی طور پر ایسا تھا۔ کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا کنارہ کٹا ہوا ہے۔ خُطَّۃٌ۔ اس کے معنی خصلت کے ہیں۔ یہاں تجویز مراد ہے۔ ثَمَدٌ۔ وہ گڑھا جس میں تھوڑا سا پانی ہو۔ یتبرضہ۔ تبرض۔ تھوڑا تھوڑا لینا۔ اس کا مادہ برض ہے۔ تھوڑی بخشش۔

ثم امرھم ان یجعلوہ فیہ یہ مبارک تیر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں کے ہانکنے والے ناجیہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لے کر اس گڑھے میں اترے تھے۔

وَمَعَهُمُ الْعُوذُ الْمَطَافِيلُ وَهُمْ مُقَاتِلُوكَ وَصَادُّوكَ عَنِ الْبَيْتِ

اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے گہرے کنوؤں کے پاس موجود چھوڑ آیا ہوں۔ اور ان کے ساتھ

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَمْ نَجِئْ لِقِتَالِ أَحَدٍ وَلٰكِنَّا

بچے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ آپ سے لڑنے اور آپ کو بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ

جِئْنَا مُعْتَمِرِينَ وَإِنَّ قُرَيْشًا قَدْ نَهِكَتْهُمُ الْحَرْبُ وَأَضَرَّتْ بِهِمْ فَإِنْ

سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم کسی سے لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ ہم عمرہ کرنے

شَاءُوا مَادَدْتُهُمْ مُدَّةً وَيُخَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّاسِ فَإِنْ أَظْهَرْ

آئے ہیں۔ قریش کو لڑائی نے کمزور کر دیا ہے۔ اور انھیں نقصان پہونچایا ہے۔ اگر وہ چاہیں

فَإِنْ شَاءُوا أَنْ يَدْخُلُوا فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ فَعَلُوا وَإِلَّا فَقَدْ

تو میں ان سے ایک مدت تک کے لئے صلح کر لوں۔ اور وہ میرے اور عام عرب کے درمیان سے ہٹ جائیں

جَمُّوا وَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأُقَاتِلَنَّهُمْ عَلَى أَمْرِي

پس اگر میں غالب آجاؤں تو اگر چاہیں گے تو جس دین میں سب لوگ داخل ہو گئے وہ بھی داخل ہو جائیں گے۔ اور اگر

هٰذَا حَتَّى تَنْفَرِدَ سَالِفَتِي وَلَيُنْفِذَنَّ اللهُ أَمْرَهُ فَقَالَ بُدَيْلٌ سَأُبَلِّغُهُمْ

نہ چاہیں تو اپنی ضد پر اڑے رہیں۔ اور اگر وہ لوگ اسے نہیں چاہیں گے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان

مَا تَقُولُ فَانْطَلَقَ حَتَّى أَتَى قُرَيْشًا قَالَ إِنَّا قَدْ جِئْنَاكُمْ مِنْ عِنْدِ

ہے میں ان سے لڑتا رہونگا۔ یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ یقیناً اپنے دین کو غالب فرمائیگا

اور گاڑا تھا۔

بدیل بن ورقاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزاعہ کے سردار اور دہاۃ عرب میں سے تھے۔ یہ اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سچی ہمدردی رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر مر الظہران میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ اس کے بعد حنین طائف تبوک سبھی غزوات میں شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں انتقال کر گئے۔

عیبۃ۔ کے معنی وہ تھیلا جس میں کپڑا رکھا جاتا تھا۔ یہاں مراد رازدار اور ہمدردی ہے۔

نصحۃ۔ مصدر ہے۔ اس کے معنی بھی سچے ہمدرد کے ہیں۔ تہامہ۔ اس کے لغوی معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

هٰذَا الرَّجُلِ وَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ قَوْلًا فَإِنْ شِئْتُمْ أَنْ نَعْرِضَهُ عَلَيْكُمْ فَعَلْنَا

بدیل نے کہا آپ جو فرماتے ہیں۔ وہ ان تک پہنچا دوں گا۔ وہ وہاں سے قریش کے پاس آیا اور کہا

قَالَ سُفَهَاؤُهُمْ لَا حَاجَةَ لَنَا أَنْ تُخْبِرَنَا عَنْهُ بِشَيْءٍ وَقَالَ ذَوُو الرَّأْيِ

میں تمہارے نزدیک ان کی بارگاہ سے آیا ہوں اور انھوں نے کچھ فرمایا ہے جس کو میں نے سنا ہے۔ اگر تم چاہو

مِنْهُمْ هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ يَقُوْلُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا فَحَدَّثَهُمْ

تو تمہارے سامنے پیش کردوں۔ ان کے بیوقوفوں نے کہا۔ ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں کہ انکی کوئی بات ہمکو

بِمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ

بتائے۔ اور ان کے سمجھداروں نے کہا۔ جو سنا ہے بتاؤ۔ بدیل نے کہا وہ ایسا ایسا فرماتے ہیں۔ اور رسول اللہ

أَيْ قَوْمِ أَلَسْتُ بِالْوَالِدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ أَوَلَسْتُمْ بِالْوَلَدِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا۔ اسکو بیان کر دیا۔ یہ سب سن کر عروہ بن مسعود نے کہا۔ اے

فَهَلْ تَتَّهِمُوْنِيْ قَالُوْا لَا قَالَ أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنِّيْ اسْتَنْفَرْتُ أَهْلَ

میری قوم! کیا میں تمہارا باپ نہیں۔ انھوں نے کہا ہاں تو ہمارا باپ ہے۔ اس نے کہا کیا تم بیٹے نہیں۔ انھوں

عُكَاظٍ فَلَمَّا بَلَّحُوْا عَلَيَّ جِئْتُكُمْ بِأَهْلِيْ وَوَلَدِيْ وَمَنْ أَطَاعَنِيْ قَالُوْا بَلٰى

نے کہا ہاں ہیں۔ اس نے کہا کیا میرے بارے میں تمہیں کوئی بدگمانی ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تم

اس سے مراد مکہ معظمہ اور اس کے اردگرد کی آبادیاں ہیں۔ نجد سے جانب غرب جو نشیبی حصہ ہے اسے تہامہ کہتے ہیں۔ اس کی حد مدینہ طیبہ کی جانب عرج سے شروع ہو کر یمن تک چلی جاتی ہے۔ کعب بن لوی وعامر بن لوی۔ چونکہ مکہ معظمہ اور آس پاس کے تمام قبائل انھیں دونوں کی شاخیں تھیں۔ اس لئے ان کا نام لیا۔ مراد یہی کہ مکہ اور آس پاس کی تمام آبادیوں کے باشندے۔ اعداد میاہ حدیبیہ۔ اعداد۔ عد کی جمع ہے۔ وہ پانی جو کبھی ختم نہ ہو۔ العوذ۔ عائذ کی جمع ہے۔ وہ اونٹنی جو اپنے بچے کے ساتھ ہو۔ المطافیل مُطفل۔ کی جمع ہے۔ بچے والی۔ خواہ انسان ہو خواہ جانور۔ مراد یہ ہے کہ پورے ساز و سامان کے ساتھ آئے ہیں۔ نہکتھم۔ نہک۔ دبلا کر دیا۔ لاغر کر دیا۔ کمزور کر دیا۔ کس بل نکال دیا۔ جمّوا جمّ یجمّ۔ آرام پاگیا۔ تنفرد۔ یہ فرد سے باب انفعال کا مضارع ہے۔ اس کا مصدر انفراد ہے سالفتی۔ سالفہ کے معنی گردن کا اگلا حصہ۔ یہاں گردن کے معنی میں ہے۔ یہاں تک کہ میری گردن جدا ہو جائے۔

قَالَ فَإِنَّ هٰذَا قَدْ عَرَضَ لَكُمْ خُطَّةَ رُشْدٍ اقْبَلُوهَا وَدَعُونِي آتِيهِ

نہیں جانتے کہ میں نے اہل عکاظ کو یہاں آنے کے لئے بلایا۔ جب انھوں نے انکار کر دیا تو اپنے اہل کو

قَالُوا ائْتِهِ فَأَتَاهُ فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ

اپنی اولاد کو اور اپنے متبعین کو لیکر آیا ہوں اور لوگوں نے کہا صحیح ہے۔ اس نے کہا۔ انھوں نے (نبی صلی اللہ علیہ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِنْ قَوْلِهِ لِبُدَيْلٍ فَقَالَ عُرْوَةُ

وسلم) نے اچھی بات کہی ہے۔ اسے قبول کر لو۔ اور مجھے ان کے پاس جانے دو۔ انھوں نے کہا۔ جاؤ۔ اس کے بعد وہ

عِنْدَ ذٰلِكَ أَيْ مُحَمَّدُ أَرَأَيْتَ إِنِ اسْتَأْصَلْتَ أَمْرَ قَوْمِكَ هَلْ سَمِعْتَ

خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بِأَحَدٍ مِنَ الْعَرَبِ اجْتَاحَ أَصْلَهُ قَبْلَكَ وَإِنْ تَكُنِ الْأُخْرَى فَإِنِّي

اس سے اسی قسم کی بات فرمائی جیسی بدیل سے فرمائی تھی اس پر عروہ نے کہا۔ اے محمد! بتاؤ اگر تم نے اپنی قوم کو ختم کر دیا

وَاللّٰهِ لَأَرَى وُجُوهًا وَإِنِّي لَأَرَى أَشْوَابًا مِنَ النَّاسِ خَلِيقًا أَنْ يَفِرُّوا

تو کیا تم نے کسی عرب کو سنا ہے کہ تم سے پہلے اس نے اپنی قوم کو ختم کر دیا ہے۔ اور اگر معاملہ برعکس ہوا تو بخدا

وَيَدَعُوكَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ امْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ

بلاشبہ میں ایسے ایسے بھانت بھانت کے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ یہ سنکر حضرت

وَنَدَعُهُ فَقَالَ مَنْ ذَا قَالُوا أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ أَمَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

ابو بکر نے اس سے فرمایا۔ لات کی شرمگاہ چوس کیا ہم انھیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ اس نے پوچھا یہ کون ہیں۔

یعنی میں مار ڈالا جاؤں۔

عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی۔ یہ اس وقت کفر کی حالت پر تھے۔ بعد میں مشرف باسلام ہوئے۔ اور اپنی قوم میں جاکر انھیں اسلام کی دعوت دی جس پر ان کی قوم نے ان کو شہید کر دیا۔ اس کی اطلاع جب بارگاہ رسالت میں پہنچی۔ تو فرمایا۔ کہ یہ صاحب یٰسین کے مثل ہیں۔ یعنی جن کا واقعہ سورہ یٰسین میں مذکور ہے۔

عکاظ۔ مکہ معظمہ کے قریب مشہور جگہ تھی۔ جہاں سال بسال بازار لگتا تھا۔ جس کی تفصیل جلد رابع میں گزر چکی ہے۔ بَلَّحُوا علیّ۔ یعنی انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کا مادہ بلح ہے۔ جسکے معنی انکار کرنے کے ہیں۔

لَوۡلَا یَدٌ کَانَتۡ لَکَ عِنۡدِیۡ لَمۡ اَجۡزِکَ بِھَا لَاَجَبۡتُکَ قَالَ وَجَعَلَ

لوگوں نے بتایا۔ ابو بکر۔ اس نے کہا۔ سنو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر تمہارا احسان میرے اوپر

یُکَلِّمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَکُلَّمَا کَلِمَۃً اَخَذَ بِلِحۡیَتِہٖ وَالۡمُغِیۡرَۃُ

نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی چکا نہ سکا ہوں تو تمہیں جواب دیتا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کئے جاتا۔ اور جب

بۡنُ شُعۡبَۃَ قَائِمٌ عَلٰی رَاۡسِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَمَعَہُ السَّیۡفُ

بات کرتا حضور کی ریش مبارک پکڑ لیتا۔ اور مغیرہ بن شعبہ خود لگائے ہوئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے

وَعَلَیۡہِ الۡمِغۡفَرُ فَکُلَّمَا اَھۡوٰی عُرۡوَۃُ بِیَدِہٖ اِلٰی لِحۡیَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ

سراقدس کے پاس کھڑے تھے اور ان کے ساتھ تلوار تھی۔ جب عروہ اپنا ہاتھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش

وَسَلَّمَ ضَرَبَ یَدَہٗ بِنَعۡلِ السَّیۡفِ وَقَالَ اَخِّرۡ یَدَکَ عَنۡ لِحۡیَۃِ رَسُوۡلِ

مبارک کی طرف بڑھاتا تو یہ تلوار کی نیام کی نعل اس کے ہاتھ پر مارتے۔ اور کہتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فَرَفَعَ عُرۡوَۃُ رَاۡسَہٗ فَقَالَ مَنۡ ھٰذَا قَالُوۡا

ریش مبارک سے اپنا ہاتھ دور رکھ۔ یہ سن کر عروہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا مغیرہ بن

الۡمُغِیۡرَۃُ بۡنُ شُعۡبَۃَ فَقَالَ اَیۡ غُدَرُ اَلَسۡتُ اَسۡعٰی فِیۡ غَدۡرَتِکَ وَکَانَ

شعبہ۔ تو اس نے کہا اے غدار! کیا تیری دغابازی کے معاملے میں کوشش نہیں کر رہا ہوں۔ حالت کفر

الۡمُغِیۡرَۃُ صَحِبَ قَوۡمًا فِی الۡجَاھِلِیَّۃِ فَقَتَلَھُمۡ وَاَخَذَ اَمۡوَالَھُمۡ ثُمَّ

میں مغیرہ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے۔ تو انھیں مار ڈالا۔ اور ان کے مال لے لئے۔ پھر مدینے آکر مسلمان ہو گئے۔

اشوابا۔ شوب کی جمع ہے۔ نوع قسم۔ یعنی مختلف قسم کے لوگ۔ بظر اللات۔ بظر۔ عرب کا دستور تھا کہ وہ عورتوں کا بھی ختنہ کرتے تھے۔ ختنے کے بعد ختنے کی جگہ جو حصہ رہ جاتا تھا اسے بظر کہتے تھے۔ لات مشہور بت۔ جسے ثقیف پوجتے تھے۔ یہ جملہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلاغت کا عدیم النظیر نمونہ ہے۔ جس کی مثال اس صنف میں نہیں۔ لولا ید کانت لک عندی۔ یہ احسان یہ تھا کہ عروہ نے کچھ خونبہا اپنے ذمے لے لیا تھا۔ اس میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دس اونٹ دیا تھا۔

| ای غدر | عمر کے وزن پر غادر سے مبالغہ کے لئے معدول ہے۔ اس کے معنی بہت بڑا عہد شکن۔ عروہ بن مسعود

جَاءَ فَاَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا الْاِسْلَامُ فَاَقْبَلُ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام قبول کرتا ہوں۔ رہ گیا مال تو مجھے اس کی کوئی حاجت

وَاَمَّا الْمَالُ فَلَسْتُ مِنْهُ فِي شَيْءٍ ثُمَّ اِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ اَصْحَابَ

نہیں۔ عروہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کو کنکھیوں سے دیکھتا تھا۔ بخدا جب بھی رسول اللہ صلی اللہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَيْنَيْهِ قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ

تعالیٰ علیہ وسلم ناک صاف کرتے تو رطوبت ان میں سے کسی کے ہاتھ میں پڑتی وہ اسے اپنے چہرے اور

اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ

جسم پر ملتا۔ اور جب حضور انھیں کسی کام کا حکم دیتے تو اسے بجا لانے کے لئے ایک دوسرے

مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ وَاِذَا اَمَرَهُمْ اِبْتَدَرُوا اَمْرَهُ

سے آگے بڑھتے۔ اور جب وضو فرماتے تو غسالے پر لڑ پڑتے اور جب کچھ فرماتے تو اپنی آواز یں پست

وَاِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلٰى وَضُوئِهِ وَاِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا اَصْوَاتَهُمْ

کر دیتے اور ان کی عظمت شان کی وجہ سے انھیں نظر بھر کر دیکھ نہیں پاتے۔ اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں

عِنْدَهُ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيْمًا لَهُ فَرَجَعَ عُرْوَةُ اِلٰى اَصْحَابِهِ

کے پاس لوٹا اور کہا۔ اے قوم میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں

حضرت مغیرہ کے چچا تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا۔ کہ عروہ آئے ہیں تو ہتھیار لگا کر خود میں منہ چھپا کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ رؤسا عرب کی عادت تھی کہ وہ جب کسی سے بات کرتے اور اس کی شفقت مہربانی کی امید کرتے تو اسے نرم کرنے کے لئے بات کرتے وقت اس کی ڈاڑھی پکڑ لیا کرتے تھے۔ یہی عروہ بھی کر رہے تھے۔ حضرت مغیرہ سے یہ برداشت نہ ہوسکا وہ ہاتھ میں نیام میں رکھی ہوئی تلوار لئے ہوئے تھے۔ وہ نیام کی نوک اس کے ہاتھ پر مارتے کہ ریش مبارک تک ہاتھ نہ لے جا۔ بالآخر انھوں نے اسے تنبیہ فرمادی۔ ہاتھ دور رکھ۔ اگر اب بڑھا تو سلامت واپس نہیں جائے گا۔ اس نے پوچھا یہ کون ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ یہ مغیرہ بن شعبہ ہے۔ اس نے حضرت مغیرہ سے کہا۔ اے بہت بڑا غدار کیا تیری غداری کے سلسلے میں، میں معاملہ سلجھانے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں اسے حیرت تھی۔ کہ یہ بھتیجا ہے اور میں اس کے ایسے سنگین معاملے کو سلجھانے کی کوشش

فَقَالَ اَیْ قَوْمِ وَاللّٰہِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْكِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ

اللہ کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی صحابہ

وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَا یُعَظِّمُ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ ناک صاف کرتے ہیں تو اس کی

اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللّٰہِ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً اِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ

رطوبت ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں آتی ہے تو اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے

مِّنْہُمْ فَدَلَكَ بِہَا وَجْہَہٗ وَجِلْدَہٗ وَاِذَا اَمَرَہُمْ ابْتَدَرُوْا اَمْرَہٗ وَاِذَا

اور وہ جب کسی کو کچھ کرنے کا حکم دیتے ہیں تو لوگ دوڑ پڑتے ہیں۔ اور جب وضو کرتے ہیں

تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَہُمْ

تو اس کے پانی کے لئے لڑ پڑتے ہیں۔ اور جب بولتے ہیں تو سب لوگ چپ ہو جاتے ہیں۔ اور عظمت

عِنْدَہٗ وَمَا یُحِدُّوْنَ اِلَیْہِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَّہٗ وَاِنَّہٗ قَدْ عَرَضَ عَلَیْکُمْ

کی بنا پر ان سے آنکھیں چار نہیں کر پاتے۔ اور انھوں نے ایک سلجھی ہوئی بات رکھی ہے

خُطَّۃَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْہَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ دَعُوْنِیْ اٰتِہٖ

اسے قبول کرلو اس کے بعد بنی کنانہ کے ایک شخص نے کہا۔ مجھے ان کے پاس جانے دو۔

کررہا ہوں۔ پھر بھی اس نے مجھے اتنا سخت جملہ کہدیا۔

قصہ یہ ہوا تھا۔ کہ حضرت مغیرہ ثقیف کی شاخ بنی مالک کے تیرہ افراد کے ساتھ شہنشاہ مصر مقوقس سے ملنے گئے۔ مقوقس نے سب کو انعام واکرام دے کر واپس کیا۔ اور حضرت مغیرہ کو کچھ کم دیا۔ اس کا حضرت مغیرہ کو احساس ہوا۔ راستے میں کہیں ایک رات سب کے سب شراب پی کر غافل ہو کر سو گئے۔ انھوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ اور سب مال لے کر مدینہ طیبہ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔ اس کی وجہ سے ثقیف میں شورش پیدا ہو گئی۔ عروہ ابن مسعود نے بڑی جد وجہد کر کے دیت پر معاملہ رفع دفع کردیا تھا اور ان تیرہ مقتولین کی دیت اپنے پاس سے دی۔

اما المال جب حضرت مغیرہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت فرمایا۔ تمہارے ساتھ جو بنی مالک کے

فَقَالُوْا ائْتِهٖ فَلَمَّا اَشْرَفَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ

لوگوں نے کہا جاؤ۔ جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کے سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ تو

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا فُلَانٌ وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ فلاں ہے اور یہ فلاں قوم کا ہے جو قربانی

يُعَظِّمُوْنَ الْبُدْنَ فَابْعَثُوْهَا لَهٗ فَبُعِثَتْ لَهٗ وَاسْتَقْبَلَهُ النَّاسُ يُلَبُّوْنَ

کے جانور کو بہت مانتے ہیں۔ قربانی کے جانوروں کو اٹھادو۔ قربانی کے جانور اٹھادیے گئے

فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا يَنْبَغِيْ لِهٰؤُلَاءِ اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ

اور لوگ تلبیہ کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھے۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔ سبحان اللہ!

الْبَيْتِ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى اَصْحَابِهٖ قَالَ رَاَيْتُ الْبُدْنَ قَدْ قُلِّدَتْ

ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا اچھی بات نہیں۔ وہ لوٹا جب اپنی قوم میں آیا تو کہا میں نے

وَاُشْعِرَتْ فَمَا اَرٰى اَنْ يُّصَدُّوْا عَنِ الْبَيْتِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ يُقَالُ

قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے۔ انھیں ہار پہنادیے گئے ہیں ان کا اشعار کیا ہوا ہے۔

لَهٗ مِكْرَزُ بْنُ حَفْصٍ فَقَالَ دَعُوْنِيْ اٰتِهٖ فَقَالُوا ائْتِهٖ فَلَمَّا اَشْرَفَ

انھیں بیت اللہ سے روکنے کو درست نہیں جانتا اب انھیں میں سے ایک مکرز بن حفص نامی

عَلَيْهِمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مِكْرَزٌ وَهُوَ رَجُلٌ فَاجِرٌ

نے کہا۔ مجھے وہاں جانے دو۔ لوگوں نے کہا جاؤ۔ جب وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آیا۔

افراد تھے وہ کیا ہوئے۔ انھوں نے بتایا۔ کہ ان سب کو میں نے قتل کر دیا ہے۔ اور ان کے مال لے کر آیا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں سے خمس لے لیں۔ یا جو مناسب خیال فرمائیں کریں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام لانا قبول ہے اور مال سے مجھے غرض نہیں۔

حربی کفار کا مال اگر مسلمان چھین لے تو اس کے لیے حلال ہے۔ مگر جب کوئی معاہدہ ہو جائے تو اس کی پابندی لازم ہے۔ اس کی خلاف ورزی غدر اور حرام ہے۔ جب چند آدمی ایک ساتھ سفر کر رہے ہوں تو یہ عرف اور تعامل ہے کہ ان کے مابین یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی جان و مال سے تعرض نہ کریں گے۔

فَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَمَا هُوَ يُكَلِّمُهُ إِذْ جَاءَ

تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - یہ مکرز ہے - یہ اچھا آدمی نہیں - وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ مَعْمَرٌ فَأَخْبَرَنِي أَيُّوبُ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ لَمَّا جَاءَ

سے بات کرنے لگا - اثنار گفتگو ہی میں سہیل بن عمرو آیا - معمر نے کہا زہری نے اپنی حدیث میں یہ کہا - جب سہیل

سُهَيْلٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ

بن عمرو آیا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا - تمہارا معاملہ آسان ہو گیا - ایوب نے عکرمہ سے روایت کرتے

قَالَ مَعْمَرٌ قَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ فَجَاءَ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فَقَالَ

ہوئے مجھے خبر دی کہ جب سہیل آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا معاملہ آسان ہو گیا - معمر نے کہا کہ زہری

هَاتِ اُكْتُبْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ كِتَابًا فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے اپنی حدیث میں یہ کہا سہیل بن عمرو آئے اور کہا آؤ آپس میں ایک عہد نامہ لکھ لیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

الْكَاتِبَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نے کاتب کو بلایا فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس پر سہیل نے کہا خدا کی قسم ہم رحمٰن کو نہیں جانتے یہ کیا ہے - لیکن

فَقَالَ سُهَيْلٌ أَمَّا الرَّحْمٰنُ فَوَاللهِ مَا أَدْرِي مَا هُوَ وَلٰكِنِ اكْتُبْ بِاسْمِكَ

لکھو باسمک اللہم جیسا کہ لکھتے تھے - مسلمانوں نے کہا ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سوا اور کچھ نہیں

اللّٰهُمَّ كَمَا كُنْتَ تَكْتُبُ فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاللهِ لَا نَكْتُبُهَا إِلَّا

لکھیں گے - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھو باسمک اللہم - پھر فرمایا یہ وہ فیصلہ ہے

بلکہ حفاظت کریں گے - حضرت مغیرہ نے اس کی خلاف ورزی کی جو جائز نہیں - چونکہ انھوں نے یہ مال بطور غدر عہد شکنی لیا تھا - اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا -

اقول فھو المستعان - حضرت مغیرہ نے یہ سب حالت کفر میں کیا تھا - اس لئے ان کے اس فعل کو اسلامی قوانین کی حدود میں لانے کی کوشش کی کوئی ضرورت نہیں اگر یہ مال حرام تھا - تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ کرتے کہ اسے ان کے وارثین کو واپس فرماتے - حضرت مغیرہ کے پاس نہیں رہنے دیتے - حق یہ ہے کہ یہ اموال حضرت مغیرہ نے حالت کفر میں دار الحرب میں حاصل کئے تھے - یہ انکی ملک اور ان کے

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبْ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ثُمَّ قَالَ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ

جو محمد رسول اللہ نے کیا تو سہیل نے کہا بخدا اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپکو بیت اللہ

اللهِ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللهِ لَوْ كُنَّا نَعْلَمُ اِنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ مَا صَدَدْنَاكَ عَنِ الْبَيْتِ وَلَا قَاتَلْنَاكَ وَلٰكِنْ

سے نہ روکتے اور نہ آپ سے لڑتے۔ ہاں لکھو محمد بن عبد اللہ۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

اكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللهِ اِنِّيْ لَرَسُوْلُ اللهِ وَاِنْ كَذَّبْتُمُوْنِيْ

فرمایا۔ بخدا میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں اور اگر تم لوگ مجھے جھٹلاتے ہو تو لکھو محمد بن

اُكْتُبْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ وَذٰلِكَ

عبد اللہ۔ زہری نے کہا اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ پہلے ارشاد فرما چکے تھے یہ لوگ مجھ سے

لِقَوْلِهِ لَا يَسْئَلُوْنِيْ خُطَّةً يُعَظِّمُوْنَ فِيْهَا حُرُمَاتِ اللهِ اِلَّا اَعْطَيْتُهُمْ

جو بھی ایسی بات مانگیں گے جس میں اللہ کی محترم چیزوں کی تعظیم ہو تو میں انھیں دوں گا ــ اب

اِيَّاهَا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَنْ تُخَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا اس شرط پر کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان سے

الْبَيْتِ فَنَطُوْفُ بِهٖ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَاللهِ لَا تَتَحَدَّثُ الْعَرَبُ اَنَّا اُخِذْنَا

ہٹ جاؤ تاکہ ہم اس کا طواف کریں۔ تو سہیل نے کہا کہ بخدا اس صورت میں عرب یہ کہیں گے کہ ہم

لئے حلال وطیب تھے۔ اور چونکہ انھوں نے حالتِ اسلام میں جہاد کر کے نہیں حاصل کیا تھا اس لئے خمس نہیں لیا۔

فقال رجل من بنی کنانۃ ان کا نام حلیس بن علقمہ حارثی تھا۔ یہ احابیش کا سردار تھا۔ جنگ احد کے موقعہ پر احابیش کی قیادت اسی کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے مسلمانوں کے قریب آکر جب قربانی کے اونٹوں کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ ان کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں۔ اور تلبیہ کی آواز سنی تو بلند آواز سے چیخا۔ رب کعبہ کی قسم قریش ہلاک ہوگئے۔ یہ لوگ تو عمرے کے لئے آئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اے بنی کنانہ کے بھائی۔ جاؤ قریش کو بتادو۔

یہ واپس جاکر قریش پر خفا ہوا اور کہا اے قریش ہم نے اس پر تم سے معاہدہ نہیں کیا تھا جو بیت اللہ

ضُغْطَةً وَلٰكِنْ ذٰلِكَ مِنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فَكَتَبَ فَقَالَ سُهَيْلٌ وَعَلٰى

مجبور کر دیئے گئے ہاں یہ آئندہ سال ہو سکے گا تو یہی لکھا۔ اب سہیل نے کہا اور اس شرط

اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْكَ مِنَّا رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِكَ اِلَّا رَدَدْتَهٗ اِلَيْنَا

پر کہ ہم سے کوئی بھی آپ کے پاس جائے اگرچہ آپ کے دین پر ہو تو آپ اسے ہماری طرف

قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ سُبْحَانَ اللّٰهِ كَيْفَ يُرَدُّ اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ وَقَدْ جَاءَ

لوٹا دیں گے۔ اس پر مسلمانوں نے کہا سبحان اللہ وہ مشرکین کی طرف کیسے لوٹایا جائیگا

مُسْلِمًا فَبَيْنَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ دَخَلَ اَبُوْجَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلِ بْنِ

حالانکہ وہ مسلمان ہو کر آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ابو جندل بن سہیل بن

عَمْرٍو يَرْسُفُ فِيْ قُيُوْدِهٖ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ اَسْفَلِ مَكَّةَ حَتّٰى رَمٰى

عمرو اپنی بیڑیوں میں گھسٹتے ہوئے آئے ـــــ اور وہ مکہ کے زیریں حصہ سے نکلے تھے

بِنَفْسِهٖ بَيْنَ اَظْهُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ سُهَيْلٌ هٰذَا يَا مُحَمَّدُ اَوَّلُ

آکر انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے ڈال دیا۔ اس پر سہیل نے کہا اے محمد

مَا اُقَاضِيْكَ عَلَيْهِ اَنْ تَرُدَّهٗ اِلَيَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ ہمارے صلحنامہ کی پہلی بات ہے اسے ہماری طرف لوٹائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعظیم کے لئے آئے اسے روکا جائے۔ قریش نے کہا۔ تم جاؤ۔ ہم وہی کریں گے جو ہمیں پسند ہے۔

رجل فاجر مکرز بن حفص بن اخیف یہ بنی عامر بن لوی کا فرد تھا۔ یہ پورے عرب میں بدعہدی فتنہ انگیزی میں مشہور تھا۔ اور اس کی شرارت کے بہت سے قصے مشہور تھے۔

قریش نے کبھی بنی کنانہ کے کسی آدمی کو مار ڈالا تھا۔ اس کے بدلے میں بنی کنانہ نے مکرز کے ایک بھائی کو قتل کر دیا۔ اس پر آپس میں گفت و شنید کے بعد صلح ہوگئی۔ اس صلح کے بعد مکرز نے بنی کنانہ کے ایک شخص کو مار ڈالا۔ جس سے قریش اور کنانہ میں پھر تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

خود حدیبیہ کے موقع پر پچاس افراد کو لے کر شب خون مارنے کے ارادے سے آیا تھا۔ مگر حضرت محمد بن مسلمہ پہرے پر تھے۔ انھوں نے سب کو گرفتار کر لیا۔ مکرز کسی طرح بچ نکلا۔

اگرچہ صلح کی بات کے درمیان اس نے شرافت ہی کا ثبوت دیا۔ اور کوئی شر انگیز بات نہ کی اور

إِنَّا لَمْ نَقْضِ الْكِتَابَ بَعْدُ قَالَ فَوَاللّٰهِ إِذَنْ لَّا أُصَالِحُكَ عَلٰى شَيْءٍ

نے فرمایا ابھی صلح نامہ پورا نہیں لکھا گیا ہے۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم اب ہم آپ سے کسی بات پر

أَبَدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجِزْهُ لِي فَقَالَ مَا أَنَا

ہرگز صلح نہیں کریں گے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اس کے لئے اجازت دیدو انھوں نے

بِمُجِيزِ ذٰلِكَ قَالَ بَلٰى فَافْعَلْ قَالَ مَا أَنَا بِفَاعِلٍ قَالَ مِكْرَزٌ بَلْ

کہا میں اجازت نہیں دوں گا۔ فرمایا ایسا کردو انھوں نے کہا میں نہیں کروں گا۔ مکرز نے کہا ہم نے آپکو

قَدْ أَجَزْنَاهُ لَكَ قَالَ أَبُو جَنْدَلٍ أَيْ مَعْشَرَ الْمُسْلِمِينَ أُرَدُّ إِلَى

اجازت دی۔ ابو جندل نے کہا اے مسلمانو میں مشرکین کی طرف لوٹایا جارہا ہوں حالانکہ میں مسلمان

الْمُشْرِكِينَ وَقَدْ جِئْتُ مُسْلِمًا أَلَا تَرَوْنَ مَا قَدْ لَقِيتُ وَكَانَ قَدْ

ہوکر آیا ہوں کیا نہیں دیکھتے ہو میں نے کتنی مصیبت اٹھائی ہے اور وہ اللہ کی راہ میں بہت زیادہ

عُذِّبَ عَذَابًا شَدِيدًا فِي اللّٰهِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَأَتَيْتُ

ستائے گئے تھے۔ عمر ابن خطاب نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے

نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَلَسْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى

عرض کیا کیا آپ اللہ کے نبی برحق نہیں ہیں۔ فرمایا ضرور ہوں۔ میں نے عرض کیا کیا ہم

نہ حرکت۔ بلکہ حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاملے میں اس بات کی تائید کی کہ انھیں مسلمانوں میں چھوڑ دیا جائے۔

ضُغْطَةً دبانا۔ مغلوب کر لینا۔ نچوڑ لینا۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ یعنی عرب یہ کہیں گے کہ قریش دب گئے۔ مغلوب ہو گئے۔

یرسف فی قیودہ رسفا رسیفا۔ اس طرح چلنا جیسے وہ چلتا ہو جس کے پاؤں بندھے ہوں۔ یعنی دونوں پاؤں بیک وقت اٹھا کر کودتے ہوئے آئے۔ جیسا کہ کتاب الصلح میں گزرا۔

فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم الکاتب یہ کاتب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اس روایت میں صرف دو شرطیں مذکور ہیں۔

قُلْتُ اَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي

حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں فرمایا ہاں ہیں میں نے عرض کیا پھر ہم دین کے معاملہ میں

الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا اِذَنْ قَالَ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَسْتُ اَعْصِيْهِ وَهُوَ نَاصِرِي

کیوں ڈریں فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کی نافرمانی نہیں کروں گا وہ میرا مددگار رہے۔

قُلْتُ اَوَلَيْسَ كُنْتَ تُحَدِّثُنَا اَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ فَنَطُوْفُ بِهٖ قَالَ بَلٰى فَاَخْبَرْتُكَ

میں نے عرض کیا کیا آپ نے یہ نہیں بیان فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔

اَنَّا نَاْتِيْهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاِنَّكَ اٰتِيْهِ وَمُطَّوِّفٌ بِهٖ قَالَ فَاَتَيْتُ

فرمایا کیوں نہیں کیا میں نے تم کو یہ بتایا تھا کہ اسی سال جائیں گے میں نے عرض کیا فرمایا تم بیت اللہ جاؤگے۔

اَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلَيْسَ هٰذَا نَبِيَّ اللّٰهِ حَقًّا قَالَ بَلٰى قُلْتُ اَلَسْنَا

اور اس کا طواف کروگے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اس کے بعد میں ابو بکر کے پاس آیا۔ اور میں نے کہا اے ابو بکر!

عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ قَالَ بَلٰى قُلْتُ فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ

کیا یہ اللہ کے نبی برحق نہیں انھوں نے کہا کیوں نہیں میں نے عرض کیا کیا ہم حق پر اور ہمارے

فِي دِيْنِنَا اِذَنْ قَالَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اِنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَلَيْسَ يَعْصِي رَبَّهٗ

دشمن باطل پر نہیں انھوں نے فرمایا کیوں نہیں، میں نے عرض کیا پھر ہم دین کے معاملہ میں کیوں دبیں۔

مگر کتب حدیث و سیر کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرائط صلح مندرجہ ذیل تھیں۔

(۱) مسلمان اس سال عمرہ نہ کریں واپس جائیں۔

(۲) سال آئندہ آکر عمرہ کریں اور مکے میں صرف تین دن رہیں۔

(۳) سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار ساتھ نہ لائیں اور تلوار بھی نیام میں رہے اور نیام جلبان تھیلے وغیرہ میں۔

(۴) مکے میں جو مسلمان ہیں وہ اگر مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہیں تو انھیں نہ لے جائیں اور اگر کوئی مسلمان مکے میں رہ جانا چاہے تو اسے نہ روکیں۔

(۵) مکے کے باشندوں میں خواہ کافر ہو خواہ مسلمان اگر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کردیں لیکن اگر مدینے کا کوئی شخص مکہ آجائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) عرب کے قبائل آزاد رہیں گے وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کرلیں۔

وَهُوَ نَاصِرُهُ فَاسْتَمْسِكْ بِغَرْزِهِ فَوَاللّٰهِ إِنَّهُ عَلَى الْحَقِّ قُلْتُ أَلَيْسَ كَانَ

انھوں نے فرمایا اے شخص وہ اللہ کے رسول ہیں وہ اپنے رب کی نافرمانی نہیں کریں گے وہ ان کا

يُحَدِّثُنَا أَنَّا سَنَأْتِي الْبَيْتَ وَنَطُوفُ بِهِ قَالَ بَلَى أَفَأَخْبَرَكَ أَنَّكَ

مددگار ہے۔ تم ان کی اطاعت کرو۔ بخدا وہ حق پر ہیں میں نے کہا کیا انھوں نے ہم سے نہیں بیان فرمایا تھا

تَأْتِيهِ الْعَامَ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّكَ آتِيهِ وَمُطَوِّفٌ بِهِ قَالَ الزُّهْرِيُّ

کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف کریں گے فرمایا ضرور بیان فرمایا تھا۔ کیا یہ خبر دی تھی کہ تم اسی سال

قَالَ عُمَرُ فَعَمِلْتُ لِذٰلِكَ أَعْمَالًا قَالَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قَضِيَّةِ الْكِتَابِ

بیت اللہ جاؤ گے میں نے کہا نہیں فرمایا تو تم بیت اللہ ضرور جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔ حضرت عمر نے

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ قُومُوا فَانْحَرُوا

کہا کہ میں نے اس کے کفارہ میں بہت سے نیک عمل کئے۔ راوی نے کہا جب صلحنامہ لکھنے سے فارغ ہو گئے

ثُمَّ احْلِقُوا قَالَ فَوَاللّٰهِ مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ حَتّٰى قَالَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اٹھو اونٹوں کو نحر کرو پھر سر کو مونڈاؤ۔

مَرَّاتٍ فَلَمَّا لَمْ يَقُمْ مِنْهُمْ أَحَدٌ دَخَلَ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ فَذَكَرَ لَهَا

راوی نے کہا بخدا ان میں سے ایک شخص بھی نہیں کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ حضور نے یہ تین بار فرمایا۔ جب ان میں سے

(۷) دس سال تک فریقین آپس میں جنگ نہیں کریں گے

صلح کی شرائط سراسر یکطرفہ تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے دب کر مغلوبانہ صلح کی تھی۔ مگر ایسا نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقصود صلح تھا۔ اور کچھ مدت کے لئے لڑائی جھگڑے کو بند کرنا۔ جس کے فوائد معلوم تھے کہ جب آپس کا تناؤ ختم ہوگا۔ لوگ ملیں گے جلیں گے۔ اس طرح اسلام کی خوبیاں جاننے کا موقع ملے گا۔ اور لوگ اسلام سے متعارف ہوں گے۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اسلام کی اشاعت تیزی سے تیز تر ہوگی۔ اور ہوا یہی۔ کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیان اتنے افراد اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے کہ اسلام کی انیس سالہ تاریخ میں نہیں ہوئے تھے۔ اسی لئے قرآن مجید نے اس صلح کو فتح مبین فرمایا۔

فقال ابو جندل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو جندل سے فرمایا۔ اے ابو جندل صبر کر اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم عہد شکنی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تیرے لئے

مَا قَامَ مِنْهُمْ رَجُلٌ ... مَا لَقِيَ مِنَ النَّاسِ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا نَبِيَّ اللهِ اَتُحِبُّ ذَالِكَ اُخْرُجْ

کوئی نہیں کھڑا ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اس کا

ثُمَّ لَا تُكَلِّمْ اَحَدًا مِّنْهُمْ كَلِمَةً حَتّٰى تَنْحَرَ بُدْنَكَ وَتَدْعُوَ حَالِقَكَ فَيَحْلِقَكَ فَخَرَجَ فَلَمْ يُكَلِّمْ

تذکرہ کیا ام سلمہ نے عرض کیا یا نبی اللہ کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں باہر تشریف لے جائیے اور کسی سے کچھ نہ فرمائیے

اَحَدًا مِّنْهُمْ حَتّٰى فَعَلَ ذٰلِكَ نَحَرَ بُدْنَهٗ وَدَعَا حَالِقَهٗ فَحَلَقَهٗ فَلَمَّا رَاَوْا ذٰلِكَ قَامُوْا فَنَحَرُوْا وَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَحْلِقُ

اپنے اونٹ کو نحر کیجئے اور اپنے سر مونڈنے والے کو بلا کر سر مونڈا لیجئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باہر

بَعْضًا حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يَقْتُلُ بَعْضًا غَمًّا ثُمَّ جَاءَهٗ نِسْوَةٌ مُّؤْمِنَاتٌ

تشریف لے گئے اور کسی سے کچھ نہیں فرمایا یہاں تک کہ وہ سب کر لیا اپنے اونٹ کو نحر فرمایا، اور سر

فَاَنْزَلَ اللهُ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ

مونڈنے والے کو بلا کر سر مونڈا لیا جب لوگوں نے اسے دیکھا تو اٹھے اپنے اونٹوں کو نحر کیا اور بعض بعض کے سر کو

حَتّٰى بَلَغَ بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ فَطَلَّقَ عُمَرُ يَوْمَئِذٍ اِمْرَاَتَيْنِ كَانَتَا لَهٗ فِي الشِّرْكِ

مونڈنے لگا اتنی بھیڑ ہوئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ لوگوں کو مار ڈالیں گے۔ پھر کچھ مسلمان عورتیں آئیں تو اللہ تعالیٰ

فَتَزَوَّجَ اِحْدَاهُمَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ وَالْاُخْرٰى صَفْوَانُ بْنُ اُمَيَّةَ

نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی اے ایمان والو جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں۔ بعصم الکوافر تک (ممتحنہ آیۃ ۱۰)

حضرت عمر اس دن اپنی ان دو عورتوں کو طلاق دیدیا جن سے زمانۂ شرک میں نکاح کیا تھا۔ ایک نے معاویہ بن سفیان

کوئی سبیل خلاصی کی نکالے گا۔ یہ سن کر حضرت عمر کود کر ابو جندل کے پاس گئے اور اس کے پہلو میں چلنے لگے اور ان سے کہا۔ یہ مشرک ہیں۔ ان کا خون کتے کے برابر ہے اور تلوار کا قبضہ ان کے قریب کیا۔ حضرت عمر فرماتے تھے کہ مجھے امید تھی کہ تلوار لے کر اپنے باپ کو مار ڈالے مگر وہ باپ کے ساتھ ایسا نہ کر سکے۔ اور اس اثناء میں صلح مکمل ہو گئی۔

فاستمسك بغرزه غرز۔ اونٹ کا پالان۔ زمین میں گاڑی ہوئی لکڑی۔ لفظی ترجمہ یہ ہے۔ ان کے پالان کو پکڑ لے۔ ان کی کھونٹی کو پکڑ لے۔ لیکن یہ کنایہ ہے بلا چون وچرا بات ماننے اور اطاعت کرنے سے۔ بولتے ہیں۔ الزم غرز فلاں۔ اس کی تابعداری کر۔

سیف البحر:۔ سیف کے معنی کنارہ۔ یعنی حضرت ابو بصیر سمندر کے کنارے چلے گئے۔ اس جگہ کا نام

ثُمَّ رَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَجَاءَہٗ اَبُوْبَصِیْرٍ

ے اور دوسرے نے صفوان بن امیہ سے شادی کرلی۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ لوٹ آئے قریش کے

رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ وَّھُوَ مُسْلِمٌ فَاَرْسَلُوْا فِیْ طَلَبِہٖ رَجُلَیْنِ فَقَالُوا الْعَھْدَ

ایک صاحب ابوبصیر مسلمان ہوکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے قریش نے انکو طلب کرنے کے لئے دو آدمیوں

الَّذِیْ جَعَلْتَ لَنَا فَدَفَعَہٗ اِلَی الرَّجُلَیْنِ فَخَرَجَا بِہٖ حَتّٰی بَلَغَا

کو بھیجا انھوں نے کہا اس عہد کو یاد کرو جو آپ نے ہم سے کیا ہے۔ حضور نے ابو بصیر کو ان دونوں آدمیوں

ذَا الْحُلَیْفَۃِ فَنَزَلُوْا یَاْکُلُوْنَ مِنْ تَمْرٍ لَّھُمْ فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرٍ

کے ساتھ کردیا وہ دونوں انھیں لیکر مدینہ سے باہر ہوئے جب ذوالحلیفہ پر پہونچے تو اترے

لِاَحَدِ الرَّجُلَیْنِ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرٰی سَیْفَکَ ھٰذَا یَا فُلَانُ جَیِّدًا

اور کھجوریں کھانے لگے ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا اے فلاں واللہ تمہارے تلوار کو میں

فَاسْتَلَّہُ الْاٰخَرُ فَقَالَ اَجَلْ وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَجَیِّدٌ لَقَدْ جَرَّبْتُ بِہٖ

دیکھ رہا ہوں کہ بہت اچھی ہے اس نے تلوار کو میان سے کھینچ لیا اور کہا ہاں بخدا یہ اچھی ہے میں نے

ثُمَّ جَرَّبْتُ فَقَالَ اَبُوْبَصِیْرٍ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْہِ فَاَمْکَنَہٗ مِنْہُ

بار بار اس کا تجربہ کیا ہے۔ ابو بصیر نے کہا لاؤ دیکھوں تو اس نے تلوار انھیں دیدی انھوں نے اسے

فَضَرَبَہٗ حَتّٰی بَرَدَ وَفَرَّ الْاٰخَرُ حَتّٰی اَتَی الْمَدِیْنَۃَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ

ایسا مارا کہ ٹھنڈا ہوگیا دوسرا بھاگا یہاں تک کہ وہ مدینہ آیا دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا۔ اسے جب

عیص تھا۔ یہ جگہ شام آنے جانے کا راستہ تھی۔ قریش کے قافلے شام اسی راستے سے آتے جاتے تھے۔ حضرت ابو جندل بھی ستر مسلمان سواروں کے ساتھ وہیں آگئے۔ مکہ معظمہ کے ستم رسیدہ مسلمان یہیں آکر جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان کی تعداد تین سو تک پہونچ گئی۔ اور قریش کے قافلوں پر دھاوا بولنے لگے جس سے عاجز آکر ابو سفیان نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لکھا۔ کہ ہم اس شرط سے باز آئے۔ ان لوگوں کو اپنے پاس بلالیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بصیر کو لکھا کہ تم وہاں کے تمام مسلمانوں کو لیکر مدینہ طیبہ آجاؤ۔ جب یہ مفاوضہ عالیہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ تو وہ حالت نزع میں تھے۔ والا نامہ پڑھ کر سنایا گیا اور وہ راہی ملک بقا ہو گئے۔ اور حضرت ابو جندل نے ان کو وہیں دفن کر دیا۔

يَعْدُو فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ رَاٰهُ لَقَدْ رَاٰى هٰذَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا اس نے ضرور کوئی گھبرانے والی بات دیکھی ہے جب وہ نبی

ذُعْرًا فَلَمَّا انْتَهٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُتِلَ وَاللهِ

صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہونچا تو کہا بخدا میرا ساتھی مار ڈالا گیا اور میں بھی مار ڈالا جاؤں گا اتنے

صَاحِبِيْ وَاِنِّيْ لَمَقْتُوْلٌ فَجَاءَ اَبُوْبَصِيْرٍ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللهِ قَدْ وَاللهِ اَوْ

میں ابو بصیر بھی آگئے اور عرض کیا یا نبی اللہ بخدا اللہ نے آپ کے عہد کو پورا فرما دیا آپ نے مجھے انکی

فَى اللهُ ذِمَّتَكَ قَدْ رَدَدْتَنِيْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ اَنْجَانِي اللهُ مِنْهُمْ قَالَ النَّبِيُّ

جانب لوٹا دیا تھا پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دیدی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کیلئے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلُ اُمِّهِ مِسْعَرُ حَرْبٍ لَوْ كَانَ لَهُ اَحَدٌ فَلَمَّا

خرابی ہو اگر اس کو کوئی ملجا تو لڑائی کا بھڑ کانے والا ہے۔ جب انھوں نے یہ سنا تو سمجھ گئے حضور

سَمِعَ ذٰلِكَ عَرَفَ اَنَّهُ سَيَرُدُّهُ اِلَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتّٰى اَتٰى سِيْفَ الْبَحْرِ

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی طرف لوٹائیں گے تو وہاں سے چل دیے اور سمندر کے ساحل

قَالَ وَيَنْفَلِتُ مِنْهُمْ اَبُوْجَنْدَلِ بْنُ سُهَيْلٍ فَلَحِقَ بِاَبِيْ بَصِيْرٍ فَجَعَلَ

پر آکر مقیم ہو گئے۔ راوی نے کہا مشرکین سے بھاگ کر ابو جندل بھی آ گئے اور ابو بصیر کے ساتھ مل گئے۔

اور ان کے مزار کے قریب مسجد بنادی۔

فانزل اللہ اس سے بظاہر یہ متبادر ہے کہ آیہ کریمہ ——— وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَكُمْ۔
حضرت ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ پر نازل ہوئی ہے ——— مگر ایسا نہیں۔
اس کے شان نزول میں سب سے صحیح قول یہ ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان حدیبیہ میں مقیم تھے۔ اسی جوان جبل تنعیم سے اتر کر حملہ کی نیت سے آئے۔ جنھیں مسلمان نے گرفتار کرکے خدمت اقدس میں پیش کیا۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں معاف فرمادیا اور رہا کردیا [1]
اسی کے قریب قریب حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے

[1] مسلم ثانی۔ غزوہ ذی قرد ص۱۱۵۔ الجہاد باب قول اللہ تعالیٰ ھو الذی کف ایدکم ص۱۱۶۔

لَا يَخْرُجُ مِنْ قُرَيْشٍ رَجُلٌ قَدْ أَسْلَمَ إِلَّا لَحِقَ بِأَبِي بَصِيرٍ حَتَّى اجْتَمَعَتْ

اب یہ ہوگیا کہ قریش میں جو بھی مسلمان ہوتا وہ آکر ابو بصیر کے ساتھ مل جاتا یہاں تک کہ انکی ایک جماعت

مِنْهُمْ عِصَابَةٌ فَوَاللهِ مَا يَسْمَعُونَ بِعِيرٍ خَرَجَتْ لِقُرَيْشٍ إِلَى الشَّامِ إِلَّا

اکٹھا ہوگئی۔ بخدا شام کی طرف جانے والے قریش کے کسی بھی قافلہ کو سنتے تو اس کے آڑے آتے انھیں مارڈالتے

اعْتَرَضُوا لَهَا فَقَتَلُوهُمْ وَأَخَذُوا أَمْوَالَهُمْ فَأَرْسَلَتْ قُرَيْشٌ إِلَى النَّبِيِّ

اور ان کے مال لے لیتے اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیجا اللہ اور رشتہ کا واسطہ دیا۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنَاشِدُهُ اللهَ وَالرَّحِمَ لَمَّا أَرْسَلَ فَمَنْ أَتَاهُ

کہ اب جو بھی ان کے پاس آئے اسے امن ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس یہ کہلا دیا اس پر

فَهُوَ آمِنٌ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَأَنْزَلَ اللهُ

اللہ تعالی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ حَتَّى بَلَغَ حَمِيَّةَ

کو ان سے روکا ——— حمیۃ الجاہلیہ تک (الفتح آیہ ۲۴) ان کا تعصب یہ تھا کہ انھوں

الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَتْ حَمِيَّتُهُمْ أَنَّهُمْ لَمْ يُقِرُّوا أَنَّهُ نَبِيُّ اللهِ وَلَمْ يُقِرُّوا

نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کا اقرار نہیں کیا۔

زمانے میں اس درخت کے نیچے تھے جس کا قرآن میں تذکرہ ہے کہ تیس ہتھیار بند جوان ہم پر حملے کے ارادے سے آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر دعا کی۔ جس سے اندھے ہوگئے۔ ہم نے بڑھ کر انکو پکڑ لیا۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ بتاؤ کیا تم لوگوں نے کسی سے معاہدہ کیا ہے۔ یا کسی نے تمکو امان دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں[1]۔

اس وقت سورہ فتح کی یہ تین آیتیں نازل ہوئیں۔

وہ (اللہ) وہی ہے جس نے مکے کی وادی میں تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روکا۔ اس کے بعد کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے (۲۴) وہ لوگ

[1] مسند امام احمد ج ۴ ص ۸۴۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَحَالُوْا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْبَيْتِ وَقَالَ عُقَيْلٌ

ان کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوگئے۔ عقیل نے زہری سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ عروہ نے

عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ عُرْوَةُ فَاَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

مجھ سے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا امتحان لیتے۔ اور

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْتَحِنُهُنَّ وَبَلَغَنَا اَنَّهٗ لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اَنْ يَرُدُّوْا

ہمیں خبر پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا کہ مشرکین کی جا تب وہ لوٹا دیا جائے۔ جو انھوں نے ان

اِلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا اَنْفَقُوْا عَلٰى مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَزْوَاجِهِمْ وَحَكَمَ عَلَى

عورتوں پر خرچ کیا ہے جو ہجرت کرکے آئیں، ہیں کہ کافرہ عورتوں کو اپنی زوجیت میں مت رکھو۔

الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ لَّا يُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ اَنَّ عُمَرَ طَلَّقَ امْرَاَتَيْنِ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دو عورتوں قریبہ بنت ابی امیہ اور بنت جرول خزاعی کو طلاق دیدیا قریبہ سے معاویہ

قُرَيْبَةَ بِنْتَ اَبِيْ اُمَيَّةَ وَبِنْتَ جَرْوَلِ الْخُزَاعِيِّ فَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ مُعٰوِيَةُ

نے اور دوسری سے ابو جہم نے نکاح کر لیا۔ جب کفار نے یہ ماننے سے انکار کردیا کہ مسلمانوں نے

وَتَزَوَّجَ الْاُخْرٰى اَبُوْ جَهْمٍ فَلَمَّا اَبَى الْكُفَّارُ اَنْ يُّقِرُّوْا بِاَدَاءِ مَا اَنْفَقَ

جو کچھ ان کی بیویوں پر خرچ کیا ہے اسے ادا کریں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ

اور اگر تمہاری کچھ عورتیں کافروں کی طرف چلی جاویں۔ پھر تم ان کو سزا دو اور عقب سے مراد

وہ ہیں جنھوں نے کفر کیا۔ اور تم کو مسجد حرام سے روکا۔ اس حالت میں کہ قربانی کے جانور اپنی جگہ پہنچنے سے رکے ہوئے تھے۔ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ تم ایسے مسلمان مردوں اور عورتوں کو روند ڈالتے جنھیں تم نہیں جانتے۔ جس کی وجہ سے تم پر انجانے میں کوئی ناگوار حادثہ نازل ہوجاتا۔ (تو ہم لڑائی کی اجازت دیدیتے) یہ اس لئے ہوا کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل فرمائے۔ اگر وہ جدا ہو جاتے تو ان میں جو کافر تھے انھیں دردناک عذاب دیتے (۲۵) جب کہ کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیت کی ہٹ رکھی۔ تو اللہ نے اپنا اطمینان اپنے رسول اور مومنین پر

فَعَاقَبْتُمْ وَالْعَقْبُ مَا يُؤَدِّي الْمُسْلِمُوْنَ إِلٰى مَنْ هَاجَرَتْ إِمْرَأَتُهُ

وہ مال ہے جو مسلمان ان عورتوں کو دیتا جو کفار میں سے ہجرت کرکے آتیں حکم یہ دیا کہ مسلمانوں

مِنَ الْكُفَّارِ فَأَمَرَ أَنْ يُعْطِيَ مَنْ ذَهَبَ لَهُ زَوْجٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَا أَنْفَقَ

میں سے ہجرت کرنے والی کافر عورتوں کو مہر سے جو اس نے خرچ کیا اور اسے نہیں ملا تو اسے دیا جائے

مِنْ صَدَاقِ نِسَاءِ الْكُفَّارِ اللَّاتِيْ هَاجَرْنَ وَمَا نَعْلَمُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ

اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ مہاجر عورتوں میں سے کوئی ایمان لانے کے بعد مرتد ہوئی ہو۔

الْمُهَاجِرَاتِ ارْتَدَّتْ بَعْدَ إِيْمَانِهَا وَبَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَصِيْرِ بْنَ أَسِيْدٍ

اور ہمیں یہ خبر پہونچی کہ ابو بصیر بن اسید ثقفی مومن ہوکر ہجرت کرکے صلح کے

الثَّقَفِيَّ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا مُهَاجِرًا فِي الْمُدَّةِ

ایام میں حاضر ہوئے تو اخنس بن شریک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

فَكَتَبَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ

کو لکھا حضور سے ابو بصیر کو وہ مانگ رہا تھا اس کے بعد پوری حدیث

أَبَا بَصِيْرٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔

ذکر کی۔

آتارا اور پرہیزگاری کا کلمہ ان پر انعام فرمایا۔ اور اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (۲۶)

وَالْعَقْبُ عین کو فتحہ قاف کو سکون یا کسرہ۔ باری کے معنی میں۔ یہ امام زہری کی عَاقَبْتُمْ کی تفسیر ہے۔ اب۔ عاقبتم کا ترجمہ یہ ہوگا۔ اور تمہاری باری آئے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر تمہاری عورتیں بھاگ کر کفار میں چلی جائیں۔ اور کافر ان سے نکاح کرلیں اور تمہیں تمہارا وہ روپیہ نہ دیں جو تم نے ان عورتوں کو مہر میں دیا تھا۔ تو جب تمہاری باری کفار کو دینے کی آئے۔ مثلاً کسی کافر کی کوئی زوجہ ہجرت کرکے تمہارے پاس آجائے اور تم اس سے نکاح کرلو۔ تو پہلے والے کافر شوہر کو اس کا دیا ہوا مہر کا روپیہ اس کافر کو مت دو بلکہ اس مسلمان کو دو جس کی بیوی بھاگ کر کافروں میں چلی گئی۔ اور اگر کچھ فاضل ہو تو جتنا فاضل ہو وہ اس کافر کو دیدو۔

بَابُ الْمُكَاتَبِ وَمَا لَا يَحِلُّ مِنَ الشُّرُوطِ الَّتِي تُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ۔ ص ۳۸۱

مکاتب کا بیان اور کتاب اللہ کے خلاف جو شرطیں ہوں وہ جائز نہیں۔

ت ۵۳۵ — وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ فِي الْمُكَاتَبِ شُرُوطُهُمْ بَيْنَهُمْ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مکاتب کے بارے میں فرمایا۔ ان کے مابین جو شرطیں طے ہو جائیں ان کی پابندی ضروری ہے۔

ت ۵۳۶ — وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ اَوْ عُمَرُ كُلُّ شَرْطٍ خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ وَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ كِلَيْهِمَا عَنْ عُمَرَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔

حضرت ابن عمر یا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ جو شرط کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو شرط ہو۔ اور ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا۔ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے مروی ہے۔

لیکن راجح جمہور کی تفسیر ہے۔ کہ عَاقَبْتُمْ۔ سے مراد جنگ ہے۔ اب ترجمہ یہ ہوگا۔ اگر تم انھیں سزا دو۔ یعنی ان سے جنگ کرو۔ تو مال غنیمت میں سے ان مسلمانوں کو ان کا وہ خرچ کیا ہوا پیسہ دید وجنکو عورتیں کافروں کی طرف بھاگ گئی ہیں۔

وَمَا نَعْلَمُ یہ امام زہری اپنے علم کی بات کر رہے ہیں۔ ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا۔ کہ چھ عورتیں مرتد ہو کر مکہ بھاگ گئی تھیں۔ ان میں ایک۔ ام الحکم بنت ابو سفیان بھی تھی۔ جو عیاض بن شداد کے نکاح میں تھی۔ بھاگ کر ثقیف کے ایک شخص کے ساتھ شادی کرلی۔ مگر جب ثقیف مسلمان ہوئے تو یہ بھی مسلمان ہوگئی۔

تشریح ۵۳۵:۔ اس تعلیق کو سفیان ثوری نے کتاب الفرائض میں روایت کیا ہے۔

تشریح ۵۳۶:۔ یہ مضمون حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث سے ماخوذ ہے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

تشریحات ۵۳۷ اس تعلیق کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ قاضی شریح کے فیصلے کا مطلب یہ ہے۔ اسے سو درہم دینے لازم ہیں۔ مگر ان کے برخلاف پوری امت کا مذہب یہ ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں۔ یہ ایک وعدہ ہے۔

بَابُ مَا يَجُوْزُ مِنَ الْاِشْتِرَاطِ وَالثُّنْيَا فِي الْاِقْرَارِ وَالشُّرُوْطِ الَّتِيْ يَتَعَارَفُهَا

اقرار میں کون سی شرط اور کون سا استثنار جائز ہے۔ اور وہ شرطیں جو لوگوں میں

النَّاسُ بَيْنَهُمْ وَاِذَا قَالَ مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ۔

متعارف ہیں اور جب کہا سو مگر ایک یا دو۔

ت ۵۳۷

وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِكَرِيِّهِ

اور ابن سیرین نے کہا۔ کہ ایک شخص نے اپنے کرایہ دار سے کہا۔ کہ تم

اُدْخُلْ رِكَابَكَ فَاِنْ لَّمْ اَرْحَلْ مَعَكَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا فَلَكَ مِائَةُ

اپنی سواری پر بیٹھ جاؤ۔ اگر میں تیرے ساتھ فلاں اور فلاں دن نہ چلوں تو

دِرْهَمٍ فَلَمْ يَخْرُجْ فَقَالَ شُرَيْحٌ مَنْ شَرَطَ عَلٰى نَفْسِهٖ طَائِعًا غَيْرَ

تجھے سو درہم۔ اور وہ نکلا نہیں۔ اس پر قاضی شریح نے کہا۔ جو شخص برضا ورغبت

مُكْرَهٍ فَهُوَ عَلَيْهِ۔

بلا جبر و اکراہ اپنے خلاف شرط کرے تو وہ اس پر لازم ہے۔

ت ۵۳۸

وَقَالَ اَيُّوْبُ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ اِنَّ رَجُلًا بَاعَ طَعَامًا وَ

ابن سیرین ہی نے کہا۔ کہ ایک شخص نے غلہ خریدا اور کہا۔ اگر میں چہارشنبہ

قَالَ اِنْ لَّمْ آتِكَ الْاَرْبِعَاءَ فَلَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بَيْعٌ فَلَمْ يَجِيْءْ

کو نہ آؤں تو میرے تیرے درمیان بیع نہیں۔ اور وہ آیا نہیں۔ قاضی شریح نے خریدار سے

فَقَالَ شُرَيْحٌ لِلْمُشْتَرِيْ اَنْتَ اَخْلَفْتَ فَقَضٰى عَلَيْهِ۔

کہا۔ تو نے وعدہ خلافی کی اور اس کے خلاف فیصلہ کر دیا۔

تشریحات ۵۳۸

اس تعلیق کو امام سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔ ہمارا اور امام احمد امام اسحاق کا مذہب یہی ہے۔

حضرت امام شافعی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور شرط باطل۔

حدیث ۱۵۰۳

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدَةً مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ؎

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو جس نے اسے یاد کرلیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تشریحات ۱۵۰۳

ترمذی[1] میں ان اسماء کی تفصیل یہ ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِیْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ الْحَلِیْمُ الْعَظِیْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ الْحَفِیْظُ الْمُقِیْتُ الْحَسِیْبُ الْجَلِیْلُ الْكَرِیْمُ الرَّقِیْبُ الْمُجِیْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِیْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِیْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِیْدُ الْحَقُّ الْوَكِیْلُ الْقَوِیُّ الْمَتِیْنُ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ الْمُحْصِیْ الْمُبْدِئُ الْمُعِیْدُ الْمُحْیِیْ الْمُمِیْتُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِیْ الْمُتَعَالِیْ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِیُّ الْمُغْنِیْ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِیْ الْبَدِیْعُ الْبَاقِیْ الْوَارِثُ الرَّشِیْدُ الصَّبُوْرُ۔

ابن ماجہ[2] میں ہے کہ اللہ عزوجل کے ننانوے اسماء ہیں ایک کم سو۔ بیشک وہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ جو انھیں یاد کرے جنت میں داخل ہوگا۔

بخاری اور ترمذی میں احصاہا ہے۔ ابن ماجہ میں حفظہا ہے۔ اَللّٰهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْاَوَّلُ

؎ ثانی الدعوات۔ باب للہ مائۃ اسم غیر واحد ص ۹۴۹ التوحید باب ان للہ مائۃ اسم الا واحدۃ ص ۱۰۹۹ مسلم۔ ذکر۔ ترمذی۔ دعوات۔ نسائی۔ النعوت۔ ابن ماجہ۔ دعا۔

[1] ثانی جامع الدعوات ص ۱۸۹　[2] دعوات ص ۲۸۳

الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْمَلِكُ الْحَقُّ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْعَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْبَارُّ الْمُتَعَالُ الْجَلِيْلُ الْجَمِيْلُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْقَادِرُ الْقَاهِرُ الْعَلِيُّ الْحَكِيْمُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ الْغَنِيُّ الْوَهَّابُ الْوَدُوْدُ الشَّكُوْرُ الْمَاجِدُ الْوَاجِدُ الْوَالِيُّ الرَّاشِدُ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ التَّوَّابُ الرَّبُّ الْمَجِيْدُ الْوَلِيُّ الشَّهِيْدُ الْمُبِيْنُ الْبُرْهَانُ الرَّءُوْفُ الرَّحِيْمُ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْبَاعِثُ الْوَارِثُ الْقَوِيُّ الشَّدِيْدُ الضَّارُّ النَّافِعُ الْبَاقِي الْوَاقِي الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ الْمُقْسِطُ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ الْقَائِمُ الدَّائِمُ الْحَافِظُ الْوَكِيْلُ الْفَاطِرُ السَّامِعُ الْمُعْطِي الْمُحْيِي الْمُمِيْتُ الْمَانِعُ الْجَامِعُ الْهَادِي الْكَافِي الْاَبَدُ الْعَالِمُ الصَّادِقُ النُّوْرُ الْمُنِيْرُ التَّامُّ الْقَدِيْمُ الْوِتْرُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ——— زہیر نے کہا بہت سے اہل علم سے یہ بات پہونچی ہے۔ کہ شروع کرے تو یہ پڑھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى۔

ترمذی میں کچھ اسمار زائد ہیں جو ابن ماجہ میں نہیں۔ اسی طرح ابن ماجہ میں کچھ اسمار زائد ہیں جو ترمذی میں نہیں۔ علاوہ ازیں اور دوسری احادیث میں بھی اس کی تفصیل مذکور ہے۔ ان میں بھی یہی حال ہے۔ اس لئے ان روایت پر اعتماد کرکے ان ننانوے اسمار کی تعیین کرنا صحیح نہیں۔

علامہ ابن حجر نے بہت طویل تحقیقاتی بحث کرنے کے بعد اپنے طور پر ان اسمار کی جو تفصیل لکھی ہے۔ وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ التَّوَّابُ الْوَهَّابُ الْخَلَّاقُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْمُحِيْطُ الْقَدِيْرُ الْمَوْلٰى النَّصِيْرُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْقَرِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَكِيْلُ الْحَسِيْبُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْوَارِثُ الشَّهِيْدُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْغَنِيُّ الْمَالِكُ الشَّدِيْدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْقَاهِرُ الْكَافِي الشَّاكِرُ الْمُسْتَعَانُ الْفَاطِرُ الْبَدِيْعُ الْغَافِرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْكَفِيْلُ الْغَالِبُ الْحَكَمُ الْعَالِمُ الرَّفِيْعُ الْحَافِظُ الْمُنْتَقِمُ الْقَائِمُ الْمُحْيِي الْجَامِعُ الْمَلِيْكُ الْمُتَعَالِي النُّوْرُ الْهَادِي الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ

اَلْاَکْرَمُ الْاَعْلٰی الْبَرُّ الْحَفِیُّ الرَّبُّ الْاِلٰہُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ ؕ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔

لیکن یہ بھی حضرت علامہ کا اپنا استخراج ہے۔ اس لئے یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث میں وارد ننانوے اسمار سے یہی مراد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ جیسے شب قدر اور جمعہ کے دن کی ساعت اجابت اور صلوٰۃ وسطیٰ کو مخفی رکھا گیا ہے۔ ویسے ہی ان ننانوے اسمار حسنٰی کو بھی غیر متناہی اسمار میں مضمر رکھا گیا ہے۔ تاکہ ذاکران ننانوے پر اکتفار کرکے بقیہ کا ذکر چھوڑ نہ بیٹھے۔ بلکہ جلتے اسے معلوم ہیں سب کا ورد رکھے۔ خود فرماتا ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی	فرمادو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں ۔
بنی اسرائیل (۱۱۰)	

جس روایت میں اسمار حسنٰی کی تفصیل ہے اسے امام بخاری و امام مسلم نے نہیں لی۔ اس کی وجہ امام حاکم نے یہ بتائی کہ شعیب کے تلامذہ میں سے صرف ولید بن مسلم ہی نے روایت کیا ہے۔ اس پر علامہ عسقلانی اور علامہ عینی نے فرمایا کہ اس سے حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ ولید بن مسلم شعیب کے دوسرے تلامذہ سے احفظ واعلم واجل ہیں۔

اسی طرح ولید سے صرف صفوان ہی نے نہیں روایت کیا ہے بلکہ بیہقی نے بطریق موسیٰ بن ایوب اور دارمی نے بطریق ہشام بن عمار بھی روایت کیا ہے۔[۱]

ہوسکتا ہے امام بخاری یا مسلم نے یہ روایت اس بنا پر نہ لی ہو کہ اسماء مبارکہ کی تعیین میں شدید اضطراب و اختلاف ہے نیز اس کا بھی قوی امکان ہے کہ یہ مرفوع نہ ہو کسی راوی نے ازخود تتبع کرکے بیان کردیا ہو جیسا کہ امام بیہقی نے کہا ہے۔

علمار کو اس میں تردد ہے کہ یہ ننانوے کی تخصیص کس بنیاد پر ہے۔ ظاہر ہے کہ تحدید مراد نہیں۔ اسلئے کہ اللہ عزوجل کے اسمار غیر متناہی ہیں۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ یہ قرآن مجید میں وارد ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اگر مراد یہ ہے کہ یہ اسمار قرآن مجید میں بصورت اسم وارد ہیں تو یہ اس لئے درست نہیں کہ ایسے اسمار کی تعداد صرف اڑسٹھ ہے[۲]۔ اور اگر یہ مراد ہے جو قرآن مجید سے ماخوذ ہیں خواہ وہ صراحۃً ہوں خواہ کلمات سے۔ بصورت اشتقاق لئے گئے ہوں۔ یا اضافت کے ساتھ ہوں تو ان کی تعداد ننانوے سے زائد ہے۔ اور احادیث میں وارد کا اضافہ کرلیا جائے۔ تو یہ تعداد اور بڑھ جائے گی۔

---

[۱] فتح الباری حادی عشر ص ۲۱۵ ۔ [۲] فتح الباری حادی عشر ص ۱۷

173

الاواحدۃ کی تانیث بتاویل صفت یا کلمہ ہے۔ کتاب التوحید کی روایت میں واحد مذکر ہے۔ اور یہی ظاہر ہے۔ اس پر اتفاق ہے کہ اسمار الہیہ توقیفیہ ہیں۔ یعنی کتاب وسنت میں جو وارد ہیں۔ یا جن کے اطلاق پر اجماع ہے۔ صرف انھیں اسمار کے ساتھ اللہ عزوجل کو یاد کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ دوسرے اسمار کا اطلاق درست نہیں۔ مثلاً جواد کا اطلاق حدیث میں آیا ہے۔ اس لئے جواد کا اطلاق درست ہے۔ مگر سخی وارد نہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق ممنوع ہے۔ شہید بصیر وارد ہے۔ اس لئے اس کا اطلاق درست ہے۔ حاضر ناظر وارد نہیں اس لئے اس کا اطلاق درست نہیں۔

اقول وھو المستعان۔ یہ توقیف صرف عربی زبان کے ساتھ خاص ہے دوسری زبانوں کے لئے قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ جو اسمار مسلمانوں کے عوام وخواص خصوصاً علمار فقہار میں رائج ہیں۔ ان کا اطلاق درست ہے۔ جیسے یزداں۔ ایزد۔ خدا وغیرہ۔ ہنود کے یہاں جو اسمار ان کے معبودان باطلہ کے لئے دیوی دیوتاؤں کے لئے بولے جاتے ہیں۔ ان سے سخت احتراز لازم ہے۔ ان میں کے بعض کفر صریح ہیں۔ مثلاً بھگوان۔ رام۔ اگر ان کے بعض کے معنی درست بھی ہوں تو اگر کوئی بجائے اللہ اور خدا کے ایشور ہری بولے تو اس کے ہندو ہونے کا شبہ ہوگا۔ اس لئے اس سے ضرور بالضرور بچنا لازم ہے اس طرح جن کلمات کے معنی کئی ہوں۔ بعض درست بعض باطل اور شرع میں وارد نہ ہوں ان کا اطلاق بھی ممنوع ہے۔ شامی میں ہے۔ مجرد ایہام المعنی المحال کاف للمنع ــــ معنی محال کا ایہام ہی منع کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح جن کلمات کے معنی معلوم نہیں۔ ان کے بھی اطلاق سے بچنا لازم ہے۔ آجکل ہندوؤں سے سیکھ کر مسلمانوں میں یہ رائج ہوگیا ہے۔ بولتے ہیں۔ اوپر والا جانے۔ نیلی چھتری والا جانے۔ اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ عالمگیری میں ہے۔

ولو قال اللہ تعالیٰ فی السماء فان قصد بہ حکایۃ ماجاء فیہ ظاھر الاخبار لایکفر وان اراد بہ المکان یکفر وان لم تکن لہ نیۃ یکفر عند الاکثر وھو الاصح وعلیہ الفتویٰ۔	اگر یہ کہا اللہ آسمان میں ہے۔ تو اگر اس کی مراد ظاہر آیات واحادیث میں جو آیا ہے اس کی حکایت ہے تو کافر نہیں اور اگر اس کی مراد مکان ہے تو کافر ہے اور اگر کچھ مراد نہیں تو اکثر کے نزدیک کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اور اغلب یہی ہے کہ مذکورہ بالا جملوں سے عوام کی مراد یہی ہوتی ہے کہ جو آسمان میں ہے یا اوپر ہے۔ پھر اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اللہ عزوجل خدا تعالیٰ کہنے سے کون منع کرتا ہے پھر کوئی ضرورت نہیں کہ ان متبرک اسمار کو چھوڑ کر ایسے کلمات سے اس کا مبارک نام لیا جائے جو کفر ہو یا موہم کفر ــــ قرآن مجید میں ارشاد ہے

عہ شامی السیر الباب التاسع ص ۴۰۹ نول کشور

بَابُ الشُّرُوطِ فِی الْوَقْفِ ص۳۸۲　　وقف میں شروط کا بیان

حدیث ۱۵۰۴ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَصَابَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

اَرْضًا بِخَیْبَرَ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَامِرُہٗ فِیْہَا فَقَالَ

تعالٰی عنہ نے خیبر میں کچھ زمین حاصل کی۔ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَصَبْتُ اَرْضًا بِخَیْبَرَ لَمْ اُصِبْ مَالًا قَطُّ اَنْفَسَ عِنْدِیْ مِنْہُ

حاضر ہوئے۔ اس کے بارے میں مشورہ کرنے کیلئے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے خیبر میں ایک زمین

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِہٖ۔ اعراف (۱۸۰)

اور اللہ کے لئے اچھے اچھے نام ہیں اسکو انھیں سے پکارو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں انھیں چھوڑ دو۔

یہ ننانوے اسمار اسمار صفات ہیں۔ اسم ذات، اللہ ہے۔ انھیں اسمار میں اسم اعظم بھی ہے۔ وہ کون سا اسم مبارک ہے یہ مخفی ہے۔ علاوہ ازیں کچھ علمار کے اقوال یہ بھی ہیں۔ کہ اسم اعظم ان کے سوا دوسرے دعائیہ کلمات ہیں۔ جیسے دعار یونس۔ بعض حضرات نے کلمہ ھو کو اسم اعظم کہا ہے۔ فتح الباری میں چودہ اقوال ذکر فرمائے ہیں۔

مجدد اعظم اعلٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے کہا۔ ہر شخص کا اسم اعظم اسمار حسنی میں وہ ایک یا چند اسمار ہیں جو اس کے نام کے اعداد کے مطابق ہے۔

فمن احصاھا کتاب الدعوات کی روایت فمن حفظھا ہے۔ اسی لئے میں نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے۔ جس نے اسے یاد کرلیا۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ اسمار حسنی کے محض یاد کرنے پر جنت عطا ہوجائے۔ اور ایک مطلب یہ بھی ہے۔ کہ جس نے اسے یاد کیا اور یہ اسمار جن صفات پر دلالت کرتے ہیں ان کو اپنے اندر پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے بشرطیکہ مخلوق کے لئے اس کا حصول شرعًا عقلًا محال نہ ہو۔ جیسے رحیم کریم۔ غفور۔ عفو معطی۔ وغیرہ۔

تشریحات ۱۵۰۴ اصاب ارضا۔ اس زمین کا نام ثمغ تھا۔ جیساکہ خود بخاری میں ہے۔ انھوں نے اسے بنی حارثہ کے ایک یہودی سے خریدا تھا۔ وتصدقت بھا۔ یعنی اسے وقف کردو۔ کہ اصل باغ

لہ ص ۳۸۷۔

فَمَا تَأْمُرُ بِهٖ قَالَ اِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ اَصْلَهَا وَتَصَدَّقْتَ بِهَا قَالَ فَتَصَدَّقَ بِهَا

حاصل کی ہے۔ اس سے عمدہ مال میں نے کبھی نہیں حاصل کیا تھا۔ اس کے بارے میں مجھے کیا حکم دیتے

عُمَرُ اَنَّهٗ لَا يُبَاعُ وَلَا يُوْهَبُ وَلَا يُوْرَثُ وَتَصَدَّقَ بِهَا فِي الْفُقَرَاءِ وَفِي الْقُرْبٰى

ہیں۔ فرمایا اگر چاہو تو اس کے اصل کو باقی رکھو اور (اس کی آمدنی) صدقہ کردو۔ حضرت عمر

وَفِي الرِّقَابِ وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَالضَّيْفِ وَلَا جُنَاحَ عَلٰى

نے اسے صدقہ کردیا اس شرط پر کہ نہ بیچی جائے نہ ہبہ کی جائے نہ میراث بنائی جائے اور اسے فقیروں

مَنْ وَلِيَهَا اَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا بِالْمَعْرُوْفِ وَيُطْعِمَ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ قَالَ فَحَدَّثْتُ

رشتہ داروں غلاموں فی سبیل اللہ مسافروں مہمانوں کے حق میں صدقہ کردیا اور یہ کہ جو اس کا

بِهٖ ابْنَ سِيْرِيْنَ فَقَالَ غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا۔ ؎

متولی ہو وہ بطریق معروف اس میں سے خود کھائے اور کھلائے۔ البتہ مال جمع نہ کرے۔

باقی رہے اور اس کی پیداوار سے موقوف علیہم نفع حاصل کریں۔ جیسا کہ دوسری روایتوں میں ہے احبس اصلها وسبل ثمرتها۔ اس کے اصل کو روکو اور پھل راہ خدا میں کردو۔ اس وقف کا پہلا متولی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بنایا تھا۔ ان کے بعد کے لئے یہ وصیت کی تھی کہ آل عمر میں جو اصحاب رائے ہوں وہ متولی ہوں گے۔

ان یاکل یعنی عرف کے مطابق اپنے کام اور وقف کے تحمل کا لحاظ کر کے اس میں سے کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ مثلاً اپنے اہل و عیال کو جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو۔

غیر متاثل اس حدیث کے راوی ابن عون نے کہا۔ میں نے یہ حدیث ابن سیرین کو سنائی تو انھوں نے بتایا کہ غیر متمول کے بجائے غَيْرَ مُتَأَثِّلٍ مَالًا ہے۔ یعنی مال جمع کرنے والا نہ ہو۔ متاثل کا مادہ اثل ہے۔ اس کا معنی جڑ پکڑنے کے ہیں۔ تاثل کے معنی جڑ پکڑنے کے۔ اکٹھا کرنے۔ کما کر مال بڑھانے کے ہیں۔

؎ وصایا باب الوقف وکیف یکتب ص۳۸۸ باب الوقف للفقیر والغنی والضیف ص۳۸۹ باب قول اللہ عزوجل و آتوا الیتامیٰ ص۳۸۸ مسلم الوصایا نسائی الاحباس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الوصایا

ص ۳۸۲

وصیتوں کا بیان

وَقَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ۔ کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ

اور اللہ عز و جل نے فرمایا۔ تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آئے اور کچھ مال

تَرَکَ خَیْرَنِ الْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ (اِلٰی) جَنَفًا ۔ جَنَفًا مَیْلًا مُتَجَانِفٍ مَائِلٍ ۔ بقرہ آیت ۱۸۰

چھوڑے تو ماں باپ (وغیرہ) کیلئے وصیت کر جائے۔ جنفًا کا معنی میل۔ جھکنے کے ہیں اور متجانف کے معنی جھکنے والے کے۔

حدیث ۱۵۰۵ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

توضیح اس کے بعد آیت کا حصہ یہ ہے۔ قریب کے رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔ سننے سنانے کے بعد جو وصیت کو بدل دے تو اس کا گناہ بدلنے والوں پر ہے۔ بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جسے یہ اندیشہ ہو کہ وصیت کرنے والے نے کچھ ناانصافی یا گناہ کیا ہے تو اس نے ان کے درمیان صلح کرا دی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وصیت اس کے اصل معنی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے ہیں۔ شریعت میں اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ کسی کو اپنے متروک مال کا اپنے مرنے کے بعد مالک بنانا۔ عرف میں وصیت اس فعل کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس مال کو بھی جس کے بارے میں وصیت کی ہے۔ اور کبھی اچھے کام کرنے کا حکم اور برے کام سے روکنے کے بھی معنی میں آتا ہے۔ زیادہ رغبت دلانے ابھارنے اور زجر و توبیخ ظاہر کرنے کے لئے بھی

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا حَقُّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُوْصٰی

نے فرمایا۔ کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیت کے لائق مال ہو اور وہ دو راتیں

فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ [۱]

گزار دے مگر یہ کہ اس کے پاس لکھی ہوئی وصیت موجود ہو۔

حدیث	عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ خَتَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
۱۵۰۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اہلیہ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث کے

اَخِیْ جُوَیْرِیَۃَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَ مَا تَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی

بھائی عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

تشریحات ۱۵۰۵ یبیت لیلتین۔ ابو عوانہ اور بیہقی کی روایت میں بطریق حماد بن زید ایوب سے جو روایت ہے اس میں یبیت لیلۃ۔ او لیلتین ہے۔ مسلم اور نسائی کی روایت میں بطریق زہری عن سالم عن ابیہ۔ یبیت ثلث لیال ہے۔ ان سب روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ لیلتین یا لیلۃ یا ثلث لیال کا ذکر تحدید کے لئے نہیں۔ اس سے مراد تھوڑا سا زمانہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی تاخیر مناسب نہیں۔

اس حدیث اور باب کے تحت مذکورہ آیہ کریمہ کے ظاہر سے کچھ حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے۔ اگرچہ تھوڑی ہی چیز کے بارے میں ہو۔ مگر ان کے علاوہ پوری امت کا قریب قریب اس پر اجماع ہے کہ وصیت کرنا واجب نہیں یہ آیہ کریمہ آیات ارث سے منسوخ ہے اور اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ حق کے لغوی معنی شئی ثابت کے ہیں جس کا اطلاق مستحب اور مباح پر بھی ہوتا ہے۔

تشریحات ۱۵۰۶ ابن عربی اور ابن فارسی اور اصمعی کا قول یہ ہے کہ بیوی کے بھائی اور باپ وغیرہ کو ختن کہتے ہیں۔ لیکن عام اہل لغت صرف داماد کو ختن کہتے ہیں یہاں عمرو بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ختن پہلے قول کی بنیاد پر کہا گیا ہے۔

---

[۱] مسلم وصیت ابو داؤد وصایا۔ ترمذی وصایا۔ جنائز نسائی وصایا ابن ماجہ وصایا دارمی وصایا موطا امام مالک وصایا۔ مسند امام احمد ثانی ص۵ وغیرہ

[۲] فتح الباری جلد خامس ص۳۶۲

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهٖ دِرْهَمًا وَّلَا دِيْنَارًا وَّلَا عَبْدًا وَّلَا اَمَةً وَّلَا شَيْئًا

علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت نہ درہم چھوڑا نہ دینار اور نہ غلام اور نہ باندی اور نہ کچھ اور صرف اپنا

اِلَّا بَغْلَتَهُ الْبَيْضَاءَ وَسِلَاحَهٗ وَاَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً [1]

سفید خچر اور اپنا ہتھیار اور زمین چھوڑی جسے صدقہ کر دیا تھا۔

حدیث ۱۵۰۷

حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ اَبِيْ اَوْفٰى هَلْ

طلحہ بن مصرف نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْصٰى قَالَ لَا فَقُلْتُ كَيْفَ كُتِبَ

کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی۔ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا۔ پھر لوگوں پر وصیت

عَلَى النَّاسِ الْوَصِيَّةُ اَوْ اُمِرُوْا بِالْوَصِيَّةِ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللّٰهِ [2]

کرنا کیسے فرض کیا گیا یا لوگوں کو وصیت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

کتاب اللہ کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیا۔

اخوجویریۃ یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی ھو اخو جویریۃ ۔ دوسری روایت اخی جویریہ کی ہے۔ یہ ختن پر معطوف ہے۔

مسلم اور ابوداؤد و نسائی وغیرہ میں بطریق مسروق حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار چھوڑا اور نہ بکری نہ اونٹ اور نہ کچھ وصیت فرمائی۔

مغازی کی ایک روایت میں ہے۔ یہ زمین جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ یعنی وقف فرما دیا تھا۔ یہ خیبر میں تھی۔ یہ سفید خچر وہی تھا جو شاہ مصر مقوقس نے تحفۃً پیش کیا تھا۔ جس کا نام دُلدُل تھا۔

---

[1] کتاب الجہاد باب بغلۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البیضاء ص۴۰۲ باب من لم یکسر السلاح عند الموت ص۴۰۰ باب نفقۃ نساء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفاتہ ص۴۳۷ ثانی مغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وفاتہ ص۶۴۱ ترمذی شمائل، نسائی الاحباس۔

[2] ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و وفاتہ ص۶۴۱ فضائل القرآن باب الوصاۃ بکتاب اللہ ص۷۵۰، مسلم الوصایا ترمذی الوصایا، نسائی الوصایا، ابن ماجہ الوصایا۔

حدیث	عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ ذَكَرُوا عِنْدَ عَائِشَةَ اَنَّ عَلِيًّا كَانَ وَصِيًّا
۱۵۰۸	اسود سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں لوگوں نے
	فَقَالَتْ مَتٰى اَوْصٰى اِلَيْهِ وَقَدْ كُنْتُ مُسْنِدَتَهٗ اِلٰى صَدْرِيْ اَوْقَالَتْ
	ذکر کیا کہ حضرت علی وصی تھے تو ام المومنین نے فرمایا۔ کب ان کے بارے میں وصیت کی۔ میں حضور کو اپنے

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی زندہ رہا اور حضرت علی کے پاس رہا۔ اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک رہا۔

ابن تین نے کہا یہ زمین فدک تھی رہ گئی خیبر کی زمین تو اسے بہت پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تقسیم فرما دیا تھا۔ اس پر قرینہ مغازی کی روایت ہے۔ جعلها لابن السبيل صدقة اس زمین کو مسافروں کے لئے وقف فرما دیا تھا۔ فیہ ما فیہ۔

تشریحات ۱۵۰۸، ۷ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ شیعوں نے اس مضمون کی حدیثیں گڑھ لی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنایا ہے۔ یعنی اس بات کی وصیت کی ہے کہ یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ شیعوں کی اس منگھڑت کا صحابہ کرام نے بھرپور رد فرمایا بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تردید فرمائی۔ جلد اول میں یہ حدیث گزر چکی۔ ابو جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی مکتوب ہے؟ فرمایا کتاب اللہ کے سوا کچھ نہیں یا وہ جو اس صحیفے میں ہے انھوں نے پوچھا اس صحیفہ میں کیا ہے۔ فرمایا دیت اور قیدیوں کے چھڑانے کے احکام اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان نہیں قتل کیا جائے گا۔ نیز عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت علی سے عرض کیا گیا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لئے کوئی عہد فرمایا ہے جو دوسروں سے نہیں فرمایا ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ پیدا کیا اور بچہ کی تخلیق کی ہمارے پاس سوائے کتاب اللہ اور اس صحیفے کے کچھ نہیں۔ شیعوں کے اس وہم کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعت عام کے لئے تمام اہل مدینہ کو بلایا گیا تو حضرت علی موجود نہ تھے۔ جب ان کو مجمع عام میں بلا کر دریافت کیا گیا تو یہ بھی نہیں فرمایا کہ یہ حق میرا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے بارے میں وصیت فرمائی ہے بلکہ فرمایا تو یہ فرمایا۔ کہ ہم کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے مشورے میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔ اور ہم ابو بکر کو سب سے زیادہ اس کا حقدار جانتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر یہ فرمایا۔ اگر میرے لئے عہد ہوتا تو میں ابو بکر سے قتال کرتا۔ اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جسے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا

حِجْرِیْ فَدَعَا بِالطَّسْتِ فَلَقَدْ اِنْخَنَسَ فِیْ حِجْرِیْ فَمَا شَعَرْتُ اَنَّہٗ

سینے سے سہارا دیے ہوئے تھی یا یہ فرمایا کہ اپنی گود میں لیے ہوئے تھی حضور نے پانی کا طشت

قَدْ مَاتَ فَمَتٰی اَوْصٰی اِلَیْہِ ؎

طلب فرمایا اور میری گود ہی میں حضور ڈھلک گئے مجھے پتہ بھی نہیں چلا کہ واصل بحق ہو گئے۔ پس

کب ان کے بارے میں وصیت کی۔

ہم نے اسے اپنی دنیا کے لئے پسند کر لیا۔ؔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی اطلاع جب مکہ معظمہ پہنچی تو حضرت ابو سفیان حضرت علی کے پاس آئے اور کہا۔ خلافت بنی تیم میں کیسے چلی گئی۔ جو قریش میں سب سے کمزور اور تعداد میں سب سے کم ہیں تم کہو تو سواروں اور پیادوں سے مدینہ بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تم نے اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ ہم نے ابو بکر کو اس کا اہل پایا۔ؔ اگر واقعی حضرت علی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصی بنایا ہوتا تو ان کے لئے یہ کب جائز تھا کہ اس موقع پر خاموش رہتے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ حضرت ابو سفیان نے وہ پیش کش کی تھی۔ اگر یہ مان لیا جائے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصی بنایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس موقع پر خاموشی ایک بہت بڑا جرم بنتی ہے۔ جس کا کوئی مسلمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

فقال لا طلحہ بن مصرف کے سوال کے جواب میں حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب کی دو توجیہیں کی گئی ہیں (۱) یہ کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وفات کے وقت کچھ مال نہ تھا۔ اور خچر ہتھیار وغیرہ جو تھے۔ ان کے بارے میں فرمایا تھا۔ ما ترکناہ صدقۃ۔ وصال کے وقت ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب صدقہ ہے۔ مال کے علاوہ دوسری بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ مثلاً ارشاد فرمایا۔ کہ میرے بعد وفود کو ویسے ہی انعام واکرام دینا جیسے میں دیا کرتا تھا اور فرمایا یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ حجاز میں دو دین نہیں رہیں گے۔ اور فرمایا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم وغیرہ وغیرہ۔ اب اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ حضور اقدس

؎ ثانی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ص۶۴۱ مسلم وصایا ترمذی شمائل طہارت وصایا۔ ابن ماجہ جنائز۔ مسند امام احمد جلد سادس ص۳۲ ؎ تاریخ الخلفاء بحوالہ ابن عساکر فصل نبذا من اخبار علی ؎ تاریخ الخلفاء فصل فی الاحادیث والآیات المشیرۃ الی خلافتہ۔

بَابُ الْوَصِيَّةِ بِالثُّلُثِ صـ۳۸۳ تہائی کی وصیت کا بیان ۔

ت ۵۳۹

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا يَجُوزُ لِلذِّمِّيِّ وَصِيَّةٌ إِلَّا الثُّلُثَ۔

امام حسن بصری نے فرمایا کہ ذمی کو بھی تہائی سے زائد وصیت کرنا جائز نہیں ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مال کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ۔ ہاں کتاب اللہ پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی جیسا کہ ایک حدیث میں صراحۃً ارشاد فرمایا ۔

ترکت فیکم الثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ و سنتی ۔ میں نے تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑی ہیں اگر ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور اپنی سنت ۔

(۲) دوسری توجیہ یہ ہے کہ طلحہ بن مصرف کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ کیا خلافت کے بارے میں حضرت علی کیلئے کوئی وصیت فرمائی تھی ۔ جس کے جواب میں فرمایا ۔ کہ نہیں ۔ مگر یہ توجیہ حدیث کے بعد والے جملے کے مناسب نہیں جیسا کہ ظاہر ہے ۔

متی اوصی الیہ ام المومنین کے اس ارشاد پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت ام المومنین کے ارشاد کا حاصل یہ ہو کہ وصال کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی ۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وصیت ہی نہ فرمائی ہو ۔ اس کا امکان ہے کہ اس کے پہلے وصیت کی ہو ۔ جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ تذکرہ کرنے والوں نے یہ کہا ہو کہ وصال کے وقت حضرت علی کو وصی بنایا تھا اسی لئے تذکرہ کرنے والے یہ سن کر خاموش ہو گئے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ آپ اخیر لمحے کی بات فرما رہی ہیں ۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ اس سے پہلے وصیت نہ فرمائی ہو ۔ تذکرہ کرنے والوں کا اس جواب کو سن کر خاموش ہو جانا اس کی دلیل ہے کہ ان لوگوں کا کہنا تھا یہی کہ عین وصال کے وقت میں حضرت علی کو وصی بنایا تھا ۔

اقول وھو المستعان ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باصرار تمام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام بنایا یہ حقیقت میں ان کی خلافت کے لئے ایک اشارہ تھا جیسا کہ ہم جلد ثانی میں ثابت کر آئے ہیں ۔ اس لئے مرض وصال کے اخیر لمحات سے پہلے حضرت علی کو وصی بنانے کا دعویٰ کوئی بھی عاقل سن نہیں سکتا تھا ۔ ہر شخص کہہ سکتا تھا کہ اخیر لمحات سے پہلے حضرت علی کو وصی بنایا تھا تو انھیں نماز کے لئے امام کیوں نہیں بنایا اس لئے اس افترا کی گنجائش یہی تھی کہ اگرچہ شدت علالت میں چند دن پہلے حضرت صدیق اکبر کو امام بنا دیا تھا مگر اخیر لمحات میں حضرت علی کو وصی بنا دیا ۔ اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ ان افترا پردازوں کا دعویٰ یہی تھا کہ اخیر لمحات میں حضرت علی کو وصی بنایا جس کی ام المومنین نے تردید فرمائی ۔ والعلم بالحق

ت	قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اُمِرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّحْکُمَ
۵۴۰	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ان کے

بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ۔

مابین اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان کے درمیان اسی کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔

حدیث	عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ
۱۵۰۹	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا۔ کاش

عندربی وعلمہ اجل مجدہ اتم واحکم۔

تشریحات ۵۳۹ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ذمی اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے تو مطلقاً جائز نہیں۔ لیکن مسلمان اگر تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر وارث ہوں اور وہ سب عاقل و بالغ ہوں اور موصی کے مرنے کے بعد اسے نافذ کر دیں تو بھی جائز ہے۔ اور اگر رد کر دیں تو باطل ہے۔ حضرت امام مالک و حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ مسلمان کی بھی وصیت صرف تہائی میں نافذ ہے اور اگر موصی کا وارث نہ ہو تو دو ثلث بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

تشریحات ۵۴۰ حضرت ابن عباس کے اس قول کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود حضرت امام حسن بصری کے قول کی تائید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب مسلمان کو یہ جائز نہیں تہائی مال سے زائد کی وصیت کرے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحۃً ارشاد فرمایا جو حقیقت میں وحی غیر متلو ہونے کی وجہ سے ما انزل اللہ میں داخل ہے تو اسی کے مطابق ذمیوں کی بھی وصیت تہائی سے زائد درست نہیں۔ واضح ہو کہ حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی مذہب یہی ہے کہ تہائی سے زائد کی وصیت مسلمان کے لئے مطلقاً جائز نہیں۔

تشریحات ۱۵۰۹ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تہائی تک وصیت کرنے کی اجازت ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ ربع تک وصیت کی جائے۔ پوری تہائی نہ کیجائے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی تک وصیت کرنے کی اجازت دی مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ تہائی زیادہ ہے۔

امت کا اس پر اجماع ہے کہ تہائی تک وصیت جائز ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ کتنی وصیت کرنا

تَعَالیٰ عَنْہُمَا قَالَ لَوْ غَضَّ النَّاسُ اِلَی الرُّبُعِ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ

لوگ چوتھائی تک وصیت کرتے۔ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تہائی تک کی

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الثُّلُثُ وَالثُّلُثُ کَبِیْرٌ اَوْ کَثِیْرٌ ۔

اجازت دیدی ہے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ تہائی کبیر ہے یا کثیر ہے۔

بَابُ لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ ص۳۸۳ وارث کے لئے وصیت نہیں۔

حدیث ۱۵۱۰ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا قَالَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا (کہ ابتدا اسلام میں یہ حکم تھا) کل مال

بہتر ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ خمس تک کچھ لوگوں نے کہا سدس تک کچھ لوگوں نے کہا ربع تک۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خمس کی وصیت فرمائی اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ غنیمت میں سے خمس پر راضی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ربع تک وصیت کو پسند فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ خمس کی وصیت کرنا ربع سے زیادہ مجھے پسند ہے۔ اور ربع کی وصیت کرنا ثلث سے زیادہ پسند ہے۔ امام ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ کچھ لوگ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ کسی وارث کے حصہ کے برابر وصیت کیجائے۔ کچھ لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ جس کے وارث ہوں اور اس کے پاس مال تھوڑا ہو تو وہ وصیت نہ کرے۔

تشریحات ۱۵۱۰ مطابقت۔ حضرت ابن عباس کے اس ارشاد سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ابتدا اسلام میں والدین کے لئے وصیت کرنا واجب تھا۔ پھر اسے منسوخ کرکے ان کا حصہ مقرر کرکے وارث بنادیا گیا۔ اس سے لزوماً یہ بات ثابت ہوئی کہ وصیت اور وراثت دونوں جمع نہیں کی جاسکتیں۔ اور جب والدین کے لئے جمع نہیں کی جاسکتیں تو دوسرے وارثین کے لئے بدرجہ اولیٰ جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور یہی معنی ہے اس قول کا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں۔ اس خصوص میں صحیح احادیث بھی وارد ہیں مگر یا تو امام بخاری تک یہ احادیث نہیں پہونچیں یا ان کی شرط پر نہیں تھیں۔ اس لئے ذکر نہیں کیا۔ امام ابوداؤد نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دیدیا۔ تو وارث کے لئے وصیت نہیں۔ نیز امام ترمذی نے بھی اسے روایت فرمایا اس اضافہ کے ساتھ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں یہ فرمایا۔

عـہ مسلم فرائض۔ نسائی وصایا۔ ابن ماجہ وصایا ۔ لـہ ثانی وصایا باب الوصیۃ للوارث ص۳ ۔ لـہ ثانی الوصایا باب ما جاء لا وصیۃ لوارث ص۳۲

كَانَ الْمَالُ لِلْوَلَدِ وَكَانَتِ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ فَنَسَخَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ مَا اَحَبَّ

لڑکے کے لئے ہے اور ماں باپ کے لئے وصیت کا حکم تھا۔ اللہ نے اس میں سے جتنا چاہا منسوخ فرمادیا۔

فَجَعَلَ لِلذَّكَرِ مِثْلَ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ وَجَعَلَ لِلْاَبَوَيْنِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسَ

اور مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر کیا اور ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے سدس کیا اور عورت کے لئے

وَجَعَلَ لِلْمَرْاَةِ الثُّمُنَ وَالرُّبُعَ وَلِلزَّوْجِ الشَّطْرَ وَالرُّبُعَ ؎

ثمن اور ربع کیا۔ اور شوہر کے لئے نصف اور ربع۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ ص ۳۸۴

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کا بیان وصیت اور دین کے بعد۔

علاوہ ازیں یہ حدیث حضرت عمرو بن خارجہ حضرت جابر حضرت ابن عباس حضرت انس بن مالک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث امام دارقطنی نے ان الفاظ میں روایت کیا کہ فرمایا۔ لا یجوز الوصیۃ لوارث الا ان یشاء الورثۃ۔ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔ اسی پر عمل ہمارا ہے کہ وارث کے لئے وصیت صحیح نہیں۔ لیکن اگر وارثین عاقل و بالغ ہوں اور موصی کی وفات کے بعد اس کی وصیت کو نافذ کردیں تو صحیح ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ سارے وارثین عاقل و بالغ ہوں اور سب نافذ کریں دوسری صورت یہ ہے کہ کچھ نافذ کریں کچھ منظور نہ کریں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سارے ورثہ عاقل و بالغ نہیں کچھ مجنون یا نابالغ ہوں۔ پہلی صورت میں پوری وصیت نافذ ہے دوسری اور تیسری صورت میں جن عاقل و بالغ وارثین نے نافذ کردیا ان کے حصہ کے مطابق نافذ ہے اور جن لوگوں نے نافذ نہیں کیا یا جو نابالغ یا مجنون ہیں ان کے حصہ میں نافذ نہ ہوگی۔

توضیح باب سورہ نساء میں میراث کے احکام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوا مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْنٍ۔ آیت ۱۱ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ متوفی اگر کوئی ایسی وصیت کر گیا ہے جو شرعاً صحیح ہو یا متوفی پر قرض ہو تو یہ دونوں چیزیں تقسیم میراث پر مقدم ہیں۔ ترتیب یہ ہے۔ متوفی کے مال میں سب سے پہلے بطریق مسنون تجہیز و تکفین۔ اس کے بعد اگر اس کے اوپر قرض ہو تو وہ ادا کیا جائیگا۔

؎ ثانی تفسیر ص۶۵۸ الفرائض باب میراث الزوج من الولد وغیرہ ص۹۹۸

۱؎ عمدۃ القاری رابع عشر ص۳۸

ت ۵۴۱

وَيُذْكَرُ اَنَّ شُرَيْحًا وَّعُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَطَاؤُسًا وَّ عَطَاءً وَّ ابْنُ اُذَيْنَةَ اَجَازُوْا اِقْرَارَ الْمَرِيْضِ بِدَيْنٍ۔

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ شریح، عمر بن عبد العزیز اور طاؤس اور عطاء اور ابن اذینہ نے مریض کے دین کے اقرار کو جائز رکھا۔

ت ۵۴۲

وَقَالَ الْحَسَنُ اَحَقُّ مَا يُصَدَّقُ بِهِ الرَّجُلُ اٰخِرَ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَاَوَّلَ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ۔

امام حسن بصری نے فرمایا کسی کی وہ بات سب سے زیادہ سچی مانی جانے کی مستحق ہے جو اس نے دنیا کے آخر دن اور آخرت کے پہلے دن کہی ہے۔

پھر تہائی مال تک وصیت نافذ کی جائے گی۔ اسکے بعد جو کچھ بچے گا وہ وارثین پر بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک صورت یہ پیش آسکتی ہے کہ متوفی نے مرض وصال میں وارث کے لئے دین کا اقرار کیا یا کسی اجنبی کے لئے اقرار کیا تو اس کا یہ اقرار صحیح ہے یا نہیں ہمارے یہاں وارث کے لئے دین کا اقرار درست نہیں۔ حضرت امام شافعی وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ صحیح ہے۔ اور غالبًا امام بخاری کا بھی یہی مذہب ہے۔ اسی کے لئے انھوں نے یہ باب قائم فرمایا ہے۔ امام شافعی وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ وارث کے لئے وصیت نہیں۔ وارث کے لئے وصیت کا ہونا ساقط ہوگیا۔ اور وارث کے لئے دین کا اقرار بحالہ باقی رہا۔ اس لئے متوفی کا مرض الموت میں وارث کے دین کا اقرار کرنا دیگر دیون کے مثل ہے۔ اس پر ہماری گزارش یہ ہے کہ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ لا وصیۃ لوارث۔ اسی طرح یہ بھی ارشاد فرمایا۔ ولا اقرار لہ بدین۔ اس لئے مرض الموت میں وارث کے لئے دین کا اقرار ساقط ہے۔ امام دارقطنی[1] نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین — وارث کیلئے وصیت نہیں اور نہ دین کا اقرار

تشریحات ۵۴۱

حضرت امام بخاری نے ان حضرات کے اثر کو یذکر مضارع مجہول کے ساتھ ذکر کیا۔ جو صیغہ تمریض ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کی اسناد میں ضعف ہے۔ حضرت امام بخاری پر تعجب ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید میں تابعین کے ان اقوال کو ذکر فرمایا۔ جن کا ضعف خود انھیں تسلیم ہے۔

[1] عمدۃ القاری رابع عشر ص۳۵

ت ۵۴۳

وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ وَالْحَكَمُ إِذَا أَبْرَأَ الْوَارِثَ مِنَ الدَّيْنِ بَرِئَ

ابراہیم نخعی اور حکم نے کہا جب وارث کو دین سے بری بتائے تو وہ بری ہو گیا۔

ت ۵۴۴

وَأَوْصَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ أَنْ لَا تُكْشَفَ امْرَأَتُهُ الْفَزَارِيَّةُ عَمَّا أُغْلِقَ عَلَيْهِ بَابُهَا۔

رافع بن خدیج نے کہا کہ ان کی فزاریہ عورت اپنے گھر میں جو بند کرلے اسے نہ لیا جائے۔

ت ۵۴۵

وَقَالَ الْحَسَنُ إِذَا قَالَ لِمَمْلُوكِهِ عِنْدَ الْمَوْتِ كُنْتُ أَعْتَقْتُكَ جَازَ۔

امام حسن بصری نے فرمایا اگر کوئی مرتے وقت اپنے مملوک سے یہ کہے کہ میں نے تجھکو آزاد کردیا تو جائز ہے۔

ت ۵۴۶

وَقَالَ الشَّعْبِيُّ إِذَا قَالَتِ امْرَأَةٌ عِنْدَ مَوْتِهَا إِنَّ زَوْجِي قَضَانِي وَقَبَضْتُ مِنْهُ جَازَ۔

اور امام شعبی نے فرمایا جب کسی عورت نے اپنی موت کے وقت یہ کہا میرے شوہر نے ادا کردیا ہے اور میں لے چکی ہوں تو جائز ہے۔

تشریح ۵۴۳ مطلب یہ ہے کہ مرنے کے وقت آدمی پر اللہ کا خوف غالب ہوتا ہے۔ آخرت کی طرف اسکا دھیان لگا رہتا ہے اس وقت بہت مستبعد ہے کہ وہ جھوٹا اقرار کرے۔ اس لئے اگر اس حالت میں کسی نے وارث کیلئے دین کا اقرار کیا تو اسے تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارا یہ کہنا ہے کہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث کیلئے دین کے اقرار کو ساقط فرما دیا تو اس کے برخلاف کسی کا قیاس حجت نہیں۔

تشریح ۵۴۴ اس اثر کا حاصل یہ ہے کہ جب تک شوہر بتصریح یہ نہ کہدے کہ میری بیوی کے گھر میں فلاں فلاں مال میرا ہے۔ بیوی جن اموال کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میری ملک ہے تو عورت کا قول مان لیا جائے گا۔

تشریح ۵۴۵ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ مملوک بہر حال آزاد مانا جائے گا خواہ یہ اس کا تہائی مال ہو یا اس سے زائد ہو یا کل ہو لیکن دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ غلام اس کے ترکہ کی تہائی یا اس سے کم ہو تو درست ہے آزاد ہو جائے گا۔ ورنہ بقدر تہائی آزاد ہوگا اور بقیہ میں وہ سعایت کرے گا یعنی وہ کما کر بقیہ حصہ کی قیمت ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

تشریحات ۵۴۶

ان سب تعلیقات کے ذکر کرنے سے امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ ان اجلہ تابعین نے مریض کے اقرار کو تسلیم کر لیا ہے جو اگرچہ اپنی نوعیت میں مختلف ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر کوئی مریض مرض وفات میں یہ اقرار کرلے کہ فلاں فلاں وارث کا مجھ پر اتنا دین ہے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے۔ اس کے جواب میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ چونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وارث کے لئے اقرار کو ساقط فرما دیا ہے تو اس کے مقابلہ میں کسی کے قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔

وَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ لَا يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ بِسُوْءِ الظَّنِّ بِهِ لِلْوَرَثَةِ ثُمَّ اسْتَحْسَنَ فَقَالَ يَجُوْزُ إِقْرَارُهُ لِلْوَدِيْعَةِ وَالْبِضَاعَةِ وَالْمُضَارَبَةِ۔ اور بعض الناس نے کہا۔ وارث کے لئے مریض کا اقرار جائز نہیں جہاں بدگمانی کا اندیشہ ہے پھر اسے اچھا جانتے ہوئے کہا مریض ودیعت بضاعت اور مضاربت کا اقرار کرے تو درست ہے۔

توضیح عام شراح کا رجحان یہ ہے کہ بعض الناس سے امام بخاری کی مراد حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ لیکن یہ یقینی نہیں اس لئے کہ وارث کے لئے دین کا اقرار مرض الموت میں صحیح نہیں یہ صرف حضرت امام اعظم کا مذہب نہیں بلکہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور شوافع میں سے رُویانی کا بھی یہی مختار ہے۔ نیز امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے۔ علاوہ ازیں قاضی شریح اور حسن ابن صالح کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ یہ لوگ اس کا استثنا کرتے ہیں کہ بیوی کے لئے مہر کا اقرار درست ہے نیز امام قاسم وسالم، ثوری بھی وارث کے لئے مریض کے اقرار کو درست نہیں قرار دیتے۔ بلکہ ابن منذر کا گمان یہ ہے کہ حضرت امام شافعی نے بھی انھیں کے مذہب کی طرف رجوع فرما لیا۔ جب اتنے حضرات کا بھی یہی مذہب ہے۔ تو بعض الناس سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعین کرنا درست نہیں۔ رہ گیا امام بخاری کا اس مذہب پر تعریض کرنا یہ ان کی خطائے اجتہادی ہے۔ اولاً صحیح حدیث گزر چکی کہ وارث کے لئے دین کا اقرار درست نہیں۔ نیز اس میں بقیہ ورثہ کو ضرر پہونچانا ہے جس بنیاد پر وارث کیلئے وصیت باطل ہے۔ اسی بنیاد پر وارث کیلئے دین کا اقرار بھی صحیح نہیں۔

حضرت امام بخاری نے احناف کی دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے یا اس سے لاعلمی کی بنیاد پر اپنی طرف سے احناف کی خود دلیل پیش فرمائی ہے کہ احناف نے یہ قول اس بنا پر کیا ہے کہ انھیں اس کا شبہ ہے کہ مقر نے بعض وارثین کو زیادہ دینا چاہا ہے۔ حالانکہ بدگمانی جائز نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔ بدگمانی سے بچو اس لئے بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ تعجب ہے۔ اس کے باوجود امام بخاری بدگمانی فرما رہے ہیں۔ گزر چکا کہ ہماری دلیل حدیث ہے۔ نیز ممنوع ظن فاسد ہے اور یہاں ظن فاسد نہیں بلکہ ناشی عن دلیل ہے جیسا کہ غور کرنے والے پر مخفی نہیں۔ امام بخاری نے اپنے مدعا پر دوسری دلیل یہ دی ہے۔ کہ مسلمان کا مال حلال نہیں۔ اسلئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی نشانی

بَابُ تَاوِیْلِ قَوْلِهٖ مِنۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَآ اَوْ دَیْنٍ ص ۳۸۴

اللہ عز و جل کے اس ارشاد کی تاویل کہ فرمایا وصیت یا دین کے بعد

ت ۵۴۷

وَیُذْکَرُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَضٰی بِالدَّیْنِ قَبْلَ الْوَصِیَّةِ۔

ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وصیت سے پہلے دین ادا کرنے کا حکم دیا۔

یہ ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ خیانت کرے۔ استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب کسی پر قرض ہو تو اس کو ادا نہ کرنا خیانت ہے۔ اور خیانت حرام ہے۔ مریض اب تک قرض ادا نہیں کر سکا تو اس پر واجب ہے کہ اس کا اقرار کرے اور جب اقرار کرنا واجب ہے تو اسے تسلیم کرنا بھی واجب ورنہ اقرار کے وجوب کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ اس کے بالمقابل جب نص صریح ہے تو اس کا ساقط ہونا واضح ہے۔ پھر یہ کہ اقرار وہیں قابل تسلیم ہوگا۔ جہاں مظنہ تہمت نہ ہو۔ دوسرے کی حق تلفی یا ایذا رسانی نہ ہو۔ اور مریض کے اقرار میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ اس لئے مریض کا اقرار مشتبہ ہوا۔ امام بخاری کی تیسری دلیل یہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰۤی اَهْلِهَا۔ سورہ نساء (۵۸)۔ بیشک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انھیں سپرد کرو۔

امام بخاری یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب امانت کا اقرار کرنا واجب ہے اور اس میں وارث اور غیر وارث کی تخصیص نہیں تو ایک شخص جب یہ کہتا ہے فلاں کا قرض میرے اوپر ہے تو اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ اسکے جواب میں ہمارا یہ کہنا ہے کہ وارث کے لئے مریض کے اقرار میں یہی شبہ ہے کہ اس کے ذمہ قرض ہے یا نہیں۔ اس لئے آیت سے استدلال درست نہیں۔ اس میں بقیہ وارثین کا ضرر واضح ہے۔ اور حدیث میں فرمایا گیا۔ لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ۔

توضیح باب اس آیت کریمہ میں یہ تفصیل مذکور نہیں کہ وصیت اور دین میں کون مقدم ہے اس کو واضح کرنے کیلئے حضرت امام بخاری نے یہ باب قائم فرمایا۔ اور آثار سے قیاس سے یہ ثابت فرمایا کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔

تشریحات ۵۴۷ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام ترمذی نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے

مگر اس میں ضعف ہے۔ اس لئے کہ اس کے ایک راوی حارث بن عبداللہ الاعور کو کذاب کہا گیا ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے اس کو صیغہ تمریض کے ساتھ ذکر کیا ہے امام بخاری کا اس حدیث ضعیف سے احتجاج اس بنا پر ہے کہ اس پر اہل علم کا عمل ہے اور مقدمہ میں ثابت کر آئے ہیں کہ اہل علم کے عمل سے حدیث ضعیف درجہ حسن تک پہونچ کر لائق احتجاج ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد امام بخاری نے اس پر اپنے چند قیاس پیش فرمائے ہیں۔

پہلا قیاس اس آیت کریمہ سے پیش کیا ہے کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ جن کی امانتیں ہیں ان تک پہونچا دو

وجہ استدلال یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی امانت ادا کرنے کے حکم میں ہے۔ جو واجب ہے۔ اور وصیت کرنا نفل اور ظاہر ہے کہ واجب پر عمل کرنا بہ نسبت نفل کے مقدم ہے۔

دوسرا استدلال اس حدیث سے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَاصَدَقَۃَ اِلَّا عَنْ ظَھْرِ غِنًی۔ صدقہ اسی وقت ہے جب آدمی مالدار ہو۔

اور ظاہر ہے کہ جب اس کا ترکہ دین میں پھنسا ہو تو وہ مالدار نہیں اور وصیت کرنا ایک طرح کا صدقہ ہے۔ اس لئے دین سے اگر کچھ مال بچے گا تو اسی میں وصیت جاری ہوگی۔

تیسرا استدلال حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس ارشاد سے فرمایا۔

لَا یُوْصِی الْعَبْدُ اِلَّا بِاِذْنِ اَھْلِہٖ۔ غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر وصیت نہ کرے۔

اس ارشاد سے باب پر احتجاج کس طرح ہے یہ اب تک معرض خفا میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ غلام کا کسب اس کی ملک نہیں اس کے آقا کی ملک ہے اس لئے آقا کی اجازت کے بغیر اس کی وصیت باطل ہے۔ اسی طرح جب ترکہ دین میں پھنسا ہو تو حکما بقدر دین چونکہ مورث کی ملک نہیں اسلئے اس میں وصیت نافذ نہ ہوگی۔

چوتھا استدلال حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس قول سے فرمایا۔

اَلْعَبْدُ رَاعٍ فِیْ مَالِ سَیِّدِہٖ۔ بندہ اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے۔

اس حدیث کو باب سے کیا مناسبت ہے یہ اب تک ظاہر نہیں ہو سکا واللہ تعالیٰ اعلم

باب کی تائید میں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ مفصل حدیث ذکر کی ہے جسمیں انھوں نے حضور سے عرض کیا تھا۔

وَاللّٰہِ لَا اَرْزَاُ اَحَدًا بَعْدَکَ شَیْئًا حَتّٰی اُفَارِقَ الدُّنْیَا۔ آپ کے بعد میں کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ یہاں تک کہ دنیا چھوڑ دوں۔

بَابٌ هَلْ يَدْخُلُ النِّسَاءُ وَالْوَلَدُ فِي الْأَقَارِبِ ص۳۸۵

کیا عورتیں اور بچے اقارب میں داخل ہیں۔

حدیث ۱۵۱۱

أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا اشْتَرُوْا أَنْفُسَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے وانذر عشیرتك الاقربین نازل فرمایا اور اپنے قریب ترین رشتہ دار کو ڈراؤ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے قریش یا اس کے ہم معنی کوئی کلمہ فرمایا۔ اپنی جانوں کو جہنم سے بچاؤ۔ میں

مطابقت باب اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى۔ یعنی دینے والا ہاتھ لینے والے سے بہتر ہے۔

وصیت صدقہ کے مثل ہے۔ موصی لہ لینے والے کی جگہ ہے۔ اور قرض خواہ اپنا حق لیتا ہے۔ اسلئے والید السفلی میں داخل نہیں۔ اس لئے ادا دین کو صدقہ کے مقابلہ میں ترجیح ہوئی اور باب کا مضمون یہی تھا۔ کہ دین وصیت پر مقدم ہے۔ دوسری مناسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے ہے۔ انھوں نے یہ فرمایا۔ میں حکیم بن حزام پر ان کا وہ حق پیش کرتا ہوں جو بیت المال سے ان کا ہے مگر وہ لینے سے انکار کر رہے ہیں۔

حضرت عمر نے بیت المال سے ان کا جو حصہ ہوتا تھا۔ اسے دینے کی پوری کوشش کی اور اسے انکا حق قرار دیا جیسے دین قرض خواہ کا حق ہوتا ہے تو جو یک گونہ دین کے مشابہ تھا۔ اس کا یہ حال ہے تو جو واقعی دین ہوگا بدرجہ اولیٰ اس کی تقدیم تمام تبرعات پر واجب ہوگی۔ اور وصیت بھی تبرعات میں سے ہے۔

تشریحات ۱۵۱۱ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ مطابقت کی تقریر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے عام خطاب فرمایا پھر بعض بطون کی تخصیص فرمائی۔ پھر خصوصیت سے حضرت عباس کو مخاطب فرمایا۔ پھر آخر میں حضرت صفیہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مخاطب فرمایا۔

لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا یَا بَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا

اللہ کے مقابلے میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔ اے بنی عبد مناف میں اللہ کے

یَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃُ

مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب میں اللہ کے

رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا فَاطِمَۃُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی

مقابلے میں آپ کے کسی کام نہیں آسکتا۔ اے رسول اللہ کی پھوپھی صفیہ میں اللہ کے مقابلے میں

اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔

تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔ اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میرے مال میں سے جو چاہو مانگو

اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

بَابٌ اِذَا قَالَ اَرْضِیْ اَوْ بُسْتَانِیْ صَدَقَۃٌ لِلّٰہِ عَنْ اُمِّیْ فَھُوَ جَائِزٌ وَاِنْ لَمْ یُبَیِّنْ لِمَنْ ذَالِکَ ص ۳۸۶

جب کہا میری زمین یا میرا باغ میری ماں کی طرف سے اللہ کے لئے صدقہ ہے تو یہ جائز ہے اگرچہ یہ بیان نہ کرے کہ کس کے لئے ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ عورتیں بھی اقارب میں داخل ہیں۔ اگر کسی نے اقارب کے لئے وصیت کی یا وقف کیا تو اس میں عورتیں داخل ہیں یا نہیں۔ اور مردوں میں کون کون رشتہ دار داخل ہیں۔ اس سلسلے میں فقہاء کے مابین شدید اختلاف ہیں۔ تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

توضیح امام بخاری یہ افادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وقف صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وقف کا مصرف بھی بیان کیا جائے۔ موقوف لہم کے ذکر کے بغیر بھی وقف صحیح ہے۔ ہاں اسے یہ اختیار باقی رہتا ہے کہ اس کے بعد اس کے مصارف کی تعیین کر دے۔ عمدۃ القاری میں ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگر کسی نے یہ کہا کہ میری یہ زمین صدقہ ہے اور اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ کس کے لئے صدقہ ہے تو اسے یہ حق باقی رہتا ہے کہ چاہے تو اسے فقراء و مساکین پر وقف کر دے یا چاہے تو اسے بیچ دے اور اس کی قیمت مساکین پر وقف کر دے۔ یعنی ان کے نزدیک جب تک موقوف لہم کی تعیین واقف کی جانب سے نہ ہو تو وقف تام نہیں۔ اور اگر اسی حال میں مر گیا اور تعیین نہیں کی تو وہ میراث ہو گی بقدر حصہ رسدی تقسیم ہوگی۔

حدیث ۱۵۱۴

أَنْبَانَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ عَنْهَا فَقَالَ يَارَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا أَيَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا ؎

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خبر دی کہ سعد بن عبادہ کی والدہ فوت ہو گئیں اور وہ موجود نہیں تھے۔ انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں کی وفات ہو گئی اور میں موجود نہیں تھا، اگر میں انکی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو انھیں نفع پہنچے گا یا نہیں۔ فرمایا ہاں پہنچیگا۔ انھوں نے کہا۔ میں حضور کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا مخراف نامی باغ انکی طرف سے صدقہ ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ ص۳۸۶

اللہ عز وجل کے اس ارشاد کا بیان۔ اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو انھیں بھی اس میں سے کچھ دو۔

تشریحات ۱۵۱۴

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی خزرج کے سردار تھے اور عقبہ کی بیعت کرنے والوں اور بارہ نقباء میں یہ بھی تھے۔ ان کی ماں کا نام عمرہ بنت مسعود یا سعد بن قیس بن عمرو تھا۔ یہ بھی انصاریہ خزرجیہ ہیں۔ یہ مشرف بہ اسلام بھی ہوئی ہیں۔ اور بیعت سے بھی مشرف ہیں۔ ۵ھ میں ان کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ دومۃ الجندل میں تھے۔ اور حضرت سعد بھی وہیں تھے۔ واپسی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ حائط۔ اس باغ کو کہتے ہیں جسکے اردگرد چہار دیواری ہو۔ مخراف اس باغ کا نام تھا۔ ویسے مخراف کے لغوی معنی کھجوروں کے باغ کے بھی ہیں۔ نیز اس ٹوکری کو بھی کہتے ہیں جس میں پھل توڑ کر جمع کیا جائے۔ نیز کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ یہ اور اس مضمون کی متعدد احادیث۔ آیت کریمہ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى (انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا)

؎ باب شہادۃ فی الوقف والصدقۃ والوصیۃ ص۳۸۵۔ باب اذا وقف ارضا ولم یبین الحدود وھو جائز ص۳۸۸۔

حدیث ۱۵۱۳

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بعض لوگ (سورۂ نساء کی آٹھویں آیت)

قَالَ إِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نُسِخَتْ وَلَا وَاللّٰهِ مَا نُسِخَتْ

واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کا حکم منسوخ ہے ۔ حالانکہ خدا کی

وَلٰكِنَّهَا مِمَّا تَهَاوَنَ النَّاسُ هُمَا وَالِيَانِ وَالٍ يَرِثُ وَذَاكَ الَّذِىْ يَرْزُقُ

قسم منسوخ نہیں لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنے میں سستی کی ۔ بات یہ ہے کہ رشتہ دار دو قسم کے ہیں ۔ ایک وہ

وَوَالٍ لَا يَرِثُ وَقَالَ فَذَاكَ الَّذِىْ يَقُوْلُ بِالْمَعْرُوْفِ يَقُوْلُ لَا أَمْلِكُ

جو وارث ہو اور یہی وہ ہے جس کے بارے میں فرمایا کہ لوگ کچھ دیں اور ایک وہ ہے جو وارث نہیں اس کے

لَكَ أَنْ أُعْطِيَكَ بِهٖ

بارے میں فرمایا گیا ۔ معقول بات کہدے ۔ یہ کہدے کہ مجھے اختیار نہیں کہ تمہیں کچھ دوں ۔

کی مخصص ہیں ۔ اس کی تفصیلی بحث کے لئے اثبات ایصال ثواب کا مطالعہ کریں ۔

توضیح باب ابتدا اسلام میں یہ حکم تھا کسی کی وفات کے بعد جب اس کا ترکہ تقسیم کیا جائے تو اس وقت ان رشتہ داروں کو بھی کچھ دیا جائے جو وارث نہ ہوں ۔ اسی طرح یتیموں اور مسکینوں کو بھی دیا جائے ۔ یہ حکم واجب تھا ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مستحب تھا پھر مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہیں ۔ امام مجاہد امام شعبی امام حسن بصری اور امام ابن سیرین وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ نہیں ۔ یہ محکم ہے ۔ اور اب بھی یہ حکم واجب ہے اور یہی حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے ۔

مفسرین کے ایک گروہ جیسے حضرت سعید بن مسیب وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ یہ منسوخ ہے ۔

تشریحات ۱۵۱۳ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا قول ہے جو انھوں نے اس آیت کریمہ کے بارے میں سمجھا تھا ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے کہ اگر میراث تقسیم کرتے وقت کچھ غیر وارث رشتہ دار یا یتیم اور نادار آجائیں تو ترکہ میں سے ان کو کچھ دیدیا جائے ۔ اور فارغ تو ھم ۔ کا

سه ثانی تفسیر النساء باب قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ ص ۶۵۸

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ لِمَنْ تُوُفِّيَ فَجَاءَةً اَنْ يَّتَصَدَّقُوْا عَنْهُ وَقَضَاءُ النُّذُوْرِ عَنِ الْمَيِّتِ - ص ۳۸۶

جو اچانک فوت ہو جائے اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے اور میت کی طرف سے منت پوری کرنا بھی مستحب ہے۔

حدیث ۱۵۱۴

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا اِنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اِسْتَفْتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّيْ مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا ؎

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ میری ماں وفات پا گئی ہیں اور ان پر نذر ہے۔ فرمایا ان کی طرف سے ادا کر دے۔

خطاب عاقل بالغ وارثین سے ہے اور قولوا لھم قولا معروفا۔ ان رشتہ داروں سے ہے جو وارث نہیں۔

جو لوگ اسے منسوخ مانتے ہیں۔ ان کی بنا پر جب یہ حکم نافذ تھا۔ اس وقت یہ دونوں خطاب وارثین سے تھا۔ یہ لوگ غیر وارث رشتہ داروں، یتیموں اور ناداروں کو کچھ دیدیں۔ اور ان سے بطور معذرت یہ کہدیں کہ کمی کا خیال نہ کرنا۔ اللہ نے جو ہمیں توفیق دی ہم نے تم کو دیا۔

تشریحات ۱۵۱۴ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی والدہ کی منت کیا تھی۔ اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے کچھ صدقہ کرنے کی منت مانی تھی۔

تشریحات ۱۵۱۵ جو شخص محتاج ہے اور یتیم کا ولی ہے وہ اپنے آپ کو جب یتیم کی جائداد و کاروبار کی دیکھ بھال میں مصروف رکھے ہوئے ہے تو اسے اپنے لئے کمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ تو اگر اسے یتیم کے مال سے کچھ لینے کی اجازت نہ دی جائے تو وہ گزر بسر کیسے کرے گا اس لئے اسے اجازت ہے کہ اس کے کام کی

؎ الایمان والنذور باب من مات وعلیہ نذر ص ۹۹۱ الحیل باب فی الزکوٰۃ وان لا یفرق بین مجتمع ص ۱۰۲۸ مسلم کتاب النذر۔ نسائی نذر۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ الآيَة ص ۳۸۷

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر کرفرمایا یتیم جب نکاح کی حد کو پہنچ جائیں تو ان کو جانچو۔

حدیث ۱۵۱۵ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَمَنْ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا (سورہ نساء کی چھٹی آیت)

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ قَالَتْ أُنْزِلَتْ

اور جو مالدار ہو وہ بچے اور جو محتاج ہو وہ عرف کے مطابق کھائے یتیم کے والی کے بارے میں نازل ہوئی ہے

فِي وَالِي الْيَتِيمِ أَنْ يُصِيبَ مِنْ مَالِهِ إِذَا كَانَ مُحْتَاجًا بِقَدْرِ مَالِهِ بِالْمَعْرُوفِ۔

کہ اگر وہ محتاج ہے تو وہ بقدر ضرورت و عمل یتیم کے مال میں سے عرف کے مطابق لے سکتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ

يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ص ۳۸۷

کھاتے ہیں اور وہ بہت جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

حدیث ۱۵۱۶ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا

ہیں کہ فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ وہ کیا ہیں

جو اجرت بازار بھاؤ سے ہو اتنی یتیم کے مال سے لے سکتا ہے۔

تشریحات ۱۵۱۶ سبع موبقات سے مراد گناہ کبائر ہیں۔ اس حدیث میں سات مذکور ہیں لیکن ہم پہلے مکمل بحث کر آئے ہیں کہ سات میں حصر نہیں۔ مفہوم عدد معتبر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ ستر ہیں انھیں کا ایک قول یہ ہے کہ سات سو ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جادو کی ایک حقیقت ہے۔ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جادو حق ہے۔ حضرت امام رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ممکن ہے کہ جادوگر ہوا میں اڑے۔ انسان کو حیوان سے اور حیوان کو انسان سے بدل دے۔ البتہ یہ اعتقاد ضروری ہے کہ حقیقت میں موثر اللہ عزوجل ہی ہے۔ اس لئے بعض کلمات میں اس قسم کی

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا ھُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ

فرمایا اللہ کے ساتھ شرک اور جادو اور اس جان کو بغیر حق کے قتل کرنا جس کے قتل کو اللہ

حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبٰو وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ

نے حرام فرمایا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور بھولی بھالی

وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ ۔مہ

پاکدامن مسلمان عورتوں پر زنا کا الزام لگانا ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْیَتٰمٰی قُلْ اِصْلَاحٌ لَّھُمْ خَیْرٌ

اللہ عزوجل کے اس ارشاد کی تفسیر اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں ۔ تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے ۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْشَاءَ اللّٰہُ

اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے

لَاَعْنَتَکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ لَاَعْنَتَکُمْ لَاَحْرَجَکُمْ وَضَیَّقَ وَعَنَتْ خَضَعَتْ ص ۳۸۸

والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا ۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے ۔ لاعنتکم کے معنی ہیں تم کو حرج میں ڈالتا تم پر تنگی کرتا اور عنت کے معنی ہیں جھک گئے ۔

تاثیر رکھی ہے ۔ جیساکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے ۔

وَمَا ھُمْ بِضَارِّیْنَ بِہٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ ۔ سورہ بقرہ (۱۰۲)

جادوگر کسی کو جادو سے ضرر نہیں پہنچاتے مگر اللہ کے اذن سے ۔

نیز یہیں اس سے پہلے نص صریح ہے ۔

یُفَرِّقُوْنَ بِہٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِہٖ

جادوگر جادو کے ذریعہ مرد و عورت کے درمیان جدائی ڈالتے ہیں ۔

جادو کے فن کا علم حاصل کرنا فی نفسہ جائز ہے یعنی یہ جاننا کہ فلاں منتر یہ ہے اور اس کا اثر یہ ہے ۔ البتہ کسی پر جادو کرنا ممنوع ہے ۔ بلکہ اگر اس میں شیطان وغیرہ سے استعانت ہو یا اس کے لئے پوجا کرنی پڑے تو کفر ہے اسی بنا پر بہت سے علماء نے فرمایا کہ ساحر کو قتل کیا جائے حتی کہ یہ بھی فرمایا کہ ساحر کی توبہ قبول نہیں یعنی

مہ ثانی الطب ۔ باب الشرک والسحر من الموبقات ص ۸۵۵ نسائی وصایا ۔
المحاربین باب رمی المحصنات ص ۱۰۱۳ مسلم الایمان ابوداؤد قضایا ۔

حدیث ۱۵۱۷

وَقَالَ لَنَا سُلَيْمَانُ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ اَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کسی کی وصیت کو رد

قَالَ مَا رَدَّ ابْنُ عُمَرَ عَلٰى اَحَدٍ وَصِيَّةً۔

نہیں فرمایا۔

ت ۵۴۸

وَكَانَ ابْنُ سِيْرِيْنَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْهِ فِيْ مَالِ الْيَتِيْمِ

ابن سیرین کو یتیم کے مال میں سب سے زیادہ پسندیدہ یہ صورت تھی کہ اس کے

اَنْ يَّجْتَمِعَ اِلَيْهِ نُصَحَاءُهٗ وَاَوْلِيَاءُهٗ فَيَنْظُرُوا الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

خیر خواہ اور اولیاء اکٹھے ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے کیا بہتر ہے۔

ت ۵۴۹

وَكَانَ طَاؤُسٌ اِذَا سُئِلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى قَرَاَ

اور امام طاؤس سے جب یتیم کے معاملہ میں سوال کیا جاتا تو یہ آیت تلاوت

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔

فرماتے اور اللہ خوب جانتا ہے کون بگاڑنے والا اور کون بنانے والا ہے۔

ت ۵۵۰

وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْ الْيَتَامٰى الصَّغِيْرُ وَالْكَبِيْرُ يُنْفِقُ الْوَلِيُّ

اور امام عطاء نے فرمایا یتیم چھوٹا ہو یا بڑا۔ ولی سب پر اس کے حصہ

عَلٰى كُلِّ اِنْسَانٍ بِقَدْرِهٖ مِنْ حِصَّتِهٖ۔

کے مقدار خرچ کرے گا۔

حاکم بہرحال سزا دے گا۔"

عَنَتْ کا ذکر یہاں پر بے محل ہے۔ اسلئے آیہ کریمہ میں لَاَعْنَتَکُمْ کا مادہ عَنَتْ ہے یعنی تا لام کلمہ ہے اور عَنَتْ کی تا اصلی نہیں بلکہ یہ تا تانیث ہے اسمیں لام کلمہ واو محذوف ہے اسکا مادہ عَنْوٌ ہے۔ لیکن غالباً لفظی مناسبت کی وجہ سے امام بخاری نے اسے ذکر فرمادیا۔

تشریحات ۱۵۱۷ امام بخاری نے اس حدیث کو قال لنا سے بیان فرمایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے یہ حدیث بطور مذاکرہ سنی ہے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کسی یتیم وغیرہ کا نگراں بنانے کی وصیت کرتا تو وہ اسے قبول فرمالیتے نامنظور نہیں کرتے

بَابُ اِسْتِخْدَامِ الْيَتِيْمِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ اِذَا كَانَ لَهُ صَلَاحًا وَنَظَرِ الْاُمِّ وَزَوْجِهَا لِلْيَتِيْمِ ۔ ص۳۸۸

یتیم سے سفر و حضر میں خدمت لینا جب کہ اس کے لئے بہتر ہو اور یتیم کی ماں اور اس کے شوہر کا اس پر نظر رکھنا۔

حدیث ۱۵۱۸

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ لَهُ خَادِمٌ فَاَخَذَ اَبُوْطَلْحَةَ بِيَدِيْ فَانْطَلَقَ بِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَنَسًا غُلَامٌ كَيِّسٌ فَلْيَخْدِمْكَ فَخَدَمْتُهُ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ مَا قَالَ لِيْ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَ هٰكَذَا وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ اَصْنَعْهُ لِمَ لَمْ تَصْنَعْ هٰذَا هٰكَذَا ؏

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو حضور کا کوئی خادم نہیں تھا۔ ابو طلحہ میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انس ہوشیار بچہ ہے۔ آپ کی خدمت کرے گا۔ میں نے حضور کی خدمت سفر حضر میں کی۔ میں نے اگر کچھ کیا تو حضور نے کبھی یہ نہیں فرمایا تو نے ایسے کیوں کیا اور اگر میں نے کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ ایسے کیوں نہیں کیا۔

اس لئے کہ اس میں اجر عظیم ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انا وکافل الیتیم کھاتین۔ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔

تشریحات ۱۵۱۸

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دس سال کی عمر میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر مبارک بیس سال کی تھی ۹۱یا۹۳ھ میں وصال فرمایا۔

؏ ثانی دیات باب من استعار عبدا او صبیا ص۱۰۲۱ مسلم فضائل

بَابُ وَقْفِ الدَّوَابِّ وَالْكُرَاعِ وَالْعُرُوْضِ وَالصَّامِتِ ص ۳۸۹

چوپائے اور گھوڑے اور سامان اور نقد کا وقف کرنا۔

ت ۵۵۱

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِيْمَنْ جَعَلَ أَلْفَ دِيْنَارٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَدَفَعَهَا إِلٰى غُلَامٍ لَهُ تَاجِرٍ يَتَّجِرُ بِهَا وَجَعَلَ رِبْحَهُ صَدَقَةً لِلْمَسَاكِيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ هَلْ لِلرَّجُلِ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ رِبْحِ تِلْكَ الْأَلْفِ شَيْئًا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ جَعَلَ رِبْحَهَا صَدَقَةً لِلْمَسَاكِيْنِ قَالَ لَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا۔

اور امام زہری نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے ہزار دینار اللہ کی راہ میں کر دیا اور کسی اپنے تاجر غلام کو دیا کہ وہ اس سے تجارت کرے اور اس کے نفع کو مساکین اور اقربین کے لئے صدقہ کر دیا۔ کیا اس شخص کو یہ جائز ہے کہ اس ہزار کے نفع میں سے کچھ کھائے اور اسکے نفع کو مساکین کیلئے صدقہ نہ کیا ہو تو؟ فرمایا۔ اس میں سے اسے کھانا جائز نہیں۔

بَابُ نَفَقَةِ الْقَيِّمِ لِلْوَقْفِ ص ۳۸۹ وقف کے منتظم کا خرچ

حدیث ۱۵۱۹

عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے وارث دینار اور درہم نہیں تقسیم کریں گے میرا ترکہ میری بیویوں کے خرچ اور

بصرہ کے صحابہ کرام میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ اخیر عمر مبارک میں روزہ نہیں رکھ سکتے تھے فدیہ دیتے تھے۔ یہ بھی ان صحابہ کرام میں سے ہیں جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف ہوئے بلکہ ان سے روایت بھی کی۔

تشریحات ۱۵۱۹ لایقتسم۔ یہ صیغۂ خبر ہے۔ اور اپنے حقیقی معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نہ درہم و دینار چھوڑوں گا نہ اسے میرے وارث تقسیم کریں گے۔ رہ گئی وہ زمینیں جو اللہ عزوجل نے میرے لئے خاص کر دی تھیں۔ مثلاً بنو نضیر کی زمین اور فدک اور خیبر کا حصہ ان کی آمدنی سے میری ازواج مطہرات کو خرچ دیا جائے اور جو اس کا عامل ہو اس کی محنت کی مقدار دیا جائے اور اس سے جو بچے وہ صدقہ ہے ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔

مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِیْ وَمَؤُنَةِ عَامِلِیْ فَهُوَ صَدَقَةٌ ؎

عامل کی اجرت کے بعد جو بچے وہ صدقہ ہے۔

بَابُ اِذَا وَقَفَ اَرْضًا اَوْ بِئْرًا اَوِ اشْتَرَطَ لِنَفْسِهٖ مِثْلَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ ص ۳۸۹

جب کوئی زمین یا کنواں وقف کیا یا اپنے لیے مسلمانوں کے مثل ڈول کی شرط کرلی۔

ت ۵۵۲

اَوْقَفَ اَنَسٌ دَارًا فَكَانَ اِذَا قَدِمَ هَا نَزَلَهَا۔

حضرت انس نے ایک مکان وقف کیا اور جب وہاں آتے تو اس میں ٹھہرتے۔

ت ۵۵۳

وَتَصَدَّقَ الزُّبَيْرُ بِدُوْرِهٖ وَقَالَ لِلْمَرْدُوْدَةِ مِنْ بَنَاتِهٖ اَنْ تَسْكُنَ

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گھروں کو وقف کردیا اور اپنی مطلقہ صاحبزادی کے

غَيْرَ مُضِرَّةٍ وَلَا مُضَرٍّ بِهَا فَاِنِ اسْتَغْنَتْ بِزَوْجٍ فَلَيْسَ لَهَا حَقٌّ۔

بارے میں فرمایا کہ وہ اس میں رہے مگر نقصان نہ پہونچائے اور خود تکلیف نہ اٹھائے اور اگر کسی سے شادی کرنے کی وجہ سے اس سے مستغنی ہوجائے، تو اس کو اس مکان میں رہنے کا حق نہیں۔

ت ۵۵۴

وَجَعَلَ ابْنُ عُمَرَ نَصِيْبَهٗ مِنْ دَارِ عُمَرَ سُكْنٰى لِذَوِی الْحَاجَةِ مِنْ اٰلِ عَبْدِ اللّٰهِ۔

اور حضرت ابن عمر نے اپنے حصہ کو جو حضرت عمر کے گھر سے ان کا تھا آل عبداللہ کے ضرورتمندوں کے لئے وقف کردیا تھا۔

؎ چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اسلئے ان کی ازواج مطہرات نفقہ پانے کی مستحق ہیں۔ اس حدیث میں عامل سے کیا مراد ہے۔ اس سلسلے میں شراح کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد خلیفہ ہے یعنی میرے بعد جو خلیفہ ہوگا وہ اس میں سے اپنا خرچ لے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو ان زمینوں کی دیکھ بھال کرے۔

تشریح ۵۵۲ اس تعلیق کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ یہ گھر مدینہ طیبہ میں تھا جب حج کے لئے

؎ الجہاد باب اداء الخمس من الدین ص ۴۳۷ فرائض باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا نورث ما ترکنا صدقۃ ص ۹۹۶ مسلم مغازی ابوداؤد۔ خراج۔

ت ۵۵۵

عَنْ اَبِی عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ عُثْمَانَ حَیْثُ حُوْصِرَ اَشْرَفَ عَلَیْھِمْ

ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تھا

فَقَالَ اَنْشُدُکُمُ اللّٰہَ وَلَا اَنْشُدُ اِلَّا اَصْحَابَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ

تو بالاخانہ پر تشریف لائے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور صرف

وَسَلَّمَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ

صحابہ کرام کو واسطہ دیتا ہوں کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مدینہ طیبہ سے گزرتے تو اس میں ٹھہرتے۔

تشریحات ۵۵۳ اس تعلیق کو امام دارمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کہ اسے اپنے صاحبزادوں پر وقف فرمایا تھا۔

تشریحات ۵۵۵ اس تعلیق کو دارقطنی اور اسماعیلی وغیرہ نے روایت کیا ہے مختصر تھا۔ یہ بعض راوی کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بئر رومہ کو خریدا تھا۔ کھدوایا نہیں تھا۔ اسے بیس ہزار یا پچیس ہزار میں خریدا تھا۔ ترمذی اور مسند امام احمد میں ہے کہ جیش عسرت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہزار دینار لاکر خدمت اقدس میں پیش فرمایا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج کے بعد عثمان کچھ بھی نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ ایک ہزار دینار تقریباً چار کلوگرام سونا ہوا۔

بغوی نے معجم الصحابہ میں روایت کیا کہ رومہ بنی غفار کا ایک چشمہ تھا جس کا مالک ایک مشک پانی ایک مد کے عوض بیچتا تھا۔ اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو جنت کے چشمہ کے عوض اسے بیچے گا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اور میرے عیال کے لئے اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر پہونچی انھوں نے اسے پینتیس ۳۵ ہزار میں خرید لیا۔ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کیا مجھے اس کے عوض وہ عطا فرمائیں گے جو اسے عطا فرما رہے تھے۔ فرمایا۔ ہاں۔ انھوں نے عرض کیا کہ میں نے اسے مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

اگر بئر رومہ پہلے چشمہ تھا تو یہ ممکن ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے کھدوا کر کنواں بنوا دیا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ پہلے چھوٹا کنواں رہا ہو۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدنے کے بعد اسے اور وسیع کر دیا ہو اور اس کی مونڈیر وغیرہ بنوادی ہو۔ اس لئے کسی راوی نے حفرھا سے تعبیر کر دیا ہو۔

فصدقوہ۔ نسائی کی روایت میں یہ ہے کہ تصدیق کرنے والے حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت

مَنْ حَفَرَ بِئْرَ رُوْمَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَحَفَرْتُهَا اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ قَالَ مَنْ

نے فرمایا جو بئر رومہ کو کھودے اس کے لئے جنت ہے تو میں نے اسکو کھودوا۔ کیا آپ لوگ نہیں جانتے کہ حضور نے

جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزْتُهُمْ قَالَ فَصَدَّقُوْهُ بِمَا قَالَ ـ

فرمایا جو جیش عسرت کا سامان کرے تو اس کیلئے جنت ہے تو میں نے اسکا سامان کیا۔ ابو عبدالرحمن نے کہا۔ لوگوں نے انکے ارشاد کی تصدیق کی ۔

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ

اے ایمان والو ! جب تمہاری موت کا وقت آجائے تو وصیت کے وقت تمہاری گواہی کا نصاب

الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ

یہ ہے کہ تم میں کے یعنی مسلمان دو عادل گواہ ہوں ۔ اور اگر سفر کی حالت میں موت آئے

ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ

(اور مسلمان گواہ نہ ملیں) تو دو تمہارے غیروں کے ہوں ۔ اور اگر ان گواہوں کے بارے

فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ

میں تم کو کچھ شک ہو تو انھیں روکو اور نماز (عصر) کے بعد کھڑا کرو وہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں

شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا اِثْمًا فَاٰخَرَانِ

کہ ہم گواہی کے عوض کچھ مال نہیں لیں گے ۔ اگرچہ ہمارا رشتہ دار ہو۔ اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائینگے

سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے ۔

مطابقت اس تعلیق کو باب کے اس جزء سے صراحۃً مطابقت ہے ۔ کہ جس نے کنواں وقف کیا مگر اخیر کے جزء سے اس تعلیق کے کسی لفظ کو مطابقت نہیں ۔ لیکن ترمذی میں جو روایت ہے اس میں یہ زائد ہے کہ بئر رومہ کون خرید تا ہے اور اپنے ڈول کو مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کر دیتا ہے ۔ اور امام بخاری کی عادت کریمہ معلوم ہے کہ وہ کبھی کبھی باب کے ضمن میں روایت کے جو الفاظ ذکر کرتے ہیں اس سے باب کو مطابقت نہیں ہوتی ۔ لیکن یہی حدیث کسی اور طریقے سے کہیں اور مروی ہوتی ہے ۔ اس میں باب کے مناسب مضمون ہوتا ہے ۔ یہی قصہ یہاں بھی ہے ۔

يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمَانِ بِاللّٰهِ

اور اگر ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے جھوٹ بول کر گناہ کا ارتکاب

لَشَهَادَتُنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا اِنَّا اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ذٰلِكَ

کیا ہے تو جن لوگوں کا حق انھوں نے مارنا چاہا تھا ان میں سے دوسرے گواہ کھڑے ہوں۔ جو میت کے قریبی

اَدْنٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ

رشتہ دار ہوں اب یہ لوگ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان لوگوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے۔ اور

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؎

ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم ظالم ہیں۔ یہ طریقہ اس کے قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح گواہی دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ ہماری قسمیں ان لوگوں کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں۔ اور اللہ سے ڈرو اور سنو (مانو) اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے۔

حدیث ۱۵۲۰

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ خَرَجَ رَجُلٌ مِّنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بنی سہم کے ایک صاحب تمیم داری

بَنِيْ سَهْمٍ مَعَ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بَدَّاءٍ فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا

اور عدی بن بدار کے ساتھ باہر گئے۔ سہمی ایسی جگہ مر گئے جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا۔ جب

تشریحات ۱۵۲۰

خازن و مدارک وغیرہ میں یہ واقعہ مفصل یوں مذکور ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے موالی میں سے بُدیل نامی ایک صاحب دو نصرانیوں عدی بن بدار اور تمیم داری کے ساتھ ملک شام تجارت کے لئے گئے وہاں جاتے ہی بیمار پڑ گئے۔ انھوں نے اپنے تمام سامان کی ایک فہرست لکھ کر سامان میں رکھ دی اور ہمراہیوں کو بتایا نہیں۔ جب مرض بہت سخت ہو گیا اور امید زیست باقی نہ رہی تو بدیل نے تمیم اور عدی کو بلا کر تمام سامان سپرد کر دیا۔ اور یہ وصیت کی کہ مدینہ طیبہ پہونچ کر یہ سب سامان ان کے اہل کو دیدیں۔ اسکے بعد بدیل کی وفات ہو گئی۔ ان دونوں نے ان کی وفات کے بعد ان کا سامان دیکھا تو اس میں ایک چاندی کا جام پایا جس پر سونے کا کام بنا ہوا تھا۔ یہ تین سو مثقال چاندی کا تھا۔ بدیل یہ جام بادشاہ کو نذر کرنے کیلئے لے گئے تھے۔

؎ المائدہ آیت ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸

مُسْلِمٌ فَلَمَّا قَدِمَا بِتَرِكَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِنْ فِضَّةٍ مُخَوَّصًا مِنْ ذَهَبٍ فَاحْلَفَهُمَا

وہ دونوں ان کا ترکہ لے کر آئے تو اس میں چاندی کا ایک زر نگار جام نہیں ملا۔ تمیم اور عدی

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَجَدُوْا الْجَامَ بِمَكَّةَ فَقَالُوْا

سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلف لی۔ اس کے بعد اس جام کو لوگوں نے مکہ میں پایا جس کے

ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيْمٍ وَعَدِيٍّ فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ أَوْلِيَائِهِ فَحَلَفَا لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ

پاس ملا انھوں نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ متوفی کے اولیاء میں سے دو صاحبان

تمیم اور عدی نے اس جام کو غائب کر دیا۔ اور جب مدینہ آئے تو بدیل کا سامان ان کے گھر والوں کو سپرد کر دیا۔ گھر والوں نے سامان کھولا تو ان میں فہرست ملی۔ جب سامان کو اس سے ملایا تو اس میں جام نہیں ملا۔ اب وہ لوگ تمیم اور عدی کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ کیا بدیل نے کچھ سامان بیچا بھی تھا۔ ان دونوں نے بتایا کہ نہیں۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ کیا بدیل عرصہ تک بیمار رہے اور اپنے علاج میں کچھ خرچ کیا ہے انھوں نے بتایا کہ نہیں۔ وہ تو شام پہنچتے ہی بیمار پڑے اور بہت جلد مر گئے۔ اس پر ان لوگوں نے ان دونوں سے کہا سامان میں ایک فہرست ملی ہے۔ اس کے مطابق تین سو مثقال چاندی کا ایک جام زرنگار غائب ہے۔ اس پر تمیم اور عدی نے کہا۔ ہمیں نہیں معلوم۔ بدیل نے جتنا سامان دیا تھا وہ سب ہم نے تمہیں سپرد کر دیا۔ جام کا حال ہمیں نہیں معلوم۔ یہ مقدمہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ تمیم اور عدی اپنے انکار پر جمے رہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عصر کے بعد تمیم اور عدی سے منبر کے پاس قسم لی۔ ان دونوں نے قسمیں کھالیں کہ ہم اس جام کو نہیں جانتے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں ایک شخص کے پاس ملا اس نے یہ بتایا کہ میں نے یہ جام تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔ اس کے بعد بدیل کے اولیاء میں سے دو شخصوں نے کھڑے ہو کر یہ قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے احق ہے۔

فائدہ نہ تو مدعی پر قسم ہے اور نہ گواہ سے قسم لی جاتی ہے۔ بظاہر یہاں بدیل کے اولیاء مدعی ہیں یا کم از کم گواہ۔ اس لئے ان سے جو قسم لی گئی اس کو شرعاً معتبر نہیں ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ بدیل کے اولیاء صورۃً مدعی تھے۔ لیکن حقیقۃً مدعیٰ علیہ۔ اسلئے ان سے قسم لی گئی۔

آیہ کریمہ میں اٰخَرَانِ مِنْ غَیْرِکُمْ۔ سے مراد غیر مذہب والے مثلاً یہودی یا نصرانی ہیں۔ صحیح اور راجح یہ ہے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف قبول نہیں۔ اور یہاں دو نصرانیوں کی گواہی قبول کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ مفسرین نے فرمایا۔ کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ اور کچھ مفسرین فرماتے ہیں کہ من غیرکم سے مراد کافر نہیں بلکہ اپنے قبیلے کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ ہیں۔

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَاَنَّ الْجَامَ لِصَاحِبِهِمْ قَالَ وَفِيهِمْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ

کھڑے ہوئے اور یہ قسم کھائی کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی کے بہ نسبت زیادہ صحیح ہے اور

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ؎

یہ جام اسی سہمی کا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے یعنی جو باب میں مذکور ہے۔

اور حدیث میں تمیم اور عدی کا بیان شہادت نہیں بلکہ دعوے سے انکار ہے۔ بدیل کے ورثہ نے ان دونوں پر یہ دعوی کیا تھا کہ ان دونوں نے جام غائب کر دیا ہے۔ اس کا ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قسم لیا۔ یہ مدعی علیہ سے دعوی سے انکار پر قسم لینا ہے۔ شہادت نہیں۔

؎ ابوداؤد قضایا۔ ترمذی تفسیر